وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں (۵۲/۲۴)

Vol-4

نزهة القاری

شرح

صحیح البخاری

تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرید بک سٹال
۳۸۔ اردو بازار لاہور
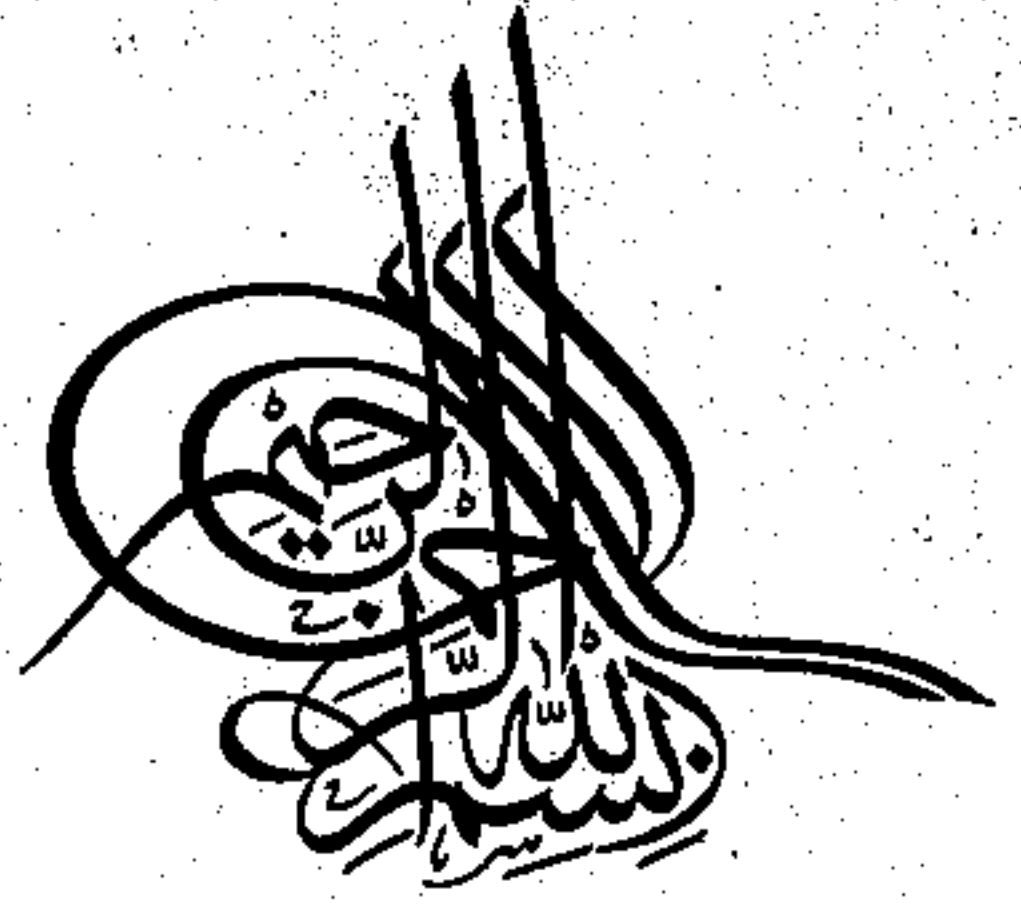
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نزهة القاری

شرح

صحیح البخاری

الجزء رابع

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں (۲۴/۵۲)

نزھۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

جلد چہارم

تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالےٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

انڈکس نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (چہارم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد چہارم)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٥٦ - كِتَابُ الْجِهَادِ (ص ٣٩٠)

[جہاد کا بیان]

جہاد کے معنی لغت میں مشقت اٹھانے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار کے ساتھ قتال کی مشقت اٹھانے کے ہیں، نیز کبھی کبھی جہاد کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ آدمی اللہ کی رضا کے لیے اعمال شاقہ کرے اور نفس کو اس کی مرضی کے خلاف اعمال خیر میں لگائے اور اسے ذلیل کرے۔

بہ شرط استطاعت و اجتماع شرائط جہاد فرض کفایہ ہے لیکن اگر دشمن ہجوم کر آئیں تو فرض عین ہے، یہاں تک کہ عورتوں پر بھی۔

١٥٢٢ - ح: [دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ يَّعْدِلُ الْجِهَادَ]

مجھے ایسا عمل بتایئے جو جہاد کے برابر ہو

١٥٢٢- اَخْبَرَنِیْ اَبُوْحَصِيْنٍ اَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِیْ عَلٰى عَمَلٍ يَّعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ لَا اَجِدُهٗ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ قَالَ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِیْ طِوَلِهٖ فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ. (نسائی۔ کتاب الجہاد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: مجھے ایسا کام بتایئے جو جہاد کے برابر ہو، فرمایا: میں ایسا کوئی کام نہیں پاتا۔ مزید فرمایا: کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لیے جائے (تو اس کے واپس لوٹنے تک) تم اپنی مسجد میں جا کر مسلسل نماز پڑھتے رہو اور ذرا دیر کے لیے بھی نہ بند کرو اور متواتر روزے رکھتے رہو اور کبھی نہ چھوڑو؟ انہوں نے عرض کیا: یہ کون کر سکتا ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی میں چلتا ہے تو اس کے ہر قدم پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

مسلم[1] میں بہ طریق سہیل بن ابی صالح عن ابیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے اسی مضمون کی یہ حدیث ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: جہاد فی سبیل اللہ کے برابر کون سا عمل ہے؟ فرمایا: تم اسے نہیں کر سکو گے۔ لوگوں نے اسے دو یا تین مرتبہ لوٹایا، ہر مرتبہ حضور یہی فرماتے رہے: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تیسری مرتبہ حضور نے فرمایا: اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والے کی مثل اس شخص کی ہے جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ قائم رہے۔ نماز روزہ ایک دم کے لیے بھی نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر لوٹ آئے۔

---

[1] مسلم۔ کتاب امارۃ۔ ج ۲ ص ۱۳۴

اس کا مفاد یہ ہے کہ مجاہد جس وقت اپنے گھر سے جہاد کرنے کے لیے نکلتا ہے ہر آن ہر لحظہ اللہ کی عبادت میں رہتا ہے۔ اس کا سونا جاگنا' کھانا پینا سب عبادت ہے کہ گھوڑے کو کھلانا پلانا' اسے چرانا' اس کی لید اٹھانا سب عبادت ہے' حتیٰ کہ گھوڑا چلنے کے لیے جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں' اس لیے مجاہد کے برابر وہی ہوسکتا ہے جو چوبیس گھنٹے نمازیں پڑھتا رہے یا کوئی بھی عبادت کرتا رہے۔ ایک آن کے لیے دم نہ لے اور اس کی کوئی استطاعت نہیں رکھ سکتا اس لیے جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں۔

بَابٌ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ مُّجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (ص ۳۹۱)

سب سے افضل وہ مؤمن ہے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہو

۱۵۲۳- حَدَّثَنِیْ عَطَاءُ بْنُ یَزِیْدَ اَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ قَالُوْا ثُمَّ مَنْ قَالَ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ یَتَّقِی اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون سا شخص افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: پھر کون؟ فرمایا: وہ مؤمن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں ہو' اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الرقاق۔ باب: العزل راحۃ ص ۹۶۱' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی۔ کتاب الجہاد' ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

فی شعب من الشعاب

گھاٹی کا ذکر بہ طور مثال ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے الگ رہ کر شریعت کی حدود کی پابندی کرتا ہے اور یہ اس شخص کے لیے ہے جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر لوگوں سے اختلاط کرے گا تو فتنہ میں پڑ جائے گا' لیکن جو شخص قوی ہو اور اسے یہ اعتماد ہو کہ عوام کے ساتھ اختلاط کے باوجود فتنے میں مبتلا نہ ہوگا اسے افضل یہی ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ رہے بلکہ اگر اسے اس کا ظن غالب ہو کہ عوام الناس کے ساتھ اختلاط میں عوام کی اصلاح کر سکے گا تو اس کے لیے گوشہ نشینی جائز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے: وہ مؤمن جو لوگوں سے خلط ملط رکھے اور ان کی ایذا پر صبر کرے اس سے بڑھ کر ثواب میں ہے جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں اور ان کی ایذاء پر صبر نہیں کرتا۔ (ترمذی۔ ج ۲ ص ۷۷)

۱۵۲٤- ح: [مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ]

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال

۱۵۲٤- اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِهٖ کَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَکَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِهٖ بِاَنْ یَّتَوَفَّاهُ اَنْ یُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ یَرْجِعَهٗ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے ہمیشہ روزہ رکھنے والے ہمیشہ عبادت کرنے والے کی سی ہے اور اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے بارے میں اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے کہ اسے وفات دے گا تو جنت میں داخل کرے گا یا اجر

یا غنیمت کے ساتھ صحیح وسالم لوٹائے گا۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ (ص٣٩١)

جہاد اور شہادت کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا

١٥٢٥- ح: [غَزْوَةُ الْبَحْرِ]

غزوۂ بحر

١٥٢٥- عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولٰى قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ حضور کی خدمت میں کھانا پیش کرتیں اور امّ حرام حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے حضور کو کھلایا۔ (اس کے بعد حضور لیٹ گئے) اور وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، کچھ دیر کے بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش ہوئے جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے، اسحاق کو شک ہے، امّ حرام نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس رکھا، پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا: کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ یارسول اللہ! فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کیے گئے جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں کر دے، فرمایا: تو پہلے والوں میں ہے۔ امّ حرام حضرت معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہو کر گئیں اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں۔

(بخاری۔ باب: فضل من یصرع فی سبیل اللہ ص٣٩٢، باب: غزوۃ المراۃ فی البحر ص٤٠٣، باب: رکوب البحر ص٤٠٥، باب: ما قیل فی قتال الروم ص٤٠٩۔ ج٢: کتاب الاستیذان۔ باب: من زار قوما فقال عندھم ص٩٢٩، کتاب التعبیر۔ باب: رویا النھار ص١٠٣٦، مسلم، ابوداؤد، نسائی، کتاب الجہاد)

امّ حرام رضی اللہ عنہا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ امّ سُلَیم کی بہن تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ہاں تشریف لے جانا اس بنا پر تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں۔ رشتہ کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ابوعمرو نے کہا کہ انہوں نے اور ان کی بہن امّ سُلَیم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اور بہت سے حضرات نے یہ فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی کے رشتے سے حضور کی خالہ تھیں' اس لیے کہ سلمٰی بنی نجار کی فرد مدینہ کی باشندہ تھیں۔ کچھ اور لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی خالہ تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ انہوں نے بعض حفاظ سے سنا ہے کہ امّ سلیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی رضاعی بہن تھیں۔ بہر حال اتنا طے ہے کہ امّ حرام کسی بھی رشتہ کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس کی اجازت نہ دیتے کہ وہ حضور کے سر میں جوئیں تلاش کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں جوئیں نہیں تھیں۔ حضرت امّ حرام کا یہ فعل غالباً اس بنا پر تھا کہ انہیں یہ معلوم نہ تھا یا غایت محبت کی بنا پر تھا بالوں میں انگلیاں پھیرنے سے نیند بہت جلد آجاتی ہے۔

ملوکا علی الاسرة

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ بحری بیڑوں میں اس شان سے سوار ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غازیوں کو جنت میں بادشاہوں کی طرح تخت پر بیٹھے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا قبرص کی جنگ میں اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئی تھیں۔ قبرص کی فتح کے بعد واپسی میں ان کی سواری کے لیے خچر لایا گیا۔ سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور واصل بحق ہو گئیں۔ ان کا مبارک مزار قبرص (کریٹ) میں ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ قبرص والے ان کے مزار کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک عورت کا مزار ہے۔ اس تقدیر پر ''حین خرجت من البحر'' کا مطلب یہ ہوا کہ جب وہ سمندر سے نکل کر جزیرہ میں گئی تھیں۔ یہ جنگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہ کی سرکردگی میں ۲۷ یا ۲۸ھ میں ہوئی تھی۔ ویسے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ہوا تھا اور یہی امام بخاری و مسلم کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہے' لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور اہل سیر نے اسی کو ذکر کیا ہے۔ اس تقدیر پر امام بخاری و مسلم کی روایت ''فی زمان معاویة'' کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت معاویہ کے سمندر کی جنگ کے زمانے میں۔

حضرت عمر نے شفقت کی بنا پر مسلمانوں کو سمندری جنگ سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے اجازت بھی طلب کی تو بھی اجازت نہیں دی' مگر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان سے اجازت طلب کی اور انہوں نے اجازت دے دی اور فرمایا: کسی کو مجبور مت کرنا' جو خوشی سے جائے اسے لے جانا۔ اجازت ملنے کے بعد حضرت معاویہ نے صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ سمندری جہاد شروع فرمایا۔ پہلا حملہ قبرص پر کیا تھا۔ اس جنگ میں حضرت ابوذر' حضرت عبادہ بن صامت' ان کی اہلیہ امّ حرام' حضرت شداد بن اوس اور حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ اجمعین شریک تھے۔

یہی حدیث باب قتال الروم میں بہ طریق عمیر بن اسود عنسی یوں مروی ہے کہ امّ حرام نے ان سے یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا — میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے گا اس نے

قالت ام حرام قلت یارسول اللہ انا فیھم قال انت — جنت اپنے اوپر واجب کر لی' امّ حرام نے کہا: میں نے عرض کیا:

فیھم قالت ثم قال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یارسول الله قال لا۔

یارسول اللہ! میں ان میں ہوں؟ فرمایا: تو ان میں سے ہے' اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کرے گا بخش دیا جائے گا۔ امّ حرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان میں ہوں؟ فرمایا: نہیں (تو پہلے والوں میں ہے)۔

مودودی اور ان سے سیکھ کر آج کل عام دیوبندی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ خاطی تھے' اس لیے کہ قسطنطنیہ کے ایک حملے میں یزید بھی شریک تھا اور اس حدیث میں اس جنگ کے شرکاء کے بارے میں مغفور لہم کہا گیا ہے۔

مدینہ قیصر پر سب سے پہلے کس نے حملہ کیا؟

اقول وھو المستعان: اس موضوع پر ہم نے مقالات امجدی میں سیر حاصل بحث کی ہے' نیز شرح بخاری جلد ثالث میں بھی اس پر بہ قدر ضرورت کلام مذکور ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) یہ بشارت اس لشکر کے مجاہدین کے لیے ہے جو مدینہ قیصر پر پہلا حملہ کریں۔ مدینہ قیصر کے معنی کسی لغت میں قسطنطنیہ کے نہیں۔ قیصر کا کوئی بھی شہر ہو سکتا ہے جو اس کی قلمرو میں داخل ہے۔

قیصر کے ملک پر پہلا حملہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں عہد رسالت میں ہوا تھا۔ اس کا نام غزوہ موتہ ہے۔

(۲) اگر مدینہ قیصر سے اس کا دار السلطنت مراد لیا جائے تو عہد رسالت و خلفاء راشدین میں قیصر کا دار السلطنت حمص تھا جو عہد فاروقی ۱۶ھ میں فتح ہوا۔

(۳) اور اگر کسی کو ضد ہی ہو کہ اس حدیث میں مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ ہی مراد ہے تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر کمان ہوا تھا۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ لشکر ۴۹ یا ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں حملہ آور ہوا تھا۔ تاریخ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر تین یا چار بار حملہ ہو چکا تھا۔

(۴) اس حدیث میں بہ طریق اسحٰق جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ بشارت اس لشکر کے لیے ہے جو بحری راستہ سے مدینہ قیصر پر حملہ کرے۔ یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ خشکی کے راستے سے گیا تھا اس لیے وہ اس بشارت کا مستحق نہیں۔ بحری راستے سے قسطنطنیہ پر پہلا حملہ عقبہ بن عامر نے کیا تھا' اس لیے اس بشارت کے وہ لوگ مستحق ہو سکتے ہیں جو اس لشکر میں شریک تھے۔

بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ۳۹۱)

راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے درجے

يُقَالُ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ غُزًّى وَاحِدُهَا غَازٍ هُمْ دَرَجَاتٌ لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

سبیل مذکر و مونث دونوں طرح مستعمل ہے' ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''غُزًّی'' جمع ہے اور اس کا واحد ''غازٍ'' ہے ''ھم درجات'' سے مراد یہ ہے کہ ان کے لیے درجات ہیں۔

۱۵۲۶- ح: [اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ]

جنت میں سات سو درجے ہیں' جو اللہ نے مجاہدین کے لیے تیار کیے ہیں

١٥٢٦ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ جَلَسَ فِيْ أَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ قَالَ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيْهِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التوحید۔ باب: وکان عرشہ علی الماء ص ١١٠٤، مسند امام احمد بن حنبل۔ ج ٢ ص ٣٣٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کا روزہ رکھے تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جس زمین میں پیدا ہوا' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو بشارت نہ دے دیں۔ فرمایا: بے شک جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں کے لیے مہیا فرمایا ہے۔ ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے اور جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو' اس لیے کہ یہ جنت کے بیچ میں ہے اور سب سے بلند ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلی ہیں اور محمد بن فلیح نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا: اور اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے۔

لفظ ''سبیل'' مذکر بھی ہے مونث بھی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا'' (لقمان:٦) تاکہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائے اور اسے ٹھٹھا بنا لے۔

فراء نے کہا کہ ''یتخذھا'' کی ضمیر مونث منصوب متصل کا مرجع آیات قرآن بھی ہو سکتی ہیں اور اگر تم چاہو تو سبیل کو بھی بنا دو اس لیے کہ وہ کبھی مونث مستعمل ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ'' (یوسف:١٠٨) فرمادو: یہ میرا راستہ ہے۔

کتاب التوحید میں ''جاهد فی سبیل الله'' کی جگہ ''هاجر فی سبیل الله'' ہے' اس حدیث میں زکوۃ اور حج کا ذکر نہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ ارشاد زکوۃ اور حج کی فرضیت سے پہلے کا ہو' اس پر صاحب تلویح نے کہا: اس میں نظر ہے' اس لیے کہ زکوۃ خیبر سے پہلے فرض ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر میں حاضر ہوئے۔

اقول وھو المستعان: یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ صحابہ کرام کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت سی احادیث دوسرے صحابہ کرام سے سن کر روایت کرتے ہیں اور اس صحابی کا نام نہیں لیتے۔ ہو سکتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے جیسا کہ علامہ کرمانی نے علی التسامح کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کیونکہ زکوۃ اور حج ہر مسلمان پر فرض نہیں' مال داروں پر فرض ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ اعتبار اغلب و اکثر کے ایسا ارشاد فرمایا' زکوۃ اور حج کا ذکر نہیں فرمایا۔

افلا نبشر الناس

اس کا حاصل یہ ہے کہ اتنی ہی بشارت لوگوں کو نہ دو ورنہ لوگ جہاد سے سستی کرنے لگیں گے۔ بشارت دینا ہے تو ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کو بھی بیان کرو تاکہ جہاد کی طرف سے لوگوں میں سستی نہ پیدا ہو۔

فانه اوسط الجنة

کچھ شارحین نے پہلے یہ شبہہ پیش فرمایا کہ فردوس جب بیچ جنت میں ہے تو سب سے اوپر کیسے ہوگئی؟ پھر خود جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اوسط سے مراد افضل و بہتر ہے۔

اقول وهو المستعان: اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں، اس کو اوسط اپنے ارد گرد کے اعتبار سے کہا گیا ہے۔

ومنه تفجر انهار

بعض شارحین نے کہا کہ منہ کی ضمیر کا مرجع عرش ہے لیکن ان کا یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع فردوس ہے۔ فردوس مذکر بھی مستعمل ہے اور مونث بھی۔

قال محمد

امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یحییٰ بن صالح نے "وفوقهٔ عرش الرحمن" کو بصیغۂ شک ذکر کیا تھا اور محمد بن فلیح کی روایت میں بغیر شک کے ہے۔

بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَابِ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ (ص ٣٩٢)

اللہ کے راستہ میں صبح و شام چلنا اور تمہاری کمان کی مقدار جنت میں

١٥٢٧- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا. (بخاری۔ باب: حور العين ص ٢٩١، کتاب الرقاق۔ باب: صفة الجنة والنار)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح سے دو پہر تک یا دو پہر سے شام تک چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

١٥٢٨- ح: [لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ]

کمان کی مقدار جنت میں بہتر ہے ان سب سے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے

١٥٢٨- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ وَقَالَ الْغَدْوَةُ اَوِ الرَّوْحَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کمان کی مقدار جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور ڈوبتا ہے اور فرمایا: صبح سے دو پہر تک یا دو پہر سے شام تک اللہ کی راہ میں چلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب: ماجاء في صفة الجنة ص ٤٦١)

بدء الخلق اور رقاق میں قاب قوس کے بجائے موضع سوط ہے یعنی جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

توضیح باب

"حُوْر" "حَوْرَاءُ" کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی بے داغ اور شفاف ہو اور اس کی پتلی خوب کالی ہو۔ "عِیْن" "عَیْنَاءُ" کی جمع ہے۔ یہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ بڑی ہو۔ اس کا مذکر "اَعْیَن" ہے۔ عین اصل میں

"فُعْلٌ" کے وزن پر مضموم العین تھا "یاء" کی مناسبت سے عین کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔

١٥٢٩- عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا.

حضرت سہل بن سعد نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: اللہ کی راہ میں صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔

(بخاری۔ کتاب بدء الخلق، باب: صفة الجنة ص ٤٦٠، کتاب الرقاق۔ باب: مثل الدنیا والآخرۃ ص ٩٤٩، مسلم۔ کتاب الجہاد، نسائی، ابن ماجہ)

بَابُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ وَصِفَتِهِنَّ یُحَارُ فِیْهَا الطَّرْفُ شَدِیْدَةُ سَوَادِ الْعَیْنِ شَدِیْدَةُ بَیَاضِ الْعَیْنِ ﴿زَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ﴾ (الدخان: ٥٤) اَنْكَحْنَاهُمْ (ص ٣٩٢)

حور عین کیا ہیں اور ان کا وصف کیا ہے؟ جنہیں دیکھ کر آنکھ حیران رہ جائے گی، آنکھ کی سیاہی خوب تیز ہوگی اور سفیدی بھی، اللہ تعالیٰ کے ارشاد "زوجناهم بحور عين" میں "زوجناهم" کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کا نکاح حور عین سے کیا

١٥٣٠- ح: [اَلشَّهِیْدُ یَسُرُّهُ اَنْ یُّقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰی]

شہید کو یہ پسند ہے کہ دوبارہ راہِ خدا میں قتل کیا جائے

١٥٣٠- ح: [لَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَیْنَهُمَا]

اگر جنت کی ایک عورت جھانک دے تو زمین وآسمان کے درمیان سب روشن ہو جائیں

١٥٣٠- عَنْ حُمَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَمُوْتُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ یَسُرُّهُ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا اِلَّا الشَّهِیْدُ لِمَا یَرٰی مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَاِنَّهُ یَسُرُّهُ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰی قَالَ وَسَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِیْدِهٖ یَعْنِیْ سَوْطَهٗ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَلَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَیْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِیْحًا وَّلَنَصِیْفُهَا عَلٰی رَاْسِهَا خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا.

حمید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے لیے مرنے کے بعد اللہ کے یہاں خیر ہو اور وہ یہ پسند کرے کہ اس شرط پر دنیا کی طرف لوٹے کہ اسے پوری دنیا ومافیہا مل جائے سوائے شہید کے کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا اور اسے یہ پسند ہوگا کہ دنیا کی طرف لوٹے اور دوبارہ شہید کیا جائے۔ حمید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: صبح یا شام اللہ کی راہ میں تھوڑی دیر چلنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور تمہاری کمان کی جگہ یا کوڑے کی مقدار جنت میں دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو پوری زمین روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا

ومافیہا سے بہتر ہے۔

باب التمنی المجاہد میں یہ حدیث بہ طریق قتادہ ان الفاظ میں مروی ہے: جنت میں داخل ہونے والا کوئی بھی دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرے گا اگر چہ اسے زمین سے سب کچھ بھی دیا جائے سوائے شہید کے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹنے کی تمنا کرے گا تا کہ دس مرتبہ شہید کیا جائے کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت کو دیکھ لیا ہے۔

بَابُ مَنْ يُّنْكَبُ اَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ۳۹۳)

اللہ کے راستہ میں جس کا کوئی عضو زخمی ہو یا اس کو نیزہ مارا گیا ہو

۱۵۳۱- عَنْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ اَتَقَدَّمُكُمْ فَاِنْ اَمَّنُوْنِيْ حَتّٰى اُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَّا كُنْتُمْ مِّنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَاَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَوْمَئُوْا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَاَنْفَذَهُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ اَصْحَابِهِ فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا رَجُلًا اَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ وَاُرَاهُ اٰخَرَ مَعَهُ فَاَخْبَرَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَاُ اَنْ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ وَبَنِيْ عُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی سلیم کے ستر افراد کو بنی عامر کی جانب بھیجا۔ یہ لوگ جب وہاں پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا: میں تم سے پہلے ان کے پاس جا رہا ہوں اگر ان لوگوں نے مجھ کو امن دے دیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام انہیں پہنچا دوں تو بہتر ہے ورنہ تم لوگ مجھ سے قریب رہنا' وہ آگے بڑھ کر ان کے پاس گئے' بنی عامر نے ان کو امن دیا' وہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بات کر ہی رہے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک شخص کو اشارہ کر دیا' اس نے نیزہ مارا اور آر پار کر دیا' زخم کھا کر انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' پھر ان کے بقیہ ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو قتل کر ڈالا سوائے ایک لنگڑے شخص کے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ راوی حدیث ہمام نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک صاحب اور تھے' جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی کہ ان لوگوں نے اپنے رب سے ملاقات کی' ان کا رب ان سے راضی ہو گیا اور ان کو راضی کر دیا ہم (قرآن مجید میں یہ آیت) تلاوت کرتے تھے' ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی' ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور اس نے ہم کو راضی کیا' پھر بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس دن صبح کے وقت رعل' ذکوان' بنی لحیان اور بنی عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی بربادی کی دعا فرمائی۔

سریہ بیر معونہ

یہ واقعہ سریہ بیر معونہ کا ہے جس کی پوری تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی۔ یہ سریہ ۴ھ صفر کے مہینے میں احد کے چار ماہ بعد ہوا تھا۔ اس روایت میں راوی سے اختلاط ہو گیا ہے۔ سریہ بیر معونہ میں بنی سلیم کے افراد نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ ستر افراد قراء جو سب

کے سب انصار کرام میں سے تھے بنی سلیم کی جانب بھیجے گئے تھے۔رعل ذکوان بنی لحیان بنی عصیہ یہ سب بنی سلیم کی شاخیں ہیں۔
قنوت نازلہ کی پوری بحث نزہۃ القاری ج ۲ ص ۴۷ ۳۔۵ ۷ ۳ رقم:۵۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۳۲- ح: [هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ] تو ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی

۱۵۳۲- عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ:

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کسی جہاد میں زخمی ہوگئی تو حضور نے فرمایا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

تو تو ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی اور تجھے جو کچھ پہنچا اللہ کی راہ میں پہنچا۔

(بخاری۔ج ۲۔کتاب الادب۔باب: مایجوز من الشعر ص ۹۰۸ مسلم۔کتاب المغازی ترمذی تفسیر وشمائل نسائی۔عمل الیوم واللیلۃ)

ایک قول یہ ہے: یہ حادثہ غزوۂ احد میں پیش آیا تھا۔صحیح مسلم شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے تو حضور کی انگلی زخمی ہوگئی۔امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابوالولید نے کہا: شاید غار کے بجائے غازیاً تھا کاتبوں کی غفلت سے غار ہوگیا اس لیے کہ بخاری کی روایتوں میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض مشاہد میں تھے اور کتاب الادب کی روایت میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے کہ پتھر آکر لگا جس کے صدمہ سے حضور گر پڑے اور آپ کی انگلی زخمی ہوگئی۔اس پر امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ غار کے معنی لشکر کے بھی ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ماظنك بامرء جمع بين هذين الغارين اى العسكرين“۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شعر ہے اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے کہ حضور شعر نہیں کہتے تھے ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ. (یٰس:۶۸) اور ہم نے ان کو شعر نہ سکھایا اور یہ ان کے لائق نہیں۔

اس کا جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہ رجز ہے اور رجز کو شعر نہیں کہتے۔دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کفار قرآن مجید کو شعر کہا کرتے تھے قرآن مجید میں اس کا رد فرمایا گیا۔سب سے انسب اور اقوی جواب یہ ہے کہ بلا قصد و اختیار ایک دو جملے ایسے نکل جائیں جو شعر کی طرح موزوں ہوں تو وہ حقیقت میں شعر کہنا نہیں اور نہ اس پر کسی کو شاعر کہا جاتا ہے۔قرآن مجید کی بہت سی آیات عروض کی بعض بحروں کے مطابق ہیں مثلاً ”وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ. وَقُدُوْرٍ الرَّاسِيَاتِ. اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ“۔

بَابٌ [الاحزاب:۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الْآيَةَ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ (الاحزاب:۲۳). (ص ۳۹۴)

اللہ عزوجل کے ارشاد ہے: مؤمنین میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا اور ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی منت پوری کر لی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے ارادوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی○

۱۵۳۳- ح: [اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ] میں جنت کی خوشبو احد کے قریب سونگھ رہا ہوں

۱۵۳۳- ح: [اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ اگر قسم کھالیں

اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ]

١٥٣٣ - حَدَّثَنِیْ حُمَیْدُ الطَّوِیْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِیْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِیْ قِتَالَ الْمُشْرِكِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِیْ اَصْحَابَهٗ وَاَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ یَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِیْنَ ضَرْبَةً بِالسَّیْفِ اَوْ طَعْنَةً بِالرُّمْحِ اَوْ رَمْیَةً بِسَهْمٍ وَّوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْهِ وَفِیْ اَشْبَاهِهٖ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ﴾ (الاحزاب:۲۳) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ. وَقَالَ اِنَّ اُخْتَهٗ وَهِیَ تُسَمَّی الرُّبَیِّعَ كَسَرَتْ ثَنِیَّةَ امْرَاَةٍ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِیَّتُهَا فَرَضُوْا بِالْاَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

(بخاری ج ۲- کتاب المغازی- باب: غزوۃ احد ص ۵۷۹، کتاب التفسیر- سورۃ احزاب- باب: قوله فمنهم من قضی نحبه ص ۷۰۵- مسلم- ترمذی- نسائی)

تو اللہ ان کی قسم پوری فرمائے گا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے چچا انس بن نضر جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے اس پر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے مشرکین سے جو پہلی لڑائی لڑی اس میں میں شریک نہیں ہو سکا اگر اللہ نے مشرکین کی لڑائی میں مجھے حاضر رکھا تو اللہ آپ کو دکھا دے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب احد کی لڑائی کا دن آیا اور مسلمان میدان سے چھٹ گئے تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ان کے ساتھیوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیری بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں اور ان مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد آگے بڑھے ان کے سامنے حضرت سعد بن معاذ آئے تو کہا: اے سعد بن معاذ رب نضر کی قسم! احد کی جانب سے میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں حضرت سعد نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! انہوں نے جو کچھ کیا وہ میری استطاعت سے باہر تھا۔ حضرت انس نے کہا: ہم نے ان کو اس حال میں پایا کہ انہیں اسی سے اوپر زخم تھے تلوار کی مار اور نیزے کے زخم اور تیر کے گھاؤ کے وہ شہید کر دیئے گئے۔ مشرکین نے ان کی صورت بگاڑ دی تھی سوائے ان کی بہن کے کسی نے ان کو پہچانا نہیں اور انہوں نے بھی ان کی انگلی دیکھ کر پہچانا۔ حضرت انس نے کہا: ہمارا گمان یہ ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے شہیدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے: کچھ مومن وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پوری آیت تک۔ حضرت انس نے کہا: ان کی بہن نے جن کا نام ربیع تھا ایک عورت کے اگلے دانت توڑ دیئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا تو انس بن نضر نے کہا: یارسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے بعد میں لوگ تاوان (دیت) پر راضی ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پوری فرما دیتا ہے۔

١٥٣٤ - ح: [قَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَقَدْتُ

حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ مجھے

اٰیَةً مِّنَ الْاَحْزَاب]

احزاب کی ایک آیت نہیں ملی

١٥٣٤- عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُّ اٰيَةً مِّنَ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهَا فَلَمْ اَجِدْهَا اِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ الَّذِيْ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهٗ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣).

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک مصحف میں لکھنے لگا۔ میں نے احزاب کی ایک آیت کو نہیں پایا جس کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا' میں نے اسے صرف حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا جن کی تنہا ایک گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا تھا' وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''من المؤمنين رجال صدقوا''۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوة احد ص ٥٨٠' کتاب التفسیر۔ سورۂ احزاب۔ باب: قوله فمنهم من قضى نحبه ص ٧٠٥' کتاب فضائل القرآن۔ باب: جمع القرآن ص ٧٤٦' ترمذی۔ کتاب التفسیر' نسائی۔ کتاب التفسیر)

قرآن مجید متواتر ہے' یعنی آج مصحف شریف میں جتنی سورتیں یا آیتیں ہیں سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ طریق تواتر منقول ہیں اور تواتر کے لیے ضروری ہے کہ ہر دور میں اس کے اتنے ناقلین ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل محال جانے اور یہاں سورۂ احزاب کی یہ آیت یا دوسری روایتوں کے بموجب سورۂ توبہ کی اخیر دو آیتیں حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملی تھیں' اگرچہ ان کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے مگر دو کی گواہی سے بھی تواتر نہ ہوگا' جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیتیں لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ کے پاس ملیں۔ ورنہ زبانی طور پر کثیر صحابہ کو یاد تھیں۔ خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کو سنتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت اُبی بن کعب اور ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

حضرت خزیمہ کی گواہی دو مردوں کے برابر

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی ایک گواہی دو مردوں کے برابر کرنے کا قصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اس سے کہا: میرے پیچھے آؤ تاکہ گھوڑے کی قیمت ادا کر دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے آگے بڑھ گئے اور اعرابی پیچھے رہ گیا۔ اسی اثناء میں کچھ لوگوں نے اعرابی سے بھاؤ تاؤ کر کے گھوڑے کی قیمت بڑھا دی۔ اب اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہو تو خرید لیں ورنہ میں اس کو بیچ دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اعرابی سے کہا: کیا تو مجھے بیچ نہیں چکا ہے؟ اعرابی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آپ کے ہاتھ نہیں بیچا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تو میرے ہاتھ بیچ چکا ہے۔ اس پر لوگ جمع ہو گئے۔ اعرابی یہی کہتا رہا: گواہ لاؤ' جو مسلمان آتا وہ اعرابی سے یہی کہتا: تیرے لیے خرابی ہو۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بلاشبہ حق ہی فرمائیں گے مگر گواہی کوئی نہ دیتا۔ یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اعرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اس کو بیچ چکا ہے۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے پوچھا: تم کیسے گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کو سچا جاننے کی بنا پر۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی دو مردوں کے برابر کر دی اور فرمایا کہ جس کے حق میں خزیمہ گواہی دیں یا جس کے خلاف گواہی دیں وہ کافی ہے[1] اس اعرابی کا نام سواد بن حارث تھا۔ (فتح الباری۔ ج ٨ ص ٥١٩ بحوالہ طبرانی وابن شاہین)

[1] مسند امام احمد بن حنبل۔ ج ٥ ص ٢١٥-٢١٦

بَابُ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ (ص ۳۹۴) لڑائی سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا

ت ٥٦٤- وَقَالَ اَبُوالدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ. تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔

دینوری نے اس تعلیق کو ربیعہ بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! غزوے سے پہلے کوئی نیک عمل کرو تم لوگ اپنے اعمال کے ساتھ قتال کرتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ باب کا عنوان بھی حضرت ابوالدرداء کا ارشاد ہے۔ حضرت امام بخاری نے ایک جز کو باب کا عنوان بنالیا اور اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو ارشاد نہیں بتایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ ربیعہ بن یزید کی حضرت ابوالدرداء سے روایت ثابت نہیں، مگر دوسرے حصہ کو حضرت عبداللہ بن مبارک نے سند متصل کے ساتھ یوں روایت کیا ہے: ''عن ربیعة بن یزید عن ابن جیس عن ابی الدرداء''۔

وَقَوْلِهٖ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ○﴾ (الصف:۲۔٤).

اے ایمان والو! جو خود کرتے نہیں وہ کیوں کہتے ہو؟○ اللہ کو وہ بات بہت ناپسند ہے کہ وہ کہو جو خود نہ کرو○ بے شک اللہ انہیں دوست رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں○

١٥٣٥- ح: [اَتٰى رَجُلٌ فَسَاَلَ اُقَاتِلُ اَوْاُسْلِمُ]

ایک شخص آیا اس نے پوچھا: لڑوں یا اسلام قبول کروں؟

١٥٣٥- عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْاُسْلِمُ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِيْلًا وَاُجِرَ كَثِيْرًا.

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک شخص لوہے سے ڈھکے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! لڑوں یا اسلام قبول کروں، فرمایا: اسلام قبول کر، پھر لڑ۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، پھر لڑے اور شہید کردیے گئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پایا۔

ان کا نام اصرم بن ثابت اشہلی تھا۔ یہ قصہ غزوۂ احد کا ہے۔ یہ عجیب خوش بخت انسان تھے کہ ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہوگئے۔ اجر کثیر ان کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ باب سے مطابقت یہ ہے کہ جہاد سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا اور یہ ایک بہت بڑا نیک عمل ہے۔

بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ (ص ۳۹۴) لڑائی اور غبار کے بعد غسل کرنا

١٥٣٦- ح: [غَزْوَةُ بَنِىْ قُرَيْظَةَ] غزوۂ بنوقریظہ

١٥٣٦- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق سے لوٹ کر ہتھیار اتار دیا اور غسل فرمالیا تو جبریل حاضر ہوئے اور ان کے سر پر غبار جمع تھا، عرض کیا: آپ نے ہتھیار اتار دیا ہے، بخدا! میں نے نہیں اتارا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کہاں؟ عرض کیا: وہاں اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَاَوْمَا اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ ﷺ بنی قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔

مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے یہود کے تینوں قبائل سے جن میں بنی قریظہ بھی شامل تھے ایک معاہدہ فرمایا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ کرے گا تو سب مل کر مدافعت کریں گے اور دشمن سے کوئی ساز باز نہیں کریں گے۔ غزوہ خندق کے موقع پر بنی قریظہ نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور قریش کے ساتھ ساز باز کی۔ اس کی سزا میں بنی قریظہ پر حملہ ہوا بالآخر ان کا استیصال کر دیا گیا۔

بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں (شہید کی) فضیلت کا بیان

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَنْ لَّاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٦٩-١٧١).

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے حضور وہ روزی پاتے ہیں ۝ اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں دیا ہے اس پر خوش ہیں اور اپنے بعد والوں کو جو ابھی ان سے ملے نہیں ہیں یہ بشارت دے رہے ہیں کہ انہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم ۝ اللہ کی نعمت اور فضل کی بشارت دیتے ہیں اور اس بات کی کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا ۝

١٥٣٧- ح: [اُنْزِلَتْ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ]

(یہ آیت) ان لوگوں کے بارے میں نازل کی گئی ہے جو بیر معونہ میں شہید کیے گئے

١٥٣٧- عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ اُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنٌ قَرَاْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیس دن صبح کو ان لوگوں کی بربادی کی دعا کی جن لوگوں نے بئر معونہ کے اصحاب کو شہید کیا تھا۔ رعل، ذکوان اور عصیہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ حضرت انس نے کہا: بئر معونہ کے شہداء کے بارے میں قرآن نازل ہوا تھا جس کو ہم نے پڑھا پھر بعد میں منسوخ ہو گیا وہ یہ ہے: ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔

باب میں مذکورہ آیات کریمہ کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی ہے کہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہی ابو بکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا

حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ روایت کی ہے۔ ''بلغوا قومنا الیٰ اخره'' کے منسوخ ہونے پر مقاتل نے کہا کہ شہداء بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ شان نزول کچھ بھی ہو یہ فضیلت تمام شہداء کے لیے عام ہے۔

١٥٣٨- ح: [اِصْطَبَحَ نَاسٌ اَلْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ]

یوم احد کچھ لوگوں نے صبح کو شراب پی' پھر شہید ہو گئے

١٥٣٨- عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِصْطَبَحَ نَاسٌ اَلْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ غزوۂ احد کے دن کچھ لوگوں نے صبح کو شراب پی لی تھی' پھر شہید کر دیے گئے۔ سفیان سے پوچھا گیا: اس دن کے آخر میں' فرمایا: یہ اس حدیث میں نہیں ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۂ احد ص ٥٧٩' کتاب التفسیر۔ سورۃ المائدہ۔ باب: قوله انما الخمر والميسر ص ٦٦٤)

حضرت امام بخاری نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں صدقہ بن فضل عن سفیان جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے: ''فقتلوا من يومه جميعا شهداء'' نیز اسماعیلی نے یہ حدیث بہ طریق قواریری عن سفیان اس زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس راویت میں حضرت سفیان سے جو سوال کیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ''من اخر ذلك اليوم'' روایت میں ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ اس حدیث میں نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ روایت کرتے وقت یعنی علی بن عبداللہ سے حدیث بیان کرتے وقت حضرت سفیان کو یہ یاد نہ رہا ہو کہ حدیث میں یہ لفظ بھی ہے اور صدقہ سے بیان کرتے وقت یاد رہا ہو۔ اخیر عمر مبارک میں حضرت سفیان کو کچھ نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔

حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو غالباً یہ بتانے کے لیے ذکر کیا ہے کہ یہ آیۂ کریمہ شہداء احد کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جیسا کہ ترمذی[1] میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ (ص ٣٩٥)

جس نے جہاد کے لیے لڑکے کی خواہش کی

١٥٣٩- ح: [قَالَ سُلَيْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَاَةٍ]

حضرت سلیمان نے فرمایا: میں آج رات سو عورتوں کے پاس جاؤں گا

١٥٣٩- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِائَةِ امْرَاَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا: میں آج کی رات سو یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا سب سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا اس پر ان کے ساتھی نے کہا: ان شاء اللہ کہہ لیجیے انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا' نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے صرف ایک عورت کو حمل ہوا اور اس نے بھی پورا بچہ نہ جنا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ

[1] ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ آل عمران ص ١٢٥

بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ.

کہہ لیتے تو سب کے سب سوار پیدا ہوتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول الله عزوجل ووهبنا لداؤد سليمان ص ۴۸۷، ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: قول الرجل لاطوفن الليلة على، نسائی۔ ص ۷۸۸۔ کتاب الایمان والنذور، باب: كيف كان يمين النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۲، باب: الاستثناء في الايمان ص ۹۹۴، کتاب التوحید۔ باب: المشيئة والارادة ص ۱۱۱۳، مسلم۔ کتاب الایمان والنذور، نسائی۔ کتاب النذور، ترمذی۔ کتاب النذور، مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۲۲۹)

على مائة امرأة او تسع وتسعين

یہاں روایات مختلف ہیں۔ کتاب الانبیاء میں سبعین ہے۔ کتاب النکاح میں ''مائة امرأة'' التوحید میں ''كان له ستون امرأة'' ہے۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں تسعین کی روایت کو اصح کہا، لیکن چونکہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لیے قلیل کثیر کا نافی نہیں، اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے اس لیے ان روایات میں تنافی نہیں۔

صاحبہ

کتاب الایمان والنذور۔ باب: الاستثناء في الايمان میں ہے کہ حضرت سفیان نے کہا کہ صاحب سے مراد فرشتہ ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔

بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ (ص ۳۹۵)

لڑائی میں بہادری اور بزدلی

۱۵۴۰- ح: [لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا]

تم لوگ مجھے بخیل پاؤ گے اور نہ جھوٹا

۱۵۴۰- اَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهٗ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلَقَتِ الْاَعْرَابُ يَسْاَلُوْنَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى شَجَرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمٌ لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے اور حضور کے ساتھ اور بھی لوگ تھے۔ حنین سے واپسی کے موقع پر دیہاتی حضور سے لپٹ گئے، وہ حضور سے مانگنے لگے یہاں تک کہ حضور کو ایک درخت کی طرف دھکیل دیا اور حضور کی چادر لے لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور فرمایا: مجھے میری چادر دو اگر ان درختوں کے برابر میرے پاس اونٹ ہوتے تو بھی میں تم میں تقسیم کر دیتا، پھر تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے اور نہ خلاف واقعہ بات کرنے والا اور نہ بزدل۔

(بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب: ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يعطى المؤلفة قلوبهم ص ۴۴۶)

بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ (ص ۳۹۶)

بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

۱۵۴۱- ح: [كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ یہ دعائیں سکھاتے تھے

١٥٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيَّ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهٗ.

عمرو بن میمون اودی نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور کہتے تھے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان چیزوں سے نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نکمی عمر تک جیوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے' میں نے مصعب سے اس کو بیان کیا تو مصعب نے اس کی تصدیق کی۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: التعوذ من عذاب القبر' باب: التعوذ من البخل ص ٩٤٢' باب: الاستعاذة من ارذل العمر ص ٩٤٣۔ باب: التعوذ من فتنة الدنیا ص ٩٤٥۔ ترمذی۔ کتاب الدعوات' نسائی۔ کتاب الاستعاذة)

١٥٤٢- ح: [كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یہ دعائیں) مانگا کرتے تھے

١٥٤٢- حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ اَبِيْ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الدعوات۔ باب: التعوذ من فتنة المحیا والممات ص ٩٤٢' باب: التعوذ من ارذل العمر ص ٩٤٣' کتاب التفسیر۔ سورۂ نحل۔ باب: قوله ومنكم من يرد الى ارذل العمر ص ٦٨٣' مسلم۔ کتاب الدعوات' ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ' نسائی۔ کتاب الاستعاذة)

بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهٖ فِي الْحَرْبِ (ص ٣٩٦)

اپنے جنگی کارنامے بیان کرنا

١٥٤٣- ح: [طَلْحَةُ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ اُحُدٍ]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یوم احد کا واقعہ بیان کرتے تھے

١٥٤٣- عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّيْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں طلحہ بن عبید اللہ اور سعد اور مقداد بن اسود اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا۔ ان میں کسی کو میں نے نہیں سنا کہ لڑائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بیان کریں۔ ہاں میں نے طلحہ کو سنا کہ وہ غزوۂ احد کے حالات بیان کرتے تھے۔

يَوْمِ أُحُدٍ.

(بخاری۔ج ۲۔کتاب المغازی۔باب: اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا ص ۵۸۱)

عن رسول الله

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ احادیث کو یہ لوگ زیادہ بیان نہیں کرتے تھے کہ کہیں کمی زیادتی اور ردوبدل نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کا یہ عمل ازراہِ احتیاط تھا' کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من يقل عني مالم اقل فليتبوا مقعده من النار. جس نے میری طرف منسوب کر کے ایسی بات کہی جو میں نے بیان نہیں فرمائی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

اسی بناء پر حضرت عمر نے فرمایا: ''اقلوا الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا شريككم'' حدیثیں کم بیان کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت وصیانت میں ان حضرات نے جو کارنامے انجام دیے یہ لوگ میرے سامنے بیان نہیں کرتے تھے۔ ہاں حضرت طلحہ نے غزوۂ احد کے موقع پر جو جاں نثاریاں کی تھیں وہ ان کو بیان کرتے تھے تاکہ سننے والوں کو رغبت ہو۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضور اقدس ﷺ پر ہونے والے حملوں کو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھوں پر روکا جس کی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ یہ بھی حضرت سائب بن یزید اپنے علم ودانش کی بات کر رہے ہیں ورنہ دوسرے حضرات نے بھی اپنے کارنامے بیان کیے ہیں جیسا کہ اسی بخاری میں کتاب المغازی میں ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد! تم پر میرے ماں باپ فدا!

بَابُ وُجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

جہاد کے لیے نکلنا اور نیک نیت رکھنا واجب ہے

وَقَوْلِهِ ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝﴾ (التوبہ: ٤١-٤٢)

اور اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان: کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۝ اگر کوئی قریب مال یا متوسط سفر ہوتا تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے مگر ان پر مشقت کا راستہ دور پڑ گیا اور اب اللہ کی قسم کھائیں گے: اگر ہم سے بن پڑتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے' وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ بے شک ضرور جھوٹے ہیں۝

وَقَوْلِهِ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ۝﴾ (التوبہ: ٣٨) وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ۝﴾ (النساء: ٧١) سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ وَيُقَالُ

اور فرمایا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو خوف کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی اور جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا۔ اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''فانفروا ثبات''

وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ۔

سے مراد متفرق سریے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ''ثبات'' کا واحد ''ثبۃ'' ہے یعنی گروہ۔

توضیح

''قولہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا'' جب جہاد کا حکم ہوا تو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ہم میں کچھ لوگ بھاری بدن کے ہیں' کچھ ضرورت مند ہیں' کچھ زمین والے ہیں' کچھ کاروباری ہیں سب جہاد میں کیسے جا سکتے ہیں۔ حضرت مقداد بہت تنومند اور موٹے تھے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنی معذوری بیان کر کے جہاد میں شرکت سے معافی چاہی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یہ غزوۂ تبوک کا موقع تھا' چونکہ مقابلہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت قیصر روم سے تھا اس پر نفیر عام کا حکم تھا کہ ہر شخص اس میں شریک ہو' کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ گھر بیٹھ رہے' فرمایا گیا: ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا'' تم ہلکے بدن کے ہو یا بھاری بدن کے' تنگ دست ہو یا فارغ البال' جوان ہو یا ادھیڑ عمر کے' مال دار ہو یا فقیر' تمہارے پاس سواری ہو یا نہ ہو' ہتھیار تمہارے پاس کم ہوں یا زیادہ' شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ بہرحال سب کو اس غزوہ میں شریک ہونا ہے۔ سدی نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر بہت شاق گزرا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ:٩١)

کمزوروں اور بیماروں اور جو لوگ خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتے ان پر کوئی حرج نہیں جب اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیر خواہ ہوں۔

بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ (ص٣٩٦)

کافر مسلمان کو قتل کرے' پھر اسلام لائے اور ٹھیک ٹھاک رہے' اس کے بعد قتل کر دیا جائے

١٥٤٤- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ. (نسائی۔ کتاب الجہاد۔ نعوت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل دو شخصوں کو دیکھ کر اپنی شان کے مطابق ہنستا ہے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں لڑے اور شہید کر دیا جائے پھر اللہ قاتل کو توبہ کی توفیق دے (کہ وہ مسلمان ہو جائے) پھر شہید کر دیا جائے۔

يضحك الله

ہنسی کی بر ان وقت طاری ہوتی ہے جب وہ خوشی سے مغلوب ہو جاتا ہے' اس لیے اس کی اسناد اللہ عزوجل کی جانب جائز نہیں۔ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی رضا۔

١٥٤٥- ح: [وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَانٍ]

اس جانور پر تعجب ہے جو قدوم ضان سے ہم پر اترا ہے

١٥٤٥- اَخْبَرَنِىْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَاافْتَتَحُوْهَا فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَأْنٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَوْلَمْ يُسْهِمْ لَهٗ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوة خيبر ص ٦٠٨)

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور خیبر میں تھے' مسلمان خیبر فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے بھی حصہ دیجئے تو بنی سعید بن عاص کے ایک شخص نے کہا: اس کو حصہ نہ دیں یارسول اللہ! تو ابوہریرہ نے کہا: یہ ابن قوقل کا قاتل ہے۔ سعید بن عاص کے بیٹے نے کہا: اس جانور پر تعجب ہے جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے ہم پر اترا ہے اور مجھے ایک مسلمان کے قتل کرنے کا طعن دیتا ہے حالانکہ اللہ نے اسے میرے ہاتھ شہادت سے سرفراز فرمایا اور اس کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں فرمایا۔ عنبسہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حضرت ابوہریرہ کو حضور نے حصہ دیا یا نہیں۔

بعض بني سعيد بن العاص

اس سے مراد حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے غزوۂ احد میں ابن قوقل کو شہید کیا تھا۔ یہ انصاری بزرگ تھے۔ ان کا نام نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہے۔ حضرت ابان حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ بہت مشہور مجاہد صحابی ہیں۔ شام کی فتوحات میں انہوں نے بہت نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یرموک یا اجنادین یا مرج الصفر میں شہید ہوئے۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک سریہ کے ساتھ حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ خیبر کی فتح کے بعد خیبر ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابان کو دیکھ کر حضرت ابوہریرہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! انہیں مال غنیمت سے حصہ نہ دیں' یہ ابن قوقل کا قاتل ہے' اس پر حضرت ابان نے وہ کہا جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابان نے حصہ طلب کیا تو حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ ان کو حصہ نہ دیں۔ سب روایتوں پر نظر رکھنے کے بعد سب میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے بھی حصہ طلب کیا ہوگا اور حضرت ابان نے بھی' غالبا پہلے حضرت ابان نے طلب کیا۔ حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ ان کو حصہ نہ دیا جائے' پھر حضرت ابوہریرہ نے حصہ طلب کیا ہوگا تو حضرت ابان نے کہا ہوگا کہ ان کو حصہ نہ دیا جائے۔ انہوں نے جہاد ہی کہاں کیا ہے کہ مال غنیمت کے مستحق ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فلا ادری اسهم له

لیکن کتاب المغازی میں مذکور ہے کہ "فلم يقسم لهم" کہ انہیں حصہ نہیں دیا۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ (ص ٣٩٧)

جس نے روزے پر غزوے کو ترجیح دی

١٥٤٦- حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ کے زمانہ میں جہاد کی وجہ سے ابوطلحہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ جب نبی ﷺ کا وصال ہوگیا تو یوم فطر اور اضحیٰ کے علاوہ میں نے ان کو روزہ چھوڑتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

وَسَلَّمَ لَمْ اَرَهٗ مُفْطِرًا اِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى.

مراد یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ نفل روزے نہیں رکھتے تھے تاکہ قوت باقی رہے۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد جب اسلام پورے عرب میں پھیل گیا اور مجاہدین کی کثرت ہوگئی تو وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حدیث میں صرف یوم فطر اور یوم اضحیٰ کا استثناء ہے حالانکہ ایام تشریق کے بھی روزے رکھنا منع ہے۔

اقول: ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت مختلف فیہ ہے' ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی رہا ہو کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع نہیں۔

بَابُ الشَّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ (ص ۳۹۷)

راہِ خدا میں مارے جانے کے علاوہ سات قسم کی شہادت اور ہے

۱۵۴۷- ح: [اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ]

طاعون شہادت ہے

۱۵۴۷- عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: مایذکر فی الطاعون ص ۸۵۳' مسلم۔ کتاب الجہاد)

حضرت امام بخاری نے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی کہ شہداء پانچ ہیں: مطعون' ڈوب کر مرنے والا' دب کر مرنے والا' راہِ خدا میں شہید' مبطون۔ کتاب الجنائز میں اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے کہ پانچ ہی میں حصر نہیں۔

مطابقت

باب یہ ہے کہ راہِ خدا میں مارے جانے والے کے علاوہ شہداء سات ہیں باب کے ضمن میں جو حدیثیں ذکر کیں ان میں صرف چار مذکور ہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ شہادت راہِ خدا میں قتل ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور مزید بھی ہیں' جیسا کہ بعض حدیثوں میں سات مزید مذکور ہیں' جیسا کہ امام مالک نے مؤطا[1] میں ان چار کے علاوہ نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا' جل کر مرنے والا' جو عورت بچے کی پیدائش میں مرے' ذکر کیے۔

بَابٌ

[النساء: ۹۵۔ ۹۶ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ۹۵-۹۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد میں بیٹھ رہیں اور جو راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بخشنے والا مہربان تک' برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے اللہ نے بڑا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے

[1] مؤطا امام مالک۔ کتاب الجنائز۔ باب: النہی عن البکاء علی المیت ص ۸۷۔

فضیلت دی ہے۔

١٥٤٨- عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:٩٥) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكَتِفٍ فَكَتَبَهَا وَشَكٰى ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهُ فَنَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥).

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے تھے: آیۂ کریمہ ”لایستوی القاعدون من المومنین“ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بلایا، وہ شانہ لے کر آئے اور اسے لکھا اور ابن مکتوم نے اپنی آنکھوں کی سفیدی کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ”لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر“۔

(بخاری۔ج ٢۔کتاب التفسیر۔سورۃ النساء۔باب: لایستوی القاعدون من المومنین ص٦٦١، کتاب فضائل القرآن۔باب: کاتب النبی ص٧٤٦، مسلم۔کتاب الجہاد)

١٥٤٩- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْلٰى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥) فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْأَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥).

حضرت سہل بن سعد ساعدی نے کہا: میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا میں اس کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تو اس نے ہم کو خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ آیت لکھوائی: ”لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله“ حضور مجھے لکھوا ہی رہے تھے کہ حضرت ابن ام مکتوم آئے اور یہ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے تو اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر اتارا ”غیر اولی الضرر“ اور حضور کی ران میری ران پر تھی مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری ران ٹوٹ نہ جائے، پھر حضور سے نزول وحی کی کیفیت ختم ہوگئی۔

(بخاری۔ج ٢۔کتاب التفسیر۔لایستوی القاعدون ص٦٦٠)

یعنی پہلے صرف آیت کریمہ کا یہ حصہ نازل ہوا تھا: ”لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله“ جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے یہ عرض کیا کہ اگر مجھے جہاد کی استطاعت ہوتی تو میں جہاد کرتا تو ”قاعدون“ کے بعد ”غیر اولی الضرر“ کا اضافہ ہوا۔ اس حدیث کی سند میں خاص بات یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ صحابی، مروان سے روایت کرتے ہیں جو تابعی ہے۔

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الْقِتَالِ — جہاد کے لیے ابھارنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ (الانفال:٦٥).

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: (اے غیب کی خبریں دینے والے!) مسلمانوں کو جہاد پر ابھارو۔

١٥٥٠- ح: [رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مہاجرین اور

وَسَلَّمَ يَحْفِرُوْنَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَ الْاَنْصَارُ]

انصار خندق کھود رہے ہیں

١٥٥٠- عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خندق کی جانب تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ مہاجرین و انصار صبح کے وقت جاڑے میں خندق کھود رہے ہیں اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا کام کرتے، جب حضور نے ان پر تکان اور بھوک کا اثر دیکھا تو دعا کی: بے شک اے اللہ! اچھی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ انصار و مہاجرین کو بخش دے، تو ان لوگوں نے جواب میں عرض کیا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جب تک جئیں۔

(بخاری۔ باب: حضر الخندق ص ٣٩٨، باب: البيعة في الحرب ص ٤١٥، کتاب مناقب الانصار۔ باب: دعاء النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ٥٣٥، کتاب المغازی۔ باب: غزوة الخندق ص ٥٨٨، کتاب الرقاق۔ باب: قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاعيش الاعيش الآخرة ص ٩٤٩، کتاب الاحکام۔ باب: كيف يبايع الامام الناس ص ١٠٦٩، نسائی۔ کتاب المناقب۔ کتاب الرقاق)

یہ حدیث مختلف ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے سے تغیر و تبدل اور الفاظ کے اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے۔ کسی میں یہ ہے کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا: ''اللّٰهم لاعيش الاعيش الآخرة'' اور صحابہ کرام نے وہ جواب دیا اور کسی میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر صحابہ کرام نے پہلے یہ عرض کیا: ''نحن الذين بايعوا محمدا'' تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا۔ کسی میں ''فاغفر'' کے بجائے ''فاكرم'' ہے اور کسی میں ''اَصْلِحْ'' ہے۔ کسی میں ''لاعيش'' کی جگہ ''لاخير الاخير الآخرة'' ہے۔ کتاب المغازی میں یہ زائد ہے کہ تنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ ایک لپ جَو لایا جاتا جسے بودار سالن میں پکایا جاتا تو لوگ اسی کو کھاتے حلق سے اترتا نہیں مگر بھوک کی شدت کی وجہ سے لوگ اسے کسی نہ کسی طرح نگلتے۔ حدیث میں ''اهالة'' آیا ہے۔ اس سے مراد کوئی بھی تر چیز جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے، خواہ وہ روغن زیتون ہو یا گھی یا چربی یا کچھ اور۔

مطابقت باب

اس حدیث میں صراحۃً اگرچہ صرف ترغیب ہے لیکن حقیقت میں ترغیب کے ساتھ ساتھ تحریض بھی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں تشریف لے جانا اور وہ ایمان افروز شعر پڑھنا کتنی بڑی تحریض ہے یہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ (ص ٣٩٨)

خندق کھودنا

١٥٥١- عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوم احزاب میں دیکھا کہ آپ مٹی لادتے تھے اور دھول نے حضور کے شکم پاک کی سفیدی کو ڈھک لیا تھا اور حضور فرماتے تھے:

بَطْنِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ:

لَوْلَا اَنْتَ مَااهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُوْلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

(اے اللہ!) اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر سکینہ نازل فرما۔ اگر دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو قدم کو ثابت رکھ۔ ان لوگوں نے ہم پر زیادتی کی ہے وہ جب ہم کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

(اس سے متصل پہلے، بخاری۔ باب: الرجز فی الحروب ص ۴۲۵۔ ج ۲، کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الخندق ص ۵۸۹، کتاب القدر۔ باب: قوله وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا اللہ ص ۹۷۹، کتاب التمنی۔ باب: قول الرجل لولا اللہ مااهتدينا ص ۱۰۷۴، مسلم۔ کتاب المغازی، نسائی۔ کتاب السیر)

[غزوۂ خندق]

شوال ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ قریش نے عرب کے مختلف قبائل مثلاً بنی غطفان وغیرہ اور مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کے ساتھ مدینہ پر اس نیت سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں اور حضور اقدس ﷺ کو زندہ نہ چھوڑیں۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینہ کا جو رخ خالی تھا ادھر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام کے ساتھ خود بھی خندق کھودتے تھے۔ چوبیس دن تک مدینہ طیبہ کا شدید محاصرہ رہا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت شدت اٹھانی پڑی۔ خود قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے: "وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ" سختی کی شدت کی وجہ سے دل حلق تک آ گئے، لیکن خود محاربین میں بد دلی پیدا ہوئی اور پھوٹ پڑ گئی، پھر سخت آندھی آئی وہ بھی ایسی آندھی کہ قریش کے کیمپ میں چولہے الٹ گئے خیمے اکھڑ گئے۔ گھوڑے رسیاں توڑ توڑ کر بھاگے، لیکن مجاہدین اسلام کے کیمپ میں چراغ جلتے رہے۔ اس سے گھبرا کر محاصرین لوٹ گئے۔ حضور اقدس ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو ارشاد فرمایا: "الآن نغزوهم ولا یغزون علینا" اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے، اور یہی ہوا۔

یہ اشعار جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھے تھے "لولا انت مااهتدينا" حقیقت میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ (ص ۳۹۸)

جسے عذر نے غزوے سے روک دیا

۱۵۵۲- ح: [اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا]

کچھ لوگ ہمارے پیچھے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ تھے

۱۵۵۲- حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا عَنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزَاةٍ فَقَالَ

حمید نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ ہم غزوہ تبوک سے نبی ﷺ کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔ دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ نبی ﷺ ایک غزوہ میں تھے تو فرمایا: کچھ لوگ مدینہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں ہم جس گھاٹی یا

اِنَّ اَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

نالے میں چلے وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو عذر نے روک لیا تھا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ٦٣٧)

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ خلوص دل سے غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر بیماری یا سفر کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے جس پر انہیں افسوس بھی رہا۔ یہ لوگ ثواب میں ہمارے شریک ہیں جیسا کہ حدیث مشہور میں فرمایا: ''لكل امرئ ما نوى'' ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ٣٩٨)

راہِ خدا میں روزے کی فضیلت

١٥٥٣- اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ایک دن راہِ خدا میں روزہ رکھا تو اللہ اس کو جہنم سے ستر سال کی دوری پر رکھے گا۔

(مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ، ترمذی۔ کتاب الجہاد، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الصوم)

ستر سال کا ذکر بہ طور مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسے جہنم کے قریب بھی نہیں لے جائے گا بہت دور رکھے گا اور معنی حقیقی بھی مراد ہو تو بھی کوئی بعید نہیں۔ وجہ سے ذات مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی حقیقی مراد ہو جب چہرہ جہنم سے دور ہوگا تو اسے لازم ہے کہ بقیہ جسم بھی دور ہو۔ سبیل اللہ سے مراد جہاد بھی ہو سکتا ہے اور ہر وہ سفر جو اللہ کے لیے کیا جائے، مثلاً علم دین کی طلب۔

ہم نے سبعین کے بارے میں کہا کہ اس کا ذکر بہ طور مبالغہ ہے۔ مراد بہت زیادہ دوری ہے اس لیے کہ نسائی کی حدیث میں جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور طبرانی کی حدیث میں جو حضرت عمرو بن عنبسہ اور عبداللہ بن سفیان سے مروی ہے ''مائة عام'' ہے اور ابن عدی نے کامل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں ''خمس مائة عام'' ہے۔ اور ترمذی میں حضرت ابو امامہ کی حدیث میں ہے ''كما بين السماء والارض''۔

بعض میں یہ ہے کہ تیز رفتار گھوڑے کی چال سے سو سال کی دوری، بعض میں یہ ہے کہ اتنی دوری فرما دے گا کہ کوا بچپن سے اڑے یہاں تک کہ مر جائے۔ ان سب میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ بہت زیادہ دوری مراد لی جائے۔

ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد نفل روزہ ہے اور بعض روایتوں میں فرض روزوں کا بھی ذکر ہے۔ اس تقدیر پر سبیل اللہ سے کسی بھی خیر کی طلب میں سفر کی حالت مراد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (ص ٣٩٨)

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

١٥٥٤- عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص ایک جوڑا اللہ کے راستہ میں خرچ کرے گا اسے جنت کے ہر

كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَيْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

(مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ)

دروازہ کے خازن بلائیں گے: اے فلاں! ادھر آ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے تو کوئی پریشانی نہ ہوگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں سے ہو گے۔

فُلُ

خطابی نے کہا کہ فلاں کی ترخیم ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ اگر ترخیم ہوتی تو اے فلا! ہوتی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اصل میں فلان تھا۔ الف اور نون کو بغیر ترخیم کے حذف کر دیا گیا۔ سیبویہ نے کہا کہ صیغہ مرتجل ہے ندا کے لیے، اسے لام کے ضمہ اور سکون دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ فتحہ بھی مروی ہے۔ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ۔ یہاں ترکیب میں قلب ہے۔ اصل میں تھا خزنۃ کل باب، یہ حدیث کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًّا اَوْخَلَفَهٗ بِخَيْرٍ (ص۳۹۸)

اس کی فضیلت جس نے کسی غازی کو سامان دیا یا اس کے بعد اس کے اہل و عیال کی خبر گیری کی

١٥٥٥- حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

(مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سامان مہیا کیا بلاشبہہ اس نے جہاد کیا اور جس نے راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے اہل و عیال کی خیر کے ساتھ خبر گیری کی اس نے جہاد کیا۔

١٥٥٦- ح: [اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ]

حضور ام سلیم کے علاوہ کسی کے گھر تشریف نہ لے جاتے تھے

١٥٥٦- عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَرْحَمُهَا قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِيَ. (مسلم۔ کتاب الفضائل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کسی کے گھر نہیں تشریف لے جاتے تھے، سوائے ام سلیم کے گھر کے یا اپنی ازواج کے۔ اس بارے میں حضور سے پوچھا گیا، تو فرمایا: میں اس پر مہربانی کرتا ہوں۔ اس کا بھائی میرے ساتھ شہید کیا گیا۔

ابھی حدیث گزری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر جایا کرتے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ کثرت سے نہیں جاتے تھے۔ ام سلیم کے بھائی حرام بن ملحان بئر معونہ میں شہید ہوئے تھے جیسا کہ ابھی گزرا۔ اس تقدیر پر "مَعِيَ" سے مراد میرا لشکر ہے، یا میری حمایت یا میری طاعت ہے۔

بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ (ص۳۹۹)

لڑائی کے وقت خوشبو لگانا

١٥٥٧- عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ

موسیٰ بن انس نے یوم یمامہ کا تذکرہ کیا، کہا کہ حضرت انس

قَالَ اَتٰى اَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ اَنْ لَّا تَجِيْئَ قَالَ الْاٰنَ يَا ابْنَ اَخِيْ وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِيْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ اِنْكِشَافًا مِّنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُّجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ اَقْرَانَكُمْ۔

حضرت ثابت بن قیس کے پاس آئے اور وہ اپنی رانوں کو کھولے ہوئے خوشبو مل رہے تھے۔ حضرت انس نے ان سے کہا کہ اے چچا! آپ کو کس چیز نے روک دیا کہ ہمارے ساتھ جہاد میں نہیں گئے۔ فرمایا: اے بھتیجے! ابھی چلتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے' پھر آئے اور مجاہدین میں بیٹھے۔ حضرت انس نے اپنی حدیث میں لوگوں کے منتشر ہونے کا ذکر کیا اور اشارہ کر کے بتایا ایسے اپنے چہروں سے یہاں تک کہ ہم قوم سے دو بدو لڑتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایسے نہیں کیا کرتے تھے۔ تم نے اپنے ساتھیوں کو بری بات کا عادی بنا دیا ہے۔

[جنگ یمامہ]

جنگ یمامہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۱ھ کے اواخر اور ۱۲ھ کے شروع میں مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھی چالیس ہزار تھے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انصار کا جھنڈا حضرت زید بن ثابت بن قیس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ جنگ بہت سخت اور خونریز ہوئی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے' پھر حضرت خالد بن ولید کی تدبیر اور شجاعت کی بدولت مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ مسیلمہ مارا گیا۔ اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اکیس ہزار بنو حنیفہ مارے گئے جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے۔ مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ ساڑھے چار سو صحابہ حفاظ اس جنگ میں شہید ہوئے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ عین اس وقت جب کہ مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہو گیا تھا سب سے الگ ہو کر اپنے بدن پر خوشبو مل رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

یا عم

حضرت انس نے ان کو چچا اس بنا پر کہا کہ ان سے زیادہ معمر تھے' حقیقی چچا نہیں تھے۔ حضرت انس قبیلہ اوس سے تھے اور یہ قبیلہ خزرج سے۔

یعنی من الحنوط

راوی نے یہ تفسیر اس لیے کر دی تا کہ یہ شبہہ نہ ہو کہ یہ حیاطت وغیرہ سے مشتق ہے۔

هٰكذا عن وجوهنا

ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے کہ لوگو ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تا کہ میں دشمن سے لڑوں۔

ما هٰذا كنا نفعل

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ بھی ہوتا ہم اپنی صف سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ایسا نہیں تھا جیسا تم نے کیا کہ دشمن کی طاقت وقوت دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔

بئس ماعودتم

یعنی پیچھے ہٹ کر تم نے دشمن کو حوصلہ دیا کہ تم پر حملہ کریں۔ یہ عادت اچھی نہیں، کچھ بھی ہو میدان جنگ میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔

حضرت ثابت بن شماس کی کرامت

ابن سعد، طبرانی، حاکم نے حضرت انس ہی سے یہ روایت کی ہے کہ جنگ یمامہ میں حضرت ثابت بن شماس کفن کے دو سفید کپڑے پہن کر اور خوشبو مل کر آئے۔ اور مسلمانوں کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ! مشرکین نے جو کچھ کیا ہے اس سے میں بیزار ہوں اور مسلمانوں نے جو کچھ کیا اس سے میں معذرت خواہ ہوں، پھر فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹ جاؤ، پھر آگے بڑھ کر حملہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر بہت عمدہ زرہ تھی جس کو ایک مسلمان نے اتار لیا۔ حضرت ثابت نے ایک شخص کو خواب دکھایا کہ وہ فلاں جگہ کاٹھی کے نیچے ہانڈی میں ہے۔ تلاش کی گئی تو وہ زرہ وہیں ملی انہوں نے خواب میں کچھ وصیت بھی کی تھی جسے لوگوں نے پورا کیا۔

مسیلمہ کذاب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ رفتہ رفتہ بہت قوت پکڑ گیا تھا۔ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کی گوشمالی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لیے بھیجا اور اللہ کی مدد سے مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کے سب ساتھی یا تو مارے گئے یا مسلمان ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے جس نے اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا۔

بَابُ فَضْلِ الطَّلِيْعَةِ (ص٣٩٩)

جاسوسی کے دستوں کی فضیلت

١٥٥٨- ح: [اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ]

ہر نبی کا ایک حواری تھا اور میرا حواری زبیر ہے

١٥٥٨- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْاَحْزَابِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احزاب کو فرمایا: کون قوم کی خبر لائے گا تو حضرت زبیر نے کہا: میں، پھر فرمایا: کون قوم کی خبر لائے گا؟ تو زبیر نے کہا: میں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے کچھ مخصوص معاون ہوتے ہیں، میرا مخصوص معاون زبیر ہے۔

(بخاری۔ باب: هل يبعث الطليعة وحده ص٣٩٩، باب: السير وحده ص٤٢٠، باب: مناقب الزبير ص٥٢٧، ج٢، كتاب المغازی۔ باب: غزوة الخندق ص٥٩٠، کتاب اخبار الآحاد باب: بعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الزبیر وحده ص١٠٧٨؛ مسلم۔ کتاب الفضائل، ترمذی۔ کتاب المناقب، نسائی۔ کتاب المناقب وسیر، ابن ماجہ۔ کتاب السنۃ)

اس کے بعد والی حدیث میں ہے: "ندب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" ندب کے معنی کسی اہم کام کے لیے بلانا۔ اس حدیث میں دوبار آواز دینے کا ذکر ہے اور روایات میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار پکارا تھا اور ہر بار حضرت زبیر ہی نے جواب دیا اور کوئی نہیں بولا۔ اس حدیث میں قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں جیسا کہ نسائی میں ہے کہ جب بنی قریظہ کی شرارتوں کی

اطلاع حضور کو ملی تو حضور نے یہ فرمایا اور حضرت زبیر تنہا ان میں گئے اور ان کے احوال کی اطلاع دی۔

حواری

یعنی خصوصی معتمد ساتھی، معاون۔ یہ تحویر سے بنا ہے جس کے معنی سفید کرنا ہے۔ یہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مخلص اصحاب کا لقب ہے۔ یہ لوگ دھوبی تھے۔ ازہری نے کہا کہ حواری انبیاء کرام کے انتہائی مخلص احباب کو کہتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ حواری کے معنی وزیر کے ہیں، حواری کی جب اضافت یائے متکلم کی جانب کی جائے گی تو یاء حذف ہو جائے گی۔ اس صورت میں ایک جماعت نے کہا کہ یا پر فتحہ پڑھا جائے گا۔

بَابُ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ص ۳۹۹)

گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک وابستہ ہے

۱۵۵۹- عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ ص ۵۱۴)

اس کے بعد والی حدیث میں عروہ بن جعد بارقی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی وابستہ ہے قیامت تک ثواب اور غنیمت۔ مناقب میں ان کی حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ میں نے ان کے گھر میں ستر گھوڑے دیکھے۔

۱۵۶۰- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت عروہ بن جعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر وابستہ کر دی گئی ہے۔

(بخاری۔ باب: الجهاد ماض مع البر و الفاجر ص ۳۹۹، باب: المناقب ص ۴۱۵)

۱۵۶۱- عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(مسلم۔ کتاب المغازی)

قال سلیمان

اس کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بہ طریق سلیمان عن شعبہ جو روایت ہے اس میں عروہ کے والد کا نام بجائے الجعد کے ابو الجعد ہے۔ اسی طرح مسدد عن ہشیم عن حصین عن شعبی کی روایت میں ابن ابی الجعد ہے۔

نواصی

"نواصی"، "ناصیۃ" کی جمع ہے۔ ان کے معنی اس بالوں کے ہیں جو سر کے اگلے حصہ پر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ۝ ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۝ کیسی

(العلق:۱۵-۱۶) پیشانی، جھوٹی خطا کار O

بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ (الانفال: ٦٠) (ص ۴۰۰)

جس نے راہِ خدا میں گھوڑے کو رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو

١٥٦٢- ح: [فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

(مجاہدین کے گھوڑے کا) کھانا پینا وغیرہ روزِ قیامت اس کے میزان میں ہوں گے

١٥٦٢- قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِيمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (نسائی۔کتاب الخیل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے گھوڑا پالا اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کو سچا جانتے ہوئے، تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا، لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کی میزان میں ہوں گے (یعنی حسنات کے)۔

بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ (ص ۴۰۰)

گھوڑے اور گدھے کا نام

١٥٦٣- حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ وَقَالَ بَعْضُهُمُ اللُّخَيْفُ بِالْخَاءِ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے باغ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام لُحیف تھا اور بعضوں نے کہا: لُخیف تھا، خاء کے ساتھ۔

ابن مندہ نے ذکر کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین گھوڑے حضرت سہل کے والد سعد بن سعد کے یہاں تھے۔ ان میں ایک کا نام لزاز تھا۔ دوسرے کا نام ظرب اور تیسرے کا نام لحیف تھا۔ اس میں چار روایتیں ہیں۔ لَحِیف فعیل کے وزن پر۔ تصغیر کے ساتھ لُحَیف۔ لَخِیف خائے معجمہ کے ساتھ۔ لُخَیف تصغیر کے ساتھ، بلکہ ابن اثیر نے نہایہ میں خائے معجمہ کی جگہ جیم روایت کیا ہے۔

١٥٦٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک گدھے پر سوار تھا جس کا نام عفیر تھا۔

''عُفَیر'' ''عَفَر'' کی تصغیر ہے، اس کا مادہ عفرۃ ہے، جس کے معنی وہ سرخی ہے جس میں سفیدی ملی ہوئی ہو۔ اسے مقوقس والی مصر نے تحفہ میں دیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا جسے فروہ بن عمر نے نذر کیا تھا۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ (ص ۴۰۰)

گھوڑے کی نحوست کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا

١٥٦٥- أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: نحوست تین چیزوں میں ہے: گھوڑے، عورت اور گھر میں۔

ثَلٰثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: ما یتقی من شئوم المراۃ ص ٧٦٣ ' کتاب الطب۔ باب: الطیرۃ ص ٨٥٦ ' باب: لاعدوی ص ٨٥٩ ' مسلم۔ کتاب الطب' نسائی۔ باب: عشرۃ النساء)

١٥٦٦- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت اور گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: ما یتقی من شئوم المراۃ ص ٧٦٣)

نحوست کسی چیز میں نہیں

تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث خود بخاری ہی میں کتاب النکاح میں بہ طریق محمد بن منہال یوں ہے کہ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نحوست کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھوڑے اور عورت اور گھر میں ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو کتاب الطب میں مروی ہے' شروع میں یہ زیادہ ہے "لاعدوی ولاطیر" مرض کا چھوت چھات اور بدفالی کچھ نہیں۔

بَابُ الرُّكُوْبِ عَلٰى دَابَّةٍ صَعْبَةٍ وَالْفُحُوْلَةِ مِنَ الْخَيْلِ (ص ۴۰۱)

شریر جانور اور نر گھوڑے پر سوار ہونا

ت ٥٦٥- وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّوْنَ الْفُحُوْلَةَ لِأَنَّهَا أَجْرٰى وَأَجْسَرُ.

اور راشد بن سعد نے کہا کہ سلف نر گھوڑے پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے' اس لیے کہ وہ تیز رو اور زیادہ جری ہوتا ہے۔

بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ (ص ۴۰۱)

گھوڑے کے حصے کا بیان

ت ٥٦٦- وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنِ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا﴾ (نحل: ٨) وَلَا يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عربی گھوڑے اور ترکی گھوڑے کے لیے حصہ دیا جائے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ تم گھوڑے' خچر' گدھے پر سوار ہو' اور ایک سے زیادہ گھوڑے کا حصہ نہیں دیا جائے گا۔

مجاہد کے ساتھ سواریاں ہوں تو ان سواریوں کا مزید حصہ اس کو ملے گا یا نہیں؟ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ گھوڑے کو مزید ایک حصہ ملے گا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ترکی گھوڑا ہو تو اس کا بھی حصہ ملے گا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ترکی گھوڑے کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ امام اوزاعی' امام مالک' امام شافعی نے فرمایا کہ خچر' گدھے' اونٹ کا کوئی حصہ نہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ گھوڑ سوار کے لیے تین حصے اور اونٹ سوار کے لیے دو حصے۔ جمہور ائمہ امام مالک اور امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا کہ گھوڑے کے لیے ایک حصہ ہے یعنی گھوڑے کے سوار کو دو حصے ملیں گے۔ ایک اس کا اور ایک اس کے گھوڑے کا لیکن ایک سے زیادہ اگر گھوڑے ہوں تو ان کا مزید حصہ نہیں ملے گا۔ امام اوزاعی' امام ثوری' امام احمد' امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دو گھوڑوں کے لیے بھی دو حصے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْحَرْبِ (ص ۴۰۱)

جو لڑائی میں دوسرے کی سواری کو لے کر چلا

١٥٦٧ - ح: [شَجَاعَتُهُ فِي غَزْوَةِ الْحُنَيْنِ]

غزوۂ حنین میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شجاعت

١٥٦٧ - عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ إِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُّمَاةً وَإِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُوْنَا بِالسِّهَامِ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ابواسحٰق (سبیعی) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر تم لوگ بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ٹلے نہیں تھے۔ ہوازن تیرانداز قوم تھی ہمارا ان کا جب آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ان پر حملہ کیا اور وہ بھاگ گئے۔ مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور ہوازن نے ہم پر تیر برسانا شروع کیا (اس وقت مسلمان منتشر ہو گئے) لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔ میں نے اس وقت حضور کو دیکھا اور حضور اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے تھے:

میں نبی برحق ہوں جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(بخاری۔ باب: بغلة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیضاء ص ۴۰۲، باب: من صف اصحابه عند الهزيمة ص ۴۱۰، باب: من قال خذها وانا ابن فلان ص ۴۲۷۔ ج ۲، کتاب المغازی۔ باب: قول الله تعالیٰ ويوم حنين ص ۶۱۷۔ تین طریقے سے، مسلم)

انبیاء کرام کی یہی شان ہے کہ وہ جہاد میں ثابت قدم رہتے ہیں اور پیچھے قدم نہیں ہٹاتے، اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ بہادر ہوتے ہیں اور اللہ کے وعدہ پر انہیں مکمل یقین ہوتا ہے۔ شہادت اور اللہ کی بقاء کی انہیں سب سے زیادہ آرزو ہوتی ہے یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ کوئی نبی جہاد سے بھاگا وہ کافر ہے، اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی کی توہین ہے۔

غزوہ حنین میں بہ کثرت فتح مکہ کے نو مسلم اور بہت سے مولفۃ قلوب مال غنیمت کی لالچ میں شریک ہو گئے تھے۔ جب ہوازن کے تیروں کی باڑھ پڑی تو وہ بھاگ پڑے۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھا کہ اس وقت اپنی جگہ کھڑا رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اس لیے وقتی طور پر تیروں کی زد سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے آڑ میں ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رنگ دیکھ کر حضرت عباس سے فرمایا کہ تم مہاجرین، انصار اور بیعت رضوان والوں کو پکارو، انہوں نے جب پکارا تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور محاذ سنبھال کر جب دوبارہ حملہ کیا تو ہوازن اور ثقیف کو بھاگتے ہی بنی۔

بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بیان

ت ٥٦٧ - وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ کو قصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

١٥٦٨- عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْلَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا جس سے کوئی اونٹنی آگے نہیں نکلتی تھی۔ راوی حدیث حمید کہتے ہیں: آگے بڑھنے کے قریب بھی نہیں ہوتی تھی۔ ایک اعرابی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور یہ عضباء سے آگے بڑھ گئی۔ یہ مسلمانوں پر بہت شاق ہوا جسے حضور نے پہچان لیا' تو فرمایا: اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں جو بھی بلند ہوتا ہے اسے نیچا دکھائے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: التواضع ص ٩٦٢' نسائی۔ ج ٢۔ کتاب الخیل۔ باب: السبق ص ١٢٥' ابوداؤد۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: کراھیۃ الرفعۃ فی الامور ص ١٨٣' مسند امام احمد بن حنبل۔ ج ٣ ص ١٠٣)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس اونٹنی پر ہجرت کی تھی؟

"قصواء' عضباء' جدعاء" یہ تینوں ہی اونٹنی کے نام ہیں' یا یہ الگ الگ اونٹنیاں تھیں۔ امام واقدی کی رائے یہ ہے کہ یہ تینوں ایک ہی اونٹنی کے نام ہیں۔ یہ وہی اونٹنی ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا اور کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جدعاء ایک الگ اونٹنی تھی۔ یہ سفید رنگ کی تھی جس میں سیاہی ملی ہوئی تھی۔ نزول وحی کے وقت سوائے اس کے کوئی اونٹنی حضور کا بار نہیں اٹھا سکتی تھی۔

بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ (ص ٤٠٣)

عورتوں کا مردوں کے ساتھ رہ کر جہاد کرنا

١٥٦٩- ح: [تَشْرِبُ عَائِشَةُ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اُحُدٍ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ جنگ احد میں مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں

١٥٦٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهُ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غزوہ احد میں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد سے منتشر ہو گئے اور میں نے عائشہ بنت ابوبکر اور ام سلیم کو دیکھا کہ اپنے دامن سمیٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کے پازیب کو دیکھا تیزی سے مشکیں بھر کر لاتی ہیں اور ابو معمر کے غیر نے کہا: اپنی پیٹھوں پر مشکیں دلا رہی ہیں اور مجاہدین کو پانی پلا رہی ہیں' پھر لوٹ کر بھر کر لاتی ہیں اور مجاہدین کو پلاتی ہیں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب ابی طلحہ ص ٥٣٢۔ ج ٢' کتاب المغازی۔ باب: اذ ھمت طائفتان منکم ص ٥٨١' مسلم۔ کتاب المغازی)

عورتوں کا مردوں کے شانہ بہ شانہ رہ کر جہاد کرنا

اس حدیث سے نیز دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عہد رسالت میں عورتیں مجاہدین کے ساتھ رہتیں اور ان کی خدمت کرتیں، مثلاً پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرتیں بلکہ بہت سی ایسی شیر دل خواتین بھی تھیں کہ بوقت ضرورت دشمن پر حملہ بھی کرتیں جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت صفیہ نے ایک یہودی کو مار ڈالا تھا۔

بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ (ص ۴۰۳)

غزوہ میں عورتوں کا لوگوں کے لیے مشک لادنا

۱۵۷۰- ح: [اُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ زَوْجَةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

حضرت امّ کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں

۱۵۷۰- **قَالَ** ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ أُمُّ سَلِيْطٍ أَحَقُّ وَأُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کچھ چادریں مدینہ کی عورتوں میں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ چادر بچ گئی تو حاضرین میں سے ایک نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صاحبزادی کو دے دیجیے جو آپ کی زوجیت میں ہیں۔ ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی تھیں، تو حضرت عمر نے فرمایا: ام سلیط اس کی زیادہ مستحق ہے اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمر نے کہا کہ وہ غزوہ احد کے موقع پر ہمارے لیے مشکیں بھر کر لاتی تھیں۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيْطُ۔

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: "تزفر" کے معنی ہیں: وہ سیتی تھیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ذکر ام سلیط ص ۵۸۲)

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں پیدا ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر نے ان سے عقد کر لیا تھا۔

ام سلیط کا کارنامہ

ام سلیط کا نام ام قیس بنت عبید بن زیاد بن ثعلبہ تھا۔ بنی مازن کی چشم و چراغ تھیں، ان کی شادی ابو سلیط بن حارثہ بن عمرو بن قیس سے ہوئی تھی یہ بنی عدی بن نجار کے فرد تھے، ان کو دو اولادیں ہوئیں، سلیط اور فاطمہ، یہ خیبر اور حنین میں بھی شریک ہوئی تھیں۔

تزفر، تخیط

امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ "تزفر" کے معنی "تخیط" ہیں، یعنی وہ مشکیں سیتی تھیں، مگر شارحین نے فرمایا کہ "زفر" کا معنی لغت میں سینے کے کہیں نہیں ملا۔ "تزفر" کے معنی تحمل کے ہیں، یعنی لادنے کے خصوصاً بھرا ہوا مشک اٹھانا۔

بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى (ص ۴۰۳)

عورتوں کا زخمیوں اور مقتولین کو منتقل کرنا

۱۵۷۱- عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدِمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ جہاد کرتی تھیں، قوم کو پانی پلاتی تھیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں، زخمیوں اور شہداء کو مدینہ پہنچاتی تھیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: هل يداوى الرجل المراة ص ۸۴۸، نسائی۔ کتاب السیر)

عورت کو یہ جائز نہیں کہ غیر محرم کو ہاتھ لگائے لیکن حالت جنگ میں جب اس کی ضرورت ہو تو اجازت ہے بلکہ علاج کے لیے بہ قدر ضرورت مطلقاً چھونا اور مرہم پٹی کرنا جائز ہے۔

بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ (ص ۴۰۴) — بدن سے تیر کا نکالنا

۱۵۷۲- عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِيْ عَامِرٍ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوعامر کو ان کے گھٹنے میں تیر لگا، میں ان کے پاس آیا، تو انہوں نے کہا: اس تیر کو نکالو۔ میں نے تیر نکالا تو زخم سے پانی بہا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ کو بتایا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! عبید ابوعامر کو بخش دے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوة اوطاس ص ۶۱۹، کتاب الدعوات۔ باب: الوضوء عند الدعاء ص ۹۴۴، مسلم۔ کتاب الفضائل، نسائی کتاب السیر)

حضرت ابوعامر کا نام عبید تھا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ غزوہ اوطاس کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو درید بن صمہ کے مقابلے پر بھیجا۔ جشمی نے انہیں تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا، اسی سے ان کی شہادت ہو گئی۔ زخم سے پانی نکلنا اس کی علامت ہوتا ہے کہ زخمی کے بدن سے تمام خون نکل چکا ہے۔ اب یہ بچے گا نہیں۔

بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ص ۴۰۴) — راہِ خدا میں جہاد کے موقع پر پہرہ دینا

۱۵۷۳- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِيْ يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگا کرتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے، تو فرمایا: میرے صحابہ میں کوئی نیک شخص کاش! آج رات مجھ پر پہرہ دیتا کہ ہم نے ہتھیار کی آواز سنی۔ حضور نے پوچھا: کون ہے یہ؟ عرض کیا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کے لیے پہرہ دوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التمنی۔ باب: قوله ليت كذا وكذا ص ۱۰۷۲، مسلم۔ کتاب فضائل الصحابہ، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد، ترمذی۔ کتاب المناقب، مسند امام احمد بن حنبل۔ ج ۶ ص ۱۴۱)

بخاری کی اس روایت میں تھوڑی سی ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ اس روایت سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لانے سے پہلے راتوں کو جاگتے تھے اور مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی صحابہ کرام نے پہرہ دینا شروع کر دیا تھا' حالانکہ ام المومنین کی مراد یہ نہیں ہے' وہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ ایک رات یہ قصہ پیش آیا جیسا کہ مسلم میں ہے' اس لیے بخاری کی یہ روایت یوں ہونی چاہیے" لما قدم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم المدینة سهر لیلة " نیز اس سے مراد مدینہ میں تشریف آوری کے بالکل ابتدائی ایام نہیں' اس لیے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ۲ھ میں ہوئی تھی۔

اس پر ایک اشکال پیش کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: "واللہ یعصمك من الناس" (المائدہ:۶۷) اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ اس کے بعد پہرے کی کیا حاجت تھی۔ علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ پہرہ دینا آیت کریمہ کے نزول سے پہلے تھا۔ دوسرا جواب یہ دیا کہ مراد لوگوں کے فتنے اور شر اور اختلاف سے حفاظت ہے۔

علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ وعدۂ حفاظت کے منافی پہرہ دینا نہیں جیسے اللہ عزوجل نے فتح و نصرت اور غلبے کا وعدہ فرمایا اور قتال کا بھی حکم دیا' جیسے قتال اس وعدے کے منافی نہیں ویسے ہی پہرہ دینا وعدۂ حفاظت کے منافی نہیں۔

١٥٧٤- ح: [تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ]

١٥٧٤- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِیْ حُصَيْنٍ وَزَادَ لَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ وَاِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ فَتَعْسًا كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ خَيَّبَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ.

دینار اور درہم کا غلام نامراد ہوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نامراد ہوا دینار اور درہم اور چادر اور کمبل کا غلام' اگر اسے دیا جائے تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو راضی نہیں' اسے اسرائیل اور محمد بن جحادہ نے ابو حصین سے روایت کرتے ہوئے مرفوع نہیں کیا اور ابو عمرو نے ہمارے لیے زیادہ کیا بہ طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیہ جو روایت کی اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا: ناکام رہا دینار کا غلام اور درہم کا غلام' اور کمبل کا غلام' اگر اسے دیا جائے تو راضی ہے اور نہ دیا جائے تو ناخوش۔ یہ نامراد اور سرنگوں ہوا اور اسے جب کانٹا چبھے تو نہ نکلے۔ بھلائی ہے اس بندہ کے لیے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے راہ خدا میں ہے' اس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور اس کے قدم گرد آلود ہیں' اگر اسے پہرے پر لگا دیا جائے تو پہرے میں ہے اور اگر فوج کے پیچھے رکھا جائے تو پیچھے رہتا ہے۔ اگر کسی سے اس کے گھر اندر آنے کی اجازت مانگے تو اجازت نہ دی جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ "تعسا" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نامراد کر دیا۔ "طوبیٰ" کے معنی سب سے اچھی چیز' یہ "یطیب" سے اسم تفضیل صیغہ مونث "فعلیٰ" کے وزن پر ہے اس کی یا کو واو

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الرقاق۔ باب: مايتقى من فتنة المال سے بدل دیا گیا ہے۔

ص ۹۵۲ ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

"عبدالدینار" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دینار وغیرہ کا حریص ہے اس کے لیے ذلت اٹھاتا ہے گویا دینار وغیرہ نے اس کو غلام بنالیا۔

"تَعْسًا" قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا: "فَتَعْسًا لَّهُمْ" (محمد: ۸) چونکہ اس حدیث میں "تَعِيَ" کا لفظ آیا ہے اس لیے امام بخاری نے حسب عادت اس ٹکڑے کی تفسیر فرمادی اس سے مراد یہ ہے کہ "اتعسهم الله" یعنی اللہ نے ان کو نامراد کیا' پھر لفظ "طوبی" کی تشریح کی یہ "طاب يطيب" سے اسم تفضیل مونث کا صیغہ ہے فعلیٰ کے وزن پر اس کا واو اصل میں یاء تھا ماقبل ضمہ کی وجہ سے یا کو واو سے بدل دیا۔

بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ (ص ۴۰۴) غزوہ میں خدمت کی فضیلت

۱۵۷۵- عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَكَانَ يَخْدِمُنِي وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ جَرِيرٌ إِنِّي رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُونَ شَيْئًا لَا أَجِدُ أَحَدًا مِّنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جریر بن عبداللہ کے ساتھ رہا' وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت جریر نے کہا: میں نے انصار کو بہت کچھ کرتے دیکھا ہے اس لیے جس انصاری کو پاؤں گا اس کی تعظیم کروں گا۔

[خدمت کی اقسام]

خدمت کی تین قسمیں ہیں: (۱) بڑا چھوٹے کی خدمت کرے' (۲) چھوٹا بڑے کی خدمت کرے' (۳) ہم عمر ہم عمر کی خدمت کرے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضرت انس سے عمر میں بڑے تھے' مگر ان کی خدمت کرتے تھے۔ یہ پہلے جز کے ساتھ مطابق ہے' البتہ اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو خاص غزوہ میں خدمت کی فضیلت پر دلالت کرے' اس لیے علامہ حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس حدیث کا یہاں ذکر مناسب نہیں بلکہ یہ حدیث مناقب کے زیادہ لائق ہے۔

۱۵۷۶- ح: [اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا] اے اللہ! میں (مدینہ) کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں

۱۵۷۶- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَبَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ کر مدینہ آئے اور حضور کے سامنے احد آیا' تو فرمایا: یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر اپنے دست مبارک سے مدینہ کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ دعا کی: اے اللہ! میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا۔ اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا

لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا. فرما۔

١٥٧٧- ح: [ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ]

روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے

١٥٧٧- عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِيْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَفْطَرُوْا فَبَعَثُوْا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم میں سب سے زیادہ سایہ میں وہ تھا جو اپنے کمبل سے سایہ کیے ہوئے تھا۔ جن لوگوں نے روزہ رکھا انہوں نے کچھ نہیں کیا اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انہوں نے سواریاں اٹھائیں اور بہت سا کام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے۔

یہ واقعہ سفر میں پیش آیا تھا جیسا کہ مسلم میں ہے۔ سخت دھوپ تھی۔ لوگ دھوپ سے بچنے کے لیے سروں پر ہاتھ کیے ہوئے تھے۔ درختوں کا سایہ تلاش کرتے تھے۔ کچھ لوگ روزے سے تھے۔ ان کی طاقت جواب دے گئی' وہ لوگ بیٹھ رہے اور جو لوگ روزے سے نہیں تھے انہوں نے خیمے لگائے' کھانا پکایا' پانی لائے' اپنی بھی خدمت کی اور روزہ داروں کی بھی کی۔

اس حدیث میں ایک ہم عمر کی دوسرے ہم عمر کی خدمت کا بیان ہے اور اس سے پہلے والی حدیث میں چھوٹے کی خدمت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت انس غزوۂ خیبر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہی کے لیے گئے تھے اور اس حدیث میں سفر کا ذکر ہے جس سے غزوہ ہی کا سفر متعین ہے اس لیے رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو مرتبہ سفر فرمایا ہے۔ ایک غزوۂ بدر کے لیے اور دوسرا فتح مکہ کے لیے' اس لیے اس سفر میں خدمت کا حاصل ہوا: غزوہ میں خدمت۔

یہ جو فرمایا: روزہ نہ رکھنے والے آج ثواب لے گئے اس سے مراد یہ نہیں کہ روزہ داروں کو ان کے اعمال حسنہ پر جو ثواب ملتا ہے وہ ان سے چھین کر ان کو دے دیا گیا' بلکہ مراد یہ ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا ثواب تو ملے گا ہی مگر چونکہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کی خدمت کی ہے اس لیے ان کے اعمال حسنہ کے برابر ان کی خدمت کرنے والوں کو ثواب ملا۔ مع شئی زائد۔ حاصل ارشاد کا یہ نکلا: روزہ نہ رکھنے والوں نے آج بہت زیادہ ثواب حاصل کر لیا۔

بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ (ص ٤٠٥)

جو شخص خدمت کے لیے لڑکے کو لے کر جہاد میں گیا

١٥٧٨- ح: [قَالَ اَنَسٌ كُنْتُ خَرَجْتُ مَعَهٗ اِلٰى خَيْبَرَ لِلْخِدْمَةِ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خدمت کے لیے خیبر گیا تھا

١٥٧٨- عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اِلْتَمِسْ غُلَامًا مِّنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ مُرْدِفِيْ وَاَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے کہا: میرے لیے ایک بچہ تلاش کر دو جو میری خدمت کرے خیبر جانے تک تو ابو طلحہ مجھے لے کر چلے اور مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور میں بالغ ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منزل پر اترتے تو میں حضور کی خدمت کرتا تھا۔ میں سنتا تھا کہ حضور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ.

بہت زیادہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں غم واندوہ سے اور عاجزی سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے، پھر ہم خیبر آئے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الدعوات۔ باب: التعوذ غلبة الرجال ص ۹۴۱، باب: الاستعاذة من الجبن ص ۹۴۲، کتاب الاطعمہ۔ باب: الحیس ص ۸۱۶، کتاب الاعتصام۔ باب: ما ذكر النبي صلى الله عليه وسلم ص ۱۰۹۰، مسلم۔ کتاب المناسک، ترمذی۔ کتاب المناقب)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شروع ہی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے جب کہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے اور اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طلب کرنے پر غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت ابوطلحہ نے حضرت انس کو خدمت کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔ خیبر ۷ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ حضرت انس نے زیادہ سے زیادہ چار سال خدمت کی ہے، جواب یہ ہے کہ واقعہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو خدمت اقدس میں پیش کیا تھا، لیکن یہ پیش کرنا مدینہ طیبہ میں رہ کر خدمت کے لیے تھا۔ دور دراز غزوات میں ساتھ لے جانے کی تصریح نہیں تھی۔ غزوہ خیبر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ مدینہ سے باہر خیبر ساتھ چل کر خدمت کے لیے کسی بچے کو تلاش کرو۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ (ص ۴۰۵)

جس نے لڑائی میں کمزوروں اور نیکوں سے مدد طلب کی

۱۵۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.

مصعب بن سعد نے کہا کہ حضرت سعد کو خیال ہوا کہ ان کو غیروں پر فضیلت ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری، تمہارے کمزوروں ہی کے صدقے میں مدد کی جاتی ہے اور روزی دی جاتی ہے۔

(ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الجہاد، مسند امام احمد۔ ج ۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنی شجاعت، مال داری اور اسلام میں سبقت کی بنا پر یہ خیال ہوا تھا اور ان کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوۂ احد کی اس ہوش ربا گھڑی میں جب کہ افراتفری کے عالم میں اکثر مسلمان منتشر ہو گئے تھے یہ ثابت قدم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اِرْمِ يَا سَعْدُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي'' اے سعد! تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں بقیہ تمام صحابہ پر فضیلت ہے اس بنا پر ان کا یہ خیال اپنی جگہ درست تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تواضع اور کسر نفسی کی تعلیم دینے کے لیے وہ ارشاد فرمایا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نیک اور صالح مسلمانوں کے صدقے میں مدد بھی ملتی ہے اور روزی بھی، اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صالحین سے توسل جائز ہے۔

امام بخاری نے باب میں حرب کا اضافہ فرمایا ہے۔ حدیث میں حرب کا لفظ نہیں لیکن یہ اپنے عموم کے اعتبار سے حرب کو بھی

شامل ہے، بلکہ ''تنصرون'' حرب کے معنی سے زیادہ قریب ہے۔

۱۵۸۰- ح: [اَلْفَتْحُ بِبَرَكَةِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَبَعِ التَّابِعِيْنَ]

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی برکت سے فتح

۱۵۸۰- عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَاتِیْ زَمَانٌ يَغْزُوْ فِيْهِ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَاتِیْ زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَاتِیْ زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيْكُمْ مَّنْ صَحِبَ صَاحِبَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا: تم میں کوئی وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے تو کہا جائے گا: ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی، پھر ایک زمانہ آئے گا کہ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے تو کہا جائے گا: ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی، پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی وہ ہے جس نے اصحاب نبی کے اصحاب کی صحبت پائی تو کہا جائے گا: ہاں تو انہیں فتح حاصل ہوگی۔

(بخاری۔ باب: علامات النبوۃ ص ۵۰۷، باب: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۱۵، مسلم۔ کتاب الفضائل)

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ محبوبان بارگاہ کے وجود کی برکتیں دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ نیز جو لوگ ان کی صحبت میں رہتے ہیں وہ بھی بابرکت ہو جاتے ہیں۔

بَابُ لَا يَقُوْلُ فُلَانٌ شَهِيْدٌ

یہ نہ کہے کہ فلاں شہید ہے

۱۵۸۱- ح:

ایک جانباز فوجی کا جہنمی ہونا

۱۵۸۱- عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِیْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقَالَ مَا اَجْزَاَ مِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین میں مقابلہ ہوا اور لڑائی ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی جانب اور دوسرے اپنے لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں ایک شخص تھا جو کسی اکیلے یا بھاگنے والے کو دیکھتا تو اس کا پیچھا کر کے اپنی تلوار سے مار ڈالتا، کسی نے کہا: آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی کام نہیں آیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! وہ جہنم والوں میں سے ہے اس پر ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہتا ہوں، وہ اس کے ساتھ چلے، جب وہ ٹھہرتا یہ بھی اس کے ساتھ ٹھہر جاتے اور جب وہ دوڑتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑتے۔ اس شخص کو سخت زخم پہنچا تو اس نے جلدی موت چاہی۔ اس نے اپنی تلوار کے دستے کو زمین پر رکھ

شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِىْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِىْ طَلَبِهِ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِى الْاَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور اس کی نوک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان، پھر اس پر گر کر اپنے آپ کو مار ڈالا۔ اب یہ صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ ان صاحب نے عرض کیا: ابھی حضور نے جس کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، لوگوں کو یہ بات گراں گزری تھی۔ میں نے کہا: میں اسے دیکھتا ہوں۔ میں اس کی ٹوہ میں چلا، پھر وہ سخت زخمی ہوا اور اس نے جلدی موت چاہی تو اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنی دونوں چھاتیوں کے بیچ میں، پھر اس پر گر کر اپنے آپ کو مار ڈالا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص بہ ظاہر لوگوں میں جنتیوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے اور ایک شخص بہ ظاہر لوگوں میں جہنمیوں کا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

(بخاری ج ۲ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ خیبر ۶۰۴-۶۰۵، کتاب القدر۔ باب: الاعمال بالخواتیم ص ۹۶۱، کتاب الرقاق۔ باب: العمل بالخواتیم ص ۹۷۷)

علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر میں ہوا تھا۔ قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری نے بعینہ اسے اسی سند اور متن کے ساتھ غزوۂ خیبر میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ واقعہ غزوۂ احد میں ہوا تھا اور اس شخص کا نام "قُزْمَانْ ظُفُرِیْ" تھا۔ یہ شخص ابتداءً جنگ میں شریک نہیں تھا۔ اس پر عورتوں نے اس کو شرم دلائی تو آ کر پہلی صف میں کھڑا ہو گیا اور سب سے پہلا تیر دشمنوں پر چلایا، جب مسلمان منتشر ہو گئے اس نے تلوار کی نیام توڑ دی اور یہ کہنے لگا: بھاگنے کی بہ نسبت موت زیادہ بہتر ہے۔ حضرت قتادہ بن نعمان کا اس پر گزر ہوا، انہوں نے اس سے کہا: تجھے شہادت مبارک ہو۔ اس پر اس نے کہا: بخدا! میں دین پر نہیں لڑا ہوں، اپنی قوم کی عزت بچانے کے لیے لڑا ہوں، پھر اس نے زخم کی شدت کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی۔ ابویعلیٰ نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جس کے شروع میں یہ ہے کہ یوم احد رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: آج فلاں نے جو کارنامہ انجام دیا ہے کسی نے نہیں انجام دیا۔ لوگ بھاگ گئے اور وہ نہیں بھاگا اور کسی اکیلے مشرک کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اسے قتل کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایک فاجر شخص سے کرتا ہے۔

اس کو جہنمی یا تو اس بنا پر فرمایا کہ یہ منافق تھا یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے کی وجہ سے یہ جہنم میں جائے گا، پھر نکالا جائے گا۔

توضیح باب

باب کا مطلب یہ ہے کہ قطعی طور پر جنگ میں کسی مارے جانے والے کو شہید یقین نہیں کر لینا چاہیے۔ دلوں کا حال کسے معلوم، ہاں جو بہ ظاہر مسلمان رہا ہو اور اس سے کفر کا صدور نہ ہوا سے بہ اعتبار ظاہر کے شہید کہا جائے گا اور اس پر شہداء کے احکام جاری ہوں گے اور اس کے باطن کو اللہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ — تیر اندازی پر ابھارنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّااسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّاللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال:٦٠). (ص ٤٠٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: جتنی ہو سکے قوت مہیا کرو اور گھوڑے باندھو جس سے اللہ اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔

١٥٨٢- عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلم قبیلہ کے ایک گروہ پر گزرے جو آپس میں تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیر چلاؤ' اے بنی اسماعیل! اس لیے کہ تمہارا والد بھی تیر انداز تھا اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں' یہ سن کر دوسرے گروہ نے اپنے ہاتھ روک لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے تم لوگ تیر نہیں چلاتے؟ ان لوگوں نے کہا: ہم کیسے تیر چلائیں اور حضور ان کے ساتھ ہیں' یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول الله عزوجل واذكر في الكتاب اسماعيل ص ٤٧٨' کتاب المناقب۔ باب: نسبة اليمن الى اسماعیل ص ٤٩٧)

آیت کریمہ میں "مِنْ قُوَّةٍ" آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تفسیر رمی یعنی تیر اندازی فرمائی ہے۔ امام بخاری یہ حدیث لا کر یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ قوت سے مراد عام ہے۔ ہر وہ سامان مراد ہے جو لڑائی میں ممد ومعاون ہو اور حدیث میں جو تیر اندازی سے تفسیر وارد ہے وہ اس زمانہ کے لحاظ سے اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے تھی۔ تیر اندازی کا فن مشکل ہے مگر لڑائی میں بہت مفید اور کار آمد ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ بندوق وغیرہ ایجاد نہیں ہوئی تھیں آلاتِ جنگ میں تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔ اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تفسیر فرمائی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بنی اسلم بنی اسماعیل میں سے ہیں۔

١٥٨٣- ح: [اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ]

جب وہ تم پر ہجوم کر آئیں تو انہیں تیروں پر لے لو

١٥٨٣- عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ.

ابو اُسید نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا' جب ہم نے قریش کے مقابلہ کے لیے اور قریش نے ہمارے مقابلہ کے لیے صف بندی کر لی: جب وہ تم پہ ہجوم کر آئیں تو تم لوگ تیر چلاؤ۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَكْثَبُوْكُمْ يَعْنِيْ اَكْثَرُوْكُمْ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: "اکثبوا" کے معنی "اکثروکم" کے ہیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ بدر ص ٥٦٧۔ ٥٦٨)

بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا (ص ٤٠٦)

چھوٹے نیزے وغیرہ کے ساتھ کھیلنا

١٥٨٤ - عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَأَهْوٰى إِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ فِي الْمَسْجِدِ. (مسلم۔ کتاب العید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: حبشی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اپنے چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے کہ حضرت عمر آ گئے اور کنکری لی اور انہیں مارا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! انہیں چھوڑ دو۔ بہ طریق علی جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے۔

نیزے اور دیگر ہتھیاروں کی مشق سنت ہے تاکہ مہارت پیدا ہو جائے۔ اس کا استحسان آیت کریمہ: ''وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ'' (الانفال:٦٠) سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک اس سے واقف نہیں تھے کہ مسجد میں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو کھیلتے ہوئے دیکھا تو انہیں اچھا نہیں لگا اس لیے انہوں نے حبشیوں کو کنکری ماری۔ انہوں نے یہ خیال فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیا فرمایا اس لیے منع نہیں کیا۔

بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ تَتَرَّسَ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ (ص ٤٠٦)

ڈھال کا بیان اور جو اپنے ساتھی کی ڈھال میں خود کو چھپائے

١٥٨٥ - عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَكَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ إِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ إِلٰى مَوْقِعِ نَبْلِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خود کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال میں چھپائے ہوئے تھے اور ابوطلحہ اچھے تیر انداز تھے' جب وہ تیر چلاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس اٹھا کر ان کے تیر گرنے کی جگہ ملاحظہ فرماتے۔

یہ واقعہ غزوۂ احد میں ہوا تھا' چونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیر اندازی کی وجہ سے دونوں ہاتھ پھنسے ہوئے تھے' اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ ان کو بھی ڈھال میں چھپا لیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے سر اقدس کو اٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابوطلحہ عرض کرتے: حضور پر میرے ماں باپ قربان! سر نہ اٹھائیں کہیں کوئی تیر لگ نہ جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی ترکش لے کر گزرتا تو اس سے فرماتے: اپنے تیر ابوطلحہ کو دے دو۔ اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹی تھیں۔

١٥٨٦ - ح: [وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ لِغَسْلِ جُرْحِهِ]

آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے زخم کو دھونے کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں بار بار پانی لاتے

١٥٨٦ - عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهِ وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَكَانَتْ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود حضور کے سر اقدس پر توڑ دیا گیا اور چہرہ انور خون آلود ہو گیا اور حضور کے دندان مبارک توڑ دیے گئے تو حضرت علی ڈھال میں بار بار پانی لاتے اور حضرت فاطمہ دھوتی تھیں جب حضرت سیدہ نے دیکھا کہ

فَاطِمَةُ تَغْسِلُهُ فَلَمَّا رَاَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ اِلٰى حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا فَاَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهٖ فَرَقَاَ الدَّمُ۔

خون پانی سے زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو ایک چٹائی جلائی اسے حضور کے زخم پر چپکا دیا تو خون بند ہو گیا۔

(بخاری۔ باب: لبس البیضۃ ص ۴۰۸۔ ج ۲' کتاب الطب۔ باب: حرق الحصير ليسد به الدم ص ۸۵۲' مسلم۔ کتاب المغازی)

رباعية

بیچ کے دونوں دانتوں کے اغل بغل جو دانت ہوتے ہیں انہیں رباعیہ کہا جاتا ہے۔ غزوۂ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو زخمی کیا تھا اور ابن قمیہ نے تیر مارا تھا اور فخر سے یہ کہا تھا؟ میں ابن قمیہ ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں داخل کر دے۔ اس موقع پر ابی بن خلف نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر چلانا چاہا اور حضرت ابوطلحہ بیچ میں حائل ہونے لگے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوطلحہ! تم جہاں ہو وہیں رہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تیر چلایا جو اس کے سینہ میں زرہ کی جالی میں لگا جس کے صدمے سے اسی دن مر گیا۔

١٥٨٧- ح: [كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ]

بنی نضیر کے اموال فیٔ تھے

١٥٨٧- عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی نضیر کے اموال اللہ نے اپنے رسول کو عطا فرمائے تھے جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائی تھیں یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھے۔ اس میں سے آپ اپنے اہل کا خرچہ سال بھر کے لیے نکالتے' پھر باقی کو ہتھیار اور گھوڑے میں صرف فرماتے جہاد کے سامان میں۔

(مسلم۔ کتاب المغازی' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد' ترمذی۔ کتاب الجہاد' نسائی۔ باب: عشرة النساء۔ باب: قسم الفيء)

فَيْئ

کفار کے ان مالوں کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے مسلمانوں کو حاصل ہوں۔ "ایجاف" کے معنی تیز دوڑانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ بغیر لڑائی کے حاصل ہوا تھا۔

غزوۂ بنی نضیر

۴ھ میں غزوۂ احد کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ فرمایا جس کی تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی بنی نضیر نے خود پیش کش کی کہ ہمیں مدینہ سے باہر جانے دیا جائے اور یہ اجازت دی جائے کہ ہم اپنے جتنے اموال لے جا سکیں لے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرما لیا۔ اسی کے مطابق بنی نضیر جتنے اپنے مال و متاع ہم راہ لے جا سکے لے گئے اور جو بچ رہا یہ "فیٔ" ہوا۔ اسی کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ فرمایا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس پر پوری بحث آگے آ رہی ہے۔

مطابقت باب

اس حدیث میں ڈھال کا صراحۃً ذکر نہیں مگر چونکہ ڈھال بھی آلات جہاد میں سے ہے۔ اس لیے ''عدة فی سبیل اللّٰہ'' میں داخل ہے۔

بَابٌ (ص ۴۰۷)

باب

۱۵۸۸- ح: [قَالَ لِسَعْدٍ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرمانا کہ تم پر میرے باپ ماں قربان

۱۵۸۸- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُفَدِّیْ رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے بعد کسی شخص کو فداک ابی وامی کہا ہو۔ میں نے سنا: حضور فرماتے تھے: (اے سعد!) تیر چلاؤ، تم پر میرے والدین فدا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ غزوۂ احد۔ باب: اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا ص ۵۸۱، دوطریقے سے، کتاب الادب۔ باب: قول الرجل فداك ابی وامی ص ۹۱۲، مسلم۔ کتاب الفضائل، ترمذی۔ کتاب المناقب، نسائی۔ باب: الیوم واللیلة، ابن ماجہ۔ کتاب السنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ سعد کے بعد کسی کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: ''فداك ابی وامی'' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے علم کی بات فرما رہے ہیں۔ ورنہ خود بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر ''فداك ابی وامی'' فرمایا۔ (ج ۱۔ کتاب فضائل الصحابہ۔ باب: مناقب الزبیر ص ۵۲۷)

فدا کے معنی ہوتے ہیں: اپنی جان قربان کر کے کسی کی جان بچانا، مگر یہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ غایت محبت اور یگانگت ظاہر کرنے کے لیے یہ جملہ بولا جاتا ہے، بعض شارحین نے یہاں بلاوجہ کی یہ بحث کھڑی کر دی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کافر مرے تھے اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ انہیں حضرت سعد پر فدا فرما دیتے۔

صحیح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین موحد تھے

اقول وهو المستعان: اولاً: یہی صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین حالت کفر میں مرے۔ صحیح وراجح یہ ہے کہ والدین کریمین ہی نہیں بلکہ حضرت آدم وحواء علیہما الصلوٰۃ والتسلیم تک تمام آباء کرام وامہات عظام مومن وموحد تھے۔ ان میں کوئی بھی کبھی کفر وشرک میں ملوث نہیں ہوا، جیسا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ شمول الاسلام میں ثابت فرمایا ہے اور اس خادم نے اشرف السیر کے مقدمہ میں بہ قدر ضرورت اس پر بحث کی ہے۔ ثانیاً: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اس وقت زندہ ہی کب تھے کہ انہیں فداک کے حقیقی معنی میں لے سکیں اس لیے متعین ہے کہ اس کے معنی مجازی ہی مراد ہیں یعنی اظہار محبت وشفقت۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ حِلْیَةِ السُّیُوْفِ (ص ۴۰۷)

تلواروں پر زیبائش کرنے کا بیان

۱۵۸۹- سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ حَبِیْبٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ یَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَا كَانَتْ حِلْیَةُ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قوم (صحابہ رضی اللہ عنہم) فتح پر فتح حاصل کرتی گئی اور ان کی تلواروں پر سونے اور چاندی کا کام نہیں

سُيُوفِهِمِ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالْآنُكَ وَالْحَدِيْدَ. (ابن ماجہ۔ کتاب الجہاد) ہوتا تھا۔ ان کی تلواروں پر پٹھا رانگ اور لوہا ہوتا تھا۔

العلابی

اوزاعی نے کہا کہ ان کچے چمڑوں کو کہتے ہیں جو مدبوغ نہ ہوں اور کہا گیا ہے کہ یہ وہ تر پٹھا ہے کہ جس کو تلواروں کی میانوں پر منڈھا جاتا ہے۔ خطابی نے کہا کہ یہ گردن کا پٹھا ہے۔ داؤدی نے کہا ہے: علابی رانگے کی ایک قسم ہے۔
چونکہ صحابہ کرام کا ابتدائی عہد غربت وافلاس کا تھا اس لیے تلواروں پر سونے چاندی کے کام نہیں ہوتے تھے۔ بعد میں جب فراخی ہوئی تو تلواروں پر سونے اور چاندی کے کام ہونے لگے۔ خود حضرت زبیر بن عوام کی تلوار پر چاندی کا کام تھا۔ ہشام بن عروہ بن زبیر نے عبدالملک کے عہد حکومت میں اس کی قیمت لگوائی پینتیس ہزار لگائی گئی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ البدر ص ٥٦٦)

بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ (ص ۴۰۷)

جس نے اپنی تلوار سفر کی حالت میں قیلولہ کے وقت درخت میں لٹکائی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک اعرابی کے ساتھ ایک عجیب وغریب قصہ

۱۵۹۰- ح:

۱۵۹۰- حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانِ الدُّؤَلِيُّ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا اِخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ وَرَوَى مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے تو وہ بھی حضور کے ساتھ لوٹے قیلولہ کا وقت ایک گھنے نالے میں آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتر پڑے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سایے میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور تلوار اس میں لٹکا دی' ہم تھوڑی ہی دیر سوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بلانے لگے' ہم نے دیکھا کہ حضور کے پاس ایک دیہاتی ہے' فرمایا: اس نے میری تلوار نیام سے کھینچ لی اور میں سو رہا تھا۔ اچانک جاگ پڑا اور تلوار اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی تھی۔ دیہاتی نے کہا: تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا' میں نے کہا: اللہ تین بار' اور حضور نے اس کو سزا نہیں دی اور وہ اعرابی بیٹھ گیا۔ بہ طریق موسیٰ بن اسماعیل زہری ہی سے یہ بھی ہے' تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ دیکھو وہ یہ بیٹھا ہوا ہے' پھر حضور نے اس کو سزا نہیں دی۔

(بخاری۔باب: تفرق الناس عن الامام ص ۴۰۸۔ج ۲' کتاب المغازی۔باب: غزوۃ ذات الرقاع ص ۵۹۳' مسلم۔باب: فضائل النبی ﷺ' نسائی۔کتاب السیر)

علمائے سیر کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس غزوہ میں پیش آیا تھا' امام واقدی نے فرمایا کہ غزوۂ انمار میں۔ ایک قول ہے کہ ذات الرقاع میں۔ حضرت امام بخاری نے ''کتاب المغازی'' میں ذات الرقاع کے تحت اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

امام ابن اسحٰق نے اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے کہ جب تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو حضور ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک میں لے لیا اور فرمایا: آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کیا: کوئی نہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا: اٹھ چلا جا' اس نے منہ پھیر کر کہا: آپ مجھ سے بہتر ہیں' پھر بعد میں مشرف با اسلام ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا' پھر اپنی قوم میں آیا اور انہیں بھی اسلام کی دعوت دی۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے تلوار اپنے دست مبارک میں لے کر اس سے فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا تو اس نے عرض کیا: اچھے لینے والے بنئے۔ فرمایا: اسلام قبول کر لو' اس نے کہا: نہیں لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ آپ سے لڑوں گا اور نہ آپ سے لڑنے والے کا ساتھ دوں گا۔ اس پر حضور نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں میں آیا اور کہا: میں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آیا ہوں۔

یہ حدیث حضور اقدس ﷺ کے رسول برحق ہونے کی بہت واضح دلیل ہے۔ ایسی صورت میں کہ ایک شخص وہ بھی اجڈ دیہاتی تلوار سونت کر کہتا ہے کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر پھر بھی حضور پر نہ ذرا سا اضطراب طاری ہوا اور نہ گھبراہٹ بلکہ بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بچائے گا' پھر اس ارشاد کا یہ اثر پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی' یہ توکل علی اللہ اور آواز میں یہ قوت اسی کو نصیب ہو گی جو مؤید من اللہ ہو۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي الرِّمَاحِ (ص ۴۰۸)

نیزوں کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟

ت ۵۶۸ - وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میری روزی میرے نیزے کے سایے کے نیچے کی گئی ہے' اور ذلت و رسوائی اس کے لیے مقدر کر دی گئی جو میری مخالفت کرے۔

اس تعلیق کو اشبیلی نے جمع بن الصحیحین میں ذکر کیا ہے۔ صغار سے مراد جزیہ دینا ہے اور لغوی معنی کے اعتبار سے مطلق ذلت ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ انسب۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا رزق صرف مال غنیمت ہے۔ تجارت' زراعت وغیرہ دوسرے ذرائع نہیں' نیز اس میں اشارہ ہے کہ مال غنیمت عام کمائیوں سے افضل و اطیب ہے۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيصِ فِي الْحَرْبِ (ص ۴۰۸)

نبی ﷺ کی زرہ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ اور لڑائی میں کرتا پہننا

١٥٩١ - ح:

جنگِ بدر کی ابتداء کا ایک ایمان افروز منظر

١٥٩١ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ○ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ○﴾ (القمر:٤٥-٤٦).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن یہ دعا فرمائی اور حضور گول خیمے میں تھے: اے اللہ! میں تجھے تیرے حضور تیرا عہد اور تیرا وعدہ عرض کر رہا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے یہ کافی ہے آپ نے اپنے رب سے دعا میں بہت مبالغہ فرما لیا۔ حضور زرہ پہنے ہوئے تھے اب باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا: بہت جلد یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی○ اور ان کے وعدہ کا دن قیامت ہے اور قیامت نہایت کڑوی اور سخت ہے○

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: قول اللہ تعالٰی اذ تستغیثون ربکم ص ٥٦٤، کتاب التفسیر۔ سورۂ قمر۔ باب: قولہ سیھزم الجمع ویولون الدبر ص ٧٢٢، باب: قولہ بل الساعۃ موعدھم ص ٧٢٢، نسائی۔ کتاب التفسیر)

جنگ بدر میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی، وہ بھی منتخب چیدہ اور پورے ساز و سامان کے ساتھ اور صحابہ کرام کی تعداد جنگ کے میدان میں صرف تین سو چھ تھی وہ بھی زیادہ تر نہتے، معمولی ساز و سامان کے ساتھ، نیز قریش کا پورے عرب پر ایک رعب تھا، اس سے متاثر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت الحاح وزاری کے ساتھ دعا فرمائی، دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کندھے سے سرک گئی۔ حضرت صدیق اکبر وہیں کھڑے تھے، انہوں نے رداء مبارک حضور کے کندھے پر ڈالی اور حضور سے لپٹ گئے اور عرض کیا: آپ کو یہ کافی ہے اور آپ کا رب اپنے وعدے کو پورا فرمائے گا۔

شارحین نے لکھا ہے کہ عہد مبارک اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ○ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ○ (الصافات:١٧١۔١٧٣)

اپنے محبوب بندے رسولوں کے لیے ہمارا یہ ارشاد پہلے ہی ہو چکا ہے○ کہ ان کی ضرور مدد کی جائے گی○ اور بے شک ہمارا لشکر غالب رہے گا○

اور وعدے سے مراد اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ. (الانفال:٧)

اور یاد کرو جب اللہ تعالٰی تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لیے ہے۔

بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ پر زیادہ بھروسا تھا اور انہیں زیادہ اطمینان تھا مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا میں یہ انداز اختیار کرنا اس بنا پر تھا کہ صحابہ کرام کو قوت و اطمینان حاصل ہو، اس لیے کہ ان کو اس کا یقین تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست کا یقین کامل تھا جیسا کہ سورۂ قمر کی آیتوں کی تلاوت سے ظاہر ہے۔ نیز صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے ہی دشمنوں کے بارے میں فرما دیا تھا: "ھذا مصرع

"فلان هذا مصرع فلان" صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے جس کے مقتل کے لیے جو خط کھینچا تھا اس سے ذرا بھی ادھر یا ادھر نہیں ہوا تھا' اس لیے یہ متعین ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو اپنی فتح اور دشمنوں کو شکست کا یقین کامل تھا اور دعا صرف صحابہ کرام کی تقویت اور ان کے اطمینان کو بڑھانے کے لیے تھی' اس لیے کہ صحابہ کرام کو پورا یقین تھا کہ حضور اقدس ﷺ کی دعا ضرور بالضرور قبول ہوگی۔

بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ (ص ۴۰۹) — لڑائی میں ریشمی لباس پہننا

١٥٩٢- عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ فِيْ قَمِيْصٍ مِّنْ حَرِيْرٍ مِّنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا (ح) اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ فَرَاَيْتُ عَلَيْهِمَا فِيْ غَزَاةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر کو ریشمی کرتا پہننے کی اجازت دی' کھجلی کی وجہ سے جو ان دونوں کو تھی۔ عبدالرحمٰن اور زبیر نے نبی ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی تو حضور نے ان دونوں کو ریشمی لباس کی اجازت دی۔ میں نے ان دونوں پر ریشمی لباس غزوہ میں دیکھا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: ما یرخص للرجال من الحریر من حکة ص ۸۶۸' مسلم۔ کتاب اللباس' ابوداؤد۔ کتاب اللباس' نسائی۔ باب: الزینت' ابن ماجہ۔ کتاب اللباس)

اس حدیث کے ایک طریقے میں ہے کہ کھجلی کی وجہ سے انہیں اجازت دی اور دوسرے طریقے میں ہے کہ جوؤں کی وجہ سے اجازت دی۔ مسلم میں ہے کہ کھجلی یا کسی اور تکلیف کی بنا پر اور یہ اجازت غزوہ میں تھی۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یا تو اجازت مختلف اوقات میں دی۔ کبھی کھجلی کی وجہ سے کبھی اور کسی تکلیف کی وجہ سے' کبھی جوؤں کی وجہ سے یا یہ کہ حقیقت میں یہ اجازت جوؤں کی وجہ سے تھی جب جوئیں کاٹتی ہیں تو کھجلی مچتی ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مرد کو بہ ضرورت ریشمی لباس پہننا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ کھجلی اور جوؤں کی وجہ سے پہننے کی اجازت ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے۔

ہمارے یہاں ریشم کا ایسا کپڑا پہننا جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہو کسی حال میں جائز نہیں۔ ہاں جس کا تانا سوت ہو اور بانا موٹے ریشم کا اسے لڑائی میں پہننے کی اجازت ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت تو ہر شخص کو ہر حال میں اجازت ہے' خواہ باریک ہو یا موٹا۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ قِتَالِ الرُّوْمِ (ص ۴۰۹) — روم سے قتال کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے؟

١٥٩٣- اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِيْ بِنَاءٍ لَّهُ وَمَعَهُ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ

عمیر بن اسود عنسی نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حمص کے ساحل پر اپنے گھر میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام بھی تھیں' حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے ہم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کے اس پہلے لشکر نے جو سمندر میں جہاد کرے گا (جنت) واجب کر لی۔ ام حرام نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان میں ہوں؟ فرمایا: تو ان میں ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو

فَقُلْتُ اَنَا فِيهِمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا.

قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان میں ہوں؟ فرمایا: نہیں۔

آج کل غیر مقلدین' مودودی دیوبندی اسی حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔ ہم نے اس کی مکمل بحث مقالات امجدی میں کر دی ہے اور اختصار کے ساتھ تیسری جلد' کتاب الشہادات میں بھی ذکر کر دی ہے۔ ناظرین اس کا مطالعہ کریں۔

بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ (ص ٤١٠)

یہود سے جنگ کا بیان

١٥٩٤- عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِيَ اَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہودیوں سے جنگ کرو گے' یہاں تک کہ کچھ یہودی پتھر کے پیچھے چھپ جائیں گے' تو پتھر کہے گا: اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: علامات النبوۃ ص ٥٠٧)

١٥٩٥- عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک یہودیوں سے تم لڑائی نہ کر لو گے یہاں تک کہ وہ پتھر جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوگا کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اسے قتل کر۔

حدیث میں بہ ظاہر خطاب صحابہ کرام سے ہے لیکن مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ہیں جب کہ قریب قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ ان ایام میں یہود دجال کے ساتھ ہوں گے۔ اس خطاب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہماری شریعت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ نزول تک باقی رہے گی اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری شریعت پر ہوں گے۔

بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ (ص ٤١٠)

ترک سے قتال کا بیان

١٥٩٦- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعْرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جو بالوں والا جوتا پہنتے ہوں گے اور بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم لوگ ایسی قوموں سے لڑو گے جن کے چہرے چوڑے ہوں گے گویا تہ بہ تہ مڑھی ہوئی ڈھالیں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: علامات النبوۃ ص ٥٠٧)

١٥٩٧- عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترک سے نہ لڑ لو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے۔ ناکیں چپٹی ہوں گی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ مڑھی ہوئی

الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ۔ ڈھالیں ہیں اور قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم ایسی قوموں سے لڑو گے جن کے جوتے بال والے ہوں گے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: علامات النبوۃ ص ۵۰۷)

خراسان اور چین کے درمیان ہندوستان کے شمال میں بسنے والے ترک کہے جاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان سے چھیڑ خانی کرنے کو منع فرمایا تھا' ارشاد فرمایا: ''اتركوا الترك ماتركوكم''[1] لیکن اس باب میں مذکور احادیث کے مطابق ان سے جنگ ہونی تھی۔ ساتویں ہجری میں مسلمانوں کی بد قسمتی سے محمد شاہ خوارزم نے ان کو چھیڑ دیا جس کے نتیجے میں خراسان سے لے کر عراق تک کے سارے شہر ترکوں نے برباد کر دیئے۔ چنگیز خان سے لے کر اس کے پوتے ہلاکو خان تک نے ایک صدی تک مسلمانوں کا چین غارت کر دیا' اس کی تفصیل کتب تواریخ میں مذکور ہے۔

انہیں ایام میں رافضیوں کو اسلام دشمنی کے مظاہرے کا کافی موقع ملا۔ رافضیوں کا مشہور عالم محقق طوسی ان کے ساتھ ہو گیا اور بلاد اسلام میں بسنے والے اندرونی طور پر تاتاریوں کے آلہ کار بن گئے' حتیٰ کہ ہلاکو بغداد پر حملہ کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہاں بزرگان دین کے مزارات ہیں' میں حملہ کروں تو کسی عتاب میں نہ گرفتار ہو جاؤں۔ طوسی نے اس سے کہا کہ یہودیوں نے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے پیغمبروں کو شہید کیا' ان کا کیا بگڑا۔ اس سے ہلاکو کو ہمت ہوئی' باہر سے اس نے حملہ کیا اندر سے بغداد کے رافضیوں نے ریشہ دوانی کی جس کے نتیجہ میں بغداد تباہ ہوا۔

لغات

''مطرقة'' اس میں دونوں روایت ہے۔ ''مُطْرَقَةٌ''، ''مُطَرَّقَةٌ''۔ اس کا مادہ طراق ہے جس کے معنی کھال کے ہیں جو ڈھال پر ڈھی جاتی ہے۔ اس کے معنی ہیں تہ بہ تہ مڑھی ہوئی کھال۔ ''ذُلْفٌ'' یہ ''اَذْلَفُ'' کی جمع ہے چھوٹی چپٹی ناک والا۔ ''نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ'' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے جوتے پہنیں گے جن کے چمڑوں کے بال دور نہیں کیے گئے ہوں۔

[بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ] مشرکوں کے لیے ہزیمت اور زلزلے کی دعا کرنا

۱۵۹۸- اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم احزاب مشرکین پر دعا فرمائی: اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے' جلد حساب لینے والے' اے اللہ! احزاب کو شکست دے' اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان میں زلزلہ ڈال۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الخندق ص ۵۹۰' کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء علی المشرکین ص ۹۴۶' کتاب التوحید۔ باب: قولہ انزلہ بعلمہ ص ۱۱۱۶' مسلم۔ کتاب المغازی' ترمذی۔ کتاب الجہاد' نسائی۔ کتاب السیر' ابن ماجہ۔ کتاب الجہاد)

۱۵۹۹- ح: [اِنَّ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا] یہودیوں نے آپ (ﷺ)

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الملاحم۔ باب: فی النهی عن تهييج الترك والحبشة۔ ج ۲ ص ۲۳۵

اَلسَّامُ عَلَيْكَ] کو السام علیک کہا

۱۵۹۹- عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الْيَهُوْدَ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ مَالَكِ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا فَقَالَ فَلَمْ تَسْمَعِىْ مَا قُلْتُ عَلَيْكُمْ.

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: السام علیک یعنی آپ پر موت ہو تو ام المومنین نے ان پر لعنت کی۔ حضور نے فرمایا: کیا بات ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا: آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ حضور نے فرمایا: تم نے نہیں سنا میں نے کیا فرمایا؟ میں نے علیکم کہا ہے یعنی تم پر۔

(بخاری۔ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: الرفق فی الامر کله ص ۸۹۰' باب: لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاحشا و لا متفاحشا' باب: کیف الرد علی اهل الذمة بالسلام ص ۹۲۵' کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء علی المشرکین ص ۹۴۶' باب: قول النبی یستجاب لنا فی الیهود ص ۹۴۷۔ کتاب استتابة المرتدین' باب: اذا عرض الذمی ص ۱۰۲۳)

یہ حدیث کتاب الادب اور کتاب الرقاق میں پوری تفصیل کے ساتھ یوں ہے کہ جب یہودیوں نے السام علیک کہا: تو ام المومنین نے جواب میں کہا: (تم پر موت ہو) اور اللہ تم پر لعنت کرے اور تم پر غضب نازل فرمائے۔ حضور نے فرمایا: اے عائشہ! یہ سب مت کہو' تم کو لازم ہے کہ نرمی اختیار کرو' سخت کلامی اور فحش سے بچو۔ ام المومنین نے عرض کیا: حضور نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ فرمایا: تم نے نہیں سنا: میں نے کیا فرمایا؟ میں نے ان پر لوٹا دیا۔ ان کے حق میں میری بات قبول کی جائے گی اور میرے حق میں ان کی بات نہیں قبول کی جائے گی۔

سام کے معنی موت ہے اور ایک روایت میں بجائے سام کے ''سـآمـة'' ہے یعنی رنج و تکلیف۔ عام روایتوں میں وعلیکم ہے بہ اعتبار روایت کے یہی مشہور واصح ہے' لیکن حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں بغیر واؤ کے ہے۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا: یہاں واؤ زائد ہے اور ایک قول ہے کہ استیناف کے لیے ہے۔

مطابقت باب

اس حدیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ ''عـلـى'' ضرر کے لیے آتا ہے۔ نیز ان بدبختوں نے السام علیک کہا تھا اس کے جواب میں علیکم کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم پر موت ہو۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَاَلَّفَهُمْ (ص ۴۱۱)

مشرکین کے لیے ہدایت کی دعا کرنا تا کہ ان کا مسلمانوں کی طرف رجحان ہو

۱۶۰۰- حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَاَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَاَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ساتھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دوس نے نافرمانی کی اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے اس پر کسی نے کہا: دوس ہلاک ہو گئے تو حضور نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! دوس کو ہدایت

دَوْسًا وَّائْتِ بِهِمْ ۔ دے اور انہیں لا۔

(بخاری۔ ج۲۔ کتاب المغازی۔ باب: قصة دوس ص ۶۳۰' کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء للمشرکین ص ۹۴۶)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی

یمن کے مشہور قبائل دوس کے فرد تھے۔ یہ مکہ ہی میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو چکے تھے اور اس کے بعد اپنے وطن واپس گئے اور عرصہ تک وہیں رہے۔ خیبر کے موقع پر اپنے متبعین کے ساتھ خیبر ہی میں حاضر ہوئے' پھر مدینہ طیبہ رہنے لگے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے' ان کا خطاب ذوالنور بھی ہے۔ انہوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ عرض کیا تھا: مجھے دوس کی طرف بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیے جس سے انہیں ہدایت نصیب ہو۔ حضور نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے نور عطا فرما' اس دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہیں کہ اس کی صورت بگڑ گئی ہے تو یہ روشنی ان کے کوڑے کے کنارے میں منتقل ہو گئی' ان کا کوڑا اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لیے ان کا نام ذوالنور پڑا۔

ان کی یہ عرضداشت دوبارہ حاضری کے موقع پر تھی جب کہ وہ خیبر میں اپنے اسی یا نوے ساتھیوں کے ساتھ خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دوس میں زنا اور سود عام ہے ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رحمت انہیں لوگوں کے لیے تھی جن کے بارے میں حضور کو یہ علم ہوتا کہ یہ آئندہ کبھی اسلام سے مشرف ہوں گے اور جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ وہ ایمان سے محروم رہیں گے اور ان کی ہلاکت کی دعائیں بھی فرمائی ہیں جیسا کہ متعدد احادیث میں گزر چکا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ (ص ۴۱۲)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی طرف لوگوں کو بلانا

١٦٠١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ رَجُلًا یُفْتَحُ عَلٰی یَدَیْهِ فَقَامُوْا یَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ اَیُّهُمْ یُعْطٰی فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ یَرْجُوْ اَنْ یُّعْطٰی فَقَالَ اَیْنَ عَلِیٌّ فَقِیْلَ یَشْتَكِیْ عَیْنَیْهِ فَاَمَرَ فَدُعِیَ لَهٗ فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ فَبَرَاَ مَكَانَهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ بِهٖ شَیْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یُّهْدٰی بِكَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَیْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے خیبر کے دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں (کل) جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہو گی تو لوگوں کا حال یہ ہو گیا کہ امید لگائے ہوئے تھے کہ جھنڈا کس کو دیا جائے گا۔ سب کو امید تھی کہ اسے دیا جائے گا' (صبح کو حضور نے فرمایا:) علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ حضور نے حکم دیا تو انہیں لایا گیا۔ حضور نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا' وہ اسی جگہ ایسا ٹھیک ہو گئے گویا ان کو کچھ نہیں تھا' حضرت علی نے پوچھا: ہم ان سے لڑیں یہاں تک کہ ہماری مثل ہو جائیں۔ فرمایا: جس حال میں ہو جاؤ' جب تم ان کے میدان میں پہنچو تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتا دو جو ان پر واجب ہے۔ بخدا! تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے

بہتر ہے۔

(بخاری۔ باب: فضل من اسلم علی یدیه رجل ص ۴۲۲، کتاب فضائل الصحابہ۔ باب: مناقب علی ص ۵۲۵۔ ج ۲، کتاب المغازی۔ باب: غزوة خیبر ص ۶۰۵، مسلم۔ کتاب الفضائل)

فتح خیبر کی تکمیل کا منظر

اس جگہ کے علاوہ بخاری میں یہ حدیث تین جگہ اور ہے ہر جگہ یہ ہے ''لاعطین الرایة غدًا'' میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا۔ بعض روایتوں میں یہ زائد ہے: وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی اس لیے غزوۂ خیبر میں لشکر کے ساتھ نہیں آئے تھے مدینہ طیبہ ہی رہ گئے تھے مگر بعد میں ان کے دل میں ایسا اضطراب پیدا ہوا کہ آشوب چشم کے باوجود خیبر آ گئے، ادھر مرحب جس قلعہ کا سردار تھا وہ فتح نہیں ہو سکا، اجلہ صحابہ کرام کی سرکردگی میں مہم گئی مگر کامیابی نہیں ملی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق حضرت علی شیر خدا نے مرحب کو قتل کیا اور قلعہ کو فتح فرمالیا۔

١٦٠٢- ح: [اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ]

مجھے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ لوگ ''لا اله الا الله'' پڑھ لیں

١٦٠٢- حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں تو جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان مال مجھ سے محفوظ کرلیا، مگر اسلام کے حق پر اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ (ص ۴۱۴)

جس نے کسی غزوے کا ارادہ کیا اور اسے ظاہر نہیں کیا اور جمعرات کو سفر کرنا پسند کیا

١٦٠٣- ح: [غَزْوَةُ تَبُوْكَ]

غزوۂ تبوک

١٦٠٣- اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا ح قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيْدُ غَزْوَةً يَغْزُوْهَا اِلَّا وَرّٰى

عبد اللہ بن کعب بن مالک نے کہا جو کعب کے بچوں میں ان کے قائد تھے کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ غزوے میں شریک نہ ہونے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو توریہ کچھ اور ظاہر فرماتے۔ دوسری سند سے یوں ہے کہ عبد اللہ نے کہا: میں نے کعب بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ حضور کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو اسے برملا بتا دیتے، اکثر توریہ فرماتے: ہاں! جب غزوہ تبوک ہوا تو رسول اللہ

بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ كَثِيْرٍ فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ وَعَنْ يُوْنُسَ اِلٰى اَنْ قَالَ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُوْلُ لَقَلَّمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِيْ سَفَرٍ اِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

ﷺ نے سخت گرمی میں یہ غزوہ فرمایا اور بہت طول طویل اور جنگلات کا سفر اختیار فرمایا اور دشمنوں کی کثیر تعداد کے مقابلے کے لیے گئے تو حضور نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا تا کہ اپنے دشمن کے مطابق سامان مہیا کر لیں اور انہیں وہ جگہ بتا دی جس کا ارادہ فرمایا تھا اور رسول اللہ ﷺ پنج شنبہ کے علاوہ اور کسی دن کم ہی سفر فرماتے تھے۔

١٦٠٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ غزوہ تبوک میں پنج شنبہ کو نکلے اور آپ پنج شنبہ کو نکلنا پسند فرماتے تھے۔

یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں دس جگہ ذکر فرمائی ہے کہیں مطول کہیں مختصر۔ چار طریقے سے یہیں ہے۔ اس پر پورا کلام کتاب المغازی میں ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کسی سفر میں پنجشنبہ کے دن نکلنا مبارک ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا ہے" بُوْرِكَ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا يَوْمَ الْخَمِيْسِ"پنجشنبہ کی صبح سفر کرنے میں میری امت کو برکت دی گئی۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعاف بھی مقبول ہیں۔

بعض احادیث میں شنبہ کے دن سفر کرنے کے بھی بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص شنبہ کو کسی کام کے لیے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا فرما دے گا۔ حجۃ الوداع کے لیے حضور اقدس ﷺ شنبہ ہی کو نکلے تھے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ زیادہ تر پنجشنبہ کو نکلتے تھے یہ اس کے معارض نہیں کہ کبھی کبھار شنبہ یا دوسرے دنوں میں بھی سفر شروع فرمایا ہے۔

عبدالرحمٰن دو ہیں ایک حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے ہیں اور ایک ان کے پوتے۔ اس حدیث کے تیسرے طریق میں امام زہری حضرت کعب بن مالک کے صاحبزادے عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے دوسرے طریق میں سند یوں مذکور ہے" اخبرني عبدالرحمٰن بن عبدالله بن كعب بن مالك قال سمعت كعب بن مالك رضي الله تعالى عنه" اس پر دارقطنی نے یہ تعقب کیا کہ اس میں ارسال ہے اس لیے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا سماع ان کے دادا کعب بن مالک سے ثابت نہیں۔

بَابُ التَّوْدِيْعِ عِنْدَ السَّفَرِ (ص ٤١٥) — سفر کے وقت رخصت کرنا

١٦٠٥- ح: [اَلْاِحْرَاقُ بِالنَّارِ] — آگ سے جلانے کے بارے میں

١٦٠٥- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا: اگر تمہیں فلاں فلاں مل جائیں تو

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ وَقَالَ لَنَا اِنْ لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ وَقَالَ اِنِّي كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

انہیں آگ سے جلا دینا' قریش کے دو شخصوں کا نام لے کر بتایا' پھر سفر کے وقت ہم حضور سے رخصت ہونے کے لیے آئے تو فرمایا: میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ کہ فلاں فلاں کو آگ سے جلا دینا' آگ سے سوائے اللہ کے کوئی سزا نہیں دے گا۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑ لو تو انہیں قتل کر دینا۔

(بخاری۔ باب: لایعذب بعذاب اللہ ص ۴۲۳' ابوداؤد' نسائی)

اس سریے کے سپہ سالار حمزہ بن عمرو اسلمی تھے اور جن قریش کے دو شخص کے بارے میں یہ حکم دیا تھا وہ حباب بن اسود اور اس کا ساتھی نافع بن عبد قیس تھا' جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں ہے۔ ان دونوں کا جرم یہ تھا کہ جب حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اونٹ پر سوار کر کے مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا تو ان دونوں نے ان کو اونٹ پر سے گرا دیا تھا جس کے صدمے میں وہ مریض رہنے لگیں اور بالآخر اسی مرض میں واصل بحق ہو گئیں۔

حباب بن اسود فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے' ان کی اس حرکت پر صحابہ کرام ان کو برا کہتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: جو تمہیں برا کہے تم اس کا جواب دو' اس کے بعد لوگوں نے ان کو برا کہنا چھوڑ دیا۔

بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْاِمَامِ مَالَمْ يَامُرْ بِمَعْصِيَةٍ (ص ۴۱۵)

امام جب تک گناہ کا حکم نہ دے اس کی بات سننی اور ماننی ہے

١٦٠٦- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بات سننا اور ماننا حق ہے جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاحکام۔ باب: السمع والطاعۃ للامام ص ۱۰۵۷' مسلم۔ کتاب المغازی' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

خارجیوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جو سلاطین ظالم ہوں ان پر خروج واجب ہے مگر جمہور فرماتے ہیں کہ جب تک سلطان اسلام سے کفر نہ سرزد ہو اور شعائر اسلام کے قیام کو نہ چھوڑے خروج جائز نہیں اگرچہ وہ ظالم ہے کیونکہ اس میں امن کی بربادی اور لوگوں کے جان و مال کی تباہی ہے۔

بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ (ص ۴۱۵)

امام کی سرپرستی میں لڑنا اور اس کی پناہ میں رہنا

١٦٠٧- اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہم سب سے پچھلے اور سب سے اگلے ہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ.

اور اسی اسناد کے ساتھ ہے: جس نے میری فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور امام ڈھال ہے اس کی پناہ میں لڑا جاتا ہے اور بچا جاتا ہے۔ پس اگر اللہ کے تقویٰ کا حکم کرے اور انصاف کرے تو اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اس کے سوا کچھ اور کہے تو اس پر اس کا وبال ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاحکام۔ باب: قول اللہ تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ص ۱۰۵۷)

قریش اور عام اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ صرف قبیلہ کے سرداروں کی اطاعت کرتے جس میں عصبیت تھی؛ جب انہیں قبائلی حد بندی سے ہٹ کر مطلقاً امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو ان پر شاق ہوا؛ اس لیے حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث میں پوری تاکید کے ساتھ امیر کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث خوارج کے اس عقیدے کا رد ہے کہ ائمہ جور پر خروج واجب ہے اور جمہور کے مسلک کی مؤید۔

بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ عَلٰى اَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸) (ص ۴۱۵)

لڑائی کے موقع پر یہ بیعت لینا کہ بھاگیں گے نہیں اور بعضوں نے کہا: موت پر بیعت لینا؛ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: بے شک اللہ راضی ہوا ان لوگوں سے جو تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں

توضیح باب

یہ آیت کریمہ امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے ذکر فرمائی ہے کہ موت پر بیعت لینا جائز ہے؛ اس لیے کہ سلمہ بن اکوع سے پوچھا گیا کہ آپ لوگوں نے بیعت رضوان کے موقع پر کس چیز پر بیعت کی تھی؛ تو انہوں نے فرمایا: موت پر۔

۱۶۰۸- ح: بیعت رضوان جس درخت کے نیچے ہوئی تھی؛ وہ رحمت ہے

۱۶۰۸- عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ فَسَأَلْتُ نَافِعًا عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم آئندہ سال بیعت رضوان کی جگہ پر پہنچے تو ہم میں سے دو شخص بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ درخت کون سا ہے اور یہ درخت اللہ کی طرف سے رحمت تھا۔ (جویریہ) نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ ان لوگوں نے کس پر بیعت کی تھی موت پر؟ تو انہوں نے کہا: نہیں ان لوگوں نے صبر پر بیعت کی تھی۔

وہاں ایک قسم کے متعدد درخت تھے اس وجہ سے صحابہ کرام کو اشتباہ ہوگیا اس کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لوگ ایک درخت کو بیعت رضوان والا درخت سمجھ کر اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمر نے اسے کٹوا دیا۔ اس سے شبلی صاحب اور ان کے ہم مذہب یہ دلیل لاتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے مشاہد کی تعظیم و تکریم حرام ہے۔ ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اسی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا حالانکہ اس درخت کا کٹوانا اس بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ جس درخت کو لوگ سمجھ رہے تھے اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ جب بیعت رضوان کے شرکاء ایک ہی سال بعد اس کی تعیین نہ کر سکے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ برسہا برس گزرنے کے بعد لوگ اسے قطعی طور پر پہچان لیں کہ یہ وہی درخت ہے۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں مفصل وہ حدیثیں گزری ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ معظمہ جاتے اور واپس ہوتے تو ان جگہوں کو تلاش کر کے قیام کرتے اور وہاں نمازیں پڑھتے' پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ محبوبان بارگاہ کے مشاہد کی تعظیم ممنوع ہے۔

كانت رحمة

''کانت'' کی ضمیر مستتر کا مرجع ''الشجرة'' ہے' جو حدیث کے متن میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ یہ درخت اللہ کی رحمت تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کا متعین نہ ہونا اللہ کی رحمت تھا کہ اس میں عدول عن الظاہر ہے' کیونکہ اب ''کانت'' کی ضمیر کا مرجع اخفاء کو ٹھہرانا ہوگا جو مذکور نہیں۔ لامحالہ اس کی تاویل میں یہ کہنا پڑے گا کہ ماسبق اس پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے مذکور کو ضمیر کا مرجع بنانا بہ نسبت مدلول کے راجح ہے' اسی لیے علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا:

ای كانت هذه الشجرة موضع رحمة الله ومحل رضوانه قال تعالٰى لقد رضى الله عن المومنين اذيبا يعونك تحت الشجرة.

یہ درخت اللہ کی رحمت اور اس کی رضوان کی جگہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ مومنین سے راضی ہوا جب انہوں نے درخت کے نیچے تم سے بیعت کی۔

١٦٠٩- عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهُ اِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب واقعۂ حرہ کے زمانہ میں ایک آنے والے نے بتایا کہ ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۹' مسلم۔ کتاب المغازی)

واقعۂ حرہ سن ٦٣ ہجری میں ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور مدینہ طیبہ کے کچھ سربرآوردہ افراد یزید کے پاس گئے' وہاں انہوں نے یزید کی بدعنوانیاں دیکھیں تو مدینہ طیبہ آ کر یزید کی بیعت فسخ کر دی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اس پر یزید پلید نے مسلم بن عقبہ کو جسے مسلمان مُسرف بن عقبہ کہتے ہیں' ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ کے لیے بھیجا' اس نے تین دن تک مدینہ طیبہ کو لوٹا اور ایسی بے حرمتی کی جو ایک کھلے کافر سے بھی متصور نہیں' سترہ سو وِرسا کو شہید کیا اور دس ہزار عوام کو' عورتیں اور بچے جو مارے گئے وہ الگ' ایک ہزار کنواری خواتین حرم کی عصمت دری کی گئی' مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے' تین دن تک گھوڑوں کی لید سے مسجد اقدس ناپاک ہوتی رہی' تین دن تک مسجد میں نہ اذان ہوئی نہ نماز۔

حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر یہ غسل جنابت کر رہے تھے۔ ابھی آدھے سر کو دھویا تھا کہ جنگ کے شور کو سنا' غسل چھوڑ کر اسی حالت میں میدان جنگ میں آ گئے اور لڑتے لڑتے ابوسفیان کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں' اسی موقع پر ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں جن سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے۔

١٦١٠- ح: [اَلْبَيْعَةُ بِالتَّكْرَارِ]

متعدد بار بیعت کرنا

١٦١٠- حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ اِلٰى ظِلِّ شَجَرَةٍ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ اَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی' پھر ایک درخت کے سایے میں چلا گیا' جب بھیڑ کم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے ابن اکوع! کیا بیعت نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا: میں بیعت کر چکا یارسول اللہ! فرمایا: اور صحیح' تو میں نے حضور سے بیعت دوبارہ کی۔ یزید بن ابی عبید نے کہا: میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابومسلم! اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کرتے تھے؟ فرمایا: موت پر۔

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے گیارہویں ثلاثی حدیث ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ حضرت مکی بن ابراہیم سے حضرت امام بخاری کو ملی ہے۔

بخاری میں صرف دو ہی بار بیعت کا ذکر ہے مگر مسلم[1] میں تین بار مذکور ہے' مسلم میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت کے لیے درخت کی جڑ میں بلایا۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے بیعت کی' اس کے بعد حضور لوگوں سے بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ بیچ میں مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ! بیعت کر' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے شروع ہی میں بیعت کر لی ہے۔ فرمایا: اور کر لو' اور حضور نے مجھ کو بغیر ہتھیار کے دیکھا تو مجھے ایک ڈھال عطا فرمائی' پھر بیعت لی اور بیچ میں بھی فرمایا: اور کر لو' تو میں نے حضور سے تیسری بار بیعت کی۔

موت پر بیعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم مر جائیں گے مگر میدان چھوڑ کر بھاگیں گے نہیں۔ اس تقدیر پر موت پر بیعت کا حاصل یہی ہوا کہ ہم بھاگیں گے نہیں اگرچہ جان چلی جائے اور صبر پر بھی بیعت کا حاصل یہی ہے۔

١٦١١- عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنِ اَخِيْ فَقُلْتُ بَايِعْنَا عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا قُلْتُ عَلٰى مَا تُبَايِعُنَا قَالَ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ۔

حضرت مجاشع نے کہا: میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھتیجے کو لے کر حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: ہم سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے' فرمایا: ہجرت کا زمانہ گزر چکا۔ میں نے عرض کیا: اب آپ ہم سے کس بات پر بیعت لے رہے ہیں' فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔

(بخاری۔ باب: لا هجرة بعد الفتح ص ۴۳۳۔ ج ۲' کتاب المغازی۔ باب: ص ۶۱۶' مسلم۔ کتاب المغازی)

[1] مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب: غزوة ذی قرد وغیرها۔ ج ۲ ص ۱۱۳

بابن اخی

یہاں "بابن اخی" ہے، لیکن بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں "باخی" ہے اور یہی صحیح ہے۔ حضرت مجاشع کے ان بھائی کا نام مجالد بن مسعود تھا اور کنیت ابومعبد تھی۔ یہ لوگ فتح مکہ کے بعد حاضر ہوئے تھے جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت جو فتح مکہ سے پہلے فرض تھی کہ مسلمان مکہ سے اور دیگر بلاد کفر سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجائیں ختم ہوگئی تھی کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں تھی، اس پر پوری بحث پہلے ہو چکی ہے۔

بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيْ مَايُطِيْقُوْنَ (ص ۴١٦)

امام کا لوگوں پر حسب استطاعت بوجھ ڈالنا

١٦١٢- عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَدْ اَتَانِی الْیَوْمَ رَجُلٌ فَسَاَلَنِیْ عَنْ اَمْرٍ مَّا دَرَیْتُ مَا اَرُدُّ عَلَیْهِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ رَجُلًا مُؤْدِیًا نَشِیْطًا یَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا فِی الْمَغَازِیْ فَیَعْزِمُ عَلَیْنَا فِیْ اَشْیَاءَ لَا نُحْصِیْهَا فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَكَ اِلَّا اِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰی اَنْ لَّا یَعْزِمَ عَلَیْنَا فِیْ اَمْرٍ اِلَّا مَرَّةً حَتّٰی نَفْعَلَهٗ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ یَّزَالَ بِخَیْرٍ مَااتَّقَی اللّٰهَ وَاِذَا شَكَّ فِیْ نَفْسِهٖ شَیْءٌ سَاَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَاَوْشَكَ اَنْ لَّا تَجِدُوْهُ وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا كَالثَّغَبِ شُرِبَ صَفْوُهٗ وَبَقِیَ كَدَرُهٗ۔

ابووائل نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: آج میرے پاس ایک شخص آیا، اس نے مجھ سے ایک بات پوچھی، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اسے اس کا کیا جواب دوں۔ اس نے کہا: بتائیے، ایک شخص مسلح ہوکر بخوشی ہمارے سرداروں کے ساتھ لڑائی میں نکلتا ہے۔ امیر ہمیں ایسی باتوں کا قطعی حکم دیتا ہے جس کی طاقت نہیں۔ میں نے اس سے کہا: بخدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھے کیا بتاؤں؟ ہاں! ہم نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے تو آپ ہمیں کسی کام کے کرنے کا حکم صرف ایک بار دیتے۔ یہاں تک کہ ہم اس کو کر لیتے اور بے شک تم ہمیشہ بھلائی میں رہو گے جب تک اللہ سے ڈرو گے اور جب کسی معاملے میں شک واقع ہو جائے تو کسی شخص سے پوچھ لے وہ اس کی تسلی کر دے۔ عنقریب تم ایسے شخص کو نہیں پاؤ گے اور اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں گزشتہ دنیا کا حال میں ذکر کرتا ہوں جو اس تالاب کے مثل ہے جس کا صاف پانی پی لیا جائے اور گدلا چھوڑ دیا جائے۔

مؤدیا

اس کا مادہ "اَدَاةٌ" ہے۔ یعنی لڑائی کے آلات سے کامل طور پر آراستہ۔ اس میں ہمزہ کو باقی رکھنا واجب ہے، ورنہ یہ وہم ہوگا کہ یہ "اودی" ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے کے ہیں۔

ان لا تجدوہ

یعنی تم کو تسلی بخش جواب دینے والا کوئی نہیں ملے گا، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں جن کا وصال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے ہو چکا تھا، اب چودہ سو سال گزرنے کے بعد کیا حال ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ماغبر

یہ اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی ''مضی'' کے بھی ہیں اور ''بقی'' کے بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ زیادہ مناسب یہاں ''مضی'' کا معنی ہے اسی بنا پر ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے' گزشتہ دنیا' لیکن اس خادم کا رجحان یہ ہے کہ زیادہ مناسب ''مابقی'' ہے یعنی دنیا کے موجودہ حالات اس تالاب کے مثل ہیں جس کا صاف پانی پی لیا گیا اور گدلا چھوڑ دیا گیا۔

بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ (ص۴۱۶)

نبی ﷺ جب شروع دن میں لڑائی کی ابتداء نہیں کرتے تو مؤخر فرمادیتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے

توضیح باب

زوال کے وقت تک جنگ ملتوی کرنے میں ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن دوپہر تک تگ ودو کر کے تھک جاتا ہے' پھر کہیں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں کبھی اپنا رخ مشرق ہوتا ہے جس کی وجہ سے دوپہر سے پہلے پہلے سورج آنکھ کے سامنے ہوتا ہے اور دشمن کی پیٹھ پر' ایسی صورت میں جنگی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ لڑائی کو سورج ڈھلے تک مؤخر کر دیا جائے۔ واقعۂ حرہ میں ابن عقبہ نے اپنا پڑاؤ مدینہ طیبہ سے شرقی جانب رکھا تھا جس کے نتیجے میں صبح کو سورج اس کی لشکر کی پیٹھ پر تھا اور اہل مدینہ کی آنکھوں پر' اس نے صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں اہل مدینہ کو نقصان پہنچا' اسے یہ مشورہ مروان نے دیا تھا۔

١٦١٣- ح: [إِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ]

جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے

١٦١٣- عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَّهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام سالم ابوالنضر نے کہا اور یہ ان کے کاتب تھے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف لکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو پڑھا کہ بعض ان ایام میں جن میں رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ دشمن سے ہوا' رسول اللہ نے انتظار فرمایا' یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا' پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! دشمن کے مقابلے کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو اور جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ بے شک جنت تلواروں کے سایے میں ہے' پھر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے بادل کو چلانے والے لشکروں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے اور ہم کو ان کے مقابلے پر فتح عطا فرما۔

بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (ص۴۱۷)

راہِ خدا میں مال دینا اور سواریاں مہیا کرنا

ت ٥٦٩ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ اَلْغَزْوُ قَالَ اِنِّي اُحِبُّ اَنْ اُعِينَكَ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَّالِيْ قُلْتُ قَدْ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَالَ اِنَّ غِنَاكَ لَكَ وَاِنِّي اُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَّالِيْ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اور امام مجاہد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر سے عرض کیا کہ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں' فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال سے تمہاری مدد کروں۔ میں نے عرض کیا: اللہ نے مجھے وسعت دی ہے' فرمایا: تیری مال داری تیرے لیے ہے' میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کچھ مال اس راہ میں خرچ ہو۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے غزوہ فتح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ مجاہد اگرچہ مال دار اور مستغنی ہو اس کی مال سے مدد کی جائے' البتہ اسے کوئی سامان یا سواری اجرت پر دینا مکروہ ہے۔ امام مالک کے یہاں مطلقاً اور ہمارے یہاں اس وقت اجازت ہے جب مسلمانوں میں ضعف اور بیت المال خالی ہو ورنہ مکروہ ہے۔

ت ٥٧٠ - وَقَالَ عُمَرُ اِنَّ نَاسًا يَّاْخُذُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ فَمَنْ فَعَلَهٗ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمَالِهٖ حَتّٰى نَاْخُذَ مِنْهُ مَا اَخَذَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس مال سے لیتے ہیں یہ کہہ کر جہاد کریں گے' پھر جہاد نہیں کرتے' جو شخص ایسا کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں' اس نے جو کچھ لیا ہم اس سے لے لیں گے۔

ت ٥٧١ - وَقَالَ طَاوُسٌ وَّمُجَاهِدٌ اِذَا دُفِعَ اِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهٖ مَا شِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ اَهْلِكَ.

امام طاؤس اور مجاہد نے کہا: جب تجھے کچھ دیا جائے کہ اسے لے کر راہِ خدا میں جاؤ تو تجھے اختیار ہے جو چاہے کرے چاہے تو اپنے اہل کے پاس رکھ دے۔

حضرت عمر کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ حضرت عمر کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر بیت المال کسی کو کسی کام کے لیے کچھ دے اور وہ نہ کرے تو اس سے مال واپس لے لیا جائے گا' اسی طرح اگر کوئی نااہل لے تو بھی اور یہی حکم دینی اداروں سے بھی مال لینے کا ہے۔ اس سے اوقاف کے متولیان اور دینی مدارس کے ناظمین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے کہ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ داری یا خوشامد اور چاپلوسی کی بنا پر نااہل کو نااہل جانتے ہوئے بھی ملازم رکھ لیا جاتا ہے۔

بَابُ الْاَجِيْرِ (ص ۴۱۷)

لڑائی میں نوکر کا حکم

ت ٥٧٢ - وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ يُقْسَمُ لِلْاَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ.

امام حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: نوکر اور مزدور کو بھی غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

ت ٥٧٣ - وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطٰى صَاحِبَهٗ مِائَتَيْنِ.

عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا جہاد کے لیے کرائے پر لیا' گھوڑے کا حصہ چار سو دینار ہوا تو دو سو انہوں نے لیا اور دو سو گھوڑے والے کو دیا۔

لڑائی میں اجیر کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ کسی مجاہد نے اپنی یا اپنے گھوڑے کی خدمت کے لیے کسی کو ساتھ رکھ لیا' اسے مال غنیمت سے حصہ نہیں ملے گا۔ دوسرے یہ کہ امیر لشکر نے یا سلطان اسلام نے کسی کو لڑنے کے لیے نوکر رکھ لیا جیسا کہ آج کل پوری دنیا میں رائج ہے اسے بھی مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا وہ صرف اپنی اجرت کا مستحق ہوگا۔

اور اگر مجاہد نے سواری یا ہتھیار کرایے پر لیا تو یہ جائز نہیں' اگر اجرت یہ ہو کہ مال غنیمت میں سے اتنا حصہ تم کو اجرت دوں گا کیونکہ اجرت مجہول و معدوم ہے' ہاں اور اگر اجرت طے کرلی مثلاً یہ کہ یومیہ ایک روپیہ دوں گا تو جائز ہے۔

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۴۱۷)

نبی ﷺ کے جھنڈے کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔

توضیح باب..... (لوائے نبوی کس رنگ کا تھا؟)

''لواء'' اس بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں جو لشکر کے سپہ سالار کے پاس رہتا ہے۔ ''رایۃ'' چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے ''لواء'' اور ''رایۃ'' کے لیے الگ الگ باب قائم فرمایا ہے۔ پہلے باب باندھا ہے ''بَابُ الْاَلْوِيَة'' اس کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور حضور کی لواء سفید تھی۔ اس کے بعد یہ باب قائم فرمایا: ''باب فی الرایات'' اس کے تحت حضرت براء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے رایہ کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا کہ وہ کالا چوکور چمڑے کا تھا۔ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں' طبرانی نے کبیر میں حضرت بریدہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رایہ کالی تھی اور لواء سفید۔ اس قسم کی متعدد احادیث مروی ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رایہ کا رنگ زرد تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ سرخ تھا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ رایہ چھوٹے جھنڈے کے لیے کوئی رنگ مقرر نہیں تھا' جس وقت جیسا موقع ہوا جھنڈا بنالیا۔

۱۶۱۴- اَخْبَرَنِیْ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِیْ مَالِكٍ الْقُرَظِیُّ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْاَنْصَارِیَّ وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ۔

قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے حج کا ارادہ فرمایا تو احرام باندھنے سے پہلے کنگھی کی اور یہ رسول اللہ ﷺ کے صاحب لواء تھے۔

۱۶۱۵- عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ لِلزُّبَيْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هٰهُنَا اَمَرَكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ۔

نافع بن جبیر بن مطعم نے کہا کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: کیا نبی ﷺ نے تم کو یہاں جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا ہے؟

(بخاری۔ ج ۲ کتاب المغازی۔ باب: این رکز النبی ﷺ الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۳)

[فتح مکہ کے موقع پر جھنڈا کہاں نصب کیا گیا تھا؟]

فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس ﷺ کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا کہ ''حجون'' (جنت المعلیٰ) میں جھنڈا گاڑا جائے' چنانچہ انہوں نے یہی کیا' اس پر حضرت عباس نے وہ پوچھا تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ایک مہینہ کی دوری تک رعب سے میری مدد کی گئی

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ۝﴾

(آل عمران: ۱۵۱) (ص ۴۱۸)

اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان کہ عنقریب ہم کافروں کے دل میں رعب ڈالیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

۱۶۱۶- ج۔ [اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ

زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں

خَزَائِنِ الْاَرْضِ]

میرے پاس لائی گئیں

١٦١٦- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدَيَّ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں اور رعب سے میری مدد کی گئی میں سورہا تھا کہ میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی کل کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں رکھی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

(بخاری۔ج ۲۔باب: تعبير الرؤيا ص ١٠٣٦، باب: المفاتيح فى اليد ص ١٠٣٨، باب: الاعتصام بالكتاب والسنة باب: قول النبى ﷺ ص ١٠٨٠، مسلم۔کتاب المساجد، نسائی۔کتاب الجہاد، دارمی۔مقدمہ، مسند امام احمد۔ج ۲ ص ۲۶۴)

[جوامع الکلم سے مراد]

''الجوامع الكَلِمُ'' جوامع ''جامعة'' کی جمع ہے ''كَلِمْ'' کلمہ کی اسم جمع ہے جیسے تمر اور تمرۃ۔ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اصل تھا ''الكلم الجوامع''۔ اس سے مراد ایسا کلمہ ہے جو مختصر ہو لیکن اپنے اندر کثیر معانی رکھتا ہو جیسے ''انما الاعمال بالنيات''، ''كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته''، ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده''، ''الدين النصيحة لكل مسلم''۔

علامہ ابن تین نے کہا کہ ''جوامع الكلم'' سے مراد قرآن مجید ہے جس کے ہر ہر کلمہ میں غیر متناہی معانی ہیں، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا: ''عجائبه لا تنقضى'' اس کے عجائب ختم نہیں ہوں گے۔

مطابقت باب

باب یہ ہے: ''نصرت بالرعب مسيرة شهر''۔ ایک مہینہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی۔ حدیث میں ''مسيرة شهر'' نہیں، لیکن یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بخاری ہی میں تیمم اور کتاب الصلوٰۃ میں مروی ہے اس میں ''مسيرة'' شہر ہے۔ ایک حدیث دوسری کی شرح ہوتی ہے۔ اس طرح حضرت ابوہریرہ کی حدیث کا اطلاق حضرت جابر کی حدیث سے مقید ہے۔

اقول وهو المستعان: یہ حضرت امام بخاری کا ذوق تھا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی مطلق حدیث کو حضرت جابر کی حدیث سے مقید فرمایا۔ ورنہ بہ ظاہر اس عہد مبارک کے اعتبار سے تھا کہ مدینہ طیبہ سے ایک مہینہ کی مسافت پر ایران، روم، مصر وغیرہ کی عظیم الشان سلطنتیں تھیں مگر کسی کو مدینہ طیبہ پر حملے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس حدیث واقعیہ کو حضرت جابر کی حدیث میں بیان فرمایا مگر حضور اقدس ﷺ کا رعب صرف ایک مہینہ کی مسافت تک محدود نہیں تھا بلکہ سارے عالم پر محیط تھا۔ حضرت سفیان کی ہرقل والی حدیث میں ہے: يخافه ملك بنى الاصفر، ان سے شاہ روم ڈر رہا ہے انہوں نے یہ منظر حمص میں دیکھا تھا۔ نیز اس کا بہ درجہ اتم ظہور حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں ہوا کسے نہیں معلوم قیصر و کسریٰ اپنے محلوں میں صحابہ کرام کے نام سے کانپتے تھے۔ یہ حقیقت میں حضور اقدس ﷺ ہی کا رعب تھا جو وراثت میں ان حضرات کو ملا تھا اس لیے انسب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ''مسيرة شهر'' کے ساتھ خاص نہ کیا جائے۔

تستلونها

اس کا مادہ ''نثل'' ہے‘ جس کے معنی ''نکالنے'' کے ہیں‘ عرب والے بولتے ہیں ''نثلت البئر'' یعنی اس کی مٹی نکال لی‘ مراد یہ ہے کہ ان خزانوں کو تم لوگ حاصل کر کے خرچ کر رہے ہو۔

بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ — غزوہ میں توشہ لے جانا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرة:١٩٧).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور توشہ ساتھ رکھو‘ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے۔

١٦١٧- ح: [اَلزَّادُ فِي الْهِجْرَةِ] — ہجرت کے موقع پر زادِ راہ

١٦١٧- عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ هِشَامٌ وَحَدَّثَتْنِي أَيْضًا فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ حِيْنَ أَرَادَ أَنْ يُّهَاجِرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهٖ إِلَّا نِطَاقِي قَالَ فَشُقِّيْهِ بِاثْنَيْنِ فَارْبِطِي بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: جب حضور نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو میں نے حضرت ابوبکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک توشہ دان تیار کیا‘ لیکن توشہ دان اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کے لیے کوئی چیز ہمیں نہیں ملی۔ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: اپنے کمربند کے سوا اسے باندھنے کے لیے کچھ نہیں پاتی ہوں۔ انہوں نے فرمایا: اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لے۔ ایک سے مشک باندھ اور دوسرے سے توشہ دان۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس لیے میرا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔

(بخاری‘ باب: مناقب الانصار‘ باب: هجرة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ٥٥٥)

یہ واقعہ ہجرت کا ایک حصہ ہے‘ جب یہ طے ہو گیا کہ آج رات میں ہجرت کرنی ہے اور یہ بھی طے ہو گیا کہ تین دن تک غار ثور میں قیام کرنا ہے اس وقت حضرت اسماء نے ایک چمڑے کے تھیلے میں بکری بھون کر رکھ دی‘ اسی کو باندھنے کے لیے اپنا کمربند پھاڑا تھا۔

[''نطاق'' سے مراد]

''نطاق'' عرب کی عورتیں کپڑوں کے اوپر کمر پر ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں‘ اسی کو نطاق کہا جاتا ہے۔ ''ذات النطاقین'' اصل میں کلمہ عار تھا‘ کام کاج کرنے والی عورتوں کو کہا جاتا تھا‘ اسی لیے شامی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہا کرتے تھے‘ یہ ان کی شرارت تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک معزز خاتون تھیں‘ ان کے والد حضرت صدیق اکبر تھے اور شوہر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ شب ہجرت اس خدمت کے صلے میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام ذات النطاقین نام رکھا تھا‘ یہ حقیقت میں ان کے لیے بہت بڑا شرف تھا جس پر وہ فخر کیا کرتی تھیں‘ اور حقیقت میں ان کا فخر بجا بھی تھا۔

١٦١٨- أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُوْمَ الْأَضَاحِيِّ عَلٰى عَهْدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ قربانی کا گوشت مدینہ تک لے جاتے۔

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاضحیہ۔ باب: مايو كل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵' کتاب الاطعمہ۔ باب: ما كان السلف يدخرون في بيوتهم ص۸۱۶' مسلم۔ کتاب الاضاحی' نسائی۔ کتاب الحج)

یہاں لحوم الاضاحی ہے اور کتاب الاطعمہ میں لحوم الهدیٰ ہے' دونوں میں منافات نہیں۔ ''ھدیٰ'' بھی قربانی ہی ہے۔ ابتداء جب عسرت تھی' تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی' جب فارغ البالی آئی تو اجازت ہوگئی۔

بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ (ص۴۱۹)

گدھے پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھانا

١٦١٩- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ.

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس کے پالان پر چادر پڑی ہوئی تھی' اور آپ نے اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: ارتداف على الدابة ص ۸۸۲' مسلم۔ کتاب المغازی' نسائی۔ کتاب الطب)

یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑے' ان کی عیادت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے' اس وقت حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا تھا' پوری حدیث کتاب التفسیر میں آئے گی۔

١٦٢٠- ح: [مَنْظَرُ الدُّخُوْلِ عِنْدَ يَوْمِ الْفَتْحِ]

فتح مکہ کے موقع پر داخلہ کے وقت کا منظر

١٦٢٠- أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَمَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيهَا نَهَارًا طَوِيلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَأَلَهُ أَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر اسامہ بن زید کو پیچھے بٹھائے مکہ کے بالائی حصے سے کعبہ کی طرف آئے اور حضور کے ساتھ حضرت بلال تھے اور کلید بردار ان میں سے حضرت عثمان بن طلحہ تھے۔ مسجد میں آکر اونٹ کو بٹھایا اور حضرت عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چابی لائیں' انہوں نے چابی لاکر کعبہ کا دروازہ کھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ حضرت اسامہ' بلال اور عثمان تھے۔ کعبہ کے اندر دیر تک رہے' پھر باہر تشریف لائے' اب لوگ لپکے۔ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر اندر داخل ہوئے۔ بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا پایا۔ ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت عبداللہ نے کہا: میں پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعت پڑھی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: دخول النبی ﷺ من اعلی مکۃ ص ٦١٤)
حضور اقدس ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی تو کتنی رکعت پڑھی تھی اور کہاں پڑھی تھی' ان سب پر تفصیلی گفتگو نزہۃ القاری' ج ۲ ص ۱۰۸' رقم: ۲۷٦' میں ہو چکی ہے۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ (ص ٤١٩)
جس نے رکاب وغیرہ پکڑا

١٦٢١- ح: [كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ]
آدمی کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے

١٦٢١- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے جس دن بھی سورج نکلے گا' جس میں لوگوں کے درمیان کوئی انصاف صدقہ ہے۔ جانور پر سوار ہوتے وقت کسی کی مدد کرے اور اس پر سوار کرادے یا سامان اٹھا کرا سے دے دے صدقہ ہے۔ اچھی بات صدقہ ہے۔ نماز کی طرف چلتے وقت ہر قدم صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دور کرے صدقہ ہے۔

سُلامٰی
فتح الباری میں ہے یہ واحد جمع دونوں کے لیے آتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ واحد ہے اس کی جمع "سُلامیات" ہے' اس کے معنی جوڑ کے ہیں اور کبھی صرف ہڈیوں کے جوڑ کو کہا جاتا ہے۔ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اس پر مفصل کلام گزر چکا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ (ص ٤١٩)
مصاحف لے کر دشمن کی سرزمین میں سفر کرنا مکروہ ہے

ت ٥٧٤- وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دشمن کی زمین میں مصحف لے کر جانے کی ممانعت نبی ﷺ سے مروی ہے۔ اس کی متابع روایت ابن اسحٰق سے بھی ہے۔

پہلی تعلیق کو امام اسحٰق بن راہویہ نے اپنی سند میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کو ناپسند فرمایا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ امام بخاری نے متابعت اس بنا پر ذکر فرمائی کہ ان کے نزدیک "مخافة ان ینالہ العدو" کا مرفوع ہونا صحیح نہیں جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت میں نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جیسا کہ دوسروں کی روایت میں ہے۔

ت ٥٧٥- وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ دشمن کی زمین میں گئے اور وہ

وَاَصْحَابُهٗ فِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يُعَلِّمُوْنَ الْقُرْاٰنَ.

لوگ قرآن سکھاتے تھے۔

١٦٢٢- ح: [نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ]

دشمن کی زمین پر قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا

١٦٢٢- عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن کی زمین میں قرآن لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا۔

تعلیق میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ قرآن لوگوں کو سکھاتے تھے اس سے امام بخاری نے استدلال فرمایا کہ ان کے پاس قرآن مجید کے کچھ صحیفے رہتے تھے یا بہ وقت تعلیم کچھ لوگوں کو لکھاتے تھے' اگر لشکر چھوٹا ہو اور اس کا اندیشہ ہو کہ کہیں مغلوب نہ ہو جائے تو قرآن مجید لے کر سفر کرنا ممنوع ہے لیکن اگر بھاری لشکر ہو اور شکست کا اندیشہ نہ ہو تو ممنوع نہیں۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ (ص ۴۲۰)

لڑائی کے وقت تکبیر کہنا

١٦٢٣- ح: [كَبَّرَ بِصَوْتٍ اَعْلٰى عِنْدَ دُخُوْلِ خَيْبَرَ]

خیبر میں داخل ہوتے وقت آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بلند آواز میں تکبیر پڑھی

١٦٢٣- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ فَلَجَاُوْا اِلَى الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ وَاَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کے وقت خیبر پہنچے اور خیبر والے اپنی گردنوں پر پھاوڑے لیے ہوئے نکل چکے تھے۔ جب انہوں نے حضور کو دیکھا تو کہا: یہ محمد لشکر کے ساتھ ہیں محمد لشکر کے ساتھ ہیں' پس انہوں نے قلعہ میں پناہ لی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا اور ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن کافروں کو ڈرایا گیا ان کی صبح بری ہو جاتی ہے' اور ہم کو بہت سے گدھے ملے جن کو ہم نے پکایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں تو ہانڈیاں اور ہانڈیوں میں جو کچھ تھا انڈیل دیا گیا۔

(بخاری۔ کتاب علامات النبوۃ۔ باب: قول الله عزوجل يعرفونه كمايعرفون ابناء هم ص ۵۱۳ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۂ خیبر ص ۶۰۳' نسائی۔ کتاب الصید' ابن ماجہ۔ کتاب الذبائح)

بَابُ مَايُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيْرِ (ص ۴۲۰)

تکبیر میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے

١٦٢٤- ح: [يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ]

اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو

١٦٢٤- عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰی وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّہُ مَعَكُمْ اِنَّہُ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی وادی کے کنارے پہنچتے تو تکبیر و تہلیل پڑھتے، ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر نرمی کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، وہ تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا اقریب ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوة خيبر ص ٦٠٥، کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء اذا علا عقبة ص ٩٤٤، باب: قول لاحول ولا قوة الا بالله ص ٩٤٨، کتاب القدر۔ باب: لاحول ولا قوة الا بالله ص ٩٧٨، کتاب التوحید۔ باب: قوله و كان الله سميعا بصيرا ص ١٠٩٩، مسلم، ابوداؤد، ترمذی۔ کتاب الدعوات، ابن ماجہ۔ باب: التسبيح)

کتاب المغازی میں یہ زائد ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا اور میں پڑھ رہا تھا "لاحول ولا قوة الا بالله"۔ حضور نے سن لیا، تو فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا: کیا میں تجھے ایسا نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ضرور بتائیے، فرمایا: "لاحول ولا قوة الا بالله" اور اسی کے ہم معنی دوسرے ابواب میں بھی ہے۔

بلند آواز سے تکبیر پڑھنے کا حکم

بلند آواز سے تکبیر کہنا کبھی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً اس سے دشمن کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ چوکنا ہو جاتا ہے اس لیے منع فرمایا یہ قصہ غزوہ خیبر میں جاتے وقت پیش آیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خفیہ خیبر پر چڑھائی کی تھی، گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آبادی میں پہنچ گئے تو انہیں معلوم ہوا ورنہ وہ ایسے غافل تھے کہ اپنے کام کاج کے لیے باہر نکل چکے تھے لیکن اگر بلند آواز سے تکبیر کہنا مصلحت کے خلاف نہ ہو تو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، جیسا ابھی حدیث گزری کہ خود حضور نے تکبیر پڑھی تکبیر سے جوش و خروش بڑھتا ہے اور دشمن پر رعب پڑتا ہے اس نیت سے تکبیر پڑھنا مستحسن ہوگا۔

بَابُ التَّسْبِیْحِ اِذَا هَبَطَ وَادِیًا (ص ٤٢٠) — نشیب میں اترتے وقت تسبیح پڑھنا

١٦٢٥- عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا اِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: جب ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

(بخاری۔ باب: التكبير اذا علا شرفا ص ٤٢٠، نسائی۔ باب: اليوم والليل)

بَابٌ یُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ یَعْمَلُ فِی الْاِقَامَةِ (ص ٤٢٠) — مسافر اقامت میں جتنا عمل کرتا ہے مسافرت کی حالت میں اس کے لیے اتنا ثواب لکھا جاتا ہے

١٦٢٦- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ اَبُوْ اِسْمَاعِیْلَ السَّكْسَكِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَیَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ

ابو بردہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ ہوئے۔ یزید سفر میں روزہ رکھتے تھے تو ان سے ابو بردہ نے کہا: میں نے حضرت

كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ بُرْدَةَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا.

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے بار بار سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے نامہ اعمال میں اتنا ثواب لکھا جاتا ہے جتنا وہ مقیم اور تندرست ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔

(ابوداؤد۔ کتاب الجنائز)

ابو بردہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں' ان کا عامر یا حارث نام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے: ابو بردہ ہی ان کا نام ہے۔ یزید بن ابی کبشہ یہ شامی تھے' سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے ہندوستان کے خراج وصول کرنے پر مقرر تھے اسی کی حکومت میں فوت ہوئے۔

بَابُ السَّيْرِ وَحْدَهٗ (ص ۴۲۰)

تنہا سفر کرنا

۱۶۲۷- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اکیلے (سفر کرنے) میں کیا ہے جو میں جانتا ہوں تو رات میں کوئی سوار اکیلا سفر نہ کرتا۔

بَابُ الْجِهَادِ بِاِذْنِ الْاَبَوَيْنِ (ص ۴۲۱)

والدین کی اجازت سے جہاد

۱۶۲۸- سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا: کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں اس نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: تو انہیں دونوں کے حقوق کی ادائیگی میں جہاد کر۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: لایجاهد الا باذن الابوین ص ۸۸۳' مسلم۔ کتاب الادب' ابوداؤد' ترمذی' نسائی۔ کتاب الجہاد)

ابوالعباس شاعر' ان کا نام سائب بن فروخ تھا' یہ مکی تھے اور نابینا تھے' ان کے ساتھ امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ اپنی حدیث میں متہم نہیں یہ اس بنا پر فرمایا کہ شاعر عموماً لا ابالی غیر ثقہ ہوتے ہیں' ان کے شاعر ہونے سے کسی کو شبہہ ہو سکتا تھا کہ ان کی روایت مقبول نہیں' اس کے ازالے کے لیے فرمایا۔

والدین اگر حیات ہوں تو ان کی بلا اجازت جہاد میں جانا ممنوع ہے۔ یہ حکم عام حالات میں ہے لیکن اگر دشمن ہجوم کر آئیں اور حاکم اسلام نفیر عام کا اعلان کر دے تو والدین اجازت دیں یا نہ دیں جہاد میں جانا واجب ہے۔

بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهٖ فِيْ اَعْنَاقِ الْاِبِلِ (ص ۴۲۱)

اونٹ کی گردن میں گھنٹی وغیرہ باندھنے کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

۱۶۲۹- عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ اَبَا بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ عبداللہ نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ انہوں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيْتِهِمْ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا أَنْ لَّا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ.

نے یہ کہا: اور لوگ اپنی خواب گاہوں میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت یا کسی چیز کا قلادہ باقی نہ رکھا جائے۔

(مسلم۔ کتاب اللباس' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد' نسائی۔ کتاب السیر)

بخاری کی اس روایت میں گھنٹی کا ذکر نہیں لیکن امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ باب کے تحت کسی حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کرتے ہیں جسے باب سے مناسبت نہیں ہوتی مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں باب کے مناسب کلمات ہوتے ہیں۔ چنانچہ دار قطنی وغیرہ کی روایت میں یہ ہے "وَلَا جَرَسٍ فِي عُنُقِ بَعِيْرٍ إِلَّا قُطِعَ"۔ خطابی نے مطابقت کی تقریر یوں کی ہے کہ گھنٹی تانت یا رسی وغیرہ میں لٹکا کر باندھی جاتی ہے۔ جب تانت کے قلادہ اور مطلقاً ہر قلادہ کے کاٹنے کا حکم دیا تو گھنٹی جس چیز میں باندھی گئی ہو اس کا کاٹنا بھی ثابت' گھنٹی باندھنے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ فرمایا: فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں گھنٹی ہو۔ علاوہ ازیں مسلم میں ہے کہ فرمایا: "الجرس مزمار الشيطان" گھنٹی شیطان کا باجہ ہے۔

مطلقاً ہر قلادے کے کاٹنے کا حکم اس بنا پر دیا کہ اہل عرب جانوروں کے گلوں میں قلادے وغیرہ اس نیت سے باندھتے تھے کہ ان پر نظر یا آسیب کا خلل نہ ہو' کبھی کبھی اس میں ایسے تعویذ بھی باندھتے تھے جن میں غیر مشروع کلمات لکھے ہوتے' رہ گئے اپنے تعویذ جس میں قرآن مجید کی آیات یا احادیث کی دعائیں یا اللہ عزوجل کے اسماء لکھے ہوں ان کا باندھنا بلا کراہت درست ہے۔

حدیث میں صرف اونٹ کا ذکر ہے مگر یہ حکم اونٹ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر جانور کو عام ہے۔

بَابُ الْجَاسُوْسِ وَالتَّجَسُّسِ اَلتَّبَحُّثُ

جاسوس کا بیان' اور تجسس کے معنی تفتیش ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ (الممتحنۃ: ۱) (ص ۴۲۱)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ

۱۶۳۰- ح: [أَرْسَلَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ إِلٰى رَوْضَةِ خَاخٍ]

حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو روضہ خاخ تک بھیجا

۱۶۳۰- أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى الرَّوْضَةِ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِيْ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ

عبید اللہ بن ابو رافع نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا' فرمایا: چلتے رہو یہاں تک کہ روضہ خاخ تک پہنچو وہاں ایک ہودج نشین عورت ہوگی' اس کے پاس ایک خط ہے' یہ خط اس سے لے لو' ہم چلے ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑاتے رہے یہاں تک کہ روضہ تک پہنچے' وہاں ہمیں ایک ہودج نشین عورت ملی' ہم نے اس سے کہا: خط نکالو' اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں' ہم نے کہا: خط نکالو یا کپڑے اتارو' تو اس نے خط کو اپنی چوٹی سے نکالا۔

عِقَاصِهَا فَاَتَيْنَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِىْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَىَّ اِنِّىْ كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِىْ قُرَيْشٍ وَلَمْ اَكُنْ مِنْ اَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَّعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُوْنَ بِهَا اَهْلِيْهِمْ وَاَمْوَالَهُمْ فَاَحْبَبْتُ اِذْ فَاتَنِىْ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُوْنَ بِهَا قَرَابَتِىْ وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا اِرْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ صَدَقَكُمْ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دَعْنِىْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَكُوْنَ قَدِاطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ وَاَىُّ اِسْنَادٍ هٰذَا.

ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے کچھ مشرکین کے نام تھا وہ مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کی بعض باتوں کی خبر دے رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں میں قریش میں سے نہیں ہوں ان میں آ کر رہنے لگا ہوں۔ حضور کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان کے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرتے ہیں، میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میرا کوئی نسبی تعلق نہیں تو میں ان پر ایک احسان کروں جس کی وجہ سے وہ لوگ میرے رشتہ داروں کی حمایت کریں، میں نے کفر یا ارتداد یا اسلام کے بعد کفر پر رضا مندی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں، حضور نے ارشاد فرمایا: یہ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں یہ فرما دیا ہے: اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ سفیان نے کہا کہ اس حدیث کی سند کیا ہی عمدہ ہے۔

(بخاری۔ باب: اذا ضطرّ الرجل الی النظر فی شعور اہل الذمة ص ۴۳۳، ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: فضل من شهد بدراً ص ۲۶۵ باب: غزوة الفتح ص ۶۱۲، کتاب التفسیر۔ سورہ ممتحنہ۔ باب: لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ص ۷۲۶، کتاب الاستیذان۔ باب: من نظر فی کتاب من یحذر ص ۹۲۵، کتاب الاستتابۃ المرتدین۔ باب: ماجاء فی المتاولین ص ۱۰۲۵، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد، ترمذی۔ کتاب التفسیر، نسائی۔ کتاب التفسیر)

روضه خاخ

مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ جو ذوالحلیفہ کے قریب مدینہ طیبہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ظعينة...... (حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا قصہ)

ہودج نشین عورت۔ ظعینہ کے اصل معنی ہودج کے ہیں، بہ طور استعارہ ہودج نشین عورت کو کہا جاتا ہے۔ اس عورت کا نام سارہ یا ام سارہ تھا۔ کسی قریشی کی آزاد کردہ لونڈی تھی، یہ اس موقع پر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، حضور نے اس سے پوچھا: کیسے آئی ہے؟ تو اس نے کہا: ضرورت سے آئی ہوں، فرمایا کہ مکہ کے جوان کہاں ہیں؟ اس نے عرض کیا: واقعہ بدر کے بعد کسی کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے کپڑے دیئے اور بھی بہت کچھ دیا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اس سے ملاقات کی اور دس دینار اجرت دی کہ میرا یہ خط لے جا کر فلاں کو پہنچا دینا اور یہ تاکید کر دی کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان

میں بھی جیسا کہ کتاب المغازی میں بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا: ''فان بها امراة من المشركين'' وہاں ایک مشرکہ عورت ہوگی۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی' اسی جرم میں فتح مکہ کے موقع پر پکڑی گئی اور قتل کی گئی۔

من عقاصها

اور روایتوں میں ہے ''مِنْ حُجْزَتِهَا'' یعنی ازار بند باندھنے کی جگہ سے۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ ہوسکتا ہے اس کے بال بہت لمبے رہے ہوں اس نے خط کو بالوں کے جوڑے میں رکھ کر ازار بند کی جگہ گھسیڑ لیا ہو۔

اصحاب بدر کی خصوصیات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کے لیے بہت خفیہ طریقہ سے ساز و سامان مہیا کرنا شروع فرمایا تھا' سوائے مخصوص معتمد صحابہ کرام کے کسی کو معلوم نہیں تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سابقین اولین میں سے ہیں اور شرکائے بدر میں سے' اس لیے انہیں معلوم ہو گیا تھا' انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ مکہ پر حملہ کے دوران مہاجرین کے جو اقرباء مکہ میں ہیں ان کو مکہ والے ضرور ستائیں گے' جن لوگوں کے حامی وہاں ہیں وہ لوگ ان کے رشتہ داروں کو بچائیں گے' یہ چونکہ اصل میں یمن کے باشندے تھے مکہ معظمہ آ کر رہنے لگے تھے' ان کا کوئی رشتہ دار مکہ معظمہ میں ایسا نہیں تھا جو ان کے لوگوں کی حفاظت کرتا' اس لیے انہوں نے یہ خط بھیجا تھا جیسا کہ خود انہوں نے بیان فرمایا' لیکن چونکہ ان کی یہ حرکت بہت خطرناک تھی اور بہ ظاہر کسی مومن مخلص سے اس کی امید نہیں تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کی باتوں کو بھی جانتے تھے اس لیے ان کا عذر قبول فرما لیا۔

لَعَلَّ اللّٰهَ..... (اللہ و رسول کے کلام میں ''لعل'' تحقیق کے لیے ہوتا ہے)

یہ ترجی کے لیے ہے' ترجی میں یقین نہیں ہوتا۔ شارحین نے فرمایا: یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتبار سے ہے لیکن صحیح یہ ہے جیسا کہ خود علامہ عینی اور علامہ عسقلانی وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ترجی تحقیق کے لیے ہوتی ہے' اب اس کا معنی یہ ہوا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کے لیے یہ فرما دیا ہے۔ دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے: یہ سن کر حضرت عمر رونے لگے' نیز استتابۃ المرتدین اور باب اذا اضطر الرجل الى النظر فى شعور اهل الذمة میں یہ ہے کہ ابوعبدالرحمٰن عثمانی تھے یعنی یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اور انہیں حضرت علی سے افضل جانتے تھے اور حبان بن عطیہ علوی تھے یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی اور انہیں حضرت عثمان سے افضل جانتے تھے۔ عبدالرحمٰن نے ابن عطیہ سے کہا: میں جانتا ہوں کہ کس چیز نے تمہارے صاحب یعنی حضرت علی کو خونریزی پر جری کر دیا ہے؟ انہوں نے یہ حدیث بیان کی' ان کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے کہہ دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو ہم نے تمہیں بخش دیا ہے' اس لیے وہ نڈر ہو کر خونریزی کر رہے ہیں کیونکہ یہ بھی اہل بدر میں سے ہیں لیکن یہ ابوعبدالرحمٰن کی خطا ہے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاجرات میں حق پر تھے اور وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کے لیے جنگ کر رہے تھے اور حضرت معاویہ وغیرہ خطا پر تھے' ان کی کچھ باتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ بزور شمشیر حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ وہ صحابی ہیں اور سارے صحابہ کرام کے لیے اللہ نے فرما دیا ہے: ''كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' (الحدید: ١٠) اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرما لیا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام کے بارے میں ہمیں حسن ظن رکھنا واجب ہے اور ان کے افعال کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے۔

بَابُ الْاُسَارٰى فِي السَّلَاسِلِ (ص ٤٢٢) قیدی زنجیروں میں

١٦٣١- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں بندھے ہوئے جنت میں داخل ہوتے ہیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ آل عمران۔ باب: قولہ کنتم خیر امۃ ص ٦٥٤ ' ابوداود۔ کتاب الجہاد ' مسند امام احمد۔ ج ٢۔ ص ٣٠٢-٤٠٦)

کتاب التفسیر میں یہ حدیث یوں ہے: لوگوں کے لیے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوتی ہیں یہاں تک کہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا کہ زنجیروں میں جکڑا جانا ان کے جنت میں جانے کا سبب ہوا کہ زنجیروں میں باندھ کر وہ مسلمانوں کے پاس لائے گئے' اس وقت کافر تھے' پھر اسلام سے مشرف ہوئے جس کی بدولت جنت میں داخل ہوئے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کو کافروں نے گرفتار کیا' زنجیروں میں باندھا اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئے۔

بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

کافروں پر شب خون مارتے وقت بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا

﴿بَيَاتًا﴾ (الاعراف: ٤) لَيْلًا ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ (النمل: ٤٩) لَيْلًا ﴿بَيَّتَ﴾ (النساء: ٨١) لَيْلًا. (ص ٤٢٣)

''بَيَاتًا'' کے معنی رات کو جانا ''لَنُبَيِّتَنَّهُ'' کے معنی ''بَيَّتَ لَيْلًا'' کے ہیں۔

١٦٣٢- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ.

صعد بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابواء یا ودان میں میرے پاس تشریف لائے اور حضور سے پوچھا گیا: ان مشرکین کے بچوں اور عورتوں کے بارے میں جو رات کو اپنے گھروں میں سوئے ہوئے ہوں اور قتل کر دیئے جائیں' فرمایا: یہ انہیں میں سے ہیں اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ چرا گاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

ابواء ...... (حضرت آمنہ کا مزار پاک کہاں ہے؟)

یہ ''فرع'' کے مضافات میں سے ہے۔ یہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا' یہ نشیبی مرطوب جگہ ہے' اس عہد میں یہاں اکثر طاعون کی وبا پھیل جایا کرتی تھی۔ ودان' یہ ابواء سے آٹھ میل کے فاصلہ پر جحفہ سے قریب ہے' سوال کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان مشرکین کی بستیوں پر شب خون مارتے ہیں' اس حالت میں کبھی بچے اور عورتیں بھی قتل ہو جاتے ہیں تو یہ جرم تو نہیں' کیونکہ عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس صورت میں کوئی گناہ نہیں' دنیوی احکام میں بچے اپنے مشرک ماں باپ کے تابع ہیں تو یہ بھی مشرک ہوئے اور عورتیں مشرکہ ہی ہیں' تو جب انہیں میں سے ہیں تو ان کے قتل میں کیا حرج۔

بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ (ص ٤٢٣)

لڑائی میں بچوں کا قتل کرنا

١٦٣٣- عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض

أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ.

غزوات میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی ﷺ نے بچوں اور عورتوں کے قتل کو ناپسند فرمایا۔

(مسلم۔ کتاب المغازی ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

اس کے بعد والے باب میں اخیر میں ہے: "فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ" تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللَّهِ (ص ۴۲۳)

اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دیا جائے

١٦٣٤- ح: [مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ]

جو دین بدلے اسے قتل کردو

١٦٣٤- عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ.

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو جلا دیا اس کی خبر جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو فرمایا: اگر میں ہوتا تو انہیں جلاتا نہیں اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو اور میں انہیں قتل کرتا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو دین بدلے اسے قتل کردو۔

(بخاری ج ۲ کتاب استتابۃ المرتدین۔ باب: حکم المرتد والمرتدۃ ص ۱۰۲۳، ابوداؤد۔ کتاب الحدود، ترمذی۔ کتاب الحدود، نسائی۔ کتاب المحاربۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الحدود)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس کو جلایا، وہ کون تھے؟

جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلایا تھا یہ کون تھے، اس بارے میں استتابۃ المرتدین میں یہ ہے کہ یہ زندیق تھے، زندیق کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس کا کوئی دین نہ ہو، دوسرے یہ کہ یہ لوگ ہیں جو اپنے کفر کو چھپائے ہوں اور اسلام ظاہر کر رہے ہوں۔ کچھ لوگوں نے بتایا: یہ سبائی رافضی تھے جو حضرت علی کو خدا کہتے تھے۔ مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے پہلے انہیں پکڑا اور ان سے توبہ کا مطالبہ کیا، انہوں نے توبہ نہیں کی تو ایک گڑھا کھدوا کر آگ جلائی اور ان سب کو اس میں پھینکوا دیا۔

بَابٌ (ص ۴۲۴)

باب

١٦٣٥- ح: [قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا]

ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا (الخ)

١٦٣٥- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا تو انہوں نے حکم دیا چیونٹی کے گھر کے بارے میں تو اسے جلا دیا گیا۔ اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی کہ تم کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تم نے امتوں میں سے ایسی امت کو جو اللہ کی تسبیح کرتی تھی جلا ڈالا۔

(بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب: خمس فواسق ص ۴۶۷' مسلم۔ باب: الحیوان' ابوداؤد۔ کتاب الادب' نسائی۔ کتاب السیر' ابن ماجہ۔ کتاب السیر)

یہ عتاب اس بنا پر تھا کہ انہیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو انہیں زیادہ سے زیادہ اس کو سزا دینی چاہیے تھی جیسا کہ بدء الخلق کی روایت میں ہے: "فھلا نملة واحدة" کیوں نہیں تم نے ایک ہی چیونٹی کو جلایا' انہوں نے تمام چیونٹیوں کو جلایا اس لیے عتاب ہوا۔

بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ (ص ۴۲۴)

گھروں اور کھجور کے باغ کو جلانا

١٦٣٦- ح: [حُكْمُ اِنْهِدَامِ الْكَعْبَةِ الْيَمَانِيَةِ]

کعبہ یمانیہ کو برباد کرنے کا حکم

١٦٣٦- حَدَّثَنِیْ قَيْسُ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِیْ خَثْعَمَ يُسَمّٰی الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِیْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَی الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ حَتّٰی رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰی تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْوَفُ اَوْ اَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِیْ خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں پہنچائے گا اور یہ بنی خثعم میں ایک گھر تھا جس کو کعبہ یمانیہ کہتے تھے تو میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ چلا اور یہ لوگ گھوڑے پر سوار تھے اور میں گھوڑے پر بیٹھ نہیں پاتا تھا تو حضور نے میرے سینے میں مارا یہاں تک کہ میں نے انگشتان مبارک کے نشان اپنے سینے میں دیکھے اور آپ نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو گھوڑے کی پیٹھ پر ثابت رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ وہ وہاں گئے' اسے توڑ دیا اور جلا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا خبر دینے کے لیے تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں حضور کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا ہوں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ کھوکھلے یا خارش زدہ اونٹ کی طرح ہو گیا۔ حضور نے ان کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! احمس کے سواروں اور پیدل والوں میں برکت عطا فرما' پانچ مرتبہ۔

(بخاری۔ باب: البشارة فی الفتوح ص ۴۳۳' کتاب المناقب۔ باب: ذکر جریر بن عبداللہ البجلی ص ۵۳۹' ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوة ذی الخلصة ص ۶۲۴' تین طریقے سے' بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: التبسم والضحك ص ۹۰۰' کتاب الدعوات۔ باب: قوله تعالى صل علیهم ص ۹۴۷' مسلم۔ کتاب الفضائل' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد' نسائی۔ کتاب السیر۔ کتاب المناقب)

اس حدیث کی ابتداء میں دوسری روایتوں سے یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے یہاں حاضری کے لیے کبھی نہیں روکا یعنی مجھے اجازت تھی کہ میں حاضری کی درخواست پیش کیے بغیر حاضر ہو جایا کرتا اور آپ جب مجھے دیکھتے تو تبسم فرماتے۔

ذی الخلصہ

لام اور صاد کے فتحہ کے ساتھ' اور ایک قول یہ ہے کہ لام کے سکون کے ساتھ' اور ایک قول یہ ہے کہ خاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ۔ یہ یمن میں ایک بت خانہ تھا جو دوس' خثعم اور بجیلہ کا معبد تھا جس کو لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے' بعض روایتوں میں کعبہ یمانیہ کے ساتھ کعبہ شامیہ بھی وارد ہے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ کعبہ شامیہ خانہ کعبہ کا نام ہے' چونکہ یہ یمن سے جانب شام ہے اس لیے یمنی اسے کعبہ شامیہ کہتے تھے اسی بناء پر بعض شارحین نے فرمایا کہ جن روایتوں میں کعبہ شامیہ آیا ہے وہ صحیح نہیں لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی

نے فرمایا کہ ذی الخلصہ کے معبد کو بھی کعبہ شامیہ کہتے تھے کیونکہ اس کا ایک دروازہ جانب شام تھا۔
امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی بدیلہ اور بنی قشمیر کے سو افراد حاضر ہوئے جن میں جریر بن عبداللہ بھی تھے حضور نے ان سے بنی خثعم کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ کو ان سب پر امیر مقرر فرمایا اور تین سو انصار کرام کو ساتھ کیا اور حکم دیا کہ خثعم کے پاس جاؤ تین دن تک انہیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کر لیں اور ذوالخلصہ بت خانہ کو ڈھادیں تو بہتر ہے ورنہ ان سے جنگ کرو۔ یہاں یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصہ کو ڈھا کر ایک آدمی کو بھیجا جو حضور کو اطلاع کر دے اور دوسری روایتوں میں ہے کہ انہوں نے خود حاضر ہو کر اطلاع دی ہو سکتا ہے کہ پہلے قاصد کو بھیجا ہو پھر بعد میں خود بھی حاضر ہو کر یہ مژدہ سنایا ہو۔

اجوف و اجرب

''اجوف'' کے معنی کھکھل' اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اندر جتنے بت تھے سب کو توڑ تاڑ کر باہر پھینک دیا گیا ہے صرف عمارت رہ گئی ہے۔ ''اجرب'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے خارش ہو گئی ہو خارشی اونٹ پر یہ لوگ ایک کالا تیل ملا کرتے تھے جس سے پورا اونٹ کالا اور بدشکل معلوم ہوتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے بت خانہ کو جلا دیا ہے جس کی جلی ہوئی کالی دیواریں ایسی ہو گئی ہیں جیسے خارشی اونٹ۔

بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ (ص ۴۲۴)

سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

١٦٣٧- ح: [قَتْلُ اَبِي رَافِعٍ]

قتلِ ابورافع

١٦٣٧- عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِي رَافِعٍ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ وَّكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِيْ حِصْنٍ لَّهُ بِاَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِاَصْحَابِهِ اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَاِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ اَنْ اَدْخُلَ فَاَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْضِيْ حَاجَةً وَّقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ اَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْاَغَالِيْقَ عَلٰى وَدٍّ قَالَ فَقُمْتُ اِلَى الْاَقَالِيْدِ فَاَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهٗ وَكَانَ فِيْ عَلَالِيَّ لَهٗ فَلَمَّا ذَهَبَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کی جانب انصار کرام کے کچھ لوگوں کو بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا اور ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتا تھا اور حضور کے مخالفین کی مدد کرتا تھا اور سرزمین حجاز میں اپنے ایک قلعہ میں رہتا تھا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب پہنچے تو سورج ڈوب چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر آ چکے تھے۔ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ اپنی جگہ بیٹھو اور میں جا رہا ہوں دربان سے کوئی حیلہ کروں گا۔ ہو سکتا ہے میں اندر پہنچ جاؤں۔ وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ دروازہ کے قریب پہنچ گئے اور اپنے منہ کو کپڑے سے لپیٹ کر (بیٹھ گئے) گویا وہ رفع حاجت کر رہے ہیں اور سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے یہ آواز دی: اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا میں دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں۔ یہ سن کر میں قلعہ کے اندر چلا گیا اور چھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو دروازہ بند کر لیا' پھر چابیاں ایک کھونٹی میں لٹکا دیں۔ میں نے ان کنجیوں کو لے لیا اور دروازہ کھولا۔ ابورافع

عَنْهُ اَهْلُ سَمَرِهٖ صَعِدْتُ اِلَيْهِ وَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا اَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ اِنَّ الْقَوْمَ لَوْ نَظَرُوْا بِي لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَيَّ حَتّٰى اَقْتُلَهٗ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَّسْطَ عِيَالِهٖ لَا اَدْرِيْ اَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ اَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَاَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَاَضْرِبُهٗ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَاَنَا دَهِشٌ فَمَا اَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَاَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَاهٰذَا الصَّوْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ اِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِيْ قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَاَضْرِبُهٗ ضَرْبَةً اَثْخَنَتْهُ وَلَمْ اَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيْبَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى اَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ فَعَرَفْتُ اِنِّيْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ لَّهٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَاَنَا اُرٰى اَنِّيْ قَدِانْتَهَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَّبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَعْلَمَ اَقَتَلْتُهٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعِيْ اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔

(بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب: قتل ابی رافع۔ ج ۲ ص ۵۷۷، تین طریقے سے' کتاب الجہاد۔ ج ۱ ص ۴۲۴' دو طریقے سے)

کے یہاں رات میں بات چیت کی جاتی تھی اور وہ اپنے بالا خانے میں تھا' جب بات چیت کرنے والے چلے گئے تو میں اوپر چڑھا اور جو دروازہ کھولتا اسے اندر سے بند کر لیتا تا کہ اگر لوگوں کو میرا علم ہو جائے تو بھی مجھ تک اس وقت تک نہ پہنچ پائیں جب تک میں اسے قتل نہ کرلوں۔ میں ابورافع تک پہنچا' وہ اندھیرے گھر میں اپنے اہل وعیال کے بیچ سو رہا تھا۔ مجھے تھا کہ گھر میں وہ کہاں ہے؟ میں نے بلند آواز سے کہا: ابورافع! اس نے کہا: کون ہے یہ؟ تو میں نے آواز کی طرف نشانہ درست کر کے اسے تلوار ماری اور میں گھبرایا ہوا تھا' میں کچھ نہیں کر سکا اور وہ چیخا' میں گھر سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر رکا رہا' پھر اس کے پاس اندر گیا اور کہا: یہ کیسی آواز ہے؟ اے ابورافع! اس نے کہا: تیری ماں کے لیے خرابی ہو۔ کچھ دیر پہلے ایک شخص نے گھر کے اندر مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا: اب میں نے اس کو پھر مارا جس سے وہ زخمی ہو گیا لیکن میں ابھی اس کو قتل نہیں کر سکا' پھر میں نے تلوار کی نوک کو اس کے پیٹ میں رکھا یہاں تک کہ اس کی پیٹھ تک چلی گئی۔ اب میں نے سمجھا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ اب میں ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا یہاں تک کہ میں سیڑھی تک پہنچا۔ میں نے اپنا پاؤں رکھا' میں سمجھ رہا تھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں' میں گر پڑا' چاندنی رات تھی' میری پنڈلی ٹوٹ گئی جس کو میں نے عمامہ سے باندھا' پھر چلا یہاں تک کہ دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج رات اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے' جب مرغ بولا تو قلعہ کی دیوار پر ایک پکارنے والے نے پکارا: اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دیتا ہوں۔ میں اب اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور میں نے کہا: نجات حاصل کرو اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا۔ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ بیان کیا' فرمایا: اپنا پاؤں پھیلا۔ میں نے پھیلایا حضور نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ پھر ایسا ہو گیا کہ گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔

یہ ابورافع یہود کا سردار اور عرب کے مال دار ترین لوگوں میں سے تھا۔ اس کا نام عبداللہ یا سلام بن ابی الحقیق تھا۔ اس نے غزوہ

خندق کے موقع پر مشرکین کی مدد کی تھی بلکہ انہیں ابھارا بھی تھا غطفان اسی کے اکسانے پر آئے تھے اور حضور اقدس ﷺ کی ہجو بھی کیا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ انصار کرام کے کچھ جوانوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: اگر اجازت ہو تو اس موذی کو ختم کر دوں تو حضور اقدس ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

ابن اسحٰق نے کہا: جب اوس نے کعب بن اشرف کو قتل کر لیا تو خزرج کے افراد نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی اجازت مانگی، اوس و خزرج میں اتنا جذبہ جاں نثاری تھا کہ اگر اوس کوئی نمایاں کام کرتے تو خزرج بھی اسی کے مثل کوئی نمایاں کام کرنے کی کوشش کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کے ساتھ یہ حضرات بھی تھے: معوذ بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ اور خزاعی بن اسود اور ایک روایت میں عبداللہ بن عتبہ کا بھی نام ہے۔ خود بخاری ہی میں کتاب المغازی میں ان کا نام مذکور ہے۔

کتاب الجہاد کی روایت میں ہے کہ جب قلعہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ آگ لیے ایک گدھے کو تلاش کر رہے ہیں جو غائب ہو گیا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے پہچان نہ لیں تو میں اپنے سر پر کپڑا لپیٹ کر بیٹھ گیا گویا قضائے حاجت کر رہا ہوں۔

اسی میں یہ بھی زائد ہے کہ میں قلعہ کے اندر جا کر دروازہ کے پاس ایک گدھے کے طویلہ میں چھپ گیا، قتل کے موقع پر یہ بھی ہے کہ تلوار اس کے پیٹ میں رکھ کر میں اس پر جھک گیا یہاں تک کہ ہڈی کی آواز میں نے سنی، پھر میں گھبرایا ہوا باہر آیا، سیڑھی پر چڑھنا چاہا تو گر پڑا اور میرے پاؤں کا جوڑ اکھڑ گیا میں نے اس کو باندھا۔ اخیر میں یہ بھی ہے: اس کی موت کے اعلان کے بعد میں ایسے چلا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔

تطبیق

پہلی روایت میں ہے کہ میری پنڈلی ٹوٹ گئی، دوسری روایت میں ہے کہ جوڑ اکھڑ گیا، ان دونوں میں منافات نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں، اخیر میں جو یہ فرمایا کہ جب میں ساتھیوں کی طرف چلا تو مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی حالانکہ میری پنڈلی ٹوٹی ہوئی تھی اور جوڑ اکھڑا ہوا تھا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ابورافع کے قتل کی خبر سن کر اپنے مشن کی کامیابی پر اتنی خوشی محسوس ہوئی کہ تکلیف کا احساس نہیں رہا۔

ابورافع کا یہ قلعہ خیبر میں تھا جیسا کہ خود بخاری ہی میں ہے، مگر بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ قلعہ حجاز میں تھا، ہوسکتا ہے کہ یہ قلعہ خیبر اور حجاز کی سرحد پر رہا ہو اس لیے کسی نے اسے خیبر میں بتایا اور کسی نے حجاز میں۔

یہ لوگ وہاں سے مدینہ آتے ہوئے دن میں کہیں چھپ جاتے اور رات میں چلتے، راستے میں حضرت عبداللہ کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو ان کے ساتھی ان کو لاد کر لائے۔

ہم نے یہاں مغازی کی روایت کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ وہ زیادہ مفصل تھی۔

بَابُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ (ص ۴۲۴) دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو

ت ٥٧٦ - عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے اور امام نسائی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس میں کچھ اعجاب اور اپنی قوت پر اعتماد اور اترانے کا شائبہ ہے۔ مزید یہ کہ بلا ضرر صبر کرنا سب کا کام نہیں۔ ابھی حدیث گزری کہ زخم کی تکلیف کی تاب نہ لا کر

ایک شخص نے خودکشی کر لی' حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: مجھے عافیت ملے اور میں شکر کروں یہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ بلا میں مبتلا ہوں اور صبر کروں۔ حضرت علی رضی اللہ نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا: اے بیٹے! کسی کو مقابلہ کے لیے نہ بلاؤ اور اگر تمہیں کوئی بلائے تو اس کا مقابلہ کرو اس لیے کہ وہ باغی ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی جائے اس کی مدد کی اللہ نے ضمانت لی ہے۔

بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةٌ (ص ۴۲۵)

لڑائی خفیہ تدبیر کا نام ہے

١٦٣٨- ح: [هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ]

کسریٰ ہلاک ہو گیا' پھر کسریٰ کبھی نہیں ہوگا

١٦٣٨- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَسَمَّى الْحَرْبَ الْخُدْعَةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد کسریٰ کبھی نہیں ہوگا اور قیصر ضرور ضرور ہلاک ہوگا' پھر اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ تم لوگ ان دونوں کے خزانوں کو راہِ خدا میں تقسیم کرو گے اور حضور نے لڑائی کا نام حیلہ رکھا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم احلت لی الغنائم ص ۴۴۰' باب: علامات النبوۃ ص ۵۱۱' ج ۲۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف ماکانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۱' مسلم' ترمذی)

[پہلا اشکال]

مسلم میں ہے: ''قدمات کسری فلا کسری بعدہٗ'' کسریٰ مر گیا اب اس کے بعد کسریٰ نہیں اور ترمذی میں ہے: ''اذا هلك كسرٰى فلا كسرٰى بعدهٗ'' جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا۔ ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے' بخاری اور مسلم کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت کسریٰ ہلاک ہو چکا تھا مر چکا تھا اور ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت تک ہلاک نہیں ہوا تھا۔ اس کی توجیہ میں حضرت علامہ بدر الدین عینی نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں ارشاد دو وقتوں میں فرماتے ہوں۔ کسریٰ ابھی زندہ تھا تو یہ فرمایا: ''اذا هلك كسرٰى'' اور جب وہ ہلاک ہو گیا تو وہ فرمایا: یعنی ''هلك كسرٰى قدمات كسرٰى''

دوسرا اشکال...... (آخری کسریٰ کی ہلاکت)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خسرو پرویز ایران کا شہنشاہ تھا اور اسی عہد مبارک میں مرا' اس کے بعد دو یا تین کسریٰ ہوئے' اخیر میں یزدجرد ہوا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ کے عہد مبارک میں مارا گیا' جواب یہ ہے کہ خسرو پرویز کے بعد اگرچہ برائے نام ایران کے تخت پر دو یا تین بادشاہ بیٹھے مگر استحکام کسی کو نہ ہوا اور ان کے زوال کے آثار بالکل ظاہر تھے' اسی کو ہلاک سے تعبیر فرمایا۔

قیصر کے لیے اس حدیث میں مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا' اس سے ملک شام سے قیصر کی سلطنت کا زوال مراد لیا جائے تو یہ غیب کی خبر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کے عہد خلافت میں پوری ہوئی اور اگر اس سے بالکلیہ زوال مراد لیا جائے تو یہ غیب کی خبر سلطان محمد فاتح کے عہد میں پوری ہوئی' انہوں نے قسطنطنیہ فتح کر کے قیصر کا نام و نشان مٹا دیا۔

لحرب خدعة

اس سے مراد یہ ہے کہ بوقت ضرورت ایسی تدبیر کی جائے کہ دشمن غافل رہے اور اس کو دبوچ لیا جائے۔ لڑائی کے موقع پر اس قسم کی تدبیر پوری دنیا میں رائج و معمول ہے اور یہ عیب نہیں۔

١٦٣٩- عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑائی حیلہ ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ

لڑائی میں تنازع و اختلاف کا ناپسند ہونا اور جو اپنے امام کی نافرمانی کرے اس کی سزا

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال:٤٦) يَعْنِي الْحَرْبَ. (ص٤٢٦)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدلی دکھاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (قتادہ نے کہا: ریح سے مراد جنگ ہے)۔

١٦٤٠- ح: [عُقُوْبَةُ مَنْ عَصٰى فِيْ اُحُدٍ]

احد میں نافرمانی کی سزا

١٦٤٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ اُحُدٍ وَكَانُوْا خَمْسِيْنَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوْا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ وَاِنْ رَاَيْتُمُوْنَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَاَوْطَاْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوْا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ فَهَزَمُوْهُمْ قَالَ فَاَنَا وَاللّٰهِ رَاَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِيْلُهُنَّ وَسُوْقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ اَلْغَنِيْمَةَ اَيْ قَوْمِ الْغَنِيْمَةِ ظَهَرَ اَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ اَنَسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَنَاْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيْبَنَّ مِنَ الْغَنِيْمَةِ فَلَمَّا اَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوْهُهُمْ فَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذَاكَ اِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرٰىهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِيْنَ وَكَانَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم احد عبداللہ بن جبیر کو پیادوں پر امیر بنایا اور یہ پچاس افراد تھے اور فرمایا: اگر تم دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اٹھالے جارہی ہیں تو بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جب تک آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں اور اگر دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک کہ میں تم کو بلاؤں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمنوں کو شکست دے دی۔ حضرت براء نے کہا: بخدا! میں نے مشرکین کی عورتوں کو دیکھا کہ اپنے کپڑے اٹھائے اس تیزی سے بھاگ رہی ہیں کہ ان کے پازیب اور پنڈلیاں کھل گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا: مال غنیمت لوٹو' اے میری قوم! مال غنیمت لوٹو۔ تمہارے اصحاب غالب ہوگئے اب کیا دیکھ رہے ہو۔ اس پر عبداللہ بن جبیر نے فرمایا: تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہ بھول گئے؟ انہوں نے کہا: ہم جائیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے۔ پس جب وہ لوگ وہاں گئے تو یکا یک نقشۂ جنگ بدل گیا اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا' یہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب رسول انہیں دوسری جانب سے

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةً وَّسَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَّسَبْعِیْنَ قَتِیْلًا فَقَالَ اَبُوْ سُفْیَانَ اَفِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجِیْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا . فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ عَدَدْتَ لَاَحْیَاءٌ كُلُّهُمْ وَقَدْ بَقِیَ لَكَ مَا یَسُوْءُكَ . قَالَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِی الْقَوْمِ مُثْلَةً لَّمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِیْ ثُمَّ اَخَذَ یَرْتَجِزُ اُعْلُ هُبَلُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْهُ لَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْا لَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ.

سے پکار رہے تھے۔ اب نبی ﷺ کے ساتھ سوائے بارہ افراد کے کوئی نہیں رہا اور ہم میں ستر شہید ہوئے اور یوم بدر نبی ﷺ اور ان کے صحابہ نے ایک سو چالیس افراد کو اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ ستر قیدی اور ستر مقتول۔ اب ابوسفیان نے تین بار کہا: کیا قوم میں محمد (ﷺ) ہیں؟ نبی ﷺ نے صحابہ کو جواب دینے سے منع فرما دیا، پھر تین بار کہا: کیا قوم میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ پھر تین بار کہا: کیا قوم میں ابن الخطاب ہیں؟ اس کے بعد ابوسفیان اپنے لوگوں میں لوٹ گیا اور کہا: یہ لوگ مار ڈالے گئے۔ حضرت عمر ضبط نہ کر سکے اور فرمایا: بخدا! اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا، جن کا تو نے نام لیا سب کے سب زندہ ہیں اور جو تجھے برا لگے وہ باقی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔ تم لوگ قوم میں مثلہ پاؤ گے۔ میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور مجھے ناپسند بھی نہیں، پھر رجز پڑھنے لگا: ہبل بلند ہو تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا: کہو! اللہ سب سے بلند ہے اللہ سب سے بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: بے شک ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے عزیٰ نہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اسے جواب کیوں نہیں دیتے تو لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں۔ فرمایا: کہو اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ٥٦٨، باب: غزوة احد ص ٥٧٩، باب: اذ تصعدون ولا تلوٗن علی احد ص ٥٨٢، کتاب التفسیر۔ باب: والرسول یدعوکم فی اُخرٰکم ص ٦٥٥، ابوداؤد۔ کتاب الجهاد، نسائی۔ کتاب السیر)

غزوۂ احد ٣ھ نصف شوال میں ہوا تھا۔ اس کی پوری تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی، حضور اقدس ﷺ نے کوہ احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی فرمائی تھی۔ کوہ احد کے دونوں حصوں کے درمیان ایک گھاٹی ہے جو بالکل پشت پر پڑتی تھی، اس کا اندیشہ تھا کہ دشمن اس گھاٹی سے آکر پشت پر حملہ نہ کر دیں اس لیے بہ طور حفظ ماتقدم حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ اس درہ پر متعین فرما دیا تھا تاکہ دشمن ادھر سے حملہ نہ کر سکیں اور انہیں ہدایت فرما دی تھی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست جب تک میں تم لوگوں کو آدمی بھیج کر نہ بلاؤں تم لوگ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہلنا، صحابہ کرام کے پہلے ہی حملہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بے تحاشہ بھاگے۔ عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے جب دیکھا کہ دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں، لوگ مال غنیمت حاصل کرنے لگے تو ان میں سے چالیس افراد وہ درّہ چھوڑ کر عام لشکر میں شامل ہو گئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ابھی ایمان سے مشرف نہیں ہوئے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے اور وہاں چند افراد رہ گئے ہیں تو چکر کاٹ کر اس درہ کی طرف سے حملہ آور ہو گئے۔ حضرت

عبداللہ بن جبیر اور ان کے دسوں ساتھی شہید ہو گئے، مسلمان مال غنیمت حاصل کرنے میں مصروف تھے خالد بن ولید کے اچانک حملے سے گھبرا گئے، اسی موقع پر آندھی بھی آ گئی جس کے نتیجے میں پورا لشکر منتشر ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ افراد رہ گئے، سات مہاجرین اور سات انصار، اسی کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے ستر شہدا میں چار مہاجرین تھے۔ اسد اللہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن جحش اور مصعب بن عمیر اور شماس بن عثمان، بقیہ انصار کرام تھے۔

بَابُ مَنْ رَّأَى الْعَدُوَّ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا صَبَاحَاهُ حَتّٰى يُسْمِعَ النَّاسَ (ص ٤٢٧)

جس نے دشمن کو دیکھا تو بلند آواز سے پکارا: ''یَا صَبَاحَاہُ'' یہاں تک کہ لوگوں کو سنا دے

١٦٤١- ح: [غَزْوَةُ ذِي قَرَدٍ]

غزوۂ ذی قرد

١٦٤١- اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَيْحَكَ مَابِكَ قَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ اَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يَاصَبَاحَاهُ يَاصَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰى اَلْقَاهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْهَا فَجَعَلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَاِنِّيْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ يَّشْرَبُوْا سِقْيَهُمْ فَابْعَثْ فِيْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ اِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِيْ قَوْمِهِمْ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غـزوة ذات القـرد ص ٦٠٣۔ مسلم۔ کتاب المغازی۔ نسائی۔ کتاب الیوم واللیلۃ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں مدینہ سے نکل کر غابہ کی طرف جا رہا تھا، جب میں غابہ کی گھاٹی پر پہنچا تو مجھے عبدالرحمن بن عوف کا ایک غلام ملا۔ (وہ گھبرایا ہوا تھا) میں نے پوچھا: تیرے لیے خرابی ہے کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کو لے لیا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: کس نے لیا ہے؟ اس نے کہا: غطفان اور فزارہ نے۔ میں نے بلند آواز سے تین آوازیں لگائیں کہ اسے دونوں سنگستانوں کے درمیان لوگوں نے سن لیا، یاصباحاہ، یاصباحاہ، پھر میں دوڑتا ہوا چلا کہ انہیں پکڑ لوں اور وہ اونٹ لے کر جا چکے تھے۔ میں انہیں تیر مارتا اور کہتا: میں ابن اکوع ہوں اور آج رسوائی کا دن ہے۔ (وہ پانی پی رہے تھے) ان کے پانی پینے سے پہلے ہی میں نے ان سے اونٹوں کو چھڑا لیا اور انہیں ہانکتا ہوا واپس ہوا اور مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ لوگ پیاسے ہیں میں نے ان کو پانی بھی نہیں پینے دیا۔ ان کے پیچھے لوگوں کو بھیجیے۔ ارشاد فرمایا: اے ابن اکوع! تو مالک ہو گیا، اب نرمی کر، یہ لوگ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہوں گے، وہ لوگ ان کی خاطر داری کرتے ہوں گے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارہویں ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے ملی ہے۔ یہ واقعہ غزوۂ ذات القرد کے ساتھ موسوم ہے۔ امام بخاری نے کتاب المغازی میں فرمایا کہ یہ خیبر سے تین دن پہلے رونما ہوا تھا اور مسلم میں بھی یہی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حطمی نے کہا ہے کہ اہل سیر میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے لیکن صحیحین میں جو ہے اصح ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں قرد میں چرتی تھیں، یہ مدینہ طیبہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک

جگہ کا نام ہے۔ یہ غابہ کے علاقے میں ہے' اونٹنیوں کے چرانے کی خدمت حضرت ابوذر کے سپرد تھی' وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ وہاں رہتے تھے' عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری نے ڈاکہ ڈال کر سب اونٹنیوں کو لوٹ لیا اور چرواہے کو جو حضرت ابوذر کے صاحبزادے تھے شہید کر دیا اور ان کی اہلیہ کو گرفتار کر لیا' فزارہ غطفان ہی کی شاخ ہے۔ حضرت سلمہ بن اکوع صبح کو تیر و کمان لیے غابہ شکار کے لیے جا رہے تھے کہ انہیں یہ اطلاع ملی' بیس اونٹنیاں تھیں ڈاکو ان سب کو ہانک کر لے گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے سلع پر چڑھ کر تین بار پوری طاقت سے یا صباحاہ یا صباحاہ پکارا اور اکیلے ان ڈاکوؤں کے نشان قدم پر دوڑ پڑے' انہوں نے ایک چشمہ پر ان کو پالیا' انہوں نے ان پر تیر برسانا شروع کیا جس سے گھبرا کر وہ اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگے اور بیس چادریں بھی چھوڑ گئے' انہوں نے بڑھ کر ان سب پر قبضہ کر لیا اور ان سب کو لے کر مدینہ طیبہ کی طرف واپس ہوئے۔

یا صباحاہ

جب کوئی مدد کے لیے پکارتا ہے تو یہ کلمہ بولتا ہے' اس میں الف استغاثہ کا ہے اور ہاء سکتے کی۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ صبح کے وقت ڈاکہ ڈالتے تھے اس مناسبت سے یہ لفظ استغاثے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

"لِقَاح" اور "اذا ملكت فاسمع" کے معنی

"لِقَاح"، "لَقْحَةٌ" کی جمع ہے۔ دودھ دینے والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ "اذا ملكت فاسمع" مطلب یہ ہے کہ تمہارا سامان مل گیا اب قصہ ختم کرو اس لیے کہ اب وہ اپنی قوم میں پہنچ گئے ہوں گے اب آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ غالباً یہ اس لیے فرمایا کہ خیبر پر حملہ کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کر لی تھی' اگر آگے بڑھتے تو اس میں تاخیر ہو جاتی یا دشواری ہو جاتی۔

بَابٌ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ (ص ٤٢٧)

جب دشمن کسی کے فیصلے پر اتر آئیں

١٦٤٢- ح: [اِسْتِيْصَالُ بَنِيْ قُرَيْظَةَ]

بنی قریظہ کا استیصال

١٦٤٢- عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور وہ حضور کے قریب ہی تھے۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے' جب وہ قریب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف بڑھو۔ وہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے فیصلے پر اتر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لڑنے والوں کو قتل کیا جائے اور ان کی ذریت کو قید کیا جائے۔ فرمایا: تم نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: ذکر سعد بن معاذ ص ٥٣٦۔ ج ٢' کتاب المغازی۔ باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب

ص ٥٩١ کتاب الاستیذان۔ باب: قول النبی قوموا الی سید کم ص ٩٢٦، مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الادب، نسائی۔ کتاب المناقب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں یہود کے تینوں قبائل سے معاہدہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے گا تو مسلمان، یہود مل کر مدافعت کریں گے اور کوئی فریق دوسرے فریق کے دشمنوں کی کسی قسم کی مدد نہیں کرے گا۔ بنی قریظہ نے اس معاہدہ کی غزوۂ خندق کے موقع پر خلاف ورزی کی تھی، مسلمانوں کا ساتھ کیا دیتے، مخالفین کی پوری پوری اعانت کی بلکہ ان سے ساز باز کر لیا تھا کہ باہر سے تم لوگ حملہ کرو اور اندر سے ہم، ایک بار مستورات کی پناہ گاہ پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے بھی، اس لیے غزوۂ خندق کے اختتام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا، جب وہ عاجز آ گئے تو انہوں نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں گے ہم اسے منظور کر لیں گے۔ اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ خندق کے موقع پر ایک تیر آ کر ان کے ہاتھ میں اکحل پر لگا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگوایا تھا، وہ بہت کمزور تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہوئے اور انہوں نے فیصلہ فرمایا: یہاں "لقد حکمت بحکم الملك" ہے اور کتاب المغازی میں "قضیت بحکم اللہ وربما قال بحکم الملك" اور مناقب میں "حکمت بحکم اللہ او بحکم الملك" ملک سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں کوئی تخالف نہیں "مَلَك" بفتح لام کی روایت پر اس سے مراد جبریل امین ہیں، یہ بھی مآل کے یہ بھی پہلے ہی کی طرف راجع ہے۔

قوموا الی سید کُم" کی تشریح

یہ خطاب یا تو خاص انصار سے ہے یا بلا تخصیص تمام حاضرین سے۔ احتمال دونوں کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب انصار کرام سے تھا، وہ بھی خاص اوس سے، اس لیے کہ حضرت سعد ان کے سردار تھے۔

اس حدیث کے اس جملہ سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نووی نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ کسی شخص کا کسی شخص کی تعظیم و تکریم کے لیے قیام مشروع ہے، اس پر بہت سے لوگوں نے تعقب کیا کہ حضرت سعد کے لیے قیام کا حکم ان کی تعظیم کے لیے نہیں تھا بلکہ چونکہ وہ زخمی اور کمزور تھے اس لیے بہ حکم ان کو سواری سے اتارنے کے لیے تھا، اگر ان کی تعظیم کے لیے قیام کا حکم ہوتا تو "الی سید کم" نہ ہوتا بلکہ "قوموا لسید کم" ہوتا۔

علامہ طیبی نے اس پر تعقب فرمایا کہ اس مقام میں الیٰ اور لام میں کوئی فرق نہیں کہ الیٰ بہ نسبت لام کے اس پر زیادہ دلالت کر رہا ہے کہ یہ قیام ان کے اکرام کے لیے تھا، اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ کسی وصف پر حکم کا ترتب اس وصف کے علت ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں حضور نے فرمایا: "سید کم" تو ان کی سیادت قیام کی علت ہوئی تو ثابت ہوا کہ یہ قیام ان کی تعظیم و تکریم کے لیے تھا۔ امام بیہقی نے فرمایا: کسی کے اکرام کے لیے قیام جائز ہے جیسے انصار کا حضرت سعد کے لیے قیام اور حضرت طلحہ کا حضرت کعب بن مالک کے لیے اور جو بعض حدیثوں میں قیام سے ممانعت آئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے عجمی اپنے بادشاہوں کے دربار میں کھڑے رہتے تھے اور بادشاہ تخت پر بیٹھے رہتے تھے۔ یہ خود حدیث کے کلمات سے ظاہر ہے: "لاتقوموا کما تقوم الاعاجم" اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا: "من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار"[1] جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے بت کی طرح کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

بَابُ هَلْ يَسْتَأْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَأْسِرْ ۔ کیا یہ جائز ہے کہ کوئی اپنے آپ کو قیدی بنائے یا نہ

[1] ترمذی، ج ٢، ص ١٠٢، کتاب الاستیذان والادب

وَمَنْ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ (ص پ ۴۲۷)

١٦٤٣- ح: [سَرِيَّةُ رَجِيعٍ]

١٦٤٣- اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِىُّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِىْ الزُّهْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِىَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَىٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ مِائَتَىْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَأْكَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ فَلَمَّا رَاٰهُمْ عَاصِمٌ وَاَصْحَابُهٗ لَجَاُوْا اِلٰى فَدْفَدٍ وَاَحَاطَ بِهِمِ الْقَوْمُ فَقَالُوْا لَهُمْ اَنْزِلُوْا فَاَعْطُوْنَا بِاَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ اَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَمِيْرُ السَّرِيَّةِ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ لَا اَنْزِلُ الْيَوْمَ فِىْ ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِىْ سَبْعَةٍ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْاَنْصَارِىُّ وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَاَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ فِىْ هٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَاَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقِيْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُوْا الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا فَاَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ اَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا اسْتَعَارَ مِنْهَا

بنائے اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنی؟

سریۂ رجیع

عمرو بن ابوسفیان ابن اسید بن جاریہ ثقفی نے مجھے خبر دی اور یہ بنی زہرہ کے حلیف اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اشخاص کو جاسوسی کے لیے بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری کو امیر بنایا۔ یہ عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے۔ یہ لوگ چلے، عسفان اور مکہ کے درمیان موضع ہداۃ میں جب پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ بنولحیان سے ان کا تذکرہ کیا گیا۔ بنولحیان کے دوسو کے قریب تیر انداز ان کی تاک میں نکلے، یہ لوگ ان کے نشان قدم تلاش کرتے چلے، انہوں نے ان کے کھانے کی کھجور کو پایا جو مدینہ سے زادِ راہ لے کر چلے تھے۔ بنولحیان نے کہا: یہ یثرب کی کھجور ہے، اب ان کے نشان قدم پر چلے، جب انہیں عاصم اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا تو ایک پہاڑی پر پناہ لینے کے لیے چڑھ گئے۔ بنولحیان نے ان کو گھیر لیا اور کہا: اتر آؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں دے دو ہم تم سے پختہ عہد و پیمان کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر سریہ کے امیر عاصم بن ثابت نے فرمایا: بخدا! میں آج کسی کافر کے ذمہ میں نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے۔ اب بنولحیان نے ان کو تیروں سے مارا اور عاصم سمیت سات آدمیوں کو شہید کر دیا۔ بقیہ تین آدمی ان کے عہد و پیمان پر اعتماد کر کے اتر آئے۔ ان میں خبیب انصاری اور ابن دثنہ اور ایک صاحب اور تھے۔ جب بنولحیان نے ان پر قبضہ کر لیا تو ان کی کمانوں کی تانت کو کھولا اور انہیں باندھ لیا۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا: یہ پہلی بدعہدی ہے، بخدا! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میں شہید ہونے والوں کی پیروی کروں گا۔ اس پر بنولحیان نے انہیں گھسیٹا اور کوشش کی کہ انہیں لے جائیں مگر وہ آمادہ نہیں ہوئے تو انہیں شہید کر دیا۔ اب وہ خبیب اور ابن دثنہ کو لے گئے اور مکہ میں ان دونوں کو بیچ دیا۔ یہ حادثہ واقعۂ بدر کے بعد پیش آیا۔ حضرت خبیب کو حارث ابن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خریدا

مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَأَخَذَ ابْنًا لِي وَأَنَا غَافِلَةٌ حَتَّى أَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلَى فَخِذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِي وَجْهِي فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللّٰهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تَظُنُّوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَقَالَ:

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوا وَبَعَثَ نَاسٌ مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ إِلٰى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ

اور خبیب نے حارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔ خبیب ان کے یہاں قیدر ہے۔ امام زہری نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عیاض نے خبر دی کہ حارث کی بیٹی نے انہیں بتایا کہ جب لوگ خبیب کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے استرہ مانگا کہ اسے استعمال کریں' میں نے انہیں دے دیا۔ انہوں نے میرے ایک بچہ کو لے لیا' میری غفلت میں وہ ان کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا وہ ان کی ران پہ بیٹھا ہے اور استرہ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ میں بہت گھبرائی جسے خبیب نے میرے چہرے کے تاثر سے جان لیا' تو انہوں نے فرمایا: تم ڈرتی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ میں ہرگز یہ نہیں کروں گا۔ واللہ! میں نے کسی قیدی کو کبھی خبیب سے اچھا نہیں دیکھا۔ بخدا! میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگور کا گچھا ہے جسے کھا رہے ہیں اور وہ زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں' ان دنوں مکہ میں پھل نہیں تھا۔ حارث کی بیٹی کہتی تھی: یہ اللہ کی طرف سے عطیہ تھا جو اللہ نے خبیب کو دیا تھا' جب وہ لوگ حرم سے نکلے تاکہ انہیں حل میں قتل کریں تو ان سے خبیب نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ مشرکین نے انہیں چھوڑ دیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر فرمایا: اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں ڈر رہا ہوں تو نماز کو طول دیتا' اے اللہ! انہیں چن چن کر مارنا اور یہ اشعار پڑھے:

مجھے پرواہ نہیں جبکہ میں مسلمان قتل کیا جا رہا ہوں'
کہ اللہ کے لیے کس پہلو پر گروں گا'
یہ سب کچھ اللہ کی راہ میں ہو رہا ہے اگر وہ چاہے'
میرے ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے اعضاء پر برکت نازل فرمائے۔

انہیں حارث کے بیٹے نے شہید کیا خبیب ہی وہ ہیں جنہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا ہر اس مسلمان کے لیے جو قید میں مارا جائے۔ عاصم بن ثابت نے شہید ہونے کے دن جو دعا کی تھی اللہ نے اسے قبول فرما لیا۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کے حالات اور شہادت کی خبر دی۔ کفار قریش کو جب یہ معلوم ہوا کہ عاصم شہید کر دیے گئے تو کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ ان کے جسم کا کچھ حصہ کاٹ لائیں جس سے اطمینان ہو جائے کہ وہ شہید کر دیے گئے

مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْئًا . (بخاری۔ج ۲۔کتاب المغازی۔باب:ص ۵۶۸' باب: غزوة الرجيع ص ۵۸۵' کتاب التوحید۔باب: مايذكر في الذات والنعوت ص ۱۱۰۰' ابوداؤد۔کتاب الجہاد' نسائی۔کتاب السیر)

اور انہوں نے جنگ بدر میں ان کے بڑوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کے جسم پر بھڑوں کے چھتے کی طرح بھیج دیا جس نے کفار قریش کے آدمی سے ان کو بچایا۔ وہ ان کے گوشت میں سے کچھ نہیں کاٹ سکے۔

[لغات]

''رهط'' دس یا چالیس سے کم افراد کو کہا جاتا ہے' یہ اسم جمع ہے' اس کے لیے واحد نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں کوئی عورت نہ ہو۔ ''هَدْاَةٌ'' یہ ایک جگہ کا نام ہے جو عسفان اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے۔ ''عينا'' جاسوس ''فد فد'' ٹیلہ۔ اس حادثہ کا نام سریہ رجیع بھی ہے اور سریہ قرد بھی' یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۳ھ یا ۴ھ میں ہوا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں اسلام پھیل گیا ہے' ہمارے ساتھ اپنے اصحاب میں سے کچھ حضرات کو بھیج دیجئے جو ہمیں دین سکھائیں' قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام بتائیں تو حضور اقدس ﷺ نے ان حضرات کو بھیجا تھا۔ بخاری میں یہ ہے کہ یہ دس حضرات تھے اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ چھ تھے' ابن دثنہ کا نام زید تھا اور تیسرے صاحب کا نام عبداللہ بن تارک تھا' حارث کی وہ بیٹی جس نے استرہ والا قصہ بیان کیا ہے اس کا نام ماریہ یا ماویہ یا جویرہ تھا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو بھی قتل کیا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کو بھی۔ نیز سلافہ کے دو لڑکوں کو بھی قتل کیا تھا جو بنی عبدالدار سے تھے' اس پر اس نے منت مانی تھی کہ اگر مجھے عاصم کی کھوپڑی مل جائے گی تو اس میں شراب پیوں گی۔

جب قریش کے آدمی حضرت عاصم کی لاش کے پاس پہنچے تاکہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لائیں تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی لاش کو بھڑ گھیرے ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بھڑیں دن میں رہتی ہیں اور رات میں چلی جاتی ہیں اس لیے رات تک ٹھہرو مگر جب رات آئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیجا جس میں ان کی لاش بہہ گئی باوجود تلاش بسیار کے نہیں ملی' کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کی لاش کو زمین نگل گئی۔

بَابُ فِكَاكِ الْاَسِيْرِ (ص ۴۲۸)

قیدی کو چھڑانا

١٦٤٤- عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِىَ يَعْنِى الْاَسِيْرَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیدی کو چھڑاؤ' بھوکے کو کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔

(بخاری۔ج ۲۔کتاب النکاح۔باب: حق اجابة الوليمة ص ۷۷۷' کتاب الاطعمہ۔باب: اول ص ۸۰۹' کتاب المرضیٰ۔باب: وجوب عيادة المريض ص ۸۴۳' کتاب الاحکام۔باب: اجابة الحاكم الدعوة ص ۱۰۶۴' ابوداؤد۔کتاب الجنائز' نسائی۔کتاب السیر۔کتاب الطب)

کفار یا باغی مسلمانوں کو قید کرلیں تو انہیں چھڑانا فرض کفایہ ہے اور زرفدیہ بیت المال سے دیا جائے گا' اسی طرح کوئی بھوک سے مر رہا ہے تو اسے کھانا دینا کہ اس کی جان بچ جائے فرض کفایہ ہے اور کبھی فرض عین ہوتا ہے' مثلاً ایک شخص کے پاس کھانا موجود ہے اور دوسرا بھوک سے جاں بلب ہے' تیسرا کوئی نہیں' یا ہے مگر ان کے پاس کھانا نہیں جس کے پاس کھانا ہے اسے فرض ہے کہ جان بچانے کی مقدار اسے دے دے اور یہی تفصیل تیمارداری میں بھی ہے۔

بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ (ص ٤٢٨)

جب حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو

١٦٤٥- ح: [قَتْلُ الْعَيْنِ]

جاسوس کو قتل کرنا

١٦٤٥- عَنْ إِيَاسِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ يَعْنِي أَعْطَاهُ.

(مسلم، ابوداود۔ کتاب الجہاد، نسائی۔ کتاب السیر)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشرکین کا ایک جاسوس ایک سفر میں آیا اور صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا، پھر واپس لوٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پکڑو اور قتل کرو اور اس کا سامان قاتل کو دے دیا۔

مسلم[1] میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھا رہے تھے کہ سرخ اونٹ پر ایک شخص آیا اور اسے بٹھایا، پھر اونٹ کی کمر سے چمڑے کی رسی نکالی اور اونٹ کو باندھ دیا، پھر سب کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور اِدھر اُدھر دیکھتا جاتا اور ہم میں کمزوری اور سواری کی کمی تھی، ہم میں سے کچھ لوگ پیدل تھے، یک بیک دوڑتا ہوا اپنے اونٹ کے پاس گیا اور کھولا پھر بٹھایا اور اس پر بیٹھ کر اسے اکسایا جس کی وجہ سے اونٹ تیزی سے دوڑنے لگا، ایک صاحب اونٹ پر سوار ہو کر اس کے پیچھے لگے، حضرت سلمہ کہتے ہیں: میں بھی دوڑتا ہوا نکلا اور اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا، پھر آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور اونٹ کو بٹھایا، جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا تو میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچ کر اس پر ماری جس کی وجہ سے وہ گر پڑا، پھر میں اونٹ کو کھینچتے ہوئے لایا، اونٹ پر اس کا کجاوہ اور ہتھیار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات نے میرا استقبال کیا، دریافت فرمایا: کس شخص نے اسے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابن اکوع نے، فرمایا: کل سامان سلمہ کے لیے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب وہ کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جاسوس ہے، تو فرمایا: اسے پکڑو اور قتل کرو اور جو اسے قتل کرے گا اس کا سامان اسی کا ہے۔

بَابُ جَوَائِزِ الْوُفُودِ (ص ٤٢٩)

وفود کے عطیات کا بیان

١٦٤٦- ح: [حَدِيثُ قِرْطَاسٍ]

حدیثِ قرطاس

١٦٤٦- عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پنج شنبہ کا دن اور کیا ہے پنج شنبہ کا دن، پھر روئے یہاں تک کہ ان کے آنسو نے کنکری تر کر دی۔ انہوں نے کہا کہ پنج شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا، تو فرمایا: کوئی چیز لکھنے کے لیے لاؤ میں ایک دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس پر لوگوں میں تنازع ہو

[1] مسلم۔ کتاب الجہاد، کتاب السیر۔ ج ۲ ص ۸۸

لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا اَهَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَاَلْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِيْنَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ وَالْعَرْجُ اَوَّلُ تِهَامَةَ.

گیا اور نبی کے حضور تنازع مناسب نہیں، لوگوں نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چھوڑ دیا، فرمایا: مجھے جس حال میں ہوں اسی میں رہنے دو جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اور وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا اور وفود کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا اور میں تیسرا بھول گیا اور عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ابویعقوب بن محمد نے کہا: میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرۂ عرب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مکہ، مدینہ، یمامہ، یمن ہے۔ یعقوب نے کہا: عرج تہامہ کا ابتدائی حصہ ہے۔

(بخاری۔ کتاب العلم۔ باب: کتابة العلم ص ۲۲، کتاب الجہاد۔ باب: اخراج اليهود من جزيرة العرب ص ۴۴۹، ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: مرض النبی ﷺ ص ۶۳۸، دو طریقے سے۔ کتاب المرضیٰ۔ باب: قول المريض قوموا عنی ص ۸۴۶، کتاب الاعتصام بالکتاب۔ باب: كراهية الاختلاف ص ۱۰۹۵، مسلم۔ کتاب الوصایا، ابوداؤد۔ کتاب الخراج، نسائی۔ کتاب العلم)

یہ حدیث نزہۃ القاری، ج ۱ ص ۳۸۷ ، رقم: ۸۳ میں گزر چکی ہے، وہاں اس پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اس حدیث پر روافض کے سارے توہمات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ یہاں چند ضروری توضیحات تحریر کر رہا ہوں:

فَتَنَازَعُوْا

اس کی تفصیل دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کا مرض اس وقت بہت شدید ہے اور ہم میں کتاب اللہ موجود ہے جو ہمیں کافی ہے، کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ جب طلب فرما رہے ہیں تو لکھنے کے لیے کچھ حاضر کر دیا جائے، کسی نے کہا: کیا حضور اقدس ﷺ نے ہمیں چھوڑ ہی دیا ہے؟ دریافت کر لو۔

لاینبغی عندالنبی التنازع

یہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، دونوں احتمال ہیں۔ ظاہر پہلا ہے کیونکہ کتاب العلم کی روایت میں تصریح یہ ہے: ''قال قوموا عنی و لا ينبغی عندی التنازع'' میرے یہاں سے چلے جاؤ اور میرے حضور تنازع لائق نہیں۔

نسیت الثالثة

یہ اس حدیث کے راوی سلیمان احول کا قول ہے جیسا کہ جہاد کی روایت میں تصریح ہے، البتہ وہاں تردید ہے کہ تیسری بات سے یا تو سکوت کیا یا میں بھول گیا۔

یہ تیسری بات کیا تھی، اس بارے میں شارحین نے اپنی اپنی صوابدید پر مختلف باتیں لکھی ہیں۔

ابن تین نے کہا کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ قرآن ہے، مہلب نے کہا: یہ جیش اسامہ کی روانگی ہے، ابن بطال نے کہا کہ حضرت صدیق اکبر کے بارے میں کچھ اختلاف تھا اس لیے اپنے وصال کے وقت ان کی ولی عہدی کی خبر دے دی، امام قاضی عیاض

نے فرمایا: اس کا احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ارشاد ہے: "لاتتخذوا قبری وثنا" میرے مزار کو بت مت بنالینا' امام مالک نے اس کے ہم معنی روایت کیا ہے۔ (مؤطا۔ باب: اجلاء اليهود من المدينة ص ۳۱۰)

وَقَالَ يعقوب...... (جزیرۂ عرب کی تفصیل)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ' مدینہ' یمن' یمامہ' عرج جزیرۂ عرب میں داخل ہیں' اس سے تحدید مراد نہیں۔ عرج مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے راستے میں مدینہ طیبہ سے اکیس فرسنگ پر ایک آبادی کا نام ہے۔ تہامہ کے معنی نشیبی زمین ہے' عرب کے بالائی حصے کو نجد کہتے ہیں' اس کے جانب غرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں جس میں مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ آباد ہیں۔

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَلَهُمْ مَّالٌ وَأَرَضُونَ فَهِيَ لَهُمْ (ص ۴۳۰)

جب کوئی قوم دارالحرب میں اسلام لائے تو ان کے مال اور اراضی انہی کے ہیں

١٦٤٧- ح: [عِنَايَةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْغُرَبَاءِ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غریبوں پر عنایت

١٦٤٧- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اِسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَّهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمٰى فَقَالَ يَا هُنَيُّ اُضْمُمْ جَنَاحَكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَّأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ وَإِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَنَعَمَ ابْنَ عَفَّانَ فَإِنَّهُمَا إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ إِلَى زَرْعٍ وَّنَخْلٍ وَّإِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ إِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَأْتِيْنِي بِبَنِيْهِ فَيَقُوْلُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَتَارِكُهُمْ أَنَا لَا أَبَا لَكَ فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ أَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ أَنْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ إِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ قَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْإِسْلَامِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِيْ أَحْمِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا

اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام ہنیّ نامی کو شاہی چراگاہ پر عامل مقرر فرمایا تو اس سے فرمایا: اے ہنی! مسلمانوں پر شفقت کرنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا' اس لیے کہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ تھوڑے اونٹ والوں اور تھوڑی بکریوں والوں کو چراگاہ میں آنے دینا۔ البتہ ابن عوف اور ابن عفان کے اونٹوں کو اس میں نہ آنے دینا کیونکہ اگر ان کے مویشی مر گئے تو کھیت اور کھجور کے باغ پر گزارہ کرلیں گے اور اگر تھوڑے اونٹ اور تھوڑی بکریوں والوں کے مویشی مر گئے تو اپنا گھر لے کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے امیر المؤمنین! اے امیر المؤمنین! تو میں کیا انہیں چھوڑ دوں گا؟ تیرا باپ نہ ہو۔ پانی اور چارہ دینا میرے لیے سونے اور چاندی دینے سے آسان ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہیں روکا گیا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ان پر ظلم ہوا' یہ انہیں کے ملک ہیں اس کو بچانے کے لیے جاہلیت میں لڑے ہیں اور ان پر قابض رہتے ہوئے اسلام لائے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر میرے پاس ایسے جانور نہ ہوتے جن پر جہاد کرنے والوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کی سر زمین ایک بالشت بھی شاہی چراگاہ نہ بناتا۔

[لغات]

حمٰی ''شاہی چراگاہ جسے حاکم اسلام حکومت کے جانوروں کو چرانے کے لیے مخصوص کر لے۔ اس سے مراد ربذہ کی چراگاہ ہے۔ ''صُرَیْمَه'' صرمۃ کی تصغیر ہے اسی طرح ''غُنَیْمَةٌ''، ''غَنَمٌ'' کی۔ ''صریمه'' تیس چالیس اونٹ تک پر بولا جاتا ہے۔

''اِیَّایَ'' تحذیر کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ ہے کہ مجھے بچنا چاہیے۔ صیغۂ تحذیر کی متکلم کی طرف اضافت نحویوں کے نزدیک شاذ ہے مگر یہ شذوذ صرف لفظ میں ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ مخاطب ہی کی تحذیر کے لیے ہے۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جب مجھے اس سے بچنا چاہیے تو تمہیں بہ درجہ اولیٰ بچنا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ذکر بہ طور تمثیل ہے مراد مال دار صحابہ ہیں ربذہ کی چراگاہ میں چالیس ہزار مویشی اونٹ گھوڑے وغیرہ تھے۔

ہمارے یہاں حکم یہ ہے کہ حربی اگر دارالحرب میں مسلمان ہوا تو وہ خود اور اس کے چھوٹے بچے اور جو کچھ مال و متاع ہے وہ سب محفوظ ہے مگر جائیداد غیر منقولہ اور بیوی اور بالغ اولاد فئی ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس کے معارض نہیں کہ فرمایا: ''انها لبلادهم قاتلوا عليها واسلموا عليه في الاسلام'' یہ انہیں کے شہر ہیں جن کی خاطر وہ جاہلیت میں لڑے اور اس پر قابض ہوتے ہوئے مشرف باسلام ہوئے اس لیے کہ اہل مدینہ اور اردگرد کے اعراب کا اسلام لانا دارالحرب اور دارالسلام کی تقسیم سے پہلے ہے۔

یہ اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا نمونہ ہے کہ شاہی چراگاہ غرباء اور فقراء کے لیے کھلی ہے اور روساء قوم اعیان سلطنت پر بند ہے اور آج مزاج یہ ہے کہ حکومتی سطح پر ساری آسانیاں حکومت کے عمائدین کے لیے ہیں اور فقراء و مساکین ہر سہولت سے محروم ہیں۔

بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ (ص ٤٣٠) — سلطان اسلام کا لوگوں کے نام لکھنا

١٦٤٨- عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِيْ مَنْ يَلْفِظُ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ وَحْدَهٗ وَهُوَ خَائِفٌ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے جو اپنے کو مسلمان کہتا ہو اس کے نام لکھو۔ ہم نے ڈیڑھ ہزار اشخاص کے نام لکھے ہم نے کہا: اب بھی خوفزدہ ہیں حالانکہ ہم ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ہم نے اپنے کو اس حال میں دیکھا کہ ہم آزمائش میں ڈالے گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اکیلے نماز پڑھتا تو بھی ڈرتا رہتا۔

١٦٤٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ وَّقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ.

اعمش سے مروی ہے کہ ہم نے پانچ سو پایا اور ابومعاویہ نے کہا کہ چھ سو سے لے کر سات سو تک۔

یہ حدیث سلمان اعمش سے ان کے تین تلامذہ نے روایت کی ہے ایک سفیان ثوری نے۔ ان کی روایت یہ ہے کہ کل ڈیڑھ ہزار ہوئے۔ دوسرے ابوحمزہ محمد بن میمون نے ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو تھے۔ تیسرے ابومعاویہ نے ان کی روایت میں ہے کہ چھ سو سے لے کر سات سو تھے۔

امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو ترجیح اس لیے دی کہ یہ سلیمان اعمش کے تلامذہ میں مطلقاً احفظ ہیں اور ثقہ ہیں ان کی

روایت میں زیادتی ہے۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ ان تینوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ کل مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی جن میں مرد عورت بچے سبھی تھے اور صرف مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی اور جہاد کے قابل پانچ سو۔

یہ فہرست کب تیار ہوئی تھی اس کی تحقیق نہ ہو سکی۔ شارحین میں سے کچھ نے کہا کہ غزوۂ احد کے موقع پر کسی نے کہا: غزوۂ خندق کے موقع پر کسی نے کہا: حدیبیہ کے موقع پر مگر پورا تطابق کسی سے نہیں ہوتا۔ اکیلے نماز پڑھنے کا قصہ کب ہوا اس کی بھی تعیین نہ ہو سکی، کسی نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرے کے ایام میں، کسی نے کہا: مسلم بن عقبہ کے حملے کے وقت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابٌ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (ص ۴۳۰)

بے شک اللہ دین کی مدد فاجر انسان سے کرالیتا ہے

۱۶۵۰- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَّدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَاَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ قُلْتَ لَهٗ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاِنَّهٗ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَّقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ اَنْ يَّرْتَابَ فَبَيْنَمَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ قِيْلَ اِنَّهٗ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنْ بِهٖ جِرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَاُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔

سعید بن مسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ ایک غزوے میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ایک اسلام کے دعویدار کے بارے میں فرمایا: یہ جہنمی ہے۔ جب لڑائی ہونے لگی تو اس شخص نے بہت زور کی جنگ کی جس کی وجہ سے اسے زخم پہنچا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جس کے بارے میں حضور نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اس نے آج بہت زوردار لڑائی لڑی ہے اور وہ مر گیا۔ اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑ جاتے۔ اسی اثناء میں یہ کہا گیا: وہ از خود نہیں مرا ہے اسے سخت زخم پہنچا تھا، جب رات ہوئی تو زخم پر صبر نہیں کر سکا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو فرمایا: اللہ اکبر، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں، پھر حضرت بلال کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کر دیں کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور بے شک اللہ فاجر انسان سے اس دین کی مدد کرالیتا ہے۔

(بخاری ج ۲ کتاب المغازی۔ باب: غزوۂ خیبر ص ۶۰۴، کتاب القدر۔ باب: العمل بالخواتیم ص ۹۷۷، مسلم۔ کتاب الایمان)

اسی کے مثل حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو باب: ''لا يقال فلان شهيد'' کے تحت گزر چکی ہے، مگر اس حدیث میں جو قصہ مذکور ہے یہ دوسرا ہے یہ غزوۂ خیبر میں پیش آیا تھا جیسا کہ کتاب المغازی اور قدر کی روایت میں تصریح ہے۔ نیز اس میں یہ ہے کہ اس نے تلوار کھڑی کی اور اس پر گر پڑا تھا۔ اس میں یہ ہے کہ ترکش سے تیر نکال کر نحر کر لیا تھا جیسا کہ دوسرے ابواب کی روایات میں تصریح ہے۔

یہ شخص حقیقت میں مسلمان تھا یا کافر اس کا فیصلہ مشکل ہے، مگر ابتداء میں جو فرمایا: ''لرجل يدعي الاسلام'' اور آخر میں جو منادی کرائی اس سے بہ ظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ یہ حقیقت میں مسلمان نہ تھا، اور آخر میں جو فرمایا: بے شک اللہ اس دین کی فاجر انسان

سے مدد کرا لیتا ہے اس فاجر کے معنی متعارف کے لحاظ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت میں مسلمان تھا کیونکہ عرف میں فاجر کا اطلاق گنہگار مسلمان پر ہوتا ہے لیکن یہ قطعی نہیں' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ○ (الانفطار:١٤) بے شک کافر جہنم میں ہیں○

اور فرمایا:

إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّيْنٍ ○ (المطففین:٧) بے شک کافروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہیں○

جلالین میں دونوں آیتوں کی تفسیر کفار سے کی ہے' اس لیے اس حدیث میں بھی فاجر سے اگر کافر مراد لیا جائے تو کوئی استبعاد نہیں۔

بَابٌ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ (ص۴۳۱)

مسلمانوں کا مال جب مشرکین نے لوٹ لیا' پھر اسے مسلمانوں نے پالیا

١٦٥١- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک گھوڑا بھاگ گیا اور دشمن نے لے لیا' پھر مسلمان اس پر غالب ہوئے تو یہ گھوڑا انہیں واپس دیا گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم چلا گیا' پھر مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تو حضرت خالد بن ولید نے انہیں واپس کر دیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔

یہ ابن نمیر کی بہ طریق عبید اللہ روایت ہے اس کے بعد یحییٰ قطان کی انہیں سے یہ روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ گھوڑا بھی روم چلا گیا تھا اور فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے گھوڑا بھی اور غلام بھی حضرت عبد اللہ بن عمر کو واپس کیا' اس سے متبادر ہوتا ہے کہ دونوں واقعے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کے ہیں' پھر تیسری روایت موسیٰ بن عقبہ کی ہے اس میں ہے کہ یہ دونوں واقعے حضرت صدیق اکبر کے عہد مبارک میں ہوئے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الْغُلُوْلِ

مال غنیمت چوری کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (آل عمران:١٦١). (ص۴۳۲)

اور اللہ عز و جل کے اس ارشاد کا بیان: جو مال غنیمت چوری کرے گا چوری کیے ہوئے مال کے ساتھ قیامت کے دن آئے گا۔

١٦٥٢- حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زُرْعَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ اَمْرَهُ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ عَلٰى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور غنیمت میں چوری کو ذکر فرمایا اور اسے بڑا گناہ قرار دیا' فرمایا: تم میں سے کسی کو اس حال میں قیامت کے دن نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو کر ممیا رہی ہو۔ اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو اور یہ عرض کرے: یا رسول اللہ! میری مدد فرمایئے اور میں یہ فرماؤں کہ میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں نے تم کو پہنچا دیا تھا

رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اَغِثْنِي فَاَقُولُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْـئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اَغِثْنِي فَاَقُولُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اَغِثْنِي فَاَقُولُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ عَنْ اَبِي حَيَّانَ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ.

اور اس کی گردن پر اونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو وہ عرض کرے: یارسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں فرماؤں میں آج تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا' میں نے پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر مال و دولت لدا ہو اور عرض کرے: یارسول اللہ! میری مدد فرمائیے اور میں فرماؤں آج تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے ہوں اور وہ عرض کرے: یارسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ میں فرماؤں: آج تیرے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے پہنچا دیا تھا۔ ابوحیان نے کہا: اس کا گھوڑا ہو جو ہنستا رہا ہو۔

[لغات]

''غُلُول'' کے معنی چپکے سے کوئی چیز لے کر اپنے سامان میں ملا دینا' مال غنیمت میں سے چرا کر اپنے سامان میں ملا دینا۔ اب یہی معنی عرف میں شائع ذائع ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ ''لاالفین'' ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ۔ مجرد ''لُقًا'' سے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ باب افعال جس کا مصدر ''الفاء'' ہے اور ایک روایت ''القین'' قاف کے ساتھ لقاء ناقص واوی ہے' واؤ کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔ مجرد سے پانے کے معنی میں نہیں آتا۔ باب افعال سے اس کا معنی پانا ہے۔ ''ثُغَاءٌ'' بکری کی آواز۔ یہ ناقص واوی ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ ''رُغَاء'' یہ بھی ناقص واوی ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ اونٹ کی بلبلاہٹ ''صامت'' وہ مال جس میں روح نہ ہو جیسے سونا چاندی برتن ہتھیار وغیرہ۔ ''رقاع'' رقعۃ کی جمع ہے کپڑے کے ٹکڑے۔ مراد مطلقاً کپڑا ہے۔

''لااملك لك'' کی توجیہ

بخاری کے تمام شارحین نے بالاتفاق فرمایا کہ یہ ارشاد زجر و توبیخ کے لیے ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے' خود ارشاد فرمایا: ''شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِي''[1] میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے ہے' اور فرمایا: ''وصاحب شفاعتهم''[2] اور میں ان کی شفاعت والا ہوں' اور فرمایا: ''اعطیت الشفاعة''[3] مجھے شفاعت عطا کی گئی۔

روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مثلاً باپ بیٹے کو ایک غلط کام سے منع کرتا رہتا ہے لیکن بیٹا اپنی نالائقی کی وجہ سے باز نہیں آتا اور اس کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جب پھنس جاتا ہے تو والد کے پاس آتا ہے کہ مدد کیجیے تو والد غصے میں کہتا ہے: بھاگ جاؤ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ' میں کیا جانوں۔ مجھ سے کیا مطلب میں کیا کرسکتا ہوں' مگر پھر ترس آتا ہے تو بیٹے کی ہر طرح مدد کرتا ہے اور بیٹے کو اس مخمصے سے چھڑانے کے لیے پوری جدوجہد کرتا ہے۔

اقول وهو المستعان: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ارشاد خاص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے یا زکوٰۃ نہ دینے والے کے بارے

---

[1] ترمذی' کتاب القیامۃ' باب: فی الشفاعۃ ص ٦٦' ابن ماجہ' کتاب الزہد' باب: ذکر الشفاعۃ ص ٣٢٩' مسند امام احمد' ج ٣ ص ٢١٣

[2] ترمذی' ج ٢' کتاب المناقب ص ٢٠١' ابن ماجہ' کتاب الزہد' باب: ذکر الشفاعۃ ص ٣٢٩' مسند امام احمد' ج ٥ ص ١٣٧

[3] بخاری' کتاب التیمم' ص ٤٨' کتاب الصلوٰۃ' باب: جعلت لی الارض مسجدا ص ٦٢' مسلم' ج ١ ص ١٩٩' کتاب المساجد' مسند امام احمد' ج ١ ص ٣١٠' ج ٥ ص ١٦٢

میں ہو کہ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔ اس پر خاص لفظ "لك" کی دلالت ظاہر ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی مخصوص جرم کے مرتکب شفاعت سے محروم رہیں۔

بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ (ص ٤٣٢)

غنیمت میں تھوڑی سی چوری

ت ٥٧٧ - **وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ.**

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کی ہے کہ حضور نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اس باب کے تحت جو حدیث آرہی ہے اس کے بعض طرق میں یہ ہے کہ اس خیانت کرنے والے کے سامان کو جلا دیا۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح نہیں۔ ان سے مروی نہیں۔

ابوداؤد[1] اور ترمذی میں بعض احادیث آئی ہیں جن میں مذکور ہے کہ فرمایا: مال غنیمت میں خائن کے سامان کو اور بعض روایتوں میں ہے کہ خود اس کو بھی جلا دو۔ مگر یہ روایتیں ضعیف ہیں۔ احکام میں استدلال کے لائق نہیں۔

١٦٥٣ - **عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.**

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان چڑھانے اتارنے پر ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا، وہ مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جہنم میں ہے۔ یہ سن کر لوگ اس کا سامان دیکھنے لگے تو ایک عبا پائی جو اس نے غنیمت سے چرا لی تھی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ.

ابو عبداللہ (امام بخاری) کہتے ہیں: ابن سلام نے "کَرکَرَة" کہا ہے۔

ثقل

"ثقل" سے مراد اہل و عیال اور سامان ہے۔ کرکرہ۔ دونوں کاف کے فتحہ اور کسرے دونوں کے ساتھ۔ پہلا راساکن دوسرا مفتوح۔ یہ حبشی غلام تھے جو لڑائی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری کی لگام تھامے رہتے' یہ امام واقدی نے کہا۔ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے کہ یہ نوبی تھے۔ یمامہ کے والی ہوذہ بن علی حنفی نے ہدیۃً پیش کیا تھا' پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

بَابُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ (ص ٤٣٣)

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے

١٦٥٤ - **سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اِلٰى عَائِشَةَ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيْرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ**

امام عطاء نے کہا کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ کوہ ثبیر پر ٹھہری ہوئی تھیں' انہوں نے فرمایا: جب اللہ نے اپنے نبی پر مکہ فتح فرما دیا تو ہجرت ختم ہو

[1] ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۱۵۔ کتاب الجہاد۔ باب: فی عقوبۃ الغال ص ۱۵

تعالی علیہ وسلم مکۃ. گئی۔

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: ھجرۃ النبی ﷺ ص ٥٥١ ۔ ج ٢' کتاب المغازی ص ٦١٧)

دوسرے ابواب میں یہ تفصیل ہے کہ امام عطاء نے کہا کہ میں نے ام المومنین سے ہجرت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: آج ہجرت نہیں ہے' ہجرت اس لیے تھی کہ ایک شخص اپنا دین بچانے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ آج اللہ نے دین کو غالب فرما دیا ہے' مومن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' ہاں جہاد اور نیت باقی ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ اور اس کے ملحقات کے علاوہ جہاں بھی کوئی مشرف باسلام ہوتا اس پر فرض تھا کہ ہجرت کی استطاعت ہو تو مدینہ طیبہ ہجرت کرے۔ فتح مکہ کے بعد یہ مخصوص ہجرت ختم ہوگئی۔ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرض نہ رہی مباح ہے اور بہ نیت حسن مستحسن اور دار الحرب سے دار السلام کی طرف ہجرت کبھی فرض کبھی مستحب ہے۔ اگر دار الحرب میں مسلمانوں کو شعائر اسلام پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہو یا قتل کیا جاتا ہو یا مال لوٹ لیا جاتا ہو تو دار السلام کی طرف واجب ہے ورنہ مستحب۔ پوری تفصیل گزر چکی۔

اس زمانے میں ہجرت

اصل حکم یہی ہے' مگر اس زمانے میں بین الاقوامی قوانین کی وجہ سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ممنوع ہے' پاسپورٹ اور ویزا کے بغیر کوئی بھی دوسرے ملک میں نہیں جا سکتا وہ بھی ایک محدود مدت تک' ٹور و سیاحت کا ویزا بہ مشکل تین سال کے لیے ملتا ہے مدت پوری ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آنا ضروری ہے' دوسرے ملک میں رہائش کی اجازت بڑی دقت سے ملتی ہے' اس لیے ایک ملک سے دوسرے ملک میں ہجرت تو متعذر ہے' البتہ اگر بستی میں مسلمان تھوڑے ہیں اور وہاں کفار سے خطرہ ہے یا ایک بستی کے محلے میں یہ صورت حال ہو تو مسلم اکثریت والے محلوں میں یا بستیوں میں جا کر آباد ہو جانا ضروری ہے' جیسا کہ بھاگلپور کے فسادات میں ہوا کہ جہاں مسلمان کمزور تھے وہاں انہیں قتل کیا گیا اور ان کے اموال لوٹے گئے۔ ان کے مکانات جلائے گئے' مجبوراً مسلمان اپنی بستیوں کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ (ص ٤٣٣) — غازیوں کا استقبال کرنا

١٦٥٥- عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ اَتَذْکُرُ اِذْ تَلَقَّیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَکَكَ. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: کتاب النبی ﷺ الی کسری وقیصر ص ٦٣٧' ابوداؤد' ترمذی۔ کتاب الجہاد)

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن جعفر سے کہا: کیا تم کو یاد ہے کہ میں اور تم اور حضرت ابن عباس رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے نکلے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یاد ہے۔ حضور نے مجھے اور حضرت ابن عباس کو سواری پر بٹھا لیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

١٦٥٦- عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ یَزِیْدَ ذَهَبْنَا نَتَلَقّٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْیَانِ اِلٰی ثَنِیَّةِ الْوَدَاعِ. (مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ کتاب الحج)

امام زہری نے کہا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع گئے تھے۔

پہلی حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ "فحملنا و ترکك" کے قائل عبداللہ بن جعفر ہیں مسلم میں اس کے برعکس ہے غالباً راوی سے الٹ پھیر ہو گیا۔ حضرت ساب بن یزید کا قصہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ہوا تھا' جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے "مرجعه من غزوة تبوك" تبوک سے لوٹتے وقت۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ (ص ٤٣٣)

جب غزوہ سے لوٹتے تو کیا پڑھتے؟

١٦٥٧- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي إِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهِ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهَا عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا فَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم عسفان سے لوٹتے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے اور آپ نے صفیہ بنت حُیی کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔ حضور کی اونٹنی پھسل گئی اور سب گر پڑے۔ ابوطلحہ اپنی سواری سے کود کر بڑھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ عزوجل مجھے آپ پر قربان کرے کیا حضور کو کچھ چوٹ لگی ہے؟ فرمایا: عورت کو دیکھو' ابوطلحہ نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا اور صفیہ کے پاس گئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا اور سواری کو درست کر دیا۔ حضور اور صفیہ اس پر سوار ہو گئے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ ہم لوٹنے والے توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ حضور یہ مسلسل دعا پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔

(اس کے متصل' بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: قول الرجل جعلني الله فداك ص ٩١٣' کتاب اللباس۔ باب: ارداف المرأة خلف الرجل ص ٨٨٢' مسلم۔ کتاب المناسک' نسائی۔ کتاب الحج)

من عسفان

یہ راوی کا تسامح ہے۔ یہ واقعہ خیبر سے واپسی میں پیش آیا تھا' اس لیے کہ ام المومنین حضرت صفیہ خیبر ہی میں حرم میں داخل ہوئی تھیں اور عسفان کی طرف نہضت بنی لحیان کی سرکوبی کے لیے ٦ھ میں ہوئی تھی اور غزوۂ خیبر ٧ھ میں اس کے بعد ہوا تھا' خیبر سے واپسی ہی میں حضرت صفیہ ہم راہ رکاب اقدس تھیں۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی ذہانت اور حسن ادب کا نادر نمونہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: عورت کو دیکھو' تو پہلے اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لیا۔ پھر ام المومنین کی طرف بڑھے۔ مبادا ان پر نظر نہ پڑے اور پھر ان پر کپڑا ڈال دیا۔

بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ (ص ٤٣٤)

کہیں سے واپسی پر کھانا کھلانا

تـ٥٧٨ - وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے یہاں آنے والوں کے لیے روزہ

نہ رکھتے۔

اس تعلیق کو قاضی اسماعیل نے احکام میں روایت کیا ہے' پورا مضمون یہ ہے: نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ رکھتے اور سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھتے' جب کہیں سے آتے تو چند دن آنے جانے والوں کی خاطر داری کے لیے روزہ نہ رکھتے' پھر رکھنے لگتے۔

١٦٥٨- عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً وَزَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اِشْتَرٰی مِنِّی النَّبِیُّ بَعِيْرًا بِوَقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَيْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ وَوَزَنَ لِیْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ.

(ابوداؤد۔ کتاب الاطعمہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ واپس آئے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح فرمایا' معاذ نے شعبہ عن محارب عن جابر بن عبداللہ جو روایت کی اس میں یہ زائد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو اوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے عوض اونٹ خریدا۔ جب صرار پہنچے تو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جسے لوگوں نے کھایا۔ جب مدینہ تشریف لائے تو مجھے حکم دیا کہ مسجد میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز پڑھو اور مجھے اونٹ کی قیمت تول دی۔

صرار

مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے' ابو عبید بکری نے کہا کہ حرہ راقم کی جانب ایک پرانے کنوئیں کا نام ہے۔ یہ واقعہ اس سفر سے واپسی میں درپیش ہوا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے اونٹ خریدا تھا جس کا مفصل بیان گزر چکا۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵۷ - [کِتَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ]

[(مالِ غنیمت) کے پانچویں حصّہ کی فرضیت]

بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ (ص ۴۳۴) خمس کا فرض ہونا

توضیح باب......(خمس کی تفصیل)

خمس سے مراد مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ. (الانفال:۴۱)

جان لو کہ تم نے جو کچھ بھی غنیمت حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اتارا جس دن دونوں فوجیں لڑی تھیں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ مالِ غنیمت سے خمس نکال کر بقیہ چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیے جائیں۔ عہدِ رسالت میں ارشادِ مذکور کے مطابق اس خمس کے پانچ حصے کیے جاتے۔ ایک حضور اقدس ﷺ کے لیے، ایک بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لیے جو حضور کے قرابت دار تھے جنھوں نے زمانہ کفر میں بھی ہمیشہ حضور کی حمایت کی تھی، بنی عبد شمس اور بنی نوفل اس کے مستحق نہیں اگرچہ یہ لوگ بھی قرابت دار ہیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے ہمیشہ مخالفت کی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔ ایک یتیموں کے لیے اور ایک محتاجوں کے لیے اور ایک مسافروں کے لیے۔

حضور اقدس ﷺ کے بعد حضور کا حصہ اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کا حصہ ساقط ہو گیا، اس لیے کہ ان کا حق صرف قرابت کی وجہ سے نہ تھا، ورنہ بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو بھی ملتا، بلکہ قرابت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کی حمایت کی بنا پر تھا، جب حضور اقدس ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو حضور اقدس ﷺ کی حمایت کی وجہ سے جو استحقاق تھا باقی نہ رہا۔ ظاہر یہی ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس نکالا گیا تھا۔ اس کی دلیل مندرجہ حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَعْطَانِيْ مِمَّا افاء الله عليه من الخمسِ يَوْمَئِذٍ. اور نبی ﷺ نے اس دن خمس میں سے مجھے ایک اور اونٹنی دی تھی۔

(بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب غزوۂ بدر ص ۵۱۷، ابوداؤد۔ ج ۲۔ باب: بیان مواضع قسم الخمس ص ۶۳)

ابوداؤد میں ہے:

"اعطانی شارفا" الخ ہے اور مجھے ایک تندرست اونٹنی دی۔

اور ظاہر یہی ہے کہ "یومئذ افاء" کا ظرف ہے یعنی اس دن جو خمس سے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا تھا اس میں سے ایک اونٹنی دی تھی۔

یہ اس کے معارض نہیں جو امام ابن اسحٰق، امام احمد، امام حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: جب ہم نے غزوۂ بدر کی غنیمت میں اختلاف کیا اور بد خلقی کی تو اللہ عزوجل نے اسے ہم سے چھین لیا اور رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ حضور نے اسے برابر لوگوں پر تقسیم فرما دیا[1] اس کی توجیہ یہ ہے کہ خمس نکالنے کے بعد جو بچا اسے تقسیم فرمایا۔

اور جو اہل سیر سے منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر خمس فرض نہیں ہوا تھا یہ بخاری ابوداؤد و صحیحین کی روایت کے معارض ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

اسماعیل قاضی نے کہا کہ خمس واقعہ بنی قریظہ کے وقت فرض ہوا، اس کے پہلے نہیں تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کے بعد نازل ہوا۔ خمس نکالنے کی تصریح سب سے پہلے حنین کے موقع پر ملتی ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں خمس سے مراد وہ خمس ہے جو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے سریے میں نکالا تھا جو بدر سے دو ماہ قبل رجب میں پیش آیا تھا، انہیں نے اس میں رسول ﷺ کے لیے خمس نکالا تھا۔ اس تقدیر پر کتاب المغازی اور ابوداؤد کی روایتوں میں "یومئذ" اعطانی کا ظرف ہوگا مگر یہ مستبعد ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر اس خمس میں سے دینے کا قول کس کی سمجھ میں آسکتا ہے؟

علاوہ ازیں سورۂ انفال میں اموال غنیمت کے مصارف کی تفصیل ہے اور یہ سورۃ زیادہ تر بدر کے احوال پر مشتمل ہے بلکہ اس صورت کا شان نزول ہی یہی ہے، جیسا کہ ابھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری، اس سورۃ کی ابتدا میں فرمایا گیا:

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. (الانفال:۱) فرما دو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

یہ اجمالی حکم تھا، تفصیل اکتالیسویں آیت: "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الآیۃ میں ذکر کر دی۔

۱۶۵۹- ح: [فَاَجَبَّ حَمْزَةُ اَسْنِمَةَ النَّاقَةِ]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لیے

۱۶۵۹- حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ كَانَتْ لِیْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِیْبِیْ مِنَ الْمَغْنَمِ یَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِیْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِیَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِّنْ بَنِیْ قَیْنُقَاعٍ اَنْ یَّرْتَحِلَ مَعِیَ فَنَاْتِیَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِیْعَهٗ مِنَ الصَّوَّاغِیْنَ وَاَسْتَعِیْنُ بِهٖ

حضرت امام زین العابدین) علی بن حسین نے حدیث بیان کی کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس طاقت ور اونٹنی تھی جو بدر کی غنیمت میں مجھے ملی تھی اور نبی ﷺ نے مجھے خمس سے ایک اور اونٹنی دی تھی۔ جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے زفاف کا ارادہ کیا تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے معاملہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چل کر اذخر لائے گا جسے سناروں کے ہاتھ بیچوں گا اور شادی کے ولیمے میں اسے صرف کروں گا۔ میں اپنی دونوں اونٹنیوں کے لیے

[1] فتح الباری ج ۶، ص ۱۸۹

فِی وَلِیْمَۃِ عُرْسِی فَبَیْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَیَّ مَتَاعًا مِّنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَایَ مُنَاخَتَانِ اِلٰی جَنْبِ حُجْرَۃِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَجَعْتُ حِیْنَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَاِذَا شَارِفَایَ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُھُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُھُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَکْبَادِھِمَا فَلَمْ اَمْلِکْ عَیْنَیَّ حِیْنَ رَاَیْتُ ذٰلِکَ الْمَنْظَرَ مِنْھُمَا فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا فَقَالُوْا فَعَلَ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَھُوَ فِیْ ھٰذَا الْبَیْتِ فِیْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ زَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ فَعَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْھِی الَّذِیْ لَقِیْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَکَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَۃُ عَلٰی نَاقَتَیَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَھُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَھُمَا وَھَا ھُوَذَا فِیْ بَیْتٍ مَعَہٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِہٖ فَارْتَدٰی ثُمَّ انْطَلَقَ یَمْشِیْ وَاتَّبَعْتُہٗ اَنَا وَزَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ حَتّٰی جَاءَ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ حَمْزَۃُ فَاسْتَاذَنَ فَاَذِنُوْا لَھُمْ فَاِذَا ھُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلُوْمُ حَمْزَۃَ فِیْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَۃُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّۃٌ عَیْنَاہُ فَنَظَرَ حَمْزَۃُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی رُکْبَتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی سُرَّتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَۃُ ھَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِیْدٌ لِاَبِیْ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَدْ ثَمِلَ فَنَکَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی فَخَرَجْنَا مَعَہٗ۔

کاٹھی، بوریاں، رسیاں جمع کرنے میں لگا تھا اور میری دونوں اونٹنیاں انصار کے ایک صاحب کے گھر کے پہلو کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب میں نے سامان جمع کر لیا تو لوٹا، اب دیکھتا ہوں کہ میری دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لیے گئے ہیں اور کوکھ پھاڑ کر کلیجے نکال لیے گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آنکھوں پر قابو نہیں پاسکا، میں نے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب نے۔ وہ اس گھر میں انصار کی پینے کی مجلس میں ہیں۔ میں وہاں سے چلا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو زید بن حارثہ وہاں موجود تھے۔ نبی ﷺ نے میرے صدمے کو میرے چہرے سے پہچان لیا، دریافت فرمایا: تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آج کے دن میں نے جو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر تعدی کی ہے۔ ان کے کوہان کاٹ لیے ہیں اور کوکھ پھاڑ دیے ہیں۔ وہ اس گھر میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے اپنی چادر منگائی، اوڑھ لی، پھر چلے۔ میں اور زید بن حارثہ بھی پیچھے ہو لیے آپ اس گھر میں تشریف لائے جس میں حمزہ تھے۔ حضور نے اذن طلب فرمایا تو اندر والوں نے اذن دیا، جب حضور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔ حمزہ نے جو کچھ کیا تھا اس پر رسول اللہ ﷺ حمزہ کو ملامت کرنے لگے اور حمزہ نشے میں ہیں، ان کی آنکھیں سرخ ہیں، حمزہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، پھر نظر اٹھائی اور حضور کے گھٹنے کو دیکھا، پھر نظر اور اوپر کی اور ناف کو دیکھا، پھر اور اوپر اٹھائی اور حضور کے چہرۂ انور کو دیکھا، پھر کہا: تم لوگ میرے والد کے غلام ہی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے جان لیا کہ یہ اس وقت مست ہیں تو الٹے قدم لوٹ آئے اور ہم لوگ بھی چلے آئے۔

اس حدیث کا جز کتاب البیوع[1] میں گزر چکا ہے یہ حدیث مساقاۃ اور کتاب المغازی میں بھی ہے کچھ تغیر اور کچھ زیادتی کے ساتھ۔ کتاب المساقاۃ[2] اور کتاب المغازی میں یہ زائد ہے: جس گھر کے پاس دو اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں اس میں حمزہ بن عبدالمطلب

[1] نزہۃ القاری۔ ج۳ ص۳۹۶، رقم: ۱۲۲۸
[2] بخاری۔ ج۱ ص۳۲۰۔ ج۲ ص۵۷۱

شراب پی رہے تھے اوران کی ایک گانے والی لونڈی تھی اس نے یہ شعر پڑھا:

اَلَا یَاحَمْزَۃُ الشُّرُفِ النِّوَاءِ

"یہ سن کر حمزہ تلوار لے کر کود پڑے اوران کے کوہان کاٹ ڈالے اور کوکھیں پھاڑ دیئے اوران کے کلیجے نکال دیئے"

یہ ایک لمبے قصیدے کا مطلع ہے اس کے بعد کے اشعار یہ ہیں:

وَھُنَّ معقلات بالفناء	یہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں
ضع السکین فی اللبات منھا	ان کی گردن پر چھری رکھ اے حمزہ!
وَضَرّجھن حَمزۃ بالدماء	انہیں خون سے لتھیڑ دے اور ان
وعجل من اطائبھا لشرب	کی عمدہ عمدہ چیزیں جلدی سے ساتھ ساتھ پینے والوں
قدیرًا من طبیخ اوشواع	کے لیے ہانڈی میں لا پکا ہوا یا بھنا ہوا

لغات

"شُرُفٌ"، "شارف" کی جمع طاقتور اونٹنی "نواء" "ناویہ کی جمع، موٹی تندرست "معقلات" عقال سے بندھی ہوئی "لبات"، "لبۃ" کی جمع "ضرج" کسی کوخون سے آلودہ کرنا "شرب" ساتھ بیٹھ کر شراب پینے والے "قدیرًا" ہانڈی میں پکا ہوا گوشت۔ ایک روایت "قدیدًا" کی بھی ہے بوٹی۔

معجم الشعراء میں ہے کہ یہ قصیدہ عبداللہ بن سائب بن ابوسائب کا ہے۔ مساقات کی روایت میں "صائغ" کی جگہ ایک نسخہ میں "طابع" اور ایک طالع کا بھی ہے اس سے مراد رہنما ہے۔

"عبید لابی" کی تشریح

مساقات کی روایت "لآبائی" ہے حضرت عبدالمطلب حضور اقدس ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جد کریم ہیں اور دادا بہ منزلہ آقا کے ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ عرض کر دیا وہ بھی نشے کی حالت میں۔ غالباً نشے میں یہ ترنگ پیدا ہوگئی کہ ان اونٹنیوں پر میرا حق تھا اس کو مستی میں ان الفاظ سے تعبیر کر دیا۔

یہ قصہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے اور اسی طرح غنا کی بھی تحریم سے قبل کا ہے شراب کی حرمت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے بعد میں حمزہ سے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت علی کو دلوائی۔

١٦٦٠- ح: [فَدَكٌ] فدک

١٦٦٠- عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ تَسْئَلُہُ مِیْرَاثَھَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بِالْمَدِیْنَۃِ وَفَدَکَ وَمَا بَقِیَ مِنْ خُمُسِ خَیْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ اِنَّمَا یَاْکُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِیْ ھٰذَا الْمَالِ	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا جو مدینہ اور فدک میں بہ طور فئی اور خیبر کے خمس کے باقی میں حضور کو ملا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے اور آل رسول اس مال سے کھاتے رہیں گے اور میں اللہ کی قسم!

وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِیْ كَانَ عَلَیْهَا فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِیْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰی اَبُوْبَكْرٍ اَنْ یَّدْفَعَ اِلٰی فَاطِمَةَ مِنْهَا شَیْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰی اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّیَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِیٌّ لَیْلًا وَّلَمْ یُؤْذِنْ لَّهَا اَبِیْ بَكْرٍ وَصَلّٰی عَلَیْهَا وَكَانَ لِعَلِیٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَیَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّیَتْ اِسْتَنْكَرَ عَلِیٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّمُبَایَعَتَهٗ وَلَمْ یَكُنْ یُّبَایِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ فَاَرْسَلَ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ اَنِ ائْتِنَا وَلَا یَاْتِنَا اَحَدٌ مَّعَكَ كَرَاهِیَّةً لِّیَحْضُرَ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللّٰهِ لَاتَدْخُلُ عَلَیْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَمَا عَسَیْتُهُمْ اَنْ یَّفْعَلُوْهُ بِیْ وَاللّٰهِ لَاٰتِیَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَیْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِیٌّ فَقَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا اَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَیْكَ خَیْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَلٰكِنَّكَ اِسْتَبَدَدْتَّ عَلَیْنَا بِالْاَمْرِ وَكُنَّا نَرٰی لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَصِیْبًا حَتّٰی فَاضَتْ عَیْنَا اَبِیْ بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ وَاَمَّا الَّذِیْ شَجَرَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَمْوَالِ فَاِنِّیْ لَمْ اٰلُ فِیْهَا عَنِ الْخَیْرِ وَلَمْ اَتْرُكْ اَمْرًا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُهٗ فِیْهَا اِلَّا صَنَعْتُهٗ فَقَالَ عَلِیٌّ لِاَبِیْ بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِیَّةَ لِلْبَیْعَةِ فَلَمَّا صَلّٰی اَبُوْبَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِیَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَاْنَ عَلِیٍّ وَتَخَلُّفَهٗ عَنِ الْبَیْعَةِ وَعُذْرَهٗ بِالَّذِیْ اعْتَذَرَ اِلَیْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِیٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ اَبِیْ بَكْرٍ وَحَدَّثَ

رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کو اس حالت سے ذرہ برابر نہیں بدلوں گا جس پر وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا اور میں اس میں ضرور اسی طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ کو ان میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور ان سے بولنا چھوڑ دیا۔ وفات کے وقت تک نہیں بولیں۔ نبی ﷺ کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں کی اور حضرت علی نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت فاطمہ کی حیات میں حضرت علی کی لوگوں میں ایک عزت تھی۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت علی نے لوگوں کے رویے کو بدلا ہوا دیکھا تو حضرت ابوبکر سے صلح کرنی چاہی اور ان کی بیعت بھی۔ ان چھ مہینوں میں بیعت نہ کی تھی۔ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آ جائیں اور کسی کو ساتھ نہ لائیں۔ یہ اس لیے کہلایا کہ کہیں حضرت عمر بھی ساتھ نہ آ جائیں، اس پر حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! آپ وہاں تنہا نہ جائیں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: وہ لوگ میرے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کریں گے۔ بخدا! میں ضرور جاؤں گا۔ حضرت ابوبکر ان کے یہاں تشریف لے گئے تو حضرت علی نے پہلے شہادتین پڑھا اور فرمایا: ہم آپ کی فضیلت کو بھی جانتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں اور جو بھلائی اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے ہم کو اس پر آپ سے حسد نہیں، لیکن آپ نے اس معاملے میں (میری دانست میں) ہماری حق تلفی کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ہم بھی اس میں اپنا حق جانتے تھے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، پھر ابوبکر نے گفتگو شروع کی اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بہ نسبت اپنی قرابت کے زیادہ پسند ہے اور یہ جو میرے اور آپ کے درمیان مالوں کے بارے میں نزاع پیدا ہو گئی ہے تو آپ یقین کریں میں نے اس خصوص میں بہتر پر عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے اور

اَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةٌ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّلَا اِنْكَارٌ لِّلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ وَلٰكِنْ كُنَّا نَرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ نَصِيْبًا وَّاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ اَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ وَقَالُوْا اَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى عَلِيٍّ قَرِيْبًا حِيْنَ رَاجَعَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ خیبر ص ۶۰۹' کتاب الجہاد۔ باب: فرض الخمس ص ۴۳۵' کتاب المناقب۔ باب: مناقب قرابۃ النبی ﷺ ص ۵۲۶' کتاب الفرائض۔ باب: قول النبی ﷺ ماترکنا صدقۃ ص ۹۹۵)

رسول اللہ ﷺ کو جو کام بھی کرتے دیکھا ہے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا ہے۔ اب حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا: دوپہر کے بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے جب ظہر پڑھ لی تو منبر پر تشریف لے گئے اور شہادتین پڑھا اور حضرت علی کی شان بیان فرمائی اور بیعت نہ کرنے کو بھی اور انہوں نے جو عذر بیان فرمایا تھا اسے بھی' پھر استغفار پڑھا اور حضرت علی نے شہادتین پڑھی اور حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ کہ انہوں نے جو کچھ کیا اس کا سبب ابوبکر سے حسد یا اللہ نے انہیں جو فضیلت دی ہے اس سے انکار نہیں۔ وجہ یہ تھی کہ ہم اپنی دانست میں یہ جانتے تھے کہ اس معاملے میں ہمارا بھی کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا ہے۔ اس پر ہمیں تکلیف تھی۔ یہ سن کر تمام مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علی نے جب اس بات کو تسلیم کر لیا جو حقیقت میں اچھی تھی تو مسلمان ان سے قریب ہو گئے۔

چونکہ کتاب المغازی کی روایت میں زیادہ تفصیل اور جامعیت تھی اس لیے ہم نے اسی کو لیا۔ فرائض کی روایت میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا سوال کرنے والوں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

فَدَك

مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل پر خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے' خیبر کے بعد وہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ ہم اپنی زمین کی پیداوار کا نصف حصہ خدمت اقدس میں پیش کرتے رہیں گے۔

مما افاء اللّٰہ علیہ بالمدینۃ

''افاء'' کا مصدر ''فیء'' ہے۔ اس سے مراد کفار کے وہ اموال ہیں جو لڑائی کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں' اسی میں خراج اور جزیے کی رقوم بھی داخل ہیں ''فیء'' کل کا کل بیت المال میں جمع ہوگا۔

اس بارے میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ (الحشر: ۶)

ان (بنونضیر) سے اللہ نے اپنے رسول کو جو کچھ دلایا ان پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ ہاں اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دے دیتا ہے۔

۴ھ میں بنی نضیر کی غداری کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمالیا' یہ محاصرہ پندرہ دن تک رہا' جب انہوں نے دیکھا کہ اب نجات کی صورت نہیں تو یہ کہلایا کہ ہماری جانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے' ہمیں یہ اجازت دی جائے کہ ہم اپنے ساتھ اپنے مال و متاع میں سے جتنا لے جاسکیں لے جائیں اور ہمیں مدینے سے چلے جانے دیا جائے۔ رحمت عالم ﷺ نے غایت کرم

سے منظور فرمالیا۔ بنی نضیر نے مدینہ طیبہ خالی کر دیا' ان کے جو مال و متاع زمین' باغ بچے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کے تصرف میں آئے۔ ان کی بستی مدینہ طیبہ سے دومیل کی دوری پر تھی' چونکہ صحابہ کرام پیدل ہی گئے تھے۔ صرف حضور اقدس ﷺ سواری پر تشریف لے گئے تھے اس لیے فرمایا گیا کہ تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

علاوہ زمین اور مکان کے اور دیگر سامان کے پچاس زر ہیں' پچاس خود' چار سو تلواریں چھوڑ گئے تھے۔ بنی نضیر کے اموال میں سے حضور اقدس ﷺ نے مجاہدین کو کچھ نہیں دیا' صرف دو یا تین انتہائی تنگدست انصار کو کچھ عطا فرمایا۔

بنی نضیر کے زمین اور باغ کے علاوہ مدینہ طیبہ میں مخیریق کے سات باغات تھے جو بنی نضیر کے محلے میں تھے۔ یہ یہودی تھے غزوہ احد کے دن مسلمان ہوئے اور یہ ساتوں باغات حضور اقدس ﷺ کو نذر کر دیئے۔ اس کے علاوہ کچھ اور اراضی تھیں جو انصار کرام نے نذر کی تھیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی املاک سے یہ تینوں قسم مراد ہو سکتی ہیں۔

فدك

مدینہ طیبہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر خیبر کے قریب یہ زمین تھی۔ خیبر کے بعد یہاں کے باشندوں نے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ نصف زمین حضور کی نذر ہے۔

علاوہ ازیں وادی القریٰ کی ایک تہائی زمین اور خیبر کے قلعوں میں سے وطیح اور سلالم بہ طور صلح فتح ہوئے تھے' یہ سب ''فی'' تھا۔ خیبر کا خمس بھی رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھا جس سے حضور اقدس ﷺ اپنا اور اپنی ازواج مطہرات کا خرچ چلاتے اور جو بچتا اس کو عام مسلمانوں کی ضرورتوں میں صرف فرماتے۔ حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان سب کو میراث سمجھا اور اپنا اپنا حق طلب کیا۔

''لانورث'' کی تفصیل

حضرت سیدہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ آپ نے آیت میراث کے پیش نظر اپنا مطالبہ پیش فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی: ہم انبیائے کرام کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ صحیح اور معتبر روایات کے مطابق حضرت سیدہ اور حضرت عباس نے یہ سن کر سکوت فرمایا' اس کی تردید میں کچھ نہیں فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ آگے حدیث آرہی ہے کہ اس کی صحت کو خود حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کی موجودگی میں تسلیم فرمالیا۔ علاوہ ان دو بزرگوں کے اور متعدد صحابہ کرام سے یہ حدیث مروی ہے' جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

رافضیوں کی کتابوں سے ثبوت

خود رافضیوں کی کتابوں سے اس کا مضمون ثابت ہے۔ اصول کافی باب العلم والمتعلم میں ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن اورثوا العلم فمن اخذہ منہ اخذ بحظ وافر۔

ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کرام دینار و درہم میراث نہیں چھوڑتے' ہاں علم ان کی میراث ہے اس لیے جس نے علم حاصل کیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

اسی باب کے صفۃ العلم میں ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا و انما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشئ منھا فقد اخذ حظا وافرا.

ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں اور یہ اسی بنا پر ہے کہ انبیاء درہم اور دینار میراث نہیں چھوڑتے' وہ صرف اپنی حدیثیں میراث چھوڑتے ہیں تو جس نے انہیں حاصل کرلیا اس نے بہت حصہ پالیا۔

ان شیعی روایات میں صراحۃً درہم و دینار کے میراث نہ چھوڑنے کا تذکرہ ہے' اس کا شبہہ ہوسکتا تھا کہ درہم و دینار کے علاوہ اراضی وغیرہ میراث چھوڑتے ہوں' اس کا قلع قمع لفظ ''انّما'' نے کردیا' یہ کلمہ حصر ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ انبیا کرام اپنی میراث میں صرف اپنی احادیث چھوڑتے ہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیا کرام کی میراث صرف علم ہے' نہ درہم ہے نہ دینار ہے نہ اراضی ہیں نہ اور کچھ مال و متاع۔

رافضیوں کے اصول کے مطابق قرآن مجید کے صریح منطوق کے مقابل ائمہ کے ارشادات اور ان کی مرویات راجح ہیں' اس لیے کسی رافضی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہہ کر اس حدیث کو ناقابل قبول قرار دے کہ یہ آیت میراث کے معارض ہے اور ہم اہل سنت کے اصول کے مطابق چونکہ یہ حدیث مشہور ہے' اس لیے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر کے پاس آئیں اور فرمایا: آپ کا کون وارث ہو گا؟ انہوں نے فرمایا: میرے اہل میری اولاد' حضرت فاطمہ نے فرمایا: پھر کیا بات ہے کہ میں اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی پرورش فرماتے تھے میں بھی اس کی پرورش کروں گا۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق یہ سن کر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے' نہ تو حضرت سیدہ نے کچھ فرمایا' نہ حضرت علی نے' نہ حضرت عباس نے (رضی اللہ عنہم)۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم فرمالیا۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا اس کی صحت کو صراحۃً تسلیم کرنا آگے آرہا ہے' اس لیے اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کرنا کہ انہوں نے اہل بیت کا حق غصب کرلیا' اپنے خبث نفس کی تسکین کے سوا اور کچھ نہیں۔ رہ گئیں رافضیوں کی من گھڑت مرویات وہ سب خود ان کے ائمہ کرام کے مذکورہ بالا ارشادات کے معارض ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

''فوجدت فاطمۃ'' کی توجیہ

دوسری روایتوں میں ''فغضبت فاطمۃ'' ہے' یہ حقیقت میں راوی حدیث کا اپنا استخراج ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیدہ فطری طور پر گوشہ نشین تھیں' لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھیں۔ احادیث کے پورے دفتر دیکھ ڈالیے حضرت سیدہ کی سیرت پاک میں لوگوں سے ملنے جلنے کے واقعات نہیں ملیں گے۔ روافض کے طومار کے طومار پڑھ ڈالیے ان میں بھی آپ کو ایسے واقعات نہیں ملیں گے جو یہ بتا سکیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے ملتی جلتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضور کی جدائی کے غم و اندوہ نے انہیں اس قابل ہی نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی سے ملیں جلیں حتی کہ یہی غم جانگسل ہوا اور چھ ماہ کے بعد واصل بحق ہوگئیں۔ وہ اس اثنا میں حضرت ابو بکر سے بھی ملاقات کے لیے تشریف نہیں لائیں۔

دوسری طرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امور خلافت میں سب سے زیادہ مصروفیت کا یہی وقت تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے ٹکر لینے کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر جا چکا تھا۔ مانعین زکوٰۃ، مرتدین، کذاب مدعیان نبوت الگ شورش مچائے ہوئے تھے۔ ان سب کے قلع قمع میں شب و روز مصروفیت کی وجہ سے انہیں حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا۔ اس سے راوی نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ، حضرت صدیق اکبر سے ناراض ہیں اور ان سے میل جول سلام کلام ترک فرمائے ہوئے ہیں۔ راوی نے اپنے طور پر اپنی فہم سے جو سمجھا اسے بیان کر دیا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد رسول کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سے ناراض ہو کر خود ارشاد رسول سے منحرف ہو گئیں، اس لیے کہ بلا وجہ شرعی ایک مسلمان سے قطع تعلق اور اس سے ناراضی کی احادیث میں بشدت ممانعت وارد ہے۔ یہ نظر دقیق بات بہت دور جا پہنچتی ہے۔ ارشاد رسول سن کر ارشاد رسول پر عامل سے ناراضگی حقیقت میں رسول سے ناراضگی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! اسی لیے علماء محققین نے ''فهجرت ولم تكلمه حتى توفيت'' کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ اس کے بعد میراث کا مطالبہ چھوڑ دیا اور اس بارے میں حضرت صدیق اکبر سے زندگی پھر کچھ نہیں فرمایا، جیسا کہ امام ترمذی نے اپنے مشائخ سے نقل فرمایا ہے۔ نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمرو بن شیبہ سے مروی ہے ''فلم تكلمه في ذلك المال''۔ حضرت سیدہ نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔

نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو امام بیہقی نے امام شعبی سے روایت کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت علی نے حضرت سیدہ سے فرمایا: یہ ابو بکر ہیں حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں، حضرت سیدہ نے حضرت علی سے پوچھا: کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! حضرت سیدہ نے اندر حاضری کی اجازت دی، حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے اور حضرت سیدہ کو راضی کرنے کی کوشش کی اور وہ ان سے راضی ہو گئیں۔ یہ رضا جوئی اور حضرت سیدہ کی رضا مندی بالکل ویسے ہی ہے جیسے جاں بلب مریضوں سے رجا جوئی اور معافی کی درخواست کی جاتی ہے اور وہ اپنی رضا اور معافی کو ظاہر کرتے ہیں اسے یہ لازم نہیں کہ واقعی حقیقت میں ناراضگی ہو۔

ولم یوذن لها ابا بکر

اس روایت کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کی اطلاع نہیں دی اور خود حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کی وجہ شراح نے یہ بتائی ہے کہ حضرت سیدہ نے خود منع فرما دیا کہ کسی کو اطلاع نہ دی جائے، یہ اس بنا پر کہ اس وقت تک وہاں یہ دستور تھا کہ عورت کے جنازے پر صرف ایک کپڑا ڈال کر لے جاتے تھے جس سے اس کے جسم کا حجم ظاہر رہتا، حضرت سیدہ کو یہ سخت ناپسند تھا، یہ غایت حیا اور پردہ کے لحاظ سے فرمایا تھا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو الاستیعاب[1] میں ہے کہ حضرت سیدہ نے حضرت صدیق اکبر کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا: مرنے کے بعد عورتوں کے ساتھ جو کیا جاتا ہے وہ مجھے سخت ناپسند ہے کہ ان پر ایک کپڑا ڈال کر ان کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے جس سے جسم کا حجم ظاہر ہو جاتا ہے تو حضرت اسماء نے کھجور کی گیلی ٹہنیوں کو موڑ کر اس پر کپڑا ڈال کر ہودج نما بنایا اور بتایا کہ میں نے حبشہ میں اسے دیکھا، اسے دیکھ کر حضرت سیدہ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا: میرے لیے بھی ایسا ہی بنا دینا۔ وصال کے بعد حضرت سیدہ کا جنازہ مبارکہ اسی ہودج نما گہوارے میں چھپا ہوا لے جایا گیا۔

---

[1] الاستیعاب۔ ج ۴ ص ۳۷۸۔ برھامش اصابہ

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سیدہ کی نماز جنازہ حضرت عباس نے پڑھائی تھی یہ بخاری کی اس روایت کے منافی نہیں۔ نماز حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے پڑھی مگر چونکہ حضرت عباس حضرت علی کے چچا اور ان سے معمر تھے اس لیے امام یہ تھے' بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ یہ روایت دین کے اصول کے مطابق ہے اس لیے کہ نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حق دار خلیفۃ المسلمین ہے' پھر اس کا نائب' یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حاکم مدینہ مروان یا سعید بن عاص نے پڑھائی حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ موجود تھے' انہوں نے کوئی اعتراض تک نہیں کیا۔

ولم یکن یبایع ...... (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کب بیعت کی)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی' ان کے وصال کے بعد بیعت کی لیکن اس کے برخلاف صحیح ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع میں بیعت کر لی تھی۔

(فتح الباری۔ ج ۷ ص ۴۹۵)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لے گئے' حاضرین پر نظر ڈالی تو حضرت زبیر کو نہیں دیکھا' انہیں بلوایا۔ وہ جب آئے تو ان سے فرمایا: کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حواری ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی ٹوٹ جائے۔ حضرت زبیر نے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ! پھر کھڑے ہوئے اور بیعت کر لی' پھر حاضرین کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' انہیں بھی بلوایا اور فرمایا: کہا جاتا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضور کے داماد ہو اور پھر چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی لاٹھی توڑ دو' حضرت علی نے فرمایا: اے خلیفہ رسول اللہ! پھر بیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ ابن سعد' حاکم' بیہقی ص ۶۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے یہ کہا: ہمیں اس سے تکلیف پہنچی کہ ہم کو مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا اور ہم ابوبکر کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا حق دار جانتے ہیں' یہ رسول اللہ کے یار غار ہیں اور ہم ان کے شرف کو پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

(تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ کتاب المغازی موسیٰ بن عقبہ وحاکم ص ۷۰)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور میں موجود تھا' غائب نہیں تھا اور نہ مجھے کوئی بیماری تھی اس لیے ہم نے اپنی دنیا کے لیے وہی پسند کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ ابن عساکر ص ۶۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مرتدین سے قتال کے لیے ابوبکر باہر نکل پڑے اور اپنی سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی اور فرمایا: کہاں؟ اے خلیفہ رسول اللہ! میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے یوم احد فرمایا تھا: اپنی تلوار نیام میں کرو۔ اپنی ذات سے ہم کو غمگین نہ کرو' مدینہ لوٹ چلو' بخدا! اگر آپ کو ہم کھو کر غمزدہ ہو گئے تو کبھی بھی اسلام کا نظام درست نہ ہوگا۔ (تاریخ الخلفاء مصری بحوالہ دارقطنی ص ۷۵)

سب کو معلوم ہے کہ جیش اسامہ کی روانگی کے بعد بلا تاخیر مرتدین سے جہاد کے لیے حضرت صدیق اکبر نکلے تھے اس وقت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خلیفہ رسول کہا۔ یہ ان کی خلافت کو تسلیم کرنا ہے اور خلیفہ مان لینے کے بعد بیعت نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

یہ تین صحابہ کرام ہوئے حضرت ابوسعید خدری، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم جن کی روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی میں بیعت کر لی تھی، اس لیے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، پھر حضرت علی کا یہ ارشاد کہ ہم ابوبکر کو خلافت کا سب سے زیادہ اہل سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو میری موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا، ہم نے اپنی دنیا کے لیے اسے پسند کر لیا جسے رسول اللہ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق جانتے تھے بلکہ اپنے سے بھی زیادہ ان کو خلافت کا مستحق جانتے تھے، پھر بیعت نہ کرنے کے کیا معنی؟

رہ گیا اُم المومنین نے جو فرمایا: ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی یہ اپنے علم و دانست کے مطابق فرما رہی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزری جب مرتدین سے قتال کے لیے حضرت صدیق اکبر نکل پڑے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواری کی لگام پکڑ لی۔ اس سے ثابت ہے کہ ابتداء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر کے پاس آتے جاتے اور مشورے دیتے تھے، بلکہ اپنی ذاتی وجاہت کی بنا پر اسے منوا بھی لیتے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا اثر حضرت سیدہ پر بے پناہ تھا، خود فرماتی ہیں:

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیا لیا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر پڑیں تو رات ہو جائیں۔

اس کے صدمے سے بہت سخت علیل ہو گئیں۔ جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو حضرت علی ان کی دل جوئی اور تیمارداری میں مصروف ہونے کی وجہ سے اتنا موقع نہ پاتے کہ دربار خلافت میں تشریف لاتے، اس سے لوگوں میں بدگمانی پھیلی ہوگی کہ شاید حضرت علی صدیق اکبر کی خلافت کو دل سے تسلیم نہیں کرتے، اس لیے جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا واصل بحق ہو گئیں تو اس بدگمانی کو دور کرنے کے لیے دوبارہ بیعت فرمائی۔

بہ فرض غلط اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تو بھی اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو باطل جانتے تھے۔ ایسی کوئی روایت نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی یہ فرمایا ہو کہ ابوبکر خلافت کے اہل نہیں، ان کی خلافت درست نہیں۔ بعض روایتوں سے ثابت ہے تو یہ کہ وہ خانہ نشین ہو گئے تھے اور یہ حضرت صدیق اکبر یا کسی سے ناراضگی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی تاب نہ لا کر سخت علیل ہو گئی تھیں، ان کی تیمارداری، بچوں کی دیکھ بھال کے لیے تھی اور یہ قطعی ہے کہ اپنے موقعوں پر سکوت بیان کے حکم میں ہوتا ہے۔ ایک بات علانیہ ہو رہی ہے اور ایک دینی مقتدا اسے دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ اسے صحیح جانتا ہے، اس کی نظیر حدیث تقریری ہے۔ صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کچھ کہا یا، کچھ کیا اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا تو یہ بھی حدیث رسول ہے۔ نیز اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کو برحق نہ مانتے تو چھ ماہ بعد بھی ہرگز ہرگز بیعت نہ فرماتے جب کہ انہیں حضرت صدیق اکبر کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

حضرت ابوسفیان نے جب یہ سنا کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوئے ہیں تو مدینہ طیبہ آئے اور حضرت علی سے کہا: کیا بات ہے کہ خلافت قریش کی اس شاخ میں ہے جو سب سے کم اور سب سے کمزور ہے؟ اس سے ان کی مراد حضرت ابوبکر کا خاندان بنی تیم تھا، اگر تم چاہو تو ان کے خلاف سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ حضرت علی نے فرمایا: تو نے مدت دراز تک اسلام کی مخالفت کی، اس سے

اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا' ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل پایا۔ (تاریخ الخلفاء مصری ص ٦٦)
اس روایت نے رافضیوں کے اس ادعا کی بھی قلعی کھول دی جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ نے اپنی کمزوری اور بے بسی کی بنا پر ازراہ تقیہ بیعت کی تھی۔

نیز اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ نے چھ ماہ بعد نہیں بالکل ابتداء ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم فرمائی تھی۔
خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ایک نہیں متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے ابتداء ہی میں حضرت صدیق اکبر کی خلافت تسلیم کرکے بیعت بھی کر لی تھی مگر چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ کی تیمارداری اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے دربار خلافت میں تشریف نہیں لاتے تھے' اس لیے لوگوں کو بدگمانی ہونے لگی تھی کہ شاید حضرت علی خلافت صدیقی کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ کے وصال کے بعد جب انہیں گھریلو الجھن سے فرصت ملی تو لوگوں کی بدگمانی دور کرنے کے لیے دوبارہ بیعت عام کی۔

استبددت

حضرت علی رضی اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کے معاملے کو طے کرتے وقت مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ہمارا یہ حق تھا کہ اس مشورے میں ہم کو شریک کیا جاتا۔ یہاں ''الامر'' سے مراد خلافت ہے اور ''نصیبا'' سے مراد مشورہ دینے کا حق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ خلافت کا معاملہ ہم سے مشورہ لیے بغیر طے کیا گیا' ہم سے مشورہ نہیں لیا گیا' حالانکہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص قرابت دار ہیں تو ہمارا بھی یہ حق تھا کہ ہمیں مشورے میں شریک کیا جاتا۔
لیکن حضرت صدیق اکبر کا عذر بالکل ظاہر ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگوں کو نہ حضرت صدیق اکبر نے بلایا تھا نہ مہاجرین میں سے کسی اور نے' انصار کرام از خود جمع ہو گئے تھے' اس کی اطلاع جب حضرت صدیق اکبر کو ہوئی تو حضرت فاروق اعظم اور دوسرے چند مہاجرین کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ بھی چاہتے تو تشریف لے جاتے' ان پر کس نے پابندی لگائی تھی؟ اور جیسا کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنا دیا تھا اور ان کی خلافت پر نص جلی فرما دی تھی تو ایسی صورت میں ان کو ضرور بالضرور تشریف لے جانا فرض تھا' لوگوں کو بتاتے کہ آپ لوگ بلاوجہ بحث کر رہے ہو' میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص جلی موجود ہے' اب کیسا انتخاب اور کیسی بحث۔
رافضیوں کا یہ ادعا یوں بھی باطل ہے کہ اس وقت جب مکان کے اندر تنہائی میں دوستانہ ماحول میں گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت علی کو صاف صاف فرما دینا فرض تھا کہ میری ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے نص جلی فرما کے مجھے وصی بنا گئے ہیں' آپ کیسے خلیفہ بن گئے؟

ایک شبہہ کا ازالہ

''نصیبا'' سے مراد خلافت میں حصہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ خلافت ایسی چیز نہیں جس میں چند افراد حصے دار ہوں۔ باتفاق فریقین خلیفہ ہمیشہ ایک ہی شخص ہوگا۔

لم اترك امرا

یعنی فدک وغیرہ کے معاملے میں جو شکر رنجی ہوگی ہے اس کی بنیاد اگر اس پر ہے کہ آپ حضرات کو یہ خیال ہو کہ ان کو میں اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں پر صرف کروں گا تو یہ خیال دل سے نکال دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ

سلوک کرنا اپنے رشتہ داروں کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔ ان اموال کو رسول اللہ ﷺ جیسے جیسے جہاں جہاں صرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح وہیں صرف کروں گا۔ کتاب الجہاد کی روایت میں یہ ہے کہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑوں گا تو راہ راست سے ہٹ جاؤں گا' اسی میں آگے یہ ہے۔

فاما صدقتهٔ بالمدينة

رسول اللہ ﷺ کا وہ مال جو مدینہ میں تھا حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں حضرت علی اور حضرت عباس کی تحویل میں دے دیا تھا' البتہ خیبر اور فدک کو اپنی تحویل میں رکھا' اور فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے جو ان حقوق اور حوادث کے لیے تھا جو انہیں پیش آجاتی تھیں اور ان دونوں کا اختیار اسے ہے جو حضور کے بعد والی ہو' یہ دونوں آج تک اسی پر ہیں۔

ان دونوں حضرات کو دینے کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کو متولی بنا دیا تھا کہ اس کا انتظام کریں دیکھ بھال رکھیں اور اپنے حقوق کے مطابق اپنا اپنا حصہ اس میں سے لے لیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کی حیات تک یہ نظم رہا کہ مدینہ کے اموال کی دیکھ بھال یہ لوگ کرتے اور خیبر وفدک خلیفۂ اسلام کی تحویل میں رہے۔

مدینہ کے اموال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ پھر حضرت امام حسین پھر امام زین العابدین پھر امام حسن بن حسن مثنیٰ پھر زید بن حسن پھر عبداللہ بن حسین کی تحویل میں رہے' ان کے ہاتھ سے بنو عباس نے لے لیے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر رافضیوں کے ادّعا کے مطابق حدیث "ماترکنا صدقة" صحیح نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت جب آیا تو انہوں نے خیبر وفدک پر قبضہ کر کے اسے رسول اللہ ﷺ کے وارثین پر تقسیم کیوں نہیں فرمایا۔ نیز یہ کہ مدینہ طیبہ کی اراضی صرف انہیں کے قبضے میں کیوں رہی' اور ان کے بعد صرف ایک فرد کی تحویل میں کیوں رہی۔ رافضیوں کے مزعوم کے مطابق حضرت علی پر فرض تھا' اسے بھی حسب حصص شرعیہ تقسیم فرما دیتے۔ ازواج مطہرات کے حصے انہیں دے دیتے' بنو عباس کے حصے انہیں دے دیتے' پھر بعد میں ائمہ اہل بیت میں سے صرف ایک شخص کیوں قابض رہے۔ ائمہ اہل بیت کے اجماعی عمل درآمد نے ثابت کر دیا کہ حدیث "لانورث ماترکنا صدقة" حق ہے اور اس کی حقانیت پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے۔ فللّٰه الحجة البالغة

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ اِعْتَرَاكَ' اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهٗ' اَصَبْتُهٗ وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِي.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: "اعتراك"، "عَرَوْتُهٗ" بہ معنیٰ "اَصَبْتُهٗ" سے باب افتعال کا صیغہ ہے اور اسی سے "يَعْرُوْهُ" اور "اِعْتَرَانِي" آیا ہے۔

اس حدیث میں "يعروه" کا لفظ آیا تھا' اس بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے:

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ.

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض اللہ کی بری جھپٹ پڑی ہے۔ (ھود: ۵۴)

حسب عادت امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی کہ "اعتراك" یہ باب افتعال کا صیغہ ہے' اس کا مادہ "عرو" ہے جس کے معنی پہنچنے کے ہیں۔ اسی سے "يعروه" ہے جو اس حدیث میں وارد ہے "اعترانی" فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ نون وقایہ اور یائے متکلم کے ساتھ' یعنی مجھے پہنچی۔

۱۶۶۱- ح: [قَضَاءُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى فَدَكَ] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فدک کے متعلق فیصلہ

١٦٦١- عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِيْ ذِكْرًا مِنْ حَدِيْثِهِ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ اَهْلِيْ حِيْنَ مَتَعَ النَّهَارُ اِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَاْتِيْنِيْ فَقَالَ اَجِبْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ يَا مَالِ اِنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ اَهْلُ اَبْيَاتٍ وَقَدْ اَمَرْتُ فِيْهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ اَمَرْتَ بِهٖ غَيْرِيْ قَالَ فَاقْبِضْهُ اَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَهٗ اَتَاهُ حَاجِبُهٗ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَّكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَسْتَاْذِنُوْنَ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَسَلَّمُوْا وَجَلَسُوْا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَا يَسِيْرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ مَّالِ بَنِي النَّضِيْرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَاَصْحَابُهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ

ابن شہاب زہری نے کہا کہ محمد بن جبیر نے مالک بن اوس بن حدثان کی اس حدیث کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا' پھر میں مالک بن اوس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس حدیث کو ان سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا تھا اور دن چڑھ چکا تھا کہ حضرت عمر بن خطاب کا فرستادہ میرے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین کے یہاں چلو۔ اس کے ساتھ چل کر میں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر کھجور سے بنی ہوئی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا اور چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور بیٹھ گیا' فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے گھر والے میرے پاس آئے تھے' میں نے انہیں کچھ مال دینے کا حکم دے دیا ہے اسے لے جاؤ اور ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اگر میرے علاوہ کسی اور کے سپرد یہ کام کرتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا: اے شخص! اسے لے جا' میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ان کے دربان یرفا حاضر ہوئے اور عرض کیا: عثمان' عبدالرحمان بن عوف' زبیر اور سعد بن وقاص اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! دربان نے ان حضرات کو مطلع کیا۔ یہ لوگ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ یرفا تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ علی اور عباس کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! یرفا نے ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت کی خبر دی تو یہ دونوں حضرات اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اب عباس نے کہا: اے امیر المومنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ ان دونوں حضرات کا تنازع بنی نضیر کی اس زمین کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو بہ طور فئی عطا فرمائی تھی۔ پورے گروہ حضرت عثمان اور ان کے ساتھیوں نے کہا: اے امیر المومنین! ان کے درمیان تصفیہ فرما دیں اور ایک کو دوسرے سے راحت میں کر دیں۔ اب حضرت عمر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ٹھہرو! میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں! کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ

خَصَّ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهِ اَحَدًا غَيْرَهُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ اَعْطَاكُمُوْهُ وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهُ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيُّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَنِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُرِيْدُ نَصِيْبَ اِمْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهُ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ (ہم سے) رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات مراد لی تھی۔ سب نے کہا: رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے' اس کے بعد حضرت عمر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں صاحبان کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ فرمایا ہے؟ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا کہ ہاں وہ فرمایا ہے' اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا: میں اس معاملے کو آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہوں۔ بے شک اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مال غنیمت میں کچھ ایسا خاص فرما دیا تھا کہ ان کے علاوہ کسی کو نہیں عطا فرمایا' پھر انہوں نے سورۂ حشر کی یہ آیت تلاوت فرمائی: اور جو اللہ نے اپنے رسول کو ان سے مال غنیمت عطا فرمائی تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے○ اس آیت کی روشنی میں یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص رہا اور بخدا! حضور نے تمہارے علاوہ کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تمہیں لوگوں کو عطا فرمایا' تم میں بانٹا یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچ رہا۔ رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل کے سال بھر کا نفقہ نکال لیتے' پھر جو بچتا اسے خالص اللہ کے مال کی جگہ صرف فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری بھر اسی پر عمل فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوگ اسے جانتے ہو؟ ان سب نے کہا: ہاں! ہم جانتے ہیں پھر حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا: میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ بھی یہ جانتے ہیں تو ان دونوں حضرات نے کہا: ہاں ہم لوگ بھی جانتے ہیں' حضرت عمر نے فرمایا: پھر اللہ نے اپنے نبی کو اپنے یہاں اٹھا لیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں اور انہوں نے اسے اپنے قبضے میں لیا اور رسول اللہ ﷺ اس مال میں جو کرتے تھے وہی انہوں نے بھی کیا اور بلاشبہ وہ اس میں سچے' نیکوکار اور ہدایت پر چلنے والے حق کے تابع تھے پھر ان کا وصال ہو گیا تو میں ابوبکر کا جانشین ہوا اور میں نے اسے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيهَا اَبُو بَكْرٍ وَبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا فَقُلْتُمَا اِدْفَعْهَا اِلَيْنَا بِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ اَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِي بِاِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّي اَكْفِيكُمَاهَا.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النفقات۔ باب: حبس الرجل قوت سنۃ ص ۸۰۶، کتاب الفرائض۔ باب: قول النبی ﷺ لا نورث ص ۹۹۶، کتاب الاعتصام۔ باب: مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین ص ۱۰۸۵، مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الخراج، ترمذی۔ کتاب السیر)

اپنی تحویل میں اپنی خلافت کے دو سال رکھا اور رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کے طریقے کے مطابق کاربند رہا اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا، نیکوکار، ہدایت پر کاربند اور حق کا تابع ہوں، پھر آپ دونوں صاحبان تشریف لائے اور آپ لوگوں کی بولی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک۔ اے عباس! آپ تشریف لائے اور اپنے بھائی کے صاحبزادے کے ترکے میں سے اپنا حصہ مانگنے لگے اور یہ یعنی حضرت علی آئے اور اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال میں سے چاہتے تھے تو میں نے آپ لوگوں سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ بعد میں جب میں نے مناسب جانا کہ آپ لوگوں کو تحویل میں دے دوں تو میں نے آپ لوگوں سے کہا: اگر آپ لوگ چاہیں تو میں آپ لوگوں کی تحویل میں دے دوں اس شرط پر کہ آپ لوگوں پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے کہ ان اموال میں وہی کریں گے جو اللہ کے رسول ﷺ اور ابوبکر کرتے تھے اور اپنی خلافت سے اب تک جو میں کرتا تھا۔ یہ سن کر آپ لوگوں نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ ہماری تحویل میں دے دیجئے تو اسی شرط پر میں نے آپ لوگوں کو دیا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے ان لوگوں کو اسی شرط پر نہیں دیا ہے؟ پورے گروہ نے کہا: ہاں! یہی بات ہے، پھر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف رخ فرمایا اور کہا: میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا میں نے اسی شرط پر آپ لوگوں کو نہیں دیا ہے؟ دونوں نے کہا: ہاں! اب فرمایا: آپ لوگ مجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ فیصلہ کرانا چاہتے ہو؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں! میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا، اب اگر آپ اس سے عاجز ہیں تو مجھے لوٹا دیں میں ان کی دیکھ بھال کر لوں گا۔

مالک بن اوس بن حدثان

ان کے والد اوس صحابی ہیں، ان کو بھی کچھ لوگوں نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے کہا: ان کے لیے صحبت ثابت نہیں اگرچہ عہد نبوت ان کو ملا۔ شاید یہ مدینہ طیبہ حضور اقدس ﷺ کے بعد حاضر ہوئے جیسے قیس بن ابو حازم۔

و کان محمد بن جبیر

یعنی محمد بن جبیر نے یہ حدیث ابن شہاب سے ذکر کی تھی لیکن علو سند کے لیے ابن شہاب نے خود مالک بن اوس سے ملاقات کر کے یہ حدیث سنی' اس سے ابن شہاب زہری کا طلب حدیث سے انتہائی ذوق وشوق ظاہر ہورہا ہے۔

اقض بینی و بین هٰذا

یعنی میرے اور ان کے درمیان یعنی حضرت علی اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ اعتصام میں یہ ہے کہ حضرت عباس نے یہ کہا کہ میرے اور اس ظالم کے مابین فیصلہ فرما دیں' ان دونوں نے سخت کلامی کی بلکہ جویریہ کی روایت میں ہے کہ کاذب' آثم' غادر' خائن تک کہا۔ شعیب اور یونس کی روایت میں ہے کہ علی اور عباس نے آپس میں سخت کلامی کی۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کو کوئی نازیبا لفظ کہا ہو' اس لیے "اِسْتَبَّ" سے مراد تیز سخت لہجے میں بات چیت ہے۔ حضرت عباس نے جو کچھ کہا وہ غصے کی حالت میں ان کے منہ سے نکل گیا۔ چچا بہ منزلہ باپ ہے' اس سے ان کا معنی حقیقی مراد نہیں جیسے زجر و توبیخ کے وقت بڑے چھوٹوں کو بہت کچھ کہہ دیتے ہیں اس سے مقصود ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے' اس وقت ان کا مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ واقعی جسے کہا گیا ہے وہ ویسا ہی ہے۔

قال الرهط

یعنی حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم پورے گروہ نے اس کی تصدیق کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لانورث ماترکنا صدقة"۔

قالا قد قال ذٰلك

حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں نے اقرار کیا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: "لانورث ماترکنا صدقة" ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور تفصیل کے مطابق "لانورث ماترکنا صدقة" کے راوی سات صحابہ ہو گئے: حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عباس' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے اور الفرائض میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ اور ہم نے شرح میں ترمذی کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ اب اس حدیث کے راوی دس صحابہ کرام ہوئے' ان میں سے آٹھ عشرہ مبشرہ ہیں۔

یہ حدیث آیت میراث کے معارض نہیں' اس لیے کہ میراث صرف انہیں اموال میں جاری ہوتی ہے جو موت کے وقت مورث کے ملک ہوں اور جو اموال مورث نے وقف کر دیئے ہوں تو ان میں میراث کے جاری رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس حدیث سے قطع نظر کر کے دوسری احادیث بھی اس پر نص صریح ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جملہ متروکات کو وقف فرما دیا تھا جیسا کہ اسی بخاری میں کتاب الوصایا میں حدیث گزر چکی ہے اور اس کے بعد والے باب میں بھی آرہی ہے کہ فرمایا:

لاتقسم ورثتی دینارا ولا درهما ماترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة.

میرے وارث ایک دینار ایک درہم بھی نہ تقسیم کریں میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے نفقہ اور میرے عامل کے اخراجات

کے بعد جو کچھ بچے صدقہ ہے۔

اور اگر بالفرض معارض ہی ہو تو چونکہ حدیث "لانورث" مشہور ہے اس لیے اس سے کتاب اللہ کی تخصیص درست ہے جیسا کہ گزر چکا۔

ان اللّٰہ قد خص رسولہ

بے شک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فی کے مال کو خاص کر دیا تھا' اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ فرماتا ہے: اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنی نضیر) سے جو کچھ دلایا ان پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ' ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے قابو دے دیتا ہے۔ (الحشر:۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبرع' احسان اور ہمدردی کے طور پر اس میں سے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی عطا فرماتے تھے۔ بنیادی طور پر دستور یہ تھا کہ ازواج مطہرات کے سال بھر کے نفقہ کی مقدار اس میں سے رکھ لیتے اور بقیہ صدقات کی طرح صرف فرماتے' اسی میں سے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی عطا فرماتے اور دوسرے ضرورت مندوں کو بھی۔ مزید برآں جہاد کے لیے ساز و سامان میں صرف فرماتے۔

ھل تعلمان ذٰلک

اس روایت میں حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی تصدیق مذکور نہیں مگر بخاری ہی کی اور جگہ کی روایت میں ہے "قالا نعم" حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! یعنی آپ سچ کہتے ہیں۔

"نصیبك من ابن اخیك" کی توجیہ

یعنی اے عباس! آپ چچا ہونے کی حیثیت سے اور اے علی! آپ داماد ہونے کی حیثیت سے اپنی اہلیہ سیدہ فاطمہ کا حصہ طلب کرنے لگے' اس پر ایک سنگین اشکال یہ ہے' اس حدیث میں پہلے مذکور ہے کہ ان دونوں حضرات نے اس بات کی تصدیق فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لانورث ما ترکنا صدقة"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس تصدیق سے پہلے انہیں اس کا علم تھا۔ اب دو صورتیں ہیں کہ یا تو اسے براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا حضرت صدیق اکبر سے سنا تھا' جب کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے کے وقت بیان فرمایا تھا ان دونوں حضرات کو ان دونوں صورتوں میں یہ کیسے جائز تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے عہد خلافت میں آ کر میراث کا سوال کرتے۔

جواب اشکال

اس کا ایک جواب عام شارحین نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث کو تمام اموال میں عام نہیں جانتے تھے اور کچھ اموال کو مستثنیٰ جانتے تھے انہیں مستثنیٰ اموال میں میراث طلب کی مگر جب حضرت عمر نے فرما دیا کہ یہ ہر قسم کے اموال کو عام ہے تو دونوں حضرات خاموش ہو گئے۔

اقول وھو المستعان: اس کا بھی احتمال ہے کہ ذہول ہو گیا ہو۔ یہ حدیث اس وقت یاد نہ رہی ہو مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یاد دلائی تو یاد آ گئی۔

جیسے کہ وصال کے وقت سوائے حضرت صدیق اکبر کے آیہ کریمہ: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (آل عمران:۱۴۴) کسی صحابی کو

یاد نہیں آئی، جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت فرمادی تو سب کو یاد آ گئی اور سب کی زبانوں پر جاری ہوگئی۔

فلما بدالی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ کے اموال اس لیے نہیں دیئے تھے کہ ان کی میراث کے حق کو تسلیم کر کے انہیں مالک بنا دیا تھا، بلکہ بطور ناظر، منتظم یا متولی ان دونوں حضرات کو مقرر فرمایا تھا اس پر دلیل اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا:

میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ان اموال میں اسی طریقے پر عمل کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور میرا تھا، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

اب ان حضرات میں تنازع یہ تھا کہ اسے تقسیم کر کے دونوں کو الگ الگ حصے پر متولی بنا دیں، یہ قابل قبول نہ تھا، اس سے ملکیت کے ثبوت کا شبہہ ہو سکتا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں ان لوگوں کو متولی وغیرہ بھی نہ بنایا کہ لوگوں کو یہ شبہہ ہو جائے گا کہ ان کی ملکیت تسلیم کر لی، جب ایک مدت گزر گئی اور اس اراضی پر صرف خلافت کا قبضہ رہا اور سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ کسی کی خاص ملک نہیں تو اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ناظر و متولی بنا دیا۔ اس اراضی فدک وغیرہ کا جو انتظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کر دیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد خلافت میں باقی رکھا، اسے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے وارثین میں تقسیم نہیں فرمایا۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث ''لانورث ما ترکنا صدقة'' کی صحت کو تسلیم کرتے تھے اور ان سب اموال کو صدقہ مانتے تھے۔

اس سلسلے میں علامہ نووی نے ایک دلچسپ حکایت لکھی ہے کہ جب بنو عباس کا مشہور زمانہ درندہ سفاح پہلی بار خطبے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن مجید گلے میں لٹکائے کھڑا ہوا اور کہا: میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اور میرے فریق کے درمیان اس مصحف کے مطابق فیصلہ کر۔ سفاح نے پوچھا کہ کون تیرا فریق ہے، اس شخص نے کہا: ابوبکر ہیں جنہوں نے فدک نہیں دیا۔ سفاح نے پوچھا: کیا انہوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! سفاح نے پوچھا: بعد والوں نے، تو اس نے کہا: ہاں! انہوں نے بھی ظلم کیا ہے، پوچھا: عثمان نے، تو بھی اس نے کہا: ہاں! انہوں نے بھی ظلم کیا ہے۔ اب سفاح نے پوچھا: علی نے بھی ظلم کیا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔

لیکن ان سب توجیہات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملے سے پانی پھر جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! تم اپنے بھتیجے کے مال سے اپنا حصہ مانگ رہے ہو اور یہ اپنی اہلیہ کا حصہ ان کے والد کے ترکے سے مانگ رہے ہیں۔

بادی النظر میں یہ اشکال بہت سخت ہے مگر بہ نظر دقیق کچھ نہیں۔ اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جائیداد کی پیداوار حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اسی تناسب سے تقسیم فرماتے جو وراثت کی رو سے ان حضرات کا حق ہوتا تھا یعنی پیداوار کا ثمن ازواج مطہرات کو، نصف حضرت سیدہ کو اور بقیہ حضرت عباس کو اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو متولی بنا کر یہ جائیداد ان کے سپرد کی تو بھی پیداوار اسی تفصیل سے تقسیم ہوئی تھی اس میں نزاع ہو گیا تو ان حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی میراث کے اصول سے جتنا ہمارا حصہ بنتا ہے اسے تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ کر کے ہمیں دے دیا جائے، ہم لوگ اپنے اپنے حصے کی دیکھ بھال کریں تاکہ پیداوار کی تقسیم کا جھگڑا نہ رہے۔ اس میں صراحۃً جائیداد کی وراثت کے مطابق تقسیم تھی جس سے ملکیت کا حق ثابت ہوتا تھا اس لیے حضرت عمر نے اسے قبول نہیں فرمایا یعنی ''نصیبک'' سے مراد ''قدر نصیبک'' ہے یعنی میراث سے جتنا حصہ ہوتا اس کی مقدار وہ لوگ اس لیے طلب کر رہے تھے کہ اسی کا انتظام کریں، ملکیت کے طور پر نہیں طلب

کر رہے تھے۔

بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ (ص ۴۳۷)

نبی ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات کے نفقے کا بیان

۱۶۶۲- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے وارثوں میں ایک دینار بھی نہ تقسیم کیا جائے۔ میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج اور میرے عامل کے اخراجات کے بعد صدقہ ہے۔

اس حدیث میں عامل سے مراد خلیفہ ہے اور یہی معتمد ہے اور یہی اصول تمدن کے مطابق ہے شاہی اخراجات کے لیے جو جائیداد مخصوص ہوتی ہے وہ بعد میں اس کے جانشین کا حق ہوتی ہے اور اس کا بھی امکان ہے کہ اس سے مراد جائیداد میں کام کرنے والے یا اس کی دیکھ بھال کرنے والے ہوں۔

۱۶۶۳- ح: [مَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ]

سوائے نصف وسق جو کے میرے گھر میں کچھ نہیں تھا

۱۶۶۳- حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ بَيْتِيْ مِنْ شَيْءٍ يَاكُلُهُ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهٗ فَفَنِيَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور حال یہ تھا کہ میرے گھر کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی زندہ کھائے سوائے نصف وسق جو کے جو طاق میں تھا۔ میں نے اسے مدت دراز تک کھایا۔ ایک دفعہ میں نے اسے ناپ دیا تو ختم ہو گیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الرقاق۔ باب: فضل الفقر ص ۹۵۵، مسلم۔ آخر الکتاب، ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ اِلَيْهِنَّ (ص ۴۳۷)

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کے بارے میں جو کچھ وارد ہے اور جو گھر ان کی طرف منسوب ہیں

توضیح

حجرات مبارکہ اصل میں حضور اقدس ﷺ کی ملک تھے، لیکن مشہور تھے ازواج مطہرات کے نام سے۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ نسبت اس بنا پر تھی کہ وہ جب تک زندہ رہیں اس میں سکونت پذیر رہیں، اس لیے کہ ان کا نفقہ اور سکنیٰ بعد وصال بھی حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دوسری شادی نہیں کر سکتیں۔ اصل سبب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ حقیقی دنیوی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

۱۶۶۴- ح [قَالَتْ عَائِشَةُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ کا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ]

وصال میرے گھر میں ہوا

۱۶٦٤- حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ نَوْبَتِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَاَخَذْتُهٗ فَمَضَغْتُهٗ ثُمَّ سَنَنْتُهٗ بِهٖ.

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر اور میری باری کے دن اور میری گردن اور سینے کے درمیان ہوئی اور اللہ نے میرے اور حضور کے لعاب کو ایک جگہ جمع فرما دیا۔ ہوا یہ کہ عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمزوری کی وجہ سے اسے چبا نہ سکے تو میں نے اسے لیا اور اس کی کوچی بنائی۔

یہ حدیث کتاب الجمعہ۔ ص ۳۳۱ پر گزر چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن مسواک کرتے ہوئے داخل ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کی مسواک تھی، حضور نے مسواک کی طرف نگاہ ڈالی، ام المؤمنین سمجھ گئیں کہ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمٰن سے مانگ کر حضور کو دیا مگر حضور چبا نہ سکے تو ام المؤمنین نے چبا کر کوچی نکال دی اور پیش کی، اب حضور نے خوب اچھی طرح مسواک کی فارغ ہوتے ہی نزع طاری ہوگئی: ''اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى'' فرماتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔

۱۶٦٥- ح: [اَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فتنہ ادھر ہے

۱۶٦٥- عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں فتنہ ہے۔ تین مرتبہ فرمایا: جہاں سے شیطان کے متبعین نکلیں گے۔

(بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب: صفة ابليس وجنوده ص ۴۶۳، کتاب المناقب۔ باب: ص ۴۹۸، ج ۲۔ کتاب الطلاق۔ باب: الاشارة فی الطلاق ص ۷۹۸، کتاب الفتن۔ باب: الفتنة من قبل المشرق ص ۱۰۵۰، مسلم۔ ج ۲۔ کتاب الفتن، ترمذی۔ ج ۲۔ کتاب الفتن، مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۲۳۔ ۱۲۱)

مسکن عائشة...... (اس سے مراد نجد ہے)

دوسری روایتوں میں یہ زائد ہے کہ منبر پر تشریف فرما تھے اور مشرق کی جانب اشارہ فرمایا، آج کل غیر مقلدین اور نجدی اس پر بہت زور دیتے ہیں کہ مشرق سے مراد عراق ہے مگر اس روایت نے ان کے ادعاء باطل کا تسمہ بھی باقی نہیں رکھا۔ منبر اقدس سے ایک خط مستقیم کھینچیں تو بیت عائشہ عراق کے کسی حصے سے نہیں گزرے گا مگر قرآن واحادیث کی تحریف کے خوگروں کا کوئی علاج نہیں، اس کی قدر معتد بہ بحث ہماری کتاب ''فتنوں کی سرزمین کون؟ نجد یا عراق'' میں دیکھیے۔

بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهٖ وَقَدَحِهٖ وَخَاتَمِهٖ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (تبرکات) مثلاً زرہ، عصا، تلوار، پیالہ اور انگوٹھی اور ان میں سے جن چیزوں کو حضور کے بعد خلفاء نے استعمال

بَعْدَهُ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ تُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعْرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ مِمَّا شُرِكَ فِيهِ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۴۳۸)

فرمایا جنہیں تقسیم نہیں کیا گیا اور حضور کے موئے مبارک اور نعل مبارک اور برتن کا بیان' جن میں حضور کے بعد صحابہ وغیر صحابہ سب شریک رہے -

توضیح باب

امام بخاری کی اغراض اس باب سے دو ہیں' ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترکے کا کوئی وارث نہیں ہوا اور نہ وہ بہ طریق میراث تقسیم ہوا بلکہ جن صاحب کو جو چیز ملی وہ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے تھا اور کچھ چیزوں کو خلفاء اپنے استعمال میں لاتے رہے بلکہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جنہیں خلفاء کے علاوہ دوسرے صحابہ اور صحابہ کے بعد تابعین اپنے پاس رکھے رہے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استعمال فرمودہ اشیاء سے برکت حاصل کرنا خلفاء راشدین اور صحابہ کی سنت ہے۔

اس باب میں ''مما شرك فيه'' ابوذر کی اپنے شیخ سے روایت ہے' اصیلی کی روایت میں ''مما يتبرك اصحابه'' ہے اور کشمیہنی کی روایت میں ''مما يتبرك به اصحابه'' ہے یعنی جن سے صحابہ وغیرہ برکت حاصل کرتے تھے۔ اس روایت کی دوسرے مقصد پر دلالت بالکل واضح ہے۔

باب میں آٹھ چیزیں مذکور ہیں: زرہ' عصا' تلوار' پیالہ' انگوٹھی' موئے مبارک' نعلین اور برتن۔

اصیلی کی اور کشمیہنی کی روایت کی بنا پر یہ تو چیزیں ہو سکتی ہیں جب کہ ''مما يتبرك به اصحابه'' سے مراد مذکورہ بالا اشیاء کے علاوہ اور دوسری چیزیں مراد لی جائیں۔

اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے چھ چیزیں ذکر کی ہیں جن میں سے ایک میں انگوٹھی' دوسری میں نعلین اور چوتھی میں پیالے اور پانچویں میں تلوار کا ذکر ہے۔ تیسری حدیث میں تہبند اور کمبل کا تذکرہ ہے اور چھٹی حدیث میں ایک مکتوب کا۔ کمبل کا باب سے یہ تعلق ہے کہ ''مما يتبرك به اصحابه'' میں داخل ہے' چھٹی حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے' یہ معرض خفا میں ہے۔

زرہ' عصا اور موئے مبارک سے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔

حالانکہ چاہتے تو زرہ کے بارے میں ام المومنین اور حضرت انس کی وہ حدیثیں[1] ذکر فرما دیتے جن میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضور کی زرہ ایک یہودی کے یہاں گروی رکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح موئے مبارک کے بارے میں حضرت ابن سیرین کا وہ ارشاد تحریر فرما دیتے جو کتاب الوضوء[2] میں گزر چکا ہے کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے جو ہمیں حضرت انس سے ملا ہے اور وہ حدیث بھی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضور نے حجۃ الوداع میں جب سر اقدس منڈایا تو ابوطلحہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے موئے مبارک لیا۔ یوں ہی عصا کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث[3] ذکر فرما دیتے جس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محجن سے رکن کا استلام کرتے تھے جو حج میں گزر چکی ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی لکھ سکتے تھے جو تفسیر سورۂ واللیل میں آئے گی کہ حضور کے دست مبارک میں مخصرہ تھا جس سے زمین کرید رہے تھے لیکن ہم اس کی کوئی وجہ نہیں جان

[1] نزہۃ القاری-ج ۳ ص ۳۸۳' رقم: ۱۲۱۴-۱۲۱۵ [2] نزہۃ القاری-ج ۱ ص ۴۶۸' رقم: ۱۲۷
[3] نزہۃ القاری-ج ۳ ص ۱۷' رقم: ۹۵۸ [4] بخاری-ص ۷۳۸

سکے کہ امام بخاری نے ان حدیثوں کو کیوں ذکر نہیں فرمایا۔

حضور اقدس ﷺ کا ایک عصائے مبارک شوحط کا تھا جو بعد میں خلفائے راشدین کے پاس رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہجاہ غفاری نے اسے توڑ ڈالا' برتنوں میں اس باب کے ضمن میں صرف پیالے کا ذکر ہے اس کے علاوہ مزید برتنوں کو علامہ عینی نے ذکر فرمایا ہے۔ پتھر کی ایک ہانڈی جسے مخضب کہتے تھے اور ایک اور مخضب پیتل کا تھا جس میں حنا اور کتم رہتا تھا اور ایک برتن تانبے کا غسل کے لیے تھا۔ ایک لگن جس کا نام ''الصادرۃ'' تھا اور ایک رانگے کا طشت تھا' ایک شیشے کا پیالہ اور ایک بہت بڑی لگن تھی جس میں کھانا کھلایا جاتا تھا' اتنا بھاری تھا جسے چار آدمی اٹھا پاتے' اس کا نام غرا تھا۔

١٦٦٦- ح: [ذِكْرُ نَعْلَيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

نبی ﷺ کے نعلین کا ذکر

١٦٦٦- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عیسیٰ بن طہمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے بے بال چمڑے کی دو نعلین نکالیں جن کے دو تسمے تھے' بعد میں ثابت البنانی نے حضرت انس سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ یہ نبی ﷺ کی نعلین ہیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: قبالان فی نعل ص ۸۷١' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

کتاب اللباس میں اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے ''قبالان فی نعل ومن رای قبالا واحد واسعا'' دو تسمے ایک نعل میں' اور جس نے ایک چوڑا تسمہ کافی جانا۔ باب کا اثبات اس طرح ہوتا ہے کہ یہاں تثنیہ کا مقابلہ تثنیہ سے ہے' اس لیے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوگی۔ علاوہ ازیں طبرانی نے معجم صغیر میں اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت انس کی حدیث کے مثل روایت کیا اور یہ زائد ہے اور ایسی ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بھی نعلین تھیں اور پہلے وہ شخص جنہوں نے ایک بندش رکھی حضرت عثمان تھے رضی اللہ عنہم۔

جرداوین

اجرد کے مؤنث جرداء کا تثنیہ ہے' اس کا معنی بے بال کا چمڑا۔ حضور اقدس ﷺ بے بال کے چکنے چمڑے کی نعلین استعمال فرماتے تھے' اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ''من سبت لیس علیه شعر'' آیا ہے جیسا کہ ابن سعد نے ''عن عفان عن همام'' روایت کیا ہے' اس کے معنی پرانی کے بھی ہیں۔ چمڑا جب پرانا ہو جاتا ہے تو بال جھڑ جاتے ہیں' اس کا حاصل بھی وہی ہوا۔

حضور اقدس ﷺ کے نعلین کے بارے میں حضرت انس' حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے حدیثیں مروی ہیں۔ ان سب میں یہ تصریح ہے کہ ہر ایک میں دو تسمے تھے' یہاں تو تثنیہ کے مقابلے میں تثنیہ لانے میں اس کا احتمال تھا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ایک نعل میں ایک قبالہ ہو مگر بخاری کتاب اللباس کی روایت میں یہ ہے: ''ان نعل النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم كان لهما قبالان'' ترمذی شمائل اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے۔

''كانت لنعل النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قبالان مثنی شراكهما'' اور اس کے ہم معنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے اس لیے آحاد کی آحاد پر تقسیم کر کے ایک نعل کے لیے ایک قبالے کا احتمال ساقط۔

۱۶۶۷- ح: [مَاثَوْبٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الْوِصَالِ]

وصال کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جسم اقدس پر کیا لباس تھا؟

۱۶۶۷- عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ فِیْ هٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ اِزَارًا غَلِيْظًا مِّمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِّنْ هٰذِهِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَهَا الْمُلَبَّدَةَ.

ابو بردہ نے کہا کہ ہمارے سامنے ام المومنین حضرت عائشہ نے ہمارے لیے ایک کمبل پیوند لگا ہوا نکالا اور فرمایا: اسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی، بہ طریق سلیمان عن حمید جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ ہمیں دکھانے کے لیے ایک موٹا تہبند نکالا جو یمن میں بُنا جاتا ہے اور ایک کمبل اسی قسم کا جسے تم لوگ ملبّدہ کہتے ہو۔

[لغات]

''کِساء'' کے معنی چادر کے بھی ہیں اور کمبل کے بھی۔ ''ملبد' لبدۃ'' کے معنی پیوند کے بھی ہیں۔ اب معنی یہ ہوئے کہ پیوند لگی ہوئی اور لبد کے معنی تہ بہ تہ جمانے کے بھی ہیں، اب معنی یہ ہوئے کہ وہ تہ بہ تہ جمائی ہوئی تھی جیسے نمدہ ہوتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے اپنی شرح میں ''کِساء'' کے بعد ''من صوف'' فرمایا اور ''ملبد'' کی تفسیر ''مرقع'' سے کی۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ پیوند لگا ہوا کمبل، مگر بہ طریق سلیمان بعد میں جو زیادتی ہے وہ اس معنی کے منافی ہے۔ تصریح ہے کہ جسے تم لوگ ملبّدہ کہتے ہو اس سے ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص قسم کا کپڑا تھا، ہوسکتا ہے کہ اسے اون کو تہ بہ تہ جما کر بناتے ہوں۔

۱۶۶۸- ح: [ذِكْرُ قَدَحِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیالے کا ذکر

۱۶۶۸- عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ قَدَحَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَاَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيْهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو حضور نے جوڑ پر چاندی کے تار لگا دیے تھے۔ عاصم نے کہا: میں نے اس پیالے کی زیارت کی ہے اور اس میں پیا ہے۔

فاتخذ

''فاتخذ'' کی ضمیر فاعل کا مرجع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہوسکتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی۔ یہاں کی روایت سے ظاہر پہلا احتمال ہے اور کتاب الاشربہ کی روایت سے دوسرا احتمال، مگر بیہقی کی روایت ان الفاظ میں ہے: حضرت انس نے فرمایا: پیالہ ٹوٹ گیا تو میں نے جوڑ پر چاندی کے تار منڈھ دیے تھے۔

۱۶۶۹- ح: [سَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار

۱۶۶۹- اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ حُسَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ یہ لوگ امام حسین بن علی کی شہادت کے سال یزید بن

مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لَقِيَهُ مِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَّكَ اِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَامُرُنِيْ بِهَا فَقُلْتُ لَهُ لَا فَقَالَ لَهُ هَلْ اَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَئِنْ اَعْطَيْتَنِيْهِ لَا يُخْلَصُ اِلَيْهِ اَبَدًا حَتّٰى تَبْلُغَ نَفْسِيْ اِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِيْ ذٰلِكَ عَلٰى مِنْبَرِهٖ هٰذَا وَاَنَا يَوْمَئِذٍ لَمُحْتَلِمٌ فَقَالَ اِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّيْ وَاَنَا اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ فِيْ دِيْنِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهٖ اِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ وَاِنِّيْ لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا وَّلَا اُحِلُّ حَرَامًا وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ اَبَدًا۔

معاویہ کے یہاں سے مدینہ آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے ان سے ملاقات کی اور عرض کیا: اگر آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہو تو فرمائیں۔ میں نے ان سے کہا: کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد مسور نے ان سے کہا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی تلوار مجھے عطا فرمادیں گے؟ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں قوم (بنی امیہ) اسے آپ سے زبردستی چھین نہ لے اور اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے عطا فرمادیں گے تو وہ لوگ جب تک میرے دم میں دم ہے مجھ سے اسے نہیں لے پائیں گے۔ علی بن ابو طالب نے فاطمہ کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی لڑکی کو پیغام دیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں اپنے اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا اور میں اس وقت بالغ تھا' فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور میں ڈرتا ہوں کہیں وہ اپنے دین میں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ اس کے بعد بنی عبد شمس سے اپنے ایک داماد کا تذکرہ فرمایا اور رشتہ داری کے بارے میں ان کی تعریف کی۔ فرمایا: اس نے مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا اور مجھ سے وعدہ کیا تو اسے پورا کیا۔ میں کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال نہیں کرتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ کی صاحبزادی اور دشمن خدا کی بیٹی کبھی بھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔

(بخاری۔ باب: ذکر اصہار النبی ﷺ ص ۵۲۸' ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: ذب الرجل عن بنتہ ص ۷۸۷' مسلم۔ کتاب فضائل الصحابہ' ابوداؤد۔ کتاب النکاح' مسند امام احمد۔ ج ۴ ص ۳۲۶)

حضرت سیدہ فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی کو دوسرے نکاح کی اجازت نہیں تھی

یہ حدیث خود بخاری میں پانچ جگہ مذکور ہے۔ وصایا اور شروط میں تعلیقاً مختصر اور یہاں اور مناقب میں مفصل' البتہ ہر جگہ متن میں کچھ زیادتی اور کچھ اختصار ہے۔ مناقب کا متن یہ ہے کہ حضرت علی نے ابوجہل کی لڑکی کو شادی کا پیغام دیا' حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی اور عرض کیا: حضور کی قوم کا گمان ہے کہ حضور اپنی بیٹیوں کے لیے غضب نہیں فرماتے' یہ علی ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے' حضور نے جب شہادتین پڑھا تو میں نے سنا کہ یہ فرمایا: ''اما بعد'' میں نے (اپنی بیٹی کا) نکاح ابو العاص بن ربیع سے کیا اور اس نے مجھ سے جو کچھ کہا اسے سچ کر دکھایا اور فاطمہ میرا جز ہے اور مجھے یہ ناپسند ہے کہ اسے کوئی ناگواری پہنچے' بخدا! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک شخص کے یہاں جمع نہیں ہوسکتیں' اس پر حضرت علی نے منگنی توڑ دی۔

کتاب النکاح میں یہ ہے: مسور بن مخرمہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کریں' میں ان کو اجازت نہیں دوں گا' میں ان کو اجازت

نہیں دوں گا' میں ان کو اجازت نہیں دوں گا' ہاں علی چاہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی لڑکی سے نکاح کر لیں' وہ میرا ٹکڑا ہے جس چیز سے اسے خلش ہوگی مجھے بھی ہوگی' جس چیز سے اسے ایذا پہنچے گی مجھے بھی پہنچے گی۔

سیف رسول اللہ ﷺ

اس سے مراد ذوالفقار نامی تلوار ہے جو بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی اور احد کے موقع پر اسے خواب میں دیکھا تھا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی تھی۔

خطب ابنۃ ابی جھل

ابو جہل کی اس بیٹی کا نام جویریہ تھا یا عوراء یا جمیلہ' فتح مکہ کے بعد حضرت علی نے انہیں نکاح کا پیغام دیا تھا اور یہ' ان کے بھائی حضرت عکرمہ اور دونوں چچا حارث بن ہشام اور سلمہ بن ہشام فتح مکہ کے موقع پر مشرف با اسلام ہو چکے تھے۔

چونکہ ایک مرد کو چار تک شادی کی اجازت ہے' اس بناء پر حضرت علی نے یہ پیغام دیا تھا مگر جب حضور اقدس ﷺ نے وہ خطبہ دیا تو حضرت علی نے منگنی توڑ دی' اس کے بعد عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی اس لڑکی سے شادی کر لی۔

تلوار کی طلب اور اس قصے میں مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت سیدہ کی خوشنودی حضور اقدس ﷺ کو ملحوظ تھی اور ان کی ایذا سے حضور کو ایذا ہوتی تھی اسی کے مطابق چونکہ آپ اولاد فاطمہ سے ہیں مجھے آپ کی خوشنودی مطلوب ہے اور اگر بالفرض آپ کو کوئی ایذا پہنچے گی تو مجھے بھی ایذا ہوگی' اور ظاہر ہے کہ اگر بنی امیہ ظالم آپ سے یہ تلوار چھین لے جائیں گے تو آپ کو ایذا ہوگی جس سے مجھے بھی اذیت ہوگی۔

شریف مرتضی رافضی کہتا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ اس کے راوی مسور حضرت علی کے مخالف تھے اور دوسرے راوی عبد اللہ بن زبیر ہیں یہ ان سے بھی زیادہ حضرت علی کے مخالف تھے۔

اقول وھو المستعان: اولاً: اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کسی قسم کا حرف آتا ہو' ایک سے زائد چار شادیوں کی اجازت ہے' اس بناء پر اگر حضرت علی نے ایک اور شادی کرنا چاہی تو اس میں کون سی عیب کی بات ہوگئی۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت سیدہ اور حضور اقدس ﷺ اس سے راضی نہیں تو انہوں نے منگنی ختم کر دی۔

ثانیاً: یہ حضرت مسور بن مخرمہ پر بہتان ہے کہ وہ حضرت علی سے عداوت رکھتے تھے اس کے ثبوت میں کوئی واقعہ نہیں پیش کیا جا سکتا۔ رہ گیا یزید کے مقابلے میں حضرت ابو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا ساتھ دینا' یہ حضرت علی سے عداوت کی دلیل نہیں۔

محتلم

حضرت مسور بن مخرمہ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے[1] اس حساب سے فتح مکہ کے موقع پر چھ سال کے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت سات سال کے رہے ہوں پھر بالغ کیسے تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا: صحیح روایت ''کالمحتلم'' ہے جیسا کہ ابن سید الناس نے کہا ہے[2] مطلب یہ ہے کہ بالغ کی طرح ہوشمند اور سمجھ دار تھا۔

اب آخر میں یہ بحث اٹھ کھڑی ہوتی ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری شادی کرنی جائز تھی یا نہیں۔ اس سلسلے میں بہت لمبی چوڑی ابحاث کا نتیجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص سے ہو کہ صاحبزادیوں کے ہوتے ہوئے ان کے شوہروں کو دوسرے نکاح کی اجازت نہیں' اسی لئے حضرت ابو العاص اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب تک

[1] اصابہ- ج ۳ ص ۴۱۹ [2] فتح الباری- ج ۹ ص ۳۲۷

شہزادیاں رہیں دوسری سے نکاح نہیں کیا مگر اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے منع کے بعد یہ کسی طرح جائز نہ تھا کہ حضرت علی اور کسی سے نکاح کرتے۔

صہرا

صہر کے اصلی معنی قریب ہونے کے ہیں اور عرف میں داماد اور عورت کے گھر والوں کو کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا: زوجین کے رشتہ داروں کو اصہار کہتے ہیں۔

ابوالعاص بن ربیع

یہ اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ نام کیا تھا اس میں کئی قول ہیں۔ زبیر کے نزدیک اثبت یہ ہے کہ مقسم تھا' یہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھانجے' ان کی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے بعثت سے قبل اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح فرمایا تھا۔ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے' گرفتار ہوئے۔ حضرت سیدہ زینب نے فدیہ دے کر چھڑایا' فدیئے میں وہ ہار بھیجا تھا جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: یہ زینب کے پاس اس کی ماں کی نشانی ہے اسے واپس کر دو تو بہتر ہے' صحابہ کرام نے واپس کر دیا۔

حضور نے ان سے وعدہ لیا تھا کہ مکہ پہنچ کر زینب کو بھیج دینا' انہوں نے اس وعدے کو نبھایا' اسی کو فرمایا: مجھ سے جو کہا سچ کر دکھایا' جو وعدہ کیا پورا کر دیا۔ حضرت سیدہ زینب مدینہ طیبہ آگئیں اور ابوالعاص مکہ ہی میں رہے' دوبارہ گرفتار ہو کر آئے تو سیدہ زینب نے انہیں پناہ دی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور اقدس ﷺ نے سابقہ نکاح پر انہیں زینب کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی' ان کے بطن سے ایک صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں' انہیں کو گود میں لے کر حضور نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت فاطمہ کے وصال کے بعد ان کا نکاح حضرت علی کے ساتھ ہوا' ایک اور صاحبزادے بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام علی تھا۔ ایک قول کی بنا پر ان کا وصال حضور اقدس ﷺ کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت ابوالعاص کا وصال ۱۲ھ میں ہوا ہے۔

۱۶۷۰- ح: [مَا فِيْ قَلْبِ عَلِيٍّ شَيْءٌ عَنْ عُثْمَانَ]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی کدورت نہیں تھی

۱۶۷۰- عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْ كَانَ عَلِيٌّ ذَاكِرًا عُثْمَانَ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ اِذْهَبْ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْا بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ اَغْنِهَا عَنَّا فَاَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ اَخَذْتَهَا.

حضرت علی کے صاحبزادے (محمد) ابن حنفیہ نے کہا: اگر حضرت علی کے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے ذرا بھی خلش ہوتی تو اس دن ذکر کرتے جس دن حضرت علی کے پاس کچھ لوگ آئے اور حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت کی (مگر اس دن بھی کچھ نہیں کہا)' مجھے ایک مکتوب دے کر کہا کہ عثمان کے پاس جاؤ اور انہیں یہ بتا دو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب ہے اس میں صدقہ کے احکام درج ہیں' اپنے کارندوں کو حکم دو کہ اس مکتوب کے مطابق عمل کریں۔ میں ان کے پاس وہ مکتوب لے کر گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں (ہمارے پاس بھی ہے)' میں اسے حضرت علی

کے پاس واپس لایا اور انہیں بتایا تو فرمایا: جہاں سے لیا تھا وہیں رکھ دو۔

۱۶۷۱- وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ (اِلٰى اَنْ قَالَ) عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهِ اِلٰى عُثْمَانَ فَاِنَّ فِيْهِ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ.

یہی حدیث بہ طریق حمید محمد بن حنفیہ سے یوں مروی ہے' انہوں نے کہا: میرے والد نے مجھ سے فرمایا: یہ مکتوب لو اور اسے عثمان کے پاس لے جاؤ۔ اس میں صدقہ کے معاملہ میں نبی ﷺ کے احکام ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ

ابن حنفیہ سے مراد حضرت محمد بن حنفیہ ہیں' ان کا نام محمد ہے اور کنیت ابوالقاسم' ان کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کو بشارت دی اور فرمایا تھا کہ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ اپنی والدہ حنفیہ سے مشہور ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے' جنگ یمامہ میں قید ہو کر آئی تھیں' چونکہ بنی حنفیہ سے تھیں اس لیے حنفیہ سے مشہور ہوئیں۔

ذاکرا عثمان

اسماعیلی کی روایت میں بسوء زائد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حضرت علی' حضرت عثمان کا برائی سے ذکر کرتے تو اس دن کرتے۔ ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے منذر ہی سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ ابن الحنفیہ کے پاس تھے کہ کسی نے حضرت عثمان کو کچھ کہہ دیا تو فرمایا: زبان بند کر' ہم نے ان سے پوچھا: کیا حضرت علی حضرت عثمان کو برا کہتے تھے؟ فرمایا: انہوں نے حضرت عثمان کو کبھی برا نہیں کہا' اگر انہیں برا کہتے تو اس دن کہتے جس دن کچھ لوگ حضرت عثمان کے کارندوں کی شکایت لے کر آئے تھے۔ الحدیث

یہ شکایت کیا تھی اور شکایت کرنے والے کون تھے' معلوم نہیں ہوسکا۔ یہاں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عثمان نے شکایت پر توجہ نہیں دی۔

اقول وھو المستعان: حضرت علی نے حضرت عثمان کے یہاں شکایت پہنچائی کہاں تھی کہ اس پر توجہ دینے یا نہ دینے کا سوال پیدا ہوتا۔ حضرت علی نے وہ مکتوب بھیجا تھا' اس کو انہوں نے واپس کر دیا' اس بنا پر کہ وہ ان کے پاس موجود تھا۔

وقال الحمیدی

ان کا نام عبداللہ بن زبیر ہے' اسے اس افادے کے لیے ذکر فرمایا کہ اس سند میں تصریح ہے کہ سفیان نے "حدثنا" کہا' اور اس میں تصریح ہے کہ محمد بن سوقہ نے منذر سے سنا ہے۔

نیز پہلی روایت میں مکتوب شریف بھیجنے کی تصریح نہیں اور اس روایت میں ہے' اس مکتوب میں کیا تھا اس کی قطعی تعیین نہیں ہوسکی۔ خطابی نے غریب الحدیث میں بہ طریق عطیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے پاس ایک صحیفہ بھیجا' اس میں یہ تھا کہ بکریوں اور اونٹوں کے بچوں سے زکوۃ نہ لے۔ اس کی سند ضعیف ہے مگر حضرت علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا احتمال ہے کہ وہ یہی صحیفہ ہو' اگر یہ صحیح ہے تو شکایت کی نوعیت بھی کچھ سمجھ میں آرہی ہے کہ شاید یہی ہو کہ کارندے بچوں کی بھی زکوۃ لیتے رہے ہوں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہی شکایت تھی تو لازم نہیں کہ شکایت صحیح بھی ہو' اس کی کتنی مثالیں ہیں کہ عمال کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط نکلیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی شکایتیں ہوئیں مگر تحقیق کے بعد غلط ثابت ہوئیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِيْنِ وَاِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْاَرَامِلَ حِيْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰى اَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَلَهَا اِلَى اللّٰهِ (ص۴۳۹)

اس بات کی دلیل کہ خمس رسول اللہ ﷺ کے عہد میں رونما ہونے والے حوادث اور مساکین کے لیے ہے اور اس کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل صفہ اور بیوہ عورتوں کو ترجیح دی جب کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پیسنے اور چکی کی شکایت کی اور حضور سے یہ سوال کیا کہ انہیں قیدیوں میں سے کوئی خدمت گار عطا ہو' حضور نے انہیں اللہ کے سپرد کر دیا

۱۶۷۲- سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ اِشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِسَبْيٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ عَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهُ فَاَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا حَتّٰى وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَاهُ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَاَلْتُمَاهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ فاطمہ کو چکی اور آٹا پیسنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ انہیں یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے ہیں تو وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں کہ کوئی خادمہ طلب کریں لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی تو عائشہ سے تذکرہ کیا۔ جب نبی ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے ذکر کیا۔ حضور ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہم اپنی خواب گاہوں میں داخل ہو چکے تھے۔ ہم کھڑے ہونے لگے تو فرمایا: اپنی جگہ رہو' یہاں تک کہ میں نے حضور کے قدم کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ فرمایا: کیا تم نے جو مانگا تھا اس سے بہتر چیز تم کو نہ بتا دوں۔ جب تم بستر پر سونے کے لیے آجاؤ تو چونتیس بار' اللہ اکبر اور تینتیس بار' الحمد للہ اور تینتیس بار' سبحان اللہ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے اس سے بہتر ہے جو تم نے مانگا تھا۔

(بخاری۔ باب: مناقب علی رضی اللہ عنہ ص۵۲۵' ج۲۔ کتاب النفقات۔ باب: عمل المراۃ فی بیت زوجھا ص۸۰۷' باب: خادم المراۃ ص۸۰۸' کتاب الدعوات۔ باب: التسبیح والتکبیر عند المنام ص۹۳۵' مسلم۔ کتاب الدعوات' ابوداؤد۔ کتاب الادب)

امام احمد اور اسماعیل بن اسحٰق نے دوسری سند کے ساتھ یہ روایت کیا ہے: بخدا! میں تم کو نہیں دوں گا' اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک سے لپٹ رہے ہیں اور میں کچھ نہیں پاتا کہ ان پر خرچ کروں' میں انہیں بیچوں گا اور ان پر خرچ کروں گا۔ ابوداؤد میں ضباعہ یا ام الحکم بنت زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بہت سے قیدی ملے' میں اور میری بہن فاطمہ گئیں کہ کوئی قیدی مانگیں تو فرمایا: بدر کے یتیم تم سے پہلے لے گئے' ان روایات سے باب کو مطابقت ہے۔

یہاں تکبیر مقدم ہے' پھر تحمید ہے' پھر تسبیح ہے اور مناقب میں تسبیح تحمید پر مقدم ہے' البتہ نفقات کی دونوں روایتوں میں ترتیب یہ ہے: تسبیح پھر تحمید پھر تکبیر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد میں نے کبھی ان تسبیحات کو نہیں چھوڑا' عرض کیا گیا: صفین کی رات بھی' فرمایا: صفین کی رات بھی۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ غنیمت کا خمس سلطان کا حق ہے، وہ جہاں چاہے صرف کرے۔ ذوی القربیٰ کی تخصیص نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ يَعْنِي لِلرَّسُوْلِ (الانفال:٤١) قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي (ص ٤٣٩)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے ہے، یعنی اسے تقسیم کرنے کا اختیار رسول کو ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قاسم اور خازن ہوں اور اللہ دیتا ہے

شرح باب

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ کا ذکر تبرک کے لیے ہے۔ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ مال غنیمت کے خمس کو اپنی مرضی سے جہاں چاہیں تقسیم فرمائیں۔ خود انہوں نے فرمایا: میں قاسم (تقسیم کرنے والا) اور خازن ہوں۔

١٦٧٣- ح: [سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوْا بِكُنْيَتِي]

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو

١٦٧٣- سَمِعُوْا سَالِمَ بْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِي حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اَنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهٗ عَلٰی عُنُقِي فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهٗ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوْا بِكُنْيَتِي فَاِنِّي اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ يُسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْنُوْا بِكُنْيَتِي۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ہم انصار میں سے ایک صاحب کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ شعبہ نے کہا: منصور کی حدیث میں ہے کہ انصاری نے کہا: میں اس کو گردن پر لاد کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور سلیمان کی حدیث میں ہے کہ ان (حضرت جابر) کے ایک بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں تو فرمایا: میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے مابین تقسیم کروں، اور حصین نے کہا: میں قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ تم میں تقسیم کروں۔ بہ طریق عمرو قتادہ سے جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ میں نے سالم سے سنا کہ حضرت جابر نے ارادہ فرمایا کہ اس کا نام قاسم رکھیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔

(بخاری۔ باب: کنیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ٥٠١، ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سموا باسمی ص ٩١٤، مسلم۔ کتاب الادب)

١٦٧٤- عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نَكْنِيْكَ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: ہم میں سے ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام "قاسم" رکھا۔ انصار نے کہا: ہم تمہاری کنیت ابوالقاسم رکھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں

اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ قَاسِمًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُكَنِّيْكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ.

گے۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے۔ اس پر انصار نے کہا: ہم تیری کنیت ابوالقاسم نہیں رکھیں گے اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے تو نبی ﷺ نے فرمایا: انصار نے ٹھیک کہا' میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔ بے شک میں قاسم (تقسیم کرنے والا) ہوں۔

''انما انا قاسم و خازن'' دو حدیثوں کو جمع فرمادیا ہے ''انما انا قاسم''۔ کتاب[1] العلم میں مذکور حضرت امیر معاویہ کی ایک حدیث کا جز ہے' نیز اسی باب میں مروی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بھی اور خازن کی روایت کتاب[2] الاعتصام میں حضرت معاویہ ہی سے مروی ہے۔

پہلی حدیث میں شعبہ سے مختلف روایتیں آئی تھیں کہ ان انصاری نے اس بچے کا نام محمد رکھنا چاہا تھا یا قاسم۔ دوسری روایت ذکر کر کے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھنا چاہتے تھے۔ اس کی ترجیح اس سے بھی ہوتی ہے کہ انصار کرام نے فرمایا: ہم تمہاری کنیت ابوالقاسم رکھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔

حضور اقدس ﷺ کے نام نامی پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنے کی پوری بحث جلد اول[3] میں گزر چکی ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حضور کے خصائص میں ہے اور یہ ممانعت آپ کی ظاہری حیات طیبہ تک تھی۔

۱۶۷۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عُمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہ تم کو دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں۔ میں تو صرف بانٹنے والا ہوں۔ جہاں حکم دیا جاتا ہوں وہاں رکھتا ہوں۔

یعنی ''من'' جانب اللہ مجھے جسے دینے کا حکم ہے اسے دیتا ہوں اور جسے دینے سے روک دیا جاتا ہوں اسے نہیں دیتا۔ ابوداؤد[4] میں ''انما انا قاسم'' کی جگہ ''اِنْ اَنَا اِلَّا خَازِنٌ'' ہے۔

۱۶۷۶- ح: [جَزَاءُ التَّصَرُّفِ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ]

اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرنے والوں کی سزا

۱۶۷۶- عَنِ ابْنِ عَيَّاشٍ وَاسْمُهُ النُّعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ ان کے لیے قیامت کے دن جہنم ہے۔

یہ خولہ اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں' ان کے والد کا نام قیس بن فہد تھا یا تامر۔ ترمذی میں قیس بن فہد ہے اور اسماعیلی کی

---

[1] بخاری۔ ص ۱۶ [2] فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۱۸' مسند امام احمد۔ ج ۴ ص ۹۹۔ ۱۰۰ [3] نزہۃ القاری۔ ج ۱ ص ۴۷۲۔ ۴۷۳ رقم: ۸۰

[4] ابوداؤد۔ ج ۲ ص ۵۳۔ کتاب الفئی والامارۃ۔ باب: فیما یلزم الامام

روایت میں قیس بن تامر ہے' علی بن مدینی نے کہا کہ تامر قیس کا لقب ہے۔

یتحوضون

کا مادہ خوض ہے' اس کے معنی پانی میں چلنے اور اسے ہلانے کے ہیں' پھر عرف میں اشتباہ ڈالنے اور تصرف کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔ باب تفعل میں جا کر اس کا معنی بہ تکلف کسی چیز میں تصرف کرنے کے ہو گیا۔

مطابقت

اس حدیث میں نہ خمس کا ذکر ہے' نہ خمس کے تقسیم کرنے کا تذکرہ ہے لیکن اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کی تقسیم کے طریقے بتائے ہیں ان کے علاوہ من مانی طریقے سے تقسیم کرنا ناحق تصرف میں داخل ہے۔ غنیمت کی تقسیم قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ضروری ہے کہ اسی کے مطابق تقسیم ہو اور اس کے خلاف تقسیم ناحق تصرف ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (الفتح: ۲۰) اَلْاٰيَةَ فَهِيَ لِلْعَامَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَهُ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۴۴۰)

نبی ﷺ کے ارشاد کا بیان کہ تمہارے لیے غنیمت حلال کی گئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: اور اللہ نے تم سے بہت زیادہ غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے' پس اللہ نے جلد ہی تم کو عطا فرما دیا' یہ ارشاد عام ہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اسے بیان فرمائیں

توضیح باب

''وعدکم اللّٰہ'' یہ آیۂ کریمہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی ''مغانم کثیرہ'' سے مراد وہ غنائم ہیں جو حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہوئیں یا قیامت تک امت کو جو حاصل ہوں گی۔ ''فعجل لکم'' سے فتح خیبر مراد ہے جو حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں ہوا۔

فهي للعامة

یعنی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مال غنیمت بلا تخصیص ہر مسلمان کا حق ہے' جب تک کہ حضور اقدس ﷺ اس کے مستحقین کی تعیین نہ فرما دیں اور اس تعیین کو آیۂ کریمہ: ''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ'' نے واضح فرما دیا۔

۱۶۷۷- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ان دونوں کے خزانوں کو تم راہ خدا میں خرچ کرو گے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: علامات النبوۃ ص ۵۱۱' ج ۲۔ کتاب الایمان۔ باب: کیف یمین النبی ﷺ ص ۹۸۱' مسلم' ترمذی۔ کتاب الفتن' مسند امام احمد' ج ۵ ص ۹۲-۹۹)

۱۶۷۸- ح: [جِهَادُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ]

حضرت یوشع بن نون کا جہاد

۱۶۷۸- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا يَتْبَعْنِيْ رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ اِمْرَاَةٍ وَهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰى بُيُوْتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَلَا اَحَدٌ اِشْتَرٰى غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَاْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَاْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْتُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَلْتُبَايِعْنِيْ قَبِيْلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوْهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا ثُمَّ اَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَاٰى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا۔ (بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: من احب البناء عند الغزو ص ۷۷۵، مسلم۔ کتاب الجہاد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیا میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ فرمایا تو اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ ایسا شخص نہ چلے جس نے شادی کی ہو اور زفاف کرنا چاہتا ہو مگر ابھی کیا نہیں اور نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنائے ہوں اور ابھی چھت نہیں ڈالی ہے اور نہ وہ شخص چلے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کی پیدائش کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد جہاد کے لیے چلے، بستی کے قریب پہنچتے پہنچتے عصر کا وقت قریب ہو گیا۔ انہوں نے سورج سے فرمایا: تو بھی محکوم اور ہم بھی۔ اے اللہ! اسے ہم پر روک دے۔ سورج روک لیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی۔ اب غنیمتوں کو جمع فرمایا۔ اسے جلانے کے لیے آگ آئی۔ آگ نے غنیمت کے اموال کو نہیں جلایا تو فرمایا: تم میں کوئی ہے جس نے مال غنیمت میں چوری کی ہے۔ ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص مجھ سے بیعت کرے۔ ایک شخص کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا' فرمایا: تمہارے ہی قبیلہ میں چوری ہے۔ اب تمہارے قبیلہ کا ایک ایک شخص آئے اور مجھ سے بیعت کرے' اب دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے دست مبارک سے چپک گیا' فرمایا: تمہیں نے چوری کی ہے۔ اب وہ گائے کے سر کے برابر سونا لائے' اب پھر آگ آئی اور سب کو جلا گئی' پھر اللہ نے ہمارے لیے غنیمت حلال فرما دی۔ اس نے ہماری کمزوری اور عاجزی کو ملاحظہ فرمایا اور حلال فرما دیا۔

یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لیے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ پہلے حضرت ہارون کا ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

ابن اسحٰق[1] نے کہا: جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا اور چالیس سال میدان تیہ میں رہنے کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انہیں جبارین سے قتال کا حکم ہوا' انہوں نے بنی اسرائیل کو بتایا' انہوں نے ان کی تصدیق کی اور بیعت کی۔ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر جبارین سے قتال کے لیے چلے' ان کے شہر کا چھ مہینے تک محاصرہ کیے رہے۔ سترہویں مہینے قرنا کو پھونکنا شروع کیا جس سے دشت وجبل گونج اٹھے اور شہر پناہ ٹوٹ گئی' اب حضرت یوشع مجاہدین کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور جبارین کو قتل کرنا شروع فرمایا۔ یہ جمعہ کا دن تھا' ان کے قتل کے بعد بھی کچھ بچے رہے۔

[1] عمدۃ القاری۔ ج ۱۰ ص ۴۳۔ ۴۲

تک کہ عصر کا وقت اخیر ہو گیا' ہفتے کے دن قتال ان کی شریعت میں جائز نہیں تھا اس لیے سورج سے وہ فرمایا۔ فتح الباری[1] میں بحوالہ حاکم یہ ہے کہ حضرت یوشع جمعہ کے دن عصر کے وقت پہنچے تھے اس لیے وہ دعا فرمائی' یہ بستی اریحا یا بیت المقدس تھی۔

ردشمس

مسند امام احمد[2] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یوشع بن نون کے علاوہ کسی بشر کے لیے سورج نہیں رکا' وہ جب بیت المقدس کی طرف جہاد کے لیے گئے اس وقت ان کے لیے رکا تھا۔

ردشمس کتنی بار ہوا؟

اقول وھو المستعان: لیکن کتب تفسیر اور احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیائے کرام کے لیے بھی سورج رکا ہے۔

(۱) ابن اسحٰق نے' مبتداء میں بہ طریق یحییٰ بن عروہ بن زبیر عن ابیہ روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کو لے کر چلنے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ہم راہ لیتے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ فجر کے وقت نکلیں گے مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ مبارک تابوت کہاں ہے اور فجر طلوع ہونے کے قریب ہو گئی مگر پتہ نہیں چلا تو اللہ عزوجل سے دعا فرمائی کہ طلوع فجر مؤخر فرما دے یہاں تک کہ تابوت کو حاصل کر لیا۔

(۲) نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بھی رکا تھا۔ ثعلبی[3] پھر بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ میں نے مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آیۂ کریمہ: ''رُدُّوْهَا عَلَيَّ'' کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ فرمایا اس کے لیے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے کہ سورج ڈوب گیا تو سورج پر جو فرشتے موکل ہیں انہیں حکم دیا ''رُدُّوْهَا عَلَيَّ'' کہ سورج کو لوٹاؤ' فرشتوں نے سورج کو لوٹایا یہاں تک کہ انہوں نے عصر پڑھ لی۔

(۳) امام قاضی[4] عیاض نے نقل فرمایا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک دن نماز عصر قضا ہو گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج لوٹایا گیا۔ امام طحاوی[5] نے مشکل الآثار میں اسے روایت کیا' اور فرمایا: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۴) نیز طبرانی[6] نے اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار سورج کو حکم دیا تو تھوڑی دیر تک رکا رہا۔

(۵) بیہقی[7] نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ شب معراج واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کے قریب ضجنان میں ایک قافلہ ملا تھا۔ جب آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے تو اہل مکہ کو خبر دی کہ ابھی تمہارا قافلہ تنعیم کی ثنیۃ البیضا سے آئے گا جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس کے اوپر دو بوریاں ہیں ایک کالی دوسری نیلی۔ مکہ والے اس گھاٹی کی طرف بڑھے تو انہیں اسی طرح قافلہ ملا۔ امام سدی نے کہا: اس قافلے کے آنے سے پہلے سورج نکلنے ہی والا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور سورج رک گیا۔

(۶) اور منزل صہبا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز قضا ہونے پر سورج کا لوٹنا بہت مشہور و معروف ہے۔ اسے امام حاکم نے مستدرک میں امام طحاوی نے مشکل الآثار میں' امام بیہقی نے دلائل میں' امام ابوالقاسم طبرانی نے معجم کبیر میں' امام قاضی عیاض[8] نے شفا میں' ابن

---

۱ فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۲۱ ۲ مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۳۲۵ ۳ فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۲۲ ۴ ایضاً

۵ عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۴۳ ۶ فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۲۲ ۷ عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۴۳ ۸ اگلے صفحہ پر موجود ہے

مندہ، ابن شاہین نے حضرت اسماء سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

اس کے بارے میں علامہ ابن جوزی نے اپنی شدت پسند فطرت کی بنا پر اور انہیں کی تقلید جامد میں ابن تیمیہ نے موضوعات میں شمار کیا۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ ان دونوں نے خطا کی[1] علامہ عینی[2] نے عمدۃ القاری میں فرمایا کہ اس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ امام طحاوی نے فرمایا: احمد بن صالح کہتے تھے: جس کا راستہ علم ہے وہ اس حدیث کے حفظ سے نہ چوکے اس لیے کہ اجل علامات نبوت سے ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا: یہ حدیث متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ[3] ہیں۔ حضرت ملا علی قاری[4] نے شرح شفا میں لکھا' محدثین نے اس حدیث کے بارے میں اختلاف کیا کہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع' اکثر اس پر ہیں کہ ضعیف ہے مگر فی الجملہ یہ ثابت ہے' اس کے لیے اصل ہے متعدد سندوں سے قوت پا کر مرتبہ حسن تک پہنچ چکی ہے۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں فرمایا: ہمارے شیخ نے فرمایا: احمد ابن تیمیہ نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ابن جوزی نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے' لیکن طحاوی اور قاضی عیاض نے اسے صحیح کہا۔ ابن مندہ اور ابن شاہین نے حضرت اسماء بنت عمیس سے اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

علامہ عسقلانی نے کہا کہ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ ابن عراقی نے شرح تقریب میں بیان کیا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار[5] میں فرمایا:

اس حدیث کو امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے صحیح کہا اور ایک جماعت نے اس کی تخریج کی اور جس نے اسے موضوع کہا جیسے ابن جوزی' انہوں نے خطا کی۔

سورج ڈوبنے کے بعد لوٹا تو عصر کا وقت بھی لوٹ آیا۔ یہ ایک حکم شرعی ہے اس پر علامہ شامی نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث اتنی قوی ہے کہ احکام میں بھی حجت ہے اس لیے لااقل حسن ضرور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ جہاد کے لیے کسی کے لیے سورج نہیں روکا گیا۔

انك مامورة

حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سورج سے یہ خطاب فرمانا اس کی دلیل ہے کہ سورج میں ادراک اور تمیز ہے وہ سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔

فلم تطعمه

اگلی امتوں کے لیے مال غنیمت حلال نہیں تھا' جنگ کے بعد سارا مال غنیمت اکٹھا کیا جاتا' من جانب اللہ آگ آتی اور سب کو کھا جاتی' اگر یہ آگ نہ آتی یا آتی مگر مال غنیمت کو کھاتی نہیں تو یہ اس کی علامت تھی کہ یہ جہاد مقبول نہیں یا مال غنیمت میں چوری کی گئی ہے۔ یہ جہاد ایک نبی کی سرکردگی میں ہوا تھا اس لیے اس کے مقبول نہ ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعین فرما دیا کہ مال غنیمت میں چوری ہوئی ہے۔

بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى — بنی قریظہ اور بنی نضیر کے اموال کو نبی ﷺ نے

(سابقہ صفحہ کا حوالہ) [٨] شرح شفا ملا علی قاری۔ ج ۱ ص ۱۹۹ — [1] فتح الباری۔ ج ٦ ص ۲۲۲ — [2] عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۴۳

[3] ایضا — [4] ج ۱ ص ۵۸۹ — [5] باب: الاوقات۔ ج ۱ ص ۳٦۰

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَمَا اَعْطَى مِنْ ذٰلِكَ فِي نَوَائِبِهِ (ص ۴۴۱)

کیسے تقسیم فرمایا اور جو کچھ اس میں سے اپنے حوادثات کے لیے دیا؟

۱۶۷۹- حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگ کھجوروں کے درخت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کرتے تھے، یہاں تک کہ قریظہ اور نضیر کو فتح فرمایا۔ اس کے بعد لوگوں کو واپس فرماتے جاتے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: حدیث بنی النضیر ص ۵۷۵، باب: مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص ۵۹۱، مسلم۔ کتاب المغازی)

باب "مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" میں اس کے بعد یہ دلچسپ قصہ ہے: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کے درخت واپس کیے تو میرے گھر والوں نے کہا کہ تم بھی جاؤ اور ہم نے جو درخت دیئے تھے واپس لے لو۔ میں حاضر ہوا، حضور نے ہماری پیش کش حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ مجھے واپس فرما دی، ام ایمن کو معلوم ہوا تو تشریف لائیں اور میری گردن میں چادر لپیٹ دی اور کہتی جاتیں: ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! حضور وہ تم کو نہیں عطا فرمائیں گے مجھے عطا فرما چکے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام ایمن سے فرماتے: تیرے لیے اتنا ہے، وہ کہتیں، ہرگز نہیں، بخدا! میرا گمان ہے کہ حضور نے دس گنا تک فرمایا۔

اس مضمون کی حدیث کتاب الہبہ میں گزر چکی ہے، اس میں یہ ہے کہ خیبر سے واپسی کے بعد یہ واقعہ ہوا تھا، وہیں تطبیق مذکور ہے۔ حضرت انس کی والدہ ماجدہ نے چند درخت نذر کیے تھے وہ درخت ام ایمن کو عطا فرما دیا تھا۔

بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِي فِي مَالِهِ حَيًّا وَمَيِّتًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْاَمْرِ (ص ۴۴۱)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء کے ہم راہ جہاد کرنے والے کے مال میں زندگی میں اور فوت ہونے کے بعد برکت

۱۶۸۰- ح:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی مالی حیثیت

۱۶۸۰- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي اُسَامَةَ اَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِي فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ فَقَالَ يَا بُنَيَّ اِنَّهُ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُومٌ وَاِنِّي لَا اُرَانِي اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُومًا وَاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّي لَدَيْنِي اَفَتُرٰى دَيْنُنَا يُبْقِي مِنْ مَالِنَا شَيْئًا فَقَالَ يَا بُنَيَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي وَاَوْصٰى بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهِ لِبَنِيهِ يَعْنِي لِبَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ ثُلُثُ الثُّلُثِ اَثْلَاثًا فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب جمل کے دن صف میں کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا۔ میں حاضر ہو کر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ فرمایا: اے پیارے بیٹے! آج جو بھی قتل ہو گا وہ ظالم ہو گا یا مظلوم اور میں یہ جان رہا ہوں کہ آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور اس وقت مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قرض میرے مال کو کچھ بھی باقی چھوڑے گا؟ فرمایا: اے پیارے بیٹے! میرے مال کو بیچ کر میرے قرض کو ادا کر دینا اور انہوں نے ایک تہائی کی وصیت فرمائی اور اس ثلث کے ثلث کی وصیت ان کے بیٹوں کے لیے کی یعنی عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے لیے۔ فرماتے

الدَّيْنِ فَثُلُثُهُ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ بَعْضُ وُلْدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَعَبَّادٌ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ يُوْصِيْنِيْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ يَا بُنَيَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰى قُلْتُ يَا اَبَهْ مَنْ مَّوْلَاكَ قَالَ اللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا وَقَعْتُ فِيْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ فَيَقْضِيْهِ فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرَضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ عَلَيْهِ اِنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا وَلٰكِنَّهُ سَلَفٌ فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةَ خِرَاجٍ وَّلَا شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ غَزْوَةٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَحَسَبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهُ اَلْفَيْ اَلْفٍ وَّمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِيَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ كَمْ عَلٰى اَخِيْ مِنَ الدَّيْنِ فَكَتَمَهُ وَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ فَقَالَ حَكِيْمٌ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهٰذِهٖ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَيْ اَلْفٍ وَّمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ مَا اَرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِيْ قَالَ وَكَانَ الزُّبَيْرُ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَاَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوْهَا فِيْمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ فَاقْطَعُوْا لِيْ قِطْعَةً

تھے کہ کل مال کی تہائی کے تین حصے کرنا اور قرض ادا کرنے کے بعد میرے مال سے کچھ بچے تو اس کا تہائی تیری اولاد کے لیے ہے۔ ہشام نے کہا کہ عبداللہ کے بعض بیٹے، حضرت زبیر کے بیٹوں کے برابر تھے، خبیب اور عباد اور ان کے اس وقت نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ عبداللہ نے کہا: وہ مجھے اپنے قرض کے بارے میں وصیت فرماتے رہے اور فرماتے رہے: اے پیارے بیٹے! اگر قرض کی کچھ ادائیگی سے تم عاجز آجاؤ تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔ عبداللہ نے کہا: بخدا! میں نہیں سمجھ سکا کہ میرے مولیٰ سے انہوں نے کسے مراد لیا ہے، یہاں تک کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ فرمایا: اللہ، عبداللہ نے کہا: بخدا! میں جب بھی ان کے قرض کی ادائیگی میں کسی دشواری میں پھنسا تو میں نے یہ کہا: زبیر کے مولیٰ! ان کے قرض کو ادا فرما دے تو اللہ ان کا قرض ادا کرا دیتا۔ اس کے بعد زبیر شہید کر دیے گئے اور ترکے میں دینار و درہم نہیں چھوڑا تھا سوائے زمینوں کے جن میں غابہ اور مدینہ کے گیارہ گھر اور بصرہ کے دو گھر اور کوفہ کا ایک اور مصر کا ایک گھر تھا اور ان پر قرض صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ ان کے پاس امانت رکھنے کے لیے مال لاتے تو زبیر فرماتے: امانت نہیں یہ قرض ہے، میں اس کے ضائع ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔ کبھی انہوں نے امارت یا خراج کی وصول تحصیل یا کوئی عہدہ قبول نہیں فرمایا۔ ہاں حضور اقدس ﷺ یا ابوبکر یا عمر یا عثمان کے ہم راہ غزوہ فرماتے تھے۔ عبداللہ نے کہا: ان پر جو قرض تھا اس کا حساب لگایا تو بائیس لاکھ نکلا۔ عبداللہ نے کہا: مجھ سے حکیم بن حزام ملے اور کہا: اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرض ہے؟ عبداللہ نے اسے چھپایا اور کہا: ایک لاکھ ہے۔ حکیم نے کہا: بخدا! میں نہیں جانتا کہ تمہارے کل مال اس کی ادائیگی کر سکیں۔ عبداللہ نے کہا: بتائیں اگر بائیس لاکھ ہو تو، حکیم نے کہا: میں نہیں جانتا کہ تم لوگ اس کی طاقت رکھتے ہو۔ پس اگر کچھ قرض ادا کرنے سے تم لوگ عاجز آجاؤ تو مجھ سے مدد طلب کرنا اور زبیر نے غابہ ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا۔ عبداللہ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچا، پھر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا: جس کا زبیر کے ذمے کچھ حق

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَكَ مِنْ هٰهُنَا إِلٰى هٰهُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضٰى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمْ بَقِيَ قَالَ سَهْمٌ وَنِصْفٌ قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ فَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ أَلْفٍ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا قَالَ لَهُمْ وَاللّٰهِ لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِينَ أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ قَالَ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ قَالَ فَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ.

ہو وہ غابہ میں ہمارے پاس آئے۔ یہ سن کر عبداللہ بن جعفر ان کے پاس آئے اور ان کا زبیر پر چار لاکھ قرض تھا۔ انہوں نے عبداللہ سے کہا: اگر تم چاہو تو معاف کر دوں۔ عبداللہ نے کہا: نہیں' انہوں نے کہا: اگر تم چاہو تو تمہیں مہلت دے دوں اگر تم لوگ ابھی نہ ادا کرنا چاہو۔ اس پر عبداللہ نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: تو میرے لیے ایک قطعہ زمین کر دو۔ عبداللہ نے ان سے کہا: تمہارے لیے یہاں سے یہاں تک ہے۔ اس کے بعد اس میں سے بیچا اور ان کا قرض ادا کر دیا اور پورا دیا اور اس میں سے ساڑھے چار حصے باقی بچے۔ عبداللہ معاویہ کے پاس آئے اور وہاں عمرو بن عثمان اور منذر بن زبیر اور ابن زمعہ تھے' معاویہ نے عبداللہ سے پوچھا کہ غابہ کی کتنی قیمت طے ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا۔ پوچھا: کتنا بچا ہے؟ بتایا: ساڑھے چار حصے۔ اس پر منذر بن زبیر نے کہا: میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا اور عمرو بن عثمان نے کہا: میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا اور ابن زمعہ نے بھی کہا: میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا۔ اب معاویہ نے پوچھا: کتنا باقی ہے؟ عبداللہ نے کہا: بقایا ڈیڑھ حصہ۔ معاویہ نے کہا: میں نے اس کو ایک لاکھ پچاس ہزار میں لیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ معاویہ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا۔ جب ابن زبیر' زبیر کے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو زبیر کے بیٹوں نے کہا: ہماری میراث ہم میں تقسیم کرو۔ عبداللہ نے ان سے کہا: بخدا! میں میراث تم میں اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک حج کے ایام میں چار سال تک یہ اعلان نہ کرا لوں: جس کا زبیر پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم ادا کریں گے۔ وہ ہر سال ایام حج میں یہ اعلان کرتے رہے۔ جب چار سال پورے ہو گئے تو ان میں میراث تقسیم کی۔ زبیر کی چار بیبیاں تھیں۔ قرض ادا کرنے کے بعد جو بچا اس میں سے ثلث نکالا گیا تو ہر عورت کو بارہ بارہ لاکھ ملا۔ ان کا کل مال باون لاکھ ہوا۔

یوم الجمل (جنگ جمل)

سیدنا خوشگوار جنگ ۳۶ھ کے جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ میں ہوئی تھی۔ یہ وہ پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں کے مابین ہوئی' یہ

جنگ مولائے کائنات حضرت علی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ کے درمیان ہوئی تھی' ام المؤمنین ایک بہت بڑے اونٹ پر بیچ میں تشریف فرما تھیں اس لیے اسے جنگ جمل کہا جاتا ہے۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ کی شہادت فاجعہ کے وقت ام المؤمنین حج کے لیے گئی ہوئی تھیں' جو لوگ حضرت عثمان کے محاصرے میں شریک تھے وہی لوگ حضرت علی رضی اللہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد بنی امیہ بھاگ کر مکہ پہنچے' انہوں نے حضرت عثمان کے قصاص کے لیے انہیں آمادہ کیا۔ حضرت زبیر بن عوام' حضرت طلحہ بن مالک رضی اللہ بھی مکہ پہنچ گئے اور حضرت عثمان کے قصاص کے نکتے پر ان کے ساتھ ہو گئے۔

ام المؤمنین نے بصرہ کا قصد کیا' سفر کرتے ہوئے بصرہ کے قریب حَواب پر پہنچیں تو پوچھا: اس جگہ کا کیا نام ہے؟ جب بتایا گیا کہ حواب ہے' تو اونٹ کو بٹھایا اور فرمایا: میں حَواب والی ہوں' مجھے لوٹاؤ' مجھے لوٹاؤ۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ آگے بڑھنے پر راضی ہو جائیں مگر راضی نہ ہوئیں' چوبیس گھنٹے تک وہیں تشریف فرما رہیں' پھر کسی نے اطمینان دلایا کہ یہ حواب نہیں تو آگے بڑھیں۔

حواب کا قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سے فرمایا تھا: تم میں سے ایک کا کیا حال ہوگا' جب اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ (مسند امام احمد۔ ج ۶ ص ۵۲)

آگے بڑھ کر ام المؤمنین نے بصرہ کے باہر پڑاؤ ڈال دیا' حضرت علی کو جب اس کی اطلاع ملی تو بیس ہزار کی جمعیت لے کر مقابلہ پر فروکش ہوئے۔ رات میں دونوں فریقوں کے سنجیدہ متین صلح جو افراد نے کوشش کر کے آپس کی غلط فہمیاں دور کر دیں۔ طے ہو گیا کہ دونوں فریق واپس ہو جائیں گے مگر دونوں طرف فساد پسند عناصر کافی تھے' انہوں نے جب یہ دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا تو باہمی مشورہ کر کے صبح اندھیرے ہی آپس میں گتھ گئے اور ام المؤمنین کی طرف یہ افواہ پھیلا دی کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا' پھر حضرت علی کو یہ باور کرا دیا کہ ام المؤمنین نے حملہ کر دیا' پھر تو گھمسان کا رن پڑا۔

حضرت علی رضی اللہ نے ملاحظہ فرمایا کہ قوت کا مرکز ام المؤمنین کی ذات ہے' اگر ان کے اونٹ کو بیکار کر دیا جائے تو جنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے' انہوں نے سارا زور اسی پر لگا دیا' پوری جنگ ام المؤمنین کے ہودج کے ارد گرد سمٹ آئی' جو بھی اونٹ کی نکیل پکڑتا مار ڈالا جاتا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے' عاشقان رسول حرم نبوی پر پروانہ وار نثار ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر لڑتے لڑتے زخموں سے نڈھال ہو کر مقتولین میں گر پڑے' انہیں اس دن سینتیس زخم لگے تھے' بالآخر حضرت علی کے حامی اونٹ کی کونچیں کاٹنے میں کامیاب ہو گئے' اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا اور ہودج مبارک زمین پر آ رہا' حضرت علی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا:

''السلام علیك یا اماہ'' ام المؤمنین نے جواب فرمایا: ''وعلیك السلام یَابُنَیَّ'' حضرت علی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے' ام المؤمنین نے فرمایا: اور تمہاری بھی' پھر حضرت عمار اور محمد بن ابوبکر کو گول خیمہ کھڑا کرنے کا حکم دیا اور ہودج مبارک کو مقتولین کے ڈھیر سے اٹھوا کر اس خیمے میں پہنچا دیا۔

پھر آپ اخیر رات میں بصرہ تشریف لے گئیں۔ ام المؤمنین کو اس کا بے حد صدمہ تھا' روتی تھیں اور کہتی تھیں: کاش کہ آج سے بیس سال پہلے مر گئی ہوتی۔

پھر حضرت علی نے ام المؤمنین کے شایان شان سامان سفر کر کے بصرہ سے رخصت کیا۔ غرہ رجب ہفتے کے دن ام المؤمنین وہاں سے چلیں اور مکہ معظمہ تشریف لے گئیں' حضرت علی میلوں مشایعت کے لیے گئے اور حضرت علی کے صاحبزادگان چوبیس گھنٹے رہے۔ ام المؤمنین پر اس کا بہت خوشگوار اثر پڑا۔ حضرت علی کو اعلیٰ مدحیہ کلمات سے نوازا۔

اس جنگ میں دس ہزار حامیان ام المؤمنین اور پانچ ہزار حامیان حضرت علی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ کو ایک نا معلوم تیر آ کر لگا اور شہید ہو گئے۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تیر مروان نے مارا تھا۔

اس جنگ میں حضرت زبیر اور حضرت عمار کا آمنا سامنا ہو گیا' حضرت عمار نے حضرت زبیر پر نیزے سے حملہ کیا مگر حضرت زبیر طرح دے گئے کیونکہ انہیں یہ حدیث یاد تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے: اے عمار! تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

ساقتل مظلوما

پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ آج جو بھی قتل ہوگا وہ یا تو ظالم ہوگا یا مظلوم۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اس جنگ میں دونوں طرف کچھ مخلص تھے' نیز صحابہ کرام بھی' جو اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فریقین کے ساتھ تھے اور کچھ شر پسند عناصر اپنی غرض فاسد کے لیے شریک تھے وہ ضرور ظالم تھے' پھر خاص اپنے لیے فرمایا کہ میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔ یہ ارشاد اس بنا پر تھا کہ انہیں یقین کامل تھا کہ میں حق پر ہوں اور یہ ظاہر ہے ورنہ لڑنے پر آمادہ نہ ہوتے یا انہیں کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ میں میدان جنگ میں نہیں مارا جاؤں گا اور اپنی شہادت کی پوری تفصیل جان لی ہو۔ عین معرکہ کارزار میں حضرت علی اور حضرت زبیر کا آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت علی نے حضرت زبیر سے فرمایا: یاد کرو ایک مرتبہ ہم اور تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے' حضور نے تم سے پوچھا: کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ تم نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ! فرمایا: ایک دن تم علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے۔ یہ سنتے ہی تلوار نیام میں کر لی اور میدان جنگ سے جدا ہو کر بصرہ جاتے ہوئے وادی سباع کے ایک گاؤں سفوان پہنچ کر نماز پڑھنے لگے کہ عمرو بن جرموز تمیمی نے پیچھے سے آ کر پشت مبارک میں نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ عمروان کی تلوار لے کر حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں نے زبیر کو قتل کر دیا' فرمایا: یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ ﷺ سے مصائب و آلام دفع کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو' یہ سن کر ابن جرموز نے کہا: اے علی! آپ کی ذات عجیب و غریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی۔

اس وقت وہیں دفن کر دیے گئے' بعد میں نعش مبارک بصرہ لائی گئی' بصرہ میں آپ کا مزار پاک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

واوصٰی بالثلث

یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کے تہائی مال کے بارے میں اس تفصیل سے وصیت فرمائی: اس موصٰی بہ کا ایک تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے اور دو تہائی مساکین کو' مثلاً کل مال نو لاکھ ہے تو تین لاکھ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ اس میں سے ایک لاکھ حضرت عبداللہ کے فرزندوں کو دیا جائے اور دو لاکھ مساکین کو۔

ثلث الثلث اثلاثا' الخ

یعنی قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی ایک تہائی کے تین حصے کرو اور اس تہائی کا تہائی عبداللہ بن زبیر کے بچوں کو دیا جائے۔

قد وازی بعض بنی الزبیر

یعنی عبداللہ بن زبیر کے کچھ بچے حضرت زبیر کے بچوں کے ہم عمر تھے' مثلاً خباب اور عباد' یہ اس وصیت کی حکمت کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت عبداللہ کے یہ بچے اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے اور اہل و عیال والے تھے' اس لیے ان کے لیے یہ خصوصی وصیت فرمائی۔

خبیب حضرت عبداللہ کے بڑے صاحبزادے تھے' جو لوگ ان سے ناراض تھے وہ انہیں انہیں کی طرف نسبت کر کے ابو خبیب کہتے تھے حالانکہ حضرت عبداللہ نے خود سے اپنی کنیت اپنے نانا حضرت صدیق اکبر کی کنیت پر تبرکاً ابو بکر رکھی۔

الفى الف و مائتا الف

بائیس لاکھ' عربی گنتیوں میں سب سے بڑی گنتی اَلف (ہزار) ہے' اس سے آگے وہ اضافت سے کام لیتے ہیں اس طرح کہ مضاف کو مضاف الیہ میں ضرب دیتے ہیں' مثلاً لاکھ کے لیے مائۃ الف' سو ہزار اور دو کروڑ کے لیے ''عشر الف الف'' اور ارب کے لیے ''مائۃ عشر الف الف'' علیٰ ہٰذا القیاس۔ ''الفی الف'' یعنی دو ہزار کو ہزار میں ضرب دو تو بیس لاکھ ہوئے اور ''مائتا الف'' کے دو لاکھ مجموعہ بائیس لاکھ ہوئے۔

فباعها

یعنی اس کی قیمت مقرر کی۔

فباع منها فقضى دينه فاوفاه

یہ ایک اشکال ہے' وہ یہ ہے کہ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''منها'' کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع ''غابة'' ہے اس لیے کہ اس سے پہلے ''غابة'' کا ذکر دو بار آ چکا ہے اور ''دينه'' کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع حضرت زبیر ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ''غابة'' کا کچھ حصہ بیچا اور حضرت زبیر کا قرض پورا ادا کر دیا' یہ کسی طرح درست نہیں۔ گزر چکا کہ قرض بائیس لاکھ تھا اور ''غابة'' کی کل قیمت سولہ لاکھ تھی۔ اس اشکال کے جواب میں تمام شارحین نے یہ فرمایا: ''فباع منها'' کی ضمیر کا مرجع ''غابة'' اور ''دار'' دونوں ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ مرجع ترکہ ہے جس پر کلام سابق دلالت کرتا ہے۔ یہ توجیہ بھی اپنی جگہ ایک حد تک درست ہے مگر ایک توجیہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ ''منها'' کی ضمیر کا مرجع ''غابة'' ہی کو ٹھہرایا جائے' البتہ ''دينه'' کی ضمیر کا مرجع بجائے ''زبير'' کے عبداللہ بن جعفر کو ٹھہرایا جائے یعنی عبداللہ بن جعفر کا قرض پورا ادا کر دیا۔

ان کا قرض چار لاکھ تھا اور ''غابة'' کی کل قیمت سولہ لاکھ لگی' اس طرح کہ ''غابة'' کے سولہ حصے کیے گئے اور ہر حصہ ایک لاکھ کا مقرر ہوا' چار حصے چار لاکھ کے عوض عبداللہ بن جعفر کو دے دیے۔

اس مطلب میں وہ مخل نہیں جو آگے آ رہا ہے کہ حضرت معاویہ کے یہاں گئے تو ساڑھے چار حصے بچے تھے۔ یہ کہا جائے گا کہ حدیث میں اختصار ہے' درمیان کا یہ قصہ ترک کر دیا گیا کہ پھر ساڑھے سات حصے اور لوگوں کو قرض میں دیے اور ساڑھے چار حصے رہ گئے تھے۔

اب شبہہ یہ ہوتا ہے کہ ''غابة'' سولہ لاکھ میں بکا اور کل قرض بائیس لاکھ تھا تو بقیہ قرض کیسے ادا ہوا' جواب ظاہر ہے کہ جو مکانات تھے انہیں بھی فروخت کیا' ان کی قیمت سے بقیہ چھ لاکھ قرض ادا کیا اور جو بچا اسے وارثین اور موصی لہم میں تقسیم کیا۔

فجميع ماله خمسون...... (حضرت زبیر کے ترکہ کی قیمت پانچ کروڑ دو لاکھ تھی)

یعنی ان کا کل مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا' اس پر یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو بارہ لاکھ ملا تو چار بیویوں کا حصہ اڑتالیس لاکھ ہوا' یہ ادائیگی دَین اور وصیت نافذ کرنے کے بعد جو بچا اس کا آٹھواں حصہ ہے' اس طرح وارثین میں قابل تقسیم مال تین کروڑ چوراسی لاکھ ہوا۔ اس میں تہائی وصیت کی رقم جو ایک کروڑ بانوے لاکھ ہے ملائی جائے تو میزان پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوتی ہے اور اگر اس میں قرض کی رقم ملا دی جائے تو کل ترکہ پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوتا' پانچ کروڑ دو لاکھ کسی طرح نہیں ہوتا۔ اس کا جواب علامہ دمیاطی پھر علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ وصال کے وقت ان کا ترکہ پانچ کروڑ دو لاکھ تھا مگر چونکہ ترکہ چار سال بعد تقسیم ہوا اس لیے جائیدادوں کی آمدنی سے مزید اضافہ ہو کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہو گیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا: یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔

اس میں کوئی تکلف نہیں اور روایت صحیحہ جوں کی توں باقی رہتی ہے۔ نیز باب کے اس جملے سے بھی مناسبت ہو جاتی ہے کہ غازی کے مال کی برکت زندگی میں بھی ہوتی ہے، مرنے کے بعد بھی۔

فیض الباری پر تعقب

ایک توضیح یہ بھی کی گئی ہے کہ ''الف الف ومائتا الف'' کو ''خمسون'' کی تمیز نہ مانیں بلکہ ''خمسون'' کی تمیز ''سهما'' کو مانیں اور اسے مبتداء محذوف ''جميع ماله'' کی خبر مانیں اور اسی طرح ''الف الف ومائتا الف'' کو مبتداء محذوف ''كل سهم'' کی خبر مانیں، تو اب عبارت یہ ہوئی:

ان کا کل ترکہ پچاس حصے تھا اور ہر حصہ بارہ لاکھ تھا، اس طرح کہ ترکہ بتیس سہام پر تقسیم ہوا جس کی رو سے ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملا، ایک تہائی وصیت کو اس میں ملایا جو سولہ سہام ہے اور دین بائیس لاکھ جو قریب قریب دو سہام کے ہے اس کو بھی شامل کیا تو اب حاصل یہ نکلا کہ حضرت زبیر کے کل متروکہ کی قیمت چھ کروڑ ہوئی۔

فیض الباری[1] میں گنگوہی صاحب کی طرف منسوب کر کے اسے صحیح کہا گیا، مگر ناظرین حیرت میں ہوں گے کہ کل ترکہ پچاس سہام پورا نہیں ہوتا، دو لاکھ کی کمی رہ جاتی ہے اور اس کی مقدار چھ کروڑ بھی نہیں۔ اس سے کم ہے یعنی پانچ کروڑ چھہتر لاکھ اور بلا قرینہ محذوفات کثیرہ ماننے پڑتے ہیں۔ بہ خلاف علامہ دمیاطی اور علامہ کرمانی کی توجیہ کے کہ اس میں یہ اسقام نہیں، اسی لیے فیض الباری کے جامع صاحب اخیر میں اسے ذکر کرنے پر مجبور ہوئے۔

بَابٌ إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُوْلًا فِي حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ (ص ۴۴۲)

جب امام (سلطان) کسی کو کسی کام کے لیے بھیجے یا اپنے گھر رہنے کو کہہ دے تو کیا اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا؟

۱۶۸۱- ح: [عُثْمَانُ بَدْرِيٌّ]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں

۱۶۸۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بدر میں حضرت عثمان صرف اس وجہ سے موجود نہ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ اس لیے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر تم کو ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں اور غزوۂ بدر کے موقع پر سخت علیل اور جاں بلب تھیں حتی کہ اسی اثناء میں وصال فرما گئیں۔ ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان کو حکم ہوا کہ گھر ہی رہو، تم کو غزوے میں شرکت کا ثواب بھی ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو وہ دفن بھی ہو چکی تھیں[2]۔ فتح کی بشارت لے کر جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے تو دفنائی جا رہی تھیں، جس صبح کو ان کا وصال ہوا اسی

[1] فیض الباری- ج ۳ ص ۴۹۵ [2] مدارج النبوۃ- ص ۸۵

دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے۔

بَابُ مَنْ قَالَ وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا سَاَلَ هَوَازِنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهٖ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِّنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ (ص ۴۴۲)

جس نے یہ کہا اس بات کی دلیل کہ خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے، وہ یہ ہے کہ ہوازن نے اپنے قبیلہ میں رضاعت کے رشتے کی بنا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا اور حضور نے مسلمانوں سے انہیں دلا دیا اور وہ ہے کہ حضور لوگوں سے وعدہ فرماتے کہ انہیں فئی اور غنیمت کے خمس میں سے عطا فرمائیں گے اور وہ ہے جو انصار کو مرحمت فرمایا اور جو حضرت جابر بن عبداللہ کی خیبر کی کھجوروں میں سے عنایت فرمایا

توضیح باب

"ومن الدلیل" علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ واؤ عاطفہ ہے، یہ آٹھ ابواب سے پہلے جو باب تھا "الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" پر معطوف ہے، پھر اس پر وہ معطوف ہے جو ایک باب کے بعد ہے "ومن الدلیل علی ان الخمس للامام"۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس تکلف کی کوئی حاجت نہیں جس میں معطوف اور معطوف علیہ میں اتنا بعد اور اجنبی کا فصل ہے یا یہ واؤ مستانفہ ہے اور بہ کثرت مستعمل ہے۔

سابقاً گزر چکا کہ ابتداءً یہی حکم تھا کہ مال غنیمت کا خمس کل کا کل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تھا، ارشاد ہے:

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. (الانفال:۱) فرمادو مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔

مگر پھر بعد میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال:۴۱) جان لو کہ تم نے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس کے مطابق مال غنیمت کے خمس کے پانچ حصے ہوتے، ان میں سے ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا اور بقیہ تین یتیموں، مسکینوں، مسافروں کا ہوتا تھا۔ دوسری آیۂ کریمہ پہلی کی ناسخ ہے یا اس کا بیان۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب اس خمس کے صرف تین حصے ہوں گے: یتیموں، مسکینوں، مسافروں کے۔ سلطان اسلام کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر مجاہدین کو ضرورت ہو مثلاً ہتھیار، گھوڑے وغیرہ کی تو کل انہیں پر صرف کر دے۔

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا حق حیات اقدس تک اس وجہ سے تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد و اعانت کرتے تھے۔ وصال کے بعد استحقاق کا سبب ختم ہو گیا اس لیے اب وہ مستحق نہیں۔

خمس میں سے حضور اقدس ﷺ کو جو کچھ ملتا تھا حضور اس سے عام مسلمانوں کے ضرورت مندوں اور ضرورتوں پر صرف فرما دیا کرتے تھے اسی سے کچھ اہل علم نے یہ سمجھا کہ خمس میں ضرورت مند مسلمانوں کا بھی حق ہے۔
لیکن حقیقت میں وہ حضور اقدس ﷺ کا کرم تھا' بہ طور استحقاق حاجت مندوں کو نہیں دیتے تھے۔ اس توجیہ پر غور کرنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ احادیث اور آیت اور امام بخاری کے تینوں ابواب میں کوئی تعارض نہیں۔

ماسائل ہوازن

فتح مکہ کے بعد ٦ شوال ٩ھ کو ہوازن اور ثقیف سے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں یہ اپنے مال و متاع کے ساتھ ساتھ اپنے بال بچے چھوڑ کر بھاگ نکلے' ان کے سارے بچے کل عورتیں قید ہوئیں جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔
انہیں واپس لینے کے لیے ہوازن کا وفد آیا تھا' ان میں ابو مرقان سعدی بھی تھے' چونکہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں اس لیے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کٹگھروں میں حضور کی پھوپھیاں' خالائیں' گود کھلانے والیاں' دودھ پلانے والیاں ہی ہیں' ہم پر احسان فرمائیں اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ زہیر بن صرد نے یہ شعر عرض کیا:

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعها — اذفوك تملوہ من محضها الدرر

ان عورتوں پر احسان فرمائیں جن کا حضور نے دودھ پیا ہے — جب حضور کا منہ خالص دودھ سے بھر دیتی تھیں

اس کے بعد کی پوری تفصیل نزہۃ القاری' ج ٣ ص ٥١٥۔ ٥١٦' رقم: ١٣٣٦' پر گزر چکی ہے۔

١٦٨٢- ح: [اَكَلَ النَّبِيُّ الدَّجَّاجَةَ]

نبی ﷺ نے مرغی کھائی ہے

١٦٨٢- عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِي مُوْسٰى فَاُتِيَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِيْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُهُ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اٰكُلَ فَقَالَ هَلُمَّ فَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اِنِّيْ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكُمْ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ قَالَ لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا.

(بخاری' ج ٢' کتاب المغازی' باب: قدوم الاشعریین)

زہدم نے کہا: ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے یہاں تھے کہ مرغی کا ذکر آیا اور ان کے پاس قبیلہ تیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موالی سے ہے۔ ابو موسیٰ نے اسے کھانے کے لیے بلایا تو اس نے کہا: میں نے اس کو کچھ غلاظت کھاتے دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے گھن آ گئی ہے تو میں نے قسم کھالی ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا: میں تم سے اس سلسلے کی حدیث بیان کروں۔ میں قبیلہ اشعر کے چند افراد کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہمیں سواری عطا فرمائیں' تو ارشاد فرمایا: واللہ! میں تم لوگوں کو سواری نہیں دوں گا اور میرے پاس سواری نہیں۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں مال غنیمت کے کچھ اونٹ پیش کیے گئے تو ہمیں دریافت فرمایا' اور یہ فرمایا: اشعری لوگ کہاں ہیں؟ اور ہمیں سفید کوہان والے پانچ اونٹ عطا فرمانے کا حکم دیا' جب ہم وہاں سے چلے تو ہم نے کہا کہ ہم نے یہ کیا کیا' ہمیں برکت نہ ہوگی۔ اب ہم خدمت اقدس میں واپس لوٹے اور ہم نے عرض کیا: ہم نے حضور سے سواری مانگی تھی تو

ص ۶۲۹' کتاب الصید والذبائح۔ باب: لحم الدجاج ص ۸۲۹۔ دو طریقے سے' کتاب النذور۔ باب: لاتحلفوا بآبائکم ص ۹۸۳' کتاب التوحید۔ باب؛ قول اللہ واللہ خلقکم وما تعملون ص ۱۱۲۷' مسلم۔ کتاب الایمان والنذور' ترمذی۔ کتاب الشمائل' نسائی۔ کتاب الصید۔ کتاب النذور)

حضور نے قسم کھالی تھی کہ نہیں دوں گا' کیا حضور بھول گئے؟ فرمایا: میں نے تم کو سواری نہیں عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ نے عطا فرمائی ہے اور واللہ! میں ان شاء اللہ کسی بات پر قسم کھالوں گا' پھر دیکھوں کہ اس کا غیر بہتر ہے تو اسی غیر کو کرتا ہوں جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔

یہ حدیث بخاری کے ابواب میں تین طریقے سے مروی ہے' ابوقلابہ اور قاسم بن عاصم کلیبی دونوں سے اور یہ دونوں زہدم جرمی سے' صرف ابوقلابہ عن زہدم' صرف قاسم تمیمی عن زہدم' یہاں اور نذور اور توحید میں ایک ہی سند میں دونوں سے' کتاب المغازی میں صرف ابوقلابہ سے' کفارات میں صرف قاسم سے ہے۔ ذبائح میں ایک سند میں صرف ابوقلابہ سے' دوسری سند میں صرف قاسم سے یہاں سند میں ہے ''انا لحدیث القاسم بن عاصم احفظ عن زھدم'' اس کا مطلب یہ ہے' ایوب یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ طریق قاسم بن عاصم عن زہدم جو حدیث میں روایت کرتا ہوں یہ زیادہ اچھی طرح مجھے یاد ہے' بہ نسبت بہ طریق ابوقلابہ عن زہدم کے۔ احفظ کا متعلق من ابی قلابہ محذوف ہے۔

کتاب الذبائح میں یہ زائد ہے: ''وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ هٰذَا الحي من جُرمِ اِخاء'' اور کفارات میں ''کان'' کے بغیر بقیہ عبارت ہے۔ معروف کی زیادتی کے ساتھ' نذور اور توحید میں یہ ہے: ''وكان بين هٰذا الحي من جرم وبين الاشعريين اخاء'' اور توحید میں بھی یہی ہے۔ ''اخاء'' سے پہلے ''وُدّ'' کی زیادتی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے قبیلہ جرم اور اشعریین میں عقد مواخات اور بھائی چارگی اور محبت تھی۔ اسی کو کتاب المغازی میں یوں بیان کیا: ''لما قدم ابو موسٰی اکرم هٰذا لحی من جرم'' جب ابوموسٰی آئے تو اس قبیلہ یعنی جرم پر کرم فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں کوفہ تشریف لائے تو۔

فَاُتِی ذِكْرُ دجاجة

''فاتی'' فعل ماضی معروف ''ذکر'' مصدر یعنی مرغی کا ذکر آیا' تذکرہ ہوا اور ماضی مجہول بھی آیا ہے اور ''ذُکِرَ'' ماضی معروف اور ''دجاجةً'' منصوب۔ مطلب یہ ہوا: لائی گئی' راوی نے ذکر کیا کہ مرغی' یعنی راوی نے پورا لفظ محفوظ نہیں رکھا۔ صرف ''دجاجة'' محفوظ رکھا یعنی مرغی لائی گئی۔ اس کی تائید اسی روایت میں آگے اس جملے سے ہوتی ہے کہ ''فدعاه للطعام'' اس شخص کو کھانے کے لیے بلایا' نیز دوسری روایتوں میں ہے ''فاتی بلحم دجاجة'' ذبائح اور کفارات کی روایتوں میں یہ ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے کھاتے دیکھا ہے۔

تیم اللہ

ایک قبیلہ کا نام ہے' اس کے معنی اللہ کے بندے کے ہیں۔ احمر سے مراد سفید مائل بہ سرخی' من الموالی سے مراد یہ ہے کہ رومی ہے بقیہ حدیث پر کلام گزر چکا ہے۔

۱۶۸۳- عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا كَثِيْرًا فَكَانَتْ سِهَامُهُمْ اِثْنَىْ عَشَرَ بَعِيْرًا اَوْ اَحَدَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا لشکر نجد کی طرف بھیجا جس میں عبداللہ بن عمر بھی تھے انہیں مال غنیمت میں بہ کثرت اونٹ ملے کہ ان کے حصے بارہ یا گیارہ اونٹ ہوئے اور ایک ایک اونٹ انعام ملا۔

عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: السریة قبل نجد ص ۶۲۲، مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

یہ سریہ فتح مکہ کے قریب قریب ہوا تھا، پہلے یا غزوۂ طائف کے بعد۔ اس کے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے، اس میں بروایتے پچیس اور بروایتے دس افراد تھے۔

نفلوا

نفل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جنگ میں حسن کارکردگی پر امیر لشکر کسی سپاہی کو مال غنیمت کے علاوہ مزید کچھ بہ طور انعام دے، اس سریے میں امیر لشکر نے ان لوگوں کو ایک ایک مزید اونٹ دیا تھا جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا۔ اسی وجہ سے کسی روایت میں اس کی نسبت امیر لشکر کی طرف ہے اور کسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

۱۶۸۴- عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریہ میں بھیجے ہوئے افراد کو عام مجاہدین کے حصے سے زائد بھی عطا فرمادیتے۔

(مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

۱۶۸۵- ح: [تَفْصِيْلُ هِجْرَةِ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ]

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی ہجرت کی تفصیل

۱۶۸۵- عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانِ لِيْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِيْ بِضْعٍ وَاِمَّا قَالَ فِيْ ثَلٰثَةٍ وَخَمْسِيْنَ اَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِيْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَصْحَابَهٗ عِنْدَهٗ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهٗ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکلنے کی ہمیں خبر پہنچی اور ہم یمن میں تھے۔ حضور کی طرف ہجرت کرتے ہوئے ہم نکلے میں اور میرے دو بھائی، میں ان سب سے چھوٹا تھا ایک ابوبردہ اور دوسرے ابورہم، یا تو یہ کہا کہ پچاس اوپر کچھ یا ترپن یا باون شخص ہماری قوم کے ہمارے ساتھ تھے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف حبشہ میں ڈال دیا۔ ہم کو جعفر بن ابوطالب اور ان کے ہم راہی وہاں ملے۔ جعفر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہیں رہنے کا حکم دیا ہے تم لوگ بھی ہمارے ساتھ رہو۔ ہم وہیں رہ گئے یہاں تک کہ ہم سب ساتھ میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں خیبر فتح ہونے کے بعد پایا۔ حضور نے ہمیں بھی حصہ دیا اور حضور نے صرف انہیں کو حصہ دیا جو حضور کے ساتھ جنگ خیبر میں موجود تھے۔ ان کے علاوہ جو لوگ موجود نہ تھے ان میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا سوائے اصحاب سفینہ کے جو جعفر اور ان کے ہمراہیوں کے ساتھ تھے انہیں حصہ دیا۔

مَعَهُمْ.

(بخاری۔کتاب مناقب الانصار۔باب: هجرة الحبشة ۔ج ۲' کتاب المغازی۔باب: غزوة خيبر ص ۶۰۸' مسلم۔کتاب الفضائل)

سند میں جو ابو بردہ ہیں وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں' ان کا نام عامر یا حارث تھا۔حدیث میں جو ابو بردہ ہیں وہ ابو موسیٰ کے بھائی ہیں' ان کا بھی نام عامر ہے' ابورُہم ان کا نام مجیدی تھا یا مجیلہ۔اس وقت حبشہ کے سلطان اصحمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

مطابقت

باب سے مطابقت ظاہر نہیں' کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اصحاب سفینہ کو جو کچھ عنایت فرمایا تھا وہ خمس میں سے نہ تھا' ورنہ اصحاب سفینہ کی تخصیص نہ ہوتی' حالانکہ حدیث کا اخیر جملہ تخصیص پر نص ہے' لیکن مطابقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب غنیمت کے عام اموال میں سے انہیں عطا فرمایا جو صرف مجاہدین کا حق تھا تو خمس میں سے دینا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا کیونکہ خمس کے مصارف معین نہیں' ہر حاجت مند کو دیا جا سکتا ہے۔

۱۶۸۶- ح: جعرانہ میں ایک بد بخت کی گستاخی

۱۶۸۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ غَنِيْمَةً بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ قَالَ رَجُلٌ اِعْدِلْ قَالَ لَقَدْ شَقِيْتُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔اسی اثناء میں ایک شخص نے کہا: انصاف کر' فرمایا: میں خیر سے محروم ہوں اگر انصاف نہ کروں۔

یہ ایک طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے' یہ گستاخ راس الخوارج ذو الخویصرہ تھا' اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا' یہ نجد کا باشندہ آل سعود کا ہم قبیلہ بنی تمیم کا فرد نجدی تمیمی تھا' نہروان میں مارا گیا جس کے مقتولین کے بارے میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین خلق ہوں گے' مگر افسوس ہے کہ دیوبندی اسے صحابی مانتے ہیں۔

شَقِيْتُ

''شَقِيْتُ'' میں دونوں روایتیں ہیں' واحد مذکر حاضر تا کے فتحہ کے ساتھ' تو بد بخت ہو گیا' واحد متکلم کا صیغہ تا کے ضمے کے ساتھ' میں خیر سے محروم ہوں' چونکہ یہ جملہ شرط ہے جس کے صدق کے لیے مقدم و تالی کا صدق ضروری نہیں' صرف تلازم کافی ہے جیسے زید اگر گدھا ہے تو ناہق ہے' قرآن مجید میں:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ○ فرما دو اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو اس کا سب سے پہلا پرستش کرنے والا میں ہوتا○ (الزخرف: ۸۱)

مطلب یہ ہوا کہ اگر میں انصاف نہ کرتا تو میں خیر سے محروم ہوتا' مگر میں خیر سے محروم نہیں سراپا خیر ہوں۔اس لیے ثابت کہ انصاف کرتا ہوں' چونکہ میں انصاف کرتا ہوں اس لیے خیر سے محروم نہیں' سراپا خیر ہوں۔

پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ اگر بالفرض جیسا کہ تیرا گمان ہے میں انصاف نہیں کرتا تو میں نبی نہیں اور تو نے مجھے نبی مان کر میری پیروی کی ہے تو تو بد بخت ہو گیا گمراہ ہو گیا۔اس حدیث پر پوری بحث آگے آ رہی ہے۔

بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ خمس نکالنے سے پہلے قیدیوں پر

وَسَلَّمَ عَلَى الْأُسَارٰى مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمِّسَ (ص ۴۴۳)

نبی ﷺ نے جو احسان فرمایا

۱۶۸۷- ح- [لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا]

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا

۱۶۸۷- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي أُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے بارے میں مجھ سے عرض کرتا تو میں اس کے لیے انہیں چھوڑ دیتا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ۵۷۳، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد)

مطعم بن عدی

مطعم بن عدی نوفل بن عبد مناف مکہ کے بااثر رؤساء میں سے تھا۔ اسلام کی روز افزوں توسیع دیکھ کر قریش نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے، کوئی نہ تو ان سے رشتہ ناتا کرے، نہ خرید و فروخت کرے، نہ انہیں کچھ دے، نہ ملے جلے جب تک یہ لوگ محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں۔

یہ ظالمانہ معاہدہ لکھ کر کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا، ابو طالب بنو ہاشم کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے گئے، تین سال تک اس میں محصور رہے، تین سال کے بعد کچھ لوگوں کو رحم آیا، ان میں مطعم بھی تھا اور اس ظالمانہ برتاؤ کے خلاف احتجاج کیا۔ ایک روایت کے مطابق اسی نے اس معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیا تھا، اس کے اس برتاؤ کی بناء پر حضور اقدس ﷺ نے وہ فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان گندوں کے بارے میں سفارش کرتا تو میں انہیں چھوڑ دیتا۔

مطعم واقعہ بدر کے سات ماہ قبل صفر میں مر گیا تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اسی کے فرزند تھے، فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ کے اندر ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں[1] واصل بحق ہوئے۔

بَابٌ وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ الْخُمُسَ لِلْإِمَامِ وَأَنَّهُ يُعْطِي بَعْضَ قَرَابَتِهِ دُونَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي الْمُطَّلِبِ وَبَنِي هَاشِمٍ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ (ص ۴۴۳)

اس بات کی دلیل کہ خمس امام ہی کا حق ہے، وہ اپنے رشتہ داروں میں سے جسے چاہے دے یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے خمس میں سے بنی مطلب اور بنی ہاشم کو دیا

۵۷۹- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ قَرِيبًا دُونَ مَنْ أَحْوَجُ إِلَيْهِ وَإِنْ كَانَ الَّذِي أَعْطٰى لِمَا يَشْكُوْ إِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّهُمْ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے خمس کو سب کے لیے عام نہیں فرمایا اور نہ سب سے زیادہ حاجت مند کے سوا کسی رشتہ دار کو خاص فرمایا، جسے بھی دیا اس وقت دیا جبکہ

[1] اسابہ ج ۱ ص ۲۲۶

فِيْ جَنْبِهٖ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

اس نے اپنی حاجت عرض کی یا حضور کا ساتھ دینے کی بنا پر اپنی قوم اور اپنے حلیفوں سے کچھ نقصان اٹھایا ہو۔

١٦٨٨- ح: [اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا]

آپ نے بنی مطلب کو عطا فرمایا اور ہمیں محروم کردیا

١٦٨٨- عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ هَاشِمٍ شَيْءٌ وَّاحِدٌ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِيْ نَوْفَلٍ وَقَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَعَبْدُ شَمْسٍ وَّهَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَةٌ لِاُمٍّ وَاُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ وَكَانَ نَوْفَلٌ اَخَاهُمْ لِاَبِيْهِمْ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں اور عثمان بن عفان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! حضور نے بنی مطلب کو عطا فرمایا اور ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ ہم اور وہ حضور سے قرابت میں ایک درجے پر ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہیں۔ یونس نے یہ زائد کیا: جبیر نے کہا: اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ نہیں دیا۔ (امام المغازی) محمد بن اسحٰق نے کہا: عبد شمس اور ہاشم اور مطلب حقیقی بھائی ہیں۔ ان سب کی والدہ عاتکہ بنت مرہ ہیں اور نوفل ان لوگوں کے علاتی بھائی ہیں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب قریش ص ٤٩٧، ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۂ خیبر ص ٦٠٧)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور گزر چکا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہے: جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔ قصہ یہ ہے: ہاشم، مطلب، عبد شمس، نوفل، چاروں حضرت عبد مناف کے صاحبزادے اور بھائی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہاشم، مطلب، عبد شمس حقیقی بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرۃ ہے اور نوفل علاتی بھائی، اس کی والدہ کا نام واقدہ بنت عمرو مازنیہ تھا۔

بنی ہاشم اور بنی مطلب ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی رہے، ان کے اکثر افراد سابقین اولین میں ہیں اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے اکثر افراد مخالف رہے، ان کے اکثر افراد کفر پر جمے رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عطا فرمایا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں دیا۔

''شیء واحد'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ہی سے ہمارے ساتھ اس طرح رہے گویا ہم اور وہ ایک ہیں۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمَّسَ وَحُكْمِ الْاِمَامِ فِيْهِ (ص ٤٤٤)

دشمن کے بدن پر جو سامان ہو اس میں خمس نہیں جو کسی کو قتل کرے تو اس کا سامان قاتل کے لیے ہے اس میں خمس نہیں اور امیر لشکر کو دخل نہیں

توضیح باب

''سَلَب' مَسْلُوْب'' کے معنی میں ہے یعنی چھینا ہوا' یہاں مراد یہ ہے کہ لڑائی میں اپنے مقابل سے اس کا وہ سامان چھینا ہو جو اس کے بدن پر یا لڑائی کے وقت اس کے ساتھ ہو جیسے ہتھیار' کپڑا' جانور۔ ہمارے یہاں مقتول کا سامان بھی کل مال غنیمت میں داخل ہوگا مگر یہ کہ امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو جسے قتل کرے مقتول کا سامان اس کا ہے جیسا کہ غزوۂ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا' جس کے مطابق حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس مقتولین کا سامان ملا۔

۱۶۸۹- ح: [قَتْلُ اَبِیْ جَهْلٍ]

ابو جہل کا قتل

۱۶۸۹- عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ بَیْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِی الصَّفِّ یَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ یَّمِیْنِیْ وَشِمَالِیْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَیْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِیْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ بَیْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِیْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ یَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ اِلَیْهِ یَا ابْنَ اَخِیْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ یَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَئِنْ رَاَیْتُهٗ لَا یُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِی الْاٰخَرُ فَقَالَ لِیْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَظَرْتُ اِلٰی اَبِیْ جَهْلٍ یَجُوْلُ فِی النَّاسِ فَقُلْتُ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُکُمَا الَّذِیْ سَاَلْتُمَانِیْ عَنْهُ فَابْتَدَرَاهُ بِسَیْفِهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰی قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ فَقَالَ اَیُّکُمَا قَتَلَهٗ قَالَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَیْفَیْکُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِی السَّیْفَیْنِ فَقَالَ کِلَاکُمَا قَتَلَهٗ سَلَبُهٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَکَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ.

(بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب غزوہ بدر ص ۵۶۸' مسلم کتاب المغازی)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بدر کے دن میں صف میں کھڑا تھا' میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا' میرے دونوں جانب انصار کے دو کمسن بچے تھے۔ مجھے آرزو ہوئی کہ کاش کہ میں ان سے زیادہ طاقت ور کے درمیان ہوتا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے دبایا اور پوچھا: اے چچا! آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اب میں نے پوچھا: تجھے اس کی کیا حاجت ہے؟ اے بھتیجے! اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں گا تو اس سے اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک وہ نہ مر جائے جس کی موت ہم میں پہلے ہے۔ میں نے اس پر تعجب کیا۔ اب دوسرے نے مجھے دبایا اور وہی بات کہی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان تیزی سے آجا رہا ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں سے کہا: دیکھو یہ وہ ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔ یہ سنتے ہی دونوں اپنی تلواروں کے ساتھ اس پر جھپٹے اور اسے مار کر قتل کر دیا' پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا' دریافت فرمایا: تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ دریافت فرمایا: کیا اپنی تلوار پونچھ چکے ہو؟ دونوں نے عرض کیا: نہیں' اب حضور نے دونوں کی تلواریں ملاحظہ فرمائیں اور ارشاد فرمایا: تم دونوں نے اسے قتل کیا مگر اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ یہ دونوں بچے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔

اَضْلُع

یہ ''ضَلِعٌ'' کی جمع ہے جس کے معنی طاقتور کے ہیں جس کی پسلیاں لمبی اور مضبوط ہوں' ایسا انسان قوی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر بھی ہوتا ہے اور ایک روایت ''اضلع'' بھی ہے۔ ''ضلاعة'' بہ معنی قوت کا اسم تفضیل' یہاں ''غلامان'' ہے اور کتاب المغازی میں ''فتیان'' ہے یعنی جوان نوعمر' جہاد میں پندرہ سال سے کم عمر بچے نہیں لیے جاتے تھے' اس لیے اتنا تو طے ہے کہ ان دونوں کی عمریں پندرہ سال ضرور ہی ہوں گی۔ لڑائی میں دائیں بائیں کا مضبوط ہونا بہت ضروری ہے' دست بدست دشمن سے مقابلے کے وقت حاضر دماغی اور دشمن پر تیز نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے' اس موقع پر آدمی اپنے اردگرد سے غافل ہوتا ہے' کوئی بھی پیچھے یا دائیں بائیں سے حملہ کر سکتا ہے۔

کتاب المغازی میں یہ ہے:

فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ.

وہ دونوں باز کی طرح اس پر جھپٹے یہاں تک کہ اسے مار لیا' یہ دونوں عفراء کے صاحبزادے تھے۔

و کانا...... (ابوجہل کو کس نے قتل کیا؟)

یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔ کتاب المغازی میں نام نہیں صرف یہ ہے کہ یہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے۔ معاذ بن عفراء کے والد کا نام حارث ہے اور معاذ بن عمرو کی ماں کا نام عفراء نہیں لیکن ارباب سیر نے عام طور پر یہی لکھا ہے کہ ابوجہل کے قاتل معوذ اور معاذ عفراء کے صاحبزادگان ہیں۔ معاذ نے ابوجہل کی ٹانگ پر اس زور کی تلوار ماری کہ اس کی پنڈلی کٹ کر الگ ہوگئی' عکرمہ ابوجہل کے لڑکے نے ان کے شانے پر تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ کر الگ ہوگیا صرف چمڑا باقی رہا' اس کے باوجود انہوں نے عکرمہ کو دوڑایا مگر وہ بھاگ گئے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' حضور اقدس ﷺ نے لعاب مبارک لگا کر چپکا دیا' فوراً درست ہوگیا' اس کے بعد مدت تک زندہ رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوئے[1] معوذ بدر میں شہید ہوئے۔

سلبه لمعاذ

اس پر تمام روایتیں متفق ہیں کہ ابوجہل کا سلب معاذ کو دیا' اس لیے کہ پہلا حملہ انہوں نے کیا تھا اور اسے مار کر گرا دیا تھا۔ معوذ نے ان کے بعد اس پر حملہ کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے دونوں کی تلواریں منگا کر یہ معلوم کرنے کے لیے دیکھی تھیں کہ خون کا نشان ان میں کس پر زیادہ چوڑا ہے جس سے پتہ چلے کہ گہرا زخم کس تلوار سے لگا ہے۔ شراح نے لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دونوں کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا لیکن جب دونوں نے اس پر حملہ کیا دونوں نے زخمی کیا' تو یہ صحیح ہے کہ دونوں نے قتل کیا۔

فرعون امت

ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام ہے' یہ بنی مخزوم کا سردار تھا' جنگ بدر میں یہی سپہ سالار تھا' عہد جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالحکم تھی حضور اقدس ﷺ نے ابوجہل رکھی وہ اسی سے جانا جاتا ہے' اسے اس امت کا فرعون بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کے فرعون سے بدتر ہے وہ جب ڈوبنے لگا تو اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا اور مرتے مرتے کہہ گیا:

---

[1] مدارج النبوت۔ ج ۲ ص ۸۵

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O (یونس:٩٠) — میں ایمان لایا کہ سوائے اس کے اور کوئی معبود برحق نہیں جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں ہوں O

مگر غرغرہ کی حالت میں ایمان معتبر نہیں اس لیے رد کر دیا گیا۔

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ O (یونس:٩١) — اب اور اس سے پہلے تو فساد مچانے والوں میں تھا O

اقول وهو المستعان: اس سے ہٹ کر یوں غور کریں کہ یہ دین سارے دینوں سے بہتر اور ہمارے نبی ﷺ سارے انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل، فرعون مصر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے اور ان کے دین کو ختم کرنے کے لیے نکلا تھا اور یہ لعین سید الانبیاء ﷺ کو شہید کرنے اور ان کے دین کو نیست و نابود کرنے آیا اس لیے اس کا جرم فرعون مصر سے بڑھا ہوا ہے اور یہ فرعون مصر سے بدر جہا بدتر ہے، جس طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ بدر کے شہداء اس کے مجاہدین سارے عالم کے شہداء مجاہدین سے افضل ہیں اس کے بالمقابل بدر کے مقتولین کفار سارے جہان کے مقتول کافروں سے بدتر ہیں" فليحرر "۔

مسئلہ مہمہ

اس کے باوجود کہ حضور اقدس ﷺ نے معوذ اور معاذ دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا پھر ابو جہل کا سلب صرف معاذ کو دیا۔ یہ دلیل ہے کہ محض قتل کر دینے سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا، وہ منجملہ اموال غنیمت میں شامل ہے، البتہ امیر لشکر کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو اس کے کسی اہم کارنامے پر دے دے، قاتل ہو یا کوئی اور البتہ اگر امیر لشکر اعلان کر دے کہ جو کسی کو قتل کرے تو مقتول کا سامان اس کا ہے تو قاتل مستحق ہوگا جیسا کہ غزوۂ حنین میں ہوا۔

بعض علماء نے فرمایا کہ لڑائی کے وقت مذکورہ بالا اعلان مکروہ ہے، اس میں اندیشہ ہے کہ لوگوں کی نیتوں میں فتور پیدا ہو جائے، اخلاص کے بجائے طمع پیدا ہو جائے یا طمع کی آمیزش ہو جائے مگر ہمارے یہاں کوئی کراہت نہیں، اس لیے کہ ادنیٰ سی کراہت بھی ہوتی حضور اقدس ﷺ وہ اعلان نہ فرماتے، اخلاص کے ساتھ امید نفع مذموم نہیں، ارشاد ہے:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (الجمعۃ:١٠) — اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں فضل سے مراد مال ہے، سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں یہ عرض گزر چکی " لا غنی عن فضلك " تیرے فضل سے استغنا نہیں۔

قال محمد

یہ تعریض ہے، بزار میں اس حدیث کی سند میں یوسف اور صالح کے درمیان عبدالواحد بن عون مذکور ہیں، اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یوسف نے صالح سے نہیں سنا ہے اس تقدیر پر یہ حدیث منقطع ہو جائے گی۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یوسف بن ماجشون نے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے حدیث سنی ہے، اسی طرح ابراہیم نے اپنے والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے۔ بزار کی سند کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یوسف نے براہ راست صالح سے بھی سنی ہو اور بلا واسطہ عبدالواحد بن عون سے بھی چونکہ پہلی سند عالی ہے اس لیے امام بخاری نے اسی کو لیا۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْطِی الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَیْرَهُمْ — نبی ﷺ مؤلفۃ القلوب وغیرہ کو خمس سے دیا

مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ (ص ۴۴۴) کرتے تھے

۱۶۹۰ - عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيَّ اِعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفِيَ بِهٖ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِيْ بَعْضِ بُيُوْتِ مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَاعَبْدَ اللّٰهِ اُنْظُرْ مَاهٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَاَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَّلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ.

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جاہلیت کے زمانے کا مجھ پر ایک دن کا اعتکاف ہے۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اسے پورا کرلیں اور حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو لونڈیاں ملی تھیں جنہیں انہوں نے مکہ کے کسی گھر میں رکھا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین کے قیدیوں پر احسان فرما کر چھوڑ دیا۔ وہ گلیوں میں دوڑنے لگے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا ہے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیدیوں پر احسان فرما کر انہیں چھوڑ دیا ہے' فرمایا: جاؤ اور ان لونڈیوں کو چھوڑ دے اور نافع نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے اور اگر حضور نے وہاں سے عمرہ کیا ہوتا تو حضرت عبداللہ پر پوشیدہ نہ رہتا۔

صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کیا تھا مگر چونکہ رات میں چند خصوصی خدام کو لے کر خفیہ خفیہ گئے تھے اس لیے اکثر صحابہ کرام کے علم میں نہ آسکا انہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

یہ اصل میں تین حدیثیں ہیں: (۱) اعتکاف والی' (۲) حنین کے قیدیوں والی' یہ دونوں مرسل ہیں اس لیے کہ نافع نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا' نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا' مگر امام بخاری نے اعتکاف[1] میں پہلی حدیث کو بہ طریق عبید بن اسماعیل نافع عن ابن عمر موصولاً روایات کیا ہے' البتہ وہاں "فی المسجد الحرام" زائد ہے۔

دوسری حدیث یعنی "اصاب عمر جاریتین" یہ بھی مرسل ہے۔ دار قطنی نے کہا کہ اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے ایوب سے روایت کیا' کچھ لوگوں نے موصولاً روایت کیا اور کچھ لوگوں نے مرسلاً۔

تیسری حدیث جعرانہ سے عمرے والی بھی مرسل ہے مگر امام مسلم نے اسے موصولاً روایت کیا ہے جس کی سند یہی اوپر یہ ہے:

حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عُمْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَقَالَ لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ.

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جعرانہ سے عمرہ کرنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ وہاں سے کوئی عمرہ نہیں کیا ہے' جریر بن حازم نے ایوب عن نافع عن ابن عمر جو روایت کی اس میں "من الخمس" زائد ہے۔

یعنی "اصاب عمر جاریتین" والی حدیث جریر بن حازم نے ایوب ہی سے جو روایت کی وہ مرسل نہیں متصل ہے اور اس میں یہ زائد ہے کہ یہ لونڈیاں خمس سے ملی تھیں۔

وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اور معمر نے مذکور والی حدیث ایوب ہی سے عن نافع عن ابن

[1] بخاری۔ ج ا ص ۲۷۴

فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمٍ. عمر روایت کی البتہ اس میں ایک دن کا ذکر نہیں۔

نذر والی حدیث معمر نے ایوب ہی سے موصولاً روایت کی ہے البتہ اس میں صرف اعتکاف کی منت کا ذکر ہے "یوم" یعنی ایک دن مذکور نہیں "لم یقل یوم" میں یوم کا فتحہ بھی درست ہے کیونکہ یہ "لم یقل" کا مفعول بہ ہے اور کسرہ بھی صحیح ہے بہ طور حکایت۔

١٦٩١- ح: [فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُنَا]

(کچھ انصار نے) کہا: اللہ رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے، آپ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں

١٦٩١- حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَ هُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ قَالَ لَهٗ فُقَهَاؤُهُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَأْيِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْاَنْصَارَ وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ قَالُوْا بَلٰى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ.

(بخاری ج ٢ کتاب المغازی، باب غزوہ طائف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا: جب اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو ہوازن کے اموال عطا فرمائے جو عطا فرمائے اور رسول اللہ ﷺ نے قریش کے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انصار کے کچھ لوگوں نے کہا: اللہ عزوجل رسول اللہ ﷺ کو بخش دے، قریش وغیرہ کو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواریں (ابھی) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں۔ ان کی یہ گفتگو رسول اللہ ﷺ کو بتائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلوایا اور سب کو چمڑے کے گول خیمے میں جمع فرمایا۔ انصار کے علاوہ اور کسی کو نہیں آنے دیا۔ جب انصار کرام جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور انصار سے دریافت فرمایا: یہ کیسی بات ہے جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچی ہے؟ اس پر ان کے دانش مند حضرات نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے سمجھ دار لوگوں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں! کچھ نو عمر لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ عزوجل رسول اللہ ﷺ کو بخش دے۔ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواریں (ابھی تک) ان کے خونوں سے ٹپک رہی ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نئے نئے مسلمان ہونے والوں کو عطا فرماتا ہوں۔ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم لوگ اپنے گھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ بخدا! جنہیں تم ساتھ لے کر اپنے گھر واپس ہو گے وہ بہتر ہیں اس سے جسے لے کر وہ لوگ واپس ہوں گے۔ انصار نے عرض کیا: درست فرماتے ہیں، یارسول اللہ! ہم راضی ہیں، پھر فرمایا:

تم لوگ میرے بعد سخت امتیازی سلوک دیکھو گے مگر صبر کرنا یہاں
تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے حوض پر ملاقات کرو' حضرت انس
نے فرمایا: ہم (انصار) صبر نہ کر سکے۔

اس موقع پر حضور اقدس ﷺ نے قریش کے مندرجہ ذیل افراد کو سو سو اونٹ عطا فرمائے تھے۔ ابوسفیان صخر بن حرب' ان کے دونوں صاحبزادگان یزید' معاویہ' حکیم بن حزام' حارث بن حارث کلدہ' حارث بن ہشام' سہل بن عمرو' حویطب بن عبدالعزیٰ' علاء بن حارثہ ثقفی' عیینہ بن حصن' صفوان بن امیہ' اقرع بن حابس' مالک بن عوف نصری' ان کے علاوہ کسی کو پچاس کسی کو چالیس چالیس اونٹ عطا فرمائے' نقد اس کے علاوہ عطا فرمائے۔ نزہۃ القاری' ج ا ص ۱۴۱ ۲۴' رقم: ۷' میں گزرا کہ حضرت ابوسفیان اور ان کے صاحبزادے یزید بن ابوسفیان کو سو سو اونٹوں کے علاوہ چالیس چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی تھی۔ چالیس اوقیہ چاندی کے لگ بھگ چار سو روپے بھر چاندی ہوتی ہے' اس روپے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے جو انگریزی عہد میں سوا گیارہ ماشہ کا ہوتا تھا۔

فَقَالُوْا

ظاہر بین نظروں میں داد و دہش محبت کی دلیل ہے' حضور اقدس ﷺ نے قریش کو اس فیاضی کے ساتھ عطا فرمایا اور انصار کرام کو نہیں دیا' سچا محب جب محبوب کو دوسروں پر زیادہ مہربان دیکھتا ہے تو جذبہ رشک کے تحت رنجیدہ ہوتا ہے اور جو کمزور اعصاب کے ہوتے ہیں وہ کچھ کہہ دیتے ہیں' انصار کے نوجوانوں کا یہ قول اسی کے تحت تھا۔

فحدث

حضور اقدس ﷺ سے یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی' "فقهاء" فقيه کی جمع ہے' اس کے معنی سمجھ دار کے ہیں' "فقه يفقه" سے یہاں اصطلاحی معنی مراد نہیں۔

١٦٩٢- ح: [جَذْبُ اَعْرَابِيٍّ بُرْدَهٗ]

١٦٩٢- عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهٗ جَذْبَةً شَدِيْدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهٖ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ۔

ایک اعرابی کا آپ (ﷺ) کی چادر پکڑ کر کھینچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضور موٹے کنارے کی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی نے چادر پکڑ لی اور بہت زور سے کھینچا اتنا کہ چادر کے کنارے سے نبی ﷺ کے کندھے پر نشان پڑ گیا جسے میں نے دیکھا۔ چادر کھینچنے کے بعد اعرابی نے کہا: اس مال سے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے مجھے دیے جانے کا حکم دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے' پھر اسے کچھ دیے کا حکم ارشاد فرمایا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: البرود و الحبرۃ ص ۸۶۴' کتاب الادب۔ باب: بالتبسم و الضحک ص ۸۹۹' مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ' ابن ماجہ۔ کتاب اللباس)

برد نجراني

ایک قسم کی خاص چادر جو نجران میں تیار ہوتی تھی۔ "عاتق" کندھے اور گردن کا درمیانی حصہ کندھا' عرب کے دیہاتی کے الفرض

اور حضور اقدس ﷺ کے حلم و کرم کی یہ اعلیٰ مثال ہے۔

۱۶۹۳- ح: یوم حنین آپ (ﷺ) کی داد و دہش

۱۶۹۳- عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ حُنَیْنٍ اٰثَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنَاسًا فِی الْقِسْمَةِ اَعْطَی الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰی عُیَیْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاَعْطٰی اُنَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَهُمْ یَوْمَئِذٍ فِی الْقِسْمَةِ قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ لَقِسْمَةٌ مَاعُدِلَ فِیْهَا وَمَا اُرِیْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حنین کا معرکہ سر ہو گیا تو نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دینے میں ترجیح دی۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ اور عیینہ کو اسی قدر عطا فرمایا۔ عرب کے ممتاز افراد کو دیا اور انہیں اس دن ترجیح دی۔ اس پر ایک شخص نے کہا: اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا گیا یا اس نے یہ کہا: اس میں رضائے الٰہی مقصود نہیں۔ یہ سن کر میں نے جی میں کہا کہ نبی ﷺ کو ضرور خبر کروں گا۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کر دیا' فرمایا: کون ہے' جو انصاف کرے جب کہ اللہ اور اس کا رسول انصاف نہ کریں۔ اللہ عزوجل موسیٰ پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ ایذاء دی گئی پھر بھی انہوں نے صبر کیا۔

(بخاری۔ کتاب لانبیاء۔ ص ۴۸۳' ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الطائف ص ۶۲۱۔ دو طریقے سے' کتاب الادب۔ باب: من اخبر صاحبه بما یقال فیه ص ۸۹۵' باب: الصبر علی الاذی ص ۹۰۱' کتاب الاستیذان۔ باب: حفظ الستر ص ۹۳۱' کتاب الدعوات۔ باب: قول الله تعالٰی وصل علیه ص ۹۳۸' مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ)

اقرع بن حابس

فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں تھے' فتح مکہ اور طائف و حنین کے معرکوں میں ہم رکاب سعادت رہے۔ یہ عرب کے روسا میں شمار ہوتے تھے' بنی تمیم کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' یہ اس وقت پہنچے تھے کہ حضور اقدس ﷺ قیلولہ فرما رہے تھے۔ اقرع بن حابس نے باہر ہی سے آواز دی: یا محمد! حضور اقدس ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا تو انہوں نے کہا: میں کسی کی تعریف کروں تو اس کے لیے زینت ہے اور میں کسی کی برائی کروں تو اس کے لیے عیب ہے' اس کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: یہ شان صرف اللہ کی ہے۔

بعد میں مخلص مسلمان ہو گئے' عہد خلافت کی معرکہ آرائیوں میں پیش پیش رہے' یمامہ' عراق' یرموک کے معرکے میں شریک رہے۔ یرموک ہی میں اپنے دس صاحبزادوں کے ساتھ شہید ہوئے اور ایک روایت کے بموجب بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خراسان کے ایک معرکے میں جوزجان میں شہید ہوئے۔

عیینہ بن حصین

عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر فزاری' ان کا نام حذیفہ تھا۔ ایک بار ان کے سر میں زخم لگا جس کی وجہ سے آنکھ متاثر ہو گئی اور ڈھیلے ابھر آئے اس لیے عیینہ نام پڑ گیا۔ یہ بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے' حضور ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو کر طلیحہ بن خویلد کے ساتھ ہو لیا تھا' پھر اسلام قبول کر لیا۔ ان میں دیہاتیوں کی طرح کچھ الھڑ پن تھا' بے تکی باتیں کر دیا کرتے تھے۔

اصابہ[1] میں مذکور ہے کہ ان کے والد حصین بن حذیفہ کو کرز بن عامر عقیلی نے نیزہ مار دیا تھا' زخم نا قابل برداشت ہو گیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا وہ دس تھے کہ میں جس حال میں ہوں اس سے موت بہتر ہے تم میں سے کون میری بات مانے گا۔ دسوں نے کہا: ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے' اس نے سب سے بڑے لڑکے سے کہا کہ میری تلوار لے کر میرے سینے پر رکھ کر بھونک دے کہ پیٹھ سے باہر نکل جائے' اس نے کہا: ابا کیا کوئی بیٹا اپنے والد کو قتل کر سکتا ہے؟ اس نے ہر ایک سے یہی کہا' سب نے انکار کر دیا مگر عیینہ نے کہا: اے ابا! آپ جو حکم دے رہے ہیں اس کی تعمیل میں نہ مجھے راحت ہے نہ اس کی خواہش ہے مگر آپ جو حکم دیں گے اس کو بجا لاؤں گا' بتایئے کیا کروں۔ حصین نے کہا: تلوار پھینک دے میں امتحان لے رہا تھا کہ تم میں کون میرا سب سے زیادہ اطاعت شعار ہے جو میری زندگی میں میرا سب سے زیادہ فرمانبردار ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی ہوگا' جا تو میری اولاد اور قبیلے کا سردار ہے اور بنی بدر کو جمع کر کے سب کو بتا دیا۔ حصین کے مرنے کے بعد عیینہ پورے قبیلہ کے سردار ہوئے اور والد کے قصاص میں کرز کو قتل کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک باحیات رہے۔

فقال رجل

اس بدزبان کا نام معتب بن قشیر تھا' یہ بدباطن منافق' انصار کرام کے مشہور قبیلہ بنی عمرو بن عوف کا فرد تھا۔ اس گستاخ کو قتل نہیں فرمایا' غالباً اس بنا پر کہ مخالفین یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ لو اب اپنے اصحاب کو قتل کرنے لگے جیسا کہ اسی وجہ سے یہی معاملہ تمام منافقین کے ساتھ کیا۔

۱۶۹۴- ح: ابتداء میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عسرت

۱۶۹۴- حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ اللَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِي هِيَ مِنِّي عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ أَبُوْ ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِّنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے کہا: میں زبیر کی اس زمین سے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر دی تھی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لاتی' یہ زمین مدینہ سے دو تہائی فرسنگ یعنی دو میل تھی اور بہ طریق ابوضمرہ عن ہشام عن ابیہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو بنی نضیر کے اموال سے کچھ زمین جاگیر دی تھی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: الغیرۃ ص ۷۸۶' مسلم۔ کتاب النکاح۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء)

کتاب النکاح میں یہ حدیث مفصل یوں ہے: حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے والد نے میری شادی زبیر سے کر دی' زمین میں ان کے لیے نہ مال تھا نہ غلام اور نہ اور کچھ سوائے آب کش اونٹ اور گھوڑے کے' میں ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی پانی بھر کر لاتی' ان کا ڈول سیتی' آٹا گوندھتی' میں اچھی طرح روٹی بنانا نہیں جانتی تھی' میری کچھ انصار پڑوسی عورتیں روٹی پکا دیتیں' یہ سب سچی عورتیں تھیں اور میں زبیر کی اس زمین سے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا تھا اپنے سر پر لاد کر کھجور کی گٹھلیاں لاتی تھی' وہ زمین میرے گھر سے دو تہائی فرسنگ دو میل کی دوری پر تھی' ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیاں لادے آ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] اصابہ۔ ج ۳ ص ۵۵

ملاقات ہوگئی اور حضور کے ساتھ انصار بھی تھے۔ حضور نے مجھے بلایا اور اونٹنی کو بٹھانے کے لیے اَخ اَخ کہا تا کہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں' مجھے شرم آئی کہ مردوں کے ساتھ چلوں' مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آ گئی اور وہ سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاڑ لیا کہ میں شرما رہی ہوں تو تشریف لے گئے۔ اب میں زبیر کے پاس آئی اور میں نے سارا قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: بخدا! تیری گٹھلی لادنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ مجھ پر سخت ہے' اس کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادم بھیج دیا جس نے گھوڑے کی خدمت سے مجھے چھٹی دے دی گویا انہوں نے مجھے آزاد کر دیا۔ مسلم میں ہے کہ یہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو عطا فرمایا کہ اسماء کو دے دو۔

وقال ابو ضمرة

اس تعلیق سے امام بخاری دو باتوں کا افادہ فرمانا چاہتے ہیں: اول یہ کہ پہلی روایت ابواسامہ کی ہے جس کی سند متصل ہے مگر ابوضمرہ کی مرسل' اس لیے کہ عروہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقا نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو بنی نضیر کی اراضی میں سے عطا فرمایا تھا۔ ابواسامہ کی روایت میں اس زمین کی تفصیل نہیں جو حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی اور ابوضمرہ کی روایت میں تعیین ہے کہ بنی نضیر کی اراضی میں سے ان کو عطا فرمایا تھا' اسی سے اس حدیث کی باب سے مطابقت ہے' کیونکہ باب میں مولفہ قلوب وغیرہم من الخمس ونحوہ ہے۔ حضرت زبیر مولفہ قلوب میں نہ تھے اور نہ اموال بنی نضیر مال غنیمت تھا کہ اس میں سے خمس نکالا جاتا' یہ فیٔ تھا جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے معزز ترین صحابی کی بیٹی تھیں جو دنیوی حیثیت سے بھی رئیس تھیں مگر پھر بھی اپنے شوہر کے گھوڑے اور اونٹ تک کی خدمت کرتی تھیں' حتیٰ کہ اونٹ کی خوراک کے لیے دو میل سے گٹھلیاں اٹھا کر لاتیں انہیں کوٹتیں اور اونٹ کو کھلاتیں۔ گھوڑے کی دیکھ بھال آسان نہیں' وہ خود فرماتی ہیں کہ مجھ پر گھوڑے کی دیکھ بھال بہت دشوار تھی مگر وہ بخوشی یہ سب کا انجام دیتیں' یہ دیکھ کر کہ ان کے شوہر جہاد اور اسلام کی نشر و اشاعت اور دوسرے کاموں میں مشغول ہیں انہیں ان کی دیکھ بھال کی فرصت نہیں' اس سے خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ (ص۴۴۶)

لڑائی کی سرزمین میں جو کھانا پائے

۱۶۹۵- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْنَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهُ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ کسی نے ایک کپی پھینکی جس میں چربی تھی۔ میں اسے لینے کے لیے تیزی سے بڑھا۔ کنکھی سے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے' پس میں شرما گیا۔

(بخاری- ج ۲- کتاب المغازی- باب: غزوۃ خیبر ص۶۰۶' کتاب الذبائح والصید- باب: ذبائح اھل الکتاب ص۸۲۸' مسلم- کتاب المغازی' ابوداؤد- کتاب الجہاد' نسائی- کتاب الذبائح)

لڑائی کے وقت یا لڑائی کے بعد دار الحرب میں دشمن کا جو کھانا ملے اسے مجاہد امیر لشکر کی اجازت کے بغیر بہ قدر ضرورت کھا سکتا

ہے' اسی طرح جو لباس' ہتھیار' جانور ملے اسے استعمال کر سکتا ہے' البتہ لڑائی ختم ہونے کے بعد واپس کرنا ضروری ہے۔ اہل خیبر یہودی تھے' یہودیوں کے یہاں چربی کھانا حرام ہے' اسلام میں جائز ہے' یہودی اہل کتاب ہیں ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

١٦٩٦- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُصِيْبُ فِىْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: ہم غزوات میں شہد اور انگور پاتے تھے تو کھا لیتے تھے' اٹھا کر رکھتے نہیں تھے۔

١٦٩٧- ح: [حُرْمَةُ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ]

دیسی گدھوں کی حرمت

١٦٩٧- حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِىُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِىْ اَوْفٰى يَقُوْلُ اَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِىَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِى الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُوْرُ نَادٰى مُنَادِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْفِئُوا الْقُدُوْرَ فَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْنَا اِنَّمَا نَهَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ حَرَّمَهَا اَلْبَتَّةَ وَسَاَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا اَلْبَتَّةَ۔

حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی راتوں میں ہم کو سخت بھوک لگی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو ہم نے دیسی گدھوں کو ذبح کر ڈالا۔ جب ہانڈیاں اُبلنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا: ہانڈیوں کو الٹ دو اور گدھوں میں سے کچھ مت کھاؤ۔ عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا: ہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے اس لیے منع کیا کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا ہے اور دوسروں نے کہا کہ قطعی طور پر حرام فرمایا' سلیمان بن ابو سلیمان شیبانی نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: قطعی حرام فرما دیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ خیبر ص ۶۰۶' کتاب الصید والذبائح۔ باب: لحوم الحمر الانسیۃ ص ۸۳۰' مسلم۔ کتاب الذبائح' نسائی۔ کتاب الصید' ابن ماجہ۔ کتاب الصید)

دیسی گدھوں کو خیبر کے موقع پر حرام فرمایا اور بالکلیہ حرام فرمایا' البتہ حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا یہ خیال تھا کہ چونکہ ان میں سے خمس نہیں نکالا تھا' اس لیے انہیں کھانے سے منع فرمایا۔ اس کی پوری بحث کتاب الذبائح میں آئے گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۵۸ - [كِتَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ]

[جزیہ اور مصالحت کا بیان]

بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

ذمیوں سے جزیہ لینا اور حربیوں سے صلح کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ (التوبہ:۲۹) (ص۴۴۹)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: ان سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام فرمایا ان کو حرام نہیں مانتے اور جو دین حق کو قبول نہیں کرتے اہل کتاب میں سے جب تک ذلیل ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں○

يَعْنِي الْاَذِلَّاءَ وَالْمَسْكَنَةُ مَصْدَرُ الْمِسْكِيْنِ اُسْكُنُ مِنْ فُلَانٍ اَحْوَجُ مِنْهُ وَلَمْ يَذْهَبْ اِلَى السُّكُوْنِ وَمَا جَاءَ فِي اَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ.

یعنی ذلیل ہوکر اور ''مسکنۃ'' ''مسکین'' کا مصدر ہے' کہتے ہیں: ''اسکن من فلان'' یعنی فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔ امام بخاری اس طرف نہیں گئے کہ یہ سکون سے بنا ہے' یہود ونصاریٰ' مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے بارے میں جو کچھ وارد ہے۔

توضیح باب

جزیہ جو کافر سلطنت اسلام میں رعایا بن کر رہنا چاہیں ان کی جان ومال کی حفاظت کے عوض جو مال لیا جاتا ہے اسے جزیہ کہتے ہیں اور جس سے لیا جاتا ہے اسے ذمی یا اہل الذمہ کہتے ہیں۔ مرتدین اور عرب کے مشرکین کے علاوہ ہر کافر کو ذمی بنانا جائز ہے۔

مستامن

وہ کفار جو دار الحرب کے باشندے ہوں اور سلطنت اسلامی میں سلطان اسلام سے قانون کے مطابق مدت معینہ تک رہنے کی اجازت لے کر آئے ہوں

حربی

وہ کافر ہیں جو دار الحرب میں رہتے ہوں یا دار الاسلام میں ہوں تو نہ عقد امن کر کے ہوں نہ عقد ذمہ' مثلاً دار الاسلام ہے مگر وہاں حکومت کافروں کی ہے جیسے موجودہ ہندوستان یا مسلمانوں کی ہے مگر کافر عقد ذمہ وامن کے بغیر رہتے ہیں' جیسے پاکستان اور بنگلہ

دلیش کے کفار۔

امام بخاری نے ''صاغرون'' کی تفسیر ''اَذِلَّاء'' سے کی۔ اس سے مراد یہی ہے کہ ذمی غلام یا نوکر کے ہاتھ جزیہ نہ بھیجیں بلکہ حاکم اسلام کے اجلاس میں خود حاضر ہو کر دونوں ہاتھوں میں رکھ کر کھڑے ہو کر جیسے نذریں پیش کی جاتیں ہیں پیش کریں۔ ذمی کا ہاتھ نیچے ہو وصول کرنے والا اوپر سے اٹھا لے۔

وماجاء في أخذ الجزية

یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مجوس سے لینا حدیث سے اور دوسرے عجمی کافروں سے لینے کا جواز قیاس سے۔ عرب کے مشرکین کے لیے جزیہ نہیں' انہیں بہر حال اسلام قبول کرنا ہے ورنہ قتل کر دیے جائیں گے۔

المسكنة

یہود کے بارے میں ایک آیت میں ارشاد ہے: ''وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ'' (البقرہ:۶۱) ان پر ذلت اور محتاجی مقرر کر دی گئی ہے۔ اس میں لفظ مسکنہ آیا ہے جو ''صَاغِرُوْنَ'' کے معنی کے مناسب ہے اس لیے امام بخاری نے اس کی تفسیر کر دی۔

''مسكنة'' ''مسکین کا مصدر ہے' بولا جاتا ہے: ''اسكن من فلان'' یعنی وہ فلاں سے زیادہ محتاج ہے۔ ''ولم يذهب الى السكون'' کے قائل بخاری کے راوی ''فِرَبْرِی'' ہیں۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کا یہ مذہب نہیں کہ ''اسكن من فلان'' سکون سے بنا ہے بلکہ یہ ''مسكنة'' سے بنا ہے۔ فيه مامنه

ت ۵۸۰ - وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ نَجِيحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلِ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ قَالَ جُعِلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

ابن نجیح نے کہا: میں نے امام مجاہد سے دریافت کیا: کیا بات ہے اہل شام پر چار دینار جزیہ ہے اور اہل یمن پر ایک دینار تو انہوں نے بتایا کہ یہ وسعت کی وجہ سے ہے۔

یعنی اہل شام بہ نسبت اہل یمن کے زیادہ خوش حال ہیں اس لیے ان پر زیادہ ہے۔ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔

۱۶۹۸ - سَمِعْتُ عَمْرًوا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ أَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِينَ عَامَ حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ هَجَرٍ.

عمرو بن دینار نے کہا: میں جابر بن زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا تھا کہ بجالہ نے یہ حدیث بیان کی ۷۰ھ میں جس سال مصعب بن عمیر نے اہل بصرہ کے ساتھ حج کیا تھا۔ زم زم کی سیڑھیوں کے پاس بجالہ نے کہا: میں احنف کے چچا جزی بن معاویہ کا منشی تھا۔ ہمارے پاس حضرت عمر بن خطاب کا فرمان ان کی وفات کے ایک سال پہلے آیا۔ مجوس کے ہر دو محرموں کو الگ الگ رکھو۔ حضرت عمر مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے۔ جب تک کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے یہ گواہی نہ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا۔

(ابوداود۔ کتاب الخراج' ترمذی' نسائی۔ کتاب السیر)

بجالہ نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے نہیں بیان کی ہے بلکہ جابر بن زید اور عمرو بن اوس سے بیان کی ہے مگر یہ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی سنی اس طرح تحمل حدیث بالاتفاق صحیح ہے اور جمہور کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ اسے "حدثنا" کے صیغے سے بیان کرے البتہ امام نسائی اور چند بزرگ اسے جائز نہیں جانتے۔ برقانی نے کہا: یوں روایت کرے کہ میں نے فلاں سے سنا۔

جزی

یہ دوطرح مروی ہے: ایک "جَزْء" دوسرے "جِزْئ"۔

احنف

ان کا نام ضحاک یا صخر تھا' عہد رسالت ہی میں ایمان سے مشرف ہوئے مگر زیارت نہیں کر پائے' اجلہ تابعین میں سے ہیں' بہت زیرک' سمجھ دار' عقلمند تھے۔ بصرہ کے باشندے تھے مگر ۶۷ھ میں کوفہ میں وصال ہوا۔ حضرت مصعب بن زبیر ان کے جنازے میں پیدل چل کر شریک ہوئے۔

فرقوا

مجوس کے محارم اگر غلام اور لونڈی بنائے جائیں تو ان کو الگ الگ رکھنے کا حکم اس مصلحت کے پیش نظر تھا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کر دیں اندر کے راز باہر نہ کردیں۔

لم یکن اخذ الجزیة

چونکہ قرآن مجید میں صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے اس لیے مجوس کے بارے میں حضرت عمر نے تردد کیا مگر جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تو تردد جاتا رہا۔

امام شافعی اور امام عبدالرزاق وغیرہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' مجوس پر ایک آسمانی کتاب نازل ہوئی تھی' ان کے ایک بادشاہ نے شراب پی کر اپنی بہن کے ساتھ زنا کر لیا' جب صبح ہوئی تو لالچی لوگوں کو بلا کر خوب مال دیا اور کہا: حضرت آدم اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے کرتے تھے اگر میں نے ایسا کر لیا تو کیا حرج ہے' ان خوشامدیوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اس کی نحوست کی وجہ سے وہ کتاب اٹھالی گئی اور ان کے ذہنوں سے محو ہوگئی۔ اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ جب تک ان کے پاس کتاب تھی وہ اہل کتاب تھے' جب کتاب اٹھالی گئی تو اہل کتاب نہ رہے۔

"لم یکن اخذ الجزیة" یہ حصہ حضرت عمر کے منشور میں تھا یا نہیں' زیر بحث ہے مگر ترمذی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اس منشور کا حصہ ہے۔

۱۶۹۹- ح: [بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِىْ بِجِزْيَتِهَا]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا جزیہ لینے کے لیے بھیجا

۱۶۹۹- حَدَّثَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفِ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِىْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ عمرو بن عوف انصاری اور یہ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور بدر میں شریک تھے' خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو بحرین وہاں کا جزیہ لینے کے لیے بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے

عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ اِنْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَقَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

صلح کر لی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی کو حاکم بنا دیا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر مدینہ طیبہ واپس آئے۔ انصار نے ان کی بحرین سے واپسی کو سنا تو سب انصار کرام نے صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ حضور نماز پڑھا کر جب فارغ ہوئے اور ان کی طرف رخ انور کیا تو انصار سامنے حاضر ہو گئے رسول اللہ ﷺ انہیں ملاحظہ فرما کر مسکرا پڑے اور فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم لوگوں نے یہ سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں۔ انصار نے عرض کیا: ہاں! یارسول اللہ! فرمایا: تمہیں بشارت ہو تم لوگ خوش کرنے والی باتوں کی امید رکھو بخدا! تم پر مجھے تنگدستی کا اندیشہ نہیں ہاں اس کا اندیشہ ہے کہ دنیا تمہارے لیے کشادہ کر دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر کی گئی تھی، پھر تم لوگ اسے دوسروں سے زیادہ حاصل کرنے کی رغبت کرو گے اور دنیا تم کو تباہ کر دے گی جیسے پہلے والوں کو تباہ کر دیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ۵۷۲، کتاب الرقاق۔ باب: ما یحذر من زهرة الدنیا ص ۹۵۰، مسلم۔ کتاب الزہد، ترمذی۔ کتاب القیامہ، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن، مسند امام احمد ص ۷ ۱۳)

عمرو بن عوف انصاری یہ مہاجر بھی ہیں، ہوسکتا ہے یہ اصل میں اوس یا خزرج سے ہے ہوں پھر مکہ جا کر سکونت اختیار کر لی ہو اور بنی عامر بن لؤی کی کسی شاخ کے حلیف بن گئے ہوں، اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی، اس لیے مہاجر بھی ہوئے۔

صالح اهل البحرين...... (بحرین کی تسخیر)

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جعرانہ کے غنائم تقسیم کرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا تھا کہ وہاں کے حاکم کو اسلام کی دعوت دیں وہ شرف بہ اسلام ہو گیا اور وہاں کے باشندوں نے جزیہ دینا منظور کیا، یہ اکثر مجوسی تھے اسی بناء پر یہ حدیث اس باب کے ضمن میں مذکور ہے۔ حضرت ابوعبیدہ پہلی بار جزیے کی رقم لانے گئے تھے یہ رقم ایک لاکھ تھی۔ بارگاہ رسالت میں جزیہ کی یہ پہلی رقم تھی۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے، اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دلچسپ واقعہ ہے۔

ح- ۱۷۰۰:

ہرمزان کا مسلمان ہونا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس سے مشورہ طلب کرنا

۱۷۰۰- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَّهٗ رَاْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ

جبیر بن حیہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے شہروں میں مشرکین سے لڑنے کے لیے لوگوں کو بھیجا تو ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمر نے اس سے فرمایا: میں اپنی ان لڑائیوں میں تم سے مشورہ چاہتا ہوں۔ اس نے عرض کیا: بہتر ہے ان شہروں اور ان شہروں کے ان باشندوں کی مثال جو مسلمانوں کے دشمن ہیں

بِجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّاسُ فَاِنْ كُسِرَ
الْجَنَاحُ الْاٰخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّاسُ وَاِنْ شُدِخَ
الرَّاسُ ذَهَبَ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّاسُ فَالرَّاسُ
كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْاٰخَرُ فَارِسُ فَمُرِ
الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا اِلٰى كِسْرٰى وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادٌ
جَمِيْعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ
عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِاَرْضِ الْعَدُوِّ
خَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرٰى فِيْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا فَقَامَ
تَرْجُمَانٌ لَهٗ فَقَالَ لِيُكَلِّمْنِيْ رَجُلٌ مِنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ
سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ مَا اَنْتُمْ فَقَالَ نَحْنُ نَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ
كُنَّا فِيْ شَقَاءٍ شَدِيْدٍ وَبَلَاءٍ شَدِيْدٍ نَمُصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰى
مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ
وَالْحَجَرَ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَرَبُّ الْاَرَضِيْنَ اِلَيْنَا نَبِيًّا مِّنْ اَنْفُسِنَا نَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ
فَاَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُوْلُ رَبِّنَا اَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ
وَحْدَهٗ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ وَاَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا اَنَّهٗ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى
الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ
رِقَابَكُمْ فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَّمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ
يُخْزِكَ وَلٰكِنِّيْ شَهِدْتُّ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِيْ
اَوَّلِ النَّهَارِ انْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ
الصَّلَوَاتُ

پرندے کی ہے جس کا سر اور دو بازو اور دو پاؤں ہوتے ہیں۔ اگر دونوں بازوؤں میں سے ایک توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا اور اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور سر کھڑے رہیں گے اور اگر سر کچل دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائیں گے۔ سر کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر اور دوسرا بازو فارس ہے۔ آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ کسریٰ پر دھاوا بولیں۔ بکر اور زیاد دونوں نے جبیر بن حیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عمر نے ہمیں جہاد کے لیے بلایا اور ہم پر نعمان بن مقرن کو امیر بنایا' یہاں تک کہ ہم جب دشمن کی زمین میں پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار فوج کے ساتھ نکلا۔ اس کے ترجمان نے کہا کہ مجھ سے تمہارا کوئی آدمی بات کرے تو مغیرہ نے کہا: جو تیرا جی چاہے پوچھ! اس نے کہا: تم لوگ کون ہو؟ حضرت مغیرہ نے فرمایا: ہم لوگ عرب ہیں۔ ہم بڑی بدبختی اور سخت مصیبت میں تھے۔ بھوک کے مارے چمڑا اور کھجور کی گٹھلیاں چوسا کرتے تھے۔ چمڑے اور بال کا لباس پہنتے تھے اور درخت اور پتھر پوجتے تھے' ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار نے ہمیں میں سے ایک رسول کو بھیجا جن کے ماں باپ کو ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے نبی ہمارے رب کے رسول نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم سے لڑیں یہاں تک کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو یا جزیہ دو۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے رب کا یہ پیغام ہمیں پہنچایا ہے کہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ جنت کی ایسی نعمت میں جائے گا جس کے مثل کبھی دیکھا نہیں گیا ہے اور جو ہم میں سے زندہ رہے گا وہ تمہارا مالک ہوگا۔ (حضرت مغیرہ نے اصرار کیا کہ اب فوراً جنگ شروع کر دی جائے) تو اس پر نعمان نے کہا: تم کو اللہ نے بار ہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوے میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی ہے جس میں اللہ نے تم کو نہ تو نادم بنایا نہ رسوا۔ ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب کی سعادت میں لڑائی میں بہت شریک ہوا ہوں۔ حضور جب شروع دن میں لڑائی نہیں کرتے تو انتظار فرماتے یہاں تک کہ ہوائیں چلیں اور نمازوں کا وقت آ جائے۔

ھرمزان......(جنگ تستر)

معرکہ قادسیہ میں شریک تھا' جب مسلمان فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے ہرمزان نے یزدجر سے کہا: اگر مجھے اہواز اور فارس کی حکومت دے دی جائے تو میں عرب کے سیلاب کو روک دوں گا۔ یزدجر نے فوراً پروانہ حکومت لکھ کر دے دیا۔ ایران کے صوبہ خوزستان میں مرکزی مقام تستر تھا یہیں شاہی محلات اور فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ ہرمزان نے تستر پہنچ کر اس کے قلعہ کی مرمت کروائی' برجیاں بنوائیں' خندق کھدوایا' ہر طرف نقیب اور ہرکارے دوڑائے اور چند دن میں ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی۔ دربار خلافت میں جب اس کی اطلاع پہنچی تو حضرت فاروق اعظم نے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تستر کا محاصرہ کیا' شہر کے ایک باشندے نے ایک دن آکر ایک نالے کا پتہ بتایا جس کے ذریعہ شہر میں پانی جاتا تھا۔ رات میں دو جانباز اس نالے کے ذریعہ شہر میں گھسے اور شہر پناہ کے محافظین کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوموسیٰ پورا لشکر لے کر دروازے پر کھڑے تھے فوراً بلا تاخیر اندر پہنچ گئے' سخت مقابلہ کے بعد اہلِ تستر ہمت ہار بیٹھے اور انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ ہرمزان بھاگ کر قلعے میں گھس گیا اور ایک برج پر کھڑا ہو گیا اور کہا: میرے ترکش میں سو تیر ہیں اور جب تک اتنے ہی آدمی میرے تیر کے نشانہ نہیں بنیں گے میں تمہارے ہاتھ نہیں آسکتا' ہاں مجھے امان دو اور زندہ گرفتار کر کے اپنے خلیفہ کے پاس لے چلنے کا وعدہ کرو کہ وہ جو چاہیں میرے بارے میں فیصلہ کریں تو اپنے کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اسے قبول کر لیا' اس نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا' اسے قید کر کے مدینہ طیبہ حضرت عمر کی خدمت میں مع خمس کے حضرت انس رضی اللہ عنہ لے کر حاضر ہوئے۔ دربار خلافت میں حاضر ہو کر اس نے پانی مانگا' جب پانی دے دیا گیا تو اس نے برتن زمین پر رکھ دیا اور حضرت عمر سے عرض کیا: وعدہ کیجیے کہ جب تک میں پانی نہیں پی لوں گا قتل نہیں کیا جاؤں گا۔ حضرت عمر نے وعدہ فرما لیا' اس نے پانی گرا دیا' حضرت عمر اس کی ذہانت پر حیران رہ گئے مگر زبان دے چکے تھے اس لیے اس کی پابندی فرمائی۔ اب اس نے بخوشی اسلام قبول کر لیا اور کہا: یہ میں نے اس لیے کیا تھا کہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ میں نے جان بچانے کے لیے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ جنگ رات میں شروع ہوئی اور دن چڑھنے تک جاری رہی جس کی وجہ سے نماز فجر قضا ہوگئی جس پر حضرت انس افسوس ظاہر کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور فارس کی مہمات میں اس سے مشورہ لیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ لوگوں نے اسے فیروز ابولولو کے ساتھ خفیہ بات کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے حضرت عمر کی شہادت میں اس کے بھی ملوث ہونے کا شبہہ کیا جس پر مشتعل ہو کر عبید بن عمر نے اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کی بارگاہ میں سب سے پہلے یہ سنگین مقدمہ پیش ہوا۔ صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا' کچھ لوگوں نے فرمایا کہ عبید کو قصاص میں قتل کیا جائے اس نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا ہے' کچھ حضرات نے فرمایا: یہ عجیب سانحہ ہوگا۔ چند دن پہلے اس کے والد شہید کیے گئے اور اب ان کا بیٹا قتل ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان نے بڑی دانشمندی سے ہرمزان کے وارثین کو دیت پر راضی کر کے انہیں اپنی جیب خاص سے دیت ادا فرما دی۔

فی مغازی هذه

اس وقت تک ایران کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا' فارس' اصفہان' آذربائیجان باقی تھے۔ ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا' مشورے کی نوعیت کیا تھی یہ مذکور نہیں مگر ظاہر ہے یہ بھی دریافت فرمایا ہوگا کہ کس پر پہلے حملہ کیا جائے پھر کس پر' پھر کس پر' ان بلاد کے حالات معلوم کیے ہوں گے اور یہ کہ کتنی فوج اور کس قسم کی بھیجی جائے۔

فالرّاس کسریٰ

ہرمزان نے کسریٰ شاہ ایران کو سر کہا اور قیصر کو بازو۔ یہ اس نے اپنی ایرانی عصبیت کی بنا پر کہا' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قیصر شاہ روم اس سے زیادہ قوی اور بڑا تھا' اس کی حدود سلطنت بھی بڑی تھیں اور قوت بھی' چند سال پہلے اس نے کسریٰ کے کس بل نکال دیئے تھے۔

بہرحال اس نے کسریٰ کو سر اور قیصر کو ایک بازو اور فارس کو دوسرا بازو بتایا مگر پاؤں نہیں بتایا۔ شراح کا خیال ہے کہ ایک پاؤں سے مراد ہندوستان ہے اور دوسرے سے فرنگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

النعمان بن مقرن......(جنگ نہاوند)

اخیر میں شاہ ایران یزدجرد نے اپنی رہی سہی قوت سمیٹ کر نہاوند میں ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کر لی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے بھی کوفہ بصرہ کے والیوں کے نام فرمان جاری کیا کہ سب اپنی اپنی فوجیں لے کر نہاوند میں جمع ہو جائیں۔ سپہ سالار اعظم نعمان بن مقرن ہوں گے۔ اس معرکے میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام' صاحب السر حذیفہ بن یمان اور حضرت ابن عمر جیسے اجلہ صحابہ اور اشعث بن قیس' عمرو بن معدی کرب جیسے ماہرین جنگ شریک تھے۔ بخاری میں یہ ہے کہ ایرانی چالیس ہزار تھے مگر علامہ عینی نے ڈیڑھ لاکھ بتایا ہے۔ اس وقت ایرانی اور مسلمان دونوں نہاوند میں اپنی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے جمع تھے' بہت زور کے معرکے رہے' اخیر میں حضرت نعمان بن مقرن کو فتح کے قریب ایک تیر آ کر پہلو میں لگا جس کی وجہ سے شہید ہو گئے اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ان کی جگہ سپہ سالار ہوئے۔ بالآخر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔ یزدجرد کی فوج بری طرح شکست کھا کر بھاگی' ان کی قوت ختم ہو گئی' پھر اس کے بعد ایرانیوں کو ہمت نہ ہوئی کہ کہیں جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے' یہ فیصلہ کن معرکہ ۱۷ھ یا ۱۹ھ یا ۲۱ھ میں ہوا تھا' اس معرکے کے بعد یزدجرد چین بھاگ گیا۔

ربما اشهدك

یعنی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں بارہا جہاد کا موقع ملا ہے جس میں آپ کو نہ ندامت ہوئی نہ رسوائی' میں بھی یہ سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اگر دن کے ابتدائی اوقات میں لڑائی نہیں شروع کرتے تو انتظار کرتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور نمازوں کا وقت آ جائے۔

قصہ یہ ہوا کہ دشمن تیر پر تیر برسائے جا رہے تھے جس سے مسلمانوں کا نقصان ہو رہا تھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ فوج بے کار ہوتی جا رہی ہے حملے کا حکم دیجئے۔ اس پر حضرت نعمان بن مقرن نے وہ فرمایا' اس سے ظاہر ہوا کہ کبھی دن نکلتے ہی جنگ شروع فرما دیتے' کبھی زوال کے وقت کا انتظار فرماتے۔ غالباً یہ موقع جنگ کے اعتبار سے تھا' مثلاً کہیں دشمن مغرب میں ہوتے تو دن نکلتے ہی حملہ فرما دیتے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ سورج دشمن کے منہ کے مقابل ہوگا اور اس سے ان کو چکا چوند لگے گی اور جہاں دشمن مشرق ہوتے تو لطائف الحیل سے جنگ کو ٹالتے رہتے' جب سورج ڈھل جاتا تو حملہ فرما دیتے' اب سورج دشمن کے مقابل ہوگا۔

اس کا بھی امکان ہے کہ نماز کے اوقات کی برکت سے فتح و نصرت ملنے کی توقع میں ایسا کرتے تھے۔ ہواؤں سے مراد ہوائیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں بعض موسم میں بعد زوال ہوائیں چلا کرتی ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فتح و ظفر کی ہوائیں ہوں۔

بَابُ الْوُصَاةِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْاِلُّ الْقَرَابَةُ (ص۴۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد کے پورے کرنے کی وصیت' ذمہ کے معنی عہد ہے اور ''الّ'' کے معنی قرابت ہے

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

لَایَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً. (التوبہ:۱۰) تمہارے معاملے میں نہ رشتے کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔

باب میں ''ذمہ'' کا لفظ تھا اس کے ساتھ قرآن مجید میں ''اِلًّا'' بھی تھا دونوں کی تفسیر فرمادی۔

۱۷۰۱- حَدَّثَنَا اَبُوْجَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَيْرِيَّةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْنَا اَوْصِنَا يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ وَرِزْقُ عِيَالِكُمْ.

جویریہ بن قدامہ نے کہا: ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! ہمیں وصیت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا: اللہ کے عہد کو پورا کرنے کی تم کو وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ تمہارے نبی کا عہد ہے اور تمہارے عیال کا رزق ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ (ص۴۴۸)

کسی ذمی کو بغیر جرم قتل کرنے کا گناہ

۱۷۰۲- حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو کسی گناہ کے بغیر قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔

(بخاری۔ ج۲۔ کتاب الدیات۔ باب: اثم من قتل ذمیا بغیر جرم ص۱۰۲۱' ابن ماجہ۔ کتاب الدیات)

کسی ذمی کا بغیر جرم قتل کفر نہیں' اس لیے جنت کی خوشبو نہ سونگھنے سے مراد یہ ہے کہ جہنم میں داخل ہوئے بغیر نہیں سونگھے گا۔

''اربعین عاما'' بہ طور مبالغہ ہے ورنہ ترمذی[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سبعین عاما اور مؤطا[2] میں ''خمس مائة'' عام ہے۔

بَابُ اِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ (ص۴۴۸)

یہود کو جزیرہ عرب سے نکالنا

۱۷۰۳- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم مسجد میں حاضر تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہود کے پاس چلو پس ہم نکلے یہاں تک کہ بیت المدراس پہنچے تو فرمایا: اے یہودیو! اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے اور جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے میں نے تم کو اس زمین سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ تم

[1] کتاب الدیات۔ باب: من یقتل نفسا معاھدا۔ ج۱ ص۱۶۸

[2] عمدۃ القاری۔ ج۱۵ ص۸۹

وَإِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ يَجِدْ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.

اپنے مال کا کچھ عوض پاؤ تو اسے بیچ دو ورنہ جان لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاکراہ۔ باب: من اختار الضرب و القتل و الهون على الكفر ص ۱۰۲۴ ' کتاب الاعتصام۔ باب: قول الله ليس لك من الامر شيء ص ۱۰۹۱ ' مسلم۔ کتاب المغازی ' ابوداؤد۔ کتاب الخراج ' نسائی۔ کتاب السیر)

اکراہ اور اعتصام کی روایتوں میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ''اسلموا تسلموا'' اس کے جواب میں یہودیوں نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ نے اسلام کی دعوت ہم تک پہنچا دی۔ یہ واقعہ ان یہودیوں کے ساتھ پیش آیا جو بنی قینقاع' بنی نضیر کے جلاوطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہتے تھے۔ اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے اور وہ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ آئے ہیں اور ان تینوں قبائل کا قصہ خیبر سے پہلے ہو چکا تھا۔ بیت المدارس یہودیوں کی تعلیم گاہ کا نام تھا۔

بَابٌ إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ (ص ۴۴۹)

مشرکین جب مسلمانوں کے ساتھ غداری کریں تو کیا انہیں معاف کر دیا جائے گا؟

۱۷۰۴- ح:

یہودیوں کے زہر کھلانے کی سازش

۱۷۰۴- حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ أُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا إِلَيَّ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ يَهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهُ فَقَالَ إِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ أَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِيْ أَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ أَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا أَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا أَرَدْنَا إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيْحُ وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب خیبر فتح ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو اکٹھا کرو۔ سب کو اکٹھا کیا گیا۔ حضور نے ان سے فرمایا: میں تم سے کچھ پوچھنے والا ہوں' کیا تم لوگ سچ سچ بتا دو گے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور' اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہارے والد کون ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں' فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو' تمہارا والد فلاں ہے' انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ اب میں تم سے کچھ اور پوچھوں گا' سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور اے ابوالقاسم! اگر ہم جھوٹ بولیں گے تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے جیسے ہمارے والد کے بارے میں جان لیا' تو حضور نے ان سے فرمایا: کون جہنمی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم جہنم میں تھوڑی دیر رہیں گے پھر آپ لوگ اس میں ہماری جگہ لیں گے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں دھتکارے ہوئے رہو گے۔ بخدا! ہم اس میں کبھی بھی نہیں جائیں گے' فرمایا: اگر میں اس کے بعد کوئی اور بات پوچھوں تو سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور اے ابوالقاسم! پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے اقرار کیا۔ دریافت فرمایا: کس بنا پر؟ انہوں

نے عرض کیا: ہم نے سوچا اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے راحت پا جائیں گے اور اگر نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر نہ ہوگا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: الشاہ التی سمت ص ۹۱۰' کتاب الطب۔ باب: ما یذکر فی سم النبی ﷺ ص ۸۵۹' نسائی۔ کتاب التفسیر)

مسلم میں ہے کہ ایک یہودی عورت زہر آلود بکری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی' حضور نے اس سے کچھ تناول فرمایا' اسے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے مواخذہ فرمایا' تو اس نے کہا: میں آپ کو مار ڈالنا چاہتی تھی' فرمایا: اللہ تجھے مجھ پر قابو نہیں دے گا' لوگوں نے عرض کیا: اسے مار ڈالیں' فرمایا: نہیں۔ راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کا اثر رسول اللہ ﷺ کے حلق کے کوے میں پہچانتا تھا۔

اس عورت کا نام زینب بنت حارث تھا' اس نے وجہ میں یہ بھی کہا: آپ نے میرے والد' میرے شوہر' میرے چچا' میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔ اس کے والد کا نام حارث' چچا کا نام یسار اور بھائی کا نام زبیر اور شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا۔ ابوداؤد[1] میں ہے کہ یہ مرحب کی بہن تھی۔ مسلم کے حوالے سے گزرا کہ اس کو قتل نہیں کیا۔ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوگئی تھی مگر اس بکری سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کچھ کھا لیا تھا' وہ غالباً تین دن کے بعد وفات پا گئے' تو اس کے قصاص میں قتل کرا دیا۔ ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ زینب نے پوچھا: آپ کو کس نے بتایا؟ تو فرمایا: اسی دست نے' حضور نے زہر کے اثر کو ختم کرنے کے لیے کاندھے پر سینگی لگوائی تھی۔

فيها يَسِيْرًا

یعنی صرف چالیس دن جتنے دنوں ہمارے اسلاف نے بچھڑے کی پرستش کی تھی۔ اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً. (البقرۃ: ۸۰) ہمیں گنتی کے چند دن آگ چھوئے گی۔

بَابٌ إِذَا قَالُوْا صَبَأْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوْا أَسْلَمْنَا (ص ۴۵۰)

لڑائی کے وقت جب کافر ''صبئنا'' کہیں اور ''اسلمنا'' کہنا ان سے بن نہ پڑے

توضیح باب

مقصود یہ ہے کہ کسی طرح اسلام ظاہر کر دیں کافی ہے۔ ''صبا'' کے معنی دین بدلنا ہے' مشرکین عرب حضور اقدس ﷺ کو صابی کہتے تھے اس بنا پر کہ انہوں نے قریش کا دین چھوڑ کر اسلام کی تبلیغ کی' اس لیے ان کے ''صبا'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے دین اسلام قبول کر لیا۔

امام بخاری نے پہلے فتح مکہ کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا نقل فرمایا۔ قصہ یہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا تھا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں۔ اسلام کی دعوت سن کر ان لوگوں نے ''اسلمنا'' کہنے کی بجائے ''صبئنا صبئنا'' کہنا شروع کیا۔ اس کے باوجود حضرت سیف اللہ نے انہیں قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام کے اظہار کے لیے خاص مسلمانوں میں رائج لفظ ضروری نہیں' ہر قوم اپنی زبان میں جس طرح قبول اسلام کا

[1] ابوداؤد۔ کتاب الدیات۔ باب: فیمن سقی رجلا سما۔ ج ۲ ص ۲۶۴

اظہار کرے کافی ہے۔

ت ۵۸۱- وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِذَا قَالَ مَتْرَسْ فَقَدْ اٰمَنَهٗ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی مسلمان نے کسی کافر سے یہ کہہ دیا مترس (مت ڈر) تو اس نے اس کو امان دے دی' بے شک اللہ تعالیٰ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے بہ طریق ابووائل سند متصل کے ساتھ اس تفصیل سے روایت کیا ہے: ہم فارس کے محل کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا منشور پہنچا: جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم پر اتر آؤ کیونکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ کا حکم کیا ہے' یہ کہو: ہمارے فیصلے پر اتر آؤ اور جب ایک مسلمان کسی کافر کے مقابلے پر ہو اور مسلمان یہ کہہ دے: ''لاتخف'' مت ڈر تو اس نے امان دے دی اور جب یہ کہا: ''مترس'' تو امان دے دی' اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ مؤطا میں یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کی روایت میں مطرس یعنی تا کی جگہ طاء ہے' غیر اہل زبان سے اس قسم کا ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔

وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ

ہرمزان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ لے کر جب دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت فاروق اعظم اس سے بات کرنا چاہتے تھے مگر وہ چپ تھا' کچھ بولتا ہی نہیں تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: بولو! تو اس نے کہا: زندہ کی بات کروں یا مردہ کی' فرمایا: بات کر تیرے لیے کوئی حرج نہیں' اب اس نے پورا قصہ سنایا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے اسے قتل کرنا چاہا تو اس نے عرض کیا: آپ کو اب اس کا حق نہیں رہا' آپ فرما چکے ہیں: بات کر تجھ پر کوئی حرج نہیں' فرمایا: کوئی گواہ ہے تو حضرت زبیر نے گواہی دی' اب اسے چھوڑ دیا' وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت عمر نے اس کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔ اسے ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔

بَابٌ هَلْ يُعْفٰى عَنِ الذِّمِّيِّ إِذَا سَحَرَ

کیا ذمی جادو کر دے تو اسے معاف کر دیا جائے؟

ت ۵۸۲- اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سُئِلَ اَعَلٰى مَنْ سَحَرَ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهٗ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهٗ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ.

یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب سے دریافت کیا گیا: اگر ذمی جادو کرے تو اسے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ فرمایا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ حضور نے اسے قتل نہیں کیا۔ وہ اہل کتاب سے تھا۔

۱۷۰۵- ح: [إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا گیا

۱۷۰۵- حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ اَنَّهٗ صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ حضور خیال فرماتے کہ فلاں کام کر چکا ہوں حالانکہ آپ نے وہ کیا نہیں ہوتا تھا۔

(بخاری۔ کتاب بدء الخلق۔ باب: صفة ابلیس وجنوده ص ۴۶۲' ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: السحر وقول الله تعالی ولٰكن الشياطين

ص۸۵۷۔باب: هل يستخرج السحر۔باب: السحر ص۸۵۸' کتاب الدعوات۔باب: تكرير الدعاء ص۹۴۵' مسند امام احمد۔ج۶ ص۵۰۔۹۶' کتاب الادب۔باب: قول الله تعالىٰ ان الله يامر بالعدل ص۸۹۵)

یہ دوسرے ابواب میں مفصل اس طرح ہے: ام المؤمنین فرماتی ہیں: نبی ﷺ پر جادو کر دیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ حضور خیال فرماتے کہ یہ کام کر چکا ہوں حالانکہ اسے کیا نہیں ہوتا۔ ازواج مطہرات کے پاس آنا چاہتے مگر آ نہیں سکتے تھے' یہاں تک کہ ایک دن بار بار دعا فرمائی' پھر فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ عزوجل نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفا ہے۔

خواب میں دو صاحب آئے' ایک میرے سرہانے بیٹھا دوسرا پائنتی کی طرف۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: ان پر جادو کر دیا گیا۔ اس نے پوچھا: کس نے کیا ہے؟ اس نے بتایا: بنی زریق کے لبید بن اعصم یہودی نے پوچھا: کس چیز میں؟ اس نے بتایا: کنگھی میں اور کنگھی کرنے سے جو بال ٹوٹتے ہیں اور روئی کے گالے میں جو نر کھجور کے شگوفے کے خول میں ہے۔ پوچھا: کہاں ہے یہ؟ اس نے بتایا: بیر زروان میں۔ نبی ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور واپس ہوئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا: اس کنویں کا پانی سرخ رنگ کا ایسا ہے جیسے وہ پانی جس میں مہندی بھگوئی گئی ہو اور اس کی شاخیں ایسی ہیں جیسے شیطان کے سر۔ ام المؤمنین نے عرض کیا: اسے آپ نے نکلوایا؟ فرمایا: نہیں اللہ نے مجھے شفا دے دی' نکالتا تو اندیشہ تھا کہ لوگوں میں شورش پیدا ہو جاتی' پھر اس کنویں کو پاٹ دیا۔

تفسیر نسفی میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک یہودی غلام حضور کا خادم تھا۔ یہودیوں نے اس کے ذریعے حضور اقدس ﷺ کے سر اقدس کے کچھ بال اور کنگھے کے چند دندانے حاصل کر لیے اور اس میں جادو کر دیا' جادو کرنے والا لبید بن اعصم تھا' پھر بنی زریق کے ایک کنویں میں جس کا نام ذربان یا اروان تھا چھپا دیا۔ اس کے اثر سے حضور اقدس ﷺ کے سر اقدس کے بال منتشر رہنے لگے اور چھ ماہ تک جماع پر قدرت نہ رہی۔ روز بروز دبلے ہوتے جاتے تھے' کوئی کام کرنا چاہتے مگر کر نہ پاتے' پھر وہ خواب دیکھا جس میں فرشتوں نے بتایا کہ یہ بیر اروان کے اندر چٹان کے نیچے ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت عمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا' ان لوگوں نے اس کے کل پانی کو نکال کر چٹان کے نیچے سے وہ خول نکالا' اس میں کچھ بال اور کنگھی کے دندانے اور ایک پٹھا تھا جس میں گیارہ گرہیں تھیں' جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ معوذتین پڑھتے جاتے اور گرہ کھلتی جاتی' گرہیں کھلنے کے بعد حضور بالکل ٹھیک ہو گئے اور روایتوں میں ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ کا ایک پتلا بھی تھا سوئیاں اسی میں چبھوئی ہوئی تھیں' جب اس پتلے میں سے سوئی نکالی جاتی تو حضور کو تکلیف ہوتی اور فوراً دور ہو جاتی' جب کل سوئیاں نکال لی گئیں تو بالکلیہ راحت ہو گئی۔

کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ یہ لبید بنی زریق کا حلیف اور منافق تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پہلے یہودی تھا پھر مسلمان بنا اور اندر اندر کافر رہا' یہ جادو یہودیوں نے کرایا تھا' اس کا معاوضہ تین دینار تھا جس کی قیمت آج کل چار ہزار کے لگ بھگ ہے' بعد میں حضور اقدس ﷺ نے اس سے بلا کر پوچھا: تو اس نے یہی بتایا کہ پیسے کے لیے کیا تھا۔

کچھ روایتوں میں ہے: وہ خول نکلوائی نہیں تھی مگر کتاب الطب میں بہ طریق سفیان بن عیینہ جو روایت ہے اس میں ہے کہ اسے نکلوایا اور اسی کی مؤید اور بہت سی روایتیں ہیں۔ نسفی میں مذکورہ روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھیجا مگر بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ خود تشریف لے گئے۔ ہو سکتا ہے پہلے خود تشریف لے گئے ہوں بعد میں ان لوگوں کو نکالنے کے لیے بھیجا اور یا اس کے برعکس ہو۔ عام روایتوں میں "مشاقة" آیا ہے اس کے معنی وہ روئی ہے جو کاتنے کے لیے لمبی لمبی گول کر لی جاتی ہے غالباً گرہیں

اسی میں تھیں جس کو تفسیر نسفی کی روایت میں ''وتر'' سے تعبیر کیا۔

بیر ذروان

بعض روایتوں میں ذی اروان آیا۔ علامہ ابن حجر کی رائے یہ ہے: کنویں کا نام ذی اروان ہی ہے' کثرت استعمال کی بنا پر تخفیفاً یاء اور الف کو حذف کر کے ذروان کہنے لگے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کچھ روایتوں میں بیر اروان ہے۔

بعض روایتوں میں ''تحت راعونة'' آیا ہے ''راعونه'' اس پتھر کو کہتے ہیں: جو کنویں کی مان پر اس لیے رکھ دیا جاتا ہے کہ اس پر پاؤں رکھ کر پانی نکالا جائے' اس وقت عرب میں دستور تھا کہ جب اتنا کنواں کھودیں کہ گیلی مٹی آ جائے جس میں پاؤں دھسنے لگے تو ایک پتھر رکھ لیتے اور اس پر بیٹھ کر کنویں کو اور گہرا کرتے' پھر اس پتھر کو وہیں چھوڑ دیتے' جب کبھی کنویں کی صفائی کی حاجت ہوتی تو صفائی کرنے والا اسی پتھر پر بیٹھ کر صاف کرتا' اسے بھی راعونہ کہتے ہیں۔ حدیث میں یہی پتھر مراد ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ

ملحدین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ برحق نہیں تھے ورنہ جادو کا اثر نہ ہوتا اور جب کہ اثر ہو گیا اور ان کا وہ حال ہو گیا تھا جو مذکور ہے تو ان کی باتوں کا کیا اعتبار۔

علماء نے فرمایا کہ اس جادو کا اثر صرف اتنا ہی تھا کہ جماع پر قدرت نہیں تھی اور دنیوی کاموں کے بارے میں خیال مذکور ہوتا' چھ مہینے تک اس کا اثر رہا مگر اس اثنا میں دینی باتوں میں کوئی کسی قسم کا خلل نہیں آیا۔ نمازیں وقت پر صحیح صحیح پڑھتے تھے' اس میں قرآن مجید صحیح پڑھتے اور دینی احکام کماحقہ' بیان فرماتے تھے۔ اس لیے ان ایام میں جو بھی دینی باتیں فرمائیں وہ سب حق ہیں۔ رہ گیا اثر تو جس طرح تیر و سنان سے زخم پہنچتا ہے یہ زخم پہنچنا منافی بنوت نہیں اسی طرح جادو کی حیثیت بھی تیر و سنان کی ہے' اس سے متاثر ہونا بھی رسالت و نبوت کے منافی نہیں۔

کتاب الطب کی ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین نے عرض کیا: ''افلا تنشرت قال: لا'' آپ نے اس کا جھاڑ پھونک نہیں کرایا' فرمایا: نہیں' اللہ نے مجھے شفا دی' میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ کسی شخص کو برائی پر ابھاروں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ عزوجل نے مجھے شفا دے دی تو جھاڑ پھونک کی ضرورت نہیں۔ اگر میں جھاڑ پھونک کراتا تو اندیشہ تھا کہ ایک کمزور عقیدے کے اور مذبذبین کہتے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنے اوپر سے جادو نہیں اتار سکتے' جھاڑ پھونک کرنے والوں کے محتاج ہیں اور اس کا بھی اندیشہ تھا کہ اس سے عام شہرت ہو جاتی کہ فلاں نے مجھ پر جادو کیا ہے' لوگ مشتعل ہو کر اسے مار ڈالتے جیسے منافقین کی بدتمیزیوں پر جب مخلصین نے انہیں قتل کرنے کی اجازت مانگی تو یہ فرما کر منع کر دیا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ اب اپنے اصحاب کو قتل کرانے لگے' یہی یہاں بھی ہوتا۔

''تنشرت'' کا مادہ ''نشرة'' ہے' اس کے معنی جادو آسیب دور کرنے کا علاج ہے' جھاڑ پھونک یا اور کچھ ایسی دعائیں اور ایسے اعمال جن میں کوئی بات شرع کے خلاف نہ ہو جائز ہیں بلکہ اس سے علاج کرانا باعث اجر ہے۔ حدیث میں ہے ''من استطاع ان ينفع اخاه فلينفع' جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے پہنچائے۔

بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ — عہد شکنی سے کتنا ڈرایا گیا ہے؟

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بے شک اللہ تمہیں کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے ۝ اور ان کے دلوں میں محبت

مَا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO﴾ (الانفال:٦٢-٦٣) (ص ٤٥٠)

پیدا کردی، اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دل ملا نہیں سکتے تھے ہاں! اللہ نے ان کے دلوں کو ملایا، بے شک وہ غالب حکمت والا ہےO

١٧٠٦- ح: [عَلَامَاتُ الْقِيَامَةِ سِتَّةٌ]

قیامت کی چھ نشانیاں

١٧٠٦- اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَّا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (ابوداؤد۔ کتاب الادب، ابن ماجہ۔ الفتن)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں غزوہ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چمڑے کے گول خیمے میں تھے۔ فرمایا: قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو۔ میرا دنیا سے چلا جانا، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر موت عام جو تم میں قعاص کی طرح ہوگی پھر افراط زر یہاں تک کہ ایک شخص کو سو دینار دیا جائے گا تو بھی ناخوش رہے گا، پھر ایک ایسا فتنہ جو عرب میں ہر گھر میں پہنچے گا، پھر تم میں اور رومیوں میں صلح ہوگی مگر وہ عہد شکنی کر کے تم پر حملہ کریں گے۔ اسی جھنڈے لے کر آئیں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔

[لغات]

''مُوْتَانٌ'' میم کے ضمہ کے ساتھ، اس کے معنی مرگ عام، میم کے فتحہ کے ساتھ بھی روایت ہے۔ ''قُعَاص'' چوپایوں کی ایک بیماری کا نام ہے جس میں ناک سے پانی کے مثل رطوبت نکلتی ہے، جس سے چوپایہ مر جاتا ہے۔ ابن فارس نے کہا کہ یہ سینے کی ایک بیماری ہے جس کے اثر سے گردن ٹوٹ جاتی ہے۔ شراح نے لکھا ہے: ان قیامت کی چھ علامتوں میں پانچ پائی جا چکی ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال، بیت المقدس کی فتح، مرگ عام جو عمواس کے طاعون میں ہوئی تھی، مال کی کثرت۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی کہ ایک لونڈی اپنے ہم وزن سونے کے عوض خریدی جاتی اور فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے جو عرب کے گھر گھر پہنچا، چھٹی علامت حضرت امام مہدی کے زمانے میں ظاہر ہوگی۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ

معاہدہ کر کے عہد شکنی کرنے کا گناہ

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَO﴾ (الانفال:٥٦).

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کافروں میں سے جو لوگ تم سے عہد کرتے ہیں، پھر ہر بار توڑتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرتے نہیںO

١٧٠٧- ح: [كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا]

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو جزیے کا ایک دینار اور ایک درہم بھی نہیں ملے گا؟

١٧٠٧- وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذٰلِكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشُدُّ اللّٰهُ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ.

ہوگا جب تم کو جزیے کا ایک دینار اور درہم بھی نہیں ملے گا' عرض کیا گیا: اے ابوہریرہ! آپ نے یہ رائے کیسے قائم کر لی؟ فرمایا: ہاں! بخدا! ابوہریرہ کی جان جس ذات کے قبضے میں ہے صادق مصدوق ﷺ کے ارشاد سے' پوچھا: کس ارشاد سے؟ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑا جائے گا تو اللہ ذمیوں کے قلوب مضبوط فرما دے گا تو وہ اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہ دیں گے۔

وقال ابو موسٰی

یہ محمد بن مثنی امام بخاری کے شیخ ہیں' یہ حدیث تعلیق ہے کہ متصل' اس کا فیصلہ اس پر ہے کہ ''قال'' کے صیغے سے تحدیث سے سماع ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ خطیب وغیرہ نے کہا کہ جس کی عادت ہو کہ سنی ہوئی حدیث کو ''قال'' سے روایت کرتا ہو اس کی سند متصل ہے ورنہ نہیں۔ اس حدیث کو ابو نعیم نے مستخرج میں بہ طریق موسیٰ بن عباس عن ابی موسیٰ' اس کے مثل روایت کیا ہے۔

بَابٌ (ص ۴۵۱)

باب
جنگ صفین کے وقت بعض صحابہ کی الجھن

۱۷۰۸- ح:

۱۷۰۸- سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَّ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُوْلُ اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُّفْظِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَّعْرِفُهٗ غَيْرِ اَمْرِنَا هٰذَا.

سلیمان اعمش نے کہا کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا: کیا آپ صفین میں شریک تھے؟ انہوں نے بتایا: ہاں! میں نے سہل بن حنیف کو (جنگ صفین میں شریک نہ ہونے کا عذر بیان کرتے ہوئے) سنا' وہ کہتے تھے: یوم ابو جندل (صلح حدیبیہ کے دن مجھے اتنا جوش تھا کہ) میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو رد کرنے کی استطاعت رکھتا تو رد کر دیتا۔ ہم نے جس پریشان کن معاملے میں اپنے کندھوں پر تلوار رکھی تو ہمیں آسان معلوم ہوا اور اس کا مآل وہ ہوا جو ہم جانتے تھے سوائے اس معاملے کے۔

(اس کے بعد متصل' بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الحدیبیہ ص ۶۰۲' کتاب التفسیر۔ سورۃ الفتح۔ ص ۷۱۷' کتاب الاعتصام۔ باب: ذم الرای ص ۱۰۸۶' مسلم۔ کتاب المغازی۔ نسائی۔ کتاب التفسیر)

قصہ یہ ہوا کہ حضرت سہل بن حنیف ان بزرگوں میں تھے جو صفین کے حادثے میں دونوں فریقوں کو لڑائی سے روکنے کی جدوجہد کرتے رہے لڑائی میں شریک نہ ہونے پر انہیں کچھ لوگوں نے ملامت کی تو فرمایا: لڑنے والو! تم اپنی رائے کا قصور سمجھو' میں نے بزدلی یا جان بچانے کے لیے اس لڑائی سے پہلو تہی نہیں کی ہے' میں تو وہ ہوں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب ابو جندل کو حضور اقدس ﷺ نے واپس کرنے کا حکم دیا تھا اگر مجھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کرنے کی استطاعت ہوتی تو اسے رد کر دیتا اور مشرکین سے لڑ پڑتا مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ صلح کر چکے تھے اور اسے بہر حال باقی رکھنا چاہتے تھے۔ صلح میں بھلائی ہے تو میں نے بھی اسے منظور کر لیا' اسی طرح آج جب ایک فریق صلح کا خواستگار ہے تو اسے منظور کر لینا ہی بہتر ہے۔ یوم جندل سے اس حدیث میں یوم حدیبیہ مراد ہے۔

غیر امرنا ھٰذا

یعنی ہم جب بھی لڑے تو انجام بخیر ہوا سوائے اس جنگ صفین کے۔ کتاب التفسیر میں اتنا زائد ہے کہ جب اہل شام نیزوں پر مصحف اٹھا کر یہ کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ حکم ہے تو کسی نے یہ آیت تلاوت کی: "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ" (آل عمران: ۲۳) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا' انہیں اللہ کی کتاب کی جانب بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے' تو ان میں سے ایک فریق نے منہ پھیر لیا۔

یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا: مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس میں صلح حدیبیہ کے اس مکالمے کا تذکرہ ہے جو حضرت عمر اور حضور اقدس ﷺ اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا تھا۔ اخیر میں ہے' پھر سورۂ فتح نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے شروع سے اخیر تک اس کو پڑھا' سن کر حضرت عمر نے عرض کیا: کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا: ہاں! صلح حدیبیہ معنوی اعتبار سے فتح ہی ثابت ہوئی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین اتنی کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے انیس سالہ قبل کے ایام میں نہ ہوئے تھے۔ آپس میں کشیدگی اور تنازع ختم ہونے کے بعد جب مشرکین آزادانہ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور انہوں نے اسلام کی خوبیاں دیکھیں تو مسلمان ہوتے گئے۔

بَابُ اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ (ص ۴۵۲)

عہد شکنی کرنے والے کا گناہ نیکوکار کے ساتھ ہوگا یا بدکار کے ساتھ

توضیح باب

عہد شکنی میں بھی تعمیم ہے' خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔ بہر حال عہد شکنی حرام اور اخلاقی پستی ہے۔

۱۷۰۹- عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالَ اَحَدُھُمَا یُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ یُرٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُعْرَفُ بِہٖ۔ (مسلم۔ کتاب المغازی)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا جس کے ذریعہ وہ پہچانا جائے گا۔

۱۷۱۰- عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِکُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ یُّنْصَبُ بِغَدْرَتِہٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہر غدار کے لیے قیامت کے دن اس کی غداری کی وجہ سے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: مایدعی بآبائھم ص ۹۱۲' دوطریقے سے۔ کتاب الفتن۔ باب: اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ ص ۱۰۵۴' مسلم۔ کتاب المغازی)

قَالَ اَحَدُهُمَا

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ایک راوی نے یہ کہا: ''یُنْصَبُ'' یعنی جھنڈا نصب کیا جائے گا اور دوسرے راوی نے کہا: ''یُرٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُعْرَفُ بِهٖ'' یہ جھنڈا قیامت کے دن دیکھا جائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

بِغَدْرَتِهٖ

اس میں باءِ سببیت ہے اس کی عہد شکنی کی وجہ سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقابلے کے لیے ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اپنی عہد شکنی کی مقدار یعنی جس حیثیت کی عہد شکنی ہوگی اس اعتبار سے جھنڈا چھوٹا بڑا ہوگا۔ ''غَدْرٌ'' عہد شکنی بہر حال حرام ہے خواہ حاکم محکوم سے کرے یا محکوم حاکم سے کرے یا ایک حاکم دوسرے حاکم سے کرے یا رعایا ایک دوسرے سے آپس میں کرے۔

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۵۹ - كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ (ص ۴۵۳)

ابتدائے آفرینش کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم:۲۷)(ص ۴۵۳)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں کیا وارد ہے؟ فرمایا: (اللہ) وہی ہے جس نے خلق کو پہلی مرتبہ بنایا پھر دوبارہ بنائے گا (تمہاری سمجھ کے مطابق) دوبارہ بنانا بہ نسبت پہلے کے زیادہ آسان ہے

ت ۵۸۳ - وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَيْهِ هَيْنٌ وَهَيِّنٌ مِثْلُ لَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ وَضَيْقٍ وَضَيِّقٍ.

ربیع بن خثیم اور امام حسن بصری نے کہا: سب اس پر آسان ہے۔ ''هَيْنٌ'' بھی لغت ہے اور ''هَيِّنٌ'' بھی جیسے ''لَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيِّتٍ وَمَيْتٍ وَضَيِّقٍ وَضَيْقٍ''۔

اس تعلیق کے افادے دو ہیں، ایک یہ کہ آیۂ کریمہ میں ''اھون'' معنی تفضیل میں نہیں بلکہ صفت مشبہہ ''هَيِّنٌ'' کے معنی میں ہے یعنی اللہ عزوجل کے لیے پہلی بار بنانا اور دوبارہ بنانا سب آسان ہے، یہ نہیں کہ پہلی بار بنانا دشوار ہو اور دوبارہ بنانا اس کی بہ نسبت آسان۔ ایسا نہیں سب یکساں اور آسان ہے۔ دوسرا افادہ یہ کہ قرآن کریم کی بعض دوسری آیتوں میں جو ''ھو علیہ ھین'' آیا ہے اس میں دو لغتیں ہیں یا کو تشدید اور ساکن، اس تعلیق کو طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے O

﴿اَفَعَيِيْنَا﴾ (ق:۱۵) اَفَاَعْيٰ عَلَيْنَا حِيْنَ اَنْشَاكُمْ خَلْقَكُمْ...... سورۂ ق میں ارشاد ہے: ''اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍO'' (ق:۱۵) تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بنانے کے بارے میں شبہہ میں ہیں O اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں: تو کیا ہم پر تکان طاری ہوگئی جب تم کو اور دوسری مخلوق کو پیدا کیا ''لُغُوْبٌ'' سورۂ ق میں ہے: ''وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍO'' (ق:۳۸) اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہم کو تکان نہ آئی O...... ﴿لُغُوْبٌ﴾ (الفاطر:۳۵) کے معنی بتایا: ''اَلنَّصَبُ'' تکان...... سورۂ نوح میں فرمایا: ''وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًاO'' (نوح:۱۴) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح بنایا O میں ''اطوارا'' آیا تھا۔ اس کی تفسیر میں فرمایا: ﴿طَوْرًا﴾ (نوح:۱۴) كَذَا وَطَوْرًا كَذَا وعدا طوره اى قدره...... کبھی اس طرح بولتے ہیں ''عدا طورہ'' وہ اپنے مرتبے سے بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم پہلے نطفہ تھے پھر منجمد خون بنے پھر گوشت کے لوتھڑے بنے۔ الخ

۱۷۱۱- ح: [اَوَّلُ مَابُدِءَ]

پہلے کیا چیز پیدا ہوئی؟

۱۷۱۱- عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِي بِالْبَابِ فَاَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اِقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَابَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اِقْبَلُوْا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِنْ لَّمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ نَسْاَلُكَ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا هِيَ تَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ تَرَكْتُهَا۔

حضرت عمران بن حصین نے کہا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر باندھ دیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ حاضر ہوئے۔ حضور نے ان سے فرمایا: اے بنی تمیم! بشارت قبول کرو۔ انہوں نے کہا: آپ بشارت سنا چکے ہیں' کچھ ہم کو عطا فرمائیے دو مرتبہ' پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر ہوئے تو فرمایا: بشارت قبول کرلو' اے یمن والو! جب کہ بنی تمیم نے قبول نہیں کیا' انہوں نے عرض کیا: ہم نے قبول کرلیا' یارسول اللہ! انہوں نے عرض کیا کہ ہم خدمت اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوئے ہیں کہ اس عالم کے بارے میں حضور سے دریافت کریں۔ فرمایا: اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا اور ذکر (لوح محفوظ میں)' ہر چیز کو اس نے لکھ لیا تھا۔ آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا' اتنے میں کسی نے پکارا: اے ابن حصین! تیری اونٹنی بھاگ گئی' میں چل پڑا تو دیکھا وہ سراب کے بھی آگے نکل چکی ہے۔ بخدا! جی یہ چاہ رہا تھا کہ اسے چھوڑ دیتا۔

(اس کے پہلے' بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: وفد بنی تمیم ص ۶۲۶' باب: قدوم الاشعریین ص ۶۳۰' کتاب التوحید۔ باب: وکان عرشه علی الماء ص ۱۱۰۳' ترمذی۔ کتاب المناقب' نسائی۔ کتاب التفسیر' مسند امام احمد۔ ج ۴ ص ۴۲۶ وغیرہ)

۹ھ سنۃ الوفود میں بنی تمیم کے نورؤساء خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جن میں اقرع بن حابس بھی تھے۔ حضور اقدس ﷺ اس وقت قیلولہ فرمارہے تھے۔ اقرع نے باہر ہی سے چلا کر پکارا: ''یامحمد'' انہیں کے بارے میں یہ آیہ کریمہ: ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ'' (الحجرات:۴) نازل ہوئی۔

اقبلوا البشریٰ

اس بشارت سے یا تو جنت کی بشارت مراد ہے یا آئندہ جو فتوحات وفراخی حاصل ہونے والی تھی اس کی بشارت مراد ہے۔ جب بشارت قبول کرنے سے انکار کر کے سوال کیا تو حضور اقدس ﷺ کا روئے انور بدل گیا۔

ناس من الیمن

یہ اہل یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم راہی نہیں تھے اس لیے کہ یہ لوگ فتح خیبر کے موقع پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ ہوچکے تھے۔ اس سے مراد حضرت نافع بن زید حمیری رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم راہی ہیں کیونکہ یہی لوگ سنۃ الوفود میں حاضر ہوئے تھے اور بنی تمیم کے ساتھ انہیں کا اجتماع ہوا تھا جیسا کہ ابن شاہین[1] نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے کہ ایاس بن عمیر نے کہا کہ وہ بنی حمیر کے وفد کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئے

[1] فتح الباری۔ ج ۸ ص ۹۷

ہیں۔

عن ھٰذا الامر

کتاب التوحید میں ہے کہ ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ "ھٰذا الامر" سے مراد دنیا ہے۔ کتاب التوحید میں یہ ہے: "عن اول ھٰذا الامر ماکان" دنیا کی سب سے پہلی چیز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عمران کی حدیث کے اخیر حصے سے کہ جب مجھے اونٹنی کے بھاگنے کا علم ہوا تو میں اٹھ کھڑا ہوا' کاش کہ میں نہ اٹھا ہوتا' یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اور کچھ فرمایا ہوگا' مگر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت نافع بن زید حمیری اخیر تک حاضر رہے' ان کی حدیث میں بھی اتنا ہی ہے صرف اخیر میں یہ زائد ہے: "واستوی علی عرشه عزوجل" اور عرش پر مستوی ہوگیا' عزوجل۔

کان اللّٰہ...... (شی کا معنی)

یہاں یہ ہے اور دوسری روایتوں میں ہے "ولم یکن معه شیئ" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل پر شی کا اطلاق درست ہے۔ شی تین معنی میں مستعمل ہے: "مایعلم ویخبر عنه" جسے جانا جاسکے اور جس کے بارے میں خبر دی جاسکے۔ یہ معنی واجب ممکن ممتنع سب کو عام ہے۔ اس معنی میں کو شیٔ کا اطلاق اللہ عزوجل پر ہے۔ آیہ کریمہ: "اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے' میں یہی معنی مراد ہے جس کا وجود ممکن ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" میں یہی معنی مراد ہے جو مخلوق ماضی یا حال یا مستقبل میں موجود تھی یا ہے یا ہوگی۔ یہی معنی آیت کریمہ: "اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" میں مراد ہے۔ اخیر کے دو معنوں کے اعتبار سے اس کا اطلاق ذات باری پر درست نہیں۔

کان عرشه علی الماء

عرش مجسم ہے' اس کے پائے ہیں جیسا کہ ایک حدیث[1] میں ہے "فاذا موسٰی اٰخذٌ بقائمةٍ مِنْ قَوَائِمِ العَرْش" اچانک میں نے دیکھا کہ موسیٰ عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں اور یہ مخلوق اور حادث ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلی مخلوق عرش اور پانی ہے' ان دونوں میں پانی مقدم ہے جیسا کہ امام احمد[2] اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ پانی عرش سے پہلے پیدا کیا گیا۔ سُدِّی نے اپنی تفسیر میں متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے پانی سے پہلے کسی مخلوق کو نہیں پیدا فرمایا۔

شبہات اور ان کے جوابات

امام احمد[3] اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا فرمایا' اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے: اللہ نے پہلی چیز جو پیدا کی وہ عقل ہے۔ نیز مصنف عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

یاجابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذٰلك النور یدور بالقدرة حیث — اے جابر! بے شک اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ پیدائش کے بعد یہ نور اللہ نے

---

[1] بخاری۔ کتاب الخصومات۔ باب: اول۔ ج ا ص ۳۲۵ [2] عمدۃ القاری۔ ج ۱۱ ص ۱۰۹

[3] مسند امام احمد۔ ج ۵ ص ۳۱۷' ترمذی۔ کتاب القدر۔ باب: الرضا بالقدر۔ ج ۲ ص ۳۸' کتاب التفسیر۔ سورہ ن۔ ص ۱۶۷' ابوداؤد۔ کتاب القدر۔ ج ۲ ص ۲۹۰

شاء الله ولم يكن في ذٰلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا شمس ولا قمر ولا جنّي ولا انسي.

جہاں چاہا دورہ کرتا رہا' اس وقت نہ لوح تھی' نہ قلم' نہ جنت' نہ دوزخ' نہ سورج' نہ چاند' نہ جن' نہ انسان۔ اس کے بعد اسی نور سے تمام مخلوقات کی آفرینش کی تفصیل ہے۔

اس حدیث کو علامہ احمد خطیب قسطلانی[1] نے مواہب اللدنیہ میں یہیں تک تحریر فرمایا۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی۔ اسے ثابت رکھا بلکہ تائید میں فرمایا: ''وقد رواه البيهقي ببعض مخالفته'' بیہقی نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ڈھابیل کے دیوبندی ادارے نے اپنے اہتمام اور ایک دیوبندی فاضل کی تصحیح و تنقیح سے مصنف عبدالرزاق چھاپی ہے۔ اس مطبوعہ میں یہ حدیث نہیں' مگر جب دو مسلم الثبوت محقق علامہ احمد خطیب قسطلانی اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اسے تسلیم کرلیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی ثابت رکھا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ ہوسکتا ہے ڈھابیل والوں کو یہ نسخہ نہ ملا ہو اور یہ بھی بعید نہیں کہ دیوبندی فاضل جن کی تصحیح و تنقیح سے یہ کتاب چھپی ہو نے اسے قصداً نکال دیا ہو۔ یہ اس بنا پر ہے کہ ان کے بزرگ اپنے عقیدے کے مطابق حدیث گھڑنے کے عادی ہیں۔ اس فرقے کے بانی رشید احمد گنگوہی صاحب نے یہ حدیث گھڑی[2] کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مجھ کو بھائی کہو۔

پہلے احتمال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث ''فتجلى لي كل شيي فعرفت''۔ مشکوٰۃ میں ترمذی کے بھی حوالے سے مذکور ہے مگر ترمذی[3] کا جو نسخہ مطبوعہ ہے اس میں نہیں' مگر مطبع والوں نے دوسرے نسخے کا حوالہ دے کر حاشیے پر نقل کردیا ہے۔

کہنا یہ ہے کہ سب سے پہلی مخلوق کیا ہے؟ اس میں پانچ روایتیں ہیں: نور مصطفیٰ' پانی' عرش' قلم' عقل۔ علماء نے اس میں یہ تطبیق دی کہ نور مصطفیٰ کی اولیت حقیقی ہے اور بقیہ اشیاء کی اضافی یا عرفی' اس کی تفصیل یہ ہے:

نور مصطفیٰ ﷺ کی اولیت حقیقی اس وجہ سے ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بعد میں جو تفصیل ہے اس سے ظاہر ہے کہ دوسری تمام مخلوقات اسی نور سے بنی ہیں۔

عرش اور قلم میں ترجیح اسی کو ہے کہ عرش مقدم ہے۔ ابن ابی حازم[4] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اللہ نے لوح محفوظ کو پانچ برسوں کی مسافت کی لمبائی اور چوڑائی میں پیدا فرمایا' پھر مخلوق کی آفرینش سے پہلے قلم سے فرمایا اور وہ عرش پر تھا کہ لکھ' قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ فرمایا: اپنی مخلوقات کے بارے میں جو کچھ میرا علم ہے اسے لکھ۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ عرش کی تخلیق قلم سے پہلے ہے اور یہی حدیث اس کی بھی دلیل ہے کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی اس لیے کہ اس میں تصریح ہے کہ مخلوق کی آفرینش سے پہلے قلم پیدا ہوچکا تھا اور عقل بھی مخلوق ہی ہے۔ پانی اور عرش بھی مخلوق ہیں مگر چونکہ ان کی تقدیم احادیث سے ثابت ہے اس لیے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

نیز بیہقی[5] نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت کیا کہ فرمایا: سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ لکھ' اس نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ تو فرمایا: تقدیر لکھ تو اس دن سے قیام قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب لکھ لیا' اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ عقل قلم کے بعد پیدا کی گئی بلکہ نافع[6] بن یزید حمیری رضی اللہ عنہ کی روایت میں صاف صاف ہے: اس کا عرش پانی پر تھا پھر قلم پیدا فرمایا۔

---

[1] شرح المواہب للزرقانی۔ ج۱ ص ۴۶-۴۷ [2] فتاویٰ رشیدیہ۔ ص ۸۵۔ مطبوعہ کراچی
[3] ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ صٓ۔ ج۲ ص ۱۵۶ [4] فتح الباری۔ ج۶ ص ۲۸۹ [5] ایضاً [6] ایضاً

پانی، عرش، قلم، عقل کی اولیت عرفی ہے اس بنیاد پر کہ مقصود آفرینش آسمان وزمین ہیں اور جو کچھ اس کے مابین ہے ان کی پیدائش سے پہلے یہ چاروں چیزیں پیدا کی گئیں۔

کان الله ولم یکن شیئ غیره

اللہ تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کتاب التوحید میں ہے "ولم یکن شیئ قبله" بخاری کے علاوہ میں ہے "ولم یکن شیئ معه" اس سے پہلے کچھ نہ تھا، اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، سب کا مفاد ایک ہے۔ "کان" کی اسناد جب اللہ عزوجل یا اس کی صفات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد ازلیت مطلقہ ہوتی ہے جس کی کوئی ابتداء نہ ہو جو عدم سے منزہ ہے اور جب مخلوقات کی طرف ہوتی ہے تو اس سے حدوث مراد ہوتا ہے، یعنی ایک وقت تھا کہ یہ موجود نہ تھی، معدوم تھی پھر وجود میں آئی۔

۱۷۱۲- ح: [اَخْبَرَ جُمِیْعَ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "جمیع ماکان ومایکون" کی خبر دی

۱۷۱۲- عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ.

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک بار کھڑے ہوئے تو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے اپنی جگہوں میں اور دوزخیوں کے اپنی جگہوں میں داخل ہونے تک کی ہمیں خبر دی۔ اسے جس نے یاد رکھا یاد رکھا اور جو بھول گیا بھول گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ماکان ومایکون" کا علم تھا

اس حدیث کے مطابق ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع "ماکان ومایکون" کا علم عطا فرمایا تھا یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جتنی مخلوقات موجود ہو چکی ہیں یا موجود ہے یا آئندہ ہوں گی ان سب کا علم عطا فرمایا۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات چونکہ واجب غیر مخلوق ہیں وہ "وماکان ومایکون" میں داخل نہیں اگرچہ ذات وصفات کا علم کثیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے مگر وہ اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح ممتنعات، محالات اور وہ چیزیں جن کا وجود ممکن ہے مگر وہ کبھی موجود نہ ہوئیں یا نہ ہوں گی وہ بھی "ماکان ومایکون" میں داخل نہیں، اگرچہ ان کا علم کثیر وافر بلکہ اوفر حاصل ہے۔ اسی طرح قیامت کے بعد کے احوال بھی داخل نہیں اگرچہ ان کا بھی کثیر وافر بلکہ اوفر علم حاصل ہے۔ قیام قیامت اس میں داخل ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ داخل ہے اور اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح میں سند الحفاظ علامہ ابن حجر[1] لکھتے ہیں:

ودل ذٰلك علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذٰلك الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد وفی تیسیر ایراد ذٰلك كله فی مجلس واحد من

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی اور جب تک فنا ہوگی اور جب تک اٹھائی جائے گی سب بیان فرما دیا اور یہ بیان شروع آفرینش اور دنیا اور محشر سب کو محیط تھا اور ان سب

[1] فتح الباری۔ ج ٦ ص ۲۹۱

خوارق العادة امر عظیم۔ کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری[1] میں اسی حدیث کے تحت رقمطراز ہیں:

فیه دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الی انتهائها وفی ایراد ذلك كله فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادة.

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے اور ان سب کا ایک ہی مجلس میں بیان فرما دینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرمایا جسے علامہ احمد خطیب[2] قسطلانی اور حضرت ملا علی[3] قاری نے نقل فرما کر برقرار رکھا:

ودل ذلك علی انه اخبر بجمیع احوال المخلوقات مُنذُ ابتدات اِلٰی ان تفنی والٰی ان تبعث وهٰذا من خوارق العادة ففیه تیسیر القول الكثیر فی الزمن القلیل.

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے آفرینش کی ابتداء ہوئی یہاں تک کہ فنا ہو گی یہاں تک کہ پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرما دیا اور یہ معجزہ کی اتنی باتیں تھوڑے زمانے میں بیان فرمانا آسان ہو گیا۔

یہ پانچ شارحین متفق اللسان ہو کر لکھ رہے ہیں کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مجلس میں ابتداء آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک تمام مخلوقات کے کل حالات کی خبر دی خواہ وہ مبدأ سے متعلق ہوں یا معاش سے یا معاد سے، حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کی بھی خبر دے دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی بتا دیا کون جنتی ہے اور کون دوزخی، اسی کا نام "جمیع ما كان وما یكون" کا علم ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ اسلاف کا عقیدہ یہی تھا کہ حضور اقدس ﷺ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم تھے۔ ہمارا یہ عقیدہ اسلاف کے عقیدے کے مطابق ہے۔

اس کی مؤید احادیث

(۱) اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ امام احمد[4] نے اپنی مسند میں اور بخاری[5] نے کتاب القدر، مسلم[6] نے فتن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

لقد خطبنا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم خطبة ماترك فیها شیئا الی قیام الساعة الاذكره علمه من علمه وجهله من جهله ان كنت لاری الشئی قد نسیت فاعرف مایعرف الرجل اذا غاب الرجل فراٰه فعرفه.

نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا جس کا تذکرہ نہ فرمایا ہو (یعنی سب کا تذکرہ فرمایا) اسے جانا جس نے جانا، جو نہ جان سکا نہ جان سکا، میں بھولی ہوئی کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شدہ آدمی کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا ہے۔

(۲) امام احمد[7] اور امام مسلم[8] نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا:

---

[1] عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۱۲۰ [2] ارشاد الساری۔ ج ۵ ص ۲۵۰ [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
[4] مسند امام احمد۔ ج ۵ ص ۳۸۵ [5] بخاری۔ باب: قوله وكان امر الله قدرا مقدورا۔ ج ۲ ص ۹۷۷
[6] مسلم۔ ج ۲ ص ۳۹۰ [7] مسند امام احمد۔ ج ۵ ص ۳۴۱ [8] مسلم۔ کتاب الفتن۔ ج ۲ ص ۳۹۰

صَلّٰی بنا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلٰوة الصبح فصعد الْمنبر فخطبنا حتّٰی حضرت الظهر ثم نزل فصلی الظهر ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی العصر فصعد المنبر فخطبنا حتی غابت الشمس فحدثنا فبما کان وما هو کائن فاعلمنا احفظنا.

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ دینا شروع فرمایا: یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دینے لگے پھر عصر پڑھی اسی طرح خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس خطبے میں وہ سب بیان فرمایا' جو ہو چکا تھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے' ہم میں سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔

(۳) امام ترمذی[۱] نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے فرمایا:

صلی بنا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یوما صلٰوة العصر بنهار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الٰی قیام الساعة الا اخبرنا به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه.

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی' پھر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ اس کی ہمیں خبر دے دی' جس نے یاد رکھا یاد رکھا جو بھول گیا بھول گیا۔

(۴) نیز طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد استاذ امام بخاری نے کتاب الفتن میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والٰی ماهو کائن فیها الی یوم القیمة کانما انظر الٰی کفی هٰذه جلیانًا من الله جلی کما جلی للنبین من قبلی.

بے شک اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی تو میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو' اس روشنی کے سبب جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہے جیسے میرے سے پہلے انبیاء کو عطا فرمائی تھی۔

اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں' امام احمد خطیب قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں' علامہ ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض میں' علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے مواہب کی شرح میں بہ طور سند ذکر فرمایا ہے۔

(۵) امام احمد نے مسند[۲] میں' امام بخاری نے تاریخ میں' طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے فرمایا:

قام فینا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم مقاما فاخبرنا بما یکون فی امته الی یوم القیمٰة وعاهٗ من وعاه ونسیه من نسیه.

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر اپنی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بتا دیا' جس نے یاد رکھا یاد رکھا' جو بھول گیا بھول گیا۔

(۶) امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر فرمایا:

هٰذا حدیث حسن وفی الباب عن المغیرة بن شعبة وابی زید بن اخطب وحذیفة وابی مریم ذکره

یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں مغیرہ بن شعبہ' ابو زید بن اخطب' حذیفہ اور ابو مریم رضی اللہ عنہم سے حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ

[۱] ترمذی۔ کتاب الفتن۔ باب: ما اخبر به النبی ﷺ اصحابه بما هو کائن الٰی یوم القیمة۔ ج ۲ ص ۴۲۔ [۲] مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۵۴

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدّثھم بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ. نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب ان سے بیان فرمایا۔

حضرت مغیرہ، حضرت ابوزید، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کی احادیث مع حوالہ جات اوپر مذکور ہوئیں۔ حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور کوئی حوالہ نہیں ملا، مگر جب امام ترمذی نے فرمایا ہے تو وہ ضرور حق ہے۔

سر دست چھ حدیثیں ہم نے ذکر کی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو روز آفرینش سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کی خبر تھی بلکہ جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کو آپ نے بیان فرما دیا یہی "جمیع""ما کان وما یکون" ہے۔

۱۷۱۳- ح: [شَتْمُ ابْنِ اٰدَمَ اللّٰهَ]

ابن آدم کا اللہ تعالیٰ کو گالی دینا

۱۷۱۳- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ شَتَمَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَمَا يَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ يَّشْتِمَنِیْ وَيُكَذِّبُنِیْ وَمَا يَنْبَغِیْ لَهٗ اَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّایَ فَقَوْلُهٗ اِنَّ لِیْ وَلَدًا. وَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ فَقَوْلُهٗ لَنْ يُّعِيْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ. (بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ اخلاص۔ ص ۲۔ ۷۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: آدمی مجھے گالی دیتا ہے اور اسے یہ مناسب نہیں کہ مجھے گالی دے، وہ مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اسے لائق نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے اور اس کا جھٹلانا اس کا یہ کہنا ہے جیسے مجھے پیدا فرما دیا دوبارہ نہیں پیدا فرمائے گا۔

شتم...... (گالی)

"شتم" گالی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے مرتبہ کو گھٹانے والی ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے اولاد کا قول اس کے نقص کو لازم ہے کیونکہ یہ صاحب اولاد کے ممکن اور حادث ہونے کو مستلزم ہے، اسی طرح فنا کے بعد دوبارہ زندہ کرنے سے انکار اس کی قدرت کا انکار ہے، کسی چیز کی ایجاد مشکل ہوتی ہے مگر ایجاد کے بعد دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے۔ جب اللہ عزوجل نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے تو یہ کہنا کہ دوبارہ پھر انہیں نہیں بنا سکتا، اس کی قدرت کا انکار ہے اور اس کی قدرت کو جھٹلانا ہے۔

۱۷۱۴- ح: [اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ]

بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے

۱۷۱۴- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ نے مخلوق کے پیدا فرمانے کا ارادہ فرما لیا تو اس نے اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھا، یہ عرش پر ہے: بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ تعالی ویحذرکم اللہ نفسہ ص ۱۱۰۱، باب: وکان عرشہ علی الماء ص ۱۱۰۴، باب: قولہ تعالی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص ۱۱۱۰، باب: قول اللہ تعالی بل ھو قران مجید فی لوح محفوظ ص ۱۱۲۷، مسلم۔ کتاب التوبہ، نسائی۔ کتاب نعت، ابن ماجہ۔ کتاب الزہد، مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۲۴۲، وغیرہ)

کتاب التوحید میں "غلبت" کے بجائے "سبقت" ہے۔ پہلے کا معنی یہ ہے کہ رحمت بہ نسبت غضب کے زیادہ ہے۔ دوسرے کا

معنی یہ ہے کہ پہلے رحمت فرماتا ہوں پھر بعد میں کسی جرم پر غضب فرماتا ہوں۔ دونوں معنی ظاہر ہیں۔ رحمت کے معنی کسی کی طرف دل کے جھکنے کے ہیں، یہاں اس کا لازم مراد ہے یعنی کسی کو بلا استحقاق عطا کرنا، غضب کے معنی نفس کے جوش اور ہیجان کے ہیں۔ یہاں اس کا لازم مراد ہے یعنی کسی کو سزا دینے کا ارادہ کرنا۔ اللہ عزوجل کا کرم ہے کہ ساری مخلوقات کو وجود عطا فرماتا ہے، اس کی زندگی کے لوازم مہیا فرماتا ہے۔ یہ اس کی رحمت ہے اور غضب کسی جرم پر فرماتا ہے اور اکثر معاف فرما دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ — زمینیں سات ہیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:۱۲).

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہیں کے برابر زمینیں۔

(ص ۴۵۳)

توضیح باب

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمینیں بھی سات ہیں۔ اس سے مراد یا تو زمین کے سات حصے ہیں جنہیں ہفت اقلیم کہا جاتا ہے یا یہ کہ زمین کے بھی تہ بہ تہ سات طبق ہیں مگر چونکہ یہ تمام طبقات ملے ہوئے ہیں، بیچ میں کوئی فصل نہیں اس لیے زمین کے لیے قرآن مجید میں واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور آسمانوں کے طبقات میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اس لیے انہیں سماوات جمع کے صیغے سے تعبیر کیا گیا۔

زمین کے سات طبقات ہونے کی تقدیر پر ہر طبقے کے درمیان فاصلہ ہے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے استدلال کیا جاتا ہے جسے امام حاکم اور بیہقی نے روایت کیا، بیہقی نے اسے شاذ کہا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

ای سبع ارضین وفی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیکم وعیسٰی کعیسکم ونبی کنبیکم

"مثلھن" کا معنی یہ ہے کہ زمینیں بھی سات ہیں اور ہر زمین میں ایک آدم تمہارے آدم کی طرح ہے اور ایک نوح ہیں تمہارے نوح کے مثل اور ایک ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کے مثل اور ایک عیسیٰ ہیں تمہارے عیسیٰ کے مثل اور ایک نبی ہیں تمہارے نبی کے مثل۔

مگر یہ اثر آیۂ کریمہ "خاتم النبیین" کے صریح معارض ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اس معنی میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد کسی کو دنیا بھر میں کہیں نبوت ملنی شرعاً محال ہے، اس لیے حضور کے زمانے میں یا حضور کے زمانے کے بعد کسی کو منصب نبوت نہ ملا ہے نہ ملے گا، جو اس کو جائز جانے کافر ہے۔ تفصیل کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہ بإباءہ ختم النبوۃ" اور خادم کا رسالہ "منصفانہ جائزہ" کا مطالعہ کریں۔

اس اثر کو صحیح ماننے کی بنا پر لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھ اور نبی موجود تھے اس لیے یہ اثر قابل قبول نہیں۔

رہ گیا اس اثر اور آیۂ کریمہ خاتم النبیین کے درمیان تطبیق کی جو کوشش ماضی قریب میں لوگوں نے کی ہے، مثلاً دیوبندی جماعت کے بانی قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنے فتاویٰ میں تو اپنی عہد کے علماء نے ان سب کے

تار و پود ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔

اس کے بعد امام بخاری زمین و آسمان کے متعلق قرآن کریم میں مذکور چند کلمات کی تفسیر فرماتے ہیں۔ سورۂ والطور میں فرمایا: ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ (الطور:۵)...... اور قسم ہے بلند چھت کی' اس سے مراد آسمان ہیں۔ سورۂ نازعات میں ہے...... رَفَعَ ﴿سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا﴾ (النازعات:۲۸)...... اس میں "سمك" سے مراد بنا ہے یعنی عمارت۔ سورۂ ذاریات میں وارد ہے...... وَالسَّمَآءِ ذَاتِ ﴿الْحُبُكِ﴾ (الذاریات:۷)...... قسم مزین آسمان کی' اس میں "حُبُك" کے معنی استوار اور حسن کے ہیں۔

سورۂ انشقاق میں آیا ہے: ﴿وَاَذِنَتْ﴾ (الانشقاق:۲) لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ...... اس میں "اَذِنَتْ" بہ معنی "سَمِعَتْ واطاعَتْ" ہے یعنی اپنے رب کا حکم سنے اور مانے اور اسے یہی لائق ہے' اسی میں ہے: ﴿وَاَلْقَت مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ﴾ (الانشقاق:۴)...... اس کی تفسیر میں فرمایا: "اَخْرَجَتْ ﴿مَا فِيهَا﴾ (الانشقاق:۴) مِنَ الْمَوْتٰى ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ (الانشقاق:۴) عَنْهُ"...... اور جب زمین ان سب کو باہر کر دے جو اس کے اندر ہے اور خالی ہو جائے یعنی زمین کے اندر کے مردے باہر نکل پڑیں۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ زمین کے اندر جو خزانے دفینے ہیں ان کو باہر پھینک دے' مراد یہ ہے کہ جو مردے زمین میں دفن ہیں ان کو باہر نکال دے۔

سورۂ والشمس میں فرمایا: وَالْاَرْضِ وَمَا ﴿طَحٰهَا﴾ (الشمس:۶)...... اس کی تفسیر میں فرمایا: "دَحٰهَا" یعنی پھیلایا۔ سورۂ نازعات میں ہے...... فَاِذَا هُمْ ﴿بِالسَّاهِرَةِ﴾ (النازعات:۱۴)...... پس وہ لوگ کھلے میدان میں پڑے ہوں گے۔ "الساهره" کی تفسیر میں فرمایا: "وَجْهُ الْاَرْضِ كَانَ فِيهَا الْحَيَوَانِ نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ"۔ "ساهره" کے معنی زمین کی سطح ہے جس میں جانداروں کا سونا اور جاگنا ہوتا ہے۔

توضیح

"وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ" سے آسمان مراد ہے۔ یہ امام مجاہد کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ارشاد ہے جو باب ذکر الملئکۃ میں آرہا ہے' مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے عرش مراد ہے۔ "ذات الحبك" سے ستاروں سے مزین آسمان مراد ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ امام ضحاک نے فرمایا کہ اس سے ستارے مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے کہکشاں مراد ہے۔ "ساهره" سے روئے زمین مراد ہے' یہ عکرمہ کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المقدس کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔

یہ ثابت کرنے کے لیے کہ زمینیں سات ہیں امام بخاری نے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی جس میں فرمایا گیا کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لی اس کے گلے میں اتنی زمین کے ساتوں طبق طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی کہ جس نے کسی کی زمین ناحق کچھ بھی لی وہ ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ یہ اور تیسری حدیث حضرت سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہ کی ذکر کی جو ام المؤمنین کی حدیث کے ہم معنی ہے' یہ تینوں حدیثیں نزہۃ القاری[1] میں گزر چکی ہیں۔

۱۷۱۵- ح: [اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ]
زمانہ پلٹ کر اسی حالت میں آگیا جس پر اس دن تھا جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تھا

۱۷۱۵- عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ پلٹ کر اسی حالت پر آگیا جس پر اس دن تھا جس دن اللہ نے

[1] نزہۃ القاری کتاب المظالم والقصاص۔ ج ۳ ص ۵۷۹۔ بالترتیب رقم: ۱۳۹۵۔۱۳۹۶۔۱۳۹۴

كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ.

آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے۔ ان میں سے چار حرام (حرمت والے) ہیں۔ تین مسلسل ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(بخاری۔ کتاب العلم۔ باب: رب مبلغ اوعٰی من سامع۔ ج۱ ص۱۶، کتاب المناسک۔ باب: الخطبة ایام منی۔ ص۲۳۵، ج۲۔ کتاب المغازی۔ باب: حجة الوداع ص۶۳۲، کتاب التفسیر۔ سورۂ توبہ۔ باب: ان عدة الشهور اثنا عشر ص۶۷۲، کتاب الاضاحی۔ باب: من قال الاضحی یوم النحر ص۸۳۳، کتاب الفتن۔ باب: لاترجعوا بعدی کفارا ص۱۰۴۸، کتاب التوحید۔ باب: قول الله وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة ص۱۱۰۹، مسلم۔ کتاب الدیات، نسائی۔ کتاب الحج۔ کتاب العلم، ابن ماجہ۔ مقدمہ، دارمی۔ کتاب المناقب، مسند امام احمد۔ ج۵ ص۳۷)

یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر دس ذوالحجہ کو سورج بلند ہونے کے بعد چاشت[1] کے وقت جمرات[2] کے درمیان دیا تھا، اس حدیث کے کچھ حصے کتاب العلم[3] میں مذکور ہو چکے ہیں۔ یہ حصہ وہاں مروی نہ تھا اس لیے اسے یہاں لکھا۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ اپنی اغراض فاسدہ کے لیے اشہر حُرم کو آگے پیچھے کر دیتے، مثلاً لڑائی ہوتی رہی اگر شہر حرام آجاتا تو اعلان کر دیتے کہ امسال شہر حرام ایک ماہ بعد ہوگا، دو ماہ بعد ہوگا، مثلاً لڑائی کے دوران ذوقعدہ آگیا تو کہہ دیا: اب دو ماہ بعد آئے گا، اس کے نتیجے میں اشہر حرم کی ترتیب آگے پیچھے ہو جاتی، اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا:

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ. (براءۃ:۳۷) مہینے کا پیچھے ہٹانا کفر میں زیادتی ہی ہوتی ہے۔

یہ یوں کہ اللہ عزوجل نے جس مہینے کو حرام (حرمت والا) بنایا اسے حلال کر لیا، یہ ایک کفر ہوا اور جسے اللہ نے حلال بنایا تھا اسے حرام کر لیا، یہ دوسرا کفر ہوا۔ اب جب کہ اسلام آگیا تو اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، ہر سال پہلا مہینہ محرم اور حرام اور پھر ساتواں رجب حرام پھر گیارہواں ذوقعدہ ذوالحجہ حرام اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ رجب مضر، مُضَر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انیسویں دادا کا اسم گرامی ہے، وہ اس مہینے کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے، اس لیے رجب مُضر کہا جاتا تھا۔ ''بین جمادی و شعبان'' اس کی قطعی تعیین کے لیے ہے۔ ''نسیئ'' کی وجہ سے چونکہ اسے بھی آگے پیچھے کر دیتے تھے، اس لیے اس کی قطعی تعیین کی ضرورت محسوس ہوئی۔

بَابٌ فِى النُّجُوْمِ (ص۴۵۴) ستاروں کا بیان

ت ۵۸۴ - وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ (الملک:۵) خُلِقَ هٰذِهِ النُّجُوْمُ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ.

اور قتادہ نے کہا: (اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:) اور بلاشبہہ ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے مزین فرمایا۔ یہ ستارے تین فائدوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں: آسمان کی زینت کے لیے اور شیطانوں کو سنگسار کرنے کے لیے اور علامتیں ہیں جن سے راستہ جانا جاتا ہے۔ جس نے ان کے علاوہ اور کوئی تاویل کی اس نے غلطی کی اور علم سے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور اس کا تکلف کیا جس کا اسے علم نہیں۔

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب المناسک۔ باب: ای وقت یخطب بمنیٰ۔ ج۱ ص۲۷۰ [2] بخاری۔ کتاب المناسک۔ باب: الخطبة ایام منیٰ ص۲۳۵

[3] نزہۃ القاری۔ کتاب العلم۔ ج۱ ص۳۴۵۔۳۴۶۔ رقم: ۵۷

اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اخیر میں ہے: جاہلوں نے ان ستاروں سے آئندہ کی پیشین گوئی ایجاد کر لی ہے۔ کہتے ہیں: فلاں پچھتر میں درخت گاڑے گا تو ایسا ہوگا اور جو فلاں پچھتر میں سفر کرے گا تو ایسا ہوگا اور میری جان کی قسم! ہر پچھتر میں لمبے، ٹھگنے، سرخ، سفید، اچھے، برے سبھی پیدا ہوتے ہیں۔ ستاروں، چوپایوں، چڑیوں کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔

علم نجوم حق ہے مگر اس میں مشغول ہونا اب منسوخ ہے، ستاروں کی وضع رفتار دیکھ کر آئندہ کی بات بتانا ممنوع ہے اور ستاروں کو اس میں بالذات مؤثر جاننا کفر ہے لیکن ان کو علامات سمجھ کر کوئی قیاس کرنا کفر تو نہیں مگر لایعنی ہے۔ بڑے بڑے رمال وجفار جوتشیوں کی باتیں آئے دن غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں۔ ہندو شادی کی لگن پر بڑا اعتماد رکھتے ہیں مگر کیا ان کی ہر شادی راس آتی ہے، جو حال مسلمانوں کا ہے وہی حال ہندوؤں کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مسلمانوں کے یہاں طلاق کی وجہ سے نااتفاقی کی تشہیر ہو جاتی ہے، ان کے یہاں طلاق نہیں اس لیے بہر صورت بہر قیمت مردوں کو اپنی بیویاں رکھنی پڑتی ہیں۔ ہندوؤں کی داستان کے بموجب رام چندر کی شادی کی ساعت اس وقت کے سب سے بڑے جوتشی نے نکالی تھی مگر انجام یہ ہوا کہ ان کی شادی کے بعد ان پر طرح طرح کے مصائب نازل ہونے لگے، بن باس ہوئے، راون سیتا کو اٹھا کر لے گیا، جنگ کرنی پڑی، اجودھیا واپس آکر تخت پر بیٹھے تو بھی چین نہ ملا، بالآخر سر جوندی میں ڈوب کر مکتی حاصل کی۔

ستارے کہاں ہیں؟

ہم نے اپنی کتاب ''اسلام اور چاند کا سفر'' میں احادیث، اقوال سلف سے ثابت کیا ہے کہ ستارے آسمان کے نیچے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا:

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۳۳، یٰس: ۴۰) ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے ۝

مدارک میں فرمایا:

''الفلك موج مكفوف تحت السماء''۔ علاوہ ازیں حضرت سلیمان فارسی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ فرمایا: ''واللفظ للاول''۔ (فتح الباری۔ ج ۶ ص ۲۹۴)

النجوم كلها معلقة كالقناديل من السماء الدنيا كتعليق القناديل في المساجد. تمام ستارے آسمان میں یوں قندیلوں کی طرح لٹکے ہوئے ہیں جیسے مسجدوں میں قندیلیں لٹکی ہوتی ہیں۔

امام قتادہ نے ستاروں کے یہ تینوں فوائد قرآن مجید سے اخذ فرمائے ہیں، اسی آیت کے متصل فرمایا:

وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ. (الملک: ۵) اور ہم نے انہیں شیاطین کو پھینک کر مارنے کے لیے بنایا ہے۔

سورہ یونس میں فرمایا:

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۝ (یونس: ۵) اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو ۝

سورہ نحل میں فرمایا:

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (النحل: ۱۶) اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں ۝

سورج کے لیے یہ منزلیں ہیں: ربیع کے لیے حمل، ثور، جوزاء، گرمی کے لیے سرطان، اسد، سنبلہ، خریف کے لیے میزان، عقرب،

قوس۔ سردی کے لیے جدی، دلو، حوت، جنہیں سورج تین سو پینسٹھ دن میں طے کرتا ہے۔ ایک برج میں ایک ماہ رہتا ہے۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، چاند یہ منزلیں انتیس یا تیس دن میں طے کرتا ہے، ہر برج میں اس کی تقریباً اڑھائی منزلیں ہیں۔

(تفصیل کے لیے ''اسلام اور چاند کا سفر'' کا مطالعہ کریں۔ ۱۲ منہ)

چونکہ زمین کی پیداوار میں چاند اور سورج کو بہت دخل ہے اس مناسبت سے امام بخاری اس باب میں قرآن کریم میں وارد چند نباتات کی تفسیر فرماتے ہیں۔

سورۂ کہف میں فرمایا: ''فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ'' (الکہف: ۴۵) آسمان کے پانی کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہو کر نکلا، پھر سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوا اڑاتی ہے۔

فرمایا: ''ھشیم'' کے معنی: متغیر کے ہیں، یعنی وہ بدل جاتا ہے، بدل کر سوکھی گھاس ہو جاتا ہے۔

سورۂ عبس میں فرمایا: ''وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا'' (عبس: ۳۱) اور میوے اور دوب پیدا کیا۔

فرماتے ہیں: ''ابٌّ'' وہ سبزی ہے جسے جانور کھاتے ہیں یعنی چارہ، جیسے دوب اور دوسری گھاسیں۔

سورۂ رحمٰن میں فرمایا: ''وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ'' (الرحمٰن: ۱۰) اور زمین مخلوق کے لیے رکھی۔

اس میں لفظ ''اَنَام'' کے معنی بتائے کہ مخلوق ہے۔

برزخ کا لفظ قرآن کریم میں تین جگہ آیا ہے: سورۂ مومنون، سورۂ فرقان، سورۂ رحمٰن، میں اس کے معنی بتائے کہ حاجب ہے، آڑ، حد فاصل۔

سورۃ النبا میں فرمایا: ''وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا'' (النبا:) اور گھنے باغ۔ ''اَلْفَافًا'' کی تفسیر حضرت مجاہد سے نقل فرمائی۔

''مُلْتَفَّةً'' ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے، سورۂ عبس میں فرمایا: ''وَحَدَآئِقَ غُلْبًا'' اور گھنے باغ۔

امام مجاہد نے فرمایا: ''اَلْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ'' آپس میں لپٹے ہوئے۔ ''اَلْفَافًا''، ''لِفٌّ'' کی جمع ہے۔ ''یا لفیفٌ'' کی۔ دونوں قول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ ''لِفٌّ'' واحد بھی ہے اور جمع بھی۔ بولتے ہیں: ''جَنَّةٌ لِفٌّ وَجَنَّاتٌ لِفٌّ''۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا: ''وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا'' (البقرہ: ۲۲) اور تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا۔

''فراشا'' کی تفسیر ''مِهَادًا'' سے کی یعنی بچھونا، جیسے فرمایا: ''وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ'' (البقرہ: ۳۶) اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے۔

سورۂ اعراف میں فرمایا: ''وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا'' (الاعراف: ۵۸) اور خراب زمین سے بہ مشکل تھوڑا نکلتا ہے۔

''نَكِدًا'' کے معنی بتائے: ''قَلِيْلًا'' تھوڑا، اس باب کے مناسب امام بخاری کی کوئی حدیث نہیں ملی۔

بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ (ص ۴۵۴)

چاند و سورج کی گردش کی کیفیت

ت ۵۸۵ - قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحٰى وَقَالَ غَيْرُهٗ بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ.

امام مجاہد نے فرمایا: چکی کی گردش کی طرح، اور ان کے علاوہ اور دوسرے لوگوں نے کہا: وہ حساب اور منزل جس سے دونوں باہر نہ ہوں۔ ''حسبان'' حساب کی جمع ہے جیسے ''شہاب'' کی جمع ''شہبان''۔

امام مجاہد کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے چکی کا پاٹ گول دائرے میں حرکت کرتا ہے اسی طرح چاند اور سورج بھی ایک دائرے میں گولائی میں حرکت کرتے ہیں یعنی ایک مرکز پر رہتے ہوئے گردش کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان کی حرکت ایک حساب سے متعین ہے' یہ اپنی منزلوں میں رہتے ہوئے حرکت کرتے ہیں' اس سے باہر نہیں ہوتے۔

''حسبان'' مصدر بھی ہے جیسے ''غفران''، ''نعمان'' وغیرہ اور حساب کی جمع بھی ہے جیسے شہاب کی جمع ''شُھبان''۔

سورۂ ''والشمس وضُحٰھا'' میں ﴿ضُحٰهَا﴾ (الشمس:۱)...... کے معنی ''ضَوْءُ ھا'' بتائے' اس کی روشنی۔ سورۂ یٰس میں فرمایا: ''لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَا ﴿اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (یٰس:۴۰)'' سورج کو یہ حق کہ نہیں کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات کو یہ حق دن پر سبقت کرے۔ یعنی ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتی۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ ''سابق النھار'' کی تفسیر فرمائی: ''یَتَطَالَبَانِ حَثِیْثَیْنِ''، ''یَتَطَالَبَانِ'' کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کرنا۔ حثیث کے معنی ہیں: تیزی سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ چاند اور سورج ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے دوڑ رہے ہیں مگر سورج نہ چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ اپنی اپنی مقررہ حدود میں رہ کر گردش کرتے ہیں اور دن رات اپنے اپنے مقرر وقت پر آتے جاتے ہیں' ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔

اسی سورہ میں اس آیت سے پہلے فرمایا: ''وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ﴿نَسْلَخُ﴾ مِنْهُ النَّهَارَ (یٰس:۳۷)'' اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کھینچ لیتے ہیں۔ ''نسلخ'' کی تفسیر فرمائی: دن رات کو ایک دوسرے سے نکالتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو چلاتے ہیں۔

سورۂ حاقہ میں ہے: ''وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ ﴿وَّاهِیَةٌ O﴾ وَالْمَلَكُ عَلٰی ﴿اَرْجَآئِهَا﴾ (الحاقہ:۱۶-۱۷)'' اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن بکھرا ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔

''وَاهِیَةٌ'' کا مادہ ''وَهْیٌ'' ہے جس کے معنی پھٹنے کے ہیں۔ ''ارجاء'' رجا کی جمع ہے' اس کے معنی کنویں کے کنارے کے ہیں' یعنی فرشتے آسمانوں کے ان کناروں پر ہوں گے جو بکھرنے سے محفوظ ہوں گے' یہ ایسے ہی ہے جیسے کہتے ہیں: ''عَلٰی اَجْرَاءِ الْبِیْرِ'' کنویں کے من پر ''رجا'' ناقص یائی ہے یا کو ہمزہ سے بدل دیا۔

سورۂ نازعات میں فرمایا: ''وَ﴿اَغْطَشَ﴾ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا'' (النازعات:۲۹) اور اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی۔

سورۂ انعام میں فرمایا: ''فَلَمَّا ﴿جَنَّ﴾ عَلَیْهِ الَّیْلُ'' (الانعام:۷۶) پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا۔ ''اَغطش'' اور ''جَنَّ'' کے معنی بتائے کہ ''اَظْلَمَ'' ہے یعنی اندھیرا آیا۔

ت ۵۸۶- قَالَ الْحَسَنُ ﴿كُوِّرَتْ﴾ (التکویر:۱) تُكَوَّرُ حَتّٰی یَذْهَبَ ضَوْءُهَا. حضرت حسن نے کہا: آفتاب لپیٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

سورۂ انشقاق میں ہے: ﴿وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ﴾ (الانشقاق:۱۷)...... قسم رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں وہ جمع کرے۔ اس کی تفسیر میں فرمایا: ''جَمَعَ مِنْ دَآبَّةٍ وَّغَیْرِهَا''، ''وَسَقَ'' کے معنی: ''جَمَعَ'' کے ہیں' مراد چوپائے وغیرہ ہیں جو رات میں اپنے اپنے مکانوں میں بسیرا کرنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی میں ہے: ''وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ'' (الانشقاق:۱۸) اور قسم ہے چاند کی جب پورا ہو جائے۔ ﴿اتَّسَقَ﴾ (الانشقاق:۱۸)...... کے معنی ''اِسْتَوٰی'' ہے یعنی برابر ہو جائے پورا ہو جائے۔ سورۂ فرقان میں

ہے: جَعَلَ فِي السَّمَآءِ ﴿بُرُوْجًا﴾ (الفرقان:٦١)......جس نے آسمان میں برج بنائے۔ بروج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔ سورۂ فاطر میں فرمایا: ''وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ'' (فاطر:٢١) سایہ اور تیز دھوپ برابر نہیں۔ حرور کی تفسیر میں فرمایا وہ گرمی جو دن میں سورج کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ت۵۸۷ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرُؤْبَةُ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ.

حضرت ابن عباس اور روبہ نے کہا: ''الحرور'' رات کی سخت گرم ہوا اور ''سموم'' دن کی گرم سخت ہوا لو۔

قرآن مجید میں کئی جگہ ﴿يُوْلِجُ﴾ (الحج:٦١) تولج...... آیا ہے، اس کے معنی ''يُكَوِّرُ'' بتایا: یعنی لپیٹتا ہے۔ سورہ توبہ میں فرمایا: ''وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿وَلِيْجَةً﴾ (التوبہ:١٦)......اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو راز دار نہ بنائیں گے۔ ''وليجة'' کے معنی بتائے۔ ''كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِيْ شَيْءٍ'' ہر وہ چیز جسے تم دوسری میں داخل کرو۔

١٧١٦- ح: [اَلشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ]

کیا تم جانتے ہو سورج کہاں جاتا ہے؟

١٧١٦- عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنَ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا يُقَالُ لَهَا اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (یٰس:٣٨).

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے دریافت فرمایا جس وقت سورج ڈوبا: کیا تم جانتے ہو کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔ ایک وقت بہت جلد آئے گا کہ سجدہ کرے گا اور قبول نہ ہوگا۔ اجازت مانگے گا تو اسے اجازت نہیں ملے گی۔ اس سے کہا جائے گا: جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا، تو مغرب سے نکلے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سورج اپنے مستقر کے لیے چلتا ہے، یہ سب سے زبردست علم والے کا حکم ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ یٰس۔ باب: والشمس تجری لمستقرلها۔ ص۷۰۹، کتاب التوحید۔ باب: وکان عرشه علی الماء ص۱۱۰۴، باب: قول لله تعالٰی تعرج الملئكة والروح اليه ص۱۰۰۵، مسلم۔ کتاب الایمان، ابوداود۔ کتاب الحروف، ترمذی۔ کتاب التفسیر، نسائی۔ کتاب التفسیر)

ابراہیم تیمی کے والد کا نام یزید بن شریک بن طارق تیمی ہے۔ تفسیر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں غروب آفتاب کے وقت مسجد میں تھا کہ وہ سوال و جواب ہوا۔ یہ ارشاد کہ سورج غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور دوبارہ طلوع کی اجازت لے طلوع کرتا ہے یہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے یہ ضروری نہیں کہ سجدے کے لیے پیشانی ہو، ہر چیز کا سجدہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے، ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ. اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ (النحل:۴۹)

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ○ (رحمٰن:۶) ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں ○

رہ گیا کہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سورج غروب کے وقت بھی آسمان میں رہتا ہے۔ اگر زیر عرش سجدہ کرنے جاتا ہے تو اتنی دیر نظر سے غائب ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج بہت تیزی سے زیر عرش جاتا ہے اور آتا ہے جس میں ہمارے منٹ سے بھی کم وقفہ ہوتا ہے اور نظر کا قاعدہ ہے کہ جو چیزیں اس میں نظر آتی ہے وہ غائب ہونے کے بعد بھی کچھ دیر دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لکڑی کے سرے میں آگ جلا کر گھمائیں تو گول دائرہ نظر آتا ہے سورج زیر عرش حاضر ہو کر سجدہ کر کے اتنی جلد واپس آجاتا ہے کہ جانے سے پہلے کا انعکاس نظروں میں باقی رہتا ہے کہ واپس آجاتا ہے اس لیے ہمیں غائب محسوس نہیں ہوتا۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ اپنے جسم مثالی کے ساتھ زیر عرش سجدہ کرتا ہے مگر ہماری اس توجیہ کے بعد جسم مثالی کے قول کی حاجت نہیں۔

اس ارشاد سے کہ فرمایا: اور سورج اپنے مستقر کے لیے چلتا ہے اور آیہ کریمہ: "كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ" سب ایک مدار میں تیرتے ہیں' ثابت ہوا کہ چاند اور سورج خود حرکت کرتے ہیں' ان سب کی حرکت ذاتی ہے' ایسا نہیں کہ یہ سب آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں اور اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو سکتے۔ آسمان حرکت کرتے ہیں' یہ سب انہیں کے تابع ہو کر حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔

فلسفہ جدید بھی اگرچہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ چاند اور سورج حرکت کرتے ہیں مگر وہ سورج میں صرف ایک حرکت مانتے ہیں۔ سورج پچیس دن میں اپنا ایک دورہ پورا کر لیتا ہے' البتہ چاند میں دو حرکتیں[1] مانتے ہیں۔ ایک ذاتی جو مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے' اس کی بدولت چاند گھٹتا بڑھتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ دوسری زمین کے تابع ہو کر روزانہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ زمین کو متحرک مانتے ہیں اور چاند کا مرکز زمین کو قرار دیتے ہیں' آسمان کے منکر ہیں۔

زمین و آسمان ساکن ہیں

مگر اسلامی نظریہ یہ ہے کہ آسمان ہے اور چاند و سورج ستارے سب آسمان کے نیچے ہیں۔ زمین و آسمان ساکن ہیں' ان میں حرکت نہیں' زمین ساکن ہے' اس موضوع پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دو بہت اہم رسالے مطبوع ہیں۔ ایک "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان"۔ اس میں قرآن مجید و آثار صحابہ سے ثابت فرمایا کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ دوسرا "فوز مبین در رد حرکت زمین"۔ اس میں دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا ہے کہ فلسفہ جدید کا یہ ادعا کہ زمین حرکت کرتی ہے' باطل ہے' قابل دید رسالہ ہے۔

دن رات موسم کی تبدیلی سب سورج کی وجہ سے ہے۔ سورج کی دو حرکتیں ہیں: ایک حمائلی' خط جدی جنوب سے خط سرطان شمال کی جانب بروج کے اندر اندر یہ سال بھر میں پوری ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سورج ۲۱ مارچ کو بیچوں بیچ آسمان دائرہ معدل النہار پر برج حمل میں ہوتا ہے' اسے اعتدال ربیعی کہتے ہیں' پھر برج در برج طے کرتا ہوا جانب شمال سرکتا ہے اور ساڑھے تیئس درجے طے کر کے ۲۱ جون کو خط سرطان پر پہنچتا ہے اسے انقلاب صیفی کہتے ہیں' پھر ۲۲ جون کو وہاں سے واپس ہونے لگتا ہے اور برج در برج طے کرتا ہوا ۲۲ ستمبر کو دائرہ معدل النہار پر برج میزان میں داخل ہوتا ہے' اسے اعتدال خریفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد جنوب کی طرف رخ کرتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو خط جدی پر پہنچتا ہے اسے انقلاب شتوی کہتے ہیں۔ یہ بھی معدل النہار سے ساڑھے

---

[1] اسلام اور چاند کا سفر

تیئس درجے جنوب میں ہے۔ برج حمل، برج میزان ایک دوسرے کے مقابل ہیں، ایک ہمارے سر پر ہوگا تو دوسرا ہمارے پاؤں کے نیچے۔ ۲۱ مارچ کو بھی سورج دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے، مگر برج حمل میں اور ۲۲ ستمبر کو بھی دائرہ معدل النہار پر ہوتا ہے مگر اس کے بالمقابل برج میزان میں، اس سے ظاہر ہوگیا کہ سورج کی یہ حرکت حمائلی ہے۔

یہ حرکت اتر دکھن خط مستقیم پر نہیں، سورج کی یہ حرکت مغرب سے مشرق کی جانب ہوتی ہے اسی حرکت کے نتیجے میں موسم کا تغیر وتبدل ہوتا ہے۔ سورج معدل النہار پر یا اس کے قریب ہوگا تو موسم معتدل اور دن رات تقریباً برابر ہوں گے۔ معدل النہار سے جانب شمال جتنی دوری بڑھتی جائے گی گرمی زیادہ ہوتی جائے گی اور جتنا جنوب کی طرف بڑھے گا سردی بڑھتی جائے گی۔

سورج کی دوسری حرکت یومیہ مشرق سے مغرب کی طرف ہوتی ہے، چوبیس گھنٹے میں پوری ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دن رات ہوتے ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ﴾ (الاعراف:۵۷)(ص ۴۵۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں جو کچھ آیا ہے: اللہ وہی ہے جو اس کی رحمت کے آگے مژدہ سناتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے

سورۂ اسراء میں فرمایا: ''فَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ ﴿قَاصِفًا﴾ (الاسراء:۶۹) مِنَ الرِّيْحِ''..... تو تم پر جہاز توڑنے والی ہوا بھیجے۔ ''قاصفا'' کے معنی بتائے: وہ ہوا جو ہر چیز کو توڑ دے۔ سورۂ حجر میں فرمایا: ''وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ'' (الحجر:۲۲)...... اور ہم نے بادلوں کو اٹھانے والی ہوائیں بھیجیں، اس میں...... ﴿لَوَاقِحَ﴾ (الحجر:۲۲) تھا...... اس کی تشریح فرمائی: ''ملاقح ملقحة'' امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ''لواقح مُلْقِحَةٌ'' کی جمع ہے، جو لقح سے باب افعال کا اسم فاعل ہے اور یہ نوادر سے ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں: ''القح الفحل الناقة والريح السحاب ورياح لواقح'' نر نے اونٹنی کو حاملہ کر دیا اور ہوا نے بادل کو اور حاملہ ہوائیں۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ لواقح کے معنی حاملہ کے ہیں، لیکن اس پر کچھ لوگوں کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''لواقح' لاقحة'' کی جمع ہے جس کے معنی حمل والی کے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں فرمایا: ''فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ'' (البقرہ:۲۶۶) تو اس پر ایک آتشیں بگولا آیا جس سے وہ جل گئی...... ﴿اِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:۲۶۶)...... کے معنی بتاتے ہیں تیز ہوا جو زمین سے ستون کی طرح اٹھ کر آسمان کی طرف جاتی ہے جس میں آگ ہو، آتشیں بگولا۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا: ''كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ'' (آل عمران:۱۱۷) ان کی مثل ایسی ہے جیسے وہ ہوا جس میں پالا ہو، ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے مار گئی...... ﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران:۱۱۷)...... کے معنی بتائے ''بَرْدٌ'' پالا۔ (الاعراف:۵۷' الفرقان:۴۸' النمل:۶۳) ''ریاح'' کی صفت ''بشرا'' آیا تھا اس کی تفسیر فرمائی: ''متفرقًا'' یعنی جدا جدا۔

۱۷۱۷- ح: [اِذَا رَاَى مَخِيْلَةً فِى السَّمَآءِ تَغَيَّرَ وَجْهُهٗ]

جب آسمان میں ایسا بادل دیکھتے جس سے پانی برسنے کے آثار ہوں تو رخ انور کا رنگ بدل جاتا

۱۷۱۷- عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَى مَخِيْلَةً فِى السَّمَآءِ اَقْبَلَ وَاَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان میں ایسا بادل دیکھتے جس سے پانی برسنے کے آثار ہوں تو آگے چلتے پھر پیچھے آتے، اندر آتے باہر نکلتے اور رخ انور کا رنگ

وَتَغَيَّرَ وَجْهُهٗ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَدْرِي لَعَلَّهٗ كَمَا قَالَ قَوْمٌ ﴿فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ﴾ (الاحقاف:۲۴) قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ.

بدل جاتا اور جب بادل برسنے لگتا تو یہ کیفیت دور ہوجاتی۔ ام المؤمنین نے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو فرمایا: کیا خبر کہیں یہ ویسا ہی نہ ہو جیسے ایک قوم عاد نے جب عذاب کو بادل کی شکل میں آسمان کے کنارے پھیلا ہوا اپنی بستی کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر مینہ برسنے کو آرہا ہے۔ نہیں بلکہ یہ وہ ہے جس کی تم جلدی مچارہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ احقاف۔ ص ۷۱۵، ترمذی، نسائی۔ کتاب التفسیر)

قوم عاد

یمن میں حضر موت کے قریب ایک ریتلا میدان ہے یہیں ایک شہر احقاف واقع تھا یہاں قوم عاد رہتی تھی، یہ سام بن نوح کے بیٹے ارم کی اولاد تھی، ان کو عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے، انہیں کی نسل سے قوم ثمود ہے جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں[1] ان کی ہدایت کے لیے حضور ہود علیہ السلام ان کے ہم قوم مبعوث ہوئے، قوم عاد نے انہیں جھٹلایا۔ حضرت ہود نے انہیں ڈرایا کہ مجھ پر ایمان نہیں لاؤ گے تو عذاب الٰہی سے تباہ کردیئے جاؤ گے انہوں نے ڈھٹائی سے کہا: دھمکاتے کیا ہیں اگر سچے ہیں تو عذاب لایئے، اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا، آندھی آسمان کے افق پر اس طرح پھیل کر اٹھی جیسے بارش کا بادل اٹھتا ہے۔ حضور ہود علیہ السلام نے فرمایا: دیکھو یہ عذاب آرہا ہے اب بھی ایمان لاؤ، انہوں نے کہا: یہ بارش کا بادل ہے، ہم پر برسنے کے لیے آرہا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے پھر انہیں متنبہ کیا اور فرمایا: یہ بادل نہیں، آندھی عذاب الٰہی ہے، یہ آندھی ان پر صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے مسلسل آٹھ دن سات راتیں رہی۔ دوسرے چہار شنبہ کی شام تک چلتی رہی جس کے اثر سے اموال روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں اڑنے لگے اور یہ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتے، تیز آندھی کی وجہ سے ان کے پھیپھڑے پھٹ پھٹ گئے اور مر کر اس طرح پڑے تھے جیسے کھوکھلے کھجور کے درخت اکھڑ کر گر رہتے ہوں، یہ آندھی مغرب طرف سے آتی تھی جسے دبور کہتے ہیں۔ حدیث گزر چکی: صبا سے میری مدد کی گئی اور دبور سے عاد کو ہلاک کیا گیا، جب ہوا بادل کے ساتھ چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی منظر یاد آجاتا اور عظمت الٰہی کے اثر سے وہ اضطراب طاری ہوجاتا۔

بَابُ ذِكْرِ الْمَلٰئِكَةِ (ص ۴۵۵) فرشتوں کا تذکرہ

''مَلَائِكَة''، ''مَلَك'' کی جمع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا: اصل میں ''مَلْاَكٌ'' تھا جیسے: ''شَمْأَلٌ'' کی جمع ''شَمَائِلِ'' تخفیف کے لیے واحد میں ہمزہ کو حذف کردیا گیا اور جمع میں تانیث کی تاء زائد ہے۔ سیبویہ اور جمہور نے کہا کہ یہ ''اَلْوكَةٌ'' سے بنا ہے، جس کے معنی پیغام رسانی کے ہیں۔ اس کی اصل ''مَالَكٌ'' ہے۔ خلاف قیاس قلب کرکے ہمزہ کی جگہ لام اور لام کی جگہ ہمزہ لائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل ''مَلْكٌ'' ہے، بقوت پکڑنے کے معنی میں۔ ابن ابوعبیدہ نے کہا کہ اس میں میم فاء کلمہ ہے اور ''مَلْك'' سے بنا ہے۔ اس تقدیر پر ''ملائکہ'' ''فعائلہ'' کے وزن پر ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کی جمع املاک افعال کے وزن پر بھی آتی ہے، حالانکہ جس کے ابتداء میں میم زائدہ ہو اس کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی۔

فرشتے مستقل مخلوق ہیں یہ نورانی لطیف جسم رکھتے ہیں، ان کی مخصوص ایک شکل ہے، مگر یہ قوت رکھتے ہیں کہ جو شکل چاہیں اختیار کرسکتے ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ سوتے ہیں نہ اونگھتے ہیں نہ مرد ہیں نہ عورت، نہ یہ شادی بیاہ کرتے ہیں، نہ ان میں توالد و تناسل

[1] جلالین۔ سورۂ والنجم۔ ص ۴۳۹

ہے اور صحیح یہ ہے کہ تمام ملائکہ انبیاء کرام کی طرح معصوم ہیں۔ ہاروت ماروت کا جو قصہ تفاسیر وغیرہ میں مذکور ہے وہ صحیح نہیں۔ یہ مختلف خدمات پر مامور ہیں جس کی تفصیل قرآن وحدیث میں بہ کثرت ہے' ان کی تعداد اتنی ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام بخاری نے ملائکہ کو انبیائے کرام سے پہلے ذکر فرمایا اس لیے کہ ان کی تخلیق پہلے ہوئی ہے اور یہ اللہ عزوجل اور انبیائے کرام کے مابین واسطے ہیں' نیز اللہ عزوجل نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان کا ذکر انبیاء کرام سے پہلے فرمایا ہے۔

ت۵۸۸ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ (الصافات:۱۶۵) الْمَلَائِكَةُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک پر پھیلائے ہوئے ہم (حکم کے منتظر ہیں) اس سے فرشتے مراد ہیں' یعنی یہ ان کا قول ہے۔

اس باب میں امام بخاری نے سب سے پہلے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث معراج ذکر فرمائی' جو مفصل باب المعراج میں آئے گی۔ اس حدیث میں حضرت جبریل کا تذکرہ نام کے ساتھ صراحۃً ہے اور آسمانوں کے دربانوں کا بھی ذکر ہے نام نہیں۔ نیز یہ مذکور ہے کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو ایک بار حاضری دے چکے وہ قیامت تک دوبارہ بازیاب نہ ہوں گے۔

ت۵۸۹ - عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ.

امام حسن بصری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیت المعمور کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

صحیح یہ ہے کہ یہ تعلیق ہے اور مرسل ہے۔ امام حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام بخاری اس تعلیق کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث معراج کو بیت المعمور کے ساتھ ابوسعید بن عروبہ اور ہشام دستوائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر ہمام بن یحییٰ نے اصل حدیث عن قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی اور بیت المعمور کا حصہ عن قتادہ عن الحسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ الگ روایت کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس تعلیق کو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں موصولاً روایت کیا ہے اور ان سے اسماعیلی اور ابویعلی بغوی نے روایت کیا۔

بیت معمور

ساتویں آسمان میں زیرعرش کعبہ شریف کے محاذی خاص فرشتوں کی مخصوص عبادت گاہ اور ان کا قبلہ ہے جیسے کعبہ اہل زمین کا ہے۔ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آسمان میں ایک دریا ہے جس کا نام نہر الحیوان (دریائے حیات) ہے جس میں حضرت جبریل روزانہ غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر پر جھاڑتے ہیں تو اس سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں' ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی روزانہ بیت المعمور میں جاتے ہیں۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر کوئی حرج نہیں۔ فضائل میں مقبول ہے' بیت المعمور کہاں ہے اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ساتویں آسمان میں زیرعرش ہے۔

حدیث معراج[1] بہ طریق ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

---

[1] مسند امام احمد۔ ج ۳ ص ۱۴۹' مسلم۔ ج ۱

والسلام کے بارے میں فرمایا: ''اذھو مستند الی البیت المعمور'' وہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں اور معراج کی تمام حدیثیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ساتویں آسمان میں آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔

۱۷۱۸- ح: [اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً] تمہارا مادہ خلقت ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں رکھا جاتا ہے

۱۷۱۸- عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهٗ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور ان کو سچا مانا جاتا ہے کہ تمہاری خلقت تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں جمع رکھی جاتی ہے' پھر چالیس دن منجمد خون رہتا ہے' پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کسی فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں کا حکم کیا جاتا ہے: اس کا عمل اس کی روزی اس کی عمر لکھ۔ یہ بھی لکھ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فصلہ رہ جاتا ہے تو اس کا نوشتہ غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں کا عمل کرنے لگتا ہے اور ایک دوسرا شخص (برے) عمل کرتا رہتا ہے' جب اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر نوشتہ غالب آجاتا ہے تو وہ جنتیوں کا عمل کرنے لگتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: خلق آدم و ذریتہ ص ۴۶۹' ج ۲۔ کتاب القدر ص ۹۷۶۔ کتاب التوحید۔ باب: ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ص ۱۱۱۰' مسلم۔ کتاب القدر' ابوداؤد' ترمذی۔ کتاب القدر' ابن ماجہ۔ کتاب السنۃ)

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو پہلی جلد[1] میں گزر چکی ہے' یہ حدیث پندرہ[2] صحابہ سے مروی ہے' بخاری میں تین صحابہ سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت سہل بن سعد' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت سلیمان اعمش سے چالیس افراد نے روایت کیا ہے۔

ان احدکم

''ان'' ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اس لیے کہ یہ ''حدثنا'' کا مفعول ثانی ہے اور کسرہ بھی درست علیٰ سبیل حکایت۔ جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ رحم میں مرد و عورت کی منتشر منی کو اکٹھا کر کے آپس میں ملا دیتا ہے۔

ثم یبعث اللہ ملکا

اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ جب نطفہ رحم میں پہنچ جاتا ہے تو فرشتہ اس نطفے کو ہتھیلی پر لے کر اللہ عزوجل سے دریافت کرتا ہے: اے پروردگار! مرد ہے یا عورت' اس کا معاملہ کیا ہے' کہاں مرے گا؟ حکم ہوتا ہے: لوح محفوظ میں جا کر دیکھ

[1] نزہۃ القاری۔ ج ۱ ص ۶۵۹' رقم: ۲۲۳
[2] فتح الباری۔ ج ۱۱ ص ۴۷۹

لے۔ فرشتہ لوح محفوظ دیکھ کر اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے' اس پر اطباء کا بھی اتفاق ہے کہ چار مہینے میں اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں۔ چار ماہ ہونے پر بچے کے جسم میں روح آجاتی ہے۔ اطباء نے یہ بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے دل کے مقام پر نقطے کا نشان پڑتا ہے اور روح پڑنے کے بعد سب سے پہلے دل ہی حرکت کرتا ہے۔ مرتے وقت سب کے بعد اس کی حرکت بند ہوتی ہے۔

بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتہ تیسرے اربعین کے بعد جب وہ لوتھرا بن چکتا ہے اس وقت اس کے بارے میں وہ سب لکھتا ہے' پھر روح پھونکی جاتی ہے لیکن مسلم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح پھونکنے کے بعد یہ باتیں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ نووی نے فرمایا کہ بقیہ احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلی اربعین کے بعد ہی فرشتہ آکر چاروں باتیں لکھ لیتا ہے' توجیہ میں فرمایا: ''ثم يبعث الله الملك'' یہ ابتدائی جملہ پر معطوف ہے یعنی ''يجمع احدكم'' پر اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے۔ اب حدیث کی ترتیب یہ ہوئی: چالیس دن تک مرد وعورت کا مادہ ایک جگہ جمع رہتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے' پھر وہ باذن الٰہی وباعلام الٰہی ان چاروں باتوں کو لکھتا ہے' پھر وہ بستہ خون ہوتا ہے' پھر گوشت کا لوتھڑا' پھر روح پھونکی جاتی ہے۔ اخیر کی اربعین پوری ہوتے ہوتے اس کی خلقت تام ہو جاتی ہے' سارے اعضا بن چکتے ہیں' شکل وصورت حلیہ سب درست ہو چکتا ہے مگر چونکہ اس میں جان نہیں اس لیے اسے گوشت کے ٹکڑے سے تعبیر فرمایا۔ امام قاضی عیاض وغیرہ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو احادیث کثیرہ آئی ہیں ان میں مختلف باتیں ہیں مگر ان سب کا حاصل یہ ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچتا ہے اسی وقت سے فرشتہ اس میں باذن الٰہی درجہ بہ درجہ تصرف شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باربع كلمات

بعض روایتوں میں ''باربعة كلمات'' حالانکہ کلمات مؤنث ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے ''باربع'' ہی چاہیے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ معدود جب مبہم ہو تو عدد کی تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہے' یہ چار چیزیں یہ ہیں: عمل' رزق' موت کا وقت' بدبختی ونیک بختی۔

فان الرجل منكم

یہاں سے اخیر تک مرفوع ہے یا موقوف دونوں احتمال ہیں۔ یعنی یہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ مرفوع ہے اور حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

۱۷۱۹- ح: [إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا]

اللہ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا (الخ)

۱۷۱۹- عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ جب کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ اللہ نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا تم بھی اس سے محبت کرو' تو جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر جبریل آسمان والوں کو ندا دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم لوگ

يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ. بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے بعد زمین میں اس کو مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: المقة من الله ص ٨٩٢، کتاب التوحید۔ باب: کلام الرب مع جبریل ص ١١١٥)

امام بخاری نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ یہاں ذکر کیا ہے۔ ایک بہ طریق محمد بن سلام یہ متصل ہے۔ دوسری بہ طریق ابوعاصم یہ معلق ہے، پھر اسے کتاب الادب میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا۔ فرمایا: "عَنْ عمرو بن علی عن ابی عاصم" الخ، البتہ متن میں تھوڑا سا تغیر ہے، یہاں یہ ہے: "نادی جبریل ان الله یحب فلانا" بے شک اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے یہ محبت دوامی اور استمراری ہے جو ہمیشہ رہے گی اور کبھی ختم نہ ہوگی اور کتاب الادب میں ہے: "ان اللّٰہ قد احب فلانا" بے شک اللہ نے فلاں کو محبوب بنالیا۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ محبوب بنالینے کے بعد حضرت جبریل کو ندا فرماتا ہے اور یہ محبت قطعی یقینی ہے "اِنَّ" اور "قَدْ" دو حرف تحقیق کے ساتھ ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری کبھی حدیث متصل کو کہیں بیچ کا واسطہ چھوڑ کر ذکر فرما دیتے ہیں۔

طوفی نے کہا: امام بخاری نے یہ حدیث تو ذکر فرمائی جس میں اللہ عزوجل کے بندے کے ساتھ محبت کا ذکر ہے اور بغض والی حدیث نہیں ذکر فرمائی۔ اسماعیلی نے بہ طریق روح بن عبادہ ابن جریج سے روایت کیا: اللہ عزوجل جب کسی بندے کو مبغوض بنالیتا ہے تو جبریل بھی اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں ندا کر دیتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں کو مبغوض رکھتا ہے تم لوگ بھی اس سے بغض رکھو تو آسمان والے اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس سے بغض رکھا جانے لگتا ہے۔

اس محبت اور بغض کا سبب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، فرمایا: بندہ اللہ کی مرضی کی خواستگاری میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے جبریل! میرا فلاں بندہ میری رضا کا خواستگار ہے سنو میری رحمت اس پر غالب ہے۔ الحدیث

(فتح الباری۔ ج ١٠ ص ٤٦٢)

خود بخاری کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ الحدیث (باب: التواضع۔ ص ٩٦٣)

القبول في الارض

اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی محبت، عظمت اہل زمین کے دل میں ڈال دی جاتی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ پہلے عوام کالانعام کے دلوں میں محبت ہو پھر خواص تک پہنچے یا عوام ہی تک محدود ہو کر رہ جائے۔ یہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ دوسرے پہلے خواص کے دل میں محبت ہو پھر خواص سے عوام تک پہنچے۔ یہ عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے، یہی اس حدیث کا مفاد ہے۔

١٧٢٠- ح: [اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ] فرشتے بادل میں اترتے ہیں اور آسمان میں جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین چوری سے سن لیتے ہیں

١٧٢٠- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ.

روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادل میں اترتے ہیں اور آسمان میں جس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین چوری سے سن لیتے ہیں اور اسے چپکے سے کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ کاہن اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

(بخاری۔ باب: صفة ابليس وجنوده ص ۴۶۴، ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: الكهانة ص ۸۵۷، کتاب الادب۔ باب: قول الرجل للشيء ليس بشيء ص ۹۱۷، کتاب التوحید۔ باب: قرائة الفاجر والمنافق ص ۱۱۲۸، مسلم۔ کتاب الکہانۃ)

یہ حدیث کتاب الطب وغیرہ میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا، فرمایا: وہ کچھ نہیں، اس پر لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کبھی کبھی وہ جو کچھ کہتے ہیں، صحیح ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صحیح بات وہ ہے کہ جن اچک کر اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتے ہیں، جس میں وہ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ یہ سوال کرنے والے حضرت معاویہ بن حکم سلمی ہیں۔ مسلم[1] میں انہیں سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کچھ کام جاہلیت میں کرتے تھے، کاہنوں کے پاس جاتے تھے، فرمایا: مت جاؤ۔

کاہن

کا مصدر کہانت ہے، اس کا اصل معنی ہے: غیب دانی کا دعویٰ کرنا۔ علامہ ابن حجر نے ان کی چار قسمیں لکھی ہیں:

(۱) جس کا کوئی جن مؤکل ہو وہ آسمان سے چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سن کر اسے بتائے۔ حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے بعد جب آسمان پر شیاطین کا داخلہ بند ہو گیا تو یہ قسم تقریباً ختم ہو گئی۔ (۲) کسی کے تابع کوئی جن ہے جو اسے دور نزدیک کی پوشیدہ باتیں بتائے۔ (۳) کچھ انسانوں میں اللہ عزوجل ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اپنی ذکاوت سے اٹکل پچو باتیں بتاتے ہیں ان میں کچھ صحیح بھی ہو جاتی ہیں۔ (۴) تجربے اور قرائن سے پوشیدہ باتوں کو بتانے والے، اسی میں منجم بھی داخل ہیں۔ علم نجوم حق ہے مگر اب اس کا سیکھنا منسوخ ہو گیا۔

رمل

کچھ مخصوص خطوط کھینچ کر پوشیدہ باتیں جاننا یہ علم حق ہے۔ مسلم میں حضرت معاویہ بن حکم کی حدیث کے اخیر میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی سوال کیا تھا: ہم میں کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں، فرمایا: ایک نبی خط کھینچتے تھے، جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو وہ صحیح ہے، یہ نبی حضرت دانیال علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

العنان

"عنان" کے معنی بادل کے ہیں جیسا کہ "هو السحاب" بعض راویوں نے تفسیر کی ہے۔ "وهو السحاب" ارشاد اقدس نہیں اور اراج ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آسمان ہو اور یہی دوسری روایتوں کے مطابق ہے۔ مسلم کی یہ حدیث گزر چکی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھ سے کچھ انصار نے بیان کیا کہ ہم ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک تارا گرا

[1] مسلم۔ باب: تحريم الكهانة۔ ج ۲ ص ۲۳۲

اور روشنی پھیل گئی۔ حضور نے دریافت فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جب اس طرح تارا ٹوٹتا تو تم لوگ کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم یہ کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا مرا ہے۔ فرمایا: یہ تاروں کا ٹوٹنا کسی کے مرنے یا پیدائش پر نہیں ہوتا ہے' ہاں ہمارا پروردگار جب کوئی حکم دیتا ہے تو عرش اٹھانے والے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں پھر ان کے قریب کے فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا تک پہنچتا ہے۔ اب فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو انہیں خبر دیتے ہیں' درجہ بہ درجہ آسمان دنیا تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے' یہیں سے جن چوری سے سن لیتے ہیں' جب وہ جیسی بات تھی ویسی ہی بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح ہوتی ہے لیکن وہ کم وبیش کر دیتے ہیں۔

دوسرے ابواب کی روایتوں میں یہ ہے کہ جن اپنے ولی کے کان میں ڈال دیتا ہے' یہاں الفاظ مختلف ہیں کہیں ''فیقرها'' ہے اور بعض روایتوں میں ''کقرقرة الدجاجة'' مرغی کی آواز کے مثل اور بعض روایتوں میں ''فیقر فی اذنه کما تقر القارورة'' اس کے کان میں یوں ڈالتا ہے جیسے شیشی کی آواز۔ ان سب کا مفاد یہ ہے کہ شیاطین اپنے موکلین کے کانوں میں وہ باتیں مبہم طریقے سے اپنے مخصوص انداز میں ڈالتے ہیں۔ صاف صاف واضح الفاظ میں نہیں کہ جو سنے سمجھ لے۔ ''مائة کذبة'' بہ طور مبالغہ ہے کہ بعض روایتوں میں ''اکثر من مائة کذبة'' ہے۔

۱۷۲۱- ج: [قَالَ لِحَسَّانَ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ] حضرت حسان سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو

۱۷۲۱- عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو اور جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب' دوطریقے سے ص ۵۹۱۔ کتاب الادب۔ باب: هجاء المشرکین ص ۹۰۹' مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ کتاب قضاء مناقب)

اس کے پہلے والی حدیث میں ہے' جو کتاب الصلوٰۃ[1] میں گزر چکی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: ''اجب عنی اللهم ایده بروح القدس'' میری طرف سے جواب دے' اے اللہ! اس کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرما' اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہجو کرنے سے مراد جواب دینا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ مسلسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے' اپنی بد ذات لونڈیوں کو بیہودہ اشعار یاد کرا دیتے تھے جسے وہ عیش وطرب کی محفلوں میں گاتی تھیں' اس پر وہ ارشاد ہوا کہ اے حسان! میری طرف سے جواب دو اور ان کی ہجو بھی کرو۔

وہب نے اپنی جامع میں' عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں بہ طریق محمد بن سیرین روایت کیا۔ مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ہجو کی تو انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ علی کو حکم دیں کہ وہ مشرکین کی ہجو کریں۔ فرمایا: جن لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے ہماری مدد کی ہے وہی اس کا بھی حق رکھتے ہیں کہ اپنی زبانوں سے مدد کریں۔ انصار سمجھ گئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خدمت کو بھی انجام دیں تو حضرت حسان کے پاس کہلایا' وہ خوشی اور فخر کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اگر صنعا اور بصرہ کے مابین جو کچھ ہے سب مل جاتا تو بھی مجھے اس خدمت سے زیادہ محبوب نہ ہوتا لیکن میں قریش کے بارے میں کچھ جانتا نہیں۔ اب حضرت ابوبکر کو حکم ہوا کہ انہیں قریش کے عیوب کرید کرید کر بتاؤ۔

[1] نزھۃ القاری۔ ج ۲۔ ص ۱۵۵۔ رقم: ۳۱۴

کتاب الادب میں حدیث آ رہی ہے کہ حضرت حسان نے از خود اجازت طلب کی تو فرمایا: میرے نسب کو کیا کرو گے' عرض کیا: میں حضور کے نسب کو اس طرح بے داغ بچا لوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔

۱۷۲۲- ح: بنی قریظہ پر حملہ کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام بھی شریک تھے

۱۷۲۲- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا میں بنی غنم کی گلیوں میں جبریل کی سواری سے غبار اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تھے۔

(بخاری۔ ج ۱۔ باب: ذکر الملائکۃ ص ۴۵۷' ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب۔ ص ۵۹۱)

''ذکر الملئکۃ'' میں زقاق کے بجائے ''سِکَّۃ'' ہے۔ اس کے معنی گلی کے ہیں۔ بنی غنم خزرج کے مشہور قبیلہ بنی نجار کی ایک شاخ کا نام ہے' اسی سے سیدنا حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ عرب کے مشہور قبیلہ بنی غنم کے علاوہ ہیں' یہ مدینہ طیبہ کے باشندے نہیں تھے۔

۱۷۲۳- ح: [يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ] اے عائشہ! یہ جبریل (علیہ السلام) تمہیں سلام کہہ رہے ہیں

۱۷۲۳- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى تُرِيدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! جبریل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ ام المؤمنین نے کہا: اور ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ حضور وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھتے۔ آپ کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: فضل عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ص ۵۳۲' ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: من دعا صاحبہ فنقص من اسمہ حرفاً ص ۹۱۵' کتاب الاستیذان۔ باب: تسلیم الرجال علی النساء ص ۹۲۳' باب: اذا قال فلان یقرء ک السلام ص ۹۲۴' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب المناقب' نسائی' کتاب التفسیر)

اس کے بالمقابل ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وارد[1] ہے کہ جبریل امین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آ گئی ہیں کھانے پینے کا سامان لے کر' یہ آ جائیں تو انہیں ان کے رب کی جانب سے سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں موتی کے ایسے گھر کی بشارت دے دیں جس میں نہ شور ہوگا نہ تکان' اس سے علماء نے استدلال فرمایا جو یہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں' اس سلسلہ میں ہم نے اپنا موقف جلد اول[2] میں تحریر کر دیا ہے۔

---

[1] کتاب مناقب۔ باب: تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ ص ۵۳۹ [2] نزہۃ القاری۔ ج ۱ ص ۲۰۲۔ رقم ۲۰

۱۷۲۴- ح: [قَالَ لِجِبْرِيْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا]

حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟

۱۷۲۴- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ (مریم:۶۴) اَلْاٰيَةَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا: جتنا ہمارے پاس آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی: ہم فرشتے نہیں اترتے مگر حضور کے رب کے حکم سے' اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور اس کے درمیان ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ مریم۔ باب: قوله وما نتنزل الا بامر ربك ص ۶۹۱' کتاب التوحید۔ باب: قوله ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ص ۱۱۱۱' نسائی۔ کتاب التفسیر)

ایک بار جبریل امین چالیس دن حاضر نہیں ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! آپ اتنے عرصے کے بعد آئے کہ مجھے آپ کا اشتیاق ہو گیا عرض کیا: مجھے بھی آپ کا اشتیاق تھا مگر میں مامور ہوں حکم ہوا' عرض کر دوں: ہم حضور کے رب کے اذن ہی سے اترتے ہیں۔

اس آیت میں امر سے مراد اذن ہے یا وحی اور بہتر معنی عام مراد لینا ہے' یعنی اللہ عز وجل ہم کو جب کسی کام کے لیے بھیجتا ہے خواہ وہ وحی ہو خواہ کچھ اور تب ہی ہم آسمان سے اترتے ہیں۔

۱۷۲۵- ح: [اَقْرَءَ جِبْرِيْلُ اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ]

جبریل نے سات حروف تک قرآن پڑھایا

۱۷۲۵- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْرَاَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِيْدُهٗ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پڑھایا۔ میں آپ سے زیادہ کا کہتا رہا یہاں تک کہ سات حرف تک نوبت پہنچی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: انزل القرآن على سبعة احرف ص ۷۴۶' مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ)

سات حرفوں سے کیا مراد ہے اس میں دس قول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ ان سے مراد لغات ہیں یا قراءتیں' اس پر بہ قدر ضرورت کلام نزہۃ القاری' ج ۳ ص ۵۶۵' رقم: ۱۳۸۱' میں گزر چکا ہے۔

بَابُ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ فِى السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (ص ۴۵۷)

جب تم میں سے کسی نے آمین کہا اور فرشتوں نے آسمان میں آمین کہا تو جس کا آمین پڑھنا فرشتوں کے موافق ہو گیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے

۱۷۲۶- ح: [لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ]

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے

۱۷۲۶- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو فرشتے نہیں جاتے۔

(بخاری۔ باب: اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسه ص۴۶۸' ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ۵۷۰۔ کتاب اللباس۔ باب: التصاویر ص ۸۸۰' مسلم۔ کتاب اللباس' ترمذی۔ کتاب الاستیذان)

۱۷۲۷- اِنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ حَدَّثَهٗ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهٖ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهٗ.

بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ حضرت زید بن خالد جہنی نے ان سے حدیث بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبیداللہ خولانی بھی تھے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش میں تھے۔ ان دونوں سے حضرت زید بن خالد نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو فرشتے نہیں جاتے۔ بسر نے کہا: اس کے بعد حضرت زید بن خالد بیمار پڑے تو ہم لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے گھر ایک تصویر دار پردہ تھا۔ میں نے عبیداللہ خولانی سے کہا: کیا انہوں نے تصویروں کے بارے میں ہم سے حدیث نہیں بیان کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے: مگر کپڑے میں چھپی ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا بسر نے کہا: نہیں' عبیداللہ نے کہا: ہاں! اسے ذکر کیا ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: التصاویر ص ۸۸۱' مسلم۔ کتاب اللباس' نسائی۔ کتاب الزینت)

۱۷۲۸- عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آنے کا وعدہ کیا تھا (مگر آئے نہیں پوچھنے پر بتایا) کہ ہم لوگ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: لاتدخل الملٰئكة بيتا فيه صور ص ۸۸۱)

یہاں قصہ یہ ہے کہ باب کا جو عنوان ہے "اذا قال احدکم. امین (الحدیث)" یہ مستقل حدیث ہے اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے جو اس سے پہلے والی حدیث "اَلْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ" کی ہے۔ چنانچہ کتاب الصلوٰۃ میں بہ طریق عبداللہ بن یوسف "قال اخبرنا مالك عن ابی الزناد" مروی ہے اور یہاں بہ طریق ابوالیمان "انا شعیب ثنا ابوالزناد" ہے اس لیے یہاں بجائے باب کے "وبهذا الاسناد" یا "وبه قال وغیره" ہونا چاہیے جیسا کہ اسماعیلی نے کہا ہے ابوذر کی روایت میں "باب" نہیں لیکن

ایسا کوئی کلمہ بھی نہیں جو یہ بتائے کہ یہ اسی سند کے ساتھ مروی ہے جو اس سے پہلے والی حدیث کی ہے۔ یہ سب حدیثیں اصل باب "ذکر الملئکة" کے تحت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو باب "اذا وقع الذباب" میں مذکور ہے، صرف "ولا صورة" ہے، تماثیل نہیں۔ اسی طرح کتاب اللباس میں صیغہ جمع کے ساتھ "ولا تصاویر" ہے اور کتاب المغازی میں "لاصورة" کے بعد یہ زائد ہے "یرید صورة التماثیل اللتی فیها الا رواح" مراد وہ تصویریں ہیں جن میں روحیں ہوں۔

ہر تصویر حرام ہے خواہ کاغذ پر ہو یا مجسمہ

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ وہ مجسم ہو، خواہ کاغذ پر، خواہ کپڑے پر، خواہ کسی دھات کے پتر پر اور اس کا گھر میں رکھنا بھی حرام ہے، اگر وہ فرش وغیرہ پر حقارت کے ساتھ نہ ہو۔ یہ تصویریں خواہ ہاتھ سے بنائی گئیں خواہ کیمرہ وغیرہ سے کیونکہ حرمت کی علت صورت سازی یعنی چہرے کی شبیہ بنانا ہے۔ اسی طرح ویڈیو، کیسٹ، ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ بھی حرام ہیں جس پر تفصیلی گفتگو کتاب اللباس باب التصاویر میں ہوگی۔

یہ کہنا کہ حرام صرف مجسمہ ہے، کاغذ وغیرہ پر بنی ہوئی تصویریں حرام نہیں یا صرف ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں، کیمرے وغیرہ سے بنی ہوئی نہیں غلط ہے۔ تمثال کے معنی مطلق تصویر کے بھی ہیں جس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دلیل ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے جس میں یہ ہے: "وِسَادَةٌ فِيهَا تَمَاثِيلُ" گدا جس میں تصویریں تھیں، ظاہر ہے کہ تکیے یا گدے میں مجسمے کے ہونے کا سوال ہی نہیں۔ فتح الباری میں ہے: جمع تمثال وهو الشیء المصور اعم من ان یکون شاخصا او نقشا او دهانا او نسجا فی ثوب وفی روایة بکیر عند مسلم انها نصبت سترا فیه تصاویر۔

(مسلم۔ ج ۲ ص ۲۰۱)

لاتدخل الملائكة

امام نووی نے فرمایا کہ اس سے مراد ملائکہ رحمت و استغفار ہیں کیونکہ کراماً کاتبین اور محافظین ہر وقت انسان کے ساتھ ہوتے ہیں کسی وقت جدا نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں کتے سے مراد وہ کتا ہے جس کا پالنا جائز نہیں۔ حدیث گزر چکی ہے کہ مویشی، کھیت یا گھر وغیرہ کی حفاظت اور شکار کے لیے کتے پالنا جائز ہے۔ صحیح یہی ہے کہ جن کتوں کا پالنا جائز ہے وہ اگر گھر میں ہوں یا تصویر حقارت و ذلت کے ساتھ ہو تو فرشتے گھر میں آتے ہیں ورنہ ان کو گھر میں رہنے دینا ممنوع ہوتا اس لیے کہ حدیث میں تصویر رکھنے کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ فرشتے اندر نہیں آتے۔

الا رقم فی ثوب

امام نووی نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ تصویریں ہیں جو غیر ذی روح کی ہوں مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر مطلقاً جائز ہے خواہ کپڑے پر ہو یا کہیں بھی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ارشاد ممانعت سے پہلے کا ہو جیسا کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث[1] سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصویر دار پردے کو دیکھ کر فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا۔ اس حدیث میں پردے ہی کی تصویر کے بارے میں وہ ارشاد ہے لیکن پھر یہ شبہہ رہ جاتا ہے کہ تاریخ معلوم نہیں، اس لیے ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ ام المومنین کا واقعہ ایک قول کی بنا پر غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا تھا مگر پھر بھی قطعی طور

[1] کتاب اللباس۔ باب: ماوطئ من التصاویر ص ۸۸۰

پر اسے ناسخ نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ یہ امکان ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بعد کی ہو۔

اقول وھو المستعان: اصل جواب یہ ہے کہ اب کپڑے پر تصویر کا مسئلہ حرمت و حلت کے مابین دائر ہو گیا اور ایسے موقع پر ترجیح حرمت کو ہو گی۔

۱۷۲۹- ح: [قِرَاءَةُ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِ﴾ (الزخرف:۷۷)]

حضرت ابن مسعود کی قراءت ﴿ونادو یامال﴾ ہے

۱۷۲۹- عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷) قَالَ سُفْيَانُ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَنَادَوْا يَا مَالِ.

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر تلاوت کرتے ہوئے سنا' اور جہنمی پکاریں گے: اے مالک! سفیان نے کہا: عبداللہ بن مسعود کی قراءت یامالِ ہے۔

(بخاری۔ باب: صفۃ النار ص ۳۶۲' ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ حم الزخرف۔ ص ۷۱۳' مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ' ابوداؤد۔ کتاب الحروف' نسائی۔ کتاب التفسیر و حروف)

کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے: ''لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ'' دوزخیوں کے قول کی حکایت ہے کہ دوزخ میں عذاب کی شدت کی تاب نہ لا کر دوزخ کے خازن کو پکاریں گے: اے مالک! تیرے رب کو چاہیے کہ ہمارا کام تمام کر دے' وہ ایک ہزار سال کے بعد جواب دیں گے: تم ہمیشہ اسی میں رہو گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ترخیم کے ساتھ یامال ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ہے۔

۱۷۳۰- ح:

طائف میں تشریف لے جانے پر پہاڑ کے فرشتے کی عرض

۱۷۳۰- حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالَيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ

عروہ نے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات نے ان سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: حضور پر احد سے بھی زیادہ کوئی دن سخت آیا ہے؟ فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں' ان میں سب سے سخت یوم عقبہ تھا' جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا تھا۔ اس نے میرا پیغام قبول نہیں کیا۔ میں غمزدہ واپس چلا آیا' قرن الثعالب پر پہنچا تو غم ہلکا ہوا۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے اور اس میں جبریل ہیں۔ انہوں نے مجھے پکارا اور کہا: آپ کی قوم نے آپ سے جو کہا جو جواب دیا اللہ نے سن لیا اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے' آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ اب پہاڑوں کے فرشتے

فَنَادَانِیْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَیْهِمُ الْاَخْشَبَیْنِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَحْدَهٗ لَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا۔

نے مجھے پکارا۔ پہلے مجھ پر سلام کیا، پھر عرض کیا: اے محمد! حضور کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو اخشبین پہاڑوں کو ان پر ڈھا دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التوحید۔ باب: و کان اللہ سمیعا بصیرا ص ۱۰۹۹، نسائی۔ کتاب نعوت)

ابن عبد یالیل

اس کا نام کنانہ تھا، یہ طائف کے صف اول کے سرداروں میں تھا۔ ابن اسحاق اور ابن عقبہ نے کہا کہ کنانہ بن عبد یالیل ۱۰ھ میں طائف کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا، اسی بناء پر علامہ عبد البر نے الاستیعاب میں اسے صحابہ میں شمار کیا ہے، مگر امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ طائف کے سب لوگ مشرف باسلام ہو گئے مگر یہ محروم رہا، بھاگ کر روم چلا گیا اور وہیں مرا۔

قرن الثعالب

یہ مکہ معظمہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک پہاڑی ہے، اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں جو اہل نجد کی میقات ہے جو بڑے پہاڑ سے کٹی ہوئی ہے۔ قابسی نے نقل کیا کہ قرن راء کے سکون کے ساتھ پہاڑی کے معنی میں ہے اور قَرَن راء کے فتحہ کے ساتھ اس کے قریب گزرنے والا راستہ۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال اور ابو طالب کے انتقال کے بعد بعثت کے دسویں سال مکہ والوں کے مسلسل انکار و متواتر ایذاء رسانیوں سے بددل ہو کر حضور اقدس ﷺ طائف تشریف لے گئے کہ شاید یہ لوگ ایمان قبول کر لیں۔ طائف کے رؤساء میں یہ تین بھائی عبد یالیل، مسعود، حبیب سب سے ممتاز تھے، ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی، ان اشقیاء نے جو گستاخانہ جوابات دیئے وہ عبرت انگیز ہیں۔ ایک نے کہا: اگر اللہ نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا: تیرے علاوہ اللہ کو اور کوئی نہیں ملا۔ تیسرے نے کہا: میں کسی طرح تجھ سے بات نہیں کر سکتا، اگر تو سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا بے ادبی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس قابل کہاں کہ تجھ سے بات کی جائے۔

ان بدطینتوں نے اسی پر بس نہیں کیا، بازاریوں کو اکسایا کہ ہنسی اڑائیں، بدقماش دورویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، ہر طرف سے پاؤں پر پتھر برسانے لگے، پاؤں لہولہان ہو گیا، جب نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے، جب چلنے لگتے پھر پتھر برسانے لگتے، گالیاں دیتے، تالیاں بجاتے، آخر ایک انگور کے باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا اس نے اپنے غلام عداس کے ذریعہ ایک طشتری میں رکھ کر انگور بھیجے۔[1]

الاخشبین

"اخشب" کے معنی کم گوشت والی مضبوط ہڈی ہے، اس سے مراد جبل ابو قبیس ہے اور اس کے بالمقابل جو پہاڑ ہے وہ یا تو قیقعان ہے یا اس کے قریب جو سرخ پہاڑ ہے وہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اجازت دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں چپکا دوں جس کے اندر اہل مکہ کچل کر رہ جائیں یا یہ کہ ان دونوں پہاڑوں کو ان کے سروں پر ٹپک دوں جس کے نیچے دب کر رہ جائیں، مگر

[1] مدارج النبوۃ۔ ج ۲ ص ۵۰۔۴۹

رحمت عالم ﷺ نے یہ گوارا نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا: انہیں رہنے دو مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میری امت میں داخل ہوگی اور یہی ہوا کہ ۹ھ میں سارا مکہ مشرف باسلام ہوگیا۔

۱۷۳۱- ح: [حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ]

حضرت ابن مسعود نے حدیث بیان کی کہ (جبریل) کے چھ سو بازو ہیں

۱۷۳۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى○ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى○﴾ (النجم:۹-۱۰) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

ابواسحٰق شیبانی نے کہا: میں نے زر بن جیش رضی اللہ عنہ سے پوچھا- اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں کہ فرمایا: تو دو کمانوں کی مقدار قریب ہوگیا یا اس سے بھی کم ○ پھر اپنے بندے کی جانب وحی کی جو وحی کی○ تو انہوں نے کہا کہ ابن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضور نے جبریل کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں۔

(بخاری۔باب: اذا قال احدکم آمین۔ج ۲۔کتاب التفسیر۔سورۂ والنجم۔باب: فكان قاب قوسين او ادنى' باب: فاوحى الى عبده ما اوحى ص ۷۲۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے اس آیت میں قرب جبریل مراد ہے حالانکہ جبریل ہی قاصد بن کر حاضر ہوئے تھے شروع ہی سے ساتھ تھے۔ اس کے ازالے کے لیے فرمایا کہ جبریل کی اصل ملکوتی شکل سے قرب مراد ہے۔ اس تقدیر پر "فاوحی" کی ضمیر مستتر کا مرجع جبریل ہوں گے جو "شديد القوى" سے مراد ہے اور "عبده" کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے جو معہود فی الذہن ہے۔

لیکن صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہاں قرب سے مراد قرب الٰہی ہے اور "فاوحی" کی ضمیر مستتر اور "عبده" کی ضمیر مجرور متصل سب کا مرجع اللہ عزوجل ہے: "عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى" سے مراد اللہ عزوجل ہے جیسا کہ امام حسن بصری نے فرمایا اور اس کے بعد کہ تمام ضمیریں اسی طرف لوٹ رہی ہیں۔ اس میں ضمیروں کے مرجع میں انتشار نہیں' بہ خلاف پہلی صورت کے کہ "عبده" کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ اللہ عزوجل ہے اس میں انتشار مراجع ہے۔ نیز اضمار بغیر ذکر لازم آئے گا اگرچہ اس کی تاویل یہ صحیح ہے کہ اللہ عزوجل حاضر فی الذہن ہے مگر تاویل خلاف ظاہر پر حمل کرنے کا نام ہے اور جب کسی کلام کا ظاہر معنی درست ہو تو تاویل بلاضرورت ہے اسی لیے راجح یہی ہے کہ "فاستوى" سے لے کر "الى عبده" تک تمام ضمیروں کا مرجع "شديد القوى" ہے جس سے مراد اللہ عزوجل ہے' اب معنی یہ ہوئے پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر خود اتر آیا یہاں تک کہ اس جلوے اور بندے میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اب اس نے اپنے بندے کی جانب وحی فرمائی جو فرمائی۔

۱۷۳۲- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم:۱۸) قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ: بلاشبہ اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ ان نشانیوں میں سے وہ سبز کپڑا ہے جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک لیا تھا۔

(بخاری۔ج ۲۔کتاب التفسیر۔سورۂ والنجم۔باب: لقد رای من آيات ربه الكبرى ص ۷۲۰)

صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس آیت میں آیات کبریٰ سے مراد وہ تمام عجائب ونوادر ہیں جنہیں حضور اقدس ﷺ نے شب معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ اس سے مراد جبریل امین ہیں جو سبز حلے میں اپنی ملکوتی

شکل میں جلوہ فرماتے کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور اتنے عظیم تھے کہ آسمان ان سے بھر گئے تھے۔

۱۷۳۳ - انبانا القاسم عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت من زعم ان محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم رای ربه فقد اعظم ولكن قد رای جبريل في صورته وخلقه سادا ما بين الافق.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو یہ گمان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے بہت بڑی بات کہہ دی اور ہاں انہوں نے جبریل کو ان کی ملکوتی صورت اور خلقت میں دیکھا کہ کنارۂ آسمان کے درمیانی حصے کو بھرے ہوئے تھے۔

۱۷۳۴ - عن مسروق قال قلت لعائشة رضي الله تعالى عنها فاين قوله ﴿ثم دنى فتدلّٰى ○ فكان قاب قوسين او ادنٰى ○﴾ (النجم:۸-۹) قالت ذلك جبريل كان ياتيه في صورة الرجل وانه اتاه هذه المرة في صورته التي هي صورته فسد الافق.

مسروق نے کہا: اس پر ام المومنین حضرت عائشہ سے میں نے عرض کیا: پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ فرمایا: پھر وہ قریب ہوا پھر خوب اتر آیا○ پھر دونوں کے درمیان دو کمان بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا○ فرمایا: یہ جبریل تھے۔ حضور کی خدمت اقدس میں انسانی شکل میں حاضر ہوتے تھے اور اس دفعہ اپنی اس صورت میں حاضر ہوئے جو ان کی ملکوتی ہے جس نے افق بھر دیا۔

(بخاری۔ باب: صفة النار ص ۳۶۲، کتاب التفسیر۔ سورہ حم الزخرف۔ ص ۷۱۳، مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد۔ کتاب الحروف، نسائی۔ کتاب التفسیر۔ کتاب الحروف)

شب معراج میں دیدار الٰہی فرمایا یا نہیں؟

شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا یا نہیں، یہ مسئلہ صحابہ کرام کے عہد مبارک سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ حضرت عائشہ کا قول یہ ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کا دیدار نہیں فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایک قول یہی منقول ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول یہ ہے کہ دیدار ہوا اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک قول یہی مروی ہے۔ صحیح، مختار اور جمہور سلف وخلف کا مذہب یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ عزوجل کا دیدار فرمایا۔ کعب احبار، امام حسن بصری، امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری نے اسی کو اختیار فرمایا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ہے: "منبه المنية بوصول الحبيب الى العرش والروية"۔

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو دولت کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا۔

یہی ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے میرے رب نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسیٰ سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد! مواجہہ بخشا۔

حدیث میں "کفاحا" کا لفظ ہے۔ مجمع بحار الانوار میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں:

ای مواجهة ليس بينهما حجاب ولا رسول. اس طرح آمنے سامنے ہونا کہ درمیان میں نہ پردہ ہو اور نہ

کوئی پیغام بر۔

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں' وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کا وصف بیان فرمارہے تھے' میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور......(اصل مسودہ میں یہ عبارت اسی طرح لکھی گئی ہے)

ترمذی[1] میں حضرت امام شعبی سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرفہ میں کچھ دریافت کرنے کے لیے کعب احبار سے ملاقات کی تو کعب نے اتنی بلند آواز میں تکبیر پڑھی کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ ابن عباس نے کہا: ہم بنو ہاشم ہیں' اس پر کعب نے کہا کہ اللہ عزوجل نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو محمد اور موسیٰ کے مابین تقسیم فرمادیا۔ موسیٰ سے دو بار کلام فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ مسروق نے کہا: میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا' اس پر ام المومنین نے فرمایا: تو نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں نے عرض کیا: ٹھہریئے! پھر میں نے یہ آیت تلاوت کی: ''لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰیO'' (النجم:۱۸) تو فرمایا: یہ جبریل ہیں' جو تجھے یہ خبر دے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا' تو اس نے بہت بڑا جھوٹ کہا۔

اسی[2] میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ طریق عکرمہ مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا' کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَO'' (الانعام:۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہےO فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے اس نور کی تجلی ڈالے جو اس کا نور ہے۔ اسی میں ابو سلمہ سے انہیں کا قول آیۂ کریمہ ''وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیO عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیO اِلٰی' اَوْ اَدْنٰی'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا۔ مسلم[3] میں بہ طریق محمد بن بشار اور بہ طریق حجاز بن شاعر عبداللہ شفیق سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہوتی تو پوچھا ہوتا: کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے پوچھا ہے' فرمایا: میں نے نور دیکھا۔ اس سے پہلے بہ طریق ابوبکر بن شیبہ جو روایت انہیں سے ہے اس میں یہ ہے کہ فرمایا: نور ہے' کہاں دیکھتا؟ اس روایت میں ہے کہ وہ نور ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں' ایک یہ کہ اللہ عزوجل کا نور ہونا بہ ذریعۂ وحی معلوم تھا اس بنا پر فرمایا دیکھ کر نہیں فرمایا' اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں تعارض ہوجائے گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ جلوہ دیکھا اور دیکھ کر جانا کہ وہ نور ہے' اس تقدیر پر دونوں روایتوں میں مطابقت ہوجائے گی۔ اب آگے جو فرمایا: ''انی اراہ'' کہاں دیکھتا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو دیکھا کہ نور ہے مگر اس کی تابانی کی وجہ سے اور مزید یہ کچھ نہ دیکھ پایا یعنی پوری ذات کا مشاہدہ نہ کر پایا۔

بزار[4] نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نور اعظم کو دیکھا اور یہ بالکل واضح ہے کہ نور اعظم جلوہ باری عزاسمہ ہی ہے۔ ابن اسحٰق نے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرایا: کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ ابن عباس نے کہلایا: ہاں! دیکھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر انکار نہیں فرمایا: ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اسے صحیح تسلیم کرلیا' اس لیے ان کا مذہب بھی یہی ہوا۔

لالکائی[5] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ یہ

---

[1] ترمذی۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورہ والنجم۔ ص ۱۶۰ [2] ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورہ والنجم۔ ص ۱۶۱

[3] مسلم۔ ج ا ص ۹۹۔ باب: قولہ ولقد راہ نزلۃ اخری [4] فتح الباری۔ ج ۸ ص ۲۰۹ [5] عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۱۴۳

سات صحابہ کرام ہوئے جن میں سے چھ نے صراحۃً رؤیت باری کو روایت کیا اور حضرت ابن عمر کے سکوت سے ثابت ہوا۔

امام عبدالرزاق نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ امام ابن خزیمہ نے حضرت عروہ بن زبیر سے بھی روایت کیا ہے کہ ان کا قول بھی اثبات رؤیت ہے اور جب ان کے سامنے ام المومنین کے انکار کا تذکرہ ہوتا تو ان پر سخت اعتراض کرتے۔ یہی حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ اور کعب احبار' امام زہری اور ان کے تلمیذ معمر اور دوسرے بہت سے لوگوں کا مذہب ہے۔

نقاش نے حضرت امام احمد کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ فرمایا: میں ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ اپنی آنکھوں سے دیکھا' کہتے رہے یہاں تک کہ ان کی سانس ٹوٹ گئی۔ امام المتکلمین حضرت ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے' انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہر وہ معجزہ جو کسی نبی کو دیا گیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا' ان پر مزید رؤیت باری عطا فرمائی اور کسی کو عطا نہ ہوئی۔

پھر یہ اختلاف ہوا کہ چشم سر سے دیکھا کہ دل سے' حضرت ابن عباس سے دونوں قول مروی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ دل سے دیکھا' اس تقدیر پر حضرت ام المومنین اور ان کے قول میں تعارض دفع کیا جا سکتا ہے کہ ام المومنین چشم سر سے دیکھنے کی نفی کر رہی ہیں اور ابن عباس رؤیت قلبی کو مانتے ہیں۔

ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں رؤیت بصری کے حق ہونے پر بہت طویل کلام کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب دونوں اقوال میں یہ تطبیق دی ہے کہ دو مرتبہ دیدار ہوا' ایک مرتبہ چشم سر اور ایک مرتبہ دل سے۔

مگر اس خادم کی معلومات کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب صحیح و راجح یہی ہے کہ چشم سر سے دیکھا' اس لیے کہ آیۃ کریمہ: "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ" (بنی اسرائیل:۶۰) اور اے نبی! ہم نے تم کو جلوہ دکھایا تھا وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہے' کی تفسیر حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے "رویة عین لا رویة قلب" یہ جلوہ چشم سر سے تھا نہ کہ دل سے۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں عکرمہ اور ضحاک حضرت ابن عباس کی ایک طویل حدیث ذکر کی جس کے اخیر میں ہے: جب میرے رب نے اپنی رؤیت سے مجھے اعزاز بخشا اس طرح کہ میری آنکھ کو میرے دل میں کر دیا تو میری آنکھ نے اس کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

رہ گیا ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا وہ ان کا اجتہاد ہے۔ آیۃ کریمہ: "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" کا مطلب انہوں نے یہ اخذ فرمایا کہ اس سے مراد صرف دیکھنا ہے۔ اس لیے وہ فرمایا' لیکن یہاں مراد احاطہ ہے۔ اب اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی' وہ ہر چیز کو احاطہ فرمائے ہوئے ہے' اس سے مطلق رؤیت کی نفی لازم نہیں۔

لیکن علامہ ابن حجر نے اس پر تعقب فرمایا ہے کہ مسلم[1] میں مسروق سے ہے کہ میں نے ام المومنین سے عرض کیا: کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا ہے: اور بلاشبہ انہوں نے اس کو افق اعلیٰ میں دیکھا' اور فرمایا: اور بلاشبہ دوسری بار دیکھا۔ ام المومنین نے فرمایا: میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا' فرمایا: یہ جبریل تھے' میں نے ان کو ان شکل میں جس میں وہ پیدا کیے گئے ہیں ان دونوں مرتبہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا' میں نے ان کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا' ان کے عظیم جسے نے آسمان و زمین کی درمیانی فضا کو بھر دیا۔

اقول وھو المستعان: اس خصوص میں روایات متعارض ہیں اور کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوشش میں کوئی خاص فائدہ نہیں۔

[1] مسلم۔ ج۱ ص۹۸۔ کتاب الایمان۔ باب: قول اللہ عزوجل ولقد راٰہ نزلة اُخریٰ

نیز ترجیح وتزییف کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں تطبیق ممکن نہ ہو۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جبریل امین کو بھی ان کی خلقی ملکوتی شکل میں دیکھا اور اللہ عزوجل کا بھی دیدار کیا' دونوں میں منافات نہیں ۔ابتداءً جبریل کو دیکھا ہو اور پھر دیدار الٰہی فرمایا ہو:'' فللّٰہ الحجة البالغة''۔

۱۷۳۵- ح: [اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ]

جب کوئی اپنی بیوی کو بلائے اور وہ انکار کرے (الخ)

۱۷۳۵- عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی جانب بلائے اور وہ انکار کرے جس پر شوہر غصے میں رات بسر کرے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ص ۷۸۲ 'دو طریقے سے 'مسلم۔ کتاب النکاح' ابوداود۔ کتاب النکاح۔ باب: ملائکہ)

''لیلًا'' یہ قید نہیں بلکہ چونکہ اغلب واکثر رات ہی کو یہ معاملہ ہوتا ہے اس لیے اسے ذکر فرمایا ورنہ حکم عام ہے خواہ دن کو بلائے خواہ رات کو' اسی طرح ''حتّٰی تصبح'' کا ذکر بھی ''لیلًا'' کی مناسبت سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب تک راضی نہ ہو' جیسا کہ مسلم[1] کی روایت میں یوں مذکور ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جو شخص بھی اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے تو جو لوگ آسمان میں ہیں وہ اس سے ناراض رہیں گے یہاں تک کہ اپنے شوہر کو راضی کرے' اس میں تعمیم ہے نہ رات کا ذکر ہے نہ صبح کا' اسی لیے ابوزائدہ کی روایت میں ''حتّٰی ترجع'' ہے۔

غضبان

یہ وعید اسی صورت میں ہے کہ شوہر اس پر اس کی اس حرکت سے ناراض ہو اور اگر شوہر ناراض نہیں ہوا تو یہ وعید نہیں۔

لَعَنَتْهَا

''لَعَنَتْ'' کے حقیقی معنی رحمت سے دور کرنا ہے جب اس کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف ہو' اور اگر ملائکہ اور انسانوں کی طرف ہو تو مراد اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی دعا ہوتی ہے۔ عرف میں لعنت کبھی صرف گالی' اظہار خفگی' زجر و توبیخ کے لیے ہوتی ہے۔

جب تک کسی شخص کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کفر کی حالت میں مرا ہے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں' اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ کافر مرا۔ اس لیے کہ ایمان یاس مقبول ہے ہوسکتا ہے کہ مرتے مرتے کفر سے توبہ کرلی ہو۔ کون قطعی یقینی طور پر کفر پر مرا ہے یہ صرف اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے ہی معلوم ہوسکتا ہے جیسے فرعون' ہامان' ابوجہل وغیرہ' لیکن احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی معصیت یا گناہ کرنے پر بلا تخصیص فرد مرتکبین پر لعنت جائز ہے۔ یہاں یہی صورت ہے یا یہ کہ حکم مذکور انسان و جن کے لیے ہے' ملائکہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

مسلم کی روایت ''فی السماء'' سے ظاہر ہے کہ یہ لعنت کرنے والے فرشتے ساکنان ملأ اعلیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] مسلم۔ ج ۱ ص ۴۶۴۔ کتاب النکاح۔ باب: تحریم امتناعها من فراش زوجها

۱۷۳۶- ح:

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حلیہ مبارک

۱۷۳۶- عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِی ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ مُوْسٰی رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا کَاَنَّہٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَ ۃَ وَرَاَیْتُ عِیْسٰی رَجُلًا مَرْبُوْعًا مَّرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَی الْحُمْرَۃِ وَالْبَیَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَیْتُ مَالِکًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِیْ اٰیَاتٍ اَرَاھُنَّ اللّٰہُ اِیَّاہُ ﴿فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَائِہٖ﴾ (السجدہ: ۲۳) قَالَ اَنَسٌ وَاَبُوْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمَدِیْنَۃَ مِنَ الدَّجَّالِ۔

ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ اسراء میں، میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی، رنگ دراز قد گھونگھریالے بال والے یا گٹھیلے جسم والے تھے گویا وہ قبیلہ شنوءَ کے فرد ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میانہ قد، سفیدی میں سرخی جھلکتی ہوئی، کھرے بال والے، اور مالک جہنم کے خازن کو اور دجال کو دیکھا، ان نشانیوں میں جو اللہ عزوجل نے انہیں دکھائیں۔ آپ اس سے ملاقات میں شک نہ کریں۔ (السجدہ: ۲۳) حضرت انس اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا: فرشتے مدینہ کی دجال سے حفاظت کرتے ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول اللہ تعالٰی وھل اتاک حدیث موسٰی و کلم اللہ ص۴۸۱، مسلم۔ کتاب الایمان)

جعدًا

جعد کے معنی گھونگھریالے بالوں والے کے بھی ہیں اور گٹھیلے بدن والے کے بھی چونکہ کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت میں یہ ہے:

فاذا ھو اضرب رجل

وہ دبلے بدن کے سیدھے لٹکے ہوئے بال والے تھے، اس لیے یہاں ''جعد'' کے معنی گٹھیلے جسم والے کے ہیں۔ شنوءۃ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے، اس کے افراد لمبے اور گٹھیلے جسم کے ہوتے ہیں۔ ''مربوع'' کے معنی میانہ قد کے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَۃِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّھَا مَخْلُوْقَۃٌ (ص۴۵۹)

جنت کے اوصاف کے بارے میں کیا آیا ہے اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے

توضیح

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور یہ کہ اس وقت بھی موجود ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ ابھی پیدا نہیں کی گئی ہیں۔ قیامت کے بعد پیدا کی جائیں گی، نیز کچھ ملحد مثلاً سرسید احمد[1] بانی علی گڑھ یونیورسٹی یہ کہتے ہیں کہ اپنی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہونے کا نام جنت ہے اور برائیوں کو دیکھ کر کڑھنے کا نام دوزخ ہے، اس سے قبل بھی بہت سے ملحدین کا یہی مذہب تھا حتیٰ کہ شبلی صاحب نے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ کی طرف اس کفر صریح کی نسبت کر دی ہے[2] اس لیے امام بخاری نے خصوصیت سے یہ باب باندھا ہے۔

---

[1] تفسیر القرآن از سرسید
[2] الکلام

جنت کے اصل معنی گھنے باغ کے ہیں جس میں گنجان درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں گتھی ہوں جس کی وجہ سے اس میں دھوپ کا کم گزر ہوتا ہو اور سایہ زیادہ رہتا ہو۔ اس کا مادہ ''جَنّ'' ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں' چونکہ اندھیرے میں چیز چھپ جاتی ہے اسی سے مجنون بہ معنی پاگل ہے کیونکہ اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے' اسی سے قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ. (الانعام:۷۶)　جب ابراہیم پر رات نے اندھیری ڈالی۔

امام بخاری احادیث سے پہلے قرآن مجید میں جنت کے بارے میں جو خاص خاص باتیں مذکور ہیں ان کی تفسیر فرماتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ. (البقرہ:۲۵)

جب بھی ان باغوں سے انہیں کھانے کو کچھ دیا جائے گا تو کہیں گے: یہ تو وہی ہے جو پہلے دیا گیا تھا' انہیں بہ ظاہر ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لیے باغوں میں صاف ستھری بیبیاں ہیں۔

''قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ' مُطَهَّرَةٌ مِّنَ الْحَيْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ'' ابوالعالیہ نے کہا: یہ بیبیاں حیض' پیشاب اور تھوک سے پاک ہوں گی۔ قتادہ کی روایت یہ ہے: گندگی' گناہ سے بھی پاک ہوں گی۔

﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا﴾ اُتُوْا بِشَيْءٍ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ ﴿قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ اُوْتِيْنَا مِنْ قَبْلُ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ (البقرہ:۲۵) يُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَ يَخْتَلِفُ فِي الطَّعْمِ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ.

جب بھی ان کو کچھ دیا جائے یعنی ایک بار پھر دوبارہ دیا جائے گا تو کہیں گے: یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمیں دیا گیا تھا' انہیں بہ ظاہر ملتا جلتا دیا جائے گا کہ ایک جیسا ہوگا مگر مزے میں بدلا ہوگا۔

﴿قُطُوْفُهَا﴾ (الدھر:۱۴) يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ شَاءُوْا　ان کے خوشے قریب ہوں گے جب چاہیں توڑ لیں گے۔

﴿دَانِيَةٌ﴾ (الحاقہ:۲۳) قَرِيْبَةٌ ﴿اَلْاَرَائِكُ﴾ (الکہف:۳۱) السُّرُرُ.　چارپائیاں

''وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ'' آیہ کریمہ: ''وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا'' (الدھر:۱۱) اور انہیں شگفتگی دی اور خوشی۔ کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا: شگفتگی چہرے میں ہوتی ہے اور خوشی دل میں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿سَلْسَبِيْلًا﴾ (الانسان:۱۸) حَدِيْدُ الْجِرْيَةِ...... تیز بہنے والا...... ﴿غَوْلٌ﴾ وَجَعُ الْبَطْنِ...... پیٹ کی تکلیف...... ﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصافات:۴۷) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ...... ان کی عقلیں زائل نہ ہوں گی' یہ آیہ کریمہ: ''لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ'' (الصافات:۴۷) جنتی شراب میں نہ تو خمار ہے اور نہ اس سے ان کا سر پھرے' کی تفسیر ہے۔ ''غول'' کی تفسیر پیٹ کے درد کے ساتھ امام مجاہد سے مروی ہے اور قتادہ نے کہا کہ اس کے معنی درد سر کے ہیں' نیز نشے اور خمار کے بھی ہیں اور یہی راجح ہے...... وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿دِهَاقًا﴾ (النباء:۳۴) مُمْتَلِئًا...... بھرا ہوا...... ﴿كَوَاعِبَ﴾ (النباء:۳۳) نَوَاهِدَ...... ابھرے ہوئے پستانوں والیاں ''کواعب' کاعبة'' کی جمع اور ''نواھد' ناھدة'' کی جمع ''اَلرَّحِيْقُ' اَلْخَمْرُ'' شراب ''اَلتَّسْنِيْمُ يَعْلُوْا شَرَابَ اَهْلِ الْجَنَّةِ'' جو جنتیوں کی شراب کے اوپر ہوگی۔ سورۂ مطففین میں ہے ''وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ'' (المطففین:۲۸) اس کی ملونی تسنیم سے ہے' جنتیوں کو مشک سے مہر بند رحیق نام کی شراب دی جائے گی جس میں تسنیم ملی ہوگی۔ جنتیوں کو تین قسم کی شرابیں ملیں گی۔ شراب طہور' جو نہروں میں بہ کر ہر جنتی کو جہاں رہیں گے وہیں پہنچ جایا کرے گی۔ دوسری رحیق مختوم' یہ دنیا میں شراب سے بچنے کا عوض ہے۔

تیسرے تسنیم جو جنت کی شرابوں میں سب سے اعلیٰ ہوگی۔ یہ عشقِ الٰہی و عشقِ رسول میں جگر سوختگان کو ملے گی...... ﴿خِتَامُهٗ﴾ طِينَهٗ ﴿مِسْكٌ﴾ (المطففین:۲٦)...... جس سے ان پر مہر لگائی جائے گی وہ مشک ہے' بوتل پر لا کھ رکھ کر مہر کرتے ہیں مگر رحیق کے برتن پر مشک رکھ کر مہر کی جائے گی...... ﴿نَضَّاخَتٰنِ﴾ (الرحمٰن:٦٦) فَيَّاضَتَانِ...... اچھلتے ہوئے...... يُقَالُ ﴿مَوْضُوْنَةٌ﴾ (الواقعہ:١٥) مَنْسُوْجَةٌ وَمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ...... بُنی ہوئی یعنی یہ تخت سونے یا جواہرات سے مرصع ہوں گے اسی سے ہے "وضين الناقة" اونٹنی کی جھول "والكُوبُ مالا اذن ولا عروة" پینے کا وہ برتن جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ "والا باريق ذوات الاذان والعرٰى" "اباريق" "ابريق" کی جمع' لوٹے جن میں ٹونٹی بھی ہو اور دستہ بھی ﴿عُرُبًا﴾ (الواقعہ:٣٧) مُثَقَّلَةٌ وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَّصُبُرٍ يُسَمِّيْهَا اَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَاَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ...... "عربا" راء کے ضمے کے ساتھ اس کا واحد "عروب" ہے جیسے "صبور" "صبر" کا اسے اہل مکہ "عربه" اور اہل مدینہ "غنجه" اور اہل عراق "شكله" کہتے ہیں۔

سورۂ واقعہ میں ہے: "فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO عُرُبًا اَتْرَابًاO" (الواقعہ:٣٦۔٣٧) ہم نے حوروں کو کنواری اور پرکشش محبت کرنے والی ہم عمر بنایا' اس کی امام بخاری نے تفسیر فرمائی: "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿رَوْحٌ﴾ (الواقعہ:٨٩) جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ والرَّيْحَانُ الرزق"...... اور امام مجاہد نے کہا: "رَوْحٌ" کے معنی باغ اور آسودگی ہے اور "رَيْحَانٌ" کے معنی روزی کے ہیں۔

سورۂ واقعہ ہی میں فرمایا: "فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ" (الواقعہ:٨٩) تو راحت اور پھول ہے' اس کی تفسیر میں امام مجاہد کا وہ قول نقل فرمایا: "وَالْمَنْضُوْدُ الْمَوْزُ وَالْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَيُقَالُ اَيْضًا لَاشَوْكَ لَهٗ" اسی سورہ میں فرمایا: "فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ" (الواقعہ:٢٩) بے کانٹے کی بیری اور کیلے کے گچھے ہیں۔

امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ "منضود" کے معنی کیلے کے ہیں اور "مخضود" کے معنی بھرا ہوا بوجھل ہے اور کہا جاتا ہے: وہ درخت جس میں کانٹے نہ ہوں "وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ" وہ عورتیں جو اپنے شوہروں سے محبت کرتی ہوں...... "وَيُقَالُ ﴿مَسْكُوْبٌ﴾ (الواقعہ:٣١) جَارٍ ﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (الواقعہ:٣٤) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ"...... "مَسْكُوْبٌ" کے معنی بہنے والا اور "فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ" سے مراد یہ ہے کہ ایک کے اوپر ایک...... ﴿لَغْوًا﴾ (الواقعہ:٣٥) بَاطِلًا ﴿تَاْثِيْمًا﴾ (الواقعہ:٣٥) كَذِبًا...... "لغو" کے معنی بے کار اور تاثیم سے مراد جھوٹ ہے۔

﴿اَفْنَانٌ﴾ (الرحمٰن:٤٨) اَغْصَانٌ ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍO﴾ (الرحمٰن:٥٤) مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ (الرحمٰن:٦٤) سُوْدٌ اوَانٍ مِنَ الرِّيِّ" "افنان" کے معنی شاخیں ہیں۔ "وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ" سے مراد یہ ہے کہ اس کے پھل قریب ہیں "مُدْهَآمَّتٰنِ" کے معنی کالے ہیں' سیرابی کی وجہ سے۔ (سورۂ رحمٰن)

۱۷۳۷- ح: [اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ]

میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر فقراء ہیں

۱۷۳۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جنتی فقراء ہیں اور جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اکثر جہنمی عورتیں ہیں۔

(بخاری ج ۲ کتاب النکاح۔ باب: کفران العشیر ص ۷۸۳' کتاب الرقاق۔ باب: فضل الفقر۔ ص ۹۵۵' باب: صفة اهل الجنة والنار

ص ۹۶۹، مسلم، ترمذی، نسائی)

اس حدیث پر ایک شدید اشکال ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں کوئی مرد بے عورت کے نہ ہوگا۔ ہر مرد کو کم از کم دنیا کی دو عورتیں ملیں گی[1] اس کا حاصل یہ ہوا کہ جنت میں عورتیں کم از کم مردوں کی دگنی ہوں گی۔ امام حکیم ترمذی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ حال ابتداء میں ہوگا کہ عورتیں جنت میں کم ہوں گی، پھر حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جنتیوں میں عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔

اقول وھو المستعان: یہاں تقابل اہل جنت اور اہل دوزخ کا نہیں بلکہ جنت میں جنتیوں کی تعداد کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ اکثر جنتی فقراء ہیں اور دوزخیوں کی تعداد کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ ان میں اکثر عورتیں ہیں۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ جنت میں مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ نیز ایک حدیث میں ہے: ایک کروڑ افراد میں سے صرف ایک جنت میں داخل ہوگا، اس تناسب سے دیکھا جائے تو بالکل واضح ہے کہ جہنم میں بہ نسبت جنت کے عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ترمذی[2] میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے کالے بیل میں ایک سفید بال یا سرخ بیل میں ایک کالا بال۔

۱۷۳۸- خ: [رَأَيْتُنِي امْرَأَةً فِي الْجَنَّةِ وَتَتَوَضَّأُ]

میں نے جنت میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے دیکھا (الخ)

۱۷۳۸- اَخْبَرَنِی سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوْا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى عُمَرُ فَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ میری نظر ایک عورت پر پڑی جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عمر کا ہے تو مجھے ان کی غیرت یاد آگئی اور میں واپس چلا آیا۔ یہ سن کر حضرت عمر روئے اور عرض کیا: میں یا رسول اللہ! کیا آپ پر غیرت کروں گا؟

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب عمر رضی اللہ عنہ۔ ص ۵۲۰، ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: الغیرۃ ص ۷۸۶۔ باب: التعبیر باب القصر فی المنام، باب: الوضوء فی المنام ص ۱۰۴۰، ابن ماجہ)

ترمذی[3] میں یہ ہے کہ میں نے سونے کا ایک محل دیکھا۔ فضائل میں یہ ہے کہ میں نے ایک محل میں دیکھا جس کے صحن میں ایک چھوٹی عمر کی عورت وضو کر رہی تھی۔ کتاب النکاح میں حضرت جابر کی حدیث یہ ہے کہ میں نے چاہا کہ اس محل میں داخل ہوں تو تمہاری غیرت یاد آگئی۔ اسی میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اس مجلس میں تھے۔ عرض میں یہ زائد ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ پر غیرت کروں گا۔

---

[1] مسلم۔ کتاب الجنۃ۔ ج ۲ ص ۳۷۹ [2] ترمذی۔ کتاب صفۃ الجنۃ۔ باب: صفۃ اھل الجنۃ۔ ج ۲ ص ۷۸

[3] ترمذی۔ باب: مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب۔ ج ۲ ص ۲۰۹

تنوضا

جنت میں کوئی عبادت کا مکلف نہ ہوگا' پھر یہ وضو کاہے کے لیے تھا۔ شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی توجیہیں کی ہیں' اس خادم کا ذوق یہ ہے کہ مکلف نہ ہونے کو یہ لازم نہیں کہ جنتی کوئی عبادت نہ کریں۔ بغیر فرض کے بہ طور تشکر عبادت کریں تو کیا استحالہ ہے۔ علاوہ ازیں عارفان حق آگاہ کو ذکر الٰہی میں روحانی لذت ملتی ہے' اس کے لیے بھی عبادت کرسکتے ہیں۔

ذکرك للمشتاق خیر شراب — وکل شراب دونه کسراب

''تیرا تذکرہ شائقین کے لیے سب سے عمدہ شراب ہے اور ہر شراب اس کے سوا سراب ہے''۔

احادیث میں ہے کہ تسبیح' تحمید' تکبیر جنتیوں کے دل میں ڈال دی جائے گی[1] ابھی بخاری میں حدیث آرہی ہے کہ جنتی صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

۱۷۳۹- ح: [اَلْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُوْنَ مِيْلًا]

جنت میں خول دار موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی بلندی تیس میل ہے

۱۷۳۹- عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ مِنْ اَهْلٍ لَّا يَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِيْلًا.

حضرت عبداللہ بن قیس اشعری (ابوموسیٰ) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جنت میں) خولدار موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی بلندی آسمان میں تیس میل ہے۔ اس کے ہر کونے میں مومن کے لیے ایک بیوی ہے جسے دوسری بیبیاں نہیں دیکھ پاتیں اور ابوعبدالصمد اور حارث بن عبید نے ابوعمران سے جو روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ بلندی ساٹھ میل ہوگی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ رحمٰن۔ باب: حور مقصورات فی الخیام ص ۷۲۴' مسلم۔ کتاب صفۃ الجنۃ' ترمذی' نسائی۔ کتاب التفسیر)

کتاب التفسیر میں ہے کہ اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ اخیر میں ہے کہ ان بیبیوں کے پاس مومن جائیں گے۔ یہاں روایت اور تفسیر کی روایت میں یہ تطبیق ہے کہ بلندی تیس میل ہوگی اور چوڑائی ساٹھ میل' مگر مسلم میں بہ طریق ہمام جو روایت ہے اس میں یہی ہے کہ اس کی لمبائی اور بلندی ساٹھ میل ہے' لیکن بہ طریق ابوعبدالصمد کی روایت بھی ہے کہ اس کا عرض ساٹھ میل ہے۔ علامہ نووی نے یہ تطبیق دی کہ اس خیمے کا طول وعرض برابر رہے گا۔ ہوسکتا ہے یہ خیمے مختلف سائز کے ہوں' کچھ ساٹھ میل لمبے اور ساٹھ میل چوڑے اور کچھ ساٹھ میل لمبے اور تیس میل چوڑے۔

۱۷۴۰- ح: [مَا لَا عَيْنٌ رَّاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ]

جنت میں ایسی چیزیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا

۱۷۴۰- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں مہیا کررکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی

---

[1] مسلم۔ کتاب الجنۃ۔ ج ۲ ص ۳۷۹

مَا لَا عَيْنٌ رَّاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَّلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَاُوْا اِنْ ﴿شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (السجدہ:۱۷)۔

کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے۔ اگر چاہو تو پڑھو کہ فرمایا: ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی جو چیزیں ہم نے چھپا رکھی ہیں انہیں کوئی نہیں جانتا۔ (السجدۃ:۱۷)

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ تنزیل السجدہ۔ ص ۷۰۴' تین طریقے سے' کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالٰی یریدون ان یبدلوا کلام الله ص۱۱۱۶' مسلم۔ کتاب صفۃ الجنۃ' ترمذی۔ کتاب التفسیر)

واقرأوا ان شئتم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کا قول ہے جیسا کہ تفسیر میں ہے "قال ابوھریرہ" "اقرأوا" نیز اسی میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ "ذخرا من بله ما اطلعتم علیه" یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ذخیرے مہیا کر رکھے ہیں۔ ان کے سوا جن پر تم کو اطلاع (قرآن وحدیث میں) دی گئی ہے۔ اس عبارت میں "ذخرا' اعددت" کا مفعول بہ ہے۔ "بَلْهَ" اسم فعل "دع" کے معنی میں ہے مگر یہاں "غیر" کے معنی میں ہے۔ اسی لیے اس پر "من" داخل ہوا ہے۔

۱۷۴۱- ح: [دُخُوْلُ اَوَّلِ زُمْرَةٍ فِي الْجَنَّةِ]

جنت میں پہلے پہل داخل ہونے والا گروہ

۱۷۴۱- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ وَاَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کی صورت چودہویں کے چاند کی طرح چمکتی ہوگی نہ انہیں تھوک ہوگا نہ کھنکار اور نہ پیشاب پاخانہ۔ جنت میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کے کنگھے سونے چاندی کے۔ ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگے گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔ ہر ایک کی دو بیبیاں ہوں گی اتنی حسین کہ ان کی پنڈلیوں کے مغز گوشت کے اوپر سے دکھائی دیں گے۔ ان میں نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ بغض۔ ان سب کے دل ایک ہوں گے۔ صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

(اسی کے متصل پھر سات حدیث کے بعد' بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: خلق آدم ص ۴۶۸' ترمذی۔ کتاب صفۃ الجنۃ)

اس کے بعد جو روایت بہ طریق اعرج ہے اس میں یہ زائد ہے: اور ان (پہلے گروہ) کے پیچھے والوں کی صورت سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل ہوگی۔ تیسری روایت جو بہ طریق عبد الرحمٰن بن عمرہ ہے اس میں یہ ہے "كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اضاءة" دوسرے گروہ کی صورت آسمان میں سب سے زیادہ روشن ستارے کے مثل' اور یہ بھی زائد ہے "لا یسقمون" بیمار نہیں پڑیں گے اور کچھ ردوبدل ہے۔ اس میں ہے کہ ان کے برتن سونے چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے۔

يُسَبِّحُوْنَ

اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں جنتیوں پر اگرچہ کوئی چیز واجب نہیں مگر بہ طور تشکر یا روحانی تلذذ' جنتی ذکر الٰہی کریں گے۔

قال مجاهد

امام مجاہد نے کہا: ''ابکار'' شروع فجر اور ''عشی'' سورج ڈھلنے سے غروب ہونے تک۔ ''بکرۃ'' صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر سورج نکلنے تک کو کہتے ہیں۔ طبری نے کہا: ''ابکار'' مصدر ہے، بولتے ہیں: ''ابکر فلان فی حاجتہ یبکر ابکارا'' جب صبح صادق طلوع سے لے کر چاشت کے وقت تک کسی ضرورت سے جائے۔

۱۷۴۲- ح: [لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا] ستر ہزار جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے

۱۷۴۲- عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِىْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَا يَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ میری امت سے جنت میں ستر ہزار یا سات لاکھ داخل ہوں گے۔ ان کے اگلے اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک پچھلے بھی نہ داخل ہولیں گے۔ ان کے چہرے چودہویں کے چاند کے مثل ہوں گے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الرقاق۔ باب: یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب ص ۹۶۹، باب: صفة الجنة و النار ص ۹۷۰، مسلم)

کتاب الرقاق میں یہ زائد ہے کہ ''يَتَمَاسَكُوْنَ اٰخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا'' ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ ستر ہزار یا سات لاکھ۔ یہ شک حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہوا ہے۔ صحیح ستر ہزار ہے جیسا کہ مسلم[1] میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ نیز ترمذی[2] میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا، جن کا نہ حساب ہوگا اور نہ جن پر عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار ہوں گے اور تین حثیہ میرے رب کے حثیے سے۔ ''حثیہ'' کے معنی لپ کے ہیں اور لپ کے لیے ہاتھ ہونا لازم ہے۔ اللہ عزوجل ہاتھ پاؤں جوارح سے منزہ ہے اس لیے یہ متشابہات سے ہے، اس سے کیا مراد ہے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانیں۔ ناظرین کے سمجھانے کے لیے عرض ہے کہ یہ کنایہ ہے زیادتی اور کثرت سے، کسی کی داد و دہش کی زیادتی کو بیان کرنے کے لیے بولتے ہیں: لپ بھر بھر کر دیا۔

۱۷۴۳- ح: [لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِى الْجَنَّةِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا] حضرت سعد بن معاذ کے رومال جنت میں اس سے بہتر ہیں

۱۷۴۳- حَدَّثَنِىْ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِى الْجَنَّةِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا کپڑا پیش کیا گیا۔ لوگ اس کی خوبی اور نرمی پر تعجب کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔

---

[1] مسلم۔ باب: الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب و الکتاب۔ ج ۱ ص ۱۱۶
[2] ترمذی۔ ج ۲ ص ۶۶

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: مناقب سعد بن معاذ ص ۵۳۶، ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: مس الحریر من غیر لبس ص ۸۶۸، کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۲)

حضرت انس کی حدیث میں یہ ہے: یہ "سُنْدُس" کا جبہ تھا۔ "سُنْدُس" باریک ریشم کا کپڑا ہوتا ہے، ان کی حدیث کے آخر میں "احسن من هذا" ہے یعنی ان کے رومال اس سے اچھے عمدہ ہیں۔ مناقب میں حضرت براء ہی کی حدیث میں "حلة حریر" ہے یعنی حریر کا جوڑا، اور اخیر میں ہے "خیر منها والین منها" الایمان والنذور میں ہے کہ "سَرَقَةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَدَاوَلُوْنَهَا" ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا پیش کیا گیا تو حاضرین اسے باری باری ہاتھوں میں لینے لگے۔

۱۷۴۴- ح: [اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا]

جنت میں ایک درخت ایسا ہے جس کے سائے میں سو برس تک سوار چلے، پھر بھی طے نہ کر پائے

۱۷۴۴- عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایے میں سوار سو برس چلے گا پھر بھی اسے پورا طے نہیں کر پائے گا۔

۱۷۴۵- ح: [لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ]

جنت میں کمان کی مقدار دنیا سے بہتر ہے

۱۷۴۵- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ (الواقعہ: ۳۰) وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو سال تک چلے گا۔ تم چاہو تو پڑھو: "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" (واقعہ: ۳۰) یعنی لمبے سائے میں رہیں گے اور جنت میں تمہاری کمان کی مقدار کی جگہ ان سب سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوا یا غروب ہوا۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ واقعہ۔ باب: وظل ممدود ص ۷۲۴)

یہ درخت طوبیٰ ہے، اس کا تنا اتنا موٹا ہے کہ اگر جوان اونٹ اس کے گرد وہ پورا چکر کاٹنا چاہے عمر بھر پورا چکر نہ لگا سکے۔ یہ اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے، اس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہوں گی جن پر خوبصورت چڑیاں اور مزے دار خوش ذائقہ پھل ہوں گے۔

(عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۱۵۸)

۱۷۴۶- ح: [فَرْقُ مَنَازِلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ]

جنتیوں کی منازل کا فرق

۱۷۴۶- عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنتی بالا خانے والوں کو اپنے اوپر دیکھیں گے جیسے تم لوگ مشرق یا مغرب میں ڈوبنے والے یا چمکنے والے تارے کو دیکھتے ہیں۔ آپس میں ان فضیلت کی وجہ سے جو ان کے مابین ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ انبیاء کے منازل

رَسُوْلَ اللّٰہِ تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَا یَبْلُغُھَا غَیْرُھُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِیْنَ۔

ہیں جہاں تک ان کے غیر نہیں پہنچیں گے؟ فرمایا: ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! وہ لوگ بھی وہاں پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: صفة الجنة والنار۔ ج۲ص۹۷۰)

کتاب الرقاق میں ''غابر'' کے بجائے ''غارب'' ہے۔ ''غابر'' کے معنی یہاں یہ ہیں کہ وہ مشرق یا مغرب کے افق پر اتنا نیچے ہے کہ محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اب وہ ڈوب جائے گا۔ ''غابر'' بہ معنی باقی اور ''غارب'' بہ معنی قریب الغروب ہے۔ موطا کی روایت میں ''غایریا'' کے ساتھ ہے یعنی تہ نشین ہونے والا اس سے بھی مراد یہ ہے کہ دیکھنے میں ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ ستارے صرف مغرب میں غروب ہوتے ہیں' مشرق میں غروب نہیں ہوتے بلکہ مشرق سے طلوع ہوتے ہیں مگر ہم نے جب یہ توجیہ کی کہ افق سے اتنا قریب ہے کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈوبنے والا ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جنتیوں کے مختلف مراتب اور منازل ہیں حتیٰ کہ بعض حضرات اتنی اونچی منزلوں میں ہوں گے کہ نیچے درجے کے جنتی اتنی دوری پر ہوں گے جیسے مشرق یا مغرب کے کنارے پر چمکنے والا تارہ۔ ''دُرِّی'' کے معنی خوب چمکنے والا تارہ۔ فراء نے کہا: وہ تارہ جو بہت بڑا ہو۔

بلٰی

''بلٰی'' ماقبل کی تصدیق کے لیے ہے اور سیاق اس کا مقتضی ہے کہ پہلے سے اضراب کا ایجاب ہو یعنی یہ درجات انبیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کچھ مومنین بھی ان مراتب پر فائز ہوں گے' اسی لیے شارحین نے فرمایا کہ یہ ''بل'' تھا ناسخین کی غلطی سے ''بلٰی'' ہو گیا' جیسا کہ ابوذر کی روایت میں ''بل'' ہی ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ''بلی'' کی توجیہ بھی ممکن ہے: مطلب یہ ہے۔ ہاں یہ انبیائے کرام علیہم السلام ہی کے منازل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دوسروں کو بھی اس مرتبے تک پہنچا دے گا۔

اٰمنوا باللّٰہ

اللہ پر ایمان لانے اور رسولوں کی تصدیق کرنے میں ہر مومن شریک ہے تو اس کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مومن کو یہ بلند درجے ملیں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیچے کے درجوں میں کون لوگ ہوں گے؟ شارحین نے اس کا جواب یہ دیا کہ نچلے درجے میں موحدین اور اگلی امت کے مومنین ہوں گے۔ زمانۂ فترت کے موحدین یا وہ موحدین جنہیں کسی رسول کی دعوت نہیں پہنچی جنت میں جائیں گے اگر چہ ان لوگوں نے کسی رسول کی تصدیق نہیں کی ہے۔ اگلی امت والوں نے اگر چہ کچھ رسولوں کی تصدیق کی ہے' مگر سب رسولوں کی تصدیق نہیں کی' بہ خلاف اس امت کے اس نے سارے رسولوں کی تصدیق کی۔ ''صدق المرسلین'' میں الف لام استغراق کا ہے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے سب رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

اقول وھو المستعان: یہ جواب اپنی جگہ پر صحیح ہے مگر ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایمان اور تصدیق بہ اعتبار کیف کے بڑھی ہوئی بھی ہوتی ہے' ظاہر ہے کہ انبیائے کرام کی جو تصدیق ہے وہ تصدیق کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے' پھر صحابہ کرام کا اور اللہ کی معرفت جتنی قوی ہوتی ہے اسی کے اعتبار سے اعمال صالحہ کا صدور اور معاصی سے اجتناب زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے اور پھر اسی کے اعتبار سے ان کے مدارج ہوں گے۔ اس حدیث میں ایمان وتصدیق سے مراد کامل واکمل ایمان وتصدیق ہے۔ یہ بلند درجات انہیں مخصوص مقربان بارگاہ الٰہی کے لیے ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا کہ جنت میں کچھ بالاخانے ہیں جن کا ظاہری حصہ اندر

سے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ ایک دیہاتی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لیے ہے؟ فرمایا: یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو لوگ میٹھی بات کریں اور کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور رات کو اس وقت نماز پڑھیں جب لوگ سو رہے ہوں۔

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاِنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ (ص ۴۶۱) جہنم کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے

جہنم کے بارے میں وارد احادیث کے ذکر سے پہلے حضرت امام بخاری ان کلمات کی تفسیر فرما رہے ہیں جو قرآن کریم میں جہنم اور اس کے متعلقات کے بارے میں وارد ہیں، سورۂ نبا میں فرمایا گیا:

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا O اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا O (النباء:۲۵) جہنم میں کسی طرح کی ٹھنڈک نہیں پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو O مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا جلتا پیپ O

اس آیت میں ﴿غَسَّاقًا﴾ (النساء:۲۵) آیا تھا...... اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں: ''غَسَقَتْ عَيْنُهُ يُغْسِقُ وَيَغْسِقُ الْجَرْحُ كَاَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسَقَ وَاحِدٌ'' کہتے ہیں کہ اس کی آنکھ سے پانی بہا اور زخم سے پیپ نکلا گویا غساق اور غسیق ایک ہی ہیں۔ جہنمیوں کے جسم سے جو پانی اور پیپ نکلے گا وہ جہنم میں جمع کیا جائے گا، جب جہنمی پیاس کی شدت میں پینے کے لیے پانی مانگیں گے تو یہی جہنمیوں کا کھولتا ہوا پیپ انہیں پینے کے لیے دیا جائے گا اتنا تیز گرم ہوگا کہ چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کی کھال الگ ہو کر اس میں گر پڑے گی، اندر جاتے ہی پیٹ کو پھاڑ کر آنتیں باہر کر دے گا۔ امام ترمذی[1] اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا کی ہر چیز بدبودار ہو جائے۔

سورۃ الحاقہ میں فرمایا گیا:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ O (الحاقہ:۳۶) اور نہ کچھ کھانے کو ملے مگر دوزخیوں کا پیپ O

اس میں وارد غسلین کی تفسیر میں فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنٌ فِعْلِيْنٌ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجَرْحِ وَالدُّبُرِ. ہر وہ چیز جو کسی چیز کے دھونے سے نکلے یہ غسل سے فعلین کے وزن پر ہے، مراد یہ ہے کہ انسان یا جانوروں کے زخم دھوتے سے جو گرے۔

سورۂ انبیاء میں فرمایا گیا: ''حَصَبُ جَهَنَّمَ'' (الانبیاء:۹۸) یہ لوگ جہنم کے ایندھن ہیں۔ حصب کی تفسیر میں فرمایا:

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء:۹۸) حَطَبٌ بِالْحَبْشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿حَاصِبًا﴾ (الاسراء:۶۸) الرِّيْحُ الْعَاصِفُ. وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِيْ جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ. وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِّنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ اور عکرمہ نے کہا: حصب کے معنی حبشی زبان میں ایندھن کے ہیں اور ان کے علاوہ نے کہا کہ حاصب کے معنی آندھی کے ہیں اور حاصب اس کو بھی کہتے ہیں: جسے ہوا پھینکتی ہے، اسی سے ''حصب جهنم'' ہے جو چیزیں جہنم میں ڈالی جائیں۔ فرمایا: ''هو حصبها'' اور کہا گیا: ''حصب فی الارض'' یعنی گیا اور حصب حصباء بمعنی پتھر سے مشتق ہے۔

﴿صَدِيْدٌ﴾ (ابراہیم:۱۶) قَيْحٌ وَّدَمٌ...... ''صَدِيْدٌ'' کے معنی پیپ اور خون کے ہیں ﴿خَبَتْ﴾ (الاسراء:۹۷) طَفِئَتْ...... بجھ

(سابقہ صفحہ کا حوالہ) [1] ترمذی۔ باب: ماجاء فی صفة غرف الجنة۔ ج ۲ ص ۷۵

[1] عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۱۶۰، ترمذی۔ کتاب الجہنم۔ باب: فی صفة اهل النار۔ ج ۲ ص ۸۲

کی ﴿تُورُونَ﴾ (الواقعہ:۷۱) تستخرجون اوریت او قدحت...... "تُورُونَ" کے معنی ہیں نکالتے ہو" اوریت" کے معنی میں نے جلایا ﴿لِلْمُقْوِينَ﴾ (الواقعہ:۷۳) للمسافرين والقِيُّ القفر...... "مقوین" کے معنی مسافر کے ہیں، یہ "قِیٌّ" سے مشتق ہے، اس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿صِرَاطُ الْجَحِيمِ﴾ (الصافات:۲۳) سواء الجحيم ووسط الجحيم...... "صِرَاطُ الْجَحِيمِ" کے معنی: بیچ جہنم کے ہیں ﴿لَشَوْبًا﴾ يخلط طعامهم ويساط ﴿من حميم﴾ (الصافات:٦٧) "شوب" کے معنی ملانا ہے یعنی ان کے کھانوں میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

﴿زفير وشهيق﴾ (ھود:۱۰٦) صوت شديد وصوت ضعيف...... گدھے کی سخت آواز اور ہلکی آواز ﴿وِرْدًا﴾ (مریم:۸٦) عطاشا...... پیاسے ﴿غَيًّا﴾ (مریم:۵۹) خُسْرانًا...... نقصان میں ہونا "قال مجاهد ﴿يسجرون﴾ (الغافر:۷۲) توقدبهم النار...... ان سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا ﴿نُحاس﴾ (الرحمٰن:۳۵) الصفر يصبُّ على روسهم...... تانبا جو ان کے سروں پر پگھلا کے ڈالا جائے گا" يقال ﴿ذوقوا﴾ (الحج:۲۲) باشروا وجربو او ليس هٰذا من ذوق الفم" کہا جائے گا: چکھو یعنی برتو یا تجربہ کرو یہ منھ سے چکھنا نہیں، ﴿مَارِجٍ﴾ (الرحمٰن:۱۵) خالص...... "من النار' مرج الامير رعيّته اذا خلّاهم يعد وبعضهم على بعض"، "مارج" کے معنی خالص آگ کے ہے، کہا جاتا ہے: "مرج الامير رعيّته" جب انہیں چھوڑ دے کہ ان میں سے بعض بعض پر ظلم کریں "مريج ملتبس' مرج امر الناس اختلط مريج" کے معنی مشتبہ کے ہیں بولتے ہیں: "مرج امر الناس" جب معاملہ مشتبہ ہو جائے ﴿مرج البحرين﴾ (الرحمٰن:۱۹) مرجت دابّتك اذا تركتها...... دو سمندروں کو چھوڑ دیا، بولتے ہیں: "مرجت دابتك" جب چوپایہ کو تم چھوڑ دو۔

۱۷۴۷- ح: [اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ] بخار جہنم کی گرمی سے ہے

۱۷۴۷- عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَاَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَقَالَ اَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هِيَ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ اَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ. (نسائی)

ابو جمرہ ضبعی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عباس کے ساتھ مکہ میں بیٹھا کرتا تھا تو مجھے بخار آ گیا۔ ابن عباس نے فرمایا: اس کو زم زم کے پانی سے ٹھنڈا کر اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جہنم کی گرمی سے ہے تو اسے پانی سے یا زم زم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ ہمام کو شک ہو گیا۔

۱۷۴۸- عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ اَخْبَرَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ.

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا: بخار جہنم کی تیزی سے ہے تو اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: الحمى من فيح جهنم ص ۸۵۲، مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

۱۷۴۹- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: الحمى من فيح جهنم ص ۸۵۲)

۱۷۵۰- حَدَّثَنِی نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَابْرِدُوْھَا بِالْمَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بخار جہنم کی لپٹ سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: الحمی من فیح جھنم ص ۸۵۲، مسلم۔ کتاب الطب)

کسی روایت میں ''فیح'' آیا ہے کسی میں ''فح'' اور کسی میں ''فور''۔ ان سب کے معنی ایک ہیں یعنی جہنم کی لپٹ اور اس کی گرمی۔ بخار کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے مختلف اسباب ہیں۔ سب بخاروں کا یہ علاج نہیں بلکہ مخصوص قسم کے بخار کا یہ علاج ہے جس کی تفصیل طب کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۱۷۵۱- ح: [نَارُکُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَھَنَّمَ]

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصّوں میں سے ایک حصہ ہے

۱۷۵۱- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُکُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَھَنَّمَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ کَانَتْ لَکَافِیَۃً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْھِنَّ بِتِسْعَۃٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءًا کُلُّھُنَّ مِثْلُ حَرِّھَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! بے شک (یہی عذاب کے لیے کافی ہے) فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ بڑھی ہوئی ہے۔ ہر درجہ اس کی گرمی کے مثل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ دنیا کی آگ کاہے سے پیدا کی گئی ہے؟ فرمایا: جہنم کی آگ سے مگر یہ کہ وہ پانی میں ستر مرتبہ بجھائی گئی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی اس کے قریب نہ جاتا[1] ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دنیا کی آگ اللہ عزوجل سے دعا کرتی ہے کہ دوبارہ اس کو جہنم میں واپس نہ کرے گا۔ (باب: صفۃ النار ص ۳۳۵)

ستر جز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی آگ موجود ہے یا دنیا کے تمام ایندھن اکٹھے کر کے جلائے جائیں تو ان سب سے جتنی گرمی پیدا ہوگی، جہنم کی آگ میں اس کی بہ نسبت ستر گنا زیادہ گرمی ہے۔

۱۷۵۲- ح:

بے عمل واعظ کی سزا

۱۷۵۲- عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قِیْلَ لِاُسَامَۃَ لَوْ اَتَیْتَ فُلَانًا فَکَلَّمْتَہٗ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّیْ لَا اُکَلِّمُہٗ اِلَّا اُسْمِعُکُمْ اِنِّیْ اُکَلِّمُہٗ فِی السِّرِّ دُوْنَ اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَا اَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَہٗ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ کَانَ عَلَیَّ اَمِیْرًا اِنَّہٗ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَیْءٍ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَہٗ یَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیَدُوْرُ کَمَا یَدُوْرُ

ابووائل سے روایت ہے کہ اسامہ سے کہا گیا کہ اگر آپ فلاں کے پاس جائیں اور ان سے بات کریں (تو اچھا ہوگا) انہوں نے فرمایا: تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس طرح بات کروں گا کہ تم لوگ سنو، میں ان سے خفیہ بات کروں گا۔ نہ یہ کہ میں دروازہ کھولوں اور اس کا پہلا کھولنے والا بنوں اور میں کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ سب سے اچھا ہے اس بنا پر کہ وہ امیر ہے اس کے بعد کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: آپ نے حضور کو فرماتے ہوئے کیا سنا ہے؟ اسامہ نے

[1] عمدۃ القاری۔ ج ۱۵ ص ۱۶۵

الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ أَيْ فُلَانُ مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الفتن۔ باب: الفتنة اللتی تموج كموج البحر ص ۱۰۵۲، مسلم۔ آخر کتاب)

کہا: میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، فوراً اس کی آنتیں نکل کر آگ میں پھیل جائیں گی اور وہ گھومے گا جیسے گدھا چکی پر گھومتا ہے، یہ دیکھ کر جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تیرا کیا حال ہے، کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم کرتا تھا اور اور خود نیکی کرتا نہیں تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برائی کرتا تھا۔

فلانًا

اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور جس معاملہ میں ان سے بات کرنی تھی وہ یا تو ولید بن عقبہ کا معاملہ تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی تھا جس کے شراب پینے کا واقعہ بہت مشہور ہو چکا تھا، یہ کوفہ کا گورنر تھا۔ ایک دن نشہ کی حالت میں فجر کی نماز پڑھائی، چار رکعت پر سلام پھیر کر لوگوں سے پوچھا: اور پڑھاؤں یا بس کروں؟ اس کی شکایت دربار خلافت میں پیش ہوئی اور کسی وجہ سے حد جاری کرنے میں تاخیر ہوئی، اسی سلسلہ میں لوگوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بات کریں کیونکہ یہ حضرت عثمان کے بہت چہیتے اور خاص تھے یا مراد یہ ہے کہ عبداللہ بن سرح وغیرہ اپنے مخصوص رشتہ داروں کو اعلیٰ عہدہ دینے پر لوگوں میں بدگمانیاں پھیل رہی تھیں۔ اس سلسلہ میں بات کرنے کو حضرت اسامہ سے لوگوں نے عرض کیا تھا۔

حضرت اسامہ کے فرمانے کا حاصل یہ کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں ان سے علانیہ مجمع میں تم لوگوں کو سنا کر بات کروں، میں یہ نہیں کروں گا کیونکہ یہ فتنے کا دروازہ کھولنا ہے، اس سے لوگوں کی جرأت بڑھ جائے گی، جس کا جی چاہے گا امیر المؤمنین پر برملا رودررو اعتراض شروع کر دے گا، یہ فتنہ کا دروازہ کھولنا ہوگا، ہاں! میں تنہائی میں ان سے بات کروں گا بلکہ کتاب الفتن کی روایت میں ہے: میں ان سے بات کر چکا ہوں۔

اخیر میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں مذکور امیر سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نہیں کیونکہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ خاص ان کے بارے میں جنت کی بشارت کی متعدد حدیثیں موجود ہیں بلکہ اس سے مراد ولید بن عقبہ ہے یا دوسرے بنی امیہ کے امراء یا والیان ملک۔

بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ (ص ۴۶۲) ابلیس اور اس کے لشکروں کا بیان

توضیح باب

"ابلیس" عربی لفظ ہے کہ عجمی۔ ابلیس فرشتوں سے تھا یا نہیں دونوں اقوال ہیں، تفصیل تفسیر میں آئے گی۔ ابلیس کا نام عزازیل، حارث اور حکم بھی ہے اور ابومرہ اس کی کنیت ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾ (الصافات: ۸) يُرْمَوْنَ" ...... مارے جاتے ہیں ﴿دُحُوْرًا﴾ (الصافات: ۹) مَطْرُوْدِيْنَ...... دھتکارے ہوئے ﴿وَاصِبٌ﴾ (الصافات: ۹) دَائِمٌ...... ہمیشہ رہنے والا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿مَدْحُوْرًا﴾ (الاعراف: ۱۸) مَطْرُوْدًا" ...... دھتکارا ہوا" وَيُقَالُ

﴿مَرِيدًا﴾ (النساء:۱۱۷) مُتَمَرِّدًا''...... سرکش ''بَتَكَه قَطَعَه'' اسے کاٹ دیا' سورۂ النساء میں شیطان کے قول کی حکایت کی گئی ہے:
''وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ'' میں بنی آدم کو حکم دوں گا تو وہ ضرور ضرور جانوروں کے کان کاٹیں گے۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا: ''فَلَيُبَتِّكُنَّ'' کا مادہ ''بَتَكَ'' ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا: ''وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ (الاسراء:۶۴) اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ (فوج چڑھا) اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾ (الاسراء:٦٤) اِسْتَخِف ﴿بِخَيْلِكَ﴾ (الاسراء:٦٤) الْفُرْسَانُ والرجلُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلَ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ'' انہیں ڈگا دے...... خیل کے معنی سوار ''رَجِل'' کے معنی پیادے ''رَجَّالَة'' اسی معنی میں ہے' اس کا واحد ''رَاجِل'' ہے' جیسے ''صَاحِبَ وَصَحْبَ' تَاجِر وَتَجْر ﴿لَاَحْتَنِكَنَّ﴾ (الاسراء:٦٢) لَاَسْتَاصِلَنَّ''...... میں ان کی بنیاد کو ختم کر دوں گا ﴿قَرِينٌ﴾ (الزخرف:٣٦) شَيْطَانٌ...... قرین سے مراد شیطان ہے۔ قرین کے لغوی معنی ہم جولی اور ساتھی کے ہیں۔

۱۷۵۳- اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی کے پاس آ کر پوچھتا ہے کس نے یہ پیدا کیا۔ کس نے یہ پیدا کیا' یہاں تک کہ کہتا ہے: کس نے تمہارے رب کو پیدا کیا؟ جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ مانگے اور باز آ جائے۔

(مسلم۔ کتاب الایمان' ابوداؤد۔ کتاب السنۃ' نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

شیطان کا یہ بہت سنگین اور خطرناک وسوسہ ہے جو کم عقل انسان کو تذبذب کا شکار بنا دیتا ہے لیکن حقیقت میں انتہائی بودا ہے اس لیے کہ یہ تسلسل کو مستلزم ہے اور تسلسل کا محال ہونا یقینی ہے' اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس حد تک وسوسہ پہنچ جائے تو اس سے باز رہے اور اللہ سے استعاذہ کرے اور اپنے ذہن کو دوسری باتوں کی طرف موڑ دے۔

۱۷۵۴- ح: [يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا]

مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور کہا: فتنہ وہاں ہے (الخ)

۱۷۵۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَاهَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مشرق جانب اشارہ کر کے فرمایا: سنو! بے شک فتنہ وہاں ہے' سنو! بے شک فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

مدینہ طیبہ سے مشرق جانب نجد ہے اس لیے اس حدیث میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے' نجد کی تصریح بھی ہے۔ آج کل نجدی حکومت کے وظیفہ خوار دیوبندی' غیر مقلد' مودودی وغیرہ اس مضمون کی احادیث سے عراق مراد لیتے ہیں اور بزور زبان وقلم زبردستی عراق پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ مشرق کا لفظ متعین کر رہا ہے کہ اس سے مراد نجد ہے کیونکہ مدینہ طیبہ سے مشرق نجد ہی پڑتا ہے' خصوصاً نجد کا دارالسلطنت ریاض اور عراق مشرق نہیں بلکہ شمال

مشرق کے کونے پر ہے۔ تفصیل کے لیے "فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق" نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔

۱۷۵۵- ح: [اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ]

جب رات آجائے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک لو

۱۷۵۵- اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ وَقَالَ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَاَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ اِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرِضُ عَلَيْهِ شَيْئًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب رات آجائے یا فرمایا: جب رات کی آمد ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو اس لیے کہ شیاطین اس وقت پھیلے رہتے ہیں، جب عشاء کے وقت سے تھوڑا سا حصہ گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو اور دروازہ بند کر لو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنا چراغ بجھا دو اور بسم اللہ پڑھ لو۔ مشک کا منہ باندھ دو اور بسم اللہ پڑھ لو اور اپنے برتن کو ڈھانک دو اور بسم اللہ پڑھ لو اگر چہ اس کے اوپر کچھ رکھ دو۔

(بخاری۔ باب: خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبل ص۴۶۶، باب: اذا وقع الذباب فی شراب احدکم فلیغمسہ ص۴۶۷، ج ۲۔ کتاب الاشربہ۔ باب: تغطیۃ الاناء ص۸۴۱، کتاب الاستیذان۔ باب: لاتترک النار فی البیوت عند النوم، باب: اغلاق الابواب ص۹۳۱، مسلم۔ کتاب الاشربہ، ابوداؤد۔ کتاب الاشربہ، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

شیاطین رات کی تاریکی پھیلتے ہی آبادیوں میں گھس آتے ہیں، بچے چونکہ عموماً ناپاک رہتے ہیں، ان کے بدن یا کپڑوں پہ نجاست ضرور لگی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے شیاطین کو بچوں پر اثر انداز ہو جانا آسان ہوتا ہے اسی لیے سورج ڈوبنے کے بعد بچوں کو باہر نکلنے سے منع فرمادیا۔

جب دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیا جائے گا تو اس گھر میں شیطان داخل نہ ہوگا، چراغ بجھانے کا حکم اس بنا پر دیا کہ چوہا کبھی کبھی چراغ کی بتی گھسیٹ کر لے جاتا ہے جس سے گھر یا گھر کے سامان میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر روشنی ایسی ہے کہ جس کے بارے میں یہ اندیشہ نہ ہو کہ اس سے آگ لگ سکتی ہے تو جلتی ہوئی چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح برتنوں کے چھپانے میں حکمت یہ ہے کہ انجانے میں کوئی زہریلا جانور اس میں منہ نہ ڈال دے یہ سارے احکام استحبابی ہیں۔

۱۷۵۶- ح: [تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ عِنْدَ الْغَضَبِ]

غصہ کے وقت شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو

۱۷۵۶- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ فَاَحَدُهُمَا اَحْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو شخص آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ایک کا چہرہ ان میں سے سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک

لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ فَقَالُوْا لَهُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَقَالَ وَهَلْ بِيْ جُنُوْنٌ.

ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ چلا جائے اگر کہہ لے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان سے تو اس کا غصہ چلا جائے گا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ تو اس نے کہا: کیا مجھے جنون ہے؟

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: مایستھٰی عن السباب واللعن ص ۸۹۳، باب: الحذر من الغضب ص ۹۰۳، مسلم، ابوداؤد۔ کتاب الادب، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

غصہ کے ازالے کے لیے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم اس لیے ارشاد فرمایا کہ غصہ بھی شیطان کی جھپٹ میں سے ہے۔ عطیہ[1] سعدی کی حدیث میں ہے کہ غصہ شیطان سے ہے، اس لیے کہ شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے ترغیب میں حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، ابلیس نے کہا: میں بنی آدم کے پیٹ میں انگارہ ہوں جب وہ غصہ ہوتا ہے۔

اس شخص کو حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے بعد استعاذہ کا حکم دینے والے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔ اسے لازم تھا کہ ارشاد اقدس سننے کے بعد استعاذہ کرتا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یا تو کوئی اکھڑ دیہاتی تھا یا منافقین میں سے تھا۔ ایک تو اس کی پہلی غلطی یہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں غصے سے بے قابو ہو کر چیختا رہا، پھر استعاذہ کے حکم پر وہ جاہلانہ جواب دیا گویا اس شخص کے نزدیک صرف جنون ہی میں استعاذہ کیا جا سکتا تھا۔ بہر حال یہ مجرب ہے کہ جب غصہ ہو تو استعاذہ پڑھ لیا جائے۔

۱۷۵۷- ح: [يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبِهٖ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسٰى]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ہر بچے کو شیطان کونچتا ہے

۱۷۵۷- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبِهٖ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ.

ابو ہریرہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی کے پہلو میں پیدائش کے وقت اپنی انگلیوں سے شیطان کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے، انہیں کچوکے لگانے گیا تو پردہ میں لگا۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم ص ۴۸۸، ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ مریم۔ باب: قولہ انی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطن الرجیم ص ۶۵۲)

اس حدیث میں حجاب سے مراد وہ جھلی ہے جس میں بچہ رحم میں لپٹا رہتا ہے، یہاں کی روایت میں صرف حضرت عیسیٰ کا استثنا ہے لیکن کتاب الانبیاء اور تفسیر میں بہ طریق سعید بن مسیب جو روایت ہے اس میں ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا بھی استثنا ہے اور یہ حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذہ کی دعا کی برکت ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی۔

اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ اے اللہ! میں اسے اور اس کی ذریت کو مردود شیطان سے

[1] مسند امام احمد۔ ج ۴ ص ۲۲۶

(آل عمران:۳۶) تیری پناہ میں دیتی ہوںO

اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ امام قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام اور اخص اولیائے کرام بھی شیطان کے اس کچوکے سے محفوظ رہے ہیں۔ انہوں نے اس آیۂ کریمہ سے استدلال فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل نے شیطان سے فرمادیا تھا ''اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ'' (الحجر:۴۲) میرے خاص بندوں پر تجھے قابو نہ ہوگا۔

اگرچہ اس پر یہ شبہہ وارد ہوتا ہے کہ پھر اس استثناء کا کیا محل رہا کہ فرمایا: ''غیر مریم وابنها'' مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نص قرآنی سے اس میں تخصیص ہوگئی۔ کتاب الانبیاء اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے کہ نومولود بچہ شیطان کے کچوکے ہی سے رونے لگتا ہے۔

۱۷۵۸- ح: [اَجَارَ اللّٰهُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ مِنَ الشَّيْطَانِ]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اللہ نے شیطان سے محفوظ رکھا ہے

۱۷۵۸- عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَاَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَاِذَا شَيْخٌ قَدْجَاءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا اَبُوْا الدَّرْدَاءِ قُلْتُ اِنِّيْ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّيَسِّرَلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِيْ قَالَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَوَلَيْسَ عِنْدَكُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادَةِ وَالْمِطْهَرَةِ وَلَيْسَ فِيْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطٰنِ يَعْنِيْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُ اَحَدٌ غَيْرُهٗ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَاءُ عَبْدُ اللّٰهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ.

علقمہ نے کہا: میں شام آیا تو میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرمادے' پھر میں ایک قوم کے پاس آیا اور ان کے پاس بیٹھا' اتنے میں ایک شیخ تشریف لائے جو میرے پہلو میں بیٹھ گئے' میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو درداء ہیں (میں نے ان سے کہا:) میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ مجھے کوئی نیک ہم نشیں میسر فرما تو اللہ نے آپ کو میسر فرمایا۔ انہوں نے دریافت فرمایا: تو کن لوگوں میں سے ہے؟ میں نے کہا: کوفہ والوں میں سے تو انہوں نے کہا: کیا تمہارے پاس ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادہ والمطہرہ نہیں ہیں اور کیا تم میں وہ نہیں جنہیں اللہ نے شیطان سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر بچایا ہے اور کیا تم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ رازداں نہیں کہ جس راز کو سوائے ان کے کوئی نہیں جانتا' پھر پوچھا: ''واللیل اذا یغشٰی'' کو عبداللہ کیسے پڑھتے ہیں میں نے ان کو پڑھ کر سنایا: ''واللیل اذا یغشٰی والنهار اذا تجلّٰی والذكر والانثٰی'' ابوالدرداء نے فرمایا: بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ہی مجھے پڑھایا تھا اپنے دہن مبارک سے میرے منہ تک یوں ہی پہنچایا تھا۔

(بخاری- کتاب المناقب- باب: فضل عمار وحذیفه ص ۵۲۹' اس سے متصل ایک اور طریقے سے' باب: صفة ابلیس وجنوده ص ۴۶۴' باب: مناقب عبداللہ بن مسعود ص ۵۳۱' ج ۲- کتاب التفسیر- سورۂ واللیل اذا یغشٰی- باب: والنهار اذا تجلّٰی' باب: وما خلق الذكر والانثٰی ص ۷۳۹' کتاب الاستیذان- باب: من القی له وسادة ص ۹۲۹' نسائی)

ابن ام عبد سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' ان کو صاحب النعلین اس لیے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے اور حضور کو پہناتے' حضور کا تکیہ اور بستر اور طہارت کا برتن' مسواک سفر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ ایک روایت

میں صاحب السواد بھی آیا۔ سواد کے معنی شخص کے ہیں۔ صاحب السواد کا مطلب وہی ہے جو ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص کے ساتھ سایے کی طرح لگا ہوا ہے۔ یعنی معتمد خصوصی' ان کو حضور اقدس ﷺ کا اتنا خصوصی قرب حاصل تھا کہ کاشانہ اقدس میں آنے کے لیے اذن طلب کرنے کی حاجت نہ تھی۔ حضور اقدس ﷺ جب غسل فرماتے تو یہ پردہ کرتے اور حضور کو سونے سے جگاتے۔

الذی اجارہ

اس سے مراد حضرت عمار ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے یہ اس وقت جب قریش کے ظالموں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کریں تو فرمایا تھا: اسے اللہ نے شیطان سے بچالیا ہے۔

صاحب السِّر

اس سے مراد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد جس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے صحابہ کرام سمجھ جاتے کہ یہ منافق تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے انہیں سارے منافقین کے نام بتادیے تھے اور آئندہ پیش آنے والے تمام فتنوں کی بھی تفصیل بتادی تھی۔

واللیل اذا یغشٰی

ابتداء میں صرف ''والذکر والانثٰی'' نازل ہوا تھا۔ ''وما خلق'' بعد میں نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوالدرداء کو اس کی خبر نہ ہوئی اس لیے وہ لوگ ''وما خلق'' نہیں پڑھتے تھے صرف ''والذکر والانثٰی'' پڑھتے تھے' چونکہ قراءت متواترہ ''وما خلق الذکر والانثٰی'' ہے اس وجہ سے اہل دمشق حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے تھے۔ اسی بناء پر انہوں نے حضرت علقمہ سے خصوصیت کے ساتھ اس کو پوچھا' بعد میں فرمایا: یہ لوگ میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں' چاہتے ہیں کہ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس سے ہٹادیں۔

۱۷۵۹- ح: [اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ]

جماہی شیطان کی طرف سے ہے

۱۷۵۹- عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَ بَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدُّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جمائی شیطان سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہوسکے اسے روکے اس لیے کہ جب کوئی جمائی لیتے ہوئے ''ھا'' کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: مایستحب من العطاس ویکرہ من التثاؤب وباب اذا تثاؤب احد کم فلیضع یدہ علی فیہ ص ۹۱۹)

جمائی کو شیطان کی طرف سے اس لیے فرمایا کہ یہ ناپسندیدہ حرکت ہے۔ یہ بدن کے ثقل اور سستی اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے آتی ہے۔ شیطان ہی انسان کو نفس کی خواہشات پوری کرنے پر ابھارتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اس سبب سے بچے جس سے جمائی آتی ہے مثلاً کھانے پینے میں زیادتی وغیرہ سے۔

فلیردہ

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ہونٹ سختی کے ساتھ بھینچ لے یا منہ پر ہاتھ رکھ لے اور ایک مجرب عمل یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ تصور کرے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمائی نہیں آتی۔

داؤدی نے کہا: اگر جمائی لینے والے کا منہ کھلا ہوتا ہے تو شیطان تھوک دیتا ہے اور ہنستا ہے۔ ''ھا'' اس کے ہنسنے کی آواز ہے۔

۱۷۶۰- ح: [يَوْمَ اُحُدٍ فَصَاحَ الشَّيْطَانُ]

احد کے دن شیطان چیخا

۱۷۶۰- قَالَ هِشَامٌ اَخْبَرَنَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ اِبْلِيْسُ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَاُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِيْ اَبِيْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب احد کا معرکہ ہوا تو (ابتداء میں) مشرکین شکست کھا گئے، اس پر ابلیس چیخا: اے اللہ کے بندو! اپنے پچھلوں کو دیکھو، یہ سن سامنے والے لوٹ پڑے، یہ اور پچھلے دونوں جری ہو گئے۔ اتنے میں حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد حضرت یمان کو مسلمان گھیر کر مار رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے بندو! میرے والد ہیں میرے والد ہیں۔ بخدا! (کسی نے کچھ نہیں سنا)، جب تک انہیں قتل نہیں کر لیا وہاں سے ہٹے نہیں۔ اس پر حذیفہ نے کہا: اللہ تم کو بخش دے۔ عروہ نے کہا: حذیفہ اس واقعہ کی وجہ سے خیر ہی میں رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے مل گئے۔

(بخاری۔ باب: ذکر حذیفة الیمان ص۵۳۹۔ ج۲، کتاب المغازی۔ غزوہ احد۔ باب: اذ ھمت طائفتان ان تفشلا ص۵۸۱، ج۲۔ کتاب الدیات۔ باب: العفو فی الخطا بعد الموت باب اذا مات فی الزحام او قتل ص۱۰۱۷، کتاب الایمان والنذور۔ باب: اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶)

اخراکم

ابلیس کا یہ خطاب مسلمانوں سے تھا۔ مجاہدین اسلام مشرکین کو مارتے دھاڑتے آگے بڑھتے جا رہے تھے، اتنے میں ابلیس چیخا: آگے کہاں بڑھ رہے ہو، پیچھے دیکھو تمہارے دشمن تم کو گھیرے میں لے رہے ہیں، اسی اثناء میں آندھی بھی چل چکی تھی، آگے بڑھتے ہوئے مسلمان پیچھے پلٹ پڑے اور آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں حضرت یمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

اور اس کا بھی احتمال ہے کہ خطاب مشرکین سے ہو اور ''اخری'' سے مراد خالد بن ولید کے ساتھی ہوں۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ ابلیس نے مشرکین سے یہ کہا کہ تم بھاگ کہاں رہے ہو، دیکھو پیچھے سے تمہارے ساتھیوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے، جس پر بھگوڑے پلٹ پڑے اور مجاہدین اسلام دو طرف سے گھر گئے، اسی اثناء میں آندھی بھی چل پڑی۔ احد میں ابتداء مشرکین کو اتنی زبردست شکست ہوئی تھی کہ ان کے بعض افراد ایسا دم دبا کر بھاگے کہ طائف میں جا کر دم لیا۔

بقیۃ خیر

اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت حذیفہ کو زندگی بھر اس کا ملال رہا کہ ان کے والد کو مسلمانوں نے شہید کر دیا اور وہ مدۃ العمر شہید

کرنے والوں کے لیے استغفار کرتے رہے۔ (رضی اللہ)

۱۷۶۱- ح: [فَضَائِلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ]

''لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ (الخ)'' کے فضائل

۱۷۶۱- عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سو بار یہ پڑھا: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تو اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے لیے سو نیکی لکھی جائے گی اور اس کی سو برائی مٹائی جائے گی اور یہ اس کے لیے شیطان سے امان ہوگا دن بھر یہاں تک کہ شام کرے اور کوئی اس سے افضل عمل نہیں کرے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الدعوات۔ باب: فضل التهلیل ص ۹۴۷، مسلم، ترمذی۔ کتاب الدعوات، ابن ماجہ۔ باب: ثواب التسبیح)

اس حدیث میں سیئہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

۱۷۶۲- ح: [یَا عُمَرُ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ]

اے عمر! کسی بھی گلی میں شیطان تمہارے سامنے آئے گا تو دوسری گلی میں بھاگ جائے گا

۱۷۶۲- اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَاهُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَاذَنَ عُمَرُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یُكَلِّمْنَهٗ وَیَسْتَكْثِرْنَهٗ عَالِیَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَاذَنَ عُمَرُ قُمْنَ یَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِیْ كُنَّ عِنْدِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَا صَوْتَكَ اِبْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتَ اَحَقَّ اَنْ یَّهَبْنَ ثُمَّ قَالَ اَیْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کا اذن طلب کیا اور حضور کی خدمت میں کچھ قریش کی عورتیں تھیں جو حضور سے بات کر رہی تھیں اور ضرورت سے زیادہ بول رہی تھیں اپنی آوازوں کو اونچی کر کے۔ جب حضرت عمر نے اذن طلب کیا وہ تیزی سے پردے کے اندر چلی گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا رکھے (کیا بات ہے؟) فرمایا: ان عورتوں پر مجھے تعجب ہے جو میرے پاس حاضر تھیں، جب تیری آواز سنی تو پردے میں بھاگ گئیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں، پھر (ان عورتوں سے مخاطب ہو کر) فرمایا: اے اپنی جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ہیبت کھاتی ہو اور تمہارے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہیں؟ ان عورتوں نے کہا کہ ہاں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج اور سخت کلام ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات

قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' اے عمر! کسی بھی گلی میں چلتے ہوئے شیطان اگر تمہارے سامنے آئے گا تو اسے چھوڑ کر دوسری گلی میں بھاگ جائے گا۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب عمر ص ۵۲۰' کتاب الادب۔ باب: التبسم والضحک ص ۸۹۹' مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ کتاب المناقب)

حضور اقدس ﷺ کے حضور آواز بلند کر کے بات کرنا حرام ہے' ارشاد ہے: ''لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ'' (الحجرات: ۲) نبی کی آواز پر آواز بلند نہ کرو' پھر یہ عورتیں حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آوازوں سے کیسے باتیں کر رہی تھیں' جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ وحی سے پہلے کا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بے پایاں کرم کو دیکھتے ہوئے جوش مسرت میں ان خواتین کو یہ ہوش نہ رہا ہو کہ بارگاہ نبوت کا ادب کیا ہے' مشہور ہے۔

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

۱۷۶۳- ح: [فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا]

جب وضو کرو تو تین بار ناک جھاڑ لو

۱۷۶۳- عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِّنْ مَّنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلٰى خَيْشُوْمِهِ.

(مسلم' نسائی۔ کتاب الطہارۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں نیند سے کوئی بیدار ہو اور وضو کرے تو تین بار ناک چھنکے اس لیے کہ شیطان اس کی ناک کے بانسے پر رات گزارتا ہے۔

اس حدیث میں ناک صاف کرنے کا حکم اگرچہ اس وقت کے ساتھ مذکور ہے جب سو کر اٹھے لیکن یہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ وضو میں تین بار ناک صاف کرنا مطلقاً سنت ہے' خواہ سونے کے بعد اٹھ کر وضو کرے یا بیدار رہتے ہوئے وضو کرے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد ناک صاف کرنا زیادہ مؤکد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ

جن اور ان کے ثواب وعذاب کا ذکر

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ (الانعام: ۱۳۰) (ص ۴۶۵)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی بنا پر: اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو ہماری آیتوں کو تم پر تلاوت کرتے تھے اور تمہیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے تھے؟ کہیں گے: ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے O

توضیح باب

جن مخلوقات کی ایک مستقل نوع ہیں' جن کا وجود متعدد آیات کریمہ اور احادیث سے ثابت ہے۔ ان کے وجود سے انکار کفر ہے' یہ آگ سے بنائے گئے ہیں' ان کے لیے جسم بھی ہے اور روح بھی ہے' یہ کھاتے ہیں پیتے ہیں' شادی بیاہ کرتے ہیں' ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان سب کی اپنی نوع کی ایک شکل ہے' اس کے باوجود انہیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں

اختیار کرلیں۔

یہ ایمان وشرائع کے مکلّف ہیں' یہ مومن بھی ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں' فاسق بھی' دین دار بھی۔ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے دن ان سے حساب وکتاب بھی ہوگا۔ ان کے کفار جہنم میں جائیں گے' رہ گئے مومن اور صالح وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ یہ اعراف میں رہیں گے۔ جنت حضرت آدم کی جاگیر ہے صرف ان کی اولاد کو ملے گی۔

﴿بَخْسًا﴾ (الجن:۱۳) نَقْصًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (الصافات:۱۵۸) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلٰئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ.

''بخساه'' کا معنی ہے: کمی' اور مجاہد نے کہا: اور ان لوگوں نے اللہ اور جن کے درمیان نسب ٹھہرالیا۔ (الصّٰفّٰت:۵۸) کفار قریش نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنوں کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَO﴾ (الصافات:۱۵۸) عِنْدَ الْحِسَابِ.

اللہ عزوجل نے فرمایا: بے شک جن نے جان لیا کہ ضرور وہ لوگ حاضر کیے جائیں گےO حساب کے وقت۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنوں کا حساب ہوگا۔ اسے لازم ہے کہ ان کو ان کے اعمال حسنہ پر ثواب بھی ملے گا اور برے اعمال کی سزا بھی ملے گی۔

بَابٌ
[الاحقاف:۲۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْآ اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَO﴾ (الاحقاف:۲۹). (ص ۴۶۵)

اللہ عزوجل کے قول کا بیان: یاد کرو جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے' کان لگا کر قرآن سنتے' پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے: خاموش رہو' جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹےO

''مَعْدِلًا'' لوٹنے کی جگہ' ''صَرَفْنَا'' ہم نے پھیرا۔

بَابٌ
[البقرہ:۱۶۴ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (البقرۃ:۱۶٤) (ص ۴۶۵).

اللہ عزوجل کے قول کا بیان: اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلثُّعْبَانُ اَلْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ اَلْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِيْ وَالْاَسَاوِدُ.

حضرت ابن عباس نے کہا: ''ثعبان'' نر سانپ کو کہتے ہیں' کہا جاتا ہے کہ سانپ کئی قسم کے ہیں' جانّ' افاعی' اساود۔

''اَسَاوِدُ''، ''اَسْوَدُ'' کی جمع ہے' یہ ان بڑے سانپوں کو کہتے ہیں جو کالے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ''اَفَاعِيْ''، ''اَفْعٰى'' کی جمع ہے' یہ سب سے خبیث سانپ ہوتا ہے۔

﴿اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ (ھود:۵۶) فِيْ مُلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ يُقَالُ ﴿صٰٓفّٰتٍ﴾ بُسُطٍ اَجْنِحَتَهُنَّ ﴿يَقْبِضْنَ﴾ (الملک:۱۹) يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ.

اس کی پیشانی کے بال کو پکڑے ہوئے ہیں اپنے ملک اور اپنی سلطنت میں۔ اپنے بازوؤں کو پھیلائے ہوئے ہیں اور اپنے بازوں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔

۱۷٦٤- ح: [اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ] سانپوں کو مار ڈالو

۱۷۶۴- عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَيَّةً لِاَقْتُلَهَا فَنَادَانِيْ اَبُوْ لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ اِنَّهٗ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ فرماتے تھے: سانپوں کو مار ڈالو خاص کر ان سانپوں کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوں اور بے دم والے کو' اس لیے کہ ان کے کاٹنے سے بینائی جاتی رہتی ہے اور حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: میں ایک سانپ کو مارنے کے لیے بھگا رہا تھا کہ ابولبابہ نے مجھے پکار کر کہا: اسے مت مار۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سانپوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کے بعد حضور نے گھر والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور یہ عوامر ہیں۔

(بخاری۔ باب: خیر مال مسلم غنم ص ۴۶۷' ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ۵۷۲' مسلم۔ کتاب الحیات)

اس کے بعد والے باب میں یہ حدیث یوں ہے کہ حضرت ابن عمر سانپوں کو مار ڈالتے تھے' پھر منع فرمایا' کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک دیوار کو ڈھایا اس میں سانپ کی کینچلی پائی' فرمایا: تلاش کرو سانپ کہاں ہے' لوگوں نے سانپ کو دیکھا' فرمایا: اسے مار ڈالو' اسی بنا پر مارتا تھا' پھر میں نے ابولبابہ سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر میں رہنے والے سانپوں کو مت مارو مگر بے دم والے کو اور اس کو جس کے سر پر دو نقطے ہوں' اس لیے کہ اس کا زہر بچے ساقط کر دیتا ہے اور آنکھ کی روشنی لے جاتا ہے اس لیے اسے قتل کرو۔

وهي العوامر

عوامر' عامرہ کی جمع ہے' اس سے مراد گھر میں رہنے والے سانپ ہیں۔ مسلم[1] میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: بے شک ان گھروں کے عوامر ہیں جب ان کو دیکھو تو ان کو تین مرتبہ متنبہ کرو' اگر چلے جائیں تو فبہا ورنہ ان کو قتل کرو۔

مطلب یہ ہے کہ تین بار اس سے کہو کہ تم اب تنگی میں ہو اگر ٹھہرے رہے یا ہم پر حملہ کیا تو ہم مار ڈالیں گے لیکن ہمارے دیار میں گھروں میں بعض بڑے موذی سانپ پائے جاتے ہیں نظر جھپکتے ہی حملہ کر بیٹھتے ہیں' ان کے لیے یہ مہلت نہیں۔

اس میں راز یہ ہے کہ جن گھروں میں سانپ کی شکل میں رہتے سہتے ہیں انہیں قتل کرنے میں خطرات ہو جاتے ہیں۔ مسلم[2] میں ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک نوجوان تھے جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی' وہ ایام جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی دروازہ پر کھڑی ہیں' ان کو غیرت آئی' انہوں نے بیوی کو مارنے کے لیے نیزہ تان لیا' ان کی بیوی نے کہا کہ نیزہ روک لو' گھر میں جا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کیوں یہاں کھڑی ہوں' یہ نوجوان اندر گئے تو دیکھا کہ ایک سانپ بستر پر کنڈلی مارے بیٹھا ہے' جوان نے نیزے سے اس کو گھ لیا' پھر زمین میں گاڑ دیا' تو وہ سانپ تڑپا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ پہلے کون مرا' سانپ یا نوجوان۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا اور ہم نے عرض کیا: دعا فرمائیے کہ اللہ اس کو زندہ کر دے۔ فرمایا: اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو' پھر فرمایا: مدینہ میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں' جب ان میں سے کسی کو دیکھو تو انہیں تین مرتبہ جتا دو' اس کے بعد بھی نظر آئے تو اس کو قتل کر دو' اس لیے

[1] مسلم۔ کتاب قتل الحیات۔ ج ۲ ص ۲۳۵ [2] مسلم۔ کتاب قتل الحیات۔ ج ۲ ص ۲۳۵

کہ وہ شیطان ہے۔

بَابٌ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ (ص۴۶۶)

مسلمان کا سب سے اچھا مال بکری ہے جسے لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتا ہے

۱۷۶۵- ح: [رَاسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ]

کفر کا سر مشرق کی جانب ہے

۱۷۶۵- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفر کا سر مشرق کی جانب ہے اور فخر و گھمنڈ گھوڑے اور اونٹ والوں اور کاشت کاروں اور اونٹ کی کھال کے خیمے والوں میں ہے اور سکینہ بکری والوں میں ہے۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: ص۴۹۶، مسلم۔ کتاب الایمان)

کتاب المناقب کے اخیر میں یہ زائد ہے ''الایمان یمان و الحکمة یمانية'' ایمان اہل یمن میں ہے اور دانائی یمن والوں میں ہے ''راس الکفر'' یہ ارشاد اپنے عہد مبارک کے لیے بھی ہے اور آئندہ کے لیے بھی ہے۔ اس عہد مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالفین نجد کے باشندے تھے جو مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب ہے اور آج بھی دعوی اسلام رکھتے ہوئے نجد کے باشندے اسلام کے معاشرے میں کوڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد مجوسی ہوں جو ایران کے باشندے تھے جن کی بڑی طاقت و رسلطنت اس عہد میں قائم تھی۔

فدادین

فد کے معنی سخت آواز نکالنا ہے اس سے مراد کاشت کاری اور مویشی پالنے والے ہیں۔ خصوصیت سے گھوڑے اور اونٹ پالنے والے، ان میں فطری طور پر اکھڑ پن اور سنگ دلی ہوتی ہے۔ ''اهل وبر'': وبر اونٹ کی کھال کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد صحرا نشین دیہاتی ہیں جو خیموں میں رہتے ہیں، رہائش کے خیمے زیادہ تر اونٹ کی کھال سے بنائے جاتے ہیں اس لیے انہیں اہل وبر فرمایا۔

۱۷۶۶- ح: [اَلْاِيْمَانُ يَمَانٌ]

ایمان یمن والوں کا ہے

۱۷۶۶- حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٌ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

حضرت عقبہ بن عمرو ابو مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یمن کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان یمن والوں کا ہے ہاں سنو! سنگدلی کاشت کاروں میں ہے اونٹ کی دُموں کی جڑوں کے پاس، جہاں سے شیطان کے دو سینگ نکلتے ہیں ربیعہ اور مضر میں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: ص۴۹۶، ج۲۔ کتاب المغازی۔ باب: قدوم الاشعریین ص۶۳۰، کتاب الطلاق۔ باب: اللعان ص۷۹۹)

کتاب الطلاق میں ہے کہ یمن کی طرف اشارہ کر کے دوبارہ یہ فرمایا کہ ایمان یہاں ہے۔ مناقب میں ہے کہ فرمایا: ادھر مشرق کی

طرف سے فتنے ہیں۔ اکھڑ پن اور سنگ دلی کاشت کاروں میں ہے، خیمہ والوں میں اونٹ اور گائے کی دموں کی جڑوں کے پاس ربیعہ اور مضر میں۔

اس حدیث میں "فی ربیعۃ ومضر" کہہ کر مشرق کی تعیین فرمادی کہ اس سے مراد مشرق کا وہ خطہ ہے جہاں ربیعہ اور مضر کے قبائل رہتے ہیں۔ پرانا جغرافیہ اٹھا کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ربیعہ اور مضر کی رہائش نجد کے علاقے میں تھی اور آج آل سعود اور آل ابن عبدالوہاب جو اس علاقے کے فرماں رواں ہیں ربیعہ اور مضر ہی کے افراد ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب "فتنوں کی سرزمین کون نجد یا عراق"۔

۱۷۶۷- ح: [فُقِدَتْ اُمَّةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا اُرَاهَا اِلَّا الْفَارَ]

بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی، میرا گمان یہ ہے کہ یہ چوہا ہے

۱۷۶۷- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ اُمَّةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا یُدْرٰی مَا فَعَلَتْ وَاِنِّیْ لَا اُرَاهَا اِلَّا الْفَارَ اِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الْاِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَاِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ اَاَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهٗ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِیْ مِرَارًا فَقُلْتُ اَفَاَقْرَاُ التَّوْرَاةَ. (مسلم آخر کتاب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی۔ نہیں جانا جاتا ہے کہ کیا ہوئی۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ یہ چوہا ہے جب اس کے لیے اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا اور جب بکری کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے۔ میں نے کعب سے اسے بیان کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! مجھ سے کعب نے یہ بات کئی مرتبہ کہی تو میں نے ان سے کہا: تو کیا میں تورات پڑھتا ہوں؟

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ نابود ہو گئے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ لوگ کیا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا گمان ایسا ہے کہ انہیں مسخ کر کے چوہا بنا دیا گیا۔ قرینہ یہ پیش کیا کہ چوہے اونٹ کا دودھ نہیں پیتے، بکری کا پیتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی شریعت میں اونٹ کا دودھ اور گوشت حرام تھا اس لیے وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔

مسلم[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: چوہا مسخ شدہ ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جاتا ہے تو پیتا ہے اور اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتا۔ اس پر حضرت کعب کو تعجب ہوا اور انہوں نے بار بار حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا جس پر ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ہاں اس کو میں نے حضور ہی سے سنا ہے، کیا میں توریت پڑھتا ہوں کہ اس میں دیکھ کر بتاؤں گا۔

حضرت کعب نے یہ حدیث سن کر سکوت فرمایا: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ واقعات بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ یہ روایت ان کے علم ہی میں نہیں تھی، تو نہ تصدیق فرمائی نہ تردید، بلکہ سکوت فرمایا۔ تعجب کی وجہ یہ ہے کہ مسخ شدہ قوموں کی نسل نہیں چلتی اور چوہوں کی نسل باقی ہے۔

۱۷۶۸- ح: [اَمَرَ بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ]

چھپکلیوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا

۱۷۶۸- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اُمَّ شَرِیْكٍ

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

[1] مسلم ج ۲ آخر کتاب

اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ۔ چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: واتخذ الله ابراهیم خلیلا ص ۴۷۴، مسلم۔ باب: حیوان، نسائی۔ کتاب الحج، ابن ماجہ۔ کتاب السیر)

کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا یعنی انہیں جلانے کے لیے جو آگ بھڑکائی گئی تھی اس پر پھونکتا تھا کہ اور بھڑکے۔ اس پر تفصیلی گفتگو نزہۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۴۔۲۱۵، رقم: ۱۰۶۸، میں ہو چکی ہے۔

۱۷۶۹- ح: [خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ] برتنوں کو ڈھانک دو (الخ)

۱۷۶۹- عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّيٰطِيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانک دو۔ مشکوں کا منہ باندھ دو اور دروازوں کو بند کرو اور شام کے وقت بچوں کو باہر نکلنے سے روکو اس لیے کہ جن اس وقت پھیلتے اور اچکتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو اس لیے کہ چوہیا کبھی کبھی بتی کھینچ لے جاتی ہے پھر گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔ بہ طریق ابن جریج اور حبیب جو روایت ہے اس میں بجائے فَاِنَّ لِلْجِنِّ کے فَاِنَّ لِلشَّيٰطِيْنِ ہے۔

بَابٌ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّفِی الْاُخْرٰى شِفَاءً (ص ۴۶۷)

جب مکھی تمہارے پینے کی چیز میں گر پڑے تو مکھی کو اس میں غوطہ دے دو اس لیے کہ اس کے دو بازوؤں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء

۱۷۷۰- اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَ فِی الْاُخْرٰى شِفَاءً۔

عبید بن حنین نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مکھی تمہارے پینے کی چیز میں گر پڑے تو اس مکھی کو غوطہ دے دو پھر اسے نکال دو، اس لیے کہ اس کے دو بازوؤں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: اذا وقع الذباب فی اناء احدکم ص ۸۶۰، نسائی، ابن ماجہ)

بعض روایتوں[1] میں یہ ہے کہ وہ پہلے اسی بازو کو ڈالتی ہے جس میں بیماری ہوتی ہے۔ جانوروں میں اس قسم کے متضاد اثرات کافی ہیں جیسے شہد کی مکھی میں کہ اس سے شہد بھی نکلتا ہے اور اس کے ڈنک میں زہر بھی ہے۔ بعض قسم کے سانپوں میں زہر تو ہوتا ہی ہے ان سے تریاق بھی حاصل ہوتا ہے۔ مکھی کا سر توڑ کر اگر بھڑ یا بچھو کے ڈنک مارنے کی جگہ پر مل دیا جائے تو فوراً شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو جن کے تذکرے سے کوئی مناسبت نہیں ہے یہ صرف ابو ذر کے نسخہ میں ہے۔

---

[1] فتح الباری۔ ج ۱۰ ص ۲۵۱، بحوالہ ابو داؤد و ابن حبان، ابو داؤد۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: الذباب یقع فی الطعام ص ۵۳۱، مسلم۔ کتاب البیوع، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الصید

۱۷۷۱- ح: [اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ]

کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا

۱۷۷۱- عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

کتوں کے مار ڈالنے کے سلسلے میں بحث کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٠ - کِتَابُ [اَحَادِیْثِ] الْاَنْبِیَاءِ (ص ٤٦٨)

انبیاء کرام [کے واقعات] کا بیان

انبیاء نبی کی جمع ہے۔ ''نبی'' فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ یا تو ''نبأ'' سے بنا ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں یا ''نبوٌ'' سے جس کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ اس تقدیر پر اس کی اصل ''نبیوٌ'' تھی۔ واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا۔ انبیاء کی اصل ''اَنْبِیَاوٌ'' تھی واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔ دونوں تقدیر پر فعیل یا تو معنی میں فاعل کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دینے والے کے، چونکہ نبی غیب کی خبر دیتے ہیں اس لیے ان کو نبی کہا جاتا ہے۔ دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کرنے والے کے، چونکہ جو شخص نبی پر ایمان لاتا ہے اس کا مرتبہ دنیا اور آخرت میں بلند ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے نبی مرتبہ بلند کرنے والا ہوا یا فعیل معنی میں مفعول کے ہے۔ پہلی تقدیر پر اس کے معنی ہوئے خبر دیئے ہوئے چونکہ انبیائے کرام ایک دوسرے کے احوال بیان کرتے ہیں اس لیے نبی کو نبی کہا جاتا ہے اور دوسری تقدیر پر اس کے معنی ہوئے بلند کیا ہوا، چونکہ اللہ عزوجل نے انبیاء کرام کو تمام مخلوقات پر برتری عطا فرمائی ہے اس لیے نبی کو نبی کہا جاتا ہے۔

نبوت کے حصول میں کسب کو کوئی دخل نہیں۔ محض اللہ عزوجل اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نبی بناتا ہے، کسی کی نبوت کا علم صرف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے یا دو لاکھ چوبیس ہزار۔ صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد متعین نہ کی جائے اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیائے کرام مبعوث ہوئے، ان میں سے تین سو دس یا تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ رسول ہوئے علی اختلاف الروایات۔

صحیح یہ ہے کہ نبی ہونا بشر کا خاصہ ہے۔ بشر کے علاوہ جن یا فرشتے نبی نہیں ہوتے۔ صحیح یہ ہے کہ رسول ہونا بشر کا خاصہ نہیں فرشتے بھی رسول ہیں۔ اس تقدیر پر نبی اور رسول میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ بعض حضرات نبی اور رسول دونوں ہیں، جیسے ہمارے حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔ بعض حضرات نبی ہیں مگر رسول نہیں، جیسے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ حضرت شعیب علیہم السلام اور بعض رسول ہیں مگر نبی نہیں جیسے رسل ملائکہ، حضرت جبریل وغیرہ۔

نبی

وہ بشر ہے جس کے پاس وحی آتی ہو خواہ وہ مامور بالتبلیغ ہو یا نہ ہو۔

رسول

رسول وہ ہے جس کے پاس وحی آتی ہو اور وہ مامور بالتبلیغ ہو۔

ان مباحث کی پوری تفصیل نزہۃ القاری ج ۱ ص ۲۰۲۔ ۲۰۴، رقم: ۲ میں موجود ہے۔

بَابُ خَلْقِ اٰدَمَ وَذُرِّيَّتِهٖ — حضرت آدم اور ان کی اولاد کی پیدائش کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرہ: ۳۰) (ص ۴۶۸)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔

توضیح باب

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے بشر اور سب سے پہلے نبی ہیں۔ لفظ آدم عجمی ہے یا عربی' علماء کے دونوں اقوال ہیں' جو لوگ عربی مانتے ہیں وہ اسے ''اَفْعَلُ'' کے وزن پر صفت مشبہ ''اُدْمَةٌ'' سے مشتق مانتے ہیں۔ ''اُدْمَةٌ'' کے معنی زمین کے اوپر کی سطح کے ہیں اور گندمی رنگ ہونے کے بھی ہیں' چونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زمین کے ہر حصہ کی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آپ گندمی رنگ کے تھے اس لیے آدم نام پڑا۔

اور کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ سریانی لفظ ہے' اگر یہ عربی لفظ ہے تو اس میں دو سبب وزن فعل اور علمیت ہے اور اگر عجمہ ہے تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم ہے' اس لیے بہر تقدیر یہ غیر منصرف ہے۔ انبیائے کرام کے اسماء میں سے سات اسماء منصرف ہیں: نوح' ہود' لوط' شیث' صالح' شعیب' محمد۔ ان میں چار پہلے والے عجمہ ہیں مگر ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے عجمہ کا اعتبار نہ رہا اور تین بعد والے عربی ہیں' ان میں صرف علمیت ہے۔

ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ پہلے اس کو گیلی پتلی گارے کی طرح بنا کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بودار ہوگئی' پھر ان کی صورت بنائی یہاں تک کہ جب سوکھ کر کھنکھنانے لگی تو ابلیس ان کے پاس سے گزرتا اور کہتا: کسی عظیم کام کے لیے تم پیدا کیے گئے ہو' پھر اللہ نے ان میں اپنی روح پھونکی' سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے بانسہ میں پہنچی جس پر انہیں چھینک آئی تو انہوں نے ''الحمد للّٰہ'' پڑھا' اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: ''یرحمك ربّك''۔

اذ قال ربك

فرشتوں سے اس ارشاد کی حکمت یہ تھی کہ فرشتے اللہ عزوجل کے نائب کی عظمت کو جان لیں اور بعد میں جو کچھ فرشتوں نے عرض کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ یہ معلوم کریں کہ بجائے ہمارے اس نئی مخلوق کو منصب نیابت کس بنا پر عطا فرمایا جا رہا ہے جب کہ اپنی دانست میں ہم اس کے اہل موجود ہیں۔

یا یہ مشورۃً تھا' اللہ عزوجل مشورہ سے منزہ ہے۔ مشورہ وہ کرتا ہے جو انجام سے واقف نہ ہو یا قادر مطلق نہ ہو' اس لیے یہ حقیقت میں مشورہ نہیں صورۃً مشورہ ہے بندوں کی تعلیم کے لیے۔ حدیث میں ہے: ''ماحار من استشار'' جو مشورہ کرے گا وہ حیران نہ ہوگا۔

فرشتوں نے نیابت کا استحقاق تسبیح وتقدیس اور عبادت سمجھا تھا اس لیے بہ طور حسن طلب اپنی تسبیح وتقدیس کو پیش کیا مگر یہ یعنی منصب نیابت کسبی نہیں صرف وہبی ہے' اس لیے ارشاد فرمایا: میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے' فرشتوں کی یہ عرض: کیا تو زمین میں ایسی قوم پیدا فرمائے گا جو فساد وخون ریزی کریں گے۔ یا تو لوح محفوظ میں دیکھا تھا اس لیے عرض کیا یا جنوں پر قیاس کر کے عرض کیا جو انسانوں سے پہلے زمین میں ساٹھ ہزار برس تک آباد رہے اور آپس میں لڑتے رہے جس کی سزا میں فرشتوں کی فوج نے انہیں

پہاڑوں اور جزیروں میں مقید کر دیا۔ اس آیت میں خلیفہ سے مراد نوع ہے خاص حضرت آدم مراد نہیں اور یہ منصب تمام انبیائے کرام کو حاصل تھا۔

اب اس کے بعد حضرت امام بخاری حضرت آدم اور انسان کی تخلیق کے سلسلے میں وارد آیات کے کچھ الفاظ کی تشریح کر رہے ہیں: ﴿صَلْصَالٍ﴾ (الحجر:٢٦) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهٖ صَلَّ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهٗ يَعْنِيْ كَبَبْتُهٗ......صلصال کے معنی وہ گیلی مٹی جس میں بالو ملایا جائے جو سوکھ کر آواز کرے جیسا کہ مٹی کا پکا ہوا برتن آواز کرتا ہے اور کہا گیا کہ بودار مٹی مراد ہے ان لوگوں کے نزدیک یہ لفظ ''صَلَّ'' سے بنا ہے جیسے کہتے ہیں: ''صرّ الباب وصر صر'' دروازہ کے بند کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے جیسے ''كبكبته'' یعنی برتن کو اوندھا کرتے وقت جو آواز نکلتی ہے۔

﴿فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ (الاعراف:١٨٩) اِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ.....یعنی اس کا حمل باقی رہا یہاں تک کہ اس کے دن پورے ہو گئے ﴿أَنْ لَّا تَسْجُدَ﴾ (الاعراف:١٢) أَنْ تَسْجُدَ.....یعنی ''اَنْ لا تسجد'' میں ''لا'' زائدہ ہے: ''وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرہ:٣٠) یعنی اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں ''اذ'' ظرف ہے اس کا متعلق محذوف ''اُذْكُرْ'' ہے۔

خلیفہ کا معنی خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے جلالین میں یہ بتایا: ''يخلفني في تنفيذ او امري فيها'' زمین میں میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہوگا اور امر جمع ہے اس کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے جو دنیوی و دینی تشریعی و تکوینی تمام احکام کو عام ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ زمین میں میرا جو حکم بھی نافذ ہوگا خواہ وہ تشریعی ہو یا تکوینی میرے اس نائب کے ذریعہ نافذ ہوگا۔

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ (الطارق:٤) إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ...... یعنی ''لَمَّا'' معنی میں ''إِلَّا'' کے ہے استثناء کے لیے ﴿فِيْ كَبَدٍ﴾ (البلد:٤) فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ...... پیدائش کی سختی ﴿وَرِيْشًا﴾ (الاعراف:٢٦) اَلْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهُ الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ...... ''رِيْشًا'' کے معنی مال ہے اور حضرت ابن عباس کے علاوہ اور حضرات نے کہا کہ ریاش اور ریش ایک معنی میں ہیں اور یہ ظاہری لباس کو کہتے ہیں: ﴿مَا تُمْنُوْنَ﴾ (الواقعہ:٥٨) اَلنُّطْفَةَ فِيْ أَرْحَامِ النِّسَاءِ...... جو تم منی گراتے ہو یعنی وہ نطفہ جو عورتوں کے رحموں میں گراتے ہو'' وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ (الطارق:٨)...... اَلنُّطْفَةُ فِي الْإِحْلِيْلِ'' بے شک وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نطفہ کو رحم سے لوٹا کر مرد کے عضو تناسل کے سوراخ میں پہنچا دے ''كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ السَّمَاءُ شَفْعٌ وَالْوِتْرُ اللّٰهُ'' ہر چیز کو اللہ نے جفت پیدا کیا ہے آسمان بھی جفت ہے اور وتر صرف اللہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ آسمان زمین کو جفت بنانے والا ہے اس طرح کہ دونوں مل کر جوڑہ طبق ہو جاتے ہیں ﴿فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین:٤) فِيْ أَحْسَنِ خَلْقٍ...... بہترین صورت میں ﴿أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ (التین:٥) إِلَّا مَنْ اٰمَنَ...... پھر ہم نے انسان کو سب سے نچلے طبقہ میں دھکیلا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿خُسْرٍ﴾ (العصر:٢) ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰى فَقَالَ إِلَّا مَنْ اٰمَنَ...... نسان نقصان یعنی گمراہی میں ہے پھر استثنی کیا اور فرمایا: مگر جو ایمان لائے۔

﴿لَازِبٌ﴾ (الصافات:١١) لَازِمٌ...... چپکنے والی ﴿نُنْشِئَكُمْ﴾ (الواقعہ:٦١) فِيْ أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ...... ہم جس شکل میں چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں ﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾ (البقرہ:٣٠) نُعَظِّمُكَ...... ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں یعنی تیری

عنہ بیان کرتے ہیں: وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ﴾ (البقرہ:٣٧) هُوَ قَوْلُهٗ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا﴾ (الاعراف:٢٣)......
اور ابوالعالیہ نے کہا: آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات اخذ کیے وہ یہ دعا ہے: ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا''۔ ''وَقَالَ ﴿فَاَزَلَّهُمَا﴾ (البقرہ:
٣٦) اِسْتَزَلَّهُمَا''......یعنی ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا ﴿يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:٢٥٩) يَتَغَيَّرْ ﴿اٰسِنٍ﴾ (محمد:١٥) مُتَغَيِّرٍ ' اَلْمَسْنُوْنُ
اَلْمُتَغَيِّرُ 'يَتَسَنَّهْ'' کے معنی بدلتا ہے۔ ''اٰسِنٍ'' اور ''مَسْنُوْنٌ'' کے معنی متغیر کے ہیں۔
﴿حَمَاٍ﴾ (الحجر:٣٣) جمع ''حَمَاةٍ''، ''وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ''، ''حَمَاٌ حَمَاةٌ'' کی جمع ہے اور وہ بدلا ہوا کیچڑ ہے
﴿يَخْصِفَانِ﴾ (الاعراف:٢٢) اَخَذَ الْخِصَافَ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقِ يَخْصِفَانِ بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ......یعنی جنت
کے درخت کے پتوں سے پردہ پوشی کرنے کے لیے پتوں کو ایک دوسرے پر رکھنے لگے' پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے
﴿سَوْاٰتُهُمَا﴾ (الاعراف:٢٢)...... ''كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا'' یہ ان دونوں کی شرمگاہ سے کنایہ ہے ﴿وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾
(الاعراف:٢٤) هٰهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ' وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَالَا يُحْصٰى عَدَدُهٗ......یعنی اس وقت سے لے کر
قیامت تک اور اہل عرب کے نزدیک ''حین'' کا معنی کسی وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ہے ﴿قَبِيْلُهٗ﴾ (الاعراف:٢٧) جِيْلُهُ
الَّذِىْ هُوَ مِنْهُمْ......اس کا خاندان جس سے وہ ہے۔

١٧٧٢- ح: [خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا]

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی

١٧٧٢- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ بِهٖ فَاِنَّهٗ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَكُلُّ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْاٰنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ کی تھی' پھر فرمایا: جاؤ اور ان فرشتوں کے گروہ کو سلام کرو اور وہ جو جواب دیں اس کو بغور سنو اس لیے کہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ حضرت آدم نے کہا: السلام علیکم تو فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کو زیادہ کیا' جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پہ ہوگا' اس کے بعد مخلوق کا قد گھٹتا رہا یہاں تک کہ اب تک۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الاستیذان۔ باب: بدء السلام ص ٩١٩' مسلم۔ کتاب صفۃ الجنۃ)

ابن تین نے کہا کہ حضرت آدم ہمارے ہاتھ سے ساٹھ ہاتھ کے تھے اس لیے کہ اگر ان کے ہاتھ سے ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا مانا جائے تو تناسب بگڑ جائے گا۔ ان کے قد کے مقابلے میں ہاتھ کی وہی حیثیت ہو جائے گی جو ہمارے انگلی اور ناخن کو ہمارے قد سے ہے اور یہ ہیئت احسن تقویم کے منافی ہے۔ ہر شخص جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ان کے قد کے برابر ساٹھ ہاتھ کا داخل ہوگا۔

١٧٧٣- ح: [سُوَالَاتُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ]

حضرت عبداللہ بن سلام کے سوالات

١٧٧٣- عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ طیبہ

قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّىْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَاكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ اَىِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰى اَبِيْهِ وَمِنْ اَىِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ اِلٰى اَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِىْ بِهِنَّ اٰنِفًا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَاكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ اَمَّا الشَّبَهُ فِى الْوَلَدِ فَاِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَشِىَ الْمَرْاَةَ فَسَبَقَهَا مَاءُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَاِذَا سَبَقَتْ كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِىْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ بَهَتُوْنِىْ عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا وَاَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ.

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: ج ۱ص ۵۶۱ کتاب التفسیر۔ سورۂ البقرہ۔ باب: من کان عدوًّا لجبریل۔ ج ۲ ص ۶۴۳)

تشریف آوری کی خبر حضرت عبداللہ بن سلام کو پہنچی تو وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا: میں حضور سے تین باتوں کو پوچھ رہا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے عرض کیا: قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے اور جنتی سب سے پہلے کیا کھائیں گے اور کس وجہ سے لڑکا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کس وجہ سے اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے ابھی ان تینوں کے بارے میں مجھے بتایا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے کہا: یہ فرشتوں میں یہود کے دشمن ہیں، اب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے سمیٹ کر مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔ جنتی سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا حصہ جو ایک کنارے رہتا ہے کھائیں گے۔ رہی لڑکے کی مشابہت، تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ مرد جب عورت سے ہم بستری کرتا ہے تو مرد کی منی رحم میں عورت کی منی سے پہلے پہنچتی ہے تو باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر ماں کی منی پہلے پہنچتی ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہہ آپ اللہ کے رسول ہیں، پھر کہا: یارسول اللہ! یہود بڑے بہتان تراش لوگ ہیں۔ اگر وہ میرے مسلمان ہونے کو جان لیں قبل اس کے کہ آپ میرے بارے میں ان سے دریافت کریں تو حضور کے سامنے مجھ پر بہتان باندھیں گے، اس کے بعد یہود آئے اور حضرت عبداللہ مکان کے اندر چلے گئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے یہود سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ یہود نے کہا: ہم سب سے زیادہ علم والے اور ہم سب سے زیادہ علم والے کے بیٹے ہیں اور ہم سب سے اچھے ہیں اور ہم سب سے اچھے کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ، اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں تو؟ یہود نے کہا: اللہ اس کو اس سے بچائے۔ اب حضرت عبداللہ ان کے سامنے آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی یہود نے کہا: عبداللہ ہم

میں سب سے زیادہ برے ہیں اور سب سے زیادہ برے کے بیٹے ہیں اوران کو برا کہنے لگے۔

زیادة کبد حوت

بعض روایات میں بجائے ''حوت'' کے ''نون'' آیا ہے۔ ''نون'' کے معنی بھی مچھلی کے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ وہ مچھلی ہے کہ جس پر زمین ٹھہری ہوئی ہے مچھلی کے جگر میں ایک حصہ الگ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے ''زیادة کبد'' سے یہی مراد ہے۔

اذا سبق ماء الرجل...... (بچے اپنے ماموں یا چچا کے کب مشابہ ہوتے ہیں؟)

مسلم[1] میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''اذا علاماء ها ماء الرجل اشبه اخواله واذا علاماء الرجل ماء ها اشبه اعمامه'' جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب ہوتا ہے تو اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ بزاز میں اسی کے مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس میں یہ زائد ہے: مرد کا نطفہ سفید گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پیلا پتلا ہوتا ہے۔

لیکن مسلم میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: مرد کا نطفہ سفید ہے اور عورت کا نطفہ پیلا۔ جب دونوں اکٹھے ہوں اور مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آئے تو اللہ کے اذن سے بچہ مذکر ہوتا ہے اور جب عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آئے تو بچہ اللہ کے اذن سے مؤنث ہوتا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بچہ جب مذکر ہو تو ہمیشہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا اور جب مؤنث ہو تو اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوگا۔ مشاہدہ اس کے خلاف ہے اس لیے کہ کبھی بچہ ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور بچی اپنے چچاؤں کے۔

اقول وهو المستعان: حل یہ ہے کہ ام المؤمنین کی حدیث میں علو سے مراد رحم میں پہلے پہنچنا ہے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث زیر بحث میں خود اس کی تصریح ہے کہ ''اذا سبق ماء الرجل'' اور حضرت ثوبان کی حدیث میں علو سے مراد اس کا ظاہری معنی یعنی غالب آنا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

قوم بهت

ہاء ہوز کو ضمہ اور سکون دونوں۔ یہ ''بهيت'' کی جمع ہے جیسے ''قضيب'' کی جمع ''قضب'' ہے اور ''قليب'' کی جمع قلب ہے یعنی وہ شخص جس کے جھوٹ گھڑنے سے سامع مبہوت ہو جائے 'مبہوت کرنے والا۔

فجاءت اليهود

عبداللہ بن بکر کی روایت جو حمید سے ہے اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلوایا؟ کن یہودیوں کو بلوایا حدیث کے ظاہری الفاظ سے تعمیم سمجھ میں آتی ہے لیکن سیاق سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ان یہودیوں کو بلوایا جن کا حضرت عبداللہ بن سلام سے خاص تعلق تھا جو ان کے قبیلہ بنو قینقاع کے افراد تھے۔ مناقب اور تفسیر کی روایت میں یہ زائد ہے: جب یہود حضرت عبداللہ بن سلام کی تنقیص شان کرنے لگے تو عبداللہ بن سلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اسی کا اندیشہ تھا۔

١٧٧٤ - ح: [لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ] اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے

---

[1] مسلم - کتاب الطہارۃ - کتاب الحیض - باب: وجوب الغسل علی المراۃ - ج ۱ ص ۱۴۶

لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ] تو گوشت نہ سڑتا

١٧٧٤- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِي لَوْلَا بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثٰى زَوْجَهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ہم معنی روایت کی یعنی اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حضرت حواء نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول اللہ عزوجل وواعدنا موسٰی ثلثین لیلۃ ص ٤٨٩، مسلم۔ کتاب الرضاع)

یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے اس جگہ اس کے ہم معنی کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہے جس کی طرف نحوہ کی ضمیر لوٹے اور جس کی تفسیر یعنی سے درست ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ امام بخاری سے ان کے شیخ نے جن الفاظ میں حدیث بیان کی تھی وہ لکھتے وقت محفوظ نہ رہے، انہیں الفاظ کے بارے میں کچھ تردد رہا تو انہوں نے احتیاطاً یہ طریقہ اپنایا، یا اب نحوہ کی ضمیر کی مرجع معہود فی الذہن ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صنعانی کے نسخے میں نحوہ کے بعد یہ ہے: میں نے اسے بہ طریق ابن المبارک عن معمر صرف مصنف ہی کے نزدیک پایا۔ بخاری ہی میں باب ذکر موسیٰ علیہ السلام میں عبداللہ عن معمر کی روایت اسی لفظ کے ساتھ آرہی ہے جس کے آخر میں الدہر زائد ہے۔ علامہ عینی اور قسطلانی نے یہ توجیہ کی کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے امام بخاری نے یہ حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہو: عن محمد بن رافع عن عبدالرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لولا بنو اسرائیل لم یخبث الطعام ولم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثٰی زوجھا الدھر" پھر بہ طریق بشر بن محمد روایت کی اور اسے نحوہ سے تعبیر کیا، یعنی سے اس کی تفسیر کردی۔

لم یخنز

بنی اسرائیل پر من وسلویٰ برف کی طرح فجر طلوع ہونے سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے تک آسمان سے برستا تھا، انہیں حکم تھا کہ اپنی ضرورت بھر جمع کرلیں یعنی جو دن بھر کو کافی ہو، ذخیرہ اندوزی نہ کریں لیکن انہوں نے لالچ میں آکر ذخیرہ اندوزی کی، جس کے نتیجے میں وہ سڑ کر خراب ہونے لگا اسی وقت سے کھانا اور گوشت سڑ کر خراب ہونے لگا۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بعض کتب الٰہیہ میں پڑھا ہے: اگر میں نے مردے پر فنا مقدر نہ کی ہوتی تو اس کے اہل اپنے گھروں میں انہیں جمع رکھتے اور اگر غلے پر فساد مقرر نہ کیا ہوتا تو مالدار اسے جمع کرلیتے فقراء نہ پاتے۔

لَوْلَا حَوَّاءُ

یعنی اگر حضرت حواء نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شجرہ ممنوعہ کھانے پر نہ ابھارا ہوتا۔ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کو جنت میں ہر چیز کھانے کی اجازت تھی سوائے ایک درخت کے۔ شیطان کے وسوسہ سے حضرت حواء نے حضرت آدم کو اس درخت کے کھانے پر ابھارا جس پر انہوں نے اسے تناول فرمالیا، اسی کو حدیث میں خیانت سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہ شجرہ ممنوعہ کیا تھا۔ ماوردی نے کہا کہ یہ گیہوں تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ انجیر تھا، ایک قول یہ ہے کہ یہ کافور تھا، ایک قول یہ ہے کہ انگور تھا، ایک قول یہ ہے کہ ان سب سے الگ ایک درخت تھا جس کا نام شجرۃ الخلد تھا جسے فرشتے کھاتے تھے۔ اس حدیث میں مردوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ عورتوں کی زیادتیوں پر صبر سے کام لیں۔

١٧٧٥- ح: [اِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجَ]

عورت سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے

١٧٧٥- عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.

(بخاری۔ باب: الوصاۃ بالنساء۔ ج ٢ ص ٧٧٩)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو اس لیے کہ عورت پسلی کی ہڈی سے بنائی گئی ہے اور بے شک پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے اگر تم اس کو سیدھی کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی اس لیے عورتوں کے بارے میں وصیت قبول کرو۔

حضرت حواء حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بائیں سب سے چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اسی لیے ان کا نام حواء پڑا کہ وہ زندہ انسان کے جزء سے پیدا کی گئی ہیں یا ان کا نام یہ اس لیے پڑا کہ وہ ہر زندہ انسان کی ماں ہیں۔ اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی کج خلقی اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر کرنا چاہیے اور نباہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مطابقت باب

ان احادیث کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ حضرت آدم کی اولاد حضرت حواء ہی کے بطن سے عالم وجود میں آئی ہے۔ یہ حضرت آدم کی اولاد کی تخلیق کا سبب ہیں۔

١٧٧٦- ح: [خِطَابٌ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا]

جہنم میں سب سے کم عذاب پانے والے سے خطاب

١٧٧٦- عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَرْفَعُهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ اَنَّ لَکَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اَکُنْتَ تَفْتَدِیْ بِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُکَ مَا هُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَا تُشْرِکَ بِیْ فَاَبَیْتَ اِلَّا الشِّرْکَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے فرمائے گا: بتا اگر تیرے لیے زمین میں کچھ ہو تو کیا اس کے عوض اپنے آپ کو عذاب سے بچائے گا؟ وہ کہے گا: ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھ سے اس سے آسان بات کہی تھی اور تو آدم کی پیٹھ میں تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا تو تو نہیں مانا اور شرک اختیار کیا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: من نوقش الحساب عذب ص ٩٦٨، باب: صفۃ الجنۃ والنار ص ٩٧، مسلم۔ کتاب التوبہ)

کتاب الرقاق میں بہ طریق قتادہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: بتا اگر تیرے لیے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا جہنم کے فدیہ میں اسے دے گا؟ وہ کہے گا: ضرور تو اس سے کہا جائے گا کہ اس سے آسان کا تجھ سے سوال کیا گیا تھا مگر تو نے اسے قبول نہیں کیا۔

١٧٧٧- ح: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ اِلَّا کَانَ عَلٰی

ہر قتل کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام

ابنِ اٰدمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ] | کے پہلے بیٹے پر ہوگا

١٧٧٧- عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو آدم کے پہلے بیٹے پر اس کے خون سے حصہ ہوگا اس لیے کہ وہی ہے جس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الدیات۔ باب: قول اللہ ومن احیاھا ص ١٠١٤ باب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب: اثم من دعا الی ضلالۃ ص ١٠٨٨، مسلم۔ کتاب الحدود، ترمذی۔ کتاب العلم، نسائی۔ کتاب التفسیر۔ کتاب المحاربہ، ابن ماجہ۔ کتاب الدیات)

ہابیل اور قابیل

ابن آدم اول سے مراد قابیل ہے۔ قصہ یہ تھا کہ حضرت حواء ہر بطن میں ایک بچہ اور ایک بچی جنتی تھیں سوائے شیث علیہ السلام کے، یہ تنہا پیدا ہوئے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں تشریف لائے سو سال گزر چکے تو قابیل اور اس کی جڑواں اقلیمہ اس کے بعد ہابیل اور ان کی جڑواں لیوذا پیدا ہوئیں۔ بوجہ ضرورت ان کی شریعت میں یہ جائز تھا کہ ایک بطن کے بچہ کو دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا، البتہ یہ جائز نہیں تھا کہ ایک ہی بطن سے پیدا شدہ بچے اور بچی کا نکاح کیا جائے۔ اقلیمہ بہت حسین وجمیل اور جاذب نظر تھیں قاعدے کے مطابق جب یہ چاروں بالغ ہو گئے تو حضرت آدم نے چاہا کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دیں۔ اقلیمہ چونکہ بہت حسین وجمیل تھیں۔ ہابیل چاہتا تھا کہ اقلیمہ سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ قابیل اس پر بضد ہوا، حضرت آدم نے حکم دیا کہ دونوں اس مسئلہ کو سامنے رکھ کر بارگاہ ایزدی میں قربانی پیش کریں۔ جس کی قربانی مقبول ہوگی اقلیمہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ قابیل کاشت کار تھا اور ہابیل بکریاں پالے ہوئے تھے۔ قابیل نے سب سے ردی غلے کا ایک ڈھیر قربانی کے لیے پیش کیا، اپنے جی میں اس نے سوچا مجھے پرواہ نہیں میری طرف سے قبول ہو یا نہ ہو جب کہ ہابیل ہی میری بہن سے شادی کرے گا اور ہابیل نے بہت فربہ مینڈھا اور دودھ اور مکھن قربانی کے لیے پیش کیا اور جی میں یہ سوچا کہ اللہ جو فیصلہ فرمائے گا اس پر میں راضی ہوں۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق آسمان سے سفید آگ آئی، ہابیل کی قربانی کھا گئی اور قابیل کی قربانی کو نہیں چھوا، اس سے قابیل کے دل میں ہابیل کی طرف سے عداوت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہابیل کا یہ مینڈھا زندہ جنت میں اٹھالیا گیا اور جنت ہی میں رہا، یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا، چونکہ سب سے پہلے قابیل نے ناحق قتل کیا گویا اسی سے انسان نے قتل کو سیکھا، اس لیے قیامت تک جتنا خون ناحق ہوگا سب کا وبال قابیل پر بھی ضرور ہوگا۔

بَابٌ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ (ص ٤٦٩) | روحیں اکٹھی کی ہوئیں لشکر ہیں

ت ٥٩٠- وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ روحیں اکٹھا کیے ہوئے لشکر کی طرح ہیں، عالم ارواح میں جن کی آپس میں شناسائی ہوئی دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان الفت رہی اور جن سے عالم ارواح میں بیگانگی رہی دنیا میں آنے کے بعد ان کے درمیان اختلاف رہا۔

علامہ خطابی نے کہا کہ اس کا ایک معنی یہ ہوسکتا ہے کہ جوارواح خیر وشر صلاح وفساد میں ایک دوسرے کے مثل ہوتی ہیں وہ اپنے مماثل کی طرف جھکتی ہیں یا دور رہتی ہیں یہی عالم ارواح کا تعارف اور تنا کر ہے۔ ارواح کے تعارف سے مراد یہ ہے کہ جس کی جبلت میں خیر ہوتی ہے وہ اہل خیر کی طرف جھکتی ہیں اور جن میں شر ہوتا ہے وہ اہل شر کی طرف اور اس کے اختلاف سے آپس میں منافرت ہوتی ہے اور اسی کے مطابق دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ بدء خلق میں عالم غیب میں جو کچھ پیش آیا اس کی خبر دینا مقصود ہے روحیں جسم سے پہلے پیدا کی گئی ہیں وہ سب اکٹھی تھیں آپس میں ملتی جلتی تھیں یا نفرت کرتی تھیں پھر جب وہ اجسام میں آئیں تو اسی کے مطابق محبت یا نفرت دوستی یا دشمنی کا ظہور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ

اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ جیسے لشکر میں مختلف عادات واطوار وخصائل کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اسی طرح ارواح بھی اکٹھی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے اندر کسی ایسے شخص سے نفرت پائے جو صاحب فضیلت وکمال ہوتو اسے چاہیے کہ یہ غور کر کے معلوم کرے کہ اس کا سبب کیا ہے پھر اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اس تعلیق کو امام بخاری نے الادب المفرد میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وقال یحیی بن ایوب

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ امام لیث کی طرح یحییٰ بن ایوب نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ مسند ابو یعلیٰ میں اسے سند متصل کے ساتھ روایت کیا اس کے شروع میں یہ زائد ہے عمرہ بنت عبدالرحمن نے کہا کہ مکہ میں ایک خوش طبع عورت تھی وہ مدینہ آئی تو اپنے ہی جیسی ایک عورت کے پاس اتری اس کی خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے محبوب نے سچ فرمایا اور یہ حدیث بیان کی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ (الاعراف:۵۹) (ص ۴۷۰)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی جانب بھیجا

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ (ہود:۲۷) مَا ظَهَرَ لَنَا"...... یعنی جو بات ہمارے لیے ظاہر ہو ﴿اَقْلِعِىْ﴾ (ہود:۴۴) اَمْسِكِىْ...... روک لے ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (ہود:۴۰) نَبَعَ الْمَاءُ" پانی ابلا "وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهَ الْاَرْضِ" پانی زمین کی سطح سے بھی ابلا "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْجُوْدِيُّ﴾ (ہود:۴۴) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ" جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے ﴿دَاْبٌ﴾ (المومن:۳۱) حال "دَاْبٌ" کے معنی حالت کے ہیں "اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ" یعنی اس آیت کی تفسیر بیان ہوگی۔

[بَابٌ] [نوح:۱ کی تفسیر]

[قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (نوح:۱) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ]

[اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرائے اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آئے تا آخر سورۂ نوح۔]

۱۷۷۸- ح- [اِنَّ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ] دجال کانا ہے

۱۷۷۸- عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِہٖ نَبِیٌّ قَوْمَہٗ اِنَّہٗ اَعْوَرُ وَاِنَّہٗ یُجِیْءُ مَعَہٗ بِتِمْثَالِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّھَا الْجَنَّۃُ ھِیَ النَّارُ وَاِنِّیْ اُنْذِرُکُمْ کَمَا اَنْذَرَ بِہٖ نُوْحٌ قَوْمَہٗ. (مسلم۔ کتاب الفتن)

کیا میں تم سے دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بیان کروں جو کسی نبی نے نہیں بیان کی کہ وہ کانا ہے، وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا جسے وہ جنت کہے گا، حقیقت میں وہ جہنم ہوگی، میں تم کو دجال سے ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

١٧٧٩- ح: [شَھَادَۃُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ]

قیامت کے دن اس امت کی گواہی

١٧٧٩- عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجِیْءُ نُوْحٌ وَاُمَّتُہٗ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ ھَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ فَیَقُوْلُ لِاُمَّتِہٖ ھَلْ بَلَّغَکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِیٍّ فَیَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ یَّشْھَدُ لَکَ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُہٗ فَنَشْھَدُ اَنَّہٗ قَدْ بَلَّغَ وَھُوَ قَوْلُہٗ ﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ (البقرہ:١٤٣) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرہ۔ باب: کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا ص ٦٤٥، کتاب الاعتصام۔ باب: قولہ تعالیٰ کذلک جعلناکم الخ ص ١٠٩٢، ترمذی۔ کتاب التفسیر، نسائی۔ کتاب التفسیر، ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نوح اور ان کی امت قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگی تو اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے دریافت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: ہاں! اے رب! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا: کیا نوح نے تم تک میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے: نہیں! ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا! اب اللہ تعالیٰ نوح سے فرمائے گا: تمہارے لیے کون گواہی دے گا تو وہ عرض کریں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ اس کے بعد ہم گواہی دیں گے کہ نوح نے اپنی قوم تک تیرا پیغام پہنچا دیا تھا اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد" اور ایسے ہی ہم نے تم کو عادل قوم بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو"۔ اور وسط کے معنی عادل کے ہیں۔

فَیَقُوْلُوْنَ

بہ ظاہر یہ اس ارشاد کے معارض ہے: "اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ" (یٰس:٦٥) آج ہم ان کے مونھوں پر مہر کر دیں گے۔ تطبیق یہ ہے کہ ابتداء میں ان کو بولنے کی اجازت ہوگی، پھر ان کے منہ پر مہر کر دی جائے گی۔

فیشھدون

یہ قصہ ہر نبی کے ساتھ ہوگا، پہلے امت کے افراد یہ گواہی دیں گے کہ ان انبیائے کرام نے اپنی امتوں تک تیرا پیغام پہنچایا، پھر ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم بعد میں آئے تم کو کیسے معلوم ہوا کہ ان انبیاء نے اپنی امتوں تک میرا پیغام پہنچایا تو یہ امت عرض کرے گی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی اور ہم نے اس کی تصدیق کی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ گواہی دیں گے کہ ہاں ہم نے اپنی امت کو یہ بتایا ہے۔

١٧٨٠- ح: [یَوْمُ الشَّفَاعَۃِ]

شفاعت کا دن

١٧٨٠- عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ اَبِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ
تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا ذٰلِكَ يُجْمَعُ النَّاسُ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ
الْبَصَرُ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ
مَالَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَرَوْنَ
مَا قَدْ بَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ
فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِاٰدَمَ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ
فَيَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ
فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ
لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰى اِلٰى
مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ اٰدَمُ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ
قَدْ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهٗ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ
اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا
فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ اِنَّكَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ
وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا
تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ
وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِيْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلٰى قَوْمِيْ نَفْسِيْ
نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ
فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ
وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى
اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ لَهُمْ اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ
وَاِنِّيْ قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ فَذَكَرَهُنَّ اَبُوْ
حَيَّانَ فِي الْحَدِيْثِ نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى
غَيْرِيْ اذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ يَا

میں گوشت پیش کیا گیا اور حضور کے سامنے دست لایا گیا اور یہ حضور
کو پسند تھا۔ حضور اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے'
پھر فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں اور کیا تم
لوگ یہ جانتے ہو کہ یہ کس وجہ سے ہے؟ اولین اور آخرین کو ایک
میدان میں جمع کیا جائے گا۔ سب پکارنے والے کی آواز سنیں گے
اور سب تک نظر پہنچے گی اور سورج قریب ہوگا۔ لوگوں کو غم اور بے
چینی اس حد تک پہنچے گی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ لوگ
برداشت کر پائیں گے اس پر لوگ آپس میں کہیں گے: کیا تم لوگ
نہیں دیکھتے کہ تم پر کیا افتاد پڑی ہے کیوں اسے نہیں دیکھتے جو
تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے۔ اب کچھ لوگ
کچھ لوگوں سے کہیں گے: حضرت آدم کی خدمت میں چلو' لوگ
حضرت آدم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں
گے: آپ ابوالبشر ہیں اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا
فرمایا ہے اور اپنی روح آپ میں پھونکی ہے اور فرشتوں کو حکم دیا تو
انہوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت
کیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں ہم جس حال میں ہیں' کیا نہیں
دیکھ رہے ہیں کہ ہم پر کیا افتاد پڑی ہے؟ تو حضرت آدم فرمائیں
گے: بے شک میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس
سے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ اس کے بعد کبھی فرمائے گا اور
اس نے مجھے درخت سے منع فرمایا تھا۔ میں نے اس کا حکم نہ مانا۔
مجھے اپنی پڑی ہے' مجھے اپنی پڑی ہے' مجھے اپنی پڑی ہے۔ کسی اور
کے پاس جاؤ۔ نوح کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت نوح کی
خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے حضرت نوح!
زمین والوں کی طرف آپ پہلے رسول ہیں اور آپ کا اللہ نے
عبد شکور نام رکھا ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت
فرمایئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال میں ہیں۔
یہ سن کر وہ فرمائیں گے: بے شک میرے رب نے آج ایسا غضب
فرمایا ہے کہ اس جیسا غضب نہ پہلے فرمایا تھا اور نہ اس کے بعد
فرمائے گا اور میں نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تھی۔ مجھے اپنی

مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَمَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّىْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ يَاعِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا اِشْفَعْ لَنَا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِىْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّىْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَىَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِىْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِىْ يَارَبِّ اُمَّتِىْ يَارَبِّ اُمَّتِىْ يَارَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ باب: قوله ذرية من حملنا مع نوح ص۵۔۶۸۴، ج ۱۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول الله عزوجل ولقد ارسلنا نوحا الى قومه ص ۴۷۰، باب: يزفون النسلان ص ۴۷۴)

پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم کے پاس جاؤ۔ اب لوگ حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے حضرت ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اس کے خلیل ہیں۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے: بے شک آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ایسا غضب نہیں فرمایا تھا اور اس کے بعد کبھی نہ فرمائے گا اور میں نے تین توریے کیے تھے۔ ان تینوں کو ابوحیان نے اپنی حدیث میں ذکر کیا۔ مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ موسیٰ کے پاس جاؤ، اب سب لوگ حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے حضرت موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو لوگوں پر اپنی رسالت اور کلام سے فضیلت دی اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیے۔ کیا آپ نے دیکھ رہے ہیں کہ ہم لوگ کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے: آج میرے رب نے ایسا غضب فرمایا کہ ایسا غضب نہ پہلے کبھی فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا اور میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ کے پاس جاؤ، اب لوگ حضرت عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کے وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القا فرمایا اور اس کی جانب سے روح ہیں، آپ نے بچپنے کی حالت میں گہوارے میں کلام فرمایا، ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ فرمائیں گے: بے شک میرے رب نے آج ایسا غضب فرمایا ہے کہ اس سے پہلے نہ ایسا غضب فرمایا تھا اور نہ آئندہ کبھی فرمائے گا اور انہوں نے کسی لغزش کو ذکر نہیں فرمایا۔ مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے۔ تم لوگ کسی اور کے

پاس جاؤ۔ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اب سب لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: اے محمد! حضور اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ نے حضور کو پہلے بھی اور بعد میں بھی ہر گناہ سے محفوظ رکھا ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے۔ کیا حضور ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں تو میں چلوں گا اور عرش کے نیچے حاضر ہوں گا اور اپنے رب کے لیے سجدے میں پیشانی رکھ دوں گا، پھر اللہ عزوجل اپنی حمد اور عمدہ ثناء کی ایسی تلقین فرمائے گا کہ میرے پہلے کسی کو نہ فرمائی۔ اس کے بعد مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو تم کو دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: میری امت، اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! میری امت، اے میرے رب! تو فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے دائیں دروازے سے داخل کرو۔ بقیہ دروازوں میں یہ لوگ سب لوگوں کے شریک ہیں، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے! اس کے دروازوں کے دونوں بازوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں یا جتنا مکہ اور بصریٰ میں۔

انا سید الناس

اس حدیث میں ''یوم القیامۃ'' بیان واقعہ کے لیے ہے ورنہ قیامت کے دن کی تخصیص نہیں۔ حضور اقدس ﷺ مطلقاً دنیا و آخرت میں سید الناس ہیں۔ الناس بھی اپنے عموم پر ہے، خواہ یہ اگلے ہوں یا پچھلے انبیاء ہوں یا عوام۔

تدنو امنھم الشمس ...... (قیامت کا ایک منظر)

دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ آج سورج کی پیٹھ زمین کی طرف ہے قیامت کے دن اس کا منہ زمین کی طرف ہوگا اور فاصلہ بقدر میل ہوگا۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میل سے مراد میل مسافت ہے یا سرمے کی سلائی۔ آج سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل کی دوری پر ہے، قیامت کے دن کیا حال ہوگا۔ الامان، الحفیظ۔ لوگوں کے جسم سے پسینہ نکلے گا ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا اس کے بعد زمین پر بہے گا، کسی کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر تک، کسی کے سینے تک، کسی کے گلے تک اور کافر کے منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا، اسی کو حدیث نے بیان فرمایا، لوگ غم اور تکلیف میں اس حد کو پہنچ جائیں گے کہ ان کی طاقت و تحمل سے باہر ہوگا۔ اس حدیث میں چند انبیائے کرام کا ذکر ہے: حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا لیکن انہیں کی تخصیص نہیں سارے انبیائے کرام کی

بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور تمام حضرات معذرت فرمائیں گے اور معذرت میں اپنی لغزشات کا ذکر فرمائیں گے پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔

نَفْسِيْ نَفْسِيْ

پہلا نفسی مبتداء دوسرا نفسی اس کی خبر۔ مراد یہ ہے کہ ''هی اللتی تستحق ان تشفع لها'' یعنی میں خود اس کا مستحق ہوں کہ میرے لیے شفاعت کی جائے اس لیے کہ جب مبتداء خبر متحد ہوتے ہیں تو اس کے بعض لوازم مراد ہوتے ہیں یا نفسی مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ کتاب التفسیر میں نفسی نفسی تین بار ہے۔

انت اوّلُ الرسل...... (سب سے پہلے رسول)

اس پر اشکال یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے کہ وہ صاحب شریعت بھی تھے ان پر صحیفہ بھی نازل ہوا اور وہ تبلیغ احکام کے مامور بھی تھے اس کی توجیہ میں شراح نے فرمایا کہ زمین کی آبادی کے بعد جو سب سے پہلے مبعوث ہوئے وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔

فَيَاْتُوْنَ

امام غزالی نے فرمایا کہ حضرت آدم کی بارگاہ میں حاضری سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری تک ہزار سال کی مدت ہوگی اسی طرح ہر نبی کے مابین ہزار سال کی مدت ہوگی۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ قیامت کا ایک دن ہوگا جو ہزار سال کا ہوگا۔ اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مخلوقات کا حساب ایک دن میں ہوگا رہ گیا انبیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری یہ حساب و کتاب شروع ہونے سے پہلے ہوگی۔

فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ

یہ منصب شفاعت کبریٰ کا ہے اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا: ''اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ'' میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلا وہ ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد تمام انبیائے کرام کو شفاعت کا اذن ملے گا پھر علمائے کرام اور دوسرے محبوبان بارگاہ اور کعبہ مقدسہ کو بھی شفاعت کا اذن ملے گا۔

قیامت کے دن رسل کرام منبروں پر ہوں گے اور علمائے عاملین کرسیوں پر یہ اہل محشر کے رؤسا ہیں۔

١٧٨١- ح: [قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر:١٧)]

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ'' (القمر:١٧) پڑھا]

١٧٨١- عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر:١٧) مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام قراءت کے مثل ''فهل من مدکر'' پڑھا۔

(بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول الله عزوجل والى عاد اخاهم هودا ص ٤٧٢ باب: قوله فلما جاء ال لوط المرسلين ص ٤٧٨ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورہ قمر۔ باب: قوله تجرى باعيننا' باب: ولقد يسرنا القران' باب: قوله اعجاز نخل منقعر' باب فكانوا

کھشیم المحتظر' باب: قولہ ولقد صبحھم بکرۃ' باب: وقولہ ولقد اھلکنا اشیاعکم ص ٧٢٢' مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ' ترمذی۔ کتاب قراءت' نسائی۔ کتاب التفسیر)

مدّکر کو بعض سلف ''مذکر'' ذال سے پڑھتے تھے۔ قتادہ سے یہ قراءت منقول ہے' یہ شاذہ ہے۔ قراءت سبعہ متواتر مدّکر ہے دال کے ساتھ اس کی اصل ''مذتکر'' تھی تاء کو دال سے بدلا پھر ذال کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا ''مدّکر'' ہو گیا۔ یہ آیۃ کریمہ سورۂ قمر میں متعدد جگہ آئی ہے۔ پہلی اور دوسری جگہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصے سے متعلق ہے کہ وہ کشتی ہمارے روبرو بہتی کافروں کی سزا کے لیے' تیسری جگہ قوم عاد کے بارے میں ہے کہ آندھی نے ان کو مار کر ایسا ڈھا دیا تھا گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ٹنڈ ہیں۔ چوتھی جگہ قوم ثمود کے بارے میں ہے کہ روح امین کی چیخ نے ان کو اس طرح مردہ ڈال دیا تھا جیسے گھر بنانے والوں کی سوکھی ہوئی گھاس۔ پانچویں جگہ قوم لوط کے بارے میں ہے کہ صبح سویرے ان پر عذاب آیا اور ان کی بستی پلٹ دی گئی۔

بَابٌ [الصافات: ١٢٣۔١٢٩ کی تفسیر]

﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَO اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَلَا تَتَّقُوْنَO اِلٰى وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَO﴾ (الصافات ١٢٣-١٢٩)(ص ٤٧٠)

اور بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیںO جب کہ اپنی قوم سے فرمایا: کیوں نہیں اللہ سے ڈرتے ہوO اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھاO

ت ٥٩١ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُذْكَرُ بِخَيْرٍ ﴿سَلَامٌ عَلٰى اٰلِ يَاسِيْنَO اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَO اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَO﴾ (الصافات: ١٣٠-١٣٢).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی ان کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے گا' آل یاسین پر سلامO ہو اور ہم نیکی کرنے والوں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیںO بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہےO

ت ٥٩٢ - وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اِلْيَاسَ هُوَ اِدْرِيْسُ.

حضرت ابن مسعود و ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ الیاس ادریس ہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ادریس ہی کا نام الیاس ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اور یہی حضرت ابن عباس کا بھی ایک قول ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی تعلیق کو عبد بن حمید نے اور حضرت ابن عباس کی تعلیق کو ابن جریر طبری نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ مصحف عبداللہ بن مسعود میں ''اَنَّ الیاس'' کے بجائے ''اِنَّ اِدْرِیْسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ'' ہے لیکن عام مشہور قول یہ ہے کہ حضرت الیاس انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ حضرت یسع علیہ السلام کے چچا ہیں۔ وہب ابن منبہ اور دوسروں نے فرمایا کہ حزقیل علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا۔ حضرت الیاس زندہ آسمان میں اٹھا لیے گئے اور فرشتوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ ''بعلبک'' میں مبعوث ہوئے تھے یہاں کے باشندے بعل نامی بت کی پرستش کرتے تھے' یہ سونے کا بت تھا' بیس ہاتھ کا لمبا تھا' اس کے چار منہ تھے اور اس کے چار سو پجاری' ابلیس اس کے پیٹ میں گھس کر بولتا تھا جسے پجاری عوام میں پھیلاتے تھے۔

آل یاسین سے کیا مراد ہے؟

ابن عامر اور نافع اور یعقوب نے آل یاسین پڑھا اور باقی نے ''اِلْیَاسِیْن'' پڑھا۔ پہلے قاریوں نے یاسین سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ آیت کے سیاق سے بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ ظاہر لفظ کے اعتبار سے غلط بھی۔ صحیح یہ

ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس ہیں۔ الیاس میں ایک لغت آل یاسین بھی ہے' جیسے اسماعیل میں اسماعین اور میکائیل میں میکائین۔
زمخشری نے کہا کہ الیاس ہی میں ایک لغت ال یاسین ہے جیسے ادریس میں ادریسین وادراسین۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا
اس پر الف لام داخل ہوا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد ہیں۔ حضرت شیث اور حضرت نوح کے درمیان
ہوئے ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ شب معراج جب حضور اقدس ﷺ حضرت ادریس پر گزرے تو انہوں نے عرض کیا: "مرحبا
بالنبی الصالح والاخ الصالح"۔ اگر یہ حضرت نوح کے اجداد میں سے ہوتے تو حضور اقدس ﷺ کے بھی جد ہوتے اور انہیں
بجائے "بالاخ الصالح" کے "بالابن الصالح" کہنا چاہیے تھا' جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا
لیکن یہ احتمال ہے کہ حضرت ادریس نے تواضع اور تلطف کے لیے "اخ" فرمایا ہو' حضور اقدس ﷺ کے نسب نامہ میں امام مغازی
محمد بن اسحٰق نے حضرت نوح کے اوپر جو ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ نوح بن الملک بن متوشلخ بن خنوخ انہیں کا نام ادریس ہے۔

بَابٌ [الاحقاف: ۲۱۔۲۵ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا﴾ (الاعراف: ٦٥) وَقَوْلِهِ ﴿إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ إِلَىٰ قَوْلِهِ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ (الاحقاف: ۲۱-۲۵). (ص ۴۷۱)

اللہ عزوجل کے ان ارشادات کا بیان: اور عاد کی طرف ان کے ہم قبیلہ ہود کو بھیجا اور یاد کرو جب ہود نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا (لغایت) ایسے ہی ہم مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

توضیح باب

قوم عاد احقاف میں رہتی تھی' یہ یمن کے علاقہ میں حضر موت کے قریب ایک بستی تھی' یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے
کہ یہ بستی شام میں تھی' عاد اس قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے' یہ چاند کو پوجتا تھا' ایک ہزار سال اس کی عمر ہوئی' اس نے ہزار عورتوں سے شادی کی'
اس نے اپنی صلب سے چار ہزار اولاد کو دیکھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ پہلا شخص ہے جو بادشاہ ہوا' اس کا بیٹا شداد ہے جس نے
باغ ارم بنوایا تھا' بعد میں اس کی نسل بہت پھیلی جو بڑی شوکت وقوت والی ہوئی۔ بت پرستی اور دوسری خرابیاں ان میں پیدا ہوئیں۔
ان کی ہدایت کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کو ان میں مبعوث فرمایا گیا' قوم عاد نے ان کی تکذیب کی' سزا میں ان پر آندھی کا عذاب آیا' یہ
آندھی ان پر ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی صبح سے چلنا شروع ہوئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی جس کے اثر سے ان
کے پھیپھڑے پھٹ گئے اور خون پھینک پھینک کر یہ سب مر گئے' میدانوں میں یوں مرے پڑے رہے جیسے اکھڑی ہوئی کھجوروں کے
تنے۔

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ﴾ شَدِيدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا﴾ مُتَتَابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ أُصُولُهَا ﴿فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ٦-۸) بَقِيَّةٍ. (ص ۴۷۱)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: لیکن عاد تو انہیں ہلاک کیا گیا نہایت سخت گرجتی آندھی سے' ابن عیینہ نے کہا: "عتت" یعنی موکلین کے قبضہ سے باہر ہوگئی وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔ "حسوما" کے معنی مسلسل برابر' تم انہیں دیکھو پچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہیں تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

۱۷۸۲- ح: [إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا] اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے

يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ]

گی مگر وہ ان کے حلقوم سے آگے نہیں بڑھے گا

١٧٨٢ - عَنْ اَبِىْ نُعْمٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ بَعَثَ عَلِىٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةٍ اَلْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِىْ نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِىْ كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ فَقَالُوْا يُعْطِىْ صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَاْمَنُنِىَ اللّٰهُ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِىْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ اَحْسِبُهٗ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْفِىْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ تھوڑا سا سونا بھیجا جسے حضور نے چار شخصوں کے درمیان تقسیم کر دیا' اقرع بن حابس حنظلی پھر مجاشعی اور عیینہ بن بدر فزاری اور زید طائی' بنی نبہان کے ایک شخص کو اور علقمہ بن علاثہ عامری' پھر بنی کلاب میں سے ایک شخص کو' اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے' انہوں نے کہا: نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں' فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کے لیے دیتا ہوں' اتنے میں دھنسی ہوئی آنکھوں والا اور ابھرے ہوئے گال والا' ابھری ہوئی پیشانی والا' گھنی ڈاڑھی والا' سر گھٹا ہوا ایک شخص آیا اور کہا: اللہ سے ڈرائے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر حضور نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اس کی اطاعت کرے گا' اللہ نے مجھے زمین پر امین بنایا تم لوگ مجھے امین نہیں مانتے۔ ایک صاحب نے اس کو قتل کے لیے عرض کیا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ یہ خالد بن ولید تھے۔ حضور نے انہیں منع کر دیا' جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی مگر ان کے حلقوم (یعنی ٹینٹوے) سے آگے نہیں بڑھے گا' دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے' اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: بعث علی ابن ابی طالب الی الیمن ص ٦٢٣' کتاب التفسیر۔ سورہ براءت۔ باب: المولفة قلوبهم ص ٦٧٣' کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالى تعرج الملئكة والروح اليه ص ١١٠٥' کتاب فضائل القرآن۔ باب: من رايا بقراءة القرآن ص ٧٥٦' کتاب الادب۔ باب: ماجاء فی قول الرجل ویلك ص ٩١٠' کتاب الاستتابة المرتدین۔ باب: قتل الخوارج ص ١٠٢٤' باب: من ترك قتال الخوارج ص ١٠٢٤' کتاب علامات النبوة)

بنی نبہان' زید طائی کی اور احد بن کلاب علقمہ ابن علاثہ کی صفت ہے۔ کتاب المغازی میں محلوق الراس کے بعد مشمر الازار بھی ہے' یعنی تہبند سمیٹے ہوئے۔ نیز اخیر میں یہ بھی زائد ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت طلب کی' تو فرمایا: نہیں وہ نماز پڑھتا ہے' اس پر خالد ابن ولید نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دل کو چیر کر دیکھنے اور پیٹ پھاڑ کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور اخیر میں "لَاَقْتُلَنَّ قَتْلَ ثَمُوْدَ" ہے۔ علامات النبوۃ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذوالخویصرہ آیا اور یہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا۔ حضرت ملا علی قاری نے مرقات

شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ منافق تھا لیکن تعجب ہے آج کل دیو بندیوں پر کہ وہ اسے صحابی مانتے ہیں۔ اسی میں اخیر میں ہے:

يُنْظَرُ اِلٰى فَصْلِهٖ فَلَايُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَلَايُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيْئٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهٗ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ.

دیکھا جائے گا اس کے پھل کی جانب تو نہیں پایا جائے گا اس میں کچھ پھر دیکھا جائے گا اس کی بندش کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا' پھر دیکھا جائے گا اس کی لکڑی کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا' پھر دیکھا جائے گا اس کے پر کی جانب تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا حالانکہ وہ لید اور خون سے گزرا ہے' ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کے مثل ہے جو ہلتا رہے گا' جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو ان کا خروج ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک علی بن ابی طالب نے ان سے جنگ کی اور میں بھی ان کے ساتھ تھا' انہوں نے اس شخص کے تلاش کرنے کا حکم دیا' وہ جب لایا گیا تو اس کے اندر وہ تمام نشانیاں میں نے خود دیکھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

فضائل القرآن میں ہے کہ تم ان کو جہاں کہیں پاؤ تو قتل کرو اس لیے کہ ان کا قتل کرنا قیامت کے دن قاتل کے لیے اجر ہوگا۔

بَابُ قِصَّةِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ

یاجوج اور ماجوج کے قصے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (الکہف:٩٤).

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کا بیان: بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچانے والی قوم ہے۔

بَابٌ

[سورۂ الکہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے]

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبَبًا طَرِيْقًا اِلٰى قَوْلِهٖ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ﴾ (الکہف:٨٣-٩٣) وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ الْقِطَعُ.

(ص ٤٧٢)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ سبب کے معنی راستہ۔ میرے پاس لوہے کی تختیاں لاؤ' زبر جمع ہے اس کا واحد زبرۃ ہے جس کے معنی ٹکڑوں کے ہیں۔

﴿حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ (الکہف:٩٦) يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ السَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ.

یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کو برابر کر لیا۔ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ صدفین سے مراد پہاڑ ہیں اور سدین دو پہاڑ ہیں۔

صدف میں چار لغتیں ہیں: صاد اور دال دونوں کو ضمہ' دونوں کو فتحہ' صاد کو ضمہ اور دال کو سکون یا دال کو فتحہ ﴿خَرْجًا﴾ (الکہف:٩٤) ......اجرًا' خرجًا' کے معنی مزدوری کے ہیں۔

﴿قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا﴾ (الکہف:٩٦) اَصُبُّ عَلَیْهِ قِطْرًا رَصَاصًا وَیُقَالُ الْحَدِیْدُ وَیُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ ﴿فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ یَعْلُوْهُ﴾ (الکہف: ٩٧) اِسْتَطَاعَ اِسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ اَسْطَاعَ یَسْطِیْعُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِسْتَطَاعَ یَسْتَطِیْعُ.

ذوالقرنین نے کہا کہ اس کو پھونکو یہاں تک کہ جب اس کو آگ بنا دیا' فرمایا: لاؤ میں اس پر گلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔ قطر کا معنی سیسہ ہے اور کہا گیا ہے کہ لوہا ہے اور کہا گیا ہے کہ پیتل ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا: نحاس یعنی تانبا ہے تو اس پر وہ چڑھ نہ سکے۔ ''استطاع' طاع یطیع'' سے باب استفعال کا صیغہ ہے اور بعض کی قراءت ''استطاع یستطیع'' ہے۔

بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ''فمااسطاعوا'' باب استفعال کا فعل ماضی ہے۔ تاء استفعال کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا اس کی حرکت ہمزہ کو دے دی اب ہو گیا ''اِسْطَاعَ یَسْطِیْعُ''۔

﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ﴾ (الکہف:٩٧-٩٨) اَلْزَقَهٗ بِالْاَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَا سَنَامَ لَهَا وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلُهٗ حَتّٰى صَلُبَ مِنَ الْاَرْضِ وَتَلَبَّدَ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ﴾ (الکہف:٩٨-٩٩) ﴿حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ﴾ (الانبیاء:٩٦) قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ اَكَمَةٌ.

تو اس میں سوراخ نہیں کر سکے' فرمایا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کر دے گا۔ زمین سے چپکا دے گا۔ ''ناقة'' دکاء وہ اونٹنی جس کا کوہان نہ ہو۔ ''والدکداك'' برابر زمین یہاں تک کہ سخت ہو جائے اور چپٹی ہو جائے اور میرے رب کا وعدہ حق ہے اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا آوے گا یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوں گے۔ قتادہ نے کہا: ''حَدَبٌ'' کے معنی ٹیلہ ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ رَاَیْتَهٗ.

اور ایک صاحب نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں نے سد سکندری کو دیکھا ہے دھاری دار چادر کے مثل' فرمایا: تو نے دیکھا ہے۔

یاجوج وماجوج

یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں' ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے: یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ان میں کوئی نہیں مرتا جب تک کہ اپنی صلب سے ہزار مرد نہ دیکھ لے اور ہتھیار نہ اُٹھانے لگے۔

یہ لوگ زمین میں فساد کرتے تھے' ربیع کے زمانے میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے تھے کچھ نہ چھوڑتے تھے اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے' آدمیوں کو کھا لیتے تھے' درندوں اور وحشی جانوروں سانپوں اور بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے۔ حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے شکایت کی کہ آپ کوئی ایسا انتظام کر دیں تا کہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر اور ایذا سے محفوظ رہیں۔

ذوالقرنین

ذوالقرنین دو ہیں۔ دونوں کا نام اسکندر یا سکندر ہے' ایک اسکندر یونانی جس کا وزیر ارسطاطالیس تھا یہ مشرک تھا۔ دوسرا اسکندر وہ ہے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے' ان کا نام عبداللہ بن ضحاک بن معد تھا' یہ عبد صالح تھے' یہاں تک کہ بعض لوگوں نے ان کو نبی

بھی کہا ہے۔ ان کے وزیر خضر تھے' انہوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا زمانہ پایا ہے' ان سے ملاقات بھی کی ہے بلکہ ارزقی نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کعبہ کا طواف بھی کیا ہے۔ یہ اسکندر رومی سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے ہی سد سکندری بنوائی تھی جس کی پوری تفصیل سورۂ کہف میں مذکور ہے۔

اشکال و جواب......(سد سکندری کہاں ہے؟)

آج کل آمد و رفت اور سیاحت کی جو آسانیاں ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ خصوصاً ہوائی جہاز کہ اس کے ذریعہ فضا میں اُڑ کر زمین کے چپہ چپہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین کے کسی حصہ میں نہ تو سد سکندری ملی اور نہ ہی یاجوج ماجوج ملے لیکن قرآن مجید میں جب ان دونوں باتوں کا تذکرہ ہے تو ان دونوں کا وجود یقینی اور شبہہ سے بالاتر ہے۔ اس سلسلے میں لوگوں نے بے جا تاویلات کرنے کی بھی کوششیں کی ہیں وہ بھی اس حد تک کہ قرآن کی تحریف تک مفضی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے بڑے بڑے مشہور شہر زمینوں میں دفن ہوگئے' مثلاً گوتم بدھ کا شہر کپل وستو جو اپنے عہد میں دار السلطنت تھا۔ شہرت گڈھ کے پاس ''تولیہوا'' کے علاقہ میں کھدائی ہوئی تو محلات تک زمین کے نیچے ملے' اس قسم کے بہت سے شہروں کے نشانات زمین کی کھدائی کے بعد ملے ہیں' اسی طرح ہوسکتا ہے کہ سد سکندری اور یاجوج ماجوج کا علاقہ پٹ ہو گیا ہو' اس کے اوپر جنگل اُگ آئے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

١٧٨٣- ح: [يَأْجُوْجُ وَمَاجُوْجُ]

[یاجوج ماجوج]

١٧٨٣- إِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعَيْهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے یہ فرماتے ہوئے لا الہ الا اللہ عرب کے لیے خرابی ہے اس شر سے جو قریب آ گیا' آج یاجوج ماجوج کے بند سے اتنا کھل گیا اور حضور نے اپنی دو انگلیوں انگوٹھے اور اس کے متصل والی کا حلقہ بنایا۔ اس پر حضرت زینب بنت جحش نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم لوگ ہلاک ہوں گے اور ہم میں صالحین موجود ہیں' فرمایا: ہاں! جب برائی زیادہ ہو جائے گی۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: علامات النبوۃ ص ٥٠٨' ج ٢۔ کتاب الفتن۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب ص ١٠٤٦' باب یاجوج ماجوج ص ١٠٥٦)

کتاب الفتن میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور حضور کا چہرۂ اقدس سرخ تھا۔ اخیر میں ہے کہ راوی حدیث سفیان بن عیینہ نے نوے یا سو کی گرہ لگائی۔

١٧٨٤- حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلَ هٰذَا وَعَقَدَ بِيَدِهٖ تِسْعِيْنَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج کے بند سے اتنا کھول دیا گیا اور حضور نے اپنے ہاتھ سے نوے کی گرہ لگائی۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یاجوج ماجوج روزانہ بندھ کی دیوار کو کھودتے ہیں جب آر پار ہونے کو تھوڑا رہ جاتا ہے تو کہتے ہیں: کل اس کو ہم پورا کرلیں گے مگر جب دوسرے دن جاتے ہیں تو دیوار برابر ملتی ہے، پھر شام تک کھودتے رہتے ہیں، جب تھوڑا سا رہ جاتا ہے تو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ کل آکر اس کو آر پار کرلیں گے مگر جب دوسرے دن صبح کو پہنچتے ہیں تو پھر دیوار برابر ملتی ہے۔ امام مقاتل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ یہی چکر چلتا رہے گا یہاں تک کہ ان میں ایک مسلمان پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ جب دیوار کھودنے جائیں گے تو وہ کہے گا: بسم اللہ پڑھ کر کھودو، وہ کھودتے جائیں گے یہاں تک کہ انڈے کے چھلکے کے برابر دیوار رہ جائے گی اور سورج کی چمک نظر آئے گی۔ اب مسلمان کہے گا: کہو! بسم اللہ کل ان شاء اللہ لوٹیں گے اور اسے کھود لیں گے۔ اب جب کہ دوسرے دن جائیں گے تو جتنا کھود چکے تھے اتنا کھدا ہوا پائیں گے، پھر تھوڑی دیر میں نقب آر پار کرلیں گے اور اس کے بعد اس میں سے نکلیں گے۔

وعقد تسعین

حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ یہ گرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لگائی تھی لیکن مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ سفیان نے دس کی گرہ لگائی۔ بخاری کتاب الفتن کی روایت اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہب نے نوے کی گرہ لگائی اور حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی روایت میں ہے کہ انگوٹھے اور سبابہ کا حلقہ باندھا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حلقہ باندھا تھا۔ حدیث کے راویوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر کی، دس کی گرہ میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کے پہلے پور کے نشان پر رکھا جاتا ہے اور نوے میں کلمہ کی انگلی کا سرا انگوٹھے کی جڑ میں لگایا جاتا ہے، اسی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو موڑ لیا جائے تو سو کا عدد بن جائے گا۔

١٧٨٥- ح: [مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ فِي النَّارِ]

ہر ہزار میں نو سو ننانوے جہنمی ہیں

١٧٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ فَعِنْدَهُ يَشِيبُ الصَّغِيرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ (الحج: ٢) قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَيُّنَا ذَاكَ الْوَاحِدُ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفًا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے: میں حاضر ہوا اور ہر چیز تیرے دستِ قدرت میں ہے، فرمائے گا: جنہیں جہنم میں بھیجا جائے گا انہیں نکالو، حضرت آدم عرض کریں گے: کتنے جہنم میں بھیجے جائیں گے؟ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور حمل والی کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے لوگوں کو نشہ میں، حالاں کہ وہ نشے میں نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے یہ کون ہے؟ فرمایا: تمہیں بشارت ہو تم سے ایک ہوگا اور یاجوج ماجوج میں سے ہزار، پھر فرمایا: اس ذات کی قسم ہے! جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہوگے۔ اس پر ہم نے تکبیر پڑھی، پھر

قَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ.

فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے تہائی ہو گے' پھر ہم نے تکبیر پڑھی' پھر فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے آدھے ہو گے پھر ہم نے تکبیر پڑھی' فرمایا: تم لوگ' لوگوں میں ایسے ہی ہو جیسے کالا بال سفید بیل کی کھال میں یا جیسے سفید بال کالے بیل کی کھال میں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ حج۔ باب: وترى الناس سكارى ص ٦٩٣' کتاب الرقاق۔ باب: ان زلزلة الساعة شیٔ عظیم ص ٩٦٦-٦٧' کتاب التوحید۔ باب: قوله تعالىٰ لاتنفع الشفاعة ص ١١١٥)

تفسیر میں یہ زائد ہے کہ یہ سننے کے بعد ہزار میں ایک جنتی ہوگا اور نو سو ننانوے دوزخی ہوں گے یہ لوگوں پر بہت شاق گزرا یہاں تک کہ لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ مقامات التنزیل میں ابوالعباس نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے آدھے ہو گے' پھر فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں میں سب سے زیادہ ہو گے۔

ومآانتم فى الناس

"فی الناس" میں دو احتمال ہیں' عموم یعنی اس امت کے علاوہ بقیہ اور لوگوں کی بہ نسبت خواہ وہ کافر ہوں یا اگلی امتوں کے مسلمان یا زمانہ فترت کے موحد اور اس کا بھی احتمال ہے کہ "ناس" سے مراد صرف کفار ہوں۔ دونوں تقدیروں پر یہاں یہ شبہہ وارد ہوتا ہے کہ ہزار میں ایک جنتی ہوگا اور نو سو ننانوے دوزخی تو بیل والی تمثیل درست نہیں ہوتی۔

اس تمثیل پر اعتراض کا جواب

اقول وهو المستعان: یہ تمثیل تعداد متعین بتانے کے لیے نہیں بلکہ کثرت وقلت بتانے کے لیے ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جنتی بہ نسبت جہنمیوں کے بہت قلیل ہوں گے اور ایک ہزار اور نو سو ننانوے کے تناسب کی توجیہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی کہ وہ یاجوج ماجوج کے اعتبار سے ہے۔ دوسرے کفار کے اعتبار سے نہیں جب کہ انسانوں میں کافروں کی تعداد بہ نسبت مسلمانوں کے بہت زیادہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

بَابٌ

[اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء:١٢٥) وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ﴾ (النحل:١٢٠) وَقَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ (التوبہ:١١٤) وَقَالَ اَبُوْ مَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ. (ص ٤٧٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور اس ارشاد کا بیان کہ بے شک ابراہیم امام اور اللہ کے تابع فرمان تھے اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان: بے شک ابراہیم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے مرد بردبار تھے' ابو میسرہ نے کہا کہ "اواہ" کے معنی مہربان کے ہیں حبشی زبان میں۔

توضیح باب

ابراہیم سریانی زبان کا لفظ ہے' اس کے معنی "اب رحیم" کے ہیں یعنی مہربان باپ خلیل کے معنی سچی قلبی محبت کرنے والے کے ہیں' یہ "خلة" سے فعیل کے وزن پر ہے "خُلّه" کے معنی وہ محبت جو دل کی گہرائیوں میں ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام تارخ تھا اور آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا چچا تھا۔ یہ مشرک تھا اور تارخ مومن اور موحد تھے۔ تفصیل کے

لے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ ''شمول الاسلام'' کا مطالعہ کریں یا خادم کی کتاب ''اشرف السیر'' کا مقدمہ پڑھ لیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خطاب ابوالانبیاء بھی ہے اس لیے کہ آپ کے عہد سے لے کر بعد تک جتنے انبیائے کرام تشریف لائے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے حضرت اسماعیل جو پہلے فرزند اور بڑے تھے دوسرے حضرت اسحاق جن کا نام اسرائیل ہے، زیادہ انبیائے کرام انہیں کی نسل سے ہوئے اور حضرت اسماعیل کی نسل سے صرف ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

١٧٨٦- ح: [اِنَّ النَّاسَ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

١٧٨٦- حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَرَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء:١٠٤) وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اُصَيْحَابِيْ اُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌO اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨).

لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن غیر مختون قیامت کے دن جمع کیے جائیں گے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مختون قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے، پھر تلاوت فرمائی: جیسے اسے پہلے بنایا تھا پھر کر دیں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ ہم اس کو ضرور کریں گے۔ (الانبیاء:١٠٤) اور قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا ابراہیم ہیں اور کچھ لوگ میرے صحابہ میں سے بائیں طرف پکڑے جائیں گے، میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہے۔ یہ میرے صحابی ہیں تو فرمائے گا: یہ اپنی ایڑیوں کے بل اپنے دین سے پھر گئے، جب تم ان سے بہ ظاہر جدا ہو گئے تو میں وہی کہوں گا جو نیک بندے نے عرض کیا تھا: اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہےO اگر تو انہیں عذاب دے گا تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہےO (المائدہ:١١٧-١١٨)

(بخاری۔ باب: واذکر فی الکتاب مریم، ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ مائدہ۔ باب: وکنت علیهم شهیدا۔ باب: ان تعذبهم فانهم عبادك ص ٦٦٥، باب: کما بدانا اول خلق ص ٦٩٣، کتاب الرقاق۔ باب: کیف الحشر ص ٩٦٦، تین طریقے سے۔ مسلم۔ ج ۲۔ کتاب صفة القیامة، ترمذی۔ ج ۲۔ کتاب الزہد۔ کتاب التفسیر، نسائی۔ کتاب الجنائز)

لغات

''مَحْشُوْرُوْن'' حشر کے معنی اکٹھا کرنا ہے یہاں مراد قیامت کے دن حساب و کتاب کے لیے اکٹھا کرنا ہے۔ ''حفاة'' حافی کی جمع ہے جیسے غازی کی غزاۃ۔ قاضی کی قضاۃ، ننگے پاؤں چلنے والا۔ ''عراة'' عاری کی جمع ہے، ننگے بدن۔ ''غُرلًا'' غیر مختون۔ یہ اغرل کی جمع ہے اس کا مادہ ''غُرلة'' ہے۔ اس کھال کو کہتے ہیں جو حشفہ کے اوپر ہوتی ہے جسے ختنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں، مراد غیر مختون ہے۔

اَوَّلُ مَنْ یُّکْسٰی......(قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے پہلے اس لیے لباس پہنایا جائے گا کہ ان کو آگ میں ننگے بدن ظالموں نے ڈالا تھا' اس سے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی یہ ممکن ہے کہ مفضول میں کوئی ایسی خصوصیت ہو جو افضل میں نہ پائی جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بقیہ انسانوں کے اعتبار سے یہ اولیت ہو۔ یعنی یہ اولیت اضافی ہے' متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پہلے لباس پہنانا اس بنا پر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم ہیں والد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی ہے۔ علامہ ابن جوزی نے غیر مختون محشور کیے جانے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ اس میں تلذذ زیادہ ہے۔ دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی میں ختنہ ہے نیز اس میں طہارت بھی زیادہ ہے۔ نیز بہت سے امراض سے حفاظت اگرچہ تلذذ کم ہے۔ اللہ عزوجل جنتیوں کو اپنے کرم سے زیادہ سے زیادہ تلذذ کے لیے غیر مختون محشور فرمائے گا۔

اشکال و جواب

امام ابوداؤد[1] نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگائے اور انہیں پہنا' پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' فرماتے تھے: میت اپنے انہیں کپڑوں میں اٹھائی جائے گی جس میں وہ مرے گی۔ نیز ترمذی[2] میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے: تم لوگ پیدل اور سوار قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے۔

یہ دونوں حدیثیں اس کے معارض ہیں' علماء نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے جسموں پر لباس ہوں گے پھر وہ منتشر ہو جائیں گے۔ اب حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہوا: موقف حشر میں لوگ ابتداءً ننگے حاضر ہوں گے' پھر ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ شہداء کے بارے میں ہے کہ وہ اسی لباس میں اٹھائے جائیں گے جس لباس میں شہید ہوئے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔

اقول وھو المستعان: صحابہ کرام کے بارے میں یہ سوء ظن اگر صحیح مان لیا جائے تو پھر حدیثوں سے امان اٹھ جائے گا اس لیے پہلا ہی جواب صحیح ہے اور وہ کافی ہے۔

لم یزالوا مرتدین

صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد منافقین اور وہ اعراب ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے۔

اشکال و جواب

وہابی اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ اگر علم غیب ہوتا تو انہیں پہچانتے۔ جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن ایسا ہو گا اور یہ غیب کی خبر ہے' اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ یہ حدیث خود اس کی دلیل ہے' رہ گیا قیامت کے دن نہ پہچاننا یہ دنیا میں علم غیب ہونے کے منافی نہیں ہے۔ قیامت کے دن کے اشد اہوال کی بنا پر ذہول مطلق علم کی نفی کی دلیل نہیں۔

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الجنائز۔ باب: تطھیر ثیاب المیت۔ ج ٢ ص ٣٤٢ [2] ترمذی۔ باب: الحشر۔ ج ٢ ص ٦٥

العبد الصالح

اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ قیامت کے دن ان سے سوال ہوگا: کیا آپ نے اپنی قوم کو یہ حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ' اس پر ارشاد فرمائیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے میرے لیے یہ روا نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں' اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو ضرور تیرے علم میں ہوتی' تو وہ بات جانتا ہے جو میرے جی میں ہے' میں نے ان سے وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا۔ (الآیات)

١٧٨٧- ح: [يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیامت کے دن آزر سے ملاقات

١٧٨٧- عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهُ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ اَلَّا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِيَ الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا اِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ شعراء۔ باب: ولا تخزنی یوم یبعثون ص ٧٠٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ابراہیم اپنے والد آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا: میری نافرمانی مت کرنا تو آزر کہے گا: آج تیری نافرمانی نہیں کروں گا؟ ابراہیم عرض کریں گے: اے رب! تو نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے بعثت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا۔ اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ دور رہنے والے والد کے معاملے سے زیادہ اور کون سی رسوائی ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام فرمائی ہے' پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو کیا ہے وہ دیکھیں گے کہ وہ بہت بالوں والا بجو ہے جو لتھڑا ہوا ہے پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اَبَاهُ اٰزَرَ...... (آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں' چچا تھا)

صحیح یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا والد نہیں تھا چچا تھا' چچا کو والد کہنا دنیا کے ہر عرف میں شائع ہے۔ خود قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اولاد یعقوب علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے' اولاد یعقوب علیہ السلام نے عرض کیا: ''نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ'' (البقرہ: ١٣٣) ابراہیم واسماعیل واسحٰق۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم اسماعیل اور اسحٰق کا خدا ہے۔

اشکال وجواب

اسماعیلی وغیرہ نے اس حدیث پر یہ طعن کیا کہ قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا: ''وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ'' (التوبہ: ١١٤) اور ابراہیم کا اپنے والد کے لیے استغفار اس وعدے کی بنا

پر تھا جو انہوں نے اس سے کیا تھا' پس جب ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے وہ اس سے بیزار ہو گیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ جاننے کے بعد کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے براءت ظاہر کر لی تب قیامت کے دن اس کے بارے میں عرض و معروض کیوں فرمائی۔ اس کے دو جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ تبری قیامت کے دن واقع ہو گی جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور آیت کریمہ میں اس کو ذکر فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو براءت مذکور ہے وہ دنیا ہی میں ہو چکی ہے مگر جب قیامت کے دن اس سے ملاقات ہو گی تو شفقت کی وجہ سے اس پر ترس کھائیں گے پھر اخیر میں بیزار ہو جائیں گے۔

۱۷۸۸- ح: کعبہ کے اندر تصویروں کو جب تک مٹوا نہیں لیا اندر تشریف نہ لے کر گئے

۱۷۸۸- عَنْ کُرَیْبٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ فَوَجَدَ فِیْہِ صُوْرَۃَ اِبْرَاھِیْمَ وَصُوْرَۃَ مَرْیَمَ فَقَالَ اَمَّا ھُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلٰئِکَۃَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ ھٰذَا اِبْرَاھِیْمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَہٗ یَسْتَقْسِمُ. (نسائی۔ کتاب الزینۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویریں پائیں' فرمایا: ان لوگوں نے سن لیا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویریں ہوتی ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم ہیں جن کی تصویر بنائی ہوئی ہے انہیں پانسہ پھیرنے سے کیا کام۔

۱۷۸۹- عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاَی الصُّوَرَ فِی الْبَیْتِ لَمْ یَدْخُلْ حَتّٰی اَمَرَ بِھَا فَمُحِیَتْ وَرَاٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ بِاَیْدِیْھِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ وَاللّٰہِ اِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ کے اندر تصویروں کو دیکھا تو اندر نہیں تشریف لے گئے اور تصویروں کو مٹائے جانے کا حکم دیا اور ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں اور یہ دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر ہیں' تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ان تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائے۔ بخدا! ان لوگوں نے کبھی بھی پانسہ کا تیر نہیں پھینکا ہے۔

یہ حدیث کتاب الحج[1] میں گزر چکی ہے' وہیں پر مفصل بحث مذکور ہے۔

۱۷۹۰- ح: [خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا] جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں' جب کہ دین کی سمجھ رکھیں

۱۷۹۰- حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاھُمْ فَقَالُوْا لَیْسَ عَنْ ھٰذَا نَسْاَلُکَ قَالَ فَیُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰہِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰہِ ابْنِ خَلِیْلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پوچھا گیا: یارسول اللہ! سب سے بزرگ کون ہے؟ فرمایا: جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم حضور سے اس بارے میں نہیں پوچھتے' فرمایا: تو یوسف ہیں جو خلیل اللہ کے بیٹے اللہ کے نبی کے بیٹے خود اللہ کے

[1] نزہۃ القاری۔ ج ۳ ص ۱۱۳' رقم: ۹۵۲

اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ فَقَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا۔

نبی ہیں' لوگوں نے عرض کیا: اس کے بارے میں ہم نہیں پوچھتے' فرمایا: کیا عرب کے خاندانوں کے بارے میں پوچھتے ہو' جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب کہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

(بخاری۔ باب: ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت ص ۴۸۴' باب: لقد كان في يوسف واخوته ص ۴۷۹' کتاب المناقب۔ ص ۴۹۶' ج ۲۔ ثانی۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ یوسف۔ باب: لقد كان في يوسف واخوته ص ۶۷۹' مسلم۔ کتاب المناقب' نسائی۔ کتاب التفسیر)

اتقاهم

جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ'' (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے حضور تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے' اس لیے کہ تقویٰ جتنا زیادہ ہوگا آدمی اتنا ہی زیادہ اوامر کا پابند ہوگا اور نواہی سے بچے گا۔ طاعت کرنا اور معصیت سے اجتناب دنیا اور آخرت دونوں جگہ عزت کا موجب ہے۔

فيوسف

اس کا حاصل یہ ہے کہ آباء و اجداد اگر شریف اور کریم ہوتے ہیں تو زیادہ تر اولاد بھی شریف اور کریم ہوتی ہے اور یہاں تین پشتیں منصب نبوت پر فائز تھیں تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کرامت اور شرافت میں کیا شبہہ۔

معادن

اس سے مراد عرب کے خاندان ہیں' بعض خاندانوں میں دنیوی شرافت جاہلیت کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں دنیوی اعتبار سے شریف تھے اسلام لانے کے بعد بھی وہ شریف ہی ہیں اس لیے کہ اسلام رذائل سے روکتا ہے اور فضائل سے آراستہ ہونے کا حکم دیتا ہے تو جو لوگ زمانہ جاہلیت میں شریف تھے اسلام لانے کے بعد ان کی شرافت ختم نہیں ہوتی' باقی رہتی ہے بلکہ اس میں چار چاند لگ جاتے ہیں مگر چونکہ شرف علم شرف نسب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے اسلام لانے کے بعد شرافت و نجابت علم کے ساتھ مشروط ہے۔

۱۷۹۱- ح: [اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا

۱۷۹۱- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال کی عمر میں بسولہ سے اپنا ختنہ کیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاستیذان۔ ص ۹۳۱' مسلم۔ کتاب الانبیاء)

امام مالک اور امام اوزاعی کی روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر میں ختنہ کیا اور اس کے بعد اسی سال جیے۔ امام ماوردی نے حکایت کی کہ انہوں نے ستر سال کی عمر میں ختنہ کیا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ ان کی عمر مبارک ایک سو ستر سال کی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالقَدُوْم

دال کی تخفیف کے ساتھ بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ اور شام میں ایک بستی کا نام بھی ہے۔ یہ دال کی تخفیف اور تشدید دونوں طرح مروی ہے۔ قرطبی نے فرمایا کہ اکثر روایتیں تخفیف کی ہیں اور اس سے مراد بڑھیوں کا ہتھیار بسولہ ہے۔

١٧٩٢- ح: [لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین باتیں بہ ظاہر واقعہ کے خلاف کہیں

١٧٩٢- عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ (الصافات:٨٩) وَقَوْلُهٗ ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبیاء:٦٣) وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ اِذْ اَتَا عَلٰى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ امْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا. قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ فَقَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ وَاِنَّ هٰذَا سَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ اِنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ وَذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا ثَانِيَةً فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَاُطْلِقَ. فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَمْ تَاْتُوْنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتُمُوْنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ اَوِ الْفَاجِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: اتخاذ السراری ص ٧٦١، مسلم۔ کتاب الفضائل)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم نے صرف تین باتیں بہ ظاہر واقعہ کے خلاف کہی ہیں۔ ان میں سے دو اللہ کے بارے میں (اول) ان کا یہ قول: میں بیمار ہونے والا ہوں (دوسرا) بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے، فرمایا: ایک دن وہ اور سارہ ایک سرکش کے حدود سے گزرے، اس کو بتایا گیا کہ یہاں ایک صاحب کے ساتھ سب سے زیادہ خوبصورت عورت ہے۔ اس نے حضرت ابراہیم کو بلوایا اور اس عورت کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فرمایا: میری بہن؟ اس کے بعد سارہ کے پاس آئے، فرمایا: اے سارہ! اس سرزمین پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی مومن نہیں۔ اس ظالم نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے بتایا کہ میری بہن ہے، مجھے جھٹلانا مت۔ اس ظالم نے حضرت سارہ کو بلوایا جب ان کے مکان میں داخل ہوئیں اور ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ انہیں پکڑے کہ وہ خود پکڑ لیا گیا اس پر اس نے حضرت سارہ سے کہا: دعا کرو اور میں تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا تو حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی اب وہ ٹھیک ہو گیا مگر دوبارہ پکڑنا چاہا تو پھر اسی طرح دھر لیا گیا یا کچھ سخت! پھر اس نے حضرت سارہ سے کہا: دعا کرو اور انہوں نے دعا کی تو چھوڑ دیا گیا۔ اب اس نے اپنے ایک دربان کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس انسان نہیں لائے ہو شیطان لائے ہو۔ اس نے حضرت ہاجرہ کو بہ طور خادمہ دیا۔ حضرت سارہ انہیں لے کر حضرت ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ نے کافر کے مکر کو اس کے سینے میں رد کر دیا، یا فاجر کہا تھا اور ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: اے آسمان کے پانی کے بیٹو!

یہی تمہاری ماں ہے۔

لَمْ يَكْذِبْ

یہاں ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں تین ہی میں حصر ہے لیکن مسلم[1] شریف میں شفاعت کی طویل حدیث میں چوتھے توریہ کا بھی ذکر ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہ بقیہ باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ارشاد فرمائیں گے کہ ستارے کے بارے میں فرمایا: ''هٰذَا رَبِّي''۔ اس کے جواب میں بعض شارحین حدیث نے فرمایا کہ کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے جو واقعہ حضرت سارہ سے متعلق تھا اس کے بجائے کوکب کو ذکر کر دیا۔ علامہ عینی نے جواب میں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں کہ کسی راوی کی طرف وہم کی نسبت کی جائے بلکہ یہ حقیقت میں نہ کذب ہے نہ توریہ اس لیے کہ جس وقت ستارے کو دیکھ کر فرمایا تھا: ''هٰذا ربّي'' اس وقت اگر نابالغ تھے تو سرے سے بات ہی ختم ہے اور اگر بالغ تھے تو یہ ارشاد بر سبیل تحقیق و اعتقاد نہیں تھا بلکہ توبیخ اور تحکم کے طور پر فرمایا تھا یعنی یہ خبر حقیقت میں استفہام ہے قوم کو ستاروں کی پرستش کرتے دیکھا' تو فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ڈوبتا ہے بدلتا رہتا ہے' یہ میرا رب نہیں ہو سکتا' اس لیے توریئے صرف تین ہی رہے۔

ان تینوں باتوں کو کذب بہ اعتبار ظاہر کے فرمایا گیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ توریہ ہے یعنی ظاہر معنی واقعہ کے خلاف مگر دوسرا خفی معنی واقعہ کے مطابق۔

پہلا توریہ

ان کی قوم نے ان سے کہا کہ میلے میں چلو تو آپ نے ستاروں پہ ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ سقیم کے ظاہری معنی یہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کوئی معمولی سی تکلیف رہی ہو مثلاً درد سر وغیرہ اور بہ ظاہر تندرست تھے تو دیکھنے والوں کے اعتبار سے سقیم کہنا خلاف واقع ہے مگر واقعہ کے اعتبار سے درست۔ علاوہ ازیں اسم فاعل استقبال کے معنی میں بھی بہ کثرت آتا ہے اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اور یہ واقعہ کے اعتبار سے درست ہے کہ مستقبل میں کبھی نہ کبھی وہ علیل ضرور ہوئے۔

دوسرا توریہ

جب قوم میلے میں چلی گئی تو تبر سے چھوٹے چھوٹے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کلہاڑی سب سے بڑے بت کی گردن پہ رکھ دی' میلے سے واپس آ کر پجاریوں نے جب اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت ابراہیم ہی کا فعل ہے کیونکہ سب میلے میں تھے اور یہی واحد بستی میں رہ گئے تھے۔ سب ان کے پجاری تھے' حضرت ابراہیم ان بتوں کی برائی برملا بیان کر چکے تھے' اس لیے پجاریوں نے ان سے پوچھا: یہ کس نے کیا ہے؟ فرمایا: ''بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ'' یہ ان کے بڑے نے کیا ہے' بہ ظاہر اس کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ بتوں میں جو سب سے بڑا ہے اسی نے یہ حرکت کی ہے لیکن حقیقت میں چونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان سب سے یقیناً بڑے تھے انہوں نے اپنے آپ کو مراد لیا تو اس کا حقیقی معنی درست ہے۔

تیسرا توریہ

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت سارہ کو لے کر ایک ظالم بادشاہ پر گزرے تو اس نے حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا: یہ کون ہے؟ اس ظالم کی عادت تھی نو وارد افراد کی بیویوں کو محل میں اٹھوا لیتا لیکن کسی کے ساتھ اس کی بہن ہوتی تو اس سے

1- مسلم کتاب: اثبات الشفاعۃ ص ۱۱۱

تعرض نہیں کرتا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ نہیں بتایا کہ میری بیوی ہے بلکہ فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں اس سے ذہن حقیقی بہن کی طرف جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد دینی بہن یا خاندانی بہن تھی کیونکہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔ یہاں جو حدیث مذکور ہے اس سے پہلے احتمال کی تعیین ہو رہی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا کہ اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مومن نہیں۔

فتلك امكم

یہ حضرت ابو ہریرہ کا ارشاد ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سارے عرب بشمول انصار کرام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اہل عرب کو بنی ماء السماء اس بنا پر فرمایا کہ اہل عرب کی زندگی کا مدار بارش ہی کے پانی پر تھا' ان کے ملک میں کوئی دریا نہیں۔

بَابٌ ﴿يَزِفُّوْنَ﴾ النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ (ص ۴۷۴)

''زف'' کے معنی تیز چلنا ہے

توضیح باب

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تو ان کی بت پرست قوم ان کے پاس دوڑتی آئی' اسی کو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ''فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ○'' (الصّٰفّٰت: ۹۴) تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے آئے ○ یہ صرف حموی اور کشمیہنی کے نسخے میں ہے۔ مستملی اور باقیوں کی روایت میں صرف باب ہے وہ بھی بغیر ترجمہ کے اور نسفی کی روایت میں باب نہیں ہے۔ علامہ ابن حجر نے مستملی کے نسخہ کو ترجیح دی ہے۔

ح: ۱۷۹۳ - مکہ کی آبادی کا بیان

۱۷۹۳- عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَآءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمٰعِيْلَ اِتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ اَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَآءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَ وَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِيْ هٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهٗ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے عورتوں میں کمر بند حضرت اسماعیل کی والدہ نے بنایا۔ انہوں نے کمر بند اس لیے لگایا کہ اپنے نشان قدم کو مٹا دیں تا کہ سارہ پہچان نہ کر سکے جب حضرت ابراہیم انہیں اور ان کے بچے اسمٰعیل کو لے کر شام سے چلے تھے اس وقت بچہ دودھ پیتا تھا' انہیں لے جا کر بیت اللہ کے قریب زم زم کے اوپر ایک بڑے درخت کے پاس مسجد کے بالائی حصے میں رکھا۔ اس وقت مکہ میں کوئی نہیں تھا اور نہ وہاں پانی تھا ان دونوں کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھی جس میں کھجوریں تھیں اور مشکیزہ رکھا جس میں پانی تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم واپس ہونے کے لیے مڑے تو اسماعیل کی ماں بھی ان کے پیچھے چلیں اور کہا: اے ابراہیم! کہاں جا رہے ہو اور ہمیں اس نالے میں چھوڑے جا رہے ہو جہاں کوئی نہ مونس ہے اور نہ کچھ اور ہے؟ حضرت اسماعیل کی والدہ نے یہ کئی مرتبہ کہا اور حضرت ابراہیم ان کی

فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ ﴿رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم:٣٧) وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمٰعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ اِبْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِيْ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ

طرف التفات نہیں فرماتے۔ اس پر انہوں نے پوچھا: کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا: ہاں! تو ہاجرہ نے کہا: ایسا ہے تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ یہ کہہ کر پلٹ آئیں اور حضرت ابراہیم چلے گئے۔ جب گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے وہ انہیں دیکھ نہ پاتے تو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کیں: اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد ایک ایسے نالے میں بسائی ہے جس میں کاشت نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس تا کہ وہ تیرا شکر کریں۔ اسماعیل کی والدہ اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور وہ پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ جب مشک میں جو پانی تھا ختم ہو گیا تو انہیں پیاس لگی اور ان کے صاحبزادے بھی پیاسے ہو گئے اور تڑپنے لگے۔ راوی نے کہا: ایڑیاں رگڑنے لگے اور ان کی والدہ انہیں اس حال میں دیکھتیں اس کی تاب نہ لا کر وہ وہاں سے چلیں۔ زمین میں ان سے سب سے نزدیک پہاڑ صفا تھا وہ اس پر چڑھیں پھر نالے پر نظر ڈالی یہ دیکھنے کے لیے کہ کوئی ہے۔ انہیں کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اتر کر آگے بڑھیں جب نالے میں پہنچیں تو اپنے کرتے کا دامن اٹھا کر یوں دوڑیں جیسے سخت مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے اور مروہ پر آئیں۔ اس پر کھڑی ہو کر نظر دوڑائی کہ کوئی دکھائی دے مگر کوئی نظر نہیں آیا اسی طرح سات مرتبہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے لگے۔ ساتویں بار جب مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اس پر انہوں نے اپنے آپ سے کہا: چپ رہو اس کے بعد سننے کی کوشش کی تو پھر سنا اور کہا: تو نے آواز تو سنائی کاش! تیرے پاس مدد کا کوئی سامان ہوتا۔ اب انہوں نے زم زم کے پاس فرشتے کو دیکھا جس نے اپنی ایڑی یا بازو سے زمین کو کریدا یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ اسے گھیرنے لگیں اور اپنے ہاتھوں سے ایسے کرنے لگیں اور پانی چلو میں لے کر مشک میں بھرنے لگیں چلو لینے کے بعد بھی پانی ابلتا رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر زم زم کو چھوڑ دیتیں یا یہ فرمایا کہ اگر پانی چلو میں نہ لیتیں تو زم زم ایک بہتا

حَتّٰی مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ
جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءَ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ
فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى
مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا
أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ
فَأَقْبَلُوا قَالَ وَأُمُّ إِسْمٰعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا
أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ
قَالُوا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمٰعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ
الْأُنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ حَتّٰى
إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ
الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ فَلَمَّا
أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ فَجَاءَ
إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمٰعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ
إِسْمٰعِيلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ
سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ
فِي ضِيقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ
اقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُولِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا
جَاءَ إِسْمٰعِيلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ
أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ
فَأَخْبَرْتُهُ وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ
وَشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ
أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ
أَبِي وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا
وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللّٰهُ
ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ وَدَخَلَ عَلٰى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا
عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا
عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ
وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ

ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے وہ پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔
ان سے فرشتے نے کہا کہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔ یہاں بیت
اللہ ہے جسے یہ بچہ اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور یقین رکھو کہ
اللہ اس کے باشندوں کو ضائع نہیں فرمائے گا اور بیت اللہ ٹیلے کے
مثل زمین سے اونچا تھا۔ سیلاب دائیں بائیں سے ہو کر گزر جاتا۔
ہاجرہ ایسے ہی رہیں یہاں تک کہ جرہم کے کچھ لوگ یا یہ کہا کہ جرہم
کے کچھ گھرانے "کدا" کے راستے سے آئے اور مکہ کے نشیبی علاقے
میں اترے۔ انہوں نے ایک پرندے کو منڈلاتے دیکھا تو انہوں
نے کہا کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے، حالانکہ اس نالے سے ہم
بارہا گزرے ہیں اس میں پانی نہیں۔ اب انہوں نے ایک دو
آدمیوں کو تلاش کے لیے بھیجا۔ انہوں نے پانی دیکھا، واپس آکر
ساتھیوں کو پانی کی موجودگی کی خبر دی، اب سب وہاں سے آگے
چلے اور حضرت اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں۔ ان لوگوں
نے عرض کیا: کیا ہمیں یہاں اترنے کی اجازت دیتی ہیں؟ انہوں
نے فرمایا: اجازت ہے لیکن تمہیں پانی میں کوئی مالکانہ حق نہ ہوگا۔
ان لوگوں نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسماعیل کی والدہ نے اسے غنیمت جانا۔
وہ چاہتی بھی تھیں کہ کچھ لوگ یہاں رہیں جن سے انس حاصل ہو،
ان لوگوں نے اپنے اہل کو بلا لیا اور وہیں بس گئے، یہاں تک کہ ان
کے کئی گھر آباد ہو گئے۔ بچہ جوان ہو گیا اور انہیں (جراہم) سے عربی
سیکھی، جوان ہونے پر بچہ انہیں بہت بھایا اور پسند آیا۔ جب بالغ
ہو گیا تو انہوں نے اپنے میں سے ایک عورت سے اس کی شادی کر
دی۔ حضرت اسماعیل کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماعیل کی
شادی کے بعد حضرت ابراہیم اپنے ترکہ کو دیکھنے کے لیے آئے
حضرت اسماعیل کو گھر موجود نہ پایا تو ان کی اہلیہ سے ان کے بارے
میں پوچھا، اس نے بتایا: ہمارے لیے کچھ تلاش کرنے گئے ہیں، پھر
انہوں نے اس سے ان کے گزر بسر کے بارے میں پوچھا، تو اس
نے کہا: ہم بری حالت اور تنگ دستی اور سختی میں ہیں۔ اس نے ان
(اجنبی) سے شکایت کی، فرمایا: جب تمہارا شوہر آئے تو اس سے

فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ
وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ
يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ قَالَ
فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ
قَالَ فَاِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ
يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمٰعِيلُ قَالَ هَلْ اَتَاكُمْ مِنْ
اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ
فَسَاَلَنِي عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَسَاَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهُ
اَنَا بِخَيْرٍ قَالَ فَاَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَاُ عَلَيْكَ
السَّلَامَ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ اَبِي
وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِي اَنْ اُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ
اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْمٰعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ
دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا
يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا اِسْمٰعِيلُ
اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي بِاَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا اَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ
وَتُعِينُنِي قَالَ وَاُعِينُكَ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي اَنْ اَبْنِيَ
هٰهُنَا بَيْتًا وَاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا قَالَ
فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ اِسْمٰعِيلُ
يَاْتِي بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ
جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي
وَاِسْمٰعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ
حَتّٰى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرة:١٢٧).

سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو۔
جب حضرت اسماعیل واپس ہوئے تو انہوں نے کچھ بوئے آشنائی
محسوس کی۔ اپنی زوجہ سے پوچھا: کیا کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں!
اس حلیہ کے ایک بوڑھے شخص آئے تھے۔ انہوں نے آپ کے
بارے میں پوچھا میں نے ان کو بتایا' انہوں نے پوچھا: تمہاری زندگی
کیسے گزر رہی ہے؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم تنگی اور سختی میں ہیں'
پوچھا: کیا انہوں نے تم کو کچھ وصیت کی تھی؟ اس نے بتایا: ہاں! مجھے
حکم دیا تھا کہ تمہیں سلام کہوں' وہ یہ کہہ گئے ہیں کہ اپنے دروازے
کی چوکھٹ بدل دو' فرمایا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے حکم
دیا ہے کہ تم سے جدائی کرلوں۔ اپنے اہل کے یہاں چلی جا اور اسے
طلاق دے دی اور بنی جرہم ہی میں دوسری شادی کر لی' جتنے دن
اللہ نے چاہا حضرت ابراہیم ان کے پاس نہیں آئے' پھر اس کے بعد
تشریف لائے' پھر حضرت اسماعیل کو گھر میں نہیں پایا' ان کی زوجہ
کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے حضرت اسماعیل کا پوچھا تو
اس نے کہا: وہ باہر ہمارے کھانے کے لیے کچھ تلاش کرنے گئے
ہیں۔ پوچھا: تم لوگ کس حال میں ہو اور ان کے گزر بسر کا حال
پوچھا' اس نے کہا: ہم اچھی حالت اور کشائش میں ہیں اور اللہ کی ثنا
کی۔ پوچھا: تمہاری غذا کیا ہے؟ اس نے کہا: گوشت پوچھا: پیتے کیا
ہو؟ اس نے کہا: پانی۔ حضرت ابراہیم نے کہا: اے اللہ! ان کو گوشت
اور پانی میں برکت دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت ان کے
لیے دانہ نہ تھا۔ اگر ہوتا تو دانے میں بھی برکت کی دعا کرتے' فرمایا:
مکہ کے علاوہ کہیں اور صرف گوشت اور پانی پر گزارہ مزاج کے موافق
نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو
ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھو' جب
حضرت اسماعیل آئے تو پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ ان کی
زوجہ نے بتایا: ہاں! ایک شاندار بزرگ تشریف لائے تھے۔ اس نے
ان کی خوبیاں بیان کیں اور انہوں نے آپ کا پوچھا تھا' میں نے ان
کو بتایا پھر ہمارے گزر بسر کا پوچھا' تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی طرح
ہیں۔ پوچھا: چلتے چلاتے کچھ فرما گئے' کہا: ہاں! آپ کو سلام کہہ

گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھ
فرمایا: یہ میرے والد تھے اور تو دروازے کی چوکھٹ ہے۔ مجھے حکم
دیا ہے کہ تجھے رکھے رہوں۔ اس کے بعد جتنے دن اللہ نے چاہا
حضرت ابراہیم نہیں آئے اس کے بعد آئے اور حضرت اسماعیل تیر
درست کر رہے تھے۔ بڑے درخت کے پاس زم زم کے قریب
جب ان کو دیکھا تو دونوں نے وہ کیا جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا
باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ فرمایا: اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک حکم
دیا ہے' عرض کیا: جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کیجئے' فرمایا: تم میری مدد
کروگے؟ عرض کیا: ساتھ دوں گا' فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ
یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک ایسے ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو
اردگرد سے بلند تھا' وہیں بیت اللہ کی کرسی بلند کی حضرت اسماعیل پتھر
لاتے اور حضرت ابراہیم چنتے۔ جب عمارت اونچی ہوگئی تو یہ پتھر
لائے اور حضرت ابراہیم کے لیے رکھا جس پر کھڑے ہوکر تعمیر کرتے
تھے اور حضرت اسماعیل پتھر دیتے تھے۔ وہ دونوں یہ دعا بھی کرتے
جاتے: اے رب! ہماری طرف سے قبول فرما' بے شک تو سننے والا
علم والا ہے۔ دونوں بیت اللہ کے اردگرد گھوم گھوم کر بناتے رہے
اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! ہماری طرف سے قبول فرما بے شک
تو سنتا ہے جانتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مکہ معظمہ میں لاکر آباد فرمایا' اس قصے کے اجزاء امام بخاری نے کئی جگہ روایت کیے ہیں۔ یہاں دو راویوں کے بیان کئے ہوئے قصوں کو اکٹھا ملا کر اس ترتیب سے قصے کو ذکر فرمایا ہے کہ پوری بات ذہن میں آجاتی ہے۔

اَلْمِنْطَقُ

''نطاق'' پٹوکا' کمر بند' عرب کی عورتیں کام کاج کے وقت کمر میں ایک کپڑا باندھ لیتی تھیں اسی کو منطق اور نطاق کہتے ہیں۔ حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہوگئیں' اس پر حضرت سارہ کو غیرت آئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان کے تین اعضاء کو کاٹیں گی' اس سے گھبرا کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا گھر چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور اپنے نطاق کے پچھلے حصے کو زمین تک لٹکا دیا تاکہ ان کے نشان قدم مٹتے جائیں۔ حضرت ابراہیم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے حضرت سارہ سے سفارش کی' اور فرمایا: ان کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دے اور ان کا ختنہ کر دے' چنانچہ حضرت سارہ نے اس پر عمل کیا' پھر بحکم الٰہی حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو لے کر مکہ معظمہ آئے' یہ سفر پیدل فرمایا تھا یا براق پر؟ دونوں قول ہیں۔

عند دوحۃ

دوحہ کے معنی بڑا درخت' بیت اللہ کے قریب جہاں زم زم شریف ہے وہاں ایک بڑا درخت تھا' وہیں لا کر ماں بیٹے کو حضرت ابراہیم نے رکھا۔ ایک تھیلی میں کھجوریں اور ایک مشک میں پانی انہیں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس ہوئے۔

وعطش ابنھا

اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر دو سال تھی۔ حضرت ہاجرہ کا دودھ سوکھ گیا' حضرت اسماعیل بھوک و پیاس سے تڑپنے لگے۔ اس کو راوی نے "یتلوی او یتلبط" سے تعبیر کیا ہے یعنی بھوک اور پیاس کی شدت میں لوٹنے لگے۔

غَوَاثٌ

غواث کے معنی فریاد رسی کے ہیں یعنی اگر تیرے پاس فریاد رسی کا کوئی سامان ہو تو میری مدد کرو۔

فَبَحَثَ بعَقِبِه

یعنی اپنی ایڑی یا اپنے بازو سے زمین کو کریدا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے پاؤں سے جبریل نے ایڑی ماری اور دوسری روایت میں ہے کہ اپنی انگلی سے زمین کو کریدا جس سے پانی ابلنے لگا۔

مِنْ جُرْھُمَ

یہ یمن کے باشندے بنی قحطان کے فرد تھے جو سام بن نوح کی اولاد میں سے ہیں' ان کے سردار کا نام مضاض بن عمرو تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ مکہ کے قریب ہی کسی وادی میں تھے۔ جرہم اور اس کے بھائی قطورا جو اس قبیلہ کے جداعلیٰ ہیں سب سے پہلے عربی زبان ان لوگوں نے بولنی شروع کی ہے۔ حضرت اسماعیل نے انہیں میں پرورش پائی اور انہیں سے عربی زبان سیکھی اور یہ اس حدیث کے منافی نہیں جو حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے عربی زبان میں حضرت اسماعیل نے کلام کیا۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے عربی میں کلام کیا۔

زوجوہ

بیوی کا نام کیا تھا اس میں شدید اختلاف ہے' اسی طرح یہ کس کی صاحبزادی تھیں اس میں اختلاف ہے۔ سہیلی نے کہا: ان کا نام جداء بنت سعد تھا۔ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ ان کا نام عمارہ بنت سعد بنت اسامہ تھا۔ ابوجہم کی حدیث میں ہے کہ یہ صداء کی بیٹی تھیں اس میں نام مذکور نہیں۔ حضرت اسماعیل نے خود ان کے والد کے یہاں پیغام بھیجا اور انہوں نے شادی کر دی۔

ماتت ام اسماعیل

اسی اثناء میں حضرت ہاجرہ کا انتقال ہو گیا' حضرت اسماعیل نے انہیں حطیم میں دفن فرمایا' انتقال کے وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

لتزوج منھم اُخریٰ

حضرت ابراہیم کے حکم کے بموجب پہلی زوجہ کو طلاق دے دی اور پھر بنی جرہم ہی کی دوسری لڑکی سے شادی کی جن کا نام سیدہ بنت مضاض یا عاتکہ بنت ہشام تھا' ان کے بارے میں اور بھی روایتیں ہیں انہیں سے حضرت اسماعیل کے بارہ بچے پیدا ہوئے۔

کما یصنع الوالد بالولد

یعنی سینہ سے لگایا' مصافحہ کیا' دست بوسی کی یا پیشانی کو چوما' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر سو سال تھی۔ گزر چکا کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں نے کی تھی۔ طوفان نوح میں اس کی عمارت اٹھالی گئی۔ طوفان کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ ایک ٹیلہ کی طرح موجود تھی وہیں پر بیت اللہ شریف کی بنیادیں کھودی گئیں اور عمارت بنالی گئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بادل بھیجا' وہ بیت اللہ کی جگہ آکر سایہ فگن ہوگیا' اسی سے بیت اللہ شریف کی حد بندی کی۔ بیت اللہ شریف کی عمارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے نو ہاتھ اونچی تھی اور اس کا دور تیس ہاتھ تھا۔

اس کے لیے چھت نہیں تھی ایک دروازہ تھا اور اندر دروازہ کے پاس ایک گڑھا کھودا جس میں بیت اللہ شریف کا نذرانہ رکھا جاتا تھا۔ یہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنا ہے۔ حراء' ثبیر' لبنان' جبل طور' جبل بیت المقدس۔ کعبہ شریف کی دیواریں تو بدلی گئی ہیں مگر بنیاد وہی باقی ہے جو حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے قائم کی تھی۔

قبل بعثت قریش نے جو تعمیر کی اس بیت اللہ کا کچھ حصہ حطیم میں شامل کر کے باہر کردیا اور آج تک اسی پر عمارت باقی ہے جس کی تفصیل نزہۃ القاری' ج ۱ ص ۴۰۱ - ۴۰۲' رقم: ۹۳' میں مذکور ہو چکی ہے۔ ناظرین اس کی طرف رجوع کریں۔

جاء بھٰذا الحجر...... (مقام ابراہیم)

اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیواروں کی تعمیر کی ہے جسے مقام ابراہیم کہتے ہیں جو اب بھی موجود ہے۔ مسجد حرام میں کعبہ شریف کے پورب اتر جانب کچھ فاصلے پر رکھا ہوا ہے۔ دیواریں جتنی اونچی ہوتی جاتی تھیں یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا' تعمیر کرتے کرتے جب دیواریں اونچی ہوگئیں اتنی جہاں حجر اسود نصب ہے تو حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے فرمایا: اے بیٹے! ایک اچھا پتھر تلاش کر کے لاؤ میں اسے لگادوں جہاں سے لوگ اپنے طواف کو شروع اور جہاں ختم کریں۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں تھکا ہوا ہوں۔ حضرت ابراہم نے فرمایا: پھر بھی جاؤ حضرت اسماعیل جب واپس آئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت پتھر وہاں لگا ہوا ہے۔ پوچھا: ابا جان یہ کون لایا ہے؟ فرمایا: اسے وہ لایا ہے جو تیرے اوپر بھروسہ نہیں کرتا۔ یہ پتھر حضرت جبریل امین ہندوستان سے لائے تھے' یہ وہی پتھر ہے جس پر بیٹھے ہوئے حضرت آدم جنت سے تشریف لائے تھے یہ دودھ کی طرف سفید تھا بوسہ دینے والوں کے گناہوں کو جذب کرتے کرتے سیاہ ہوگیا۔

۱۷۹۴- ح: [اَوَّلُ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْاَرْضِ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ]

زمین پر سب سے پہلی مسجد، مسجد حرام ہے

۱۷۹۴- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَيْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ.

حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! زمین میں سب سے پہلے کس مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے؟ فرمایا: مسجد حرام کی' پھر میں نے عرض کیا: پھر کس کی' فرمایا: مسجد اقصیٰ کی' میں نے عرض کیا: ان کے درمیان کتنی مدت ہے؟ فرمایا: چالیس سال پھر تم کو جہاں نماز کا وقت مل جائے وہیں پڑھ لو اس لیے کہ فضیلت اسی میں ہے۔

(بخاری۔ باب: ووھبنا لداؤد سلیمان ص ۴۸۷، مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب التفسیر)

اربعون سنة

علامہ ابن جوزی نے کہا کہ یہ بہت مشکل ہے اس لیے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کی ہے اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی۔ ان دونوں حضرات کے درمیان ایک ہزار سال کے عرصہ کا زمانہ ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا کہ حدیث میں بنیاد کا ذکر ہے۔ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے رکھی تھی، ہوسکتا ہے کہ خود انہوں نے ہی چالیس سال بعد بیت المقدس کی بھی بنیاد رکھی ہو۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت آدم سے فرمایا کہ بیت المقدس چلو اور اس کی عمارت بناؤ تو انہوں نے سے تعمیر کیا' پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تجدید کی۔

۱۷۹۵- ح: [يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ]

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟

۱۷۹۵- عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

حضرت ابوحمید ساعدی نے مجھے خبر دی کہ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم حضور پر کیسے درود پڑھیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہو! اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور ان کی ازواج اور ان کی ذریت پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی ازواج پر اور ذریت پر جیسی تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہم پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الدعوات۔ باب: هل يصلى غير النبى ص ۹۴۱، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ وکتاب التفسیر، ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ)

۱۷۹۶- اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاَهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ مجھ سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی' اور فرمایا: کیا میں تجھے وہ ہدیہ نہ پیش کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے کہا: ضرور یہ ہدیہ مجھے عطا فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کے اہل بیت پر درود کیسے ہے؟ اللہ نے ہم کو آپ پر سلام کرنے کا طریقہ سکھا دیا ہے' فرمایا: کہو! اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ احزاب۔ باب: قوله ان الله وملئكته يصلون على النبى ص ۷۰۷۔۷۰۸، کتاب الدعوات۔ باب: الصلوٰة على النبى ص ۹۴۰، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔ کلہم فی کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابوذر کی روایت میں آل ابراہیم میں لفظ آل مقحم ہے۔ مراد خود ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ آل محمد سے مراد یا تو خاص اولاد سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں یا وہ تمام بنی ہاشم، بنی مطلب جنہیں زکوٰۃ لینا جائز نہیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ آل سے مراد تمام مسلمان ہوں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا: ''من تبعنى فهو الى'' جو میری اتباع کرے وہ میری آل ہے۔

كما صليت على ابراهيم

اس میں افضل کی مفضول کے ساتھ تشبیہ نہیں بلکہ غیر اعرف کی اعرف کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کی آل پر اللہ عزوجل کی خصوصی رحمتیں اور بے پناہ برکتیں اس وقت بھی سب کو معلوم تھیں، اس لیے ''كما صليت على ابراهيم وباركت على ابراهيم'' فرمایا گیا۔

كيف الصلوٰة

سوال کی بنیاد یہ تھی کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاO'' (الاحزاب:۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود بھیجو اور ان پر سلام بھیجو جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے O تشہد میں سلام کا طریقہ سکھایا کہ یوں کہو: ''السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته'' حضور درود پڑھنے کا طریقہ بھی سکھا دیں۔

۱۷۹۷- ح: [كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَيْنِ هٰذَا الدُّعَاءَ] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسنین کی حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے

۱۷۹۷- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ اِنَّ اَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن وحسین کی حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے والد اسماعیل واسحٰق کی بھی حفاظت کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے: ''اعوذ بكلمات الله التامة'' الخ

(ابوداؤد۔ کتاب السنۃ، ترمذی۔ کتاب الطب، نسائی۔ کتاب النعوت۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

''وهامه'' کے معنی زہریلے اور نقصان پہنچانے والے کے ہیں۔ ''لامة'' کے معنی برائی پہنچانے والے کے ہیں۔ عین لامۃ نظر بد۔

بَابٌ [اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ. اَلْاٰيَةَ﴾ (الحجر:۵۱) لَاتَوْجَلْ لَاتَخَفْ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں بتا دو جب کہ اس کے پاس حاضر ہوئے ''لاتوجل'' کے معنی مت ڈرو اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے

(البقرۃ: ٢٦٠) اَلْاٰیَۃَ. (ص ٤٧٧) بیان میں: اور جب کہ ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کیسے مردے جلائے گا؟

توضیح باب

ضیف ابراھیم

اللہ عزوجل نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ کفروشرک کے علاوہ اور بہت سی برائیوں کے ساتھ ان میں اغلام بہت کثرت سے پھیلا ہوا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اسلام کی دعوت دی' برائیوں سے خصوصاً اغلام سے باز رہنے کی تلقین فرمائی مگر یہ نہیں مانے اور از راہ سرکشی وتمرد یہ کہہ دیا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی تباہی و بربادی کی بددعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے ان کی بددعا قبول کی اور ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے چار فرشتوں کو بھیجا: جبریل' میکائیل' اسرافیل' وردائیل' یہ فرشتے خوبصورت بے ریش وبرودت نوجوان کی شکل میں پیدل چل کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت کریمہ تھی کہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ پندرہ روز تک تقریباً کوئی مہمان نہیں آیا تھا۔ اس کا ان پر اثر تھا' جب ان لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے اور بھنا ہوا خوب تندرست بچھڑا کھانے کے لیے لائے' فرشتوں نے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ خوف طاری ہوا تو ان فرشتوں نے عرض کیا: آپ ڈریے نہیں ہم قوم لوط کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہیں' ہم فرشتے ہیں۔ حضرت سارہ وہیں کھڑی دیکھ اور سن رہی تھیں انہیں ہنسی آ گئی۔ فرشتوں نے انہیں بشارت دی کہ اللہ عزوجل آپ کو فرزند عطا فرمائے گا جس کا نام اسحٰق ہوگا اور انہیں بھی ایک فرزند عطا فرمائے گا جس کا نام یعقوب ہوگا۔

کیف تحی الموتی

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کیسے زندہ فرمائے گا' فرمایا کہ کیا اس پر ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ مجھے اطمینان قلب حاصل ہو جائے یعنی علم الیقین حاصل ہے چاہتا ہوں کہ عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ ہر شخص کو اس بات کا یقین ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ موجود ہیں کسی کو اس میں ذرا بھی شک نہیں لیکن ان دونوں کی زیارت کے بعد جو انشراح اور اطمینان ہوتا ہے وہ بن دیکھے ہوئے یقین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا بھی حاصل یہی تھا کہ احیاء موتی دکھا دے کہ احیاء موتی آنکھوں سے دیکھ کر جو انشراح صدر ہوگا اس کی بات کچھ اور ہوگی۔ حکم ہوا کہ چار چڑیاں لے آؤ' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ' مور' کبوتر اور کوا لیا۔ حکم ہوا کہ ان کے سر کاٹ کر اپنے پاس رکھو اور ان کے جسموں کو قیمہ کر کے آپس میں ملا دو' پھر چار پہاڑیوں پہ جا کر ان کے اجزاء منتشر کر دو اور پھر ان کو پکارو وہ سب تمہارے پاس اڑتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک میں ان پرندوں کے سر تھے' پکارنے کے بعد چاروں کے دھڑ ان کے پاس آئے' اگر دوسرے کا سر کسی کے دھڑ کے ساتھ ملانا چاہتے تو ہٹ جاتا اور جب اسی کا سر ملاتے تو مل جاتا۔

١٧٩٨- ح: [نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ] ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم کے شک کرنے کے زیادہ لائق ہیں

١٧٩٨- عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِیْمَ اِذْ قَالَ ﴿رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ﴾ (البقرہ:٢٦٠) وَیَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ یُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بہ نسبت ابراہیم کے شک کرنے کے زیادہ لائق ہیں جب کہ انہوں نے عرض کیا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا' فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ عرض کیا: ایمان رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوط پر رحم فرمائے' وہ مضبوط پناہ گاہ کی طرف پناہ لینا چاہتے تھے اور اگر میں اتنے زمانے تک جیل خانہ میں رہتا جتنے زمانہ تک یوسف رہے تو داعی کی بات مان لیتا۔

(بخاری۔ باب: ولوطا اذ قال لقومہ ص ٤٧٨' باب: لقد کان فی یوسف واخوتہ ص ٤٧٩' ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ البقرہ۔ باب: قولہ واذ قال ابراھیم رب ارنی ص ٦٥١' کتاب التفسیر۔ سورۂ یوسف۔ باب: قولہ لما جاءہ الرسول ص ٦٨٠' کتاب التعبیر باب الرؤیا۔ باب: اھل السجون والفساد۔ ص ١٠٣٥' مسلم۔ کتاب الفضائل' ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

فنحن احق بالشك

یہ قیاس استثنائی کے طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم نے شک کیا ہوتا تو وہ ہمارے جد ہیں ہم ان کی بہ نسبت زیادہ شک میں مبتلا ہوتے لیکن انہوں نے شک نہیں فرمایا۔ صاف تصریح فرمادی کہ مجھے ایمان ہے' شک کے بعد ایمان کا تحقق ہی نہیں ہوتا جب انہوں نے شک نہیں کیا تو ہمیں شک کا کیا حق۔

یرحم لوطًا...... (حضرت لوط علیہ السلام)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے لڑکے تھے اور حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے' ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے' پھر انہیں کے ساتھ شام واپس آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں بود و باش اختیار فرمائی اور حضرت لوط نے اردن میں' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو اہلِ سدوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔

یہ بارہ بستیاں تھیں جن سب کو مؤتفکات کہا جاتا ہے۔ یہ شام اور حجاز کے درمیان تھیں' یہ لوگ بتوں کو پوجتے اور بے حیائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے' اتنے بے حیا تھے کہ سر راہ اغلام بازی کیا کرتے تھے۔ جب عذاب کے فرشتے انتہائی خوبصورت بے ریش وبرودت نوجوانوں کی شکل میں ان کے دولت خانہ پر پہنچے اور ان بیہودوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے دولت خانے کو گھیر لیا اور بدطینتی کا برملا اظہار کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان جنونیوں سے فرمایا کہ یہ میری لڑکیاں ہیں ان سے نکاح کر لو' اس پر ان خبیثوں نے یہ جواب دیا' اور تم جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے' اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے بظاہر اپنی بیکسی پر نظر کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا: اے کاش! مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا' اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے قوی ومضبوط ماویٰ وملجا اللہ عزوجل ہے' اس کے ہوتے ہوئے حضرت لوط کا وہ فرمانا منصب نبوت کے اعلیٰ شان کے مناسب نہیں تھا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

وَلَوْ لَبِثْتُ

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زلیخا نے صرف اس بنیاد پر کہ انہوں نے اس کی بات نہیں مانی جیل خانہ بھیج دیا اور بارہ

سال تک جیل خانہ میں رہے۔ حضور اقدس ﷺ حضرت یوسف علیہ السلام کے فضل وکمال کا اعتراف فرماتے ہوئے تواضعاً وہ ارشاد فرمایا اور یہ جملہ شرطیہ ہے جس کے لیے طرفین کا صدق ضروری نہیں۔ علاقہ لزوم اگر چہ فی الجملہ ہو کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتنی مدت دراز تک جیل خانہ کی صعوبتیں برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

بَابٌ

[اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

قَوْلِهٖ ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۝﴾ (الحجر:٦١-٦٢) اَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ (ھود:٧٨) يُسْرِعُوْنَ ﴿دَابِرَ﴾ (الحجر:٦٦) اٰخِرَ ﴿صَيْحَةً﴾ (یٰس:٢٩) هَلَكَةً ﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (الحجر:٧٥) لِلنَّاظِرِيْنَ ﴿لَبِسَبِيْلٍ﴾ (الحجر:٧٥) بِطَرِيْقٍ ﴿بِرُكْنِهٖ﴾ (الذاریات:٣٩) بِمَنْ مَعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ ﴿تَرْكَنُوْا﴾ (ھود:١١٣) تَمِيْلُوْا. (ص ٤٧٨)

جب لوط کے گھر فرشتے آئے۝ کہا: تم تو کچھ بیگانہ لوگ معلوم ہوتے ہو۝ (الحجر:٦١-٦٢) "انکرھم ونکرھم واستنکرھم" تینوں کے ایک معنی ہیں یعنی ان کو بیگانہ جانا "یھرعون" کے معنی دوڑتے ہوئے "دابر" کے معنی آخر "صیحۃ" کے معنی ہلاک کرنے والی چیخ "متوسمین" کے معنی دیکھنے والے "سبیل" کے معنی راستہ "رکن" کے معنی پایہ یعنی وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے اس لیے کہ وہی ان کی قوت تھے "ترکنوا" کے معنی تم لوگ جھکو۔

بَابٌ

[اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ (ھود:٦١) وَقَوْلِهٖ ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ (الحجر:٨٠) الْمُرْسَلِيْنَ. (ص ٤٧٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ثمود کی جانب ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔

اَلْحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَاَمَّا ﴿حَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (الانعام:١٣٨) حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ حِجْرٌ مَحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ تَبْنِيْهِ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهٗ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَقْتُوْلٍ وَيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ الْمَنْزِلُ.

حجر ثمود کی بستی ہے "حرث حجر" میں حجر کے معنی حرام ہے اور ہر ممنوع حجر ہے اسی سے آیا ہے "حجر محجور" اور حجر ہر وہ عمارت ہے جس کو تو بنائے اور زمین سے جو علیحدہ کر دیا جائے وہ حجر ہے۔ اسی سے حطیم کعبہ کو حجر کہتے ہیں' گویا حطیم مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے مادہ گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور حجی کہا جاتا ہے لیکن حجر الیمامہ یہ بستی کا نام ہے۔

توضیح باب

ثمود یہ سام بن نوح کے پرپوتے کا نام ہے انہیں کی اولاد کو قوم ثمود کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ وادی قریٰ میں سمندر کے کنارے اور شام کے اطراف میں بستے تھے ان کی عمریں بہت ہوتی تھیں' پہاڑوں کو کھود کر اپنے لیے مکان بناتے تھے' ان کی بستی کا دوسرا نام حجر بھی ہے جب ان میں کفر و معاصی کی کثرت ہوئی تو اللہ عزوجل نے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ قوم ثمود کا ایک لوہے کا بت تھا جس میں شیطان سال میں ایک بار گھستا اور ان سے کلام کرتا۔ حضرت صالح کے والد اس بت کے مجاور تھے۔ ایک دفعہ ان کو غیرت آئی اور اس بت کو توڑنے کا ارادہ فرمایا تو بت کے اندر سے شیطان چیخا' پوری قوم دوڑ کر آئی' انہوں نے انہیں مار کر غار میں

پھینک دیا۔ ان کی اہلیہ مدت دراز تک ان کی جدائی پہ روتی رہیں' پھر ایک فرشتہ آیا اور انہیں بتایا کہ تمہارے شوہر فلاں غار میں ہیں' یہ وہاں گئیں تو انہیں مردہ پایا پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت صالح پیدا ہوئے۔ ان کی قوم نے ان سے نشانی طلب کی تو بہ طور نشانی ان کو ایک اونٹنی دی گئی جو ایک چٹان پھٹنے سے برآمد ہوئی' یہ اونٹنی اتنی بڑی تھی کہ اس کا صرف سینہ ساٹھ ہاتھ تھا' یہ اس قوم کے پینے کا جتنا پانی تھا سب پی جاتی اس لیے باری مقرر کر دی گئی۔ ایک دن یہ پانی پیتی اور دوسرے دن بستی والے اس سے قوم بہت پریشان ہو گئی انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اس پر عذاب آیا۔ جبریل امین نے ایک چیخ ماری اور یہ سب مر گئے۔

۱۷۹۹- ح: [مَنْ عَقَرَ نَاقَةَ صَالِحٍ] حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کس نے کاٹی تھیں؟

۱۷۹۹- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ قَالَ اِنْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِيْ قَوْمِهٖ كَاَبِيْ زَمْعَةَ.

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا جس نے اونٹنی کی کونچ کاٹی تھی' فرمایا: اس کے لیے وہ شخص تیار ہوا جو اپنی قوم میں قوت و اقتدار والا تھا مثل ابوزمعہ کے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورہ والشمس وضحٰھا۔ ص ۷۳۷' مسلم۔ کتاب صفۃ النار' ترمذی۔ کتاب التفسیر' نسائی۔ کتاب التفسیر' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

تفسیر میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے جس میں اونٹنی اور اس کا جس نے اس کی کونچیں کاٹی تھیں ذکر کیا' فرمایا: جب ان میں سب سے بدبخت اٹھا یعنی اونٹنی کی کونچ کاٹنے کے لیے ایک شخص اٹھا جو اپنے قبیلہ میں قوت ور تھا مثل ابوزمعہ کے' اس کے بعد عورتوں کا تذکرہ فرمایا' فرمایا: تم قصداً اپنی عورتوں کو مارتے ہو غلام کی طرح' ہو سکتا ہے اسی دن کے آخر میں ان سے ہم بستری کرو' ایک شخص نے مجلس میں آواز سے ہوا خارج کر دی تھی جس پر لوگ ہنسنے لگے تھے' انہیں نصیحت فرمائی کہ ایسی بات پر کیوں ہنستے ہو جو تم میں سے بعض لوگ کرتے ہیں' جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اس کا نام قدار بن سالف تھا' یہ سرخ رنگ کا تھا اسی کو احمر ثمود کہتے ہیں' نحوست کے لیے اس کا نام بہ طور ضرب المثل لیا جاتا ہے۔ یہ سرخ زرد رنگ نیلی آنکھ والا بغیر ڈاڑھی کا ٹھگنا تھا۔

کابی زمعہ

اس کا نام اسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ تھا' یہ حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں استہزا کیا کرتا تھا' حضرت جبریل امین نے اس کے چہرے پر ایک تھپڑ مارا تو وہ اندھا ہو گیا' یہ مکہ کے روسا میں سے تھا۔

۱۸۰۰- ح: [لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا] جب حجر میں اترے تو حکم دیا کہ اس کے کنویں کا پانی نہ پئیں

۱۸۰۰- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر جب حجر میں اترے تو لوگوں کو حکم دیا کہ اس کے کنویں کا پانی نہ پئیں اور نہ اس میں سے پانی لیں' لوگوں نے عرض کیا: ہم نے ان کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے اور اس میں

مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِي الشُّمُوْسِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهٖ.

سے پانی کھینچ لیا ہے۔ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ یہ آٹا پھینک دیں اور وہ پانی بہا دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے کھانا پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھا ہو اسے پھینک دے۔

١٨٠١- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ وَاسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّهْرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِيَارِهَا وَاَنْ يَّعْلِفُوا الْاِبِلَ الْعَجِيْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَ تَرِدُهَا النَّاقَةُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثمود کی سرزمین میں حجر میں اترے اور اس کے کنوؤں سے پانی کھینچا اور اس سے آٹا گوندھا تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے کنوؤں سے جو پانی کھینچا ہے اسے پھینک دیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں اور انہیں حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی کھینچیں جس کا پانی اونٹنی پیتی تھی۔

اس حدیث پر تین اشکال ہیں، پہلا یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کئی کنویں تھے جن میں سے صرف ایک اونٹنی کے لیے خاص تھا جب کہ تفاسیر کی روایتوں میں یہ ہے کہ اونٹنی اپنی باری کے دن تمام پانی پی جاتی تھی، قوم کے لیے پانی بچتا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے عہد میں صرف ایک ہی کنواں رہا ہو جس سے باری باری اونٹنی اور قوم پانی حاصل کرتی تھی بقیہ کنویں بعد میں کھودے گئے ہوں، اونٹنی والا کنواں عذاب کے اثر سے محفوظ تھا اس لیے اس کے پانی کے استعمال کی اجازت دی، بقیہ ساری سرزمین عذاب سے متاثر تھی اس لیے وہاں جو کنویں بنے ان میں عذاب کا اثر تھا اس بنا پر ان کے پانی پینے سے منع فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ پہلی حدیث میں ہے کہ حکم دیا: کھانوں کو پھینک دیا جائے دوسری حدیث میں ہے کہ اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں یہ ہے "امرھم ان یطرحوا" اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں ڈال دو یعنی تم لوگ نہ کھاؤ جانور کھالیں کوئی حرج نہیں۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ کتاب المغازی میں تصریح ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب حجر پر پہنچے تو فرمایا: ان معذبین پر تم داخل نہ ہو مگر یہ کہ روتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی وہی پہنچ جائے جو ان کو پہنچا اور حضور اقدس ﷺ نے اپنے روئے انور کو چادر سے لپیٹا اور سواری کو تیز کر دیا یہاں تک کہ اس وادی سے پار ہو گئے اور یہاں یہ ہے کہ حضور حجر میں اترے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حجر میں اترنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قریب اترے یعنی وادی پار کر کے دوسری طرف، لوگوں کو چونکہ پانی کی ضرورت تھی انہوں نے پانی اسی کنویں سے لیا جو اس وادی میں تھا۔

بَابٌ

[یوسف: ۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ اٰيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ﴾ (یوسف: ۷). (ص ۴۷۶)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں O

١٨٠٢- ح [رِوَايَةُ حَدِيْثِ بَرَاءَةٍ]

حدیث براءت کی ایک روایت

١٨٠٢- عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ اُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا قِيْلَ فِيْهَا مَا قِيْلَ قَالَتْ بَيْنَمَا اَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ اِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهِيَ تَقُوْلُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ اِنَّهٗ نَمّٰى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَيُّ حَدِيْثٍ فَاَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا اَفَاقَتْ اِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِهٰذِهٖ قُلْتُ حُمّٰى اَخَذَتْهَا مِنْ اَجْلِ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُوْنِيْ فَمَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ مَا اَنْزَلَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ اَحَدٍ۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ ص ٥٩٦۔ ٥٩٧، کتاب التفسیر۔ سورۂ یوسف۔ ص ٦٧٩۔ ٦٨٠، کتاب التفسیر۔ سورۂ نور۔ ص ٦٩٨)

مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ ہیں، اس واقعہ کے بارے میں جو ان کے بارے میں کہا گیا جو کہا گیا۔ حضرت ام رومان نے کہا: میں عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاری خاتون اندر آئیں اور وہ کہنے لگیں: اللہ فلاں کے ساتھ یہ کرے، میں نے ان سے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے بتایا اور قصہ کو تفصیل سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: کون سی بات؟ تو میں نے ان کو بتایا، عائشہ نے کہا: اسے ابوبکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا؟ میں نے کہا: ہاں! یہ سن کر وہ بیہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ان کو افاقہ ہوا تو انہیں جاڑے کے ساتھ بخار آیا، اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا: اس کو کیا ہو گیا ہے؟ تو میں نے بتایا: اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا ہو رہا ہے اس کو بخار آ گیا ہے۔ حضرت عائشہ بیٹھ گئیں، پھر کہا: بخدا! اگر میں قسم کھاؤں تو تم لوگ مجھے سچا نہیں جانو گے اور اگر عذر بیان کروں تو میرے عذر کو قبول نہیں کرو گے، میرا اور تمہارا حال یعقوب اور ان کے صاحبزادوں کے مثل ہے، تم لوگ جو بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جو نازل فرمایا، حضور نے عائشہ کو اس کی خبر دی تو حضرت عائشہ نے کہا: میں اللہ کی حمد کرتی ہوں اور کسی کی نہیں۔

واقعہ افک پوری شرح وبسط کے ساتھ کتاب الشہادات میں گزر چکا ہے، ناظرین وہیں رجوع کریں۔

فعل اللہ بفلان و فعل

فلاں سے مراد مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی ہیں، ان کا نام عوف تھا لیکن مسطح غالب رہا، ان کی والدہ سلمہ بنت صخر بن عامر بن کعب بن اسد بن تیم بن مرہ ہیں۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ کی صاحبزادی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی خالہ ہیں۔ مسطح بدر میں شریک ہوئے اور چھپن سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے، سورۂ نور نازل ہونے کے بعد ان پر حد قذف جاری کی گئی۔

کمثل یعقوب و بنیہ

مراد یہ ہے کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہ فرمایا کہ میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں تو ان کے صاحبزادگان نے یہ اذیت ناک جملہ عرض کیا تھا: ''اِنَّكَ لَفِيْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ۝'' (یوسف: ٩٥) بے شک آپ اپنی پرانی وارفتگی میں

ہیں O اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر فرمایا اور فرمایا: "وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَاتَصِفُوْنَO" (یوسف:١٨)۔

١٨٠٣- ح: [حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف:١١٠)]

اس آیت کی تفسیر: جب رسول مایوس ہو گئے اور انہیں گمان ہو گیا کہ وہ جھٹلا دیئے گئے

١٨٠٣- اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتِ قَوْلَهُ ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا﴾ (یوسف:١١٠) اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا اَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا اَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا وَاَمَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَالَتْ هُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَاْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ اَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَاءَ هُمْ نَصْرُ اللّٰهِ ﴿اِسْتَيْاَسُوْا﴾ اِسْتَفْعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ ﴿مِنْهُ﴾ (یوسف:٨) اَىْ مِنْ يُّوْسُفَ ﴿لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (یوسف:٧٨) مَعْنَاهُ مِنَ الرَّجَاءِ.

حضرت عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ سے سوال کیا: بتایئے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور انہیں گمان ہو گیا کہ وہ جھٹلا دیئے گئے یا انہوں نے خلاف واقعہ بات کہی' تو انہوں نے فرمایا: نہیں' بلکہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا' میں نے عرض کیا: بخدا! رسولوں کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور یہ ظن نہیں تو انہوں نے فرمایا: اے عریہ! رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا تھا' میں نے کہا: شاید یہ "او کذبوا" ہے یعنی انہوں نے خلاف واقعہ بات کہی' تو ام المومنین نے فرمایا: معاذ اللہ! رسولوں کی یہ شان نہیں کہ اپنے رب کے ساتھ یہ گمان کریں' رہ گئی یہ آیت تو فرمایا: یہ رسولوں کے متبعین ہیں جو ان کے رب پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی اور ان پر بلاء طویل ہو گئی اور مدد کی آمد میں دیر ہوئی یہاں تک کہ جب وہ ان لوگوں سے مایوس ہو گئے جنہوں نے ان کی قوم میں سے ان کو جھٹلایا تھا اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کے متبعین نے انہیں جھٹلا دیا تو اللہ کی مدد آئی۔ "استیاسوا"، "یئست" سے باب افتعال ہے "منه" یعنی یوسف سے مایوس ہو گئے۔ "لاتیاسوا من روح الله" کا مطلب ہے: امید رکھو۔

(بخاری- ج ٢- کتاب التفسیر- سورۃ البقرہ- باب: قوله ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ص ٦٤٩' سورۃ البقرہ- باب: قوله حتی اذا استیئس الرسل ص ٦٨٠)

حضرت عروہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس آیت کریمہ میں "قَدْ كُذِّبُوْا" تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے یا "کُذِبوا" بغیر تشدید کے مجرد سے ہے۔ ام المومنین کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ "کُذِّبوا" تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہے۔ یعنی رسولوں کو دیر میں مدد آنے کی وجہ سے اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلا دیا اور یہاں پر "کذبوا" مجرد کا معنی درست ہی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ ان سے جو مدد کا وعدہ کیا گیا تھا وہ غلط ہے' یہ رسولوں کی شان سے بعید ہے اللہ کے وعدے کو جھوٹا سمجھنا کفر ہے۔

عروہ کے دوسرے سوال کا مطلب یہ تھا کہ یہاں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے یا یقین کے معنی میں ہے۔ ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظن بہ معنی یقین ہے' جیسا کہ آیت کریمہ "وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ" (التوبہ:١١٨) میں ظن بہ معنی یقین ہے۔ ام

المؤمنین کی تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جب بلاء کی سختی دراز ہوگئی اور نا قابل برداشت حد تک پہنچ گئی پھر بھی اللہ کی مدد نہیں آئی تو انبیائے کرام علیہم السلام کے متبعین کو اس کا یقین ہو چلا کہ مدد کا وعدہ غلط تھا جس پر انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کے متبعین نے انہیں جھٹلا دیا۔ کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے کہ "کُذِبوا" تخفیف کے ساتھ ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اور آیت کریمہ "حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ" (البقرۃ:۲۱۴) یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ان پر ایمان لانے والوں نے کہا: کب اللہ کی مدد ہے؟ کو مآل کے اعتبار سے ہم معنی بتایا ہے' پھر ام المؤمنین کے اس انکار کی کیا وجہ ہے؟ کہ یہ "کُذِبُوا" نہیں بلکہ تشدید الذال "کُذِّبُوا" ہے۔

اقول وهو المستعان: قراءت متواترہ دونوں ہیں۔ نافع مدنی اور ابن کثیر' ابو عمرو اور ابن عامر کی قراءت تشدید کے ساتھ ہے اور عاصم کوفی اور حمزہ اور کسائی کی قراءت تخفیف کے ساتھ ہے اور دونوں اپنی جگہ پر درست ہیں۔ آیت کریمہ میں دو فعل ہیں "ظنوا" اور "کذبوا"' "ظنوا" کی ضمیر کا مرجع رسولوں کو ٹھہرایا جائے اور "کذبوا" کا بھی تو تشدید لازم ہے۔ اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ رسولوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ انہیں جھٹلا دیا گیا اور "ظنوا" کی ضمیر کا مرجع مرسل الیہم کو ٹھہرایا جائے اور "کذبوا" کی ضمیر کا بھی مرجع۔ یعنی قوم نے اس بات کا یقین کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے حضرت ام المؤمنین کو "کذبوا" کی قراءت کا علم نہ رہا ہو اس لیے اس سے انکار فرمایا۔

بَابٌ

[اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ﴾ (الانبیاء:۸۳) الآیۃ ﴿اُرْكُضْ﴾ (ص:۴۳) اِضْرِبْ ﴿يَرْكُضُوْنَ﴾ (الانبیاء:۱۲) يَعْدُوْنَ. (ص ۴۸۰)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ "اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ"' "اُرْكُضْ" کے معنی: پاؤں سے ٹھوکر مارنے کے ہیں۔ "يَرْكُضُوْنَ" کے معنی: وہ دوڑتے ہوئے آئے۔

توضیح باب

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں' انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے لیکن منصب نبوت پر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد فائز ہوئے' یہ مال دار ترین امراء میں سے تھے' ان کے پاس پانچ سو بیلوں کی جوڑی تھی جن کی دیکھ بھال کے لیے پانچ سو غلام تھے' ہر غلام کی ایک بیوی اور ضروریات کے لیے مال تھا' ان کے تیرہ بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرح بہت بڑے مہمان نواز بھی تھے' بیوگان اور یتیموں کی کفالت کرتے' ضرورت مند مسافروں کی مدد فرماتے اور جب تک کسی کو کھلا نہیں لیتے خود نہیں کھاتے اور جب تک کسی کو کپڑا پہنا نہیں لیتے خود نہیں پہنتے۔ ان سب کے باوجود اللہ کی عبادت میں شب و روز لگے رہتے' پھر آپ آزمائش میں مبتلا کیے گئے جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ آپ کا مکان گر پڑا جس میں آپ کی اولاد اور فرزند دب کر مر گئے' تمام جانور جو ہزار ہا اونٹ ہزار ہا بکریاں تھیں سب مر گئے۔ تمام کنبہ اور باغات برباد ہو گئے کچھ بھی باقی نہ رہا' جب آپ کو ان چیزوں کی اطلاع ہوئی تو ذرا بھی دلگیر نہ ہوئے بلکہ اللہ کی حمد بجا لائے اور فرمایا: میرا کیا ہے؟ جس کا تھا اس نے لے لیا جتنے دنوں تک میرے پاس رکھا اس کا میں شکر بجا نہیں لا سکا اور نہ ہی اس کا شکر ادا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ بیمار پڑے پورے بدن میں آبلے پڑ گئے' پورا جسم اس سے بھر گیا سوائے دل اور زبان کے جن سے اللہ کا ذکر کیا

کرتے تھے پھر ان میں ناقابل برداشت کھجلی پیدا ہوئی' ناخنوں سے اُسے کھجلاتے یہاں تک کہ ناخن مبارک بھی گر گئے' پھر موٹے ٹاٹ سے کھجلانے لگے اس سے بھی چین نہ ملا تو ٹھیکرے اور پتھروں سے کھجلانے لگے یہاں تک کہ تمام گوشت ختم ہو گئے صرف ہڈیاں اور پٹھے باقی رہ گئے' ان زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔ زخموں سے بو آنے لگی' بستی والوں نے بستی سے باہر لے جا کر گھورے پر ڈال دیا اور سب لوگوں نے ملنا جلنا بند کر دیا سوائے ان کی اہلیہ رحمت بنت فرائیم بن یوسف کے یہی ان کی دیکھ بھال اور خدمت کرتیں' پھر ایسا ہوا کہ ان کی اہلیہ نے ایک دن عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیے' فرمایا کہ آسائش کی مدت کتنی تھی' انہوں نے فرمایا: اسی سال' فرمایا: مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میری آزمائش کی مدت آسائش سے کم ہو۔ ایک بار ابلیس ان کی اہلیہ کی خدمت میں آیا اور ایک بکری کا بچہ دیا اور کہا: یہ لے جا کر ایوب کو دے دو اور ان سے کہو کہ اسے میرے نام پر ذبح کریں تو انہیں شفاء ہو جائے گی۔ ان کی اہلیہ نے جا کر ان سے عرض کیا تو اس پر جلال آ گیا' فرمایا: تو مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے' اگر اللہ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی تو تجھ کو سو کوڑے ماروں گا' تو مجھے حکم دیتی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں اور انہیں بھی بھگا دیا اور تنہا رہ گئے' اس وقت یہ دعا فرمائی: ''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ O'' (الانبیاء:۸۳) اے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے O اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو تو تمہیں ٹھنڈے پانی کا چشمہ ملے گا۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پاؤں مارا تو ایک چشمہ ظاہر ہوا' حکم دیا گیا کہ اس سے غسل کیجئے' آپ نے اس سے غسل فرمایا تو ظاہر بدن کی ساری بیماریاں دور ہو گئیں پھر آپ چالیس قدم چلے' پھر حکم ہوا کہ پاؤں ماریئے' پھر ایک شیریں اور سرد پانی کا چشمہ جاری ہوا اب حکم ہوا کہ اس کا پانی پیؤ' آپ نے اس کا پانی نوش کیا تو اندرونی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو برباد شدہ اموال کے مثل اللہ عزوجل نے عطا فرمایا اور تمام اولاد کو زندہ فرما دیا' اموال برباد شدہ کو صرف واپس ہی نہیں کیا بلکہ اس سے دگنا عطا فرمایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرما دیا۔

بَابٌ [اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسٰى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا إِلٰى قَوْلِهِ نَجِيًّا﴾ (مریم:٥١). (ص٤٨٠)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو وہ مخلص تھے' لغایت ''نَجِیًّا''۔

يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ نَجِيٌّ وَيُقَالُ ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ (یوسف:٨٠) اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا وَالْجَمِيعُ اَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ ﴿تَلَقَّفُ﴾ (الاعراف:١١٧) تَلَقَّمُ.

''نجی'' کے معنی سرگوشی کرنے والا' یہ واحد تثنیہ' جمع سب کے لیے آتا ہے۔ ''خلصوا نجیا'' کے معنی یہ ہیں: لوگوں سے علیحدہ ہو کر سرگوشی کرنے لگے۔ ''نجی'' کی جمع ''انجیۃ'' ہے۔ ''یَتَنَاجَوْنَ'' آپس میں سرگوشی کرنے لگے' ''تَلَقَّفُ تَلَقَّمَ'' انہیں نگلنے لگا۔

بَابٌ [طٰہٰ: ۹-۱۲ کی تفسیر]

قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ مُوسٰى إِذْ رَاٰى نَارًا قَوْلِهِ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (طٰہٰ:٩-١٢). (ص٤٨٠)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کیا تمہارے پاس موسیٰ کا قصہ آیا ہے' جب کہ انہوں نے آگ کو دیکھا؟ اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔

﴿اٰنَسْتُ﴾(طٰہٰ:١٠) اَبْصَرْتُ نَارًا ﴿لَّعَلِّیْ اٰتِیْکُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ﴾(طٰہٰ:١٠) اَلْاٰیَةَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُقَدَّسُ اَلْمُبَارَكُ ﴿طُوًی﴾(القصص:٣٤) اِسْمُ الْوَادِیْ ﴿سِیْرَتَهَا﴾(طٰہٰ:٢١) حَالَتَهَا ﴿وَالنُّهٰی﴾(طٰہٰ:٥٤) اَلتُّقٰی ﴿بِمَلْكِنَا﴾ (طٰہٰ:٨٧) بِاَمْرِنَا ﴿هَوٰی﴾(طٰہٰ:٨١) شَقِیَ ﴿فَارِغًا﴾(القصص:١٠) اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰی ﴿رِدْءًا﴾ (القصص:٣٤) يُصَدِّقُنِیْ وَيُقَالُ مُغِيْثًا اَوْ مُعِيْنًا يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ ﴿يَاْتَمِرُوْنَ﴾(القصص:٢٠) يَتَشَاوَرُوْنَ رِدْءًا عَوْنًا يُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَيْهَا وَالْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ ﴿سَنَشُدُّ﴾(القصص:٣٥) سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا وَقَالَ غَيْرُهٗ كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْفَاْفَاةٌ فَهِیَ عُقْدَةٌ ﴿اَزْرِیْ﴾(طٰہٰ:٣١) ظَهْرِیْ ﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾(طٰہٰ:٦١) فَيُهْلِكَكُمْ ﴿الْمُثْلٰی﴾(طٰہٰ:٦٣) تَاْنِيْثُ الْاَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰی خُذِ الْاَمْثَلَ ﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾(طٰہٰ:٦٤) يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِی الْمُصَلّٰی الَّذِیْ يُصَلّٰی فِيْهِ ﴿فَاَوْجَسَ﴾ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيْفَةً﴾(طٰہٰ:٦٧) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ ﴿فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾(طٰہٰ:٧١) عَلٰی جُذُوْعِ ﴿خَطْبُكَ﴾(طٰہٰ:٩٥) بَالُكَ ﴿مِسَاسَ﴾(طٰہٰ:٩٧) مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا ﴿لَنَنْسِفَنَّهٗ﴾(طٰہٰ:٩٧) لَنُذْرِيَنَّهٗ الضُّحٰی الْحَرُّ ﴿قُصِّيْهِ﴾(القصص:١١) اِتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾(يوسف:٣) ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾(القصص:١١) عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ وَاحِدٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلٰی قَدَرٍ﴾(طٰہٰ:٤٠) مَوْعِدٍ ﴿لَاتَنِيَا﴾(طٰہٰ:٤٢) لَاتَضْعُفَا مَكَانًا سُوًی مِنْصَفٌ بَيْنَهُمْ ﴿يَبَسًا﴾(طٰہٰ:٧٧) يَابِسًا ﴿مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾(طٰہٰ:٧٨) اَلْحُلِیُّ الَّذِیْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ﴿فَقَذَفْنٰهَا﴾ اَلْقَيْتُهَا ﴿اَلْقٰی﴾(طٰہٰ:٨٧) صَنَعَ ﴿فَنَسِیَ﴾ (طٰہٰ:٨٨) مُوْسٰی هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ ﴿اَنْ لَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ:٨٩) فِی الْعِجْلِ''۔

میں نے آگ دیکھی ہے امید ہے کہ میں اس میں ایک چنگاری لے کر آؤں گا۔ افادہ یہ فرمایا کہ ''اٰنَسْتُ'' کے معنی ''اَبْصَرْتُ'' کے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مقدس کے معنی برکت والی ہے۔ ''طُوًی اسم لِلْوَادِیْ'' طوی ایک میدان کا نام ہے ''سِیْرَتَهَا''، ''حَالَتَهَا'' سیرت کے معنی حالت ہے۔ ''النُّهٰی' التُّقٰی'' نہی کے معنی تقوی کے ہیں۔ ''بِمَلْكِنَا' بِاَمْرِنَا'' ملک کے معنی حکم کے ہیں۔ ''هَوٰی' شَقِیَ' هَوٰی'' کے معنی بدبخت ہوا۔ ''فَارِغًا اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰی'' ہر چیز کو وہ بھول گئیں سوائے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر کے۔ ''رِدْءًا اَیْ يُصَدِّقُنِیْ وَيُقَالُ مُغِيْثًا اَوْ مُعِيْنًا' رِدْءًا'' کے معنی مددگار کے ہیں۔ یعنی ہارون میرے بھائی کو میرے ساتھ کردے تا کہ وہ میرے مددگار رہوں تا کہ میری تصدیق کریں۔ ''يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ'' یعنی اس میں دونوں قراءتیں ہیں۔ طا کو کسرہ اور ضمہ ''يَاْتَمِرُوْنَ' يَتَشَاوَرُوْنَ'' یعنی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ ''رِدْءًا عَوْنًا'' یعنی مددگار۔ ''يُقَالُ قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ اَیْ اَعَنْتُهٗ عَلَيْهَا' رِدْءًا'' کے معنی مددگار ہے' کہا جاتا ہے ''قَدْ اَرْدَاْتُهٗ عَلٰی صَنْعَتِهٖ'' یعنی میں نے اس کے کام میں اس کی مدد کی۔ ''وَالْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِّنَ الْخَشَبِ' لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ' جذوہ'' کے معنی جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں لپٹ نہ ہو۔ ''سَنَشُدُّ' سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا'' ارشاد فرمایا: ''سَنَشُدُّ عَضُدَكَ'' اس کی تفسیر میں فرمایا: جب کسی چیز کو تم قوت دو تو تم اس کے لیے بازو بنا دینا۔ ''وَقَالَ غَيْرُهٗ كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْفِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْفَاْفَاةٌ فَهِیَ عُقْدَةٌ''۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی تھی: ''وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ'' میری زبان کی گرہ کو کھول دے اس میں وارد ''عقدۃ'' کی تفسیر فرماتے ہیں: جو کسی حرف کو نہ بول پائے یا جس کی زبان میں ''تمتمہ'' یا ''فافاۃ'' ہو تو یہ زبان کی گرہ ہے عقدہ

کہتے ہیں، جس کو لکنت بھی کہتے ہیں۔

لکنت کی قسمیں

لکنت کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تمتمہ، اتنی جلدی جلدی بولنا کہ سمجھ نہ آئے۔ ''فافاة '' بولنے میں زیادہ فا سنائی دے، کچھ حروف کو صحیح ادا نہ کرپائے وغیرہ وغیرہ۔

''اَزْرِیْ، ظَهْرِیْ، اَزْرٌ'' کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ''فَيُسْحِتَكُمْ فَيُهْلِكُكُمْ'' یعنی تم کو ہلاک کرے گا۔ ''اَلْمُثْلٰى، تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ، يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ، يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلُ'' ارشاد فرمایا گیا: ''وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى'' یہ دونوں تم کو سب سے افضل راستے پر لے جائیں گے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مثلی امثل کی تانیث ہے جو معنی میں افضل کے ہے اور طریق کے معنی دین کے ہیں۔ ''ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا، يُقَالُ، هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ'' یعنی ''اَلْمُصَلّٰى الَّذِيْ يُصَلّٰى فِيْهِ'' فرمایا گیا تھا: پھر تم لوگ صف میں حاضر ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس سے مراد عید گاہ ہے۔ بولتے ہیں کیا آج تم صف میں حاضر ہوئے۔ یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی گئی۔ ''فَاَوْجَسَ اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةٍ بِكَسْرَةِ الْخَاءِ'' ارشاد ہے ''فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى'' موسیٰ نے اپنے جی میں خوف پایا اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ''اَوْجَسَ'' کے معنی چھپایا ''خِيْفَةً'' کا واو، یا سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے۔ یعنی ''خِيْفَةً'' اصل میں ''خِوْفَةً'' تھا ''فِعْلَةً'' کے وزن پر۔ واو ساکن اس کے ماقبل مکسور واو کو یاء سے بدل دیا ''فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ، عَلٰى جُذُوْعِ'' میں تم لوگوں کو کھجور کے تنوں پر پھانسی دوں گا۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ فی معنی میں ''عَلٰى'' کے ہے۔ ''خَطْبُكَ، بَالُكَ'' تیرا کیا حال ہے۔ ''مِسَاسَ'' مصدر ''مَاسَّهٗ مِسَاسًا'' یعنی ''مَاسَّ يُمَاسُّ'' باب مفاعلت کا مصدر ہے جیسے ''لَازَمَ كَالِزَامْ لَنَنْسِفَنَّهٗ، لَنُذَرِّيَنَّهٗ'' یعنی ہم اس کے ذرے ذرے کو دریا میں ڈال دیں گے۔ ''اَلضُّحٰى اَلْحَرُّ'' گرمی میں ''قُصِّيْهِ اِتَّبِعِيْ اَثَرَهٗ، وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ قُصِّيْهِ'' کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نشان قدم کے پیچھے چل اور کبھی بات کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسے فرمایا گیا: ''نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ'' ہم آپ سے بیان فرماتے ہیں: ''عَنْ جُنُبٍ، عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ اِجْتِنَابٍ وَاحِدٌ'' جُنُب کے معنی دوری کے ہیں ''جُنُب جَنَابَتْ'' اور ''اِجْتِنَاب'' سب کا معنی ایک ہے۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ مادہ دوری کے معنی میں مستعمل ہے۔ جُنُب کو جنب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہتا ہے۔ جنابت کو جنابت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہنے کا سبب ہے۔ اجتناب کے معنی بچنے کے ہیں۔ بچنے والا جس سے بچتا ہے اس سے دور رہتا ہے۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى قَدَرٍ مَّوْعِدٍ'' یعنی وعدے کے وقت۔ ''لَاتَنِيَا، لَاتَضْعُفَا'' کمزور نہ ہو ''مَكَانًا سُوًى مِنْصَفُ بَيْنَهُمْ'' یعنی ایسی جگہ جو دونوں کے آدھے آدھ پر ہو۔ ''يَبَسًا، يَابِسًا'' سوکھا۔ ''مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ، اَلْحُلِيِّ الَّذِيْ اِسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ'' یعنی قوم کے ان زیوروں سے جو انہوں نے آل فرعون سے منگنی (عاریۃً) مانگا تھا۔ ''فَقَذَفْتُهَا، اَلْقَيْتُهَا، اَلْقٰى، صَنَعَ'' یعنی میں نے اس کو بنایا۔ ''فَنَسِيَ مُوْسٰى هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَأَ الرَّبَّ'' تو موسیٰ بھول گئے یعنی اپنے رب کے پہچاننے میں خطا کی۔ ''اَنْ لَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا'' کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔

بابٌ [النساء: ۱۶۴ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ (طٰہٰ: ۹) ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء: ۱۶۴)۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کیا تمہیں موسیٰ کا قصہ معلوم نہیں ہے اور اللہ نے موسیٰ سے کلام فرمایا جیسا کہ اس کی شان

(ص ٤٨١) کے لائق ہے؟

١٨٠٤- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِي رَاَيْتُ مُوْسٰى وَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَاَنَّهُ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَاَنَا اَشْبَهُ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَائَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اِشْرَبْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے سیر کرائی گئی میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور وہ کم گوشت والے سیدھے بالوں والے بزرگ تھے۔ گویا وہ شنوہ کے افراد میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ میانہ قد سرخ جھلکتی رنگت کے بزرگ ہیں گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' پھر میرے سامنے دو برتن پیش کیے گئے ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب۔ پیش کرنے والے نے کہا: آپ جسے چاہیں پئیں' میں نے دودھ کو لیا اور اس کو پیا تو کہا گیا: آپ نے دین فطرت کو اختیار کیا' (یعنی دین اسلام کو)' سنئے! اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(بخاری۔ باب: قولہ واذکر فی الکتاب ص ٤٨٩' ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الاسراء۔ باب: قولہ اسریٰ بعبدہٖ لیلا ص ٦٨٤' کتاب الاشربہ۔ باب: انما الخمر والمیسر ص ٨٣٦' باب: شرب اللبن ص ٨٣٨' مسلم۔ کتاب الایمان' ترمذی۔ کتاب التفسیر)

حدیث مذکور کی شرح' نزہۃ القاری' ج ٢ ص ٥٠' لغایت صفحہ ٥٨' رقم: ٢٠٢ کے تحت گزر چکی ہے۔ ناظرین وہیں ملاحظہ کریں۔

١٨٠٥- ح: [لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى]

یہ مناسب نہیں کہ کوئی کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں

١٨٠٥- سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ آپ نے فرمایا: کسی کو یہ مناسب نہیں کہ یہ کہے: میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور انہیں اپنے والد کی طرف منسوب فرمایا۔

(بخاری۔ باب: قول اللہ عزوجل ان یونس لمن المرسلین ص ٤٨٥' ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ باب: قولہ ان یونس ولوط ص ٦٦٦' کتاب التوحید۔ باب: ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ١١٢٥' مسلم۔ کتاب الانبیاء' ابوداؤد۔ کتاب السنۃ)

اس ارشاد کی دو توجیہیں ہیں ایک یہ ہے کہ "انا" سے مراد کوئی بھی قائل ہو یعنی کسی کو یہ درست نہیں کہ یہ کہے میں یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں مراد امتی ہے یہ اپنی جگہ درست ہے کیونکہ اس پر اجماع قطعی یقینی ہے کہ انبیائے کرام غیر انبیاء سے افضل ہیں حتیٰ کہ غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا کفر ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ "انا" سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں' اس تقدیر پر یہ ارشاد بطور تواضع ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے فضل و کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سورۂ قلم میں فرمایا: "وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ" (القلم: ٤٨) اور مچھلی والے کے مثل نہ ہونا' اس سے کسی کم فہم کو حضرت یونس علیہ السلام کی تخفیف شان کا واہمہ ہو سکتا تھا۔ ان کی جلالت شان کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا جیسے شفیق اساتذہ اپنے ہونہار محبوب تلمیذ کے بارے میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مجھ سے بھی

زیادہ قابل ہے۔

بَابٌ [الاعراف:۱۴۱-۱۴۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۴۱-۱۴۳). اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا ''انا اول المسلمین'' تک۔

توضیح باب

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا جب کہ وہ مصر میں تھے کہ اگر اللہ عزوجل ان کے دشمن کو ہلاک فرمادے گا تو اللہ کے حضور سے ان کے لیے ایک کتاب لائیں گے جس میں آئندہ اور گزشتہ باتوں کا ذکر ہوگا۔ جب اللہ نے فرعون کو ہلاک فرمادیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تیس روزے رکھ کر میری بارگاہ میں حاضر ہو۔ یہ ذوقعدہ کا مہینہ تھا' جب تیس روزے پورے کر لیے تو منہ کی بو کو ناپسند فرمایا جس کے ازالہ کے لیے موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر لیا' اب فرشتوں نے عرض کیا: ہم آپ کے دہن پاک سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے آپ نے مسواک کر کے اسے زائل فرما دیا۔ اب اللہ نے انہیں حکم دیا کہ دس روزے ذی الحجہ کے اور رکھ کر آؤ' اس کے بعد حضرت موسیٰ کوہ طور پر حاضر ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا' اس سے ان کا شوق بڑھا اور عرض کیا: اے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا' میں تجھے دیکھوں گا اس پر اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ پاؤ گے (یعنی دنیا میں) ہاں میں پہاڑ پر تجلی ڈال رہا ہوں تم اسے دیکھو اگر پہاڑ اس کی تاب لاسکا اور اپنی جگہ اپنی حالت پر قائم رہا تو تم مجھے دیکھ پاؤ گے' جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارفتہ ہوش ہو کر زمین پر تشریف فرما ہوگئے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی تھی جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہوش آیا تو عرض کیا: اے اللہ! تیرے لیے پاکی ہے اور میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مومنین میں پہلا ہوں۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی عظمت شان کے اظہار کے لیے تھی جیسا کہ عرفاء کی عادت ہے کہ اللہ عزوجل کی عظمت کی کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس کی تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں یا یہ رجوع اس بناء پر تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو محسوس ہوا کہ میں نے ایک ایسا سوال کیا ہے جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا اس سے رجوع فرمایا۔

ایک توضیح

پہاڑ پر تجلی پڑی جس کے ملاحظہ کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارفتہ ہوش ہوگئے۔ اس سے بہ ظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے جلوۂ الٰہی کو ملاحظہ نہیں فرمایا مگر بہ نظر دقیق بالکل ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیدار الٰہی فرمایا۔ اگر دیدار نہیں ملاحظہ فرمایا تھا تو وارفتہ ہوش کس بنا پر ہوئے جس سے ان کے قویٰ بشری پر یہ اثر پڑا تھا کہ وہ تاب نہ لاسکے۔ کیا دیکھا تھا اس کا جواب صرف یہ ہے کہ وہی جلوہ دیکھا جو پہاڑ پر پڑا تھا اور قرآن کی صریح نص سے ظاہر ہے کہ وہ تجلی ربانی تھی۔ اسی کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ملاحظہ فرمایا اور تاب نہ لاکر وارفتہ ہوش ہوگئے۔

اللہ عزوجل سے کلام کرنے کی توجیہ

اللہ عزوجل کا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کلام فرمانا اس طرح نہیں تھا جیسے ہم اور آپ کلام کرتے ہیں کہ اپنی فطری

قوت کو کام میں لا کر مخصوص معانی ذہن میں رکھ کر اس پر دلالت کرنے والے الفاظ وکلمات کو ایجاد کرتے ہیں' اس لیے کہ ہمارا یہ ایجاد کرنا حادث ہے' ہماری آوز ہمارا کلام سب حادث ہے برخلاف اللہ عزوجل کے کلام کے وہ اس کی صفت اور قدیم ہے۔ لفظ اور صورت سے پاک ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے تھوڑی دیر تک اپنی صفت کلام کے کچھ حصے سے حجاب اٹھا دیا تھا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کلام ربانی سنا: ''فتذکر وتشکر فانه من مزال الاقدام''

''يُقَالُ دُكَّةٌ زَلْزَلَةٌ ﴿فَدُكَّتَا﴾ (الحاقۃ:١٤) فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ (الانبیاء:٣٠) وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ''...... ''دُكَّة'' کے معنی ہلانے کے ہیں۔ ''فَدُكَّتَا فَدُكِكْنَ'' زمین وآسمان میں زلزلہ ڈالا گیا تو ان میں زلزلہ آ گیا جبال جمع کو واحد کے مثل کر دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک آسمان وزمین چپکے ہوئے تھے اور ''کن'' نہیں فرمایا۔ ''رَتْقًا'' کے معنی چپکے ہوئے۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں سورۃ الحاقہ میں فرمایا گیا: ''وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً'' (الحاقۃ:١٤) اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر دفعۃً چور چور کر دیئے جائیں گے۔ اس آیت مبارکہ میں جبال جمع تھا اس کے ساتھ ارض بھی مذکور تھی' اس کے لیے جمع کا صیغہ لانا چاہیے تھا یا مؤنث کا جو جمع کے حکم میں ہو مگر تثنیہ کا صیغہ لایا گیا اس کی توضیح میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ارض سے تقابل کی بناء پر جبال کو بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا جیسا کہ آیت کریمہ: ''اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا'' میں سمٰوٰت کو ارض سے تقابل کی بناء پر بتاویل نوع واحد کے حکم میں کر دیا گیا ہے۔ زمین وآسمان ابتداء آفرینش میں آپس میں چپکے ہوئے تھے ان دونوں کے بیچ میں خلاء نہیں تھا یعنی آج جو فضا کا فاصلہ ہے نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ کیا بیچ میں یہ فاصلہ رکھا۔

﴿اُشْرِبُوْا﴾ (البقرہ:٩٣) ثَوْبٌ مُشْرَبٌ مَصْبُوْغٌ...... بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''اُشْرِبُوْا شَرِبَ'' سے ہے جس کے معنی پینے کے ہیں' اس کے ازالہ کے لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ ''ثَوْبٌ مُشْرَبٌ'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی رنگا ہوا کپڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں پر بچھڑے کا معبود ہونا اس طرح غالب کر دیا گیا تھا جیسے رنگ کپڑے پر غالب ہوتا ہے۔ ''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِنْبَجَسَتْ﴾ (الاعراف:١٦٠) اِنْفَجَرَتْ ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ (الاعراف:١٦٠) رَفَعْنَا''...... ''اِنْبَجَسَتْ'' کے معنی ہیں پھوٹ پڑے ''نَتَقْنَا'' کے معنی ہیں ہم نے بلند فرمایا۔

بَابُ طُوْفَانٍ مِّنَ السَّيْلِ (ص ٤٨١) سیلاب کے طوفان کا بیان

توضیح باب

ارشاد ہے ''فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلَاتٍ'' (الاعراف:١٣٥) تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں۔ جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد فرعونی اپنے کفر وسرکشی پر جمے رہے تو انہیں ڈرانے اور کفر سے دور کرنے کے لیے پے در پے نشانیاں ظاہر کی گئیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا کی تھی کہ یا رب فرعون زمین پر بہت سرکش ہو گیا اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ میری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت ہو تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا' ابر آیا اندھیرا چھا گیا اور کثرت سے بارش ہونے لگی۔ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں کا

ٹخنوں تک آ گیا' ان میں جو بیٹھا رہا ڈوب گیا' نہ ہل سکتے تھے نہ کچھ کام کر سکتے تھے' ہفتہ سے ہفتہ تک سات روز تک اس مصیبت میں
گرفتار رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر ان کے گھروں سے متصل تھے ان کے گھروں میں پانی نہ آیا' جب یہ لوگ عاجز
ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا کہ ہمارے لیے دعا فرما دیجئے کہ یہ مصیبت رفع ہو تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے
اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دعا فرمائی' طوفان کی مصیبت رفع ہوئی' زمین میں
وہ سرسبزی وشادابی آئی جو پہلے نہ دیکھی گئی' کھیتیاں خوب ہوئیں' درخت خوب پھلے۔ اب فرعونی کہنے لگے: یہ پانی تو نعمت تھا اور ایمان
نہ لائے۔ ایک ماہ تو عافیت سے گزرا' پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیاں بھیجیں جو کھیتیاں اور پھل اور درختوں کے پتے مکانوں کے دروازے'
چھتیں اور تختے اور سامان حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک چاٹ گئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں مگر بنی اسرائیل کے یہاں نہ گئیں اب
قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا اس پر عہد و پیمان کیا۔
سات روز یعنی شنبہ سے شنبہ تک ٹڈیوں کی مصیبت میں مبتلا رہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے نجات پائی اور کھیتیاں
اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں اور ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے' چنانچہ ایمان نہیں لائے اور عہد وفا
نہ کیا اور اپنے اعمال خبیثہ میں مبتلا رہے۔ ایک مہینہ عافیت سے گزرا' پھر اللہ تعالیٰ نے قمل بھیجے' اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض
کہتے ہیں کہ قمل گھن ہے بعض کہتے ہیں کہ جوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے' اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی
رہ گئے تھے انہیں کھالیا' کپڑوں میں گھس جاتے تھے اور جلد کو کاٹتے تھے' کھانے میں بھر جاتے تھے' اگر کوئی دس بوری گیہوں چکی پہ لے
جاتا تو تین واپس لاتا باقی سب کیڑے کھا جاتے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال' بھنویں' پلکیں چاٹ گئے' جسم سے چیچک کی طرح لپٹ
جاتے' سونا دشوار کر دیا تھا' اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا: ہم توبہ کرتے
ہیں آپ اس بلا کے رفع ہونے کی دعا فرمائیے۔ سات روز کے بعد یہ مصیبت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعا سے رفع ہوئی
لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ بدعملی اور سرکشی کرنے لگے۔ ایک ماہ امن میں گزرنے کے بعد' پھر حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہوتا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے' پانی پینے کے لیے
منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں پہنچ جاتا' ہانڈیوں میں مینڈک' کھانوں میں مینڈک بھر جاتے' آگ بجھ جاتی' لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر
سوار ہو جاتے' اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دفع ہو گئی اور ایک ماہ عافیت سے گزرا لیکن پھر انہوں
نے عہد و پیمان توڑ دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی تو تمام کنوؤں کا پانی نہروں کا پانی اور چشموں کا
پانی دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی ان کے لیے تازہ خون بن گیا۔ انہوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو وہ کہنے لگا کہ حضرت
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جادو سے تمہاری نظر بندی کر دی تو انہوں نے کہا کہ کیسی نظر بندی' ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا
نام و نشان نہیں تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی پئیں مگر جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا قبطی
نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے
پانی مانگا اسرائیلی عورتوں نے انہیں پانی دیا' وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا۔ فرعونی عورتیں کہنے لگیں کہ تم پانی اپنے منہ
میں لے کر ہمارے منہ میں کلی کر دو' جب تک وہ پانی اسرائیلی عورتوں کے منہ میں رہتا پانی رہتا مگر جب فرعونی عورتوں کے منہ میں پہنچتا
خون ہو جاتا' فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی' وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز

تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کو میسر نہ آئی' پھران لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی: یہ مصیبت بھی رفع ہوئی مگر ایمان پھر بھی نہ لائے۔ "وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ طُوفَانٌ" بہت زیادہ موت کو طوفان کہا جاتا ہے: "الْقُمَّلُ' الْحَمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحُلْمِ" جو چھوٹی جوؤں کی طرح ہوتے ہیں۔ "حَقِيقٌ" حق حَقِيقٌ " بہ معنی حق ہے۔ "سُقِطَ' كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ" سورۂ اعراف میں بنی اسرائیل کے لیے فرمایا گیا تھا: جب بچھڑے کو معبود بنانے پر انہیں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سرزنش فرمائی تو اس پر وہ نادم ہوئے۔ "وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا" (الاعراف:۱۴۹) اور جب وہ پچھتائے اور سمجھے کہ ہم بہک گئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: "سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ" کے معنی ہیں: وہ پچھتائے نادم ہوئے۔

بَابُ حَدِيثِ الْخَضِرِ مَعَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ (ص ۴۸۱)

حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

۱۸۰۶- ح: [لِمَ سُمِّيَ الْخَضِرُ خَضِرًا]

خضر کا نام کیوں خضر پڑا؟

۱۸۰۶- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خضر کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ وہ سفید زمین پر بیٹھے جس کی برکت سے اس کے پیچھے سبزہ لہلہانے لگا۔

اس باب سے متعلق حدیث طویل نزہۃ القاری' کتاب العلم ج ا ص ۳۸۶' رقم: ۹۰' پر گزر چکی ہے اور وہیں اس سے متعلق پوری ابحاث بھی ذکر کردی گئی ہیں۔

فَرْوَةٌ

زمین کا اوپری حصہ روئے زمین یا سوکھی گھاس جو سوکھ کر سفید ہوگئی ہو۔

بَابٌ (ص ۴۸۳)

باب

۱۸۰۷- ح: [قَالَ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ بَدَلَ حِطَّةٍ]

بنی اسرائیل نے بجائے "حطة" کے "حبة فی شعرة" کہا

۱۸۰۷- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوا حِطَّةٌ﴾ (البقرہ:۵۸) فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور یہ کہو کہ ہمیں معاف کردیا جائے تو انہوں نے بدل دیا اور چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور کہا بال میں دانہ دے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورہ بقرہ۔ باب: وإذ قلنا ادخلوا هذه القرية ص ۶۴۳' سورہ اعراف۔ باب: وقولوا حطة ص ۶۶۸' مسلم آخری کتاب

باب سے مراد بیت المقدس یا اریحا کا دروازہ ہے۔ اریحا بیت المقدس کے قریب ایک بستی کا نام تھا جس میں عمالقہ آباد

ان بدبختوں نے اللہ عزوجل کے حکم کی نافرمانی کی بلکہ ایک طرح کا مسخرہ پن کیا تو اس کی سزا میں ان پر طاعون کا عذاب نازل کیا گیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ (الاعراف:١٣٨)

وہ اپنے بتوں پر آسن جمائے بیٹھے تھے

توضیح باب

دریائے نیل یا بحر قلزم پار کر کے جب بنی اسرائیل فرعون سے نجات پاگئے تو شام جاتے ہوئے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ بتوں کے سامنے آسن جمائے ہوئے بیٹھے ہیں تو ان کم عقلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: جیسے ان کے لیے معبود ہیں ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجئے۔ اسی کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے: ﴿مُتَبَّرٌ﴾ (الاعراف:١٣٩) خُسْرَانٌ...... نقصان ﴿وَلِيُتَبِّرُوْا﴾ (الاسراء:٧) يُدَمِّرُوْا...... برباد کریں، ڈھاویں ﴿مَا عَلَوْا﴾ (الاسراء:٧) غَلَبُوْا...... جس کو انہوں نے بزور طاقت حاصل کیا۔

١٨٠٨- ح: [اَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ]

آپ (ﷺ) نے بکریاں چرائیں؟

١٨٠٨- عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْهُ فَاِنَّهٗ اَطْيَبُهٗ قَالُوْا اَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ هَلْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم پیلو کا پھل چننے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس میں سے کالے کو لو اس لیے کہ وہ بہت مزے دار ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: کیا حضور نے بکریاں چرائیں ہیں؟ فرمایا: کیا کوئی ایسا نبی ہے جس نے نہ چرائی ہوں؟

اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اسے اچھی طرح امام بخاری ہی بتا سکتے تھے مگر پھر بھی کچھ شارحین نے زور آزمائی کی ہے۔ صاحب توضیح نے فرمایا کہ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکری چرائی ہے، اس کے عموم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں اور باب میں جس قصے کی طرف اشارہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم سے متعلق ہے، چونکہ پیلو کے پھل جنگل میں ہی ہوا کرتے تھے اور وہاں زیادہ تر چرواہوں ہی کا گزر تھا اس لیے جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیلو کا پھل جو کالا ہوتا ہے وہ سب سے عمدہ ہوتا ہے تو صحابہ کرام نے اندازہ لگایا کہ حضور ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں۔

بَابٌ

[البقرہ:٦٧ کی تفسیر]

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (البقرہ:٦٧). (اَلْاٰيَة). (ص ٤٨٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو۔

توضیح باب

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مال دار تھا، جس کا نام عامیل تھا اس کے چچازاد بھائی نے اس لالچ میں اسے قتل کر دیا کہ اس کا سب مال اس کو مل جائے اس لیے کہ تنہا وہی اس کا وارث تھا، اس نے عامیل کو قتل کر کے دور کی بستی پر ڈال دیا، صبح کو اس خون کا مدعی بنا، وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے درخواست کی کہ قاتل کا پتہ چلائیں، اس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم نے ان کو حکم دیا ایک گائے ذبح کر کے گائے کے کسی عضو کو مقتول پر ماریں وہ زندہ ہو کر خود بتا دے گا کہ مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ اس پر ان جاہلوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر پھبتی کسی کہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ قاتل کا پتہ چلایئے اور آپ فرماتے ہیں کہ گائے ذبح کرو دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مذاق کرنا جاہلوں کا کام ہے' اللہ کی پناہ کہ میں جاہل بنوں' ان انہوں نے پوچھا کہ وہ گائے کیسی ہوگی یعنی کس عمر کی؟ فرمایا: نہ بوڑھی نہ اوسر بلکہ ان دونوں کی بیچ میں ادھیڑ' تم سے جو کہا جا رہا ہے کرو مگر پھر بھی وہ گھامڑ نہ سمجھے اور پوچھا کہ وہ کس رنگ کی ہوگی؟ فرمایا: پیلے رنگ کی جس کا رنگ بھڑکدار ہو جسے دیکھ کر دیکھنے والے خوش ہو جائیں۔ اب اس کے بعد انہوں نے پوچھا: اب بھی گائے کا معاملہ مشتبہ ہے؟ آپ ذرا اور توضیح فرما دیجئے ان شاء اللہ ہم منزل تک پہنچ جائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جس سے خدمت نہ لی جاتی ہو' نہ زمین جوتے نہ کھیتی کو پانی دے' بے عیب ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو۔ یہ سن کر انہوں نے کہا: اب آپ نے ٹھیک ٹھیک بتایا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ضرور مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد گائے کی تلاش شروع ہوئی لیکن ان صفات کی کوئی گائے مل نہیں رہی تھی۔ بہت تلاش کے بعد ان تمام صفات کے ساتھ موصوف صرف ایک گائے ملی۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک شخص تھے جن کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ ان کے پاس ایک گائے کے بچہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہِ ایزدی میں یہ عرض کیا کہ اے رب! میں اس بچھیا کو اپنے اس لڑکے کے لیے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں' جب یہ لڑکا بڑا ہو جائے تو یہ گائے اس کے کام آئے' اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ بچھیا جنگل میں اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں پرورش پاتی رہی' کچھ دنوں کے بعد یہ لڑکا بڑا ہوا' والد کی طرح نیک بخت نیک چلن تھا' اس کی ماں زندہ تھی' ماں کا اطاعت شعار رہا۔ ایک روز اس کی ماں نے اپنے لڑکے سے کہا: تیرے والد نے فلاں جنگل میں تیرے نام پر اللہ کی حفاظت میں ایک بچھیا چھوڑ دی تھی اب وہ جوان ہو گئی ہوگی اس کو جنگل سے لا' یہ لڑکا جنگل میں گیا اور اس گائے کو پایا' اس میں وہ تمام نشانیاں پائی جاتی تھیں جو اس کی ماں نے اس کو بتائی تھیں۔ اس جوان نے اس گائے کو اللہ کی قسم دے کر پکارا تو اس کے پاس حاضر ہوئی' جوان اس کو لے کر اپنی ماں کی خدمت میں آیا۔ ماں نے حکم دیا: اس کو بازار میں لے جا کر تین دینار میں بیچ دے اور یہ بھی ہدایت کر دی کہ سودا ہو جانے کے بعد پھر مجھ سے اجازت لی جائے۔ ان ایام میں اس اطراف میں گائے کی قیمت تین ہی دینار تھی' جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی شکل میں آیا' اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگا دی اور یہ شرط کر دی کہ سودا پکا کر لو اور والدہ کی اجازت پر موقوف نہیں رہے گا' جوان نے اسے منظور نہ کیا اور اپنی والدہ ماجدہ سے سارا قصہ بیان کر دیا' اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دی مگر یہ کہہ دیا کہ پھر مجھ سے پوچھ لینا۔ یہ شخص پھر بازار میں آیا' فرشتے نے اب بارہ دینار قیمت لگائی اور یہ کہا کہ والدہ ماجدہ کی اجازت کی ضرورت نہیں' جوان نے قبول نہیں کیا اور والدہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس کی والدہ نے فراست ایمانی سے سمجھ لیا یہ کوئی خریدار نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آزمائش کے لیے آتا ہے۔ بیٹے سے کہا: اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ ہمیں گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں۔ لڑکے نے فرشتے سے جا کر یہی کہا' اس پر فرشتے نے حکم دیا: اس کو ابھی نہ بیچو بنی اسرائیل اس کو خریدنے آئیں گے' وہ جب آئیں تو اس گائے کی قیمت یہ بتانا کہ اس کی کھال کو سونے سے بھر دو' جوان اس گائے کو گھر لایا۔ ادھر بنی اسرائیل تلاش کرتے کرتے اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے ان کو اس کی قیمت بتائی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ضمانت پر بنی اسرائیل نے اس گائے کو ذبح کر کے اس کے کسی عضو کو مقتول پر مارا وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا اس حال

ہیں کہ اس کے حلق سے خون کے پھوارے جاری تھے' اس نے بتایا کہ مجھے میرے چچازاد بھائی نے قتل کیا ہے' اس اعجاز سے مرعوب ہوکر اس نے اقرار کرلیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو میراث سے بھی محروم فرمایا۔

حدیث میں ہے کہ ابتداء میں کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اخیر میں اگر ان شاء اللہ نہ کہتے تو قیامت تک سوالات ہی کرتے رہ جاتے۔

"قَالَ اَبُوْ الْعَالِيَةِ عَوَانٌ النَّصَفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ"...... "عوان" کے معنی جو بکر اور بڑھاپے کے درمیان ہو' ادھیڑ ﴿فَاقِعٌ﴾ (البقرہ:٦٩) صَافٍ...... ستھرا بے داغ ﴿لَا ذَلُوْلٌ﴾ (البقرہ:٧١) لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ...... اس سے کوئی کام نہ لیا گیا ہو ﴿تُثِيْرُ الْاَرْضَ﴾ لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ" کام کرنے والی نہ ہو کہ زمین جوتے اور کھیت میں کام کرے ﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ...... ہر عیب سے سالم ہو ﴿لَا شِيَةَ﴾ (البقرہ:٧١) بَيَاضٌ ﴿صَفْرَآءُ﴾ (البقرہ:٦٩) اِنْ شِئْتَ سَوْدَاءَ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهِ ﴿جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ (المرسلات:٣٣)...... یعنی سفید جس میں زردی جھلکتی ہو پیلی جس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے "صَفْرَاءُ" اسے کہتے ہیں جس کا رنگ پیلا ہو مگر اس میں سیاہی جھلکتی ہو جیسے کہتے ہیں: ﴿جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ (المرسلات:٣٣)...... وہ پیلے رنگ کے اونٹ جن میں سیاہی جھلکتی ہو ﴿فَادّٰرَأْتُمْ﴾ (البقرہ:٧٢) اِخْتَلَفْتُمْ...... آپس میں تم نے اختلاف کیا' ایک دوسرے پر ٹالتے رہے۔

بَابُ وَفَاةِ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِكْرِهٖ بَعْدُ (ص ٤٨٣)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد ان کا ذکر

توضیح باب

نزہۃ القاری ج ٢ ص ٤٠٣'رقم: ٧٨٢' پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال کی تفصیل اور یہ کہ ان کا مزار مبارک کہاں ہے ذکر کی جا چکی ہے۔ ایک روایت کے مطابق وصال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک تقریباً ایک سو چالیس سال تھی۔

١٨٠٩- ح- [اَلْمُكَالَمَةُ بَيْنَ اٰدَمَ وَمُوْسٰى]

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مکالمہ

١٨٠٩- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِيْ اَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ ثُمَّ تَلُوْمُنِيْ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ نے آپس میں بحث فرمائی' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: آپ ہی وہ آدم ہیں کہ آپ کی لغزش نے آپ کو جنت سے نکالا' تو ان سے آدم نے فرمایا: آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ مشرف فرمانے کے لیے منتخب فرمایا' پھر مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: آدم موسیٰ پر غالب رہے۔

(بخاری ج ٢ کتاب التفسیر سورۂ طٰہٰ ص ٦٩٢- باب: قوله فلا یخرجنکما من الجنة ص ٦٩٣' کتاب القدر- باب: فحاجّ ادم و موسى ص ٩٧٩' کتاب التوحید باب: قوله تعالى وکلم الله موسى تکلیما ص ١١١٩' مسلم- کتاب القدر)

حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام کا یہ مکالمہ ہوسکتا ہے کہ عالم ارواح میں ہوا ہو یا ہوسکتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہوا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ دونوں حضرات اکٹھے ہوئے ہوں تو وہاں ہوا ہو مثلاً شب معراج۔

اشکال اور اس کا جواب

حضرت آدم علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ مجھ سے جو لغزش ہوئی وہ میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی وہ ٹل نہیں سکتی تھی اس لیے اس پر ملامت نہیں کرنی چاہیے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ ہر عاصی کی معصیت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے پھر کسی عاصی کی معصیت پر ملامت کرنا درست نہ ہوگا۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب میں نے اس لغزش سے توبہ کر لی اور اللہ عزوجل نے میری توبہ قبول فرمائی تو آپ کو اس پر ملامت کرنا مناسب نہیں۔ اس جواب کا حاصل یہ ہوا ''اَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ'' سے مراد صرف لغزش نہیں بلکہ اس کے بعد توبہ و قبول توبہ بھی ہے۔

اقول وھو المستعان: اس خادم کی سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ ''اکل شجرہ'' سے ممانعت، پھر اس کا کھانا، پھر اس سے توبہ اور انابت پر ساتھ ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجا اور اس کے لیے ''اکل شجرہ'' کو بہانہ بنانا کچھ ایسے اسرار سربستہ پر مبنی ہیں جن کی گتھی ہماری عقلیں نہیں سلجھا سکتیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسے جانتے تھے، اس علم کے باوجود انہوں نے ملامت فرمایا تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ تو محرم اسرار ہیں سب کچھ جانتے ہیں پھر کیوں ملامت فرما رہے ہیں۔ یہ جواب بہت ہی معقول تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خاموش ہو گئے۔

١٨١٠- ح: [عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ]
مجھ پر امتیں پیش کی گئیں

١٨١٠- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمُرُّوْنَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ حَتّٰى رُفِعَ لِيْ سَوَادٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ مَا هٰذَا أُمَّتِيْ هٰذِهٖ قِيْلَ بَلْ هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهٗ قِيْلَ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ ثُمَّ قِيْلَ لِيْ انْظُرْ هٰهُنَا وَهٰهُنَا فِيْ آفَاقِ السَّمَاءِ فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأُفُقَ قِيْلَ هٰذِهٖ أُمَّتُكَ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ فَأَفَاضَ الْقَوْمُ وَقَالُوْا نَحْنُ الَّذِيْنَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُوْلَهٗ فَنَحْنُ هُمْ أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِي الْإِسْلَامِ فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ

عمران بن حصین نے کہا کہ جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر سے یا بچھو کے ڈنک سے تو میں نے سعید بن جبیر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں، ایک نبی اور نبی گزرنے لگے کہ ان کے ساتھ ایک گروہ ہوتا اور ایسے نبی بھی گزرے جن کے ساتھ کوئی نہیں تھا یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی میں نے کہا: کیا یہ میری امت ہے؟ کہا گیا: نہیں! یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہے۔ کہا گیا: افق کی طرف دیکھیے تو میں نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے جو افق کو بھرے ہوئے ہے، پھر کہا گیا: دیکھیے! یہاں وہاں آسمان کے کناروں میں۔ میں نے نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جو افق کو بھرے ہوئے ہے، کہا گیا: یہ آپ کی امت ہے ان میں سے ستر ہزار جنت میں داخل ہوں گے بغیر حساب کے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ یہ کون ہیں تو قوم نے آپس

وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ مِنْهُمْ اَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ اَمِنْهُمْ اَنَا قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الطب۔ باب: من اکتوی او کوی ص ٨٥٠، ج ١۔ کتاب الانبیاء۔ باب: وفاۃ موسیٰ ص ٤٨٤، ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب ص ٩٦٨، کتاب الرقاق۔ باب: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ص ٩٥٨، کتاب الادب۔ باب: من لم یرق ص ٨٥٦، مسلم۔ کتاب الایمان، ترمذی۔ کتاب الزہد، نسائی۔ کتاب الطب)

میں بات کرنی شروع کی اور کچھ لوگوں نے کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی ہم نے اتباع کی تو ہمیں لوگ وہ ہیں یا ہماری وہ اولادیں جو اسلام میں پیدا ہوئیں اور ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو حضور باہر تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور علاج کے لیے جسم کو نہیں داغتے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن نے عرض کیا: کیا ان میں سے میں ہوں یارسول اللہ؟ فرمایا: ہاں! پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا: کیا ان میں سے میں ہوں؟ تو فرمایا: اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

سَدَّا الْاُفُق

بہ ظاہر افق، آفاق کا واحد ہے مگر ابن اثیر نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ افق واحد جمع دونوں ہو جیسے فلک۔ اس حیثیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت اس امت کے بعد سب سے زیادہ ہے۔

الذین لایسترقون

اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ ازالہ مرض کے لیے اسباب پر عمل نہیں کرتے بلکہ راضی برضا ہیں جیسا کہ حضرت نظام شریعت والطریقت والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ نے عرض کیا ہے: ”چوں درد بلاء تست بر جانم بادا“۔ اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ امراض سے شفاء حاصل کرنے کے لیے دوا علاج، دعا تعویذ شرعاً ناجائز ہے۔ اس کا جواز قرآن مجید اور احادیث کریمہ سے ثابت ہے اس سلسلے کی احادیث کتاب الطب میں آئیں گی مگر رضا بالقضاء اور حقیقی توکل کی شان یہ ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر کے صرف مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا جائے، وہ جس حال میں رکھے اسی حال میں خوش رہیں۔

بَابٌ

[تحریم: ١١۔ ١٢ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۝﴾ (التحریم: ١١-١٢)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان اللہ نے مثل بیان فرمائی، سے ”قانتین“ ۝ تک۔

توضیح باب

ان آیات میں فرعون کی اہلیہ حضرت آسیہ کا ذکر ہے کہ یہ اگرچہ فرعون کی بیوی تھیں اس کے عیال میں تھیں مگر یہ مومنہ مخلصہ تھیں۔ یہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تابوت میں دیکھ کر انہیں سمندر سے نکلوایا اور ان کی پرورش کی جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جادوگروں پر غالب آگئے تو ان پر ایمان لائیں۔ جب فرعون کو یہ معلوم ہوا تو اس ظالم نے ان کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھونک کر دھوپ میں ڈال دیا اور ایک بھاری چٹان ان پر رکھ دی۔ جب لوگ چٹان لے کر ان کے قریب آئے تو انہوں نے اللہ سے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے لیے جنت میں ایک محل بنا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کو

اللہ عزوجل نے ان کے جنت کا گھر دکھایا جو سفید موتی کا تھا اور ان کی روح کو اللہ نے نکال لیا۔ جب ان پر چٹان ڈالی گئی تو یہ زندہ نہ تھیں اس لیے انہیں اس سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ اس مثل کا حاصل یہ ہے کہ انسان اگر مومن ہے' صالح ہے تو اگر چہ کسی کافر و فاسق سے اس کا تعلق ہو اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

دوسرا تذکرہ حضرت مریم کا ہے' فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے ایمان کو بھی سلامت رکھا اور کردار کو بھی اعلیٰ بنائے رکھا۔ اللہ نے انہیں یہ کرامت بخشی کہ ان کے شکم پاک میں اپنی روح پھونکی اور اپنے عہد کی تمام عورتوں پر ان کو فضیلت دی۔ ''وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ'' یعنی ''مِنَ الْقَوْمِ الْقَانِتِيْنَ'' مقام کا مقتضاء یہ تھا کہ ''مِنَ الْقَانِتَاتِ'' فرمایا جاتا ''مِنَ الْقَانِتِيْنَ'' فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ عبادت و طاعت پر اتنی پابندی کرتی تھیں کہ مردوں کے ہمدوش ہو گئیں۔

١٨١١- ح: [فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر برتری

١٨١١- عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا اٰسِيَةُ اِمْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ اِبْنَةُ عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے اور عورتوں میں صرف فرعون کی اہلیہ آسیہ اور مریم بنت عمران کامل ہوئیں اور عائشہ کی برتری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی برتری عام کھانوں پر ہے۔

(بخاری۔ باب: واذ قالت الملائکة یامریم ص ٤٨٨' کتاب المناقب۔ باب: فضل عائشہ۔ ص ٥٣٢' ج ٢۔ باب: الاطعمة باب الثرید ص ٨١٥' مسلم۔ کتاب الفضائل اطعمہ' نسائی۔ کتاب المناقب عشرۃ النساء' ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

کچھ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم نبیہ تھیں اس لیے کہ انسانیت کے کمال کا درجہ نبوت ہے۔ حضرت امام ابوالحسن اشعری سے ایک روایت ہے کہ چھ عورتیں نبی ہوئی ہیں: حوا' سارہ' ہاجرہ' ام موسیٰ' آسیہ' مریم' اس پر کچھ لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ سورۂ مریم میں پہلے حضرت مریم کا تذکرہ ہوا پھر کچھ اور انبیائے کرام کا' اس کے بعد فرمایا گیا: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ'' (مریم: ٥٨) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء میں سے' مگر صحیح یہ ہے کہ اس پر اجماع امت ہے کہ نہ کوئی عورت نبی ہوئی اور نہ شرعاً ہو سکتی ہے۔ حدیث میں ''کَمُلَ'' سے مراد اس اعلیٰ درجہ کا حصول ہے جو عورتوں کی شان کے لائق ہے' نبوت چونکہ عورتوں سے اعلیٰ مقام ہے اس لیے وہ مراد نہیں ہو سکتا۔ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کے سواء جتنے کمالات مردوں یا عورتوں کو ملنے ممکن ہیں وہ سب ان دونوں خواتین کو حاصل ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ ''اُولٰٓئِكَ'' کا اشارہ صرف انبیائے کرام کی جانب ہے۔

فضل عائشة على النساء

اس حدیث میں ''النساء'' جمع ہے جس پر الف لام استغراق کا ہے جو اگلی تمام عورتوں حتیٰ کہ حضرت آسیہ و مریم کو بھی شامل ہے جس کا مفاد یہ ہوا کہ حضرت عائشہ مطلقاً تمام عورتوں سے افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے جس پر قدرے گفتگو نزہۃ القاری ج ا ص ٢١٠۔ ٢١٢' رقم: ٣' پر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدار فضیلت قرب الٰہی اور علم اور صلاح اور تقویٰ ہے اور یہ تینوں باتیں حضرت عائشہ میں بہ درجہ اتم موجود ہیں اس لیے فضیلت ان کو مطلقاً حاصل ہے۔ ان کے اندر تین خصوصیتیں ایسی تھیں جو کسی کو حاصل

خاتون ہیں نہ تھیں۔ حضور ﷺ کو آپ کے ساتھ نسبت دیگر ازواج کے زیادہ محبت تھی علم اجتہاد میں دنیا کی ساری عورتوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں فتویٰ دیتی تھیں اجلہ صحابہ کرام وتابعین عظام مشکل سے مشکل، دقیق سے دقیق مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور تسلی بخش جواب بھی پاتے تھے۔ آپ سے بہ نسبت عورتوں کے سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔

ثرید

گوشت کے شوربے میں روٹی توڑ کر بنایا جاتا ہے، یہ کھانا انتہائی لذیذ بھی ہوتا ہے اور کھانے میں سہل اور زود ہضم، ان خصوصیات کی وجہ سے اہل عرب کو سب کھانوں سے زیادہ پسند تھا اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کی تمثیل میں اسے ذکر فرمایا۔

بَابُ قَوْلِهِ ﴿إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ (القصص:٧٦) (ص ٤٨٤) — بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا

توضیح باب

قارون عجمی اسم ہے جیسے ہارون علیت اور عجمیت کی بناء پر غیر منصرف ہے اور کچھ لوگوں نے جو یہ کہا کہ عربی ہے قرن سے فاعولن کے وزن پر یہ غلط ہے کیونکہ سوائے علیت کے اور کوئی سبب منع صرف نہیں پایا جائے گا، پھر اس کو منصرف ہونا لازم تھا۔ علاوہ ازیں جب یہ بنی اسرائیل کا فرد ہے تو اس کے نام کے عربی ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا رشتہ کیا تھا اس بارے میں چند اقوال ہیں۔ حضرت موسیٰ کا چچا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا، ان کی خالہ کا بیٹا تھا۔ یہ نہایت خوبصورت حسین وجمیل آدمی تھا، اس کو منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بڑا قاری تھا، لیکن یہ سامری کی طرح منافق بھی تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور بااخلاق تھا، دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال بدل گیا اور کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا، یہ وہی بدنصیب وبد بخت ہے جس نے ایک بدکردار عورت کو پیسہ دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرے، اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے اس بناء پر حسد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے ان کے لیے نبوت تھی اور حضرت ہارون کے ذمہ قربانیاں کرانی تھیں، اسے کوئی منصب نہیں ملا اس پر اس نے حضرت موسیٰ سے بغاوت کی۔ یہ اتنا مال دار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں کی ایک جماعت پر بھاری پڑتی تھیں۔ قرآن مجید میں ''عُصْبَہ'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی دس سے لے کر چالیس تک کے ہیں اور ایک کنجی انگلی کے برابر تھی ﴿لَتَنُوْءُ﴾ (القصص:٧٦) لَتُثْقِلُ''...... بھاری ہوتی تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿أُولِي الْقُوَّةِ﴾ (القصص:٧٦) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طاقت ور مردوں کی ایک جماعت اسے نہیں اٹھا سکتی تھی۔

يُقَالُ ﴿الْفَرِحِيْنَ﴾ (القصص:٧٦) الْمَرِحِيْنَ''...... اترانے والے ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ﴾ (القصص:٨٢) مِثْلَ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾ (الرعد:٢٦) يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ، وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ...... ایسے ہی ہے جیسے ''اَلَمْ تَرَ (اِلٰی اٰخِرِ الْاٰيَةِ)''، یہ یعنی اظہار تعجب کے لیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون سے فرمایا کہ تجھ پر تیرے اموال کا ہزارواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا: میں پوری زکوٰۃ دوں گا، لیکن جب گھر جا کر حساب لگایا تو یہ بھی بہت بڑی رقم ہوتی تھی لہٰذا اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر بات مانتے آئے بولو کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں جو چاہیں

حکم دیں' اس نے ان سے کہا: فلانی آوارہ عورت کے پاس جاؤ اور اس کو اس پر آمادہ کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر تہمت لگائے اس کے عوض وہ جتنا مال چاہے لے لے۔ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفیوں کا اور دوسرے بہت سے وعدے کر کے اس پر آمادہ کرلیا۔ دوسرے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا' پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آیا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں' آپ چل کر انہیں وعظ و نصیحت کیجیے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی اسرائیل کے مجمع میں تشریف لے گئے اور یہ وعظ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے گا اس کی سزا اسی کوڑے ہیں اور اگر کسی کے ساتھ زنا کرے گا اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

یہ سنتے ہی قارون کھڑا ہو گیا اور کہا: حضور یہ حکم سب کے لیے ہے خواہ حضور ہی کیوں نہ ہوں؟ فرمایا: یہ حکم سب کے لیے ہے اگرچہ خود میں کیوں نہ ہوں۔ اب قارون نے کہا کہ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں بدچلن عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اسے بلاؤ' وہ جب حاضر ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے اور تورات نازل فرمائی سچ سچ بتا۔ رعب نبوت سے وہ عورت ڈر گئی اور اس نے صاف صاف یہ کہہ دیا کہ قارون جو کچھ کہنا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض بہت بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا ہے' اس سازش پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور یہ عرض کرنے لگے: یارب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو قارون پر غضب نازل فرما تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی: میں نے زمین کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے فرمایا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ رہے اور جو میرا ساتھی ہے قارون سے جدا ہو کر میرے پاس آئے۔ اس ارشاد پر سوائے دو شخصوں کے سب قارون سے جدا ہو گئے' اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لے' یہ فرماتے ہی وہ تینوں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے' پھر آپ نے زمین سے فرمایا: پکڑ لے تو کمر تک دھنس گئے' آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ وہ سب بہت منت و سماجت کرتے رہے۔ قارون نے رشتہ داری کا واسطہ دیا مگر حضرت موسیٰ کا جلال کم نہ ہوا اور قارون اور اس کے ساتھی دھنستے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ قتادہ نے کہا کہ قیامت تک وہ اسی طرح دھنستے چلے جائیں گے۔ اب اس پر بنی اسرائیل کے مسخروں نے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون کو اس لیے زمین میں دھنسایا ہے کہ ان کے مکان اور اموال اپنے قبضہ میں کرلیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جلال آیا تو آپ نے اس کے مکان مع خزانہ و اموال زمین میں دھنسا دیا۔

بَابٌ

[الاعراف: ۸۵' ھود: ۸۴ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا﴾

(الاعراف: ۸۵' ھود: ۸۴). (ص ۴۸۴)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور ہم نے مدین والوں کی جانب ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔

توضیح باب

حضرت شعیب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور یہ عرب العاربہ سے ہیں اور ان کی قوم اہل مدین ڈاکو تھے۔ قافلے والوں کو لوٹتے تھے اور ناپ اور تول میں کمی کرتے تھے اور اچکے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں یہ ہدایت کی صرف اللہ کی

عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانو اور اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں' ناپ تول میں کمی نہ کرو' میں تم کو آسودہ دیکھتا ہوں اور میں تم کو گھیرنے والے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں' ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کے خداؤں کو چھوڑ دیں؟ جی ہاں! آپ بہت عقلمند ہو رہے ہیں' اگر آپ کا کنبہ نہ ہوتا ہم آپ پر پتھراؤ کر دیتے اور آپ کی ہماری نگاہ میں کچھ عزت نہیں۔ اس پر حضرت شعیب نے فرمایا: کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ عزوجل سے زیادہ ہے اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے؟ بالآخر حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کے لیے دعاء ہلاکت کی اور یہ سب عذاب سے دوچار کر دیئے گئے۔ ہوا یہ کہ ان کو سخت گرمی پہنچی جس سے پریشان ہو کر گھروں سے باہر نکل پڑے تو ایک بادل آیا جو ان پر سایہ کر رہا تھا' یہ سب اس کے نیچے جمع ہو گئے۔ اسی اثناء میں اس حصہ پر زلزلہ آیا اور اوپر سے سخت جان لیوا چیخ ہوئی جس کی وجہ سے سب مر گئے۔ حضرت شعیب کی عمر مبارک ایک سو چالیس سال ہوئی۔ عذاب کے بعد یہ اپنی قوم میں ایک زمانہ دراز تک رہے۔ اسی اثناء میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے پاس آئے' پھر یہ مکہ معظمہ چلے گئے وہیں ان کا وصال ہوا اور مسجد حرام میں حجر اسود کے ارد گرد کہیں دفن کیے گئے۔

اِلٰی اَهْلِ مَدْیَنَ لِاَنَّ مَدْیَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهٗ ﴿وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ﴾ وَاسْئَلِ ﴿الْعِیْرَ﴾ (یوسف:٨٢) یَعْنِیْ اَهْلَ الْقَرْیَةِ وَاَهْلَ الْعِیْرِ.

"اِلٰی مَدْیَنَ" سے مراد یہ ہے کہ اہل مدین کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے اس لیے کہ مدین ایک شہر ہے' اسی کے مثل ہے: "وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ وَاسْئَلِ الْعِیْرَ" یعنی بستی والوں سے اور قافلہ والوں سے پوچھو۔

﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا﴾ (هود:٩٢) لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَیْهِ وَیُقَالُ اِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ حَاجَتِیْ وَجَعَلْتَنِیْ ظِهْرِیًّا وَالظِّهْرِیُّ اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ مَكَانَتِكُمْ وَمَكَانِكُمْ وَاحِدٌ ﴿یَغْنَوْا﴾ (الاعراف:٩٢) یَعِیْشُوْا ﴿تَاْسَ﴾ تَحْزَنَ ﴿اٰسٰی﴾ (الاعراف:٩٣) اَحْزَنُ وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ﴾ (هود:٨٧) الرَّشِیْدُ یَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَیْكَةُ الْاَیْكَةُ ﴿یَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ (الشعراء:١٨٩) اِظْلَالُ الْعَذَابِ عَلَیْهِمْ.

ان کی جانب تم نے التفات نہیں کیا' جب تم کسی کی حاجت پوری نہ کرو تو وہ کہے گا: میں نے اپنی حاجت کا تم سے اظہار کیا اور تو نے مجھے پس پشت ڈال دیا اور "ظهری" اس جانور اور اس برتن کو بھی کہا جاتا ہے جسے اپنے ساتھ رکھا جاتا ہے کہ وقت پر اس سے کام لیا جائے "مكانتكم" اور "مكانكم" دونوں ایک معنی میں ہیں "یغنوا" کا معنی "یعیشوا" ہے یعنی خوشگوار زندگی گزاریں "تاس" کے معنی یہ ہیں کہ غم کرے۔ حضرت شعیب سے ان کی قوم نے کہا: آپ تو عقلمند نیک چلن ہیں' اس سے ان کا مقصود استہزاء تھا اور مجاہد نے کہا کہ "لَیْكَة" اور "الْاَیْكَة" ایک ہی چیز ہے۔ ایک جگہ کا نام ہے "یوم الظُّلّة" سے مراد وہ دن ہے جس دن عذاب نے ان پر سایہ کیا تھا۔

بَابٌ

[الصافات: ١٣٩۔ ١٤٢ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿وَهُوَ مُلِیْمٌ﴾ (الصافات: ١٣٩۔١٤٢)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ بے شک یونس رسولوں میں سے ہے "وهو مليم" تک۔

توضیح باب

حضرت ابن عباس اور وہب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ فرمایا تھا' اس میں تاخیر ہوئی تو آپ قوم سے چھپ کر بستی سے نکل گئے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کا سفر شروع فرمایا' بیچ دریا میں کشتی ٹھہر گئی' ملاحوں نے بہت کوشش کی مگر کشتی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی' کشتی کے ٹھہرنے کا کوئی سبب بھی ظاہر نہ ہوا' ملاحوں نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا کشتی میں آ گیا ہے' کون ہے بتائیے' جب کوئی نہیں بولا تو قرعہ اندازی ہوئی' قرعہ آپ ہی کے نام نکلا' اب آپ نے فرمایا: میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہوں۔ دستور یہ تھا جب تک ایسے غلام کو دریا میں پھینک نہیں دیا جاتا کشتی آگے نہیں بڑھتی تھی' چنانچہ ملاحوں نے آپ کو دریا میں ڈال دیا' کشتی آگے بڑھ گئی اور آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ مُذْنِبٌ

امام مجاہد نے فرمایا کہ ''مُلِيْمٌ'' کے معنی ''مُذْنِبٌ'' یعنی گنہگار کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے آپ کو گنہگار تصور کر کے اپنے نفس کو ملامت فرماتے رہے۔ ان کی شان کے لائق یہ نہ تھا کہ عذاب آنے میں جب تاخیر ہوئی اور قوم نے ان کا استہزاء کیا تو انہیں چھوڑ کر چلے آتے۔ ان کے منصب رفیع کے لائق یہی تھا کہ وہ قوم کی ایذاء پر صبر کرتے اور اللہ کی مدد کا انتظار کرتے۔

''اَلْمَشْحُوْنُ' اَلْمُوْقَرُ'' بھری ہوئی کشتی' فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ'' یعنی حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہ جاتے۔ مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ دعا پڑھتے تھے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○'' (الانبیاء:۸۷) سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک مجھ سے ایک بے جا کام ہو گیا○ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کی قوم نے دعوت قبول نہیں کی اور کفر پر اڑے رہے تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا اب مجھے ہجرت جائز ہے' لیکن ان کے منصب کے لائق یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کا انتظار فرماتے۔ بغیر اذن الٰہی ہجرت کر دی یہ ان کے منصب رفیع کے اعتبار سے بے جا کام تھا۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَآءِ لِوَجْهِ الْاَرْضِ وَهُوَ سَقِيْمٌ وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ اَصْلٍ الدُّبَّاءُ وَنَحْوُهُ.

تو ہم نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے زمین پر پہنچا دیا وہ بہت ہی کمزور تھے تو ہم نے ان کے اوپر ایک بیل کو اگا دیا۔ ''يَقْطِيْن'' ایسی نبات کو کہتے ہیں: جس کا تنا نہ ہو' بیل دار ہو زمین پر پھیلے جیسے کدو وغیرہ۔

مدت دراز تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے ان کا جسم مبارک خصوصاً کھال بہت نرم ہو گئی تھی' اندیشہ تھا کہ مکھیاں بیٹھیں جس سے انہیں اذیت ہوتی تو اللہ عزوجل نے کدو کا درخت اگا دیا' اس کے قریب مکھیاں نہیں جاتیں۔

وَاَرْسَلْنَا اِلٰى مِاَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا وَمَتَّعْنَاهُمْ اِلٰى حِيْنٍ وَلَاتَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْنَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ' كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ.

اور ہم نے ان کو بھیجا ایک لاکھ اور کچھ زائد کی جانب' وہ لوگ ایمان لائے اور ہم نے ان کو ایک زمانہ تک فائدہ حاصل کرنے کے لیے موقع دیا اور مچھلی والے کے مثل نہ ہونا جب کہ انہوں نے پکارا اس حال میں کہ وہ غمزدہ تھے۔ ''مَكْظُوْمٌ''، ''كَظِيْمٌ'' سے ہے' معنی ہے: مغموم۔

بَابٌ [البقرہ: ١٦٣ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ﴾ (الاعراف:١٦٣) يَتَعَدَّوْنَ يَتَجَاوَزُوْنَ ﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ (الاعراف:١٦٣) شَوَارِعُ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ إِلَى قَوْلِهِ ﴿خَاسِئِيْنَ﴾ (الاعراف:١٦٦) بَئِيْسٍ شَدِيْدٍ. (ص٤٨٥)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ان سے پوچھیں ان بستی والوں کا حال جو سمندر کے کنارے تھی' جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرتے تھے جب کہ ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی آتی تھیں اور ہفتہ کا دن نہ ہو تو نہیں آتی تھیں "خاسئین" تک۔ "بئیس"' "شدید" (سخت) کے معنی میں ہے۔

توضیح باب

یہ واقعہ اصحاب ایلہ کا ہے' مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ بستی کون سی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تین اقوال ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ یہ بستی مدینہ طیبہ اور مصر کے درمیان تھی۔ دوسرا یہ ہے کہ مدین اور طور کے درمیان تھی۔ تیسرا یہ ہے کہ وہ بستی خود مدین ہے۔ امام زہری نے کہا کہ وہ قریہ طبریہ ہے جو شام میں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ ایلہ ہے۔ جمہور نے کہا کہ وہ قریہ مذکورہ ایلہ ہے جو مکہ اور مصر کے درمیان حاجیوں کے راستہ میں پڑتا ہے۔ بنی اسرائیل کے مذہب میں سنیچر بہت متبرک اور معظم دن ہے اس لیے ان کو سنیچر کے دن کسی چیز کا شکار کرنا منع ہے حتیٰ کہ مچھلیوں کا بھی' مگر ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر تیرتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور دوسرے دنوں میں ایک بھی نظر نہ آتی تھی' ان لوگوں نے ایک ترکیب کی کہ دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا گڑھا بنالیا جسے پانی سے بھر دیا۔ جمعہ کو شام سے پہلے جس راستے سے گڑھے میں پانی آتا اس کے حد فاصل کو توڑ دیتے۔ ہفتہ کے دن کو پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی گڑھے میں آجاتیں۔ سنیچر (ہفتہ) کی شام کو اسے بند کر دیتے اور اتوار کی صبح کو گڑھے کی سب مچھلیاں پکڑ لیتے۔ اس سلسلے میں ان کے اندر تین گروہ ہو گئے۔ ایک وہی جو شکار کرتا اور خوب مچھلیاں کھاتا۔ ایک وہ جو انہیں سختی سے منع کرتا۔ تیسرا صلح کلی۔ نہ ایں کار کنم نہ انکار کنم' خود شکار نہیں کرتے اور شکار کرنے والوں کو منع بھی نہیں کرتے تھے۔ بالآخر منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے اپنے سارے تعلقات منقطع کر لیے' اپنے گھر الگ کر لیے' بیچ میں دیوار قائم کر لی' دونوں کے الگ الگ دروازے تھے۔ جب حضرت داؤد کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے شکار کرنے والوں پر لعنت کی' پھر ایک دن ایسا ہوا کہ خطا کار اپنے گھروں سے نہیں نکلے' اطاعت شعاروں نے دیواروں پر چڑھ کر دیکھا وہ سب بندر ہو چکے تھے۔ یہ بندر ہونے والے اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے' ان کے کپڑے آکر سونگھتے تھے۔ اطاعت شعاروں نے ان سے کہا: کیا ہم تم کو اس سے منع نہیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ضرور منع کیا تھا اس کے بعد وہ سب جو بندر ہو گئے تھے مر گئے' معذبین کی نسل باقی نہیں رہتی۔ "خاسئین" کے معنی: سخت مایوس کے ہیں۔

بَابٌ [بنی اسرائیل: ٥٥ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:٥٥) اَلزُّبُرُ الْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ وَزَبَرْتُ كَتَبْتُ.

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی "الزبر" کے معنی کتابیں ہیں' اس کا واحد زبور ہے "زبرت" کے معنی لکھا میں نے۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ﴾ اور ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے اپنا بڑا فضل دیا' اے پہاڑو!

قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِيْ مَعَهُ ﴿وَالطَّيْرَ وَاَلَـنَّالَهُ الْحَدِيْدَO اَنِ اعْـمَلْ سَابِغَاتٍ﴾ الدُّرُوْعَ ﴿وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ (سباء:١٠-١١). اَلْـمَسَامِيْرَ وَالْحِلَقَ لَاتُدِقَّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ وَلَا تُعَظِّمْ فَيَنْقَصِمُ.

ان کے ساتھ رجوع کرو۔ امام مجاہد نے فرمایا: یعنی ان کے ساتھ تسبیح پڑھو اور پرندے اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیاO وسیع ۔زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو۔ "سـرد" زرہوں کی کیلیں اور حلقے، پس نہ انہیں پتلی رکھو کہ ڈھیلی رہیں اور نہ موٹی کہ ٹوٹ جائیں۔

یعنی کیلوں اور حلقوں کا۔ کیلیں بہت پتلی مت رکھو کہ ڈھیلی رہیں اور نہ موٹی بناؤ کہ ٹوٹ جائیں۔ "اَفْرِغْ، اَنْزِلْ" افرغ کے معنی اتار۔ طالوت جالوت کے قصے میں ہے کہ جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اصحاب طالوت نے یہ دعا کی تھی: "رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا" اے اللہ! ہم پر صبر نازل فرما، اس لشکر میں حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام بھی تھے۔ "بَسْطَةً زِيَادَةً وَفَضْلًا" بسطۃ کے معنی زیادتی اور فضیلت کے ہیں۔ طالوت کے بادشاہ بنائے جانے میں وجہ ترجیح میں فرمایا تھا: "وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" اللہ تعالیٰ نے طالوت کو علم اور جسم میں زیادتی عطا فرمائی۔

١٨١٢- ح: [خُفِّفَ عَنْ دَاوٗدَ الْقُرْاٰنَ]

حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (یعنی زبور) کا پڑھنا آسان کر دیا

١٨١٢- حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِّفَ عَنْ دَاوٗدَ الْقُرْاٰنَ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (یعنی زبور) کا پڑھنا آسان کر دیا گیا تھا، وہ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم دیتے اور قرآن پڑھنا شروع فرماتے اور زین کسنے سے پہلے پورا پڑھ لیتے اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ بنی اسرائیل۔ باب: قولہ و اتینا داؤد زبورا ص ٦٨٥)

القرآن

اس سے مراد توراۃ یا زبور ہے، نبی کو جو کتاب دی جاتی ہے اس پر قرآن کا اطلاق ہوتا ہے۔ "بِـدَوَابِّـهٖ" تفسیر کی روایت میں "بِدَابَّةٍ" واحد ہے "بدوابہ" کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد ہمراہیوں اور خدام کے جانور ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ تھوڑے زمانے میں عمل کثیر کر لیا کرتے تھے، اس کو طیِ زمان کہتے ہیں۔ یہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم اور اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بہ طور اعجاز و کرامت عطا ہوتا ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو بھی یہ کرامت عطا ہوئی تھی۔ خود الفیوض المکیہ میں تحریر فرمایا ہے: ایک فقیر قادری کو غسل کی حاجت تھی، جب آنکھ کھلی تو سورج نکلنے میں صرف دس منٹ باقی تھے، فقیر قادری نے بہ طریق مسنون مستحب غسل کیا چونکہ وہ نزلہ کا مریض ہے اس لیے بدن کو باطمینان اچھی طرح تولیہ سے پونچھا، جاڑے کا موسم تھا اس کے لحاظ سے کئی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ غسل سے پہلے ان کثیر کپڑوں کو اتارا۔ غسل کرنے کے بعد ان سب کپڑوں کو پہنا۔ جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وقت وہی ہے یعنی سورج نکلنے میں دس منٹ باقی ہیں۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے، اعلیٰ حضرت کی کثیر تصانیف پر اگر نظر کی جائے اور اعلیٰ حضرت کی عمر مبارک پر تو جس تحقیق و تنقیح و تفصیل کے ساتھ ان کی تصانیف تقریباً لاکھ صفحات پر مشتمل ہیں یہ سب اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو طیِ

[حاصل] ہونا حاصل تھا' اتنی مدت میں اتنی کثیر تصانیف ایک شخص کے بس کے بات نہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس قسم کی روایت ہے۔

بَابٌ

[ص:۱۷۔۲۰ کی تفسیر]

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ إِلَى ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ○﴾ (ص:١٧-٢٠). (ص٤٨٦)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو نعمتوں والے تھے بے شک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے○ سے "و فصل الخطاب" تک۔

توضیح باب

اللہ عزّوجل نے پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے مسخر فرما دیئے تھے۔ وہ جہاں تشریف لے جاتے ساتھ ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی جاتے اور ان کے ساتھ تسبیح کرتے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ننانوے بیویاں تھیں' اس کے باوجود آپ نے ایک ایسی عورت کو پیام دیا جسے ایک مسلمان پیام دے چکا تھا۔ جب آپ کا پیام پہنچا تو عورت کے اعزہ و اقارب نے آپ کا پیام منظور کر لیا اور اس مسلمان کا رد کر دیا۔ اس عورت کا آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک عورت ایک مسلمان کے نکاح میں تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مسلمان سے اپنی رغبت ظاہر فرمائی اور چاہا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے' اس نے آپ کا لحاظ کرتے ہوئے اس عورت کو طلاق دے دی' پھر بعد عدت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس میں شرعاً کوئی خرابی نہیں اور اس زمانہ میں وہاں کا یہ دستور بھی تھا مگر چونکہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبی تھے یہ منصب نبوت کے مناسب نہ تھا اس لیے اس پر آپ کو آگاہ کیا گیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت داؤد علیہ السلام محراب میں مصروف عبادت تھے کہ دو فرشتے کود کر مدعی' مدعی علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السلام پر کچھ گھبراہٹ طاری ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: گھبرائیں نہیں! ہم دو فریق ہیں' ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' ہمارا حق کے مطابق فیصلہ فرما دیں' ہمارے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے' اب یہ کہتا ہے کہ اپنی یہ دنبی بھی مجھے دے دے اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اتنی دنبیوں کے ہوتے ہوئے تیری ایک دنبی کو مانگ کر اس نے تم پر ظلم کیا۔ یہ سنتے ہی دونوں فرشتے غائب ہو گئے اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ ہماری جانچ کے لیے آئے تھے تو انہوں نے رب کے حضور معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا' اللہ عزوجل نے انہیں معاف فرمایا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ ﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ لَا تُسْرِفْ ﴿وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً﴾ يُقَالُ لِلْمَرْأَةِ نَعْجَةٌ وَيُقَالُ لَهَا أَيْضًا شَاةٌ ﴿وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا﴾ (ص:٢٢-٢٣) مِثْلَ ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ (آل عمران:٣٧) ضَمَّهَا ﴿وَعَزَّنِي﴾ غَلَبَنِي صَارَ أَعَزَّ مِنِّي أَعْزَزْتُهُ جَعَلْتُهُ عَزِيزًا ﴿فِي الْخِطَابِ○﴾ يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ قَالَ ﴿لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ

مجاہد نے کہا: "فصل فی الخطاب" کا معنی فیصلہ کی سمجھ ہے' حد سے آگے نہ بڑھو زیادتی نہ کرو' سیدھا راستہ بتایئے' ہمارے اس بھائی کی ننانوے بیویاں ہیں۔ عورت کو دنبی کو کہا جاتا ہے اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے' اب یہ کہتا ہے کہ یہ مجھے دے دو' یہ ایسے ہی جیسے "و کفلھا زکریا" ہے یعنی زکریا نے مریم کو اپنی پرورش میں رکھ لیا "عزنی" کا معنی ہے: یہ مجھ پر غالب ہو گیا۔ "اعززتہ" کے معنی ہیں' میں نے اس کو غالب کر دیا بات کرنے میں۔ "فی الخطاب" بہ طور محاورہ کہا جاتا ہے'

الْخُلَطَاءِ﴾ الشُّرَكَاءِ ﴿فَتَنَّاهُ﴾ (ص:٢٣-٢٤) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ وَقَرَءَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ ﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾ (ص:٢٤).

تیری دُنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے سوال کر کے اس نے تجھ پر ظلم کیا اور بے شک بہت سے شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''فتنا'' کے معنی یہ ہے کہ ہم نے اسے آزمایا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے ''فتّناہ'' تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔ اب داؤد نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔

بَابٌ

[ص:٣٠ اور ٣٥ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ اَوَّابٌ﴾ (ص:٣٠) اَلرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ (ص٤٨٦) وَقَوْلِهٖ ﴿وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِيْ﴾ (ص:٣٥).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا' وہ اچھا بندہ ہے اور ہماری طرف رجوع ہونے والا ہے۔ اور اس کے اس ارشاد کا بیان: اے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ دعا قبول ہوئی' اللہ عزوجل نے ان کے قبضہ میں ہوا کر دی' وہ جہاں چاہتے ہوا کو حکم دیتے' ہوا نرم نرم چلتی اور دیوان کے قابو میں کر دیے جن میں ہر قسم کے معمار' غوطہ خور تھے اور کتنے دیو جرم میں سزا پا کر جکڑے گئے تمام پرندے مسخر تھے جو ساتھ ساتھ چلتے رہتے' فرش پر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف فرما ہوتے' وہ فرش سب کو صبح لے کر ایک ماہ کی مسافت پر لے جاتا اور شام کو واپس لاتا۔ چنانچہ آپ صبح کو دمشق سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اُصطخر میں قیلولہ فرماتے جو ملک فارس میں ہے اور دمشق سے ایک ماہ کی راہ پر شام کو اُصطخر سے روانہ ہوتے تو شب کو کابل میں آرام فرماتے' یہ بھی تیز سوار کے لیے ایک ماہ کی راہ ہے۔ آپ کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری فرمایا اور جن آپ کے سامنے کام کرتے۔ محرابیں' تصویریں' بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں بناتے۔ آپ کے حکم سے بیت المقدس کی عمارت جنوں نے تعمیر کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس جگہ کے متصل بیت المقدس کی بنیاد رکھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کی تکمیل سے پہلے ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اسے مکمل کر دینا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو اس کی تعمیر میں لگا دیا۔ اسی اثناء میں آپ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ایسی صورت پیدا فرما دے کہ شیاطین پر میری وفات ظاہر نہ ہو جب تک اس عمارت کو مکمل نہ کر لیں اور نیز جنوں کو جو غیب دانی کا دعویٰ ہے وہ باطل ہو جائے۔ اس دعا کے بعد آپ محراب میں داخل ہوئے اور اپنے عصائے مبارک پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اسی حال میں آپ کا انتقال ہوا' جن یہ سمجھتے رہے کہ آپ نماز میں کھڑے ہیں' جنوں کو دن رات کام کرنا پڑا۔ پہلے تو صرف دن میں کام کرتے اور رات میں چھٹی مل جاتی سال بھر یہی رہا۔ جب بیت المقدس کی عمارت مکمل ہو گئی تو عصائے مبارک کو دیمک نے کھا لیا اور آپ کا جسم مبارک زمین پر آ رہا اور آپ کی وفات کا حال سب کو معلوم ہو گیا۔ اب جنوں کو کہنا پڑا کہ اگر ہم غیب جانتے تو اس عذاب میں کیسے گرفتار رہتے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر مبارک ترپن (٥٣) سال کی ہوئی' تیرہ سال کی عمر شریف میں تخت نشین ہوئے اور چالیس سال حکمرانی فرمائی۔

وَقَوْلِهِ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَاتَتْلُو الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ (البقرة:۱۰۲).

اس کے ارشاد کا بیان: اور یہودیوں نے اس کی پیروی کی جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد حکومت میں۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے صلحاء وعلماء نے اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ جادو حضرت سلیمان کا علم نہیں بلکہ شیاطین کا علم ہے۔

وَقَوْلِهِ ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ اَذَبْنَالَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ اَلْحَدِيْدِ ﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَايَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ﴾ (سبا:۱۲-۱۳).

اور سلیمان کے بس میں ہوا کو کر دیا جو صبح کو ایک ماہ کی راہ لے چلتی اور شام کو ایک ماہ کی راہ اور ہم نے سلیمان کے لیے لوہے کا چشمہ بہایا' قطر کے معنی تانبے کے بھی ہیں اور لوہے کے بھی ہیں اور جنوں میں وہ تھے جو ان کے سامنے کام کرتے ان کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے ہٹے گا اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ اور اس (سلیمان) کے لیے بناتے تھے وہ جو چاہتے محرابیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَادُوْنَ الْقُصُوْرِ ﴿وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَحِيَاضِ الْاِبِلِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ.

مجاہد نے کہا: محراب سے مراد عمارت ہے محل کے علاوہ اور تصویریں بناتے اور حوض کے مثل لگن یعنی اونٹوں کے حوض کے مثل اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: زمین کے بڑے گڑھوں کے مثل۔

﴿وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ﴾ (سبا:۱۳) اَلْاَرَضَةُ ﴿تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ (سبا:۱۴) عَصَاهُ ﴿فَلَمَّا خَرَّ اِلٰى فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ (سبا:۱۴).

اور لنگر دار دیگیں بناتے یعنی بہت بڑی بڑی' اے آل داؤد! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہیں جن کو ان کی وفات کا پتہ نہیں دیا مگر دیمک نے جو ان کے عصا کو کھا گئی تھی' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم اقدس زمین پر آ رہا تو جنوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو رسوائی کے عذاب میں نہ پھنسے رہتے۔

﴿حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ (ص:۳۲) مِنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ﴿فَطَفِقَ مَسْحًا﴾ (ص:۳۳) يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا ﴿الْاَصْفَادُ﴾ (ص:۳۸) اَلْوَثَاقُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الصَّافِنَاتُ﴾ (ص:۳۱) صَفَنَ

گھوڑوں کی محبت نے میرے رب کے ذکر سے روک دیا مجھ کو۔ اس آیت میں "عَنْ" بہ معنی "مِنْ" ہے تو حضرت سلیمان ان گھوڑں کی پیٹھ اور گردن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ "الاصفاد" بیڑی۔ اور مجاہد نے کہا کہ "صافنات" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ

اَلْفَرَسُ رَفَعَ اِحْدٰی رِجْلَیْهِ حَتّٰی تَکُوْنَ عَلٰی طَرَفِ الْحَافِرِ. گھوڑے اپنے ایک پاؤں کو اٹھا کر اس کی کھر زمین پر رکھتے تھے' یہ اصیل گھوڑوں کی خاصیت ہے۔

﴿اَلْجِیَادُ﴾ (ص:٣١) اَلسِّرَاعُ..... تیز دوڑنے اولے ﴿جَسَدًا﴾ (ص:٣٤) شَیْطَانًا..... بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں آج رات اپنی نوے بیویوں پر دورہ کروں گا' ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اسوار پیدا ہوگا مگر یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا تو کوئی بھی عورت حاملہ نہیں ہوئی سوائے ایک کے اور اس کو بھی ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں سے لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے' اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○ (ص:٣٤) اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک بے جان جسم ڈال دیا' اس کے بعد وہ ہماری طرف رجوع ہوا۔

امام بخاری نے جسداً کی تفسیر شیطاناً سے کی ہے یعنی ہم نے ان کی کرسی پر شیطان کو ڈال دیا' اس سے انہوں نے ایک دوسری تفسیر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک شیطان سے فرمایا جس کا نام آصف تھا: تم لوگوں کو کیسے فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا کہ اپنی انگوٹھی مجھے عطا فرمایئے تو میں آپ کو بتاؤں۔ حضرت سلمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انگوٹھی اس کو دے دی۔ اس نے وہ انگوٹھی دریا میں پھینک دی اور وہ چیخا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کرسی سے اتر پڑے تو یہ شیطان کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل بنا کر کرسی پر بیٹھا تھا لیکن اس کو یہ قدرت نہیں ہوئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کے قریب جا سکے۔ یہ بات ان کی والدہ ماجدہ کو کھٹکی۔ ایک دن مچھلی آئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک زوجہ نے اس کا پیٹ پھاڑا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری مل گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک واپس آ گیا اور یہ شیطان بھاگ کر سمندر میں چھپ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جن کا نام صخر تھا مگر یہ روایت بہت واہی اور ناقابل التفات ہے۔ اسی لیے ہم نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی۔

﴿رُخَاءً﴾ طَیِّبَةً ﴿حَیْثُ اَصَابَ﴾ (ص:٣٦) حَیْثُ شَاءَ ﴿فَامْنُنْ﴾ اَعْطِ ﴿بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (ص:٣٩) بِغَیْرِ حَرَجٍ عِفْرِیْتٌ' مُتَمَرِّدٌ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِیَةٍ جَمَاعَتُهٗ زَبَانِیَةٌ.

نرم نرم ہوا چلتی جہاں چاہتے لے جاتی بغیر حساب عطا فرماؤ بغیر کسی حرج کے۔ ''عفریت'' کے معنی سرکش جن و انس جیسے ''زبینہ'' جس کی جمع ''زبانیۃ'' ہے' سپاہی کے معنی میں ہے۔

١٨١٣- ح: [مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ کَمَثَلِ رَجُلٍ یَسْتَوْقِدُ نَارًا] میری اور لوگوں کی مثل اس شخص جیسی ہے' جو آگ جلائے

١٨١٣- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ کَمَثَلِ رَجُلٍ یَسْتَوْقِدُ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میرا اور لوگوں کا حال اس شخص کے مثل ہے جو آگ جلائے پتنگے اور یہ جانور آگ میں گرنے لگیں۔

تَقَعُ فِی النَّارِ.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: الانتہاء عن المعاصی ص ٩٥٨' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب الادب' مسند امام احمد)

١٨١٤- ح: حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے ایک ہی معاملہ میں دو فیصلے کیے

١٨١٤- قَالَ وَكَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ وَمَا كُنَّا نَقُوْلُ إِلَّا الْمُدْيَةَ.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الفرائض۔ باب: اذا دعت المراۃ ص ١٠٠١' نسائی۔ کتاب القضاء)

کہا: اور دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ دونوں کے بچے تھے' بھیڑیا آیا' ان میں سے ایک بچے کو لے گیا' اس کے ساتھ والی نے کہا: تیرے بچے کو لے گیا' دوسری نے کہا: تیرے بچے کو لے گیا دونوں نے داؤد علیہ السلام کے یہاں معاملہ پیش کیا' انہوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا' پھر دونوں سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور انہیں اپنا حال بتایا' فرمایا: چھری لاؤ بچہ کاٹ کر تم دونوں کو دے دوں تو چھوٹی عورت نے کہا: ایسا نہ کریں اللہ آپ پر رحم فرمائے' یہ بچہ اسی کا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ابوہریرہ نے کہا: بخدا! میں نے اسی دن سکین سنا ہم صرف مدیہ کہا کرتے تھے۔

یہ حقیقت میں دو حدیثیں ہیں جن دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر فرما دیا ہے۔ پہلی حدیث کتاب الرقاق میں ہے وہاں اخیر میں یہ زائد ہے: وہ انہیں آگ سے بچانا چاہتا ہے مگر جانور اس پر غالب آ کر آگ میں کود پڑتے ہیں' میں تمہاری کمر کو پکڑے ہوئے ہوں آگ سے بچانے کے لیے لوگ اس میں گرے پڑتے ہیں۔

قضی للکبری

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں کیسے فیصلہ کر دیا' اس سلسلے میں شراح نے بڑی نکتہ آفرینی کی ہے لیکن وہ صرف ظن وتخمین ہے' اس عاجز کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ بچہ بڑی عورت کی گود میں رہا ہوگا اور چونکہ اس کے خلاف چھوٹی عورت نے کوئی ثبوت نہیں پیش کیا اس لیے "قبضہ دلیل ملک ہے" کی رو سے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس لحاظ سے ان کا فیصلہ حق تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے زیادہ دقیق طریقے پر یہ معلوم کر لیا کہ یہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے۔ اس روایت میں اختصار ہے' پوری روایت یہ ہے کہ بڑی عورت نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کو منظور کر لیا تھا کہ بچہ کاٹ کر آدھا آدھا دونوں کو دے دیا جائے اور چھوٹی نے یہ کہا کہ ایسا ہے تو بچہ اسی کے پاس رہنے دیجئے' اس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سمجھا کہ یہ بچہ حقیقت میں چھوٹی ہی کا ہے' دونوں حضرات کے فیصلے اپنے اجتہاد سے تھے مگر چونکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اجتہاد زیادہ قوی تھا اس لیے اسے ترجیح حاصل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابٌ [لقمان: ١٢ کی تفسیر]

قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ﴾ اللہ رب العزت کے اس ارشاد کا بیان: اور بے شک ہم نے

(لقمان:۱۲). (ص ۴۸۷) لقمان کو حکمت عطا فرمائی۔

توضیح باب

امام المغازی محمد بن اسحاق نے کہا کہ لقمان کا نسب یہ ہے: لقمان بن باعود بن ناہوح بن تارخ۔ وہب کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ مقاتل نے کہا: یہ حضرت ایوب کے خالہ کے فرزند تھے۔ امام واقدی نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ مشہور ہے کہ آپ ایک ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا' ان کے زمانہ میں فتویٰ دینا چھوڑ دیا' پہلے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کی نبوت میں اختلاف ہے' اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے۔ حکمت کے لغوی معنی سمجھ کے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حکمت کے معنی معرفت اور صحیح رائے قائم کرنے کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حکمت ایک نور ہے' اللہ تعالیٰ جس کے دل میں رکھتا ہے اسے روشن کر دیتا ہے۔

یَا بُنَیَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اِلٰی فَخُوْرٍ. (لقمان:۱۶) اے میرے بیٹے! اگر برائی رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو اللہ اسے لے آئے گا بے شک اللہ ہر باریکی جاننے والا خبر رکھنے والا ہے "فخود" تک۔

حضرت لقمان کے صاحبزادے کا نام "اَنْعَمْ" یا "اَسْکَمْ" تھا۔ "تُصَعِّرْ" اپنا منہ ٹیڑھا نہ کر' منہ پھیرنا۔

بَابٌ [یٰسٓ:۱۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحَابَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَاءَ هَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝﴾ (یٰس:۱۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے مثل بیان فرمایئے اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے ۝

توضیح باب

"قریۃ" سے مراد انطاکیہ ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے دو حواریوں صادق' صدوق کو انطاکیہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے دین حق کی دعوت دیں' جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اس شخص کا نام حبیب نجار تھا' اس نے ان کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بھیجے ہوئے ہیں تاکہ ہم تمہیں دین حق کی دعوت دیں۔ حبیب نجار نے نشانی طلب کی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں' اندھوں کو بینا کرتے ہیں' برص دور کرتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا انہوں نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب نجار ایمان لائے' یہ خبر جب شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ فوج در فوج بیماروں کو لانے لگے' سب کو شفا حاصل ہوئی۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ سب حال معلوم ہوا تو اس نے دونوں کو بلایا اور انہیں تنبیہ کی کہ ہمارے معبودوں کے سوا کوئی معبود نہیں' ان دونوں حضرات نے فرمایا: معبود وہ ہے جس نے تم کو اور تمہارے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ کے شہر انطاکیہ والے ان کے پیچھے پڑ گئے انہیں مارا پیٹا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو قید کر دیا' اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا' وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مقربین ومصاحبین سے راہ ورسم پیدا کر کے بادشاہ تک رسائی حاصل کر لی۔ بادشاہ آپ سے بہت متاثر ہوا' جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے بہت متاثر ہے تو آپ نے بادشاہ سے ان قیدیوں کے بارے میں پوچھا۔ بادشاہ نے کہا کہ انہوں نے ایک نئے دین کا نام لیا تو مجھے غصہ آ گیا اس پر میں نے ان دونوں کو قید کر لیا۔ شمعون نے کہا: یہ بات مناسب نہیں

ان کی بات سنی چاہیے تھی۔ اگر آپ کی رائے ہو تو دونوں کو بلوایا جائے اور پوچھا جائے وہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے' شمعون نے ان سے پوچھا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر جاندار کو روزی دی جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا: تمہاری نشانی کیا ہے تو انہوں نے کہا: جو بادشاہ چاہے تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلوایا' ان دونوں نے دعا کی اور لڑکا بینا ہو گیا۔ اب شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ آپ بھی اپنے معبودوں سے کہیں وہ ویسا ہی کر دکھائیں تا کہ تیری اور تیرے معبودوں کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا: تم سے کیا چھپاؤں تمہیں معلوم ہے ہمارے معبود نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اور نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ بنا سکتے ہیں۔

اس کے بعد بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود مردے جلانے پر قادر ہوں تو ہم ان پر ایمان لائیں گے تو حواریوں نے کہا کہ ہمارا معبود ہر شئی پر قادر ہے۔ بادشاہ نے ایک دیہاتی کے لڑکے کو منگوایا جس کو مرے ہوئے سات روز ہو گئے تھے جسم خراب ہو چکا تھا بدبو اٹھ رہی تھی۔ ان دونوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کر دیا اور کہنے لگا: میں مشرک مرا تھا جہنم کی ساتوں وادیوں میں داخل کیا گیا' میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم لوگ ہو وہ بہت نقصان دہ ہے' اسے چھوڑ دو اور ایمان لاؤ' اس نے یہ بھی بتایا کہ جب آسمان کے دروازے کھلے تو مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا: کون تین؟ اس نے کہا: ایک شمعون اور دو یہ۔ اس پر بادشاہ کا تعجب ہوا' جب شمعون کو دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ پر اثر کی گئی تو اس بادشاہ کو نصیحت کی جس پر وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ بھی ایمان لائے اور کچھ لوگ ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کو سورۂ یٰسین شریف کی ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا شَدَّدْنَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَائِرُكُمْ﴾ (یٰس:١٩) مَصَائِبُكُمْ.

مجاہد نے کہا: ہم نے ان کو قوت دی اور حضرت ابن عباس نے کہا: تمہاری نحوست تمہاری مصیبت۔

بَابٌ [مریم:٢-٨ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ (مریم:٢-٨).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اپنے بندہ زکریا پر تیرے رب کی رحمت کا تذکرہ ۝ اس کے اس قول تک' اور ہم نے اس کے پہلے اس نام کا کوئی نہیں پیدا کیا۔ (ص ٤٨٧)

توضیح باب

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اولاد میں سے ہیں اور یہ بڑھئی تھے۔ ابن اسحاق نے کہا کہ جب بنی اسرائیل نے ان کو شہید کرنا چاہا تو یہ بھاگے ایک درخت کو دیکھا کہ پھٹ گیا ہے' اس نے آواز دے کر کہا کہ آ کر مجھ میں چھپ جائیے' آپ اس میں جا کر چھپ گئے' پھر درخت آپس میں جٹ گیا۔ شیطان نے ان کے کپڑے کا ایک کونا درخت سے باہر نکال دیا' اس سے ان ظالموں نے جان لیا کہ اس میں چھپے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آرے سے اس درخت کو چیر دیا۔ حضرت زکریا کی کمر آرا پڑا اور وہ دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہاں شروع سورۂ مریم کی آیتیں تحریر فرمائیں جن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر پاک ہے۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عمر جب بچھتر یا اسی سال کی ہو گئی اس وقت فرزند کے لیے دعا کی۔ اس کا باعث یہ بنا کہ حضرت زکریا محراب میں جب حضرت مریم کے پاس جاتے تو وہاں گرمی کے دنوں میں جاڑے کے میوے اور جاڑوں میں گرمی کے میوے موجود پاتے' اس وقت آپ نے فرزند کے لیے دعا کی جس کا قصہ سورۂ مریم کی ابتداء میں مذکور ہے۔

"یُقَالُ رَضِیًّا مَّرْضِیًّا"...... پسندیدہ یعنی جن کو تو بھی پسند کرے اور تیرے بندے بھی ﴿عِتِیًّا﴾ (مریم:٨) ﴿عَصِیًّا﴾ (مریم:١٤)...... یہ "عَتَا"، "یَعْتُوْ" سے ہے۔ سوکھنے کی حد تک یعنی میں بڑھاپے کی وجہ سے اس منزل پر پہنچا ہوں کہ سوکھ گیا ہوں ﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّاO﴾...... عرض کیا: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا میری عورت تو بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوںO اس وقت عمر مبارک پچھتر یا اسی سال کی تھی۔

﴿ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا﴾...... حضرت زکریا نے عرض کیا کہ مجھے بچہ عطا ہوگا اس کی کوئی نشانی بتائی جائے۔ فرمایا گیا: ہر طرح ٹھیک ٹھاک رہتے ہوئے تین دن تین رات بات نہیں کر پاؤ گے۔

﴿فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّاO﴾ فَاَوْحٰی، فَاَشَارَ...... اس کے بعد وہ مسجد سے نکل کر اپنی قوم کے پاس تشریف لائے اور انہیں اشارے سے حکم دیا کہ صبح و شام تسبیح کیا کرو: ﴿یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ (الی) وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّاO﴾ (مریم:١٢-١٥)...... اے یحییٰ! کتاب مضبوطی سے تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی وہ کمال ڈر والا اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا، سرکش اور نافرمان نہ تھا، سلامتی ہو اس پر جس دن پیدا ہوا جس دن مرے گا جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

حضرت یحییٰ کی والدہ کا نام اشیاع بنت فاقوذہ تھا جو حضرت مریم کی والدہ حنہ کی بہن تھیں۔ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم سے ملیں اور انہیں اپنے حاملہ ہونے کی خبر کی، تو حضرت مریم نے فرمایا: میں بھی حاملہ ہوں، حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا: اے مریم! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ سال عمر میں بڑے تھے۔ خزائن العرفان تفسیر آل عمران زیر آیت (٤٠) یہ تحریر ہے کہ حضرت یحییٰ کے لیے دعا کرتے وقت حضرت زکریا کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کی تھی اور ان کی اہلیہ اشیاع کی عمر اٹھانوے سال کی، مگر سورۂ مریم، آیت:٨ کی تفسیر میں یہ تحریر ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک پچھتر یا اسی سال کی تھی۔ غالباً یہ اختلافات روایت کی بنا پر ہے۔

حضرت یحییٰ کو نو سال کی عمر میں یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یحییٰ سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یحییٰ عجمی ہے کہ عربی، بہر صورت یہ غیر منصرف ہے، اگر عجمی ہے تو عجمہ اور علمیت کی بناء پر اور اگر عربی ہے تو وزن فعل اور علمیت کی بناء پر، اس خادم کی رائے یہ ہے کہ عجمی ہے اس لیے کہ یہ بنی اسرائیل سے تھے اور بنی اسرائیل کی زبان عبرانی تھی ﴿حَفِیًّا﴾ (مریم:٤٧) لَطِیْفًا" سورۂ مریم ہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔ "اِنَّهٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا" بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری نے فرمایا: "لَطِیْفًا" ﴿عَاقِرًا﴾ (مریم:٥) اَلذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی" یعنی یہ صیغہ مذکر و مونث دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

بَابٌ [مریم:١٦ کی تفسیر]

﴿وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَکَانًا شَرْقِیًّا﴾ (مریم:١٦)۔ (ص ٤٨٨) اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ گئی۔

توضیح باب

یہاں سے حضرت عیسیٰ کی ولادت کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ حضرت مریم اپنے مکان میں یا بیت المقدس کی مشرقی جانب میں لوگوں

سے جدا ہو کر عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھیں اور بیچ میں ایک پردہ کر لیا۔ حضرت جبریل ایک تندرست انسان کی شکل میں ان کے پاس تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر حضرت مریم گھبرا گئیں اور فرمایا: اگر تو خدا ترس ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ حضرت جبریل نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں ایک پاکیزہ بیٹا دوں۔ حضرت مریم نے فرمایا کہ مجھے لڑکا کیسے ہوگا نہ تو مجھے کسی انسان نے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ حضرت جبریل نے فرمایا: اس کے باوجود تمہیں لڑکا ملے گا' جو لوگوں کے لیے نشانی اور رحمت ہوگا۔ یہ سن کر حضرت مریم کو اطمینان ہو گیا۔ حضرت جبرئیل نے ان کے گریبان یا آستین یا دامن یا منہ میں دم فرمایا اور وہ بہ قدرت الٰہی حاملہ ہو گئیں۔ اس وقت حضرت حضرت مریم کی عمر دس یا تیرہ سال کی تھی۔ اس کے بعد حضرت مریم بیت اللحم میں چلی گئیں ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ﴾ (آل عمران:٤٥) اور یاد کرو جب فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا کہ اللہ تم کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ الى قوله ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران:٣٣-٣٧) بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا پر چن لیا ہے۔ "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاٰلَ عِمْرٰنَ' اَلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلِ يٰسٓ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ" مراد یہ ہے کہ ان حضرات کی آل میں سے جو مومن ہیں انہیں چن لیا۔ "يَقُوْلُ ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ (آل عمران:٦٨) وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ" ...... ابراہیم سے سب سے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ مومن ہی ہیں۔ "وَيُقَالُ اٰلُ يَعْقُوْبَ اَهْلُ يَعْقُوْبَ فَاِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ رَدُّوْهُ اِلَى الْاَصْلِ قَالُوْا اُهَيْلٌ" آل یعقوب یعنی اہل یعقوب' آل کی جب تصغیر کرتے ہیں تو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں کہتے ہیں: اہیل۔ آل و اہل ہم معنی ہیں لیکن عرف عام میں اشراف کے لیے خواہ وہ دنیوی شرافت والے ہوں یا دینی آل بولتے ہیں' جیسے آل ابراہیم یا آل فرعون اور اہل عام ہے راجح قول یہ ہے کہ آل کے معنی متبع کے ہیں جس پر بارہا کلام ہو چکا ہے۔

بَابٌ [مریم:۴۲۔۴۴ کی تفسیر]

﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران:٤٢-٤٤).

اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم: بے شک اللہ نے تم کو چن لیا ہے اور تمہیں پاک کیا ہے اور تم کو دنیا کی تمام عورتوں سے منتخب کر لیا ہے۔ الی۔ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا۔ (ص ۴۸۸)

توضیح باب

جب مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو فرشتوں نے ان سے یہ خطاب کیا تھا۔ مزید یہ بھی کہا تھا: اے مریم! ماں کی فرماں برداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو' یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی آپ کی طرف اے محبوب! ہم وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت اپنے جسم اقدس کے ساتھ موجود نہیں تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہے گی اور تم ان کے پاس نہیں تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو آپ کی والدہ ماجدہ نے کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس کے احبار کے پاس رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد سے تھے اور یہ بیت المقدس کے کلید بردار تھے' چونکہ حضرت مریم ان کے امام صاحب قربان کی دختر تھیں اس لیے سب نے حضرت مریم کے لینے کی رغبت ظاہر کی جن کی تعداد ستائیس تھی۔ حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حق دار ہوں اس لیے کہ ان کی خالہ میری اہلیہ ہیں۔ فیصلہ اس پر ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے' یہ سب لوگ اپنی وہ قلمیں جن سے

توراۃ لکھا کرتے تھے لے کر دریائے اردن پر پہنچے، اپنی قلموں کو دریائے میں ڈال دیا، اوروں کے قلم نیچے بیٹھ گئے اور حضرت زکریا کا قلم اوپر تیرتا رہا اس لیے حضرت مریم ان کی پرورش میں دے دی گئیں۔ ''يُقَالُ، يَكْفُلُ، يَضُمُّ، كَفَّلَهَا، ضَمَّهَا، مُخَفَّفَةٌ لَيْسَ مِنْ كِفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا''، ''يَكْفُلُ'' کے معنی ملانے کے ہیں ''كفّلها'' کے معنی اس نے اس کو ملایا بغیر تشدید کے، یہ قرض وغیرہ کی کفالت سے نہیں ہے۔

١٨١٥- ح: [خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ]

تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں

١٨١٥- سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: دنیا کی تمام عورتوں میں بہتر مریم بنت عمران ہیں اور دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر خدیجہ ہیں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب انصار۔ باب: تزويج النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خدیجہ ص ٥٣٨ دوطریقے سے)

جلد اول میں گزر چکا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مطلق تمام عورتوں سے افضل کون خاتون ہیں۔ حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ۔ وہیں ہم نے ذکر کیا ہے کہ بہتر توقف ہے۔ رہ گئیں حضرت مریم تو بہر حال وہ اس امت کی تمام عورتوں سے افضل نہیں، ہاں! بنی اسرائیل اور اپنے عہد کی تمام عورتوں سے افضل ہیں، جو لوگ حضرت عائشہ یا حضرت فاطمہ کو تمام عورتوں سے افضل مطلقاً مانتے ہیں وہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ''نِسَائِهَا'' سے مراد حضرت خدیجہ کی حیات کی تمام عورتیں ہیں اور سیاق اس کا مؤید بھی ہے اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کے پہلے ٹکڑے میں ''خير نسائها'' سے مراد اس زمانے کی عورتیں ہیں۔

بَابٌ

[آل عمران: ٤٥-٤٧ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ ﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (آل عمران: ٤٥-٤٧). (ص ٤٨٨)

اللہ جل جلالہ کے اس ارشاد کا بیان: اور یاد کرو جب فرشتوں نے کہا مریم سے: بے شک اللہ تم کو اپنے پاس سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے دنیا و آخرت میں باوقار اور مقربین میں سے ہوگا اور گہوارے اور پکی عمر میں لوگوں سے بات کرے گا اور خواص میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا: اے میرے رب! میرے بچہ کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا: اللہ یوں ہی جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

''يَبْشُرُكِ، يُبَشِّرُكِ وَاحِدٌ ﴿وَجِيْهًا﴾ شَرِيْفًا، وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ ﴿الْمَسِيْحُ﴾ الصِّدِّيْقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَهْلُ الْحَلِيْمُ، وَالْأَكْمَهُ مَنْ يُبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ وَقَالَ غَيْرُهٗ مَنْ يُوْلَدُ أَعْمٰى يَبْشُرُكِ وَيُبَشِّرُكِ''..... مجرد اور مزید

ایک معنی میں ہے۔ "وجیھا" کے معنی شریف ہے اور ابراہیم نے کہا: "مسیح" کا معنی صدیق ہے اور مجاہد نے کہا: "الکھل" کا معنی سمجھ دار ہے اور اکمہ وہ ہے جو دن میں دیکھے اور رات میں نہ دیکھے اور ان کے علاوہ نے کہا: جو اندھا پیدا ہو۔

١٨١٦- ح: [نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ]

قریش کی عورتیں ان تمام عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوئیں۔

١٨١٦- حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ إِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَّاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهٖ وَيَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ قریش کی عورتیں ان تمام عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوئیں، بچے پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والی اور شوہر کی ملکیت کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے: مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: الی من ینکح و ای النساء خیر ص ٧٦٠، کتاب النفقات۔ باب: حفظ المراۃ زوجھا ص ٨٠٨، مسلم)

احناہ علی طفل

قیاس یہ چاہتا ہے کہ فرمایا جاتا: "اَحْنَاهُنَّ" لیکن اہل عرب خلاف قیاس ایسے موقع پر ہمیشہ واحد مذکر کی ضمیر لاتے ہیں اور مرجع اپنے ذہن میں متعین واحد یا خلق کو مان لیتے ہیں جیسے بولتے ہیں: "احسن النّاس وجھاً احسنه خلقاً" اور یہی تقریر "اَرْعَاهُ" میں ہے۔

یہ دونوں چیزیں عورت کی اعلیٰ صفات میں سے ہیں: اولاد پر شفقت اور شوہر کے مال کی حفاظت، اس میں خیانت نہ کرنا، یہ عورت کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

یقول ابو ہریرۃ

یہ حضرت ابو ہریرہ نے دفع دخل مقدر فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ قریش کی عورتیں اس ارشاد کے بموجب حضرت مریم سے بھی افضل ہیں، اس لیے کہ یہاں قریش کی عورتوں کی برتری صرف ان عورتوں پر بیان کی گئی ہے جو اونٹوں پر سوار ہوئیں یعنی عرب کی عورتیں اور حضرت مریم اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔ اس لیے وہ اس کے تحت داخل نہیں اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی تھا کہ حضرت مریم کی فضیلت اور برتری تمام عورتوں پر مطلقاً ہے۔ غالباً امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے مگر بہ نظر دقیق یہ صحیح نہیں اس لیے کہ یہ متفق علیہ ہے کہ یہ امت بحیثیت مجموعی اگلی امتوں سے افضل ہے۔

بَابٌ [النساء: ١٧١ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَكِيْلًا﴾ (النساء: ١٧١) (ص ٤٨٨)

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو اس کے قول "وکیلا" تک۔

توضیح باب

یہاں اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہیں اور "غلو" سے مراد حد سے آگے بڑھنا ہے۔ نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں غلو کرنے کا معنی یہ تھا کہ نصاریٰ میں یعقوبیہ فرقے والے حضرت عیسیٰ کو اللہ کہتے تھے اور نسطوریہ فرقہ والے اللہ کا بیٹا اور مرقوسیہ کہتے تھے کہ تین خداؤں میں سے ایک ہے اور یہود کا غلو یہ تھا کہ یہ بے ایمان یہ کہتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی نہیں تھے۔

قَالَ اَبُوْعُبَیْدَةَ ﴿كَلِمَتُهٗ﴾ كُنْ فَكَانَ وَقَالَ غَیْرُهٗ ﴿وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهٗ رُوْحًا ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَةٌ﴾.

ابوعبیدہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے کلمہ ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اسباب عادیہ کے برخلاف ان کو لفظ کن سے پیدا فرمایا۔ (یعنی بغیر باپ کے) اور ان کے علاوہ نے کہا کہ ''رُوْحٌ مِّنْهُ'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرمایا اور انہیں روح کر دیا اور یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔

١٨١٧- ح: [مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ]

جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (الخ)

١٨١٧- حَدَّثَنِیْ جُنَادَةُ بْنُ اَبِیْ اُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰی عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰی مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ قَالَ الْوَلِيْدُ وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ اَيُّهَا شَاءَ.

(مسلم۔ کتاب الایمان، نسائی۔ کتاب التفسیر۔ عمل الیوم واللیلۃ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور بے شک عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جنہیں مریم کی طرف القاء فرمایا اور اس کی روح، اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا جو بھی اس کا عمل ہو یا اس کے عمل کے مطابق، دوسرے طریقے میں یہ ہے: آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو۔

علی ما کان من العمل

''علی ما کان من العمل'' کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ جب اس کا ایمان صحیح ہے تو بہر حال وہ جنت میں داخل ہوگا خواہ دخول اوّلی ہو یا ثانوی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ عمل کے مطابق وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی اگر وہ کسی گناہ کے سبب جہنم میں نہیں گیا تو ابتداءً ہی جنت میں جائے گا اور اگر وہ کسی گناہ کا مرتکب ہے اور اسے معافی نہیں ملی تو اس کے مطابق جہنم میں سزا بھگت کر پھر جنت میں آئے گا۔

بَابٌ

[سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ (مریم:١٦). (ص٤٨٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے اہل سے ایک کنارے ہو کر جانب مشرق چلی گئیں۔

اِعْتَزَلَتْ، نَبَذْنَاهُ اَلْقَيْنَاهُ ﴿شَرْقِيًّا﴾ (مریم:١٦)

علیحدہ ہوگئی ''نبذناہ'' کے معنی ہیں: اس کو ڈالا ''شرقیا''

مِمَّايَلِي الشَّرْقَ ﴿فَاَجَاءَهَا﴾ (مریم:٢٣) اَفْعَلَ مِنْ جِئْتُ وَيُقَالُ اَلْجَاهَا اِضْطَرَّهَا ﴿تُسَاقِطْ﴾ (مریم:٢٥) تُسْقِطُ ﴿قَصِيًّا﴾ (مریم:٢٢) قَاصِيًا.

مشرق جانب ''اجاءَ ھا'' جئت کا باب افعال ہے اور ایک قول یہ ہے کہ انہیں مجبور کر دیا ''تساقط'' کے معنی ہیں: گرائے گی ''قصیًّا'' کے معنی ہیں: دور آخری حد۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَسِيًّا﴾ (مریم:٢٣) لَمْ اَكُنْ شَيْئًا وَقَالَ غَيْرُهُ اَلنَّسِيُّ الْحَقِيرُ وَقَالَ اَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ اَنَّ التَّقِيَّ ذُوْنُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ ﴿اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم:١٨) وَقَالَ وَكِيعٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ ﴿سَرِيًّا﴾ (مریم:٢٤) نَهْرٌ صَغِيرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''نسیًّا'' کے معنی ہیں: میں کچھ نہ ہوتی۔ ان کے علاوہ اور لوگوں نے کہا: حقیر چیز اور ابووائل نے کہا: جب مریم نے جبریل سے کہا: تھا اگر تو متقی ہے تو ان کو یقین تھا کہ متقی عقل والا ہوتا ہے۔ حضرت براء سے مروی ہے کہ ''سَرِیًّا'' کے معنی سریانی زبان میں چھوٹی نہر کے ہیں۔

١٨١٨- ح: [وَصْفُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى]

حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے حلیے

١٨١٨- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَاِبْرَاهِيمَ فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰى فَاٰدَمُ جَسِيْمٌ سَبِطٌ كَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا لیکن عیسیٰ تو وہ سرخی مائل رنگ کے گھونگریالے بال والے چوڑے سینے والے ہیں لیکن موسیٰ تو گندم گوں، بھاری جسم والے، سیدھے بال والے ہیں گویا وہ زط کے افراد میں سے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر سے روایت کیا، اس پر سارے محدثین نے ان کی تغلیط کی ہے حقیقت میں یہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔

زط

ہندوستانی قوموں میں سے ایک قوم کا نام ہے، غالبًا یہ جاٹ کا معرب ہے۔

١٨١٩- ح: [تَذْكِرَةُ الدَّجَّالِ]

دجال کا تذکرہ

١٨١٩- عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِئَةٌ وَاَرَانِي اللَّيْلَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا تَرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَاَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا اَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ بِابْنِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا تذکرہ کیا، فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں سنو بے شک مسیح دجال داہنی آنکھ کا کانا ہے گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے (گویا اس کی آنکھ انگور ہے بے روشنی کے) اور آج رات میں نے خواب میں کعبہ کے پاس دیکھا کہ ایک صاحب گندم گوں، لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ان کی کاکل شانوں کے درمیان لہرا رہی ہے سیدھے بال والے، ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اپنے ہاتھوں کو دو صاحبوں کے کندھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ مسیح ابن مریم ہیں پھر میں نے ان کے پیچھے ایک

قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: الجعد ص ٨٧٦، کتاب التعبیر۔ باب: رؤیٰ اللیل ص ١٠٣۔ باب: الطواف للکعبۃ ص ١٠٤٠، کتاب الفتن باب: ذکر الدجال ص ١٠٥٥؛ مسلم۔ کتاب الایمان۔ کتاب الفتن)

شخص کو دیکھا گھونگریالے الجھے ہوئے بالوں والا، داہنی آنکھ کا کانا، جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان کی بہ نسبت ابن قطن کے زیادہ مشابہ ہے اپنے ہاتھوں کو ایک شخص کے کندھوں پہ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مسیح دجال ہے۔

اَعْوَرُ

بخاری کی روایات میں یہی ہے کہ دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی مگر مسلم اور ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ علماء نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں عیبی ہوں گی۔

طافية

یاء کے ساتھ "طفوٌ" سے 'پانی پر اُبھرنا' اب اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی آنکھ بہ نسبت دوسری کے ابھری ہوگا۔ "طافئة، طفی، یطفی، طفوا" سے مہموز اللام بجھنے کے معنی میں بے نور ہوگی، بغیر روشنی کے ہوگی۔ اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بہ طریق سالم تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے جس کی ابتداء یوں ہے: بخدا! نبی ﷺ نے عیسیٰ کو احمر نہیں کہا ہے بلکہ آدم فرمایا ہے (یعنی گندم گوں)، البتہ مسیح دجال کو احمر کہا ہے۔

اقول وهو المستعان: معراج کی احادیث میں حضرت عیسیٰ کو احمر کہا گیا ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خالص سرخ رنگ نہیں تھے آپ کا اصل رنگ گندم گوں تھا یعنی سفید جس میں سرخی جھلکتی تھی، رہ گیا دجال تو وہ سرخ رنگ کا ہوگا، چھچھوندر کے بچوں کے مثل۔ "قال الزهری رجلٌ من خزاعة هلك في الجاهلية" امام زہری نے کہا کہ ابن قطن خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں مر گیا۔

ابن قطن

اس کا نام عبدالعزّیٰ تھا، یہ ہالہ بنت خویلد کے بطن سے تھا، جو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حقیقی بہن تھیں، یہ زمانہ جاہلیت میں کفر پر مرا۔

١٨٢٠- ح: [اَلْاَنْبِيَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ]

انبیاء علاتی بھائی ہیں

١٨٢٠- اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْاَنْبِيَاءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں ابن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں، انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

دوسری روایت میں یوں ہے "اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ" انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے یعنی سب کے بنیادی عقائد متحد ہیں اور فروع میں اختلافات ہیں۔

١٨٢١- ح: [رَاٰى عِيْسٰى]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو

[رَجُلًا يَّسْرُقُ]　چوری کرتے دیکھا

۱۸۲۱- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰى عِيْسٰى رَجُلًا يَّسْرُقُ فَقَالَ لَهٗ اَسَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسٰى اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ كَذَّبْتُ عَيْنِيْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا: تم نے چوری کی ہے؟ تو اس نے کہا: ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میری آنکھ نے مجھے غلط دکھلایا۔

(مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ کتاب القضاۃ' ابن ماجہ۔ کتاب کفارات' مسند امام احمد۔ ۳۔ ۸۳۔ ۳۱۴)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود ملاحظہ فرمایا تو محض چور کے انکار سے کیسے جھٹلا دیا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ بہ ظاہر سرقہ ہو اور حقیقت میں یہ اسی کا مال ہو یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمان کی قسم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ایسا فرمایا' جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو یہ جائز نہیں کہ محض اپنے علم پر فیصلہ کرے اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں۔

۱۸۲۲- ح: [لَا تُطْرُوْنِيْ]　میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو

۱۸۲۲- اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا منبر پر فرماتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: میری تعریف میں حد سے آگے نہ بڑھو جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں حد سے آگے بڑھ گئے میں اللہ کا بندہ ہی ہوں (اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں) اس لیے تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

(دارمی۔ کتاب الرقاق' مسند احمد بن حنبل۔ ج ۱ ص ۲۳)

یعنی میری مدح میں وہ باتیں نہ کہو جو مجھ میں نہیں مثلاً اللہ یا اللہ کا بیٹا نہ کہو جیسا کہ تشبیہ سے ظاہر ہے لیکن میرے اندر جو فضائل و کمالات واقعی ہیں ان کو بیان کرو۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حقیقت میں جو فضائل و کمالات اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے وہ بھی بیان نہ کرو ان کو بیان کرنا حد سے آگے بڑھنا نہیں' اسی کو عارف جامی نے اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے: ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ؎

مخواں اورا خدا از بہر حفظ دیں و پاس شرع　دیگر ہرچہ خواہی اندر مدحش املا کن

اور علامہ بوصیری نے لکھا: ؎

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ　وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمْ

نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا اسے چھوڑ دو اس کے علاوہ ان کی تعریف میں جو چاہو کہو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (ص ۴۹۰)

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے اترنے کا بیان

۱۸۲۳- عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. (مسلم۔ کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم سے ہوگا۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قرب قیامت میں پھر تشریف لائیں گے۔ سات سال یا نو سال تشریف رکھیں گے، شادی بھی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور ہماری شریعت کے مطابق عمل فرمائیں گے اور اسی کی تبلیغ کریں گے اور ایک روایت کے مطابق چالیس برس زندہ رہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے، وہاں دفن ہوں گے۔

امامکم منکم

اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ امام اس امت کا کوئی فرد ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مسلم[1] میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ سے عرض کیا جائے گا کہ آپ نماز پڑھایئے، تو فرمائیں گے: نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہے۔

بَابُ مَاذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (ص ۴۹۰)

بنی اسرائیل کے بارے میں کیا ذکر کیا گیا ہے

۱۸۲۴- ح: [اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ مَاءً وَنَارًا]

دجال کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی

۱۸۲۴- قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ (اِلٰى اَنْ قَالَ) فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا وَاَوْقِدُوْا فِيْهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَامْتُحِشَتْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ

عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہ فرمائیں گے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دجال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، جسے لوگ دیکھیں گے کہ وہ آگ ہے ٹھنڈا پانی ہوگا اور جسے لوگ دیکھیں گے کہ یہ ٹھنڈا پانی ہے وہ جلانے والی آگ ہوگی، تم میں سے جو اسے پائے تو اس میں جائے جسے دیکھ رہا ہے کہ وہ آگ ہے کیوں کہ وہ میٹھا پانی ہے، نیز انہوں نے کہا: میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ ایک شخص کی موت کا وقت قریب ہوا، جب وہ زندگی سے مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے اہل کو وصیت کی کہ میں جب مر جاؤں تو میرے لیے بہت زیادہ لکڑیاں جمع کرنا اور اس پر آگ جلا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میں جل جاؤں تو اسے لے لو اور اسے پیس ڈالو، پھر جب

[1] مسلم۔ باب: نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ ج ۲ ص ۸۷

مِنْ خَشْيَتِكَ وَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو وَاَنَا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا.

(بخاری۔ کتاب الفتن۔ ج۲ ص۴۹۵۔ ص۱۰۵۶)

کسی دن تیز ہوا ہو تو اسے سمندر میں ڈال دو' اس کے اہل نے ایسا ہی کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع فرمایا اور اس سے دریافت فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: تیرے ڈر سے' پھر اللہ اسے بخش دیا۔ عقبہ بن عمرو نے کہا: میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اور یہ کفن چور تھا۔

قال عقبة بن عمرو

یہ حضرت ابو مسعود فزاری بدری رضی اللہ عنہ ہیں' یہ اخیر والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

١٨٢٥- ح: [كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ]

بنی اسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے

١٨٢٥- سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(مسلم۔ کتاب المغازی' ابن ماجہ۔ کتاب الجہاد)

ابو حازم نے کہا: میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا' میں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل پر ان کے نبی حکمرانی کرتے تھے۔ جب ایک نبی چلا جاتا تو اس کی جگہ دوسرے تشریف لاتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفاء ہوں گے اور بہ کثرت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا: اس وقت کے لیے ہمیں کیا حکم دیتے ہیں یارسول اللہ؟ فرمایا: سب سے پہلے والے کی بیعت پر قائم رہو' ان کو ان کا حق دو' بے شک! اللہ ان سے سوال فرمائے گا اس کے بارے میں جو سلوک انہوں نے اپنی رعایا سے کیا ہوگا۔

خلفاء یہ خلیفہ کی جمع ہے' اس سے مراد متغلبین ہیں اس لیے کہ ایک وقت میں چند خلیفہ برحق نہیں ہو سکتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع فتنہ اور قیام امن کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس کی بیعت کرلو اسی کو نباہو' گروہ کوئی کجروی کریں گے تو اللہ عزوجل ان سے مواخذہ فرمائے گا۔

١٨٢٦- ح: [لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ]

تم لوگ اپنے اگلوں کے طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے

١٨٢٦- عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے اگلوں کے طریقے کی ضرور پیروی کرو گے بالشت کے برابر اور ہاتھ کے برابر یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم لوگ بھی اس میں ضرور گھسو گے' ہم نے عرض

الـلّٰـهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ.
کیا: یارسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ؟ فرمایا: پھر کون؟

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاعتصام۔ باب: قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لتتبعن سنن من کان قبلکم ص ۱۰۸۸)

جحر ضبّ

گوہ کے سوراخ کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ بہت تنگ اور ردی ہوتا ہے' مراد مبالغہ ہے یعنی تم لوگ یہود و نصاریٰ کی پوری پوری پیروی کرو گے اور چھوٹی سے چھوٹی اور نیچ سے نیچ جو حرکت یہود و نصاریٰ سے سرزد ہوئی ہے وہ کرو گے۔

اس پر یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے انبیائے کرام کو قتل کیا' کتاب اللہ میں تحریف کی' اس امت میں نہ نبی ہوئے نہ ان کے قتل کا کسی نے ارتکاب کیا اور کتاب اللہ بحمدہٖ تعالیٰ آسمانی نزول کے ساتھ محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اتباع صرف معاصی میں مراد ہے کفر میں نہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو اس امت میں بھی ایسے نیچ ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگرچہ اس امت میں انبیاء نہیں ہوئے مگر وارثین انبیاء ہوئے اور ظالموں نے انہیں شہید کیا' مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت امام حسین اور ان کے رفقاء حضرت سعید بن زبیر' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اور کتاب اللہ میں تحریف لفظی تو نہ کر سکے مگر تحریف معنوی کی بہت کوششیں کیں۔

۱۸۲۷- ح: [كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهٗ فِيْ خَاصِرَتِهٖ]
ام المومنین کولھے پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں

۱۸۲۷- عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهٗ فِيْ خَاصِرَتِهٖ وَتَقُوْلُ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهٗ.

مسروق ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کولھے پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں' فرماتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے تھے۔

اس روایت میں یہاں یہ مطلق ہے نماز کی تخصیص نہیں' اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ کولھے پر ہاتھ رکھنا مطلقاً مکروہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یہود کا طریقہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ شیطان جب مردود بارگاہ ہوا تو کولھے پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر آیا تھا' نیز یہ متکبرین کا طریقہ ہے' اگرچہ دوسری روایتوں میں فی الصلوٰۃ کی تخصیص آئی ہے جیسا کہ ابونعیم اور اسماعیل کی روایت میں ہے۔

۱۸۲۸- ح: [حَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ]
بنی اسرائیل کی روایتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں

۱۸۲۸- عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری جانب سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کی روایتیں بیان کرو اور کوئی حرج نہیں اور جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

''ایـة'' کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں اور شرع میں اس کا اطلاق قرآن مجید کے جز پر بھی ہوتا ہے۔ یہاں معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے' سباق اس کا مقتضی ہے' مراد یہ ہے کہ میرے ہر قول و فعل و ارشاد کی تبلیغ کرو اگرچہ وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

حدثوا عن بنی اسرائیل

مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے احوال یا علماء بنی اسرائیل کی مرویات جو ہماری شریعت کے مزاحم نہ ہوں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں' اس سے ثابت ہوا کہ اسرائیلیات بیان کرنا جرم نہیں' اس سے شبلی وغیرہ مدعیان علم کی دیانت ظاہری ہوگئی کہ انہوں نے امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کی مرویات پر یہ طعن کیا کہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے۔

ومن كذب

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العلم میں پانچ صحابہ کرام سے روایت کیا: حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت انس' حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور جنائز میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اور عبداللہ بن عمرو سے اور مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے۔ اس طرح بخاری ہی میں آٹھ صحابہ کرام سے مذکور ہے۔ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ کرام سے مروی ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ دو سو صحابہ کرام سے مروی ہے' اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید مذکور نہیں' صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث متواترہ ہے جیسا کہ ہم نے نزہۃ القاری' ج ا ص ۵۷۳' رقم: ۸۰ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

١٨٢٩- ح: [اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَخَالِفُوْهُمْ]

یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو

١٨٢٩- قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود و نصاریٰ رنگتے نہیں تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔

مراد یہ ہے کہ سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو کسی چیز سے رنگ لیا کرو مثلاً کسم یا مہندی سے اس لیے کہ یہود و نصاریٰ رنگتے نہیں۔ نیز مراد یہ ہے کہ کالا رنگ چھوڑ کر' کالے خضاب کی ممانعت کی متعدد حدیثیں ہیں اس لیے یہ جائز نہیں' رنگنا اس کے معارض نہیں کہ سفید بالوں کے اکھاڑنے سے منع فرمایا' اکھاڑنا اور بات ہے رنگنا اور بات۔

بَابُ حَدِيْثُ اَبْرَصَ وَاَعْمٰى وَاَقْرَعَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل کے کوڑھی' اندھے اور گنجے کا واقعہ

١٨٣٠- ح: [قِصَّةُ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى]

ابرص' اقرع اور اعمیٰ کے قصے

١٨٣٠- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلَاثَةً فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى بَدَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِيَ النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ فَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے: بنی اسرائیل میں ایک سفید داغ والا ایک گنجا اور ایک اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانا چاہا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ سفید داغ والے کے پاس آیا اور پوچھا: تمہیں کیا سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اچھا رنگ اچھی کھال' لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو سفید داغ دور ہو گیا اور اسے اچھا رنگ اور اچھی کھال

وَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ فَقَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَکٌّ فِیْ ذٰلِکَ اَنَّ الْاَبْرَصَ اَوِ الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلَ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرَ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ یُبَارَکُ لَکَ فِیْهَا قَالَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَیَذْهَبُ هٰذَا عَنِّیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ یُبَارَکُ لَکَ فِیْهَا وَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ یَرُدُّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْغَنَمُ فَاَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَکَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْاِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ تَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِکَ اَسْاَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَیْهِ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ الْحُقُوْقَ کَثِیْرَةٌ فَقَالَ لَهٗ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذِرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰهُ اِلٰی مَا کُنْتَ وَاَتَی الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَیْهِ هٰذَا فَقَالَ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰهُ اِلٰی مَا کُنْتَ وَاَتَی الْاَعْمٰی فِیْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ وَابْنُ سَبِیْلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِکَ اَسْاَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْکَ بَصَرَکَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ قَدْ کُنْتُ اَعْمٰی فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِیْ وَفَقِیْرًا فَاَغْنَانِی اللّٰهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَحْمَدُکَ الْیَوْمَ لِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِکْ مَالَکَ فَاِنَّمَا

دی گئی، پھر فرشتے نے پوچھا: کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ یا کہا: گائے۔ راوی حدیث اسحٰق بن عبداللہ نے شک کیا کہ ابرص اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائے۔ اسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی۔ فرشتے نے دعا کی: تیرے لیے اس میں برکت ہو، اور فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا: تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اچھا بال اور یہ کہ گنجا پن چلا جائے، لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اس کا گنجا پن دور ہو گیا اور اسے عمدہ بال دیا گیا۔ فرشتے نے پوچھا: کون سا مال تجھے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: گائے تو اسے فرشتے نے گابھن گائے دی اور کہا: تجھے اس میں برکت ہو، اور اندھے کے پاس آیا اور کہا: کیا چیز تجھے سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ میری آنکھ مجھے لوٹا دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں؟ فرشتے نے ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی آنکھ لوٹا دی، فرشتے نے پوچھا: کون سا مال تجھے سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکری۔ فرشتے نے اسے گابھن بکری دی، اس کے بعد ان دونوں نے بچے دیے اور اس نے بچے دیئے، اس کے لیے ایک میدان اونٹوں سے بھر گیا اور اس کے لیے ایک میدان گایوں سے بھر گیا اور اس کے لیے ایک میدان بکریوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد فرشتہ سفید داغ والے کے پاس اس کی صورت اور ہیئت میں آیا اور کہا: میں مسکین ہوں سفر کے اسباب منقطع ہو گئے ہیں، آج صرف اللہ پھر تیری مدد ہی سے گھر تک پہنچ سکتا ہوں، تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تم کو اچھا رنگ اور اچھی کھال عطا کی اور اونٹ عطا فرمایا کہ میرے سفر کا بندوبست کر دو۔ اس نے کہا: حقوق بہت ہیں۔ اب فرشتے نے اس سے کہا: میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو سفید داغ والا نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے، فقیر تھا تجھے اللہ نے عطا فرمایا اس نے کہا: میں تو باپ دادا سے اس کا وارث ہوں، فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کر دے، پھر فرشتہ گنجے کے پاس اس کی شکل و حالت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو ابرص سے کہا تھا اس نے بھی وہی جواب دیا جو ابرص نے دیا تھا، فرشتے

اُبْتُلِيتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ.

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: لایقول ماشاء اللّٰہ وشئت ص ۹۸۴، مسلم۔ آخر کتاب)

نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پہلی حالت پر کر دے، پھر فرشتہ اندھے کے پاس اس کی شکل وحالت میں آیا اور کہا: میں مسکین شخص ہوں اور مسافر، سفر کے وسائل سے محروم ہوں، آج صرف اللہ اور پھر تیری مدد ہی سے گھر پہنچ سکتا ہوں، اس کے نام پر جس نے تیری نظر لوٹائی تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں کہ اپنی منزل تک پہنچ جاؤں، اس نے کہا: میں نابینا تھا، اللہ نے میری بینائی لوٹا دی۔ محتاج تھا اللہ نے مجھے مال دار کر دیا جو چاہے لے لے۔ بخدا! اللہ کے لیے جو تو لے گا، لے گا جو چھوڑ دے اس پر تیری ستائش نہیں کروں گا کہ بڑا اچھا آدمی تھا کل نہیں لیا، فرشتے نے کہا: اپنا مال اپنے پاس رکھ تم تینوں کی آزمائش ہوئی ہے، اللہ تجھ سے راضی اور تیرے ان دو ساتھیوں سے ناراض ہوا۔

بدا اللّٰہ

ہمزہ کے ساتھ یعنی اللہ نے ارادہ فرمایا جیسا کہ مسلم میں ہے "اراد اللّٰہ" اور ایک روایت "بدا" بھی ہے الف کے ساتھ "بدا" سے ظاہر ہونے کے معنی میں، یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ کے حکم میں اس بات کا ظاہر ہونا ثابت ہو چکا تھا اس کو ظاہر کرنا چاہا۔

قذرنی

یعنی لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ کرمانی نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے "قذرونی الناس" یہ ایسا ہی ہے جیسے بولتے ہیں "اکلونی البراغیث" مطلب یہ ہوا کہ جب فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل کو واحد لانا ضروری ہوتا ہے اگرچہ فاعل جمع ہو اور یہاں جمع لائے ہیں اس کے باوجود کہ "الناس" اسم ظاہر ہے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ عرب کی بعض لغات میں یہ جائز ہے۔

ھو شك فی ذلك

یعنی ابرص یا اقرع میں سے ایک نے اونٹ اور دوسرے نے گائے طلب کی تھی۔ کسی راوی سے شک ہو گیا کہ ان میں سے کس نے اونٹ مانگا تھا اور کس نے گائے۔ مسلم میں ہے کہ یہ شک اسحاق بن عبداللہ سے ہوا تھا۔

ناقة عشراء

یعنی جس نے اونٹ مانگا تھا اس کو دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی اونٹنی دی گئی جو جلد ہی بچہ دینے والی تھی اس لیے کہ اونٹنی کی مدت حمل دس ماہ ہے۔

شاة والدا

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایسی بکری دی جس کے بچے تھے یا وہ ایسی حاملہ تھی جو قریب الولادت تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ بہ کثرت بچے دینے والی تھی۔ "شاۃ" کی صفت "والدا" مذکر لائے اس لیے کہ شاۃ مذکر ومؤنث دونوں مستعمل ہے۔

فانتج هذان

یعنی اونٹ اور گائے والوں کے بچے ہوئے' باب افعال سے اس کا استعمال قلیل ہے اور فصیح ''نَتَجَ النَّاقَةُ'' ہے یعنی اونٹنی بچہ والی ہوئی۔

ولد هذا

لام کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے یعنی بکری والا بچوں والا ہوا۔ ''لااحمدك اليوم لشيئٍ'' قاضی عیاض نے فرمایا کہ بخاری کی تمام روایات ''لااحمدك'' ہی ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہاں ''ترك'' محذوف ہے' عبارت یہ ہوئی ''لااحمدك على ترك شيئٍ تحتاج الىّ من مالي'' یعنی میرے مال میں سے جس کا تو محتاج ہے اس کے نہ لینے پر میں تیری حمد نہیں کروں گا یعنی لے لے تو میں تیرا مشکور ہوں گا۔ ویسے کریمہ کی روایت میں اور مسلم کی اکثر روایت میں ''لااجهدك'' ہے یعنی مجھ سے جو تو مانگتا ہے اس کے لوٹانے میں تجھ پر کوئی سختی نہیں کروں گا یعنی تو جتنا چاہے لے لے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ ''لااحمّدك'' میم کی تشدید کے ساتھ باب تفعیل سے ہو یعنی تو میرا مال جتنا لے لے گا اس پر میں تجھ سے شکریہ کا طالب نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابٌ [الکھف:۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ (الکہف:۹). (ص ۴۹۲)

کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔

توضیح باب

''کهف'' معنی غار کھوہ ''رقيم'' معنی جنگل کا کنارہ۔

اصحاب کہف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل گمراہ ہو گئے' خود بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ ان ایام میں دقیانوس ایک بہت بڑا شہر تھا' وہاں کا بادشاہ دقیانوس نام کا بہت ظالم اور جابر تھا' جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اسے قتل کروا دیتا۔ اسی شہر میں اصحاب کہف معززین ورؤسا میں اہل ایمان خدا ترس تھے' یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لیے شہر سے بھاگے اور ایک پہاڑی کی کھوہ میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں انہیں نیند آ گئی اور سب بے خبر سو گئے۔ دقیانوس کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ غار کے منہ پر دیوار چن دی جائے جس کی وجہ سے یہ لوگ وہیں مر کر رہ جائیں اور یہی غار ان کی قبر ہو جائے۔ عمال حکومت میں جن لوگوں کے سپرد یہ کام تھا ان میں ایک نیک آدمی بھی تھا' اس نے ان کے ناموں کو رانگ کی تختی پر کندہ کرا کے تانبے کے صندوق میں بند کر کے اس دیوار کی جڑ میں دفن کرا دیا اور اسی قسم کی تختی شاہی خزانہ میں بھی رکھوا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس مر گیا' یہ لوگ تین سو سال تک سوتے رہے' زمانہ بدلتا گیا' حکومتیں الٹ پلٹ ہوتی رہیں' پھر اس ملک کا بادشاہ ایک نیک شخص بیدروس نام کا ہوا جس نے اڑسٹھ سال حکومت کی۔ اس کے عہد میں ملک میں فرقہ بندی ہو گئی' کچھ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر ہو گئے' قیامت کا انکار کیا۔ بادشاہ دل برداشتہ ہو کر گھر میں بیٹھ گیا اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی: یارب کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے ان منکروں کو قیامت پر یقین حاصل ہو جائے۔ اسی زمانے میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لیے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لیے اسی

غار کو تجویز کیا اور دیوار گرا دی مگر دیوار گرنے کے بعد دیوار گرانے والوں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب بھاگ گئے۔

اصحاب کہف اب جاگ پڑے، بہت خوش و خرم، چہرے شگفتہ شاداں و فرحاں، ایک نے دوسرے کو سلام کیا، پھر نمازیں پڑھیں، نماز سے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا: آپ شہر جائیے کچھ کھانے پینے کو بھی لائیے اور یہ بھی معلوم کرتے آئیے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ یملیخا شہر گئے دیکھا کہ شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامتیں ہیں شہر میں داخل ہوئے تو بالکل اجنبی لوگوں کو پایا، انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قسم کھاتے سنا، اس پر انہیں سخت تعجب ہوا، اس کے بعد وہ ایک نانبائی کی دوکان پر گئے اور کھانا خریدنے کے لیے دقیانوسی عہد کا سکہ دیا، بازار والوں نے خیال کیا ان لوگوں کو پرانا خزانہ ہاتھ آ گیا، لوگ یملیخا کو پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، حاکم نے ان سے باز پرس کی کہ تم نے یہ خزانہ کہاں سے پایا ہے۔ یملیخا نے کہا: خزانہ کہیں نہیں یہ روپیہ ہمارا ہے۔ حاکم نے کہا: یہ بات کسی طرح یقین کے لائق نہیں تم جوان ہو ہم بوڑھے ہیں، ہم نے یہ سکہ کبھی نہیں دیکھا، اس میں جو سن درج ہے تین سو سال پہلے کا ہے۔ یملیخا نے کہا: اب میں جو کچھ پوچھوں اسے صحیح صحیح بتاؤ۔ عقدہ حل ہو سکتا ہے بتاؤ دقیانوس کس حال میں ہے۔ حاکم نے کہا: آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں، صدیوں پہلے ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا ہوا تھا۔ یملیخا نے کہا: تعجب ہے ہم ابھی کل ہی اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں ہمارے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر موجود ہیں، چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں۔ حاکم اور شہر کے عمائد اور خلق کثیر غار کے دہانے پر پہنچے، لوگوں کی آواز سن کر غار کے اندر والوں نے سمجھا کہ یملیخا پکڑے گئے اور ہمیں گرفتار کرنے کے لیے یہ شاہی فوج آ رہی ہے اس پر یہ لوگ اللہ کی حمد اور شکر بجا لائے، اتنے میں یملیخا سب کو لے کر پہنچے اور سب قصہ سنایا، اس سے ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہم لوگ بحکم الٰہی مدتوں سوتے رہے ہیں اب جاگے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لیے نشانی ہوں جو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ حاکم نے اس تانبے کے صندوق کو دیکھا، اسے کھولا تو وہ تختی نکلی جس میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا نام لکھا ہوا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنا دین بچانے کے لیے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ دقیانوس نے اس دیوار کے ذریعہ غار کے منہ کو بند کر دیا۔ ہم یہ حال اس لیے لکھ دیتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگوں کو اصل حال معلوم ہو جائے، یہ تختی پڑھ کر سب کو تعجب بھی ہوا اور بے حد خوشی بھی۔ سب اللہ کی حمد و ثنا کرنے لگے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرما دی جس سے مرنے کے بعد جی کر اٹھنے پر یقین حاصل ہوتا ہے۔ حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو اطلاع دی۔ وہ اراکین اور امراء کو لے کر حاضر ہوا اور سجدۂ شکر بجا لایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔ اصحاب کہف نے بادشاہ سے مصافحہ کیا اور فرمایا: ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے، جن و انس کے شر سے بچائے، پھر سلام کر کے وہ حضرات اپنی خواب گاہ میں چلے گئے اور سو گئے، اسی حال میں اللہ نے انہیں وفات دے دی۔ بادشاہ نے ساج کے صندوقوں میں ان کے اجسام کو رکھ کر محفوظ کر دیا۔ اللہ عزوجل نے رعب سے ان کی حفاظت فرمائی، اگر بالفرض کوئی شخص غار کے منہ پر پہنچتا ہے تو ڈر کر بھاگتا ہے۔

حضرت معاویہ روم پر چڑھائی کے ایام میں ایک بار اصحاب کہف پر گزرے، انہوں نے زیارت کرنی چاہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں منع فرما دیا اور یہ آیت تلاوت کی: ''لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۝'' (الکہف:۱۸) اگر تو ان پر جھانکے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ہیبت سے بھر جائے۝ پھر ایک جماعت حضرت معاویہ کے حکم سے اندر گئی تو اللہ عزوجل کے حکم سے ایک ایسی ہوا چلی کہ جس سے یہ سب جل کر خاک ہو گئے۔

یہ لوگ غار میں طلوع آفتاب کے وقت داخل ہوئے تھے اور جب سو کر اٹھے تو آفتاب غروب کے قریب تھا، اس سے ان لوگوں

نے یہ سمجھا کہ ہم اسی دن غار میں آئے ہیں حالانکہ وہ لوگ تین سونو سال سوتے رہے' ان لوگوں کو حیرت تھی کہ ایک ہی دن میں ہمارے ناخن اور بال کیسے بڑھ گئے۔ اس سے ان لوگوں نے اندازہ لگایا کہ ہم لوگ ایک طویل مدت تک سوتے رہے۔ بر بنائے قول صحیح یہ سات حضرات ہیں جن کے ناموں میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کی بنا پر ان کے نام یہ ہیں: مکسلمینا' یملیخا' مرطونس' بینونس' ساربینونس' ذونواس' کشفیط' طونس۔ ہمارے سلسلے کے علمیات میں ان کے اسماء یہ ہیں: مکسلمینا' یملیخا' یہی زیادہ مشہور ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔

خواص

یہ اسماء لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے' سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں ہوتی' کشتی یا جہاز ان کی برکت سے غرق نہیں ہوتا' بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آجاتا ہے' کہیں آگ لگی ہو اور یہ اسماء کپڑے میں لکھ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے' بچے کے رونے' باری کے بخار' دردسر' ام الصبیان' خشکی وتری کے سفر میں جان ومال کی حفاظت' عقل کی تیزی' قیدیوں کی آزادی کے لیے یہ اسما لکھ کر بہ طریق تعویذ بازو میں باندھے جائیں۔ (تفسیر جمل)

اَلرَّقِیْم

''الکِتَابُ ﴿الْمَرْقُوْمُ﴾ (المطففین:۹) مَكْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقِيْمِ''...... رقیم کے معنی لکھی ہوئی کتاب۔ یہ ''رقم'' سے اسم مفعول ہے۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوعبیدہ نے کہا: رقم اس نالے کا نام ہے جس میں غار ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ وہ بستی کا نام ہے۔ حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ کتے کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رقیم اس چٹان کا نام ہے جس نے اس وادی کو بند کر رکھا ہے جس میں یہ غار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''رقیــــم'' بہ معنی غار کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ رانگ کی اس تختی کا نام ہے جس پر ان کے نام لکھے ہوئے تھے جو دیوار کی بنیاد میں رکھ دی گئی تھی۔

﴿رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾ (الکہف:۱۴) اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا...... یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا۔ ''لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا'' (القصص:۱۰) اگر ہم اس کے دل پر صبر نہ ڈالتے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ حضرت موسیٰ کی جدائی میں اتنی بے چین تھیں کہ اگر ہم ان کے دل پر صبر نہ ڈالتے تو حضرت موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں۔

﴿شَطَطًا﴾ (الکہف:۱۴) اِفْراطًا...... حد سے آگے بڑھنا ''اَلْوَصِيْدُ الْفِنَاءُ وَجَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ الْبَابُ'' وصید کے معنی صحن کے ہیں۔ اس کی جمع وصائد اور وصُدٌ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وصید کے معنی دروازے کے ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے وصید کا ترجمہ چوکھٹ فرمایا ہے' جیسا کہ فتح الباری میں ہے: ﴿الْمُؤْصَدَةُ﴾ (البلد:۲۰) اَلْمُطْبَقَةُ اَصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ...... بند کیا ہوا گھیرا ہوا' دروازہ بند کیا ﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ (الکہف:۱۹) اَحْيَيْنَاهُمْ...... ہم نے انہیں زندہ فرمایا۔ ﴿اَزْكٰى﴾ (الکہف:۱۹) اَكْثَرُ رَيْعًا...... زیادہ سیراب کرنے والا ''فَضَرَبَ اللهُ عَلٰی اٰذَانِهِمْ فَنَامُوْا'' تو ہم نے ان کے کان پر تھپکا کہ وہ سو گئے ﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ (الکہف:۲۲) لَمْ يَسْتَبِنْ'' اٹکل' مغرب کچھ ظاہر نہیں کیا'' وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ (الکہف:۱۷) تَتْرُكُهُمْ'' تو انہیں چھوڑ دیتا ہے۔

بَابُ حَدِيْثِ الْغَارِ (ص۴۹۳)
غار کی حدیث

۱۸۳۱- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ. (مسلم۔باب:الحیوان)

کہ ایک پیاس سے جان بلب کتا ایک کنویں کے مان کے اردگرد گھوم رہا تھا۔ بنی اسرائیل کی زانی عورتوں میں سے ایک عورت نے دیکھا اور اس نے اپنا موزہ نکالا اور اسے پانی پلا دیا تو اللہ نے اسے بخش دیا۔

کتاب الطہارۃ میں اس قسم کا ایک قصہ مرد کے بارے میں بھی مروی ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں دو قصے ہیں۔

۱۸۳۲- ح: عورتوں کا بال کے ساتھ دوسرا بال ملا کر گوندھنے کا حکم

۱۸۳۲- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ وَكَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ.

حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو منبر پر کہتے ہوئے یہ سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا اور بالوں کا ایک گچھا لیے ہوئے تھے جو ان کے محافظ کے ہاتھ میں تھا۔ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے' حضور اس سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ بنالیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب اللباس۔ باب: الوصل فی الشعر ص ۸۷۸' مسلم۔ کتاب اللباس' ابوداؤد۔ کتاب الترجل' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ کتاب الزینۃ)

مراد یہ ہے کہ بالوں میں دوسرے بال ملا کر بالوں کو بڑھایا جائے جیسا کہ اس کی تشریح اخیر باب میں حضرت سعید بن مسیّب کی حدیث میں آرہی ہے۔

عام حج

اس سے مراد ان کا اخیر حج ہے جیسا کہ سعید بن مسیّب کی حدیث میں ہے: "اٰخِرِ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا" اخیر مرتبہ جب مدینہ آئے تھے یہ ۵۱ھ میں ہوا تھا۔

اين علماء كم

اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ علماء کیوں امر بالمعروف سے غافل ہو گئے اور عوام کو چھٹی دے دی کہ جو چاہیں کریں۔

۱۸۳۳- ح: [اِنَّهٗ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضٰى قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ] اگلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جنہیں الہام ہوتا تھا

۱۸۳۳- عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضٰى قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے گزری ہوئی امتوں میں وہ لوگ ہوتے تھے جنہیں الہام ہوتا تھا اگر میری اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب

وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. ہیں۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب عمر ص ۵۲۱' نسائی۔ کتاب المناقب)

محدَّثون

محدث کے معنی وہ شخص جسے صحیح الہام ہو یہ اولیائے کرام کے مراتب میں سے بہت بڑا مرتبہ ہے۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ جس کی زبان پر ہمیشہ صحیح بات جاری ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جس سے فرشتے بات کریں۔ مناقب میں یہ ہے "یکلمون من غیر ان یکون انبیاء" جو کلام کرتے تھے حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔ اس تقریر پر "یکلمون" کی ضمیر کا مرجع ملائکہ ہیں جو اگر چہ لفظاً مذکور نہیں لیکن ذہن میں محفوظ ہیں اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتاتے تھے اور اس حدیث میں "ان" کلمہ شک کے لیے نہیں اس لیے کہ اگر ایسے اصحاب اگلی امتوں میں ہوتے تھے تو اس امت میں بھی ضرور ہیں کیونکہ یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ اب اس حدیث کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت عمر بن خطاب ضرور بالضرور اس منصب پر فائز ہیں۔ اس کی نظیر یہ ہے جیسے کسی مزدور سے کہتے ہیں: اگر تو یہ کام کر دے گا تو تجھے یہ مزدوری ملے گی۔

۱۸۳۴- ح: [رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ إِنْسَانًا فَغُفِرَ لَهُ]

ایک شخص نے سو انسانوں کا قتل کیا' پھر بھی بخش دیا گیا

۱۸۳۴- عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَوْبَةٌ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هٰذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ.

(مسلم۔ کتاب التوبہ' ابن ماجہ۔ کتاب الدیات)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو ننانوے قتل کر چکا تھا' پھر نکلا پوچھتا ہوا ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کیا اس کے لیے توبہ ہے؟ راہب نے کہا: نہیں تو اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس کے بعد پوچھتا پھرا تو کسی ایک شخص نے کہا: فلاں بستی میں جاؤ' (وہ بستی کی جانب چلا راستے میں ہی) اس کی موت آ گئی تو اس نے اپنے سینے کو بستی کی طرف کیا' اب اس کے بارے میں رحمت وعذاب کے فرشتوں نے اختلاف کیا' اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ قریب ہو جا اور اس کی طرف وحی بھیجی کہ دور ہو جا اور فرمایا کہ دونوں کے درمیان ناپو تو وہ اس بستی کی جانب ایک بالشت قریب ملا تو اسے بخش دیا گیا۔

مسلم[1] میں ہے: وہ یہ پوچھتا پھرا کہ زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے اس راہب کا پتہ بتایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کا ہے اس لیے کہ رہبانیت ان کے بعد ایجاد ہوئی ہے' راہب کے معنی ڈرنے والے عبادت گزار کے ہیں' عرف میں تارک الدنیا افراد کو کہتے ہیں۔

[1] مسلم۔ کتاب التوبہ۔ ج ۲ ص ۳۵۹

ايت قرية كذا

مسلم میں ہے کہ اس بستی میں کچھ لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ جا کر عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف مت لوٹنا اس لیے کہ وہ بُری زمین ہے' وہ چلا آدھے راستے پر پہنچا تو اسے موت آگئی۔

فاختصمت

مسلم کی روایت میں ہے کہ ملائکہ رحمت نے کہا: یہ تو توبہ کرتا ہوا آیا ہے اپنے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوا اور ملائکہ عذاب نے کہا کہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہیں کیا۔

فاوحی اللّٰہ

مسلم میں ہے کہ ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا' فرشتوں کے دونوں فریقوں نے اس کا اپنا حکم مان لیا' اس فرشتے نے یہ کہا کہ دونوں زمین کے فاصلے کو ناپو' جس کے زیادہ قریب ہو وہ اسی کا حق دار ہے۔

اِلٰی ھٰذِہٖ

پہلے "ھٰذِہٖ" سے مراد وہ بستی ہے جہاں وہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا یعنی اس بستی سے کہا گیا کہ تو کچھ قریب ہو جا اور دوسرے "ھٰذِہٖ" سے مراد وہ بستی ہے جہاں سے وہ چلا تھا تو اس سے کہا گیا: کچھ دور ہو جا۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ جس بستی کی طرف جا رہا تھا اس کا نام نصرت تھا اور جہاں سے چلا تھا اس کا نام کفر تھا۔ امام ابواللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی ان بستیوں کے یہی نام ذکر کیے ہیں۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کر دے یا حق ادا نہ کر دیا جائے' جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صاحب حق کو راضی کر کے مجرم کو بری فرما دے گا' اس کی مختلف صورتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں' صاحب حق کے گناہ مجرم پر لاد کر اور مجرم کے اعمال صالحہ صاحب حق کو دے کر یا پھر اپنی رحمت خصوصی سے صاحب حق کو انعام واکرام دے کر۔

١٨٣٥- ح: [اِشْتَرٰی رَجُلٌ عِقَارًا فَوَجَدَ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ]

ایک شخص نے زمین خریدی جس میں ایک گھڑا پایا' جس میں سونا تھا

١٨٣٥- عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِیْ اِشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّیْ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَبْتَعْ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا فَتَحَاكَمَا اِلٰی رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَیْهِ اَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ وَقَالَ الْاٰخَرُ لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ اَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقُوْا عَلٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے ایک شخص سے زمین خریدی تو جس نے زمین خریدی اس نے اس میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا' خریدار نے بیچنے والے سے کہا: اپنا سونا لے میں نے تجھ سے صرف زمین خریدی ہے سونا نہیں خریدا ہے' جس کی پہلے زمین تھی اس نے کہا: میں نے تجھے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب بیچا ہے۔ دونوں ایک شخص کے پاس معاملہ لے گئے تو اس نے کہا: تم دونوں کی اولاد ہے؟ ایک نے کہا: میرا ایک لڑکا ہے' دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے' اس نے کہا: لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور یہ سونا انہی میں خرچ کر دو

اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا. (مسلم۔ کتاب القضاء) اور صدقہ کرو۔

اسحٰق بن بشیر کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس کے پاس معاملہ لے گئے تھے وہ حکومت کی طرف سے مقرر حاکم تھا۔

اَلَکُمَا وَلَدٌ

ولد واحد ہے' دو مردوں کا ایک لڑکا کیسے ہوگا توجیہ یہ ہے کہ مراد جنس ولد ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وُلْدٌ جمع ہو۔

انکحوا

''انکحوا'' اور اسی طرح ''انفقوا'' مخاطب دو ہیں ان کے لیے جمع کا صیغہ لایا گیا' یہ بہ اعتبار ''مایؤل'' کے ہے اس لیے کہ نکاح بے دو گواہوں کے نہیں ہوسکتا' اسی طرح مال خرچ کرنے میں دو وکیل کیے جاتے ہیں اس کا لحاظ کرتے ہوئے جمع فرمایا۔

اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اس میں دفینہ ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جاہلیت کے دفینے سے ہو تو رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمان کے دفینے سے ہو تو وہ لقطہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکے تو اس کو بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور اگر بیت المال نہ ہو تو فقراء اور مساکین پر صدقہ کیا جائے گا یا مسلمانوں کے رفاہ عام کے کاموں میں صرف کیا جائے گا۔ رکاز کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے خمس سلطنت اسلام کا حق ہے اور بقیہ پانے والے کا اور اگر سلطنت اسلام نہ ہو تو خمس فقراء پر صرف کیا جائے گا یا رفاہِ عام میں خرچ کیا جائے گا۔

١٨٣٦- ح: [حَقِيْقَةُ الطَّاعُوْنِ] طاعون کی حقیقت

١٨٣٦- عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَسْاَلُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الطَّاعُوْنِ فَقَالَ اُسَامَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجُكُمْ اِلَّا فِرَارًا مِّنْهُ.

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ نے طاعون کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا یا یہ فرمایا: ان لوگوں پر بھیجا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے' جب تم سنو کہ کسی زمین میں یہ ہے تو وہاں نہ جاؤ' اور جب تم کسی زمین میں ہو اور وہاں پھیل جائے تو اس سے بھاگ کر کہیں اور نہ جاؤ۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الطب۔ باب: مایذکر فی الطاعون ص ٨٥٣' کتاب الحیل۔ باب: مایکرہ من الاحتیال ص ١٠٣٢' مسلم۔ کتاب الطب' ترمذی۔ کتاب الجنائز' نسائی۔ کتاب الطب)

طاعون

''طاعون'' ''فاعول'' کے وزن پر طعن سے مشتق ہے جس کے معنی نیزہ مارنے کے ہیں لیکن عرف عام میں اس کے معنی موت عام کے ہیں' اس کو وباء بھی کہتے ہیں اور یہ خاص بیماری کا نام ہے جس میں بغل' کنج' ران اور گلے میں گلٹیاں نکل آتی ہیں جن میں سخت سوزش اور درد ہوتا ہے جس کا اردگرد سیاہ یا سبز ہو جاتا ہے' شدید بخار ہوتا ہے' سخت گھبراہٹ ہونے لگتی ہے اور قے آنے لگتی ہے۔

رجس

دوسری روایتوں میں "رجز" ہے جس کے معنی عذاب کے ہیں، رجس کے معنی ناپاکی کے ہیں لیکن فارابی جوہری نے کہا: رجس کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے: "كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ O" (الانعام: ۱۲۵) اللہ یونہی عذاب ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں پر O

اطباء اس کا سبب ہوا کا فساد بتاتے ہیں اور جدید تحقیق کے بموجب طاعون کے کچھ جراثیم ہوتے ہیں۔ مسند امام احمد[1] میں ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَنَاءُ اُمَّتِيْ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ" میری امت کی فناء طعن اور طاعون سے ہے لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم طعن تو جانتے ہیں مگر طاعون کیا ہے؟ فرمایا: "وَخْزُ اَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَفِيْ كُلٍّ شُهَدَاءُ" تمہارے دشمن جنوں کا کونچا ہے اور سب میں شہادت ہے۔

جس زمین میں طاعون ہو وہاں جانے سے ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں فساد عقیدہ کا ڈر ہے کہ اگر خدانخواستہ ہو گیا تو آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ چھوت کی وجہ سے ہوا اور جہاں آدمی موجود ہو وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے بھاگنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس میں سنگ دلی اور بے مروتی ہے۔

قال ابو النضر لا یخرجکم اِلَّا فِرَارًا مِنْهُ

"فرارًا" میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں، اس پر تمام شارحین نے یہ اعتراض کیا کہ حدیث کے مقصود کے خلاف ہے۔ سیاق یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ وہاں سے نہ بھاگو اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے نہ نکلو مگر فرار کرتے ہوئے، اس سے اجازت ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جہاں طاعون ہو وہاں سے دوسری ضرورتوں کے لیے باہر جانا جائز ہے مثلاً جہاد، تجارت یا کسی کی ملاقات وغیرہ کے لیے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سوا فرار کے اور کسی ضرورت کے لیے جانا جائز نہیں، اسی لیے بہت سے شراح نے فرمایا کہ یہاں "اِلَّا" غلط ہے لیکن متاخرین نے فرمایا کہ جب روایت صحیح ہے تو اس کی توجیہ ضروری ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ "اِلَّا" زائد ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ فرار حال ہے۔ "لاتخرجوا" کی ضمیر سے کلمہ "اِلَّا" ایجاب کے لیے ہے استثناء کے لیے نہیں، تقدیر عبارت یہ ہے "لاتخرجوا اذا لم یکن خروجکم اِلَّا فرارًا منه" یعنی وہاں سے نہ نکلو جبکہ تمہارا نکلنا صرف فرار کے لیے ہو۔ بعض حضرات نے یہ توجیہ کی کہ ابو النضر نے "لاتخرجوا" کی تفسیر کی ہے، مراد اس سے حصر ہے یعنی جو نکلنا ممنوع ہے وہ فرار ہے نہ اور کوئی وجہ یعنی یہ معلل منہی کی تفسیر ہے نہی کی نہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ تم وہاں سے نہ نکلو یعنی فرار کی نیت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸۳۷- عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَاَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ اَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے مجھے خبر دی کہ یہ ایک عذاب ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیجتا ہے اور اللہ سبحانہ نے اسے مسلمانوں کے لیے رحمت بنایا، جس شہر میں طاعون ہو وہاں جو کوئی بھی صبر کے ساتھ ثواب کی امید پر ٹھہرے اور یقین کرے کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے تو اسے شہید کے برابر ثواب

[1] مسند امام احمد ج ۴ ص ۳۹۵

شَهِيدٍ.

ہوگا۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: اجرا الصابر فی الطاعون ص ۸۵۳' کتاب القدر۔ باب: قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ ص ۹۷۹)

۱۸۳۸- ح:

ایک نبی کو ان کی قوم نے زخمی کیا (الخ)

١٨٣٨- حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ انبیاء میں سے ایک نبی کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر لہولہان کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور کہتے جاتے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے اس لیے کہ وہ مجھے نہیں جانتی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاستتابۃ المرتدین۔ باب: ص ۱۰۲۴' مسلم۔ کتاب المغازی' ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

امام نووی نے فرمایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء متقدمین میں سے کسی کا حال بیان فرمایا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر بنی اسرائیل میں تحریر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ واقعہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی کا ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ خود حضور اقدس نے اپنا ہی حال بیان فرمایا ہو۔

۱۸۳۹- ح:

ایک شخص نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دیا جائے اور راکھ اڑا دی جائے

١٨٣٩- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوْا خَيْرَ أَبٍ قَالَ إِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ثُمَّ اسْحَقُوْنِي ثُمَّ ذَرُّوْنِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ رَحْمَةٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو اللہ نے بہت مال عطا فرمایا۔ جب اس کی موت کا وقت آن پہنچا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارا کیسا والد تھا؟ لڑکوں نے کہا: بہترین والد تھے' اس نے کہا: کہ میں نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا ہے' جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا' پھر پیس ڈالنا' پھر تیز ہوا میں خاک اڑا دینا' اس کے لڑکوں نے یہ سب کیا' اللہ عزوجل نے اس شخص کو جمع فرمایا' اور دریافت فرمایا: کس چیز نے تم کو اس پر ابھارا؟ اس نے کہا: تیرے خوف نے تو اسے رحمت نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الرقاق۔ باب: خوف من اللہ ص ۹۵۹' کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ۱۱۱۸' مسلم۔ کتاب التوبہ)

١٨٤٠- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ثُمَّ اطْحَنُوْنِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا' جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس ڈالنا پھر ہوا میں منتشر کر دینا' بخدا! اگر

ثُمَّ ذَرُّوْنِيْ فِي الرِّيْحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰهُ عَلَيَّ لَيُعَذِّبَنِّيْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ اَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهٖ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْاَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِيْ مَا فِيْكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ قَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ فَغَفَرَ لَهٗ. وَقَالَ غَيْرُهٗ خَشْيَتُكَ.

اللہ مجھ پر قدرت پا جائے گا تو مجھ پر ایسا عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں کیا ہوگا' جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ یہی کیا گیا' پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے اجزاء میں سے جو بھی تیرے اندر ہو سب کو جمع کر' اچانک وہ کھڑا تھا' اللہ عزوجل نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا جو تم نے کیا؟ اس نے عرض کیا: تیرے خوف نے اے رب۔ اللہ نے اسے بخش دیا۔ اور بعض نے ''مخافتك'' کے بجائے ''خشيتك'' کہا ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التوحید۔ باب: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص ١١١٧)

یہ حدیث بخاری میں تین صحابہ کرام سے مروی ہے: حضرت حذیفہ' حضرت ابوسعید خدری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ان سب میں کچھ تھوڑا سا ردوبدل کچھ زیادتی اور کمی ہے' سب کو ملانے کے بعد مضمون یہ ہوا کہ اگلی امتوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے کثیر مال اور اولاد عطا فرمائی تھی۔ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور گناہوں کا ارتکاب کیا تھا' مرنے کے قریب اس پر اللہ کا خوف غالب آیا کہ میرے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل مجھ پر ایسا سخت عذاب فرمائے گا کہ کسی پر نہیں فرمائے گا تو اس نے اپنے بچوں کو یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے جلا دینا پھر پیس ڈالنا اور جب تیز ہوا چلتی ہو میری راکھ سمندر میں اڑا دینا اس کے لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ الیٰ آخر الحدیث۔

١٨٤١- ح: [اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ]

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

١٨٤١- عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

حضرت ابومسعود عقبہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام نبوت سے لوگوں نے یہ پایا ہے: جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر۔

(اس کے بعد متصل بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ص ٩٠٤' ابوداؤد۔ کتاب الادب' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے ''من کلام النبوۃ الاولی'' یعنی سابق انبیائے کرام کے ارشادات میں سے یہ ہے یعنی اس ارشاد پر پہلے ہی سے اتفاق چلا آرہا ہے اور یہ عقل کے مطابق بھی ہے۔ حیاء انسان کے اعلیٰ کمالات ہی سے ہے جس کی بناء پر انسان لایعنی لغواور محرمات سے بچتا ہے اور جب حیاء نہیں ہوتی تو وہ بے تحاشا ناکردنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

١٨٤٢- ح: [رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ فِي الْاَرْضِ]

ایک شخص ازراہ تکبر اپنے تہبند کو زمین پر گھسیٹتا تھا' اسے زمین میں دھنسا دیا گیا

١٨٤٢- اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بہ ارادہ تکبر اپنے تہبند کو گھسیٹتا تھا' اسے زمین میں

مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ وَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

دھنسا دیا گیا، وہ قیامت تک تڑپتا ہوا زمین میں دھنستا رہے گا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: من جر ثوبہ ص ٨٦١ ، نسائی۔ کتاب الزینۃ)

اس امت میں اس قسم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے اس لیے متعین ہے کہ یہ واقعہ پہلی امتوں میں ہوا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کا ہو، اس طرح اس حدیث کو باب سے مناسبت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قارون ہے۔

ٹخنوں کے نیچے تک تہبند یا پاجامہ لٹکانے کی تین صورتیں ہیں:

(١) بہ نیتِ تکبر، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا، یہ حرام ہے۔ (٢) بلا نیت تکبر از راہ شوق جیسا کہ آج کل بہت سے عوام بلکہ مقررین و شعراء میں رائج ہے، یہ بھی ممنوع ہے۔ (٣) یہ کہ تہبند یا پاجامہ از خود سرک جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے کپڑے کو از راہ تکبر زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے تہبند کا ایک کونہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں تو حضور نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں جو از راہِ تکبر کرتے ہوں۔

١٨٤٣۔ ح: [فَأَخْرَجَ مُعَاوِيَةُ كُبَّةً مِّنْ شَعَرٍ]

حضرت معاویہ نے بالوں کا ایک گچھا نکالا

١٨٤٣- سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ الْمَدِيْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعَرِ.

سعید بن مسیّب نے کہا کہ معاویہ ابن سفیان جب آخری بار مدینہ آئے تو ہمیں خطبہ دیا اور بال کا ایک گچھا نکالا اور کہا: میں نہیں جانتا کہ اسے یہود کے علاوہ کوئی اور کرتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام زور رکھا ہے یعنی بال میں بال ملانا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: الوصل فی الشعر ج ٢ ص ٨٧٩)

سابقاً گزر چکا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۱ھ میں اخیر حج کیا اور مدینہ طیبہ آئے، اسی وقت یہ خطبہ دیا تھا۔ زور کے معنی فریب کے ہیں، بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملانا اور بالوں کو زیادہ تر دکھانا ضرور فریب ہے۔ یہ عادت یہودی عورتوں کی تھی، انہیں سے سیکھ کر مسلمان عورتوں میں بھی پھیل گئی تھی۔ علمائے مدینہ اس پر خاموش تھے، اس لیے حضرت معاویہ نے اس پر تقریر فرمائی۔

❁❁❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۶۱- اَبْوَابُ [كِتَابُ] الْمَنَاقِبِ (ص ۴۹۶)

فضائل کا بیان

مناقب "منقبۃ" کی جمع ہے جس کے معنی فضیلت کے ہیں' اس کی ضد "مَثْلَبَۃ" ہے جس کے معنی عیب کے ہیں۔

بَابٌ [الحجرات: ۱۳' النساء: ۱' میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا بیان]

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخ در شاخ اور قبیلہ در قبیلہ کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

وَقَوْلُهٗ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝﴾ (النساء: ۱) وَمَا يُنْهٰى مِنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اور ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو' بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۝ اور جو جاہلیت کی پکار سے منع فرمایا گیا۔

"اَلشُّعُوْبُ النَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ" شعوب دور کے نسب کو کہتے ہیں یعنی قبائل کے رؤس واصول کو جیسے "ربیعہ ومضر واوس" اور "خزرج" اور اس سے کم درجے کو قبیلہ کہا جاتا ہے جیسے قریش وتمیم۔

عرب والوں نے نسب کی تفصیلات جاننے کے لیے چھ طبقے مقرر کیے ہیں: شعب' قبیلۃ' عمارۃ' بطن' فخذ اور فصیلۃ جیسے خزیمہ شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ' لیکن اکثر بہ طریق تسامح سب پر قبیلہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

۱۸۴۴- ح: [اَلشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ] شعوب سے مراد بڑے بڑے قبائل ہیں

۱۸۴۴- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ قَالَ الشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت کریمہ: "وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا" کی تفسیر میں مروی ہے کہ شعوب سے مراد بڑے بڑے قبائل ہیں اور قبائل سے بطون مراد ہیں۔

حضرت ابن عباس ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ قبائل افخاذ کو کہتے ہیں' اس کا حاصل یہ ہوا: قبائل کے اصول ورؤس کو شعوب کہا جاتا ہے اور اس کے نیچے جو شاخیں پیدا ہو چکی ہیں ان کے اگرچہ اپنے مدارج کے اعتبار سے مختلف نام ہیں مثلاً بطن فخذ مگر سب پر قبیلہ

کا اطلاق آتا ہے۔ آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ قبائل کی تقسیم فخر ومباہات اور دوسروں کی تحقیر کے لیے نہیں بلکہ معرفت وشناخت کے لیے ہے اور مدار کرامت وعزت' تقوی ہے' پدرم سلطان بود کوئی چیز نہیں۔

۱۸۴۵- ح: [كَانَ مِنْ بَنِي مُضَرَ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مضر کی اولاد سے تھے

۱۸۴۵- حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي رَبِيبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ بِهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُضَرَ كَانَ مِنْ وُلْدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ.

کلیب نے ہمیں خبر دی انہوں نے کہا: مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ نے خبر دی' میں گمان کرتا ہوں کہ وہ زینب ہیں' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور ہری پالش کے گھڑے اور کھوکھلی کی ہوئی لکڑی کے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے برتن کے استعمال سے منع فرمایا۔ میں نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس قبیلہ کے تھے مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: تو کس قبیلہ سے تھے؟ مضر ہی کے تھے نضر بن کنانہ کی اولاد سے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ عالیہ یہ ہے: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں جو مضر کی اولاد میں سے ہیں اس لیے حضور بھی مضر کی نسل سے ہوئے۔ یہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا ہیں جو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابوسلمہ کی دختر ہیں' ان کی پرورش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اس لیے ان کو ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا گیا۔

۱۸۴۶- ح: [خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ]

جو جاہلیت میں اچھے ہیں اسلام میں بھی اچھے ہیں

۱۸۴۶- عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَيْرَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ كَرَاهِيَةً وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَيَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو کانوں کے مثل پاؤ گے' جو جاہلیت میں اچھے ہیں اسلام میں اچھے ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کریں' امارت کے معاملے میں سب سے بہتر تم ان لوگوں کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہیں اور سب سے برا اس کو پاؤ گے جو دورخا ہے ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: ماقیل فی ذی الوجھین ص ۸۹۵' کتاب الاحکام۔ باب: مایکرہ من ثناء السلطان ص ۱۰۶۴' مسلم' کتاب الفضائل)

ان دونوں حدیثوں کا مفہوم قریب قریب ایک ہی ہے' قریش کی عظمت پورے عرب کو مسلم تھی' جب تک قریش اسلام سے دور رہے اکثر عرب بھی دور رہا اور جب پورے قریش حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو پورا عرب مسلمان ہو گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل عرب کے نزدیک قریش کی سیادت مسلم تھی اور اب جب اسلام آیا تو بھی یہی صورت ہے کہ لوگ قریش کے علاوہ کسی اور کی تابعداری

قبول نہ کریں گے اس لیے دوسری حدیث میں فرمایا: ''الائمة من قريشٍ''۔

حتى يقع فيه

یعنی جو شخص امارت قبول کرنے کو ناپسند کرتا ہوا سے اگر والی بنا دیا جائے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی۔ قبول کرنے سے پہلے ناپسند کرتا تھا لیکن امیر بنائے جانے کے بعد جب اللہ کی مدد شامل حال ہوگی تو اس کی کراہیت دور ہو جائے گی۔

١٨٤٧- ح: [اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ]

امارت کے معاملہ میں لوگ قریش کے تابع ہیں

١٨٤٧- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّاْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّ النَّاسِ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الشَّاْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امارت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں، ان کا مسلمان ان کے مسلمانوں کے اور ان کا کافر ان کے کافروں کے۔ یہ لوگ کان ہیں، جو جاہلیت میں اچھے ہیں وہ اسلام میں اچھے ہیں جب دین میں سمجھ حاصل کریں، اس معاملے میں سب سے اچھا تم ان لوگوں کو پاؤ گے جو اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں یہاں تک کہ اس میں واقع ہو جائیں۔

بَابٌ (ص ٤٩٦)

١٨٤٨- ح: [﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ: ٢٣)]

باب ''مودة في القربىٰ'' کی تفسیر

١٨٤٨- عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ: ٢٣) قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا وَلَهٗ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةً بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیہ کریمہ: ''الا المودة في القربىٰ'' کی تفسیر یہ مروی ہے کہ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور کہا: اس میں قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مراد یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا لحاظ کرو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ باب: قوله الا المودة في القربىٰ ص ٧١٣، ترمذی، نسائی۔ کتاب التفسیر)

اہل عرب خصوصاً قریش میں خاندانی عصبیت اور قرابت کا پاس و لحاظ بہت تھا۔ یہ اپنے رشتہ داروں کی بے جا باتوں سے بھی درگزر کر دیتے تھے اور یہ جانتے ہوئے کہ ہمارے رشتہ دار نے غلطی کی ہے اس کی بے جا حمایت کرتے تھے مگر اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے تھے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اور کچھ نہیں تو قرابت کا لحاظ و پاس کرو اور ستانے سے باز رہو خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ میں حق پر رہوں۔ یہی تفسیر سب سے راجح و مختار ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ (ص ٤٩٧) قریش کے مناقب کا بیان

توضیح باب

نزہۃ القاری' جلد ا' میں ہم بتا آئے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ قریش فہر بن مالک کا لقب ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نضر بن کنانہ کا لقب ہے لیکن دونوں میں تنافی نہیں حاصل دونوں کا ایک ہے اس لیے کہ نضر کے اگر چہ تین لڑکے تھے: مالک' صلت' مخلب' مگر نسل صرف مالک ہی سے چلی' یوں ہی مالک کی نسل صرف فہر سے باقی رہی' جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ فہر کی بھی نسل ہے' قریش خواہ نضر کا لقب مانو خواہ فہر کا دونوں کا حاصل ایک ہے۔ سارے قریش کا نسب فہر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے۔

روافض نے یہ گھڑا ہے کہ قریش قُصَیّ کا لقب ہے۔ یہ سراسر باطل ہے یہ اختراع انہوں نے اس لیے کیا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو قریش سے خارج کر دیں۔ مسند امام احمد میں حضرت اشعث بن قیس کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنو کندہ کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم گمان کرتے ہیں کہ آپ لوگ ہم میں سے ہیں' فرمایا: ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں' ہم پر بہتان نہ باندھو اور ہمارے والد سے ہمارے نسب کی نفی نہ کرو۔

١٨٤٩- ح: [إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ]

١٨٤٩- كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِيْ وَفْدٍ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنَ الْعَاصِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رِجَالًا مِّنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ أَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُؤْثَرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُولٰئِكَ جُهَّالُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَالْأَمَانِيَّ الَّتِيْ تُضِلُّ أَهْلَهَا فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيْهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ.

خلافت قریش میں ہے

محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے تھے کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ عنقریب قحطان میں سے ایک بادشاہ ہوگا' اس پر معاویہ کو غصہ آ گیا' وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی ثنا کی جس کا وہ اہل ہے' پھر کہا: اما بعد! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ تو کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں' یہ لوگ تمہارے جاہل ہیں ان سے بچو اور ان کی بیان کی ہوئی ان باتوں سے بچو جو گمراہ کن ہیں اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک یہ چیز (خلافت) قریش میں ہے اس معاملے میں جو بھی ان کی مخالفت کرے گا اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کر دے گا جب تک یہ لوگ دین قائم کرتے رہیں گے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاحکام۔ باب: الامراء من قریش ص ١٠٥٧' نسائی۔ کتاب السیر)

قحطان کس کا نام ہے؟

یہ مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ قحطان کس کا نام تھا؟ اس بارے میں شدید اختلافات ہیں مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اہل یمن بنو قحطان ہیں۔ عرب کی تین قسمیں ہیں: عرب العاربہ' یہ ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے نو قبائل ہیں: عاد' ثمود' امیم' عبیل' طسم' جدیس' عملیق' جرہم' وبار۔ دوسرے عرب المتعربہ' یہ بنو قحطان ہیں اور عرب المستعربہ' یہ اولاد اسماعیل ہیں۔

فغضب معاوية

حضرت معاویہ کا غضبناک ہونا اس بنا پر تھا کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے تورات میں یہ پڑھا ہے

اور اسے بیان کر رہے ہیں کیونکہ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ تورات پڑھتے ہیں اور اس کی باتیں نقل بھی کرتے ہیں' چونکہ قرآن اور مشہور احادیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی تھی اس لیے انہوں نے اسے ناپسند کیا ورنہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہی سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ غیر قریش بھی حکمران ہوں گے کیونکہ اس میں صاف صاف مذکور ہے: یہ چیز قریش میں رہے گی جب تک وہ دین کو قائم کرتے رہیں گے' اس کا ایک پہلو یہ نکلتا ہے کہ جب دین قائم کرنا چھوڑ دیں گے دوسرا کوئی بادشاہ ہوسکتا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں مشاہدہ ہے کہ سوائے دو ایک ممالک کے کہیں کا حکمران قریشی نہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ نے یہ سمجھا ہو کہ ان کی اس روایت کا یہ مطلب ہے کہ جلد ہی بنو قحطان سے کوئی حکمران پیدا ہوگا جیسا کہ "سیکون" سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت معاویہ کو کسی ذریعہ سے معلوم رہا ہو کہ مستقبل قریب میں ایسا ناممکن ہے اور اس بات کے پھیلانے میں بنی قحطان کو حکومت حاصل کرنے کی ایک طرح سے رغبت دلانی تھی جس سے شورش کا اندیشہ تھا' اس کے ازالے کے لیے غیظ ظاہر فرمایا اور بخاری ہی میں ایک ورق بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے کہ اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک بنی قحطان سے ایک ایسا شخص نہیں پیدا ہولے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔

١٨٥٠- ح: [قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ مَوَالِيَّ]

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ وغیرہ میرے مددگار ہیں

١٨٥٠- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلٰى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریش اور انصار' جہینہ' مزینہ' اسلم واشجع وغفار میرے مددگار ہیں اور ان کا مولیٰ اللہ ورسول کے علاوہ کوئی نہیں۔

(بخاری۔ باب: ذکر اسلم وغفار ص ۴۹۸)

ان قبائل کو خاص طور پر اپنا حامی ومددگار اس لیے فرمایا کہ یہ بلا جھجک اسلام کی طرف راغب ہوئے اور اسے قبول کیا۔ ان میں اگرچہ قریش کے کچھ افراد نے مدت دراز تک پوری قوت کے ساتھ اسلام کی مخالفت کی مگر ساتھ ہی ساتھ ابتداء ہی سے قریش کے کچھ افراد نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی حمایت کی۔

١٨٥١- ح: [اَلْخِلَافَةُ فِيْ قُرَيْشٍ]

خلافت قریش میں رہے گی

١٨٥١- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْ قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ چیز (خلافت) قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو باقی ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب: الامراء من قریش ص ۱۰۵۷' مسلم۔ کتاب المغازی)

یہ ارشاد اگرچہ خبر ہے لیکن امر کے معنی میں ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ غیر قریشی کو خلیفہ بنانا درست نہیں۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک اس پر امت کا اجماع ہے۔ مسٹر ابو الکلام آزاد نے اپنی کتاب مسئلہ خلافت وجزیرۂ عرب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ

خلیفہ ہونے کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ اس کا رد بلیغ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ مبارکہ ''دوام العیش فی ان الائمۃ مِنْ قریش'' میں فرمایا۔ ہے اہل علم اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

ت ۵۹۳ - حَدَّثَنِیْ اَبُوالْاَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ مَعَ اُنَاسٍ مِّنْ بَنِیْ زُهْرَةَ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَكَانَتْ اَرَقَّ شَیْءٍ عَلَیْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر بنی زہرہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ام المومنین بنی زہرہ پر بہت مہربان تھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے۔

اس تعلیق کی تشریح اس کے بعد والی حدیث میں مذکور ہے۔ بنی زہرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا خاندان تھا' ان کا شجرۂ مبارکہ یہ ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ زہرہ قصی کے بھائی تھے۔

ح-۱۸۵۲:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ناراضگی

۱۸۵۲ - حَدَّثَنِیْ عَوْفُ بْنُ الطُّفَیْلِ وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّهَا اَنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ قَالَ فِیْ بَیْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِیَنَّ عَائِشَةُ اَوْلَاَحْجُرَنَّ عَلَیْهَا فَقَالَتْ اَهُوَ قَالَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَیَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَیْرِ اَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَیْرِ اِلَیْهَا حِیْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَا اُشَفِّعُ فِیْهِ اَبَدًا وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰی نَذْرِیْ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَی ابْنِ الزُّبَیْرِ كَلَّمَ مِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ وَهُمَا مِنْ بَنِیْ زُهْرَةَ وَقَالَ لَهُمَا اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ لَمَّا اَدْخَلْتُمَانِیْ عَلٰی عَائِشَةَ فَاِنَّهَا لَا یَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِیْعَتِیْ فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُشْتَمِلَیْنَ بِاَرْدِیَتِهِمَا حَتّٰی اسْتَاذَنَا عَلٰی عَائِشَةَ فَقَالَا السَّلَامُ عَلَیْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَنَدْخُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ اُدْخُلُوْا قَالُوْا كُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ اُدْخُلُوْا كُلُّكُمْ وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَیْرِ فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَیْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ فَطَفِقَ یُنَاشِدُهَا وَیَبْكِیْ وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ یُنَاشِدَانِهَا اِلَّا

عوف بن الطفیل نے حدیث بیان کی اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فیقۂ حیات کے اخیافی بھائی تھے کہ حضرت عائشہ سے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عائشہ کی بیع یا عطیہ کے بارے میں عبداللہ بن زبیر نے کہا ہے: بخدا! یا تو عائشہ اس سے باز رہیں یا میں ان پر پابندی لگا دوں گا۔ ام المومنین نے دریافت کیا: کیا اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! ام المومنین نے کہا: اللہ کے لیے مجھ پر منت ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔ جب ام المومنین کا انہیں چھوڑنا طویل ہوگیا تو انہوں نے سفارش کروائی' اس پر ام المومنین نے فرمایا: بخدا! اس کے بارے میں کبھی بھی کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور اپنی قسم نہیں توڑوں گی۔ جب اس کی مدت بہت دراز ہوگئی تو حضرت ابن زبیر نے حضرت مسور بن مخرمہ و عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی' یہ دونوں بنی زہرہ سے تھے حضرت ابن زبیر نے ان دونوں سے کہا: میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو اس لیے کہ انہیں حلال نہیں کہ میرے ساتھ قطع تعلق پر قسم کھائیں تو حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمٰن اپنی چادریں اوڑھے ہوئے انہیں لے کر چلے' یہاں تک کہ حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی اور دونوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ

مَا يُكَلِّمْتَ وَقَبِلْتَ مِنْهُ وَيَقُولَانِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ وَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ فَلَمَّا أَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِيْ وَتَقُوْلُ إِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتْ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ أَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا.

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ ج ا ص ۴۹۷، ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: الھجرۃ ص ۸۹۷)

وبرکاتہ۔ کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آجاؤ، ان لوگوں نے عرض کیا: ہم سب، فرمایا: تم سب آجاؤ، انہیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیر ہیں، جب وہ لوگ اندر گئے تو ابن زبیر حجاب کے اندر گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور انہیں اللہ کا واسطہ دینے لگے اور رونے لگے حضرت مسور اور عبدالرحمٰن بھی ام المؤمنین کو اللہ کا واسطہ دینے لگے کہ ان سے کلام کریں اور ان کے عذر کو قبول کریں۔ وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ آپ جانتی ہیں کہ نبی ﷺ نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے رہے۔ جب ان لوگوں نے حضرت عائشہ پر کثرت سے صلہ رحمی کو یاد دلایا اور تنگی کی ممانعت کا ذکر کیا تو وہ ان دونوں سے اپنا حال بیان کرنے لگیں اور روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں نے منت مان لی ہے اور منت سخت ہے مگر وہ لوگ مصر رہے یہاں تک کہ ام المؤمنین نے ابن زبیر سے کلام فرمایا اور اپنی منت کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے، اس کے بعد وہ اپنی منت کو ذکر فرماتیں اور روتیں یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کی اوڑھنی کو تر کر دیتے۔

عوف بن طفیل

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا پہلے عبداللہ بن حارث بن سنجرہ کی زوجیت میں تھیں، اس سے طفیل پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت ام رومان سے نکاح کر لیا تھا اس طرح یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی ہوئے، اس حدیث کے راوی عوف انہیں طفیل کے بیٹے یا پوتے ہیں۔ علی بن مدینی نے کہا: میرے نزدیک صواب یہ ہے کہ عوف بن حارث بن طفیل، جامع الاصول میں ہے کہ یہ عوف بن مالک بن طفیل ہیں۔

مناقب میں مذکورہ بالا تعلیق کے بعد عروہ بن زبیر ہی سے قدرے تفصیل کے ساتھ یہ حدیث یوں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک نبی ﷺ اور ابوبکر کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر سب سے زیادہ پیارے تھے اور عبداللہ بن زبیر ان کے سب سے زیادہ اطاعت شعار تھے، سب سے زیادہ ان کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین کی عادت کریمہ تھی کہ جو کچھ بھی ان کے پاس آتا سب صدقہ کر دیتیں، اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے وہ کہا کہ میں ان کو مجبور کر دوں گا کہ ان کا کوئی حکم نافذ نہ مانا جائے۔ حجر کے معنی روکنے یا منع کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حاکم اسلام کسی ضرورت یا مصلحت کی بناء پر کسی پر یہ پابندی لگا دے کہ اس کی خرید و فروخت اور داد و دہش کالعدم ہے نافذ نہ ہوگی، ان دنوں حضرت عبداللہ بن زبیر خلیفہ تھے انہیں یہ حق حاصل تھا۔ حضرت ام المؤمنین نے اسے اپنی شان کے منافی سمجھا۔ اسی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے دس غلام خدمت اقدس میں بھیجے کہ کفارہ میں آزاد فرما دیں مگر ام المؤمنین نے اسی پر اکتفاء نہ فرمایا، مزید

غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس تک آزاد فرمائے۔ عبدالرحمٰن بن اسود کی ماں کا نام بھی آمنہ تھا جو نوفل بن اُہیب بن عبدمناف بن زہرہ کی بیٹی تھیں' اس رشتے سے اسود حضرت آمنہ کے بھائی کے لڑکے تھے اور مسور بن مخرمہ عبدمناف کے دوسرے صاحبزادے وہیب کی نسل سے تھے جو عبدمناف بن زہرہ کے بیٹے تھے۔ ام المؤمنین نے مبہم منت مانی تھی یعنی یہ تفصیل نہیں کی تھی کہ اگر میں عبداللہ سے کلام کروں تو مجھ پر کیا واجب ہے نماز یا روزہ یا غلام آزاد کرنا۔

نذر مبہم کا حکم

منعقد ہے یا نہیں' علماء کا اس میں اختلاف ہے' جو لوگ منعقد مانتے ہیں وہ حنث کی صورت میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور قسم کے کفارہ میں ایک غلام کافی ہے مگر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں' انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ از راہِ احتیاط چالیس غلام آزاد فرمائے ہوں۔

بَابُ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ (ص۴۹۷)

۱۸۵۳- اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِيْ اَهْلَ الشَّامِ فِيْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَّةَ وَاٰذَرْبِيْجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اِخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ اِخْتِلَافَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِيْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى اِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ اِلٰى حَفْصَةَ وَاَرْسَلَ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوْا وَاَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِيْ كُلِّ صَحِيْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ يُّحْرَقَ۔

قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ اہل شام سے ارمینیہ آذربائیجان کی فتح میں اہل عراق کے ساتھ ہوکر جہاد کرتے تھے۔ لوگوں کے قرآن مجید پڑھنے کے اختلاف نے حضرت حذیفہ کو پریشان کردیا۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس امت کی مدد فرمایئے قبل اس کے کہ یہود ونصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرلیں۔ اس پر حضرت عثمان نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ ہمیں صحیفے عطا فرمائیں کہ اسے دوسرے صحیفوں میں لکھ لیں' پھر ہم اسے آپ کو واپس کردیں گے۔ حضرت حفصہ نے حضرت عثمان کے پاس وہ صحیفے بھیج دیئے' اب حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو حکم دیا۔ ان لوگوں نے اسے صحیفوں میں لکھا اور حضرت عثمان نے تینوں قریشی اشخاص سے فرمایا: جب تم لوگ اور زید بن ثابت کی جگہ اختلاف کرو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھو اس لیے کہ قرآن قریش کی زبان کے مطابق نازل ہوا ہے' ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صحائف لکھے جاچکے تو حضرت عثمان نے اصل مصحف حضرت حفصہ کو واپس کردیا اور ان لوگوں نے جو مصحف لکھے تھے ان میں سے ایک ایک مصحف ہر طرف بھیج دیا اور اس کے ماسوا اور مصاحف کے بارے میں حکم دیا کہ جلادیے جائیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: جمع القرآن ص ۷۴۶ ' ج ۱۔ باب: مناقب نزل القرآن بلسان قریش ص ۴۹۷ ' ترمذی۔ کتاب التفسیر' نسائی۔ کتاب فضائل القرآن)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اپنی خلافت کے ایک سال بعد قریب قریب ۲۴ھ کے اواخر ۲۵ھ کے اوائل میں دیا تھا اور آرمینیہ تقریباً اسی سال فتح ہوا تھا۔

فافزع حذیفة

اس اختلاف کی نوعیت یہ تھی کہ اہل شام حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل عراق نے سنا تھا اور اہل عراق حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے جسے اہل شام نے نہیں سنا تھا۔ ایک دوسرے کی قراءت کا انکار کرتا یہاں تک کہ تکفیر کی نوبت پہنچ جاتی' اسی طرح اہل بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے۔ اس اختلاف کی نوعیت تلفظ اعراب یا کچھ الفاظ کے ردوبدل کی تھی جس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا' مثلاً قراءت متواترہ ہے'' اتموا الحج والعمرة لله'' کوئی اس کے مطابق پڑھتا اور کوئی پڑھتا'' واتموا الحج والعمرة للبيت'' اس پر حضرت حذیفہ کو وہ خیال آیا۔ مزید برآں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دوسرے ذرائع سے اس قسم کے اختلافات اور جھگڑوں کی اطلاعات ملیں۔ جب حضرت حذیفہ نے وہ کہا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً اس جانب توجہ دی۔

اذا اختلفتم

اس جماعت میں تین قریشی تھے' حضرت زید بن ثابت انصاری مدنی' بعض الفاظ کے تلفظ میں اہل عرب میں اختلاف ہے مثلاً صراط' ص سے بھی ہے اور س سے بھی ہے' اسی طرح مصیطر بھی۔ اسی طرح اعراب میں بھی اختلاف ہے مثلاً اہل حجاز پڑھتے ہیں ''ماھذا بشراً'' اور بنی تمیم پڑھتے ہیں'' ماھذا بشرٌ'' اسی طرح بعض الفاظ کے رسم الخط میں اختلاف ہے مثلاً'' تابوت' ت مطولہ'' کے ساتھ ہے اور حضرت زید بن ثابت (ۃ) مدورہ کے ساتھ لکھتے تھے۔ اس قسم کے اختلاف کے بارے میں فرمایا کہ قریش کی لغت اور محاورے کے مطابق لکھا جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے کتنے مصاحف لکھوائے اس میں اختلاف ہے' کسی نے سات کہا کسی نے پانچ کسی نے چار۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (ص ۴۹۷)

یمن کی نسبت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے

توضیح باب..... (قحطان بنی اسماعیل سے ہے یا نہیں؟)

اکثر اہل یمن بنی قحطان سے ہیں' اکثر اہل انساب کا قول یہ ہے کہ قحطان بنی اسماعیل سے نہیں مگر زبیر بن بکار نے کہا کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے: قحطان بن الهميسع بن تیمن بن قیذار بن نبیث بن اسماعیل علیہ السلام۔ باب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے اور یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے کہ انہوں نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قصے میں حضرات انصار کو مخاطب فرما کر فرمایا: ''فتلك امكم يابني ماء السماء'' سے ظاہر اور یہی اس باب کے ضمن میں ذکر کردہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ'' اے بنی اسماعیل! تیر چلاؤ۔

''مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى بْنُ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِنْ خُزَاعَةَ'' یعنی اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں جو خزاعہ سے ہیں۔

اسلم تین ہیں' ایک بنی مذحج کی اور ایک بجیلہ کی شاخ ہے اور ایک بنی خزاعہ کی۔ اسلم سے یہاں مراد بنی خزاعہ کی شاخ ہے انہیں کو متعین کرنے کے لیے امام بخاری نے اسلم بن افصیٰ کہا' افصیٰ ہی کا دوسرا نام خزاعہ ہے' خزاعہ بنی اسماعیل سے ہیں یا نہیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام بخاری کا رجحان یہی ہے کہ یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔

بَابٌ (ص ۴۹۷)

١٨٥٤- ح: [مَنْ اِدَّعٰى نَسَبًا لِغَيْرِ اَبِيْهِ]

باب
جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کا دعویٰ کرے

١٨٥٤- اِنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ اِدَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ اِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ وَمَنِ ادَّعٰى قَوْمًا لَيْسَ لَهُ فِيْهِ نَسَبٌ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بھی جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کا دعویٰ کرے اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص ایسی قوم میں اپنے نسب کا دعویٰ کرے جس میں اس کا نسب نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: ماینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳' مسلم۔ کتاب الایمان)

جان بوجھ کر اپنے نسب کو بدلنا حرام و گناہ ہے یہاں تک کہ اس حدیث میں اس کو کفر تک فرمایا ہے۔ نسب بدلنے کی دو صورتیں ہیں' ایک نفی یعنی اپنے باپ سے نسب کا انکار کرنا دوسرے اثبات یعنی جو باپ نہیں اسے اپنا باپ بتانا' دونوں حرام ہے جیسا کہ آج کل رواج پڑ گیا ہے' بڑی آسانی سے لوگ اپنے آپ کو سید کہتے اور کہلانے لگتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ سید نہیں' غالباً یہ بیماری پہلے بھی رائج تھی اسی پر کسی نے کہا ہے:۔

غلہ چوں ارزاں شود امسال سید می شوم

١٨٥٥- ح: [اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرَاءِ اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ]

بڑے جھوٹوں میں سے یہ ہے کہ کوئی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے

١٨٥٥- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النَّصَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرَاءِ اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ اَوْ تَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ.

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے جھوٹوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے یا اپنی آنکھوں کو اس چیز کا دیکھنے والی بتائے جو اس نے نہ دیکھا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

''فِرَاء'' الف مقصورہ و ممدودہ دونوں کے ساتھ جھوٹ و بہتان کے معنی میں ہے۔

اَوْ یُرِیَ عَیْنَهٗ

یہ باب افعال "اراۃ" سے مضارع ہے یعنی اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو آنکھ نے نہیں دیکھا ہے یعنی جو خواب نہیں دیکھا ہے اسے بیان کرے۔ اس کو اعظم الفراء اس لیے کہا گیا کہ خواب کو اجزاء نبوت میں سے ایک جز کہا گیا ہے اور یہ من جانب اللہ ہوتا ہے تو جھوٹا خواب بیان کرنے والے نے اللہ عزوجل پر بہتان باندھا اور اپنے لیے اجزائے نبوت میں سے ایک جز کا اثبات کیا۔

بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارٍ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ (ص۴۹۸)

اسلم وغفار ومزینہ وجہینہ اور اشجع کا ذکر

۱۸۵۶- حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: غفار کو اللہ تعالیٰ بخش دے اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۹۸۱)

۱۸۵۷- ح: [اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ]

بنی اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے

۱۸۵۷- عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار کو بخش دے۔

۱۸۵۸- ح: [اَسْلَمُ وَغِفَارٌ خَيْرٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ]

اسلم اور غفار وغیرہ بنی تمیم سے بہتر ہیں

۱۸۵۸- سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَايَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارٍ وَمُزَيْنَةَ وَاَحْسِبُهٗ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ اَبِیْ يَعْقُوْبَ شَكَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَمُزَيْنَةُ وَاَحْسِبُهٗ جُهَيْنَةُ خَيْرًا مِّنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ وَبَنِیْ عَامِرٍ وَاَسَدٍ وَغَطَفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ لَاَخْيَرٌ مِّنْهُمْ.

حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ حاجیوں کا سامان چرانے والوں ہی نے آپ کی بیعت کی ہے۔ اسلم اور غفار ومزینہ اور میں گمان کرتا ہوں جہینہ بھی اور ابن ابی یعقوب نے شک کیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بتا! اگر اسلم وغفار ومزینہ اور جہینہ بنی تمیم اور بنی عامر اور اسد وغطفان سے بہتر ہوں تو یہ لوگ خائب وخاسر ہوئے؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! بے شک وہ لوگ ان سے ضرور بہتر ہیں۔

۱۸۵۹- ح: [اَسْلَمُ وَغِفَارٌ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَتَمِيْمٍ]

اسلم اور غفار وغیرہ اللہ کے نزدیک اسد اور تمیم وغیرہ سے بہتر ہیں

۱۸۵۹- عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلم

عَنْهُ قَالَ قَالَ اَسْلَمُ وَغِفَارٌ وَشَيْءٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ اَوْ قَالَ شَيْءٌ مِنْ جُهَيْنَةَ اَوْمُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ اَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَسَدٍ وَّتَمِيمٍ وَهَوَازِنَ وَغَطْفَانَ.

اور غفار اور کچھ مزینہ وجہینہ کے افراد یا فرمایا کچھ جہینہ ومزینہ کے افراد اللہ کے نزدیک یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم اور ہوازن اور غطفان سے بہتر ہیں۔

اسلم غفار، مزینہ جہینہ اور اشجع یہ پانچ قبائل زمانہ جاہلیت میں بھی باعزت اور طاقت ور تھے اس کے باوجود اسلام قبول کرنے میں انہوں نے بہ نسبت دوسرے قبائل کے سبقت کی اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مدح فرمائی۔

غفار

اگر اسے "حی" کا علم مانا جائے تو منصرف ہے اور اگر قبیلہ کا علم مانا جائے تو غیر منصرف اس لیے کہ اب اس میں علم کے ساتھ تانیث بھی پائی گئی۔

بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ (ص۴۹۸)

قحطان کا تذکرہ

۱۸۶۰- عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنی قحطان سے ایک شخص پیدا ہوگا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الفتن۔ باب: تغير الزمان حتى تعبد الاوثان ص ۱۰۵۴، مسلم۔ کتاب الفتن)

مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ حاصل کر کے سب کو اپنی رعایا بنالے گا یعنی بادشاہ ہوگا۔ نعیم بن حماد نے "کتاب الفتن" میں ارطاۃ بن منذر سے روایت کیا ہے کہ قحطانی مہدی کے بعد نکلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ (ص۴۹۸)

جاہلیت کی پکار سے منع کیا گیا ہے

۱۸۶۱- ح: [رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا]

ایک خوش مزاج مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا

۱۸۶۱- اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهٗ نَاسٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلٌ لَعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَا شَانُهُمْ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم راہ ایک غزوے میں گئے تھے اور حضور کے ساتھ مہاجرین بہ کثرت تھے اور مہاجرین میں ایک صاحب خوش مزاج تھے انہوں نے ایک انصاری کی سرین پر مارا جس پر انصاری بہت زیادہ غضب ناک ہوگئے (اور بات بڑھ گئی) یہاں تک کہ ہر فریق نے اپنے گروہ کو پکارنا شروع کیا۔ انصاری نے کہا: اے انصار! مدد کو آؤ اور مہاجر نے کہا: اے مہاجر! مدد کو آؤ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: یہ کیا جاہلیت کی پکار ہے، پھر فرمایا: کیا بات ہے؟ تو مہاجر

فَأُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَإِنَّهَا خَبِيْثَةٌ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ أَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ فَقَالَ عُمَرُ أَلَا نَقْتُلُ هٰذَا الْخَبِيْثَ يَعْنِي عَبْدَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ إِنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ.

کے ساتھ انصار کی حرکت بتائی گئی' اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: یہ پکار چھوڑ و یہ خبیث ہے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: مہاجرین نے ہمارے خلاف لوگوں کو پکارا ہے؟ اگر ہم مدینہ لوٹے تو ہم میں جو عزت والا ہے ذلت والے کو نکال دے گا' اس پر حضرت عمر نے کہا: کیا اس خبیث کو ہم قتل نہ کر دیں یعنی عبداللہ کو؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں' ورنہ لوگ چرچا کریں گے کہ وہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

(بخاری۔ج۲۔کتاب التفسیر۔سورۂ منافقون۔باب: سواء علیهم استغفرت لهم ص۷۲۸۔باب: قوله یقولون لئن رجعنا الی المدینة ص۷۲۹)

یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق میں ہوا تھا جو ٦ھ میں پیش آیا تھا۔ یہ صاحب جنہیں لعاب کہا گیا ہے جہجاہ بن قیس غفاری تھے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ملازم تھے۔

دَعُوْهَا

اس کی ضمیر کا مرجع دعویٰ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جاہلیت کی پکار چھوڑ دو یہ خبیث ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجیر جہجاہ بن قیس تھے' ان سے اور ایک انصاری عمرہ بن سنان سے جو عبداللہ بن اُبی کے حلیف تھے حوض پر پانی لینے میں جھگڑا ہو گیا جس پر جہجاہ نے عمرہ کے سرین پر مارا اور بات بڑھ گئی۔

انصاری "یا للانصار" کا نعرہ لگانے لگے اور جہجاہ "یا للمهاجرین" کا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا' مخلصین صحابہ میں سے تھے۔ ان کو جب اپنے باپ کی اس بیہودگی کا علم ہوا تو مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے کہ میں اپنے والد کو قتل کر دوں گا۔ حضور اقدس ﷺ کو اطلاع ہوئی تو انہیں منع کر دیا۔

بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ (ص۴۹۹) خزاعہ کا قصہ

خزاعہ بنی قحطان میں سے ہیں یا بنی عدنان میں سے دونوں قول ہیں' جو خزاعہ کو بنی عدنان میں سے مانتے ہیں وہ اسے مضر کی شاخ مانتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے' قمعہ بن خندف جب مرا تو اس کی بیوی حاملہ تھی اور وہ حارثہ کے پاس تھی۔ یہیں کی پیدا ہوا' حارثہ نے اسے متبنیٰ بنا لیا اس لیے یمن کی طرف منسوب ہوا ورنہ وہ بہ اعتبار نسل کے مضر کی اولاد ہی سے ہے۔

١٨٦٢- ح: [عَمْرُو بْنُ لُحَيٍّ هُوَ أَبُو خُزَاعَةَ] عمرو بن لحی ابو خزاعہ ہے

١٨٦٢- عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدِفٍ أَبُو خُزَاعَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف ابو خزاعہ ہے۔

یعنی عمرو بن لحی کی اولاد کو بنی خزاعہ کہتے ہیں۔

١٨٦٣- ح [تَفْسِيْرُ بَحِيْرَةٍ وَّسَائِبَةٍ] بحیرہ سائبہ کی تفسیر

١٨٦٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ

سعید بن مسیب نے کہا: بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں

قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ وَلَا يَحْلِبُهَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِاٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

کے لیے روک دیا جاتا تھا جسے کوئی شخص نہیں دوہتا تھا اور سائبہ جسے اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر کچھ نہیں لادا جاتا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا۔

(بخاری۔ باب: ماجعل اللہ من بحیرۃ۔ ج۲ص٦٦٥)

یہاں عمرو بن عامر ہے اور کتاب الصلوٰۃ' باب: ''اذاانفلّت دابّۃٌ'' میں عمرو بن لحی ہے۔ ہوسکتا ہے لحی کا نام عامر ہو۔

بَابُ قِصَّةُ اِسْلَامِ اَبِيْ ذَرٍّ قِصَّةِ زَمْزَمُ (ص۴۹۹)

حضرت ابوذر کے اسلام لانے اور زم زم کا قصہ

١٨٦٤ - **حَدَّثَنِيْ** اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاِسْلَامِ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِاَخِيْ اِنْطَلِقْ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ وَكَلِّمْهُ وَاْتِنِيْ بِخَبَرِهٖ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَّاْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهٗ لَمْ تَشْفِنِيْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰى مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا اَعْرِفُهٗ وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْاَلَ عَنْهُ وَاَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَاَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّ بِيْ عَلِيٌّ فَقَالَ كَاَنَّ الرَّجُلَ غَرِيْبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَانْطَلِقْ اِلَى الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ لَا يَسْاَلُنِيْ عَنْ شَيْءٍ وَلَا اُخْبِرُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ لِاَسْاَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يُخْبِرُنِيْ عَنْهُ بِشَيْءٍ قَالَ فَمَرَّ بِيْ عَلِيٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهٗ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ مَعِيْ قَالَ فَقَالَ مَا اَمْرُكَ وَمَا اَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنْ كَتَمْتَ عَلَيَّ اَخْبَرْتُكَ قَالَ فَاِنِّيْ اَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ بَلَغَنَا اَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاَرْسَلْتُ اَخِيْ لِيُكَلِّمَهٗ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِيْ مِنَ الْخَبَرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تم کو ابوذر کے مسلمان ہونے کا واقعہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور بتایئے تو حضرت ابن عباس نے کہا: ابوذر نے بتایا کہ میں بنی غفار کا فرد ہوں۔ ہمیں یہ خبر ملی کہ مکہ میں کوئی صاحب نکلے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا: ان صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے بات کرو اور ان کی خبر لاؤ۔ وہ گیا اور ان صاحب سے ملاقات کر کے لوٹ آیا۔ میں نے پوچھا: کیا خبر ہے؟ میرے بھائی نے بتایا: بخدا! میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جو اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا: تم نے پوری بات نہیں بتائی' تب میں نے ایک تھیلی اور لاٹھی لی اور مکہ کی طرف چلا اور میں مکہ گیا میں حضور کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے بارے میں کسی سے پوچھنے کو پسند نہیں کرتا تھا اور زم زم کا پانی پیتا تھا' اور مسجد میں رہتا تھا ایک دن میرے پاس حضرت علی آئے' فرمایا: تم مسافر معلوم ہوتے ہو' میں نے عرض کیا: جی ہاں! انہوں نے فرمایا: گھر چلو' میں ان کے ساتھ چلا نہ وہ مجھ سے کچھ پوچھتے تھے اور نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا' صبح کو پھر میں سویرے ہی مسجد آ گیا تا کہ میں حضور کے بارے میں پوچھوں لیکن مجھے کوئی نہیں ملا جو حضور کے بارے میں مجھے کچھ بتاتا' پھر حضرت علی میرے پاس آئے' فرمایا: شاید تمہیں اب تک اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ میں نے کہا: نہیں' فرمایا: میرے

فَاَرَدْتُّ اَنْ اَلْقَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَمَا اِنَّكَ قَدْ رُشِدْتَّ هٰذَا وَجْهِيْ اِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِيْ اَدْخُلْ حَيْثُ اَدْخُلُ فَاِنِّيْ اِنْ رَاَيْتُ اَحَدًا اَخَافُهٗ عَلَيْكَ قُمْتُ اِلَى الْحَائِطِ كَاَنِّيْ اُصْلِحُ نَعْلِيْ وَامْضِ اَنْتَ فَمَضٰى وَمَضَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَعْرِضْ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ فَعَرَضَهٗ فَاَسْلَمْتُ مَكَانِيْ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا ذَرٍّ اُكْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ وَارْجِعْ اِلٰى بَلَدِكَ فَاِذَا بَلَغَكَ ظُهُوْرُنَا فَاَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيْهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِئِ فَقَامُوْا فَضُرِبْتُ لِاَمُوْتَ فَاَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ وَيْلَكُمْ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا مِنْ غِفَارٍ وَمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارٍ فَاَقْلَعُوْا عَنِّيْ فَلَمَّا اَنْ اَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْاَمْسِ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِئِ فَصُنِعَ بِيْ مِثْلُ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِي الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلُ اِسْلَامِ اَبِيْ ذَرٍّ۔

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: اسلام ابی ذر ص ۵۴۴)

ساتھ چلو اور پوچھا: تمہارا کیا کام ہے اور اس شہر میں کس لیے آئے ہو؟ میں نے ان سے کہا: اگر آپ میری بات چھپانے کا وعدہ کریں تو بتاؤں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں چھپاؤں گا۔ اب میں نے ان سے کہا: ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ یہاں ایک صاحب ظاہر ہوئے ہیں جو اپنے کو نبی گمان کرتے ہیں' میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ ان سے بات کر کے آئے' وہ آئے اور لوٹے' ان کی بات سے مجھے انشراح صدر نہیں ہوا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ ان سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا: سنو! بے شک تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے' میں وہیں جا رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ' جس گھر میں جاؤں تم بھی چلے آنا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں گا جس سے تم پر کوئی اندیشہ ہوگا میں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جاؤں گا گویا کہ میں اپنی چپل ٹھیک کر رہا ہوں اور تم آگے بڑھ جانا' وہ چلے میں بھی ان کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اور ان کے ساتھ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا: مجھ پر اسلام پیش فرمایئے۔ حضور نے پیش فرمایا اور میں نے اسی جگہ اسلام قبول کر لیا' اس کے بعد مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس چیز کو چھپاؤ اور اپنے وطن لوٹ جاؤ' جب ہمارے غالب ہونے کی خبر تم کو خبر پہنچے تو آنا' میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں قریش کے روبرو اس کا اعلان کروں گا اور اس کے بعد مسجد میں آئے اور قریش مسجد میں تھے' انہوں نے کہا: اے گروہ قریش! میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ سن کر قریش نے کہا: اس بے دین کی خبر لو' وہ سب کھڑے ہو گئے اور مجھے مار ڈالنے کی نیت سے مارنے لگے' اتنے میں حضرت عباس میرے پاس آئے' مجھے جھک کر دیکھا پھر قریش کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم غفار کے ایک شخص کو مار رہے ہو حالانکہ تمہاری تجارت کا راستہ اور گزرگاہ غفار پر ہے' یہ سن کر وہ مجھ سے الگ ہو گئے' لیکن دوسرے دن صبح کو میں پھر مسجد حرام میں آیا اور جو کل گزشتہ میں نے کہا تھا وہی کہا۔ وہ سنتے ہی ان

لوگوں نے کہا کہ اس بد دین کی خبر لو میرے ساتھ وہی کیا گیا جو کل گزشتہ کیا گیا تھا' پھر حضرت عباس میرے پاس آئے' مجھ پر جھکے اور کل والی بات کہی۔ حضرت ابن عباس نے کہا: حضرت ابوذر کے اسلام لانے کی ابتداء یہ ہے۔

بَابُ جَهْلِ الْعَرَبِ (ص٥٠٠)

عرب کی جہالت

١٨٦٥- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا سَرَّكَ اَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلٰثِيْنَ وَمِائَةٍ فِيْ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ (الانعام: ١٤٠).

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اگر تجھے پسند ہے کہ عرب کی جہالت کو جانے تو سورۂ انعام کی ایک سوتیس کے بعد کی آیتوں کو پڑھ' فرمایا: وہ لوگ نقصان میں رہے جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی اور جہالت کی وجہ سے قتل کیا۔ اِلٰی۔ اور وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت یافتہ نہیں ہوئے۔

بَابُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰى اٰبَائِهٖ فِي الْاِسْلَامِ وَالْجَاهِلِيَّةِ (ص٥٠٠)

جو اپنے ان آباء واجداد کی طرف نسبت کرے جو اسلام یا جاہلیت میں اس کے تھے

ت٥٩٤- وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب کا وصال زمانہ اسلام سے پہلے ہو چکا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا۔

١٨٦٦- ح: [لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ]

جب "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قبیلے قبیلے کو پکارتے تھے

١٨٦٦- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ بُطُوْنَ قُرَيْشٍ (وَفِيْ رِوَايَةٍ) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: جب یہ آیۂ کریمہ: "وانذر عشيرتك الاقربين" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارتے تھے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے بطون کو۔ (دوسری روایت میں ہے) "يدعوهم قبائل قبائل" قبیلے قبیلے کو پکارتے تھے۔

ایک قول کی بناء پر قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے' فہر نضر کے پوتے ہیں۔ اس تقدیر پر بنی فہر قریش کی شاخ ہوئے مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ نضر کی نسل صرف فہر ہی سے چلی ہے اس لیے بہ اعتبار مصداق دونوں ایک ہیں۔ عدی' کعب بن لوی بن غالب بن فہر کے صاحبزادے ہیں' بنی عدی قریش کی ایک شاخ ہیں۔

١٨٦٧- ح: [قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبد مناف!

وَسَلَّمَ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ]

اللہ تعالیٰ سے کچھ اپنے لیے خرید لو

۱۸۶۷- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِيْ مِنْ مَّالِيْ مَا شِئْتُمَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبد مناف! اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے کچھ خرید لو' اے بنی عبدالمطلب! اپنے لیے اللہ سے کچھ خرید لو' اے زبیر بن عوام کی ماں! رسول اللہ کی پھوپھی' اے فاطمہ بنت محمد! اپنے لیے اللہ سے کچھ خرید لو میں اللہ تعالیٰ کے مقابل تم لوگوں کے لیے کسی چیز کا مالک نہیں' میرے مال سے تم دونوں جو چاہو مانگو۔

اعمال صالحہ کی ترغیب کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: اس کی پوری بحث کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

بَابُ اِبْنِ اُخْتِ الْقَوْمِ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ (ص۵۰۰)

کسی کا بھانجا اور آزاد شدہ غلام انہی میں سے ہے

۱۸۶۸- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ خَاصَّةً فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنَ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

حضرت انس رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص انصار کو بلایا اور دریافت فرمایا: کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا: نہیں' ہاں! ہمارا ایک بھانجا ہے' فرمایا: قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے۔

باب میں "مولی القوم منهم" بھی ہے اس کے مطابق کوئی حدیث ذکر نہیں کی. کچھ لوگوں نے کہا: اس مضمون کی کوئی حدیث امام بخاری کی شرط پر ان کے پاس نہیں تھی حالانکہ ایسا نہیں' فرائض میں حضرت انس رضی اللہ ہی سے مروی ہے کہ فرمایا: "مولی القوم من انفسهم" قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ اَنْ لَّا يُسَبَّ نَسَبُهُ (ص۵۰۰)

جسے یہ پسند ہو کہ اس کے نسب کو برا نہ کہا جائے

۱۸۶۹- ح: [اِسْتَاْذَنَ حَسَّانُ فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ]

حضرت حسان نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی

۱۸۶۹- عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ حَسَّانُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِيْ فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ وَعَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسان نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا ہوگا۔ حضرت حسان نے عرض کیا: میں آپ کو ان میں سے الگ کرلوں گا جیسا کہ بال گندھے ہوئے آٹے سے الگ کیا جاتا ہے۔ حضرت عروہ نے کہا: میں حضرت عائشہ

فَقَالَتْ لَا تَسُبُّهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حسان کو برا کہنے لگا' فرمایا: حسان کو برا مت کہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتا تھا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: الافک ص ۵۹۷' کتاب الادب۔ باب: المشرکین ص ۹۰۸' مسلم۔ کتاب الفضائل)

قَالَ اَبُوْ الْهَيْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ إِذَا رَمَتْ بِحَوَافِرِهَا وَنَفَحَهُ بِالسَّيْفِ إِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِيْدٍ.

ابوالہیثم نے کہا: ''نفح'' کے معنی ہیں جانور کا اپنے کھروں سے کسی کو مارنا' اور دور سے کسی پر تلوار چلانا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۵۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کا بیان

توضیح باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء ذات دو ہیں: احمد اور محمد۔ کتب سابقہ میں احمد ہے اور قرآن میں محمد' نیز آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد۔ محمد باب تفعیل کے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں: بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔ احمد: مجرد سے اسم تفضیل ہے' اس کے معنی ہیں: بہت زیادہ تعریف کرنے والا' اس کا بھی احتمال ہے کہ معنی مفعول سے اسم تفضیل ہو' جیسے ''اشھر'' بہ معنی زیادہ مشہور۔ اب احمد کے معنی ہوئے زیادہ تعریف کیا ہوا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کے معنی ہوں حمد والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ' اسمائے صفات حضور کے کتنے ہیں اس کا شمار اب تک نہیں ہو سکا۔ دلائل الخیرات شریف میں دو سو بارہ ہیں۔ علامہ عینی نے ابن عربی سے نقل فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء ہزار تک ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ وَقَوْلِهِ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ (الصافات: ٦) وَقَوْلِهِ مِنْ بَعْدِيْ اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ.

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ کے اس ارشاد کا بیان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور اس ارشاد کا بیان کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: میں اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے محمد' احمد' رسول اللہ' خاتم النبیین ہیں جن میں دو پہلے والے اسماء ذات ہیں اور دو بعد والے اسماء صفات۔

١٨٧٠ - ح: [قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں

١٨٧٠ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں' میں محمد اور احمد ہوں' میں ماحی مٹانے والا ہوں اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں پر یعنی میرے پیچھے قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے

قَدَمِیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ. اور میں عاقب سب کے بعد آنے والا ہوں۔

(بخاری-ج ٢-کتاب التفسیر-سورۂ صف-باب: یاتی من بعدی اسمه احمد ص ٧٢٧، مسلم-کتاب الفضائل، ترمذی-کتاب الاستیذان وشمائل، نسائی-کتاب تفسیر)

پانچ اسماء میں حصر نہیں اس لیے کہ مفہوم عدد حجت نہیں، یہاں ان پانچ کے ذکر کرنے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ یہ اگلی امتوں اور کتابوں میں مشہور تھے یا اس بناء پر ہے کہ یہ پانچوں اسماء ایسے ہیں جو حضور کے ساتھ مختص ہیں کسی اور کے یہ نام نہیں۔

اقول وهو المستعان: مگر ان کے علاوہ بہت سے اسمائے مبارکہ وہ ہیں جو حضور کے ساتھ خاص ہیں کسی اور کے نہیں مثلاً خاتم النبیین، صاحب المقام المحمود وغیرہ۔ عاقب کے معنی یہ ہیں: جس کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ یونس کی روایت میں ہے۔

١٨٧١- ح: [اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّىْ شَتْمَ قُرَيْشٍ]

دیکھو! کیسے اللہ تعالیٰ قریش کی گالی کو مجھ سے پھیرتا ہے

١٨٧١- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّىْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالی اور لعنت کو مجھ سے کیسے پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں؟

بَابُ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ (ص ٥٠١)

خاتم النبیین کا بیان

١٨٧٢- ح: [مَثَلِىْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا]

میری اور انبیاء سابقین کی مثل اس شخص جیسی ہے جس نے گھر بنایا

١٨٧٢- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِىْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور دوسرے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے گھر بنایا، اسے مکمل کیا اور بہت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر میں جاتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر ایک اینٹ کی جگہ خالی نہ ہوتی۔

(مسلم-کتاب الفضائل، ترمذی-کتاب الامثال)

١٨٧٣- عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِىْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِىْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَتَعَجَّبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثل اس شخص کے مثل ہے جس نے ایک گھر بنایا اسے بہت حسین اور خوبصورت بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس مکان کے اردگرد گھومتے ہیں اور اس پر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین

ہوں۔ (مسلم۔ کتاب الفضائل)

یہ دونوں حدیثیں اس پر برہان قاطع ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی خود حضور اقدس ﷺ نے آخری نبی سب میں پچھلا نبی بتایا ہے اور یہی معنی صحابہ کرام نے بتایا اور اسی پر امت کا قطعی یقینی اجماع ہے اس لیے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عوام کا خیال ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں اور یہ مقام مدح میں ذکر کرنے کے قابل نہیں وہ بلاشبہہ کافر ہے جیسا کہ قاسم نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔

بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۵۰۱)

نبی ﷺ کے وصال مبارک کا ذکر

۱۸۷۴- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ.

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات شریف تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی ہے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: وفات النبی ﷺ۔ ص ۶۴۱، مسلم۔ کتاب الفضائل)

یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح اور راجح ہے، یہی حضرت ابن عباس حضرت معاویہ سے بھی مروی ہے اور یہی سعید بن مسیب اور امام شعبی اور امام باقر کا قول ہے اور حضرت انس سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت انس سے ایک روایت یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حضرت ابن عباس کی ایک روایت یہ ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ یہی من حیث الروایۃ والدرایۃ راجح ہے۔

بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۵۰۱)

نبی ﷺ کے حلیہ مبارکہ کا بیان

۱۸۷۵- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى اَبُوْ بَكْرٍ اَلْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ.

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے عصر کی نماز پڑھی، پھر باہر نکل کر پیدل چل رہے تھے کہ حضرت حسن کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو انہوں نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور کہا: میرے باپ قربان ہوں! نبی ﷺ کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

(بخاری۔ باب: مناقب الحسن والحسین ص ۵۳۰، نسائی۔ کتاب المناقب)

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے بہت زیادہ مشابہ تھے، ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات کے بارے میں بھی مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے مشابہ تھے: حضرت جعفر بن ابوطالب، حضرت قثم بن عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث، سائب بن عبید، عبداللہ بن عامر بن کعب بن ربیعہ، انہیں حضور اقدس ﷺ نے لڑکپن میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہمارے مشابہ ہے اور مسلم بن معتب اور انیس بن ربیعہ بن مالک بیاضی بصری، انہیں جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے: جو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھے تو انہیں دیکھے۔ حضرت معاویہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت انیس بن ربیعہ

اپنے یہاں بلوایا' جب یہ ان کے یہاں پہنچے تو حضرت معاویہ کھڑے ہو گئے اور ان کو گلے سے لگایا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں مال اور زمین دی' انہوں نے مال تو واپس کر دیا اور زمین قبول کر لی' ان کے علاوہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علی اکبر بھی مشابہ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

١٨٧٦- ح: [كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گورے رنگ کے تھے

١٨٧٦- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهٗ. قُلْتُ لِاَبِيْ جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِيْ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَاَمَرَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثَةِ عَشَرَ قَلُوْصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَقْبِضَهَا.

ابو جحیفہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا حسن بن علی حضور کے مشابہ تھے' میں نے ابو جحیفہ سے کہا: حضور کا حلیہ بیان کیجئے' انہوں نے کہا کہ گورے رنگ کے تھے' کچھ بال سفید ہو گئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تیرہ اونٹنیاں دیئے جانے کا حکم دیا مگر قبل اس کے کہ ہم ان اونٹنیوں پر قبضہ کریں حضور کا وصال ہو گیا۔

(مسلم- کتاب الفضائل' ترمذی- کتاب الاستیذان' نسائی- کتاب المناقب)

ابو جحیفہ ہی کی حدیث میں اس کے بعد ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے۔ ابو جحیفہ حجۃ الوداع میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے' پھر وفات کے وقت مدینہ طیبہ حاضر ہوئے' اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ اونٹنیاں دینے کا حکم دیا تھا' اتنے میں حضور کا وصال ہو گیا' یہ لوگ گئے کہ اونٹنیوں پر قبضہ کریں تو لوگوں نے نہیں دیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو یہ اعلان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے۔ یہ اعلان سن کر یہ لوگ گئے اور انہیں بتایا تو انہوں نے یہ اونٹنیاں دیں۔

١٨٧٧- ح: [كَانَ فِيْ عَنْفَقَتِهٖ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ]

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ٹھوڑی میں چند بال سفید تھے

١٨٧٧- حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا قَالَ كَانَ فِيْ عَنْفَقَتِهٖ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ.

حریز بن عثمان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن بسر سے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے' حضور بوڑھے تھے؟ انہوں نے کہا: حضور کی ٹھوڑی میں چند بال سفید تھے۔

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے تیرہویں حدیث ہے' شارحین نے لکھا ہے کہ دس بالوں سے زیادہ سفید نہیں تھے اس لیے کہ شعرات جمع قلت ہے' ایک قول ہے کہ سترہ بال سفید تھے۔

١٨٧٨- ح: [وَصْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ جمال

١٨٧٨- عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطَطٍ وَلَا سَبْطٍ رَجِلٌ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ شَعَرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ.

ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ بیان فرمارہے تھے' انہوں نے کہا: حضور میانہ قد تھے' نہ لمبے تھے نہ ٹھگنے' درخشاں رنگ والے نہ بہت سفید نہ گندمی رنگ' نہ گنجان گھونگھریالے بال والے تھے اور نہ سیدھے بال والے۔ چالیس سال کی عمر میں حضور پر قرآن نازل کیا گیا' اس کے بعد مکہ میں دس سال رہے' آپ پر قرآن اترتا رہا اور مدینہ میں دس سال اور حضور کا وصال اس حال میں ہوا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔ ربیعہ نے کہا: میں نے حضور کا ایک بال دیکھا تو وہ سرخ تھا' میں نے پوچھا تو کہا گیا: عطر سے سرخ ہو گیا ہے۔

(اسی کے بعد متصل' بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: الجعد ص ٨٧٥' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب المناقب' نسائی۔ کتاب الزینت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قد مبارک بہت لمبا نہیں تھا میانہ قد سے کچھ زیادہ تھا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے "هو الى الطول اقرب" رنگ مبارک کھلتا ہوا سفید سرخی جھلکتا ہوا جیسا کہ مسلم میں ہے "كان ابيض مشربا بياضه بحمرة" حضور گورے تھے جس میں سرخی جھلکتی تھی' بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ "اَسْمَر" گندم گوں تھے' اس سے مراد یہی ہے کہ سرخی جھلکتی ہوئی گورا رنگ۔

وهو ابنُ اربعين

یہی اکثر کا قول ہے' کچھ لوگوں نے کہا: چالیس سال دس دن کے بعد وحی نازل ہوئی تھی' کچھ لوگوں نے کہا: چالیس سال دو مہینہ کے بعد' یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ وحی کے نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی تھی یا ربیع الاول میں' پھر کس تاریخ میں ہوئی تھی؟ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں' بروز دوشنبہ سترہ رمضان' سات رمضان' چوبیس رمضان' اٹھارہ رمضان' دس ربیع الاول بروز دوشنبہ' آٹھ ربیع الاول' یکم ربیع الاول' ستائیس رجب' اسی طرح عمر مبارک میں بھی اختلاف ہے' مشہور اور اکثر یہی ہے کہ چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی نازل ہوئی' دوسرا قول یہ ہے کہ بیالیس سال' پینتالیس سال' تینتالیس سال۔ شارحین نے ان اقوال میں تطبیق کی کوشش کی کہ وحی کی ابتدا چالیس کی عمر میں ہوئی تھی مگر درمیان میں کچھ دنوں تک وحی نہیں آئی جسے فترۃ وحی کا زمانہ کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے فترۃ وحی کے بعد کا لحاظ کیا انہوں نے چالیس سال کے بعد نزول وحی کی ابتدا بتائی۔

اقول وهو المستعان: فترۃ وحی کی مدت کتنی تھی یہ خود مختلف فیہ ہے' ہم نے نزہۃ القاری' ج ا/ص ٢٢٣۔ ٢٢٥ رقم: ٣ میں اس پر مکمل بحث کی ہے' میری ناقص رائے یہ ہے کہ فترۃ وحی کا زمانہ چند دن ہے جو ایک ماہ سے کم نہ تھا زیادہ سے زیادہ چالیس دن یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

بمكة عشر سنين

اسی تقدیر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ساٹھ سال ہوئی جب کہ مسلم میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور یہی راجح اور مختار ہے' اس تقدیر پر مکہ معظمہ میں تیرہ سال نزول وحی کے بعد قیام فرمایا۔

١٨٧٩- ح: [كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ]

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت تھے

١٨٧٩- عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَاَحْسَنَهُمْ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ.

ابواسحاق سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے' نہ بہت لمبے تھے اور نہ کوتاہ قد۔

(مسلم۔ کتاب الفضائل)

١٨٨٠- ح: [مَاخَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

آپ (ﷺ) نے خضاب استعمال نہیں فرمایا

١٨٨٠- عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ فِىْ صُدْغَيْهِ.

قتادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے خضاب استعمال فرمایا ہے؟ حضرت انس نے بتایا: نہیں' حضور کی کنپٹیوں میں چند بال سفید تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: مایذکر فی الشیب' دوطریقے سے۔ ص ٨٧٥)

ابھی حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور ﷺ کے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے' دونوں حدیثوں کو ملانے سے قدر مشترک یہ ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بال ٹھوڑی کے سفید تھے کچھ کنپٹی کے کچھ سر کے جیسا کہ مسلم میں حضرت انس ہی کی حدیث میں ہے کہ سفیدی حضور کی ٹھوڑی اور کنپٹیوں اور سر میں متفرق طور سے تھی اسی لیے خضاب نہیں لگایا لیکن صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زردی سے بالوں کو رنگتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی بیان جواز کے لیے پیلے رنگ کا خضاب استعمال فرماتے تھے۔

١٨٨١- ح: [وَصْفُهُ]

آپ کا حلیۂ جمال

١٨٨١- عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ رَاَيْتُهُ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ. وَقَالَ يُوْسُفُ بْنُ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْهِ اِلٰى مَنْكِبَيْهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ میانہ قد تھے' آپ کے دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا' حضور کے گیسو تھے جو حضور کی کانوں کی لو تک پہنچتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کندھوں تک' میں نے حضور کو سرخ دھاری ار حلہ میں دیکھا حضور سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

(کرمانی۔ ج ٢۔ باب: اللباس الثوب الاحمر ص ٨٧٠۔ باب: الجعد ص ٨٧٦' مسلم۔ کتاب الفضائل' ابوداؤد۔ کتاب اللباس' ترمذی۔ الاستیذان۔ کتاب الادب' نسائی۔ کتاب الزینت)

حلة حمراء

مراد یہ ہے کہ سرخ دھاری دار یعنی وہ حُلّہ سیاہ تھا جس میں سرخ دھاریاں تھیں ورنہ خالص سرخ رنگ کو حضور اقدس ﷺ نے مَردوں کے لیے ناپسند فرمایا ہے' گیسوئے مبارک کبھی کانوں کی لو تک رہے کبھی کندھوں تک۔

١٨٨٢ - ح: [وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ الْقَمَرِ]

نبی ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی مثل تھا

١٨٨٢ - عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ هُوَ السَّبِيْعِيُّ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس ﷺ کا روئے انور تلوار کے مثل تھا؟ فرمایا: نہیں بلکہ چاند کے مثل۔

(ترمذی۔ کتاب المناقب)

سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ کا روئے انور تلوار کے مثل لمبا اور بالکل سفید تھا' فرمایا: نہیں تلوار کے مثل لمبا نہیں تھا چاند کے مثل گول تھا اور جیسے چاند کی روشنی میں کشش ہوتی ہے اسی طرح حضور کے روئے انور میں کشش تھی تابانی اور درخشانی کے باوجود۔

١٨٨٣ - ح: [تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ مَسْرُوْرًا]

خوش ہوتے وقت چہرہ اقدس کی شکنیں چمکتی تھیں

١٨٨٣ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ وَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ اِلٰى مَا قَالَ الْمُدْلِجِيُّ لِزَيْدٍ وَاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ بہت خوش تھے اتنے کہ ان کے چہرے کی شکنیں چمک رہی تھیں' فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا جو مدلجی نے کہا زید اور اسامہ کے بارے میں؟ اس نے ان دونوں کے قدموں کو دیکھا اور کہا: بے شک یہ قدم بعض بعض سے ہیں۔

(مسلم۔ کتاب الفضائل صحابہ۔ باب: مناقب زید بن حارثہ ص ٥٢٨' ج ٢۔ کتاب الفرائض۔ ص ١٠٠٠ دو طریقے سے)

قصہ یہ تھا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ گہرا کالا تھا اور ان کے والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا چٹا' اس بنا پہ بعض لوگوں نے طعن کیا۔ جب مجزز مدلجی قیافہ شناس نے یہ کہا کہ یہ قدم بعض بعض سے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کو خوشی ہوئی' اگرچہ قیافہ شناس کا قول حجت شرعی نہیں لیکن قبل اسلام اہل عرب کے یہاں اس کا کافی وزن تھا۔ قیافہ شناس کے اس قول سے ان کے خیال باطل کی ان کے اعتقاد کے مطابق تردید ہوئی تھی' اس لیے حضور اقدس ﷺ کو خوشی ہوئی۔ یہ دونوں حضرت زید اور اسامہ باپ اور بیٹا چادر اوڑھے ہوئے مسجد میں سو رہے تھے' ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے اور قدم کھلے ہوئے تھے' اسی حال میں ان کو مدلجی نے دیکھا تھا۔ حضرت اسامہ کی والدہ حضرت ام ایمن حبشیہ کالے رنگ کی خاتون تھیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کا رنگ اولاد میں پایا جاتا ہے۔

١٨٨٤- اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ۔

عبداللہ بن کعب نے کہا کہ کعب بن مالک سے میں نے سنا وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو اس وقت حضور کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو حضور کا روئے انور چمک جاتا اتنا کہ معلوم ہوتا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم آپ کے چہرۂ انور سے اس بات کو جان لیا کرتے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: حدیث کعب بن مالک ص ٦٣٦، مسلم۔ کتاب التوبہ، مسند امام احمد بن حنبل۔ ج ٣ ص ٤٥٩)

یہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک جزء ہے جب ان کی توبہ قبول ہوگئی اور یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت کا حال بیان کر رہے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں تقریباً دس جگہ ہے مگر یہ حصہ صرف دو جگہ ہے، مناقب اور کتاب المغازی میں۔

كانه قطعة قمر

تشبیہ کے لیے ہے معنی حقیقی مراد نہیں، عوام کے نزدیک جو چیز بہت اچھی تھی جس کی اچھائی سب کو مسلم تھی اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

١٨٨٥- ح: [قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ]

فرمایا: میں بنی آدم کے بہترین قرن میں مبعوث کیا گیا

١٨٨٥- عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قرناً فقرناً بنی آدم کے بہترین قرن میں مبعوث فرمایا گیا ہوں یہاں تک کہ میں اس قرن میں ہوا جس میں ہوں۔

قرن اس مدت کو کہتے ہیں جس میں ایک ہم عمر فوت ہو جائیں اسی کو طبقہ بھی کہا جاتا ہے، اس کی حد کچھ لوگوں نے سو سال رکھی ہے کچھ لوگوں نے ستر اور کچھ لوگوں نے پچاس، حدیث میں ہے: ''اعمار امتی مابين ستين الى سبعين'' میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر تک ہیں اس سے من وجہ اس کی تائید ہوتی ہے کہ قرن ستر سال کا ہوتا ہے۔

اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت آدم و حواء سے لے کر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ تک حضور اقدس ﷺ کے تمام آباء کرام و امہات عظام مومن موحد ناجی تھے، ان میں کوئی کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوا۔ استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ زمین کسی زمانے میں سات مسلمانوں سے خالی نہیں رہی یعنی ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے اور قرآن کریم میں فرمایا: ''وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ'' (البقرہ: ٢٢١) بے شک مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے بہترین لوگوں میں تشریف فرما رہے اور جب ہر زمانہ میں کچھ مسلمان موجود رہے اور وہ کفار سے بہتر تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ انہیں مسلمانوں کی پشت اور رحم میں رہے۔

١٨٨٦- ح: [كَانَ يَفْرِقُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ]

نبی (ﷺ) سر کے بالوں میں مانگ نکالا کرتے تھے

١٨٨٦- اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعَرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُؤُسَهُمْ فَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے اور اہل کتاب ان کو ان کی حالت پر چھوڑے رکھتے اور جس بارے میں حضور ﷺ کو کوئی حکم نہ دیا جاتا اس میں آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے' پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر میں مانگ نکالی۔

(بخاری۔ کتاب المناقب انصار۔ باب: ایتان الیهود النبی ﷺ ص ۵۶۲)

سدل کے معنی لٹکانے کے ہیں' یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے کنگھے سے سمیٹ کر اکٹھا نہیں فرماتے تھے۔ علماء نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ چھوڑ دیتے پیشانی پر لٹکتے رہتے یا چھوڑ دیتے ان کا گچھا بن جاتا' اہل کتاب کی موافقت کرنے میں راز یہ تھا کہ وہ بہ نسبت مشرکین کے ہم سے قریب تھے' ایک دین الٰہی اور ایک کتاب الٰہی پر ایمان کا دعویٰ رکھتے تھے' اس کا احتمال تھا کہ جو کرتے ہیں وہ مامور من اللہ ہو' بعد میں مانگ نکالنے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا حکم دیا گیا ہو یا یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو از خود پسند فرمایا ہو کیونکہ اس میں تزئین ہے۔

١٨٨٧- ح: [اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا]

تم میں بہتر وہ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں

١٨٨٧- عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فحش گو اور بدکلامی کرنے والے نہیں تھے' آپ فرماتے تھے: تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہیں۔

(بخاری۔ کتاب فضائل الصحابہ۔ باب: مناقب عبداللہ بن مسعود ص ۵۳۱' ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: لم یکن النبی ﷺ فاحشا ص ۸۹۱' باب: حسن الخلق ص ۸۹۲' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب البر)

"فاحشًا" کے معنی ہیں فطری طور پر بدکلامی کرنے والا۔ "متفحش" کے معنی ہیں کوشش و تکلف کر کے بدکلامی کرنے والا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کسی طرح بدکلام نہ تھے نہ فطری طور پر نہ کسی طور پر' یہ انسان کے اعلیٰ کمالات میں سے ہے۔ غصے میں زبان کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے اور جو قابو میں رکھے وہ بہت باکمال ہے۔

١٨٨٨- ح: [مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

آپ (ﷺ) ہمیشہ دو باتوں میں سے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا]

جو آسان ہوتی اسے اختیار فرمایا کرتے تھے

١٨٨٨- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ بِهَا.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اسی کو اختیار فرمایا جو ان دونوں میں زیادہ آسان ہوتی جب تک گناہ نہ ہو اور اگر گناہ ہوتو سب سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اللہ کی حرمت کی ہتک کی جائے تو اللہ کے لیے انتقام لیا کرتے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا ص ٩٠٤' کتاب الحدود۔ باب: اقامۃ الحدود ص ١٠٠٣' کتاب المحاربین۔ باب: کم التعزیر و الادب ص ١٠١٣' مسلم۔ کتاب الفضائل' ابوداؤد۔ کتاب الادب)

مراد یہ ہے کہ دنیا کی باتوں میں سے جن دو باتوں کا اختیار دیا جاتا اس لیے کہ دین کی باتوں میں اختیار کا سوال ہی نہیں اس لیے دینی باتیں یا مامور ہوں گی یا منہی عنہ' مامور بہ کا ترک گناہ اور منہی عنہ کا ارتکاب گناہ۔ مطلب یہ ہے کہ دنیوی معاملات میں کسی تنازع کے وقت جب دو باتیں پیش کی جاتیں اور دونوں میں کوئی گناہ نہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے جو آسان ہوتی۔

١٨٨٩- ح: [كَانَ النَّبِيُّ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا]

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے

١٨٨٩- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیا فرمانے والے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: من لم یواجہ الناس ص ٩٠١۔ باب: الحیاء ص ٩٠٣' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب الشمائل' ابن ماجہ کتاب الزہد)

١٨٩٠- قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهُ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِيْ وَجْهِهِ

شعبہ نے اس کے مثل حدیث بیان کی اور یہ زیادہ کیا: جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو ناگواری حضور کے چہرے میں پہچانی جاتی۔

"خدر" کے معنی پردہ کے ہیں' عرب کی عادت تھی کہ کنواری لڑکیوں کے لیے مکان کے ایک گوشے میں پردہ ڈال کر علیحدہ رہنے کے لیے جگہ بنا دیتے تھے اس کو خدر کہتے ہیں۔ عورتوں میں فطری طور پر حیا زیادہ ہوتی ہے' خصوصاً کنواری عورتوں میں خاص کر جو پردہ نشین ہوں' اس لیے تقابل میں بہ طور مبالغہ کے ذکر کیا۔ یہی حدیث محمد بن بشار نے مذکورہ سند کے ساتھ بعینہٖ روایت کی اور اس میں یہ زیادہ کیا: جب کوئی بات حضور کو ناگوار ہوتی اس کا اثر چہرۂ مبارکہ پر ظاہر ہوتا جس کو پہچانا جاتا' یہ اعلیٰ خوش اخلاقی کی بنا پر

تھا۔

١٨٩١- ح: [مَاعَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں لگایا

١٨٩١- عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِلَّا تَرَكَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کا عیب نہیں بیان فرمایا' اگر حضور کو اشتہا ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاطعمہ۔ باب: ماعاب النبی طعاماً ص ۸۱۴' مسلم' ابوداؤد۔ کتاب الاطعمہ' ترمذی۔ کتاب البر' ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

یہ بھی اعلیٰ مکارمِ اخلاق سے تھا' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ساتھ کھانے والے بھوکے ہوتے ہیں اور جب کھانے کا عیب بیان کر دیا جاتا تو شرما کر چھوڑ دیتے ہیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے عیب کو بیان نہ فرماتے۔

١٨٩٢- ح:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرتے تھے

١٨٩٢- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ. (ابوداؤد۔ کتاب العلم)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بات فرماتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا گنتا تو گن لیتا۔

یعنی ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے کہ اگر سننے والا چاہتا تو اس کے کلمات کو یا اس کے حروف کو گن لیتا' اس کے سننے والے یا سمجھنے والے کو سمجھ کر یاد کر لینے میں آسانی ہوتی۔

١٨٩٣- ح: [لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیز بات نہیں کرتے تھے

١٨٩٣- اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا يُعْجِبُكَ اَبَا فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَانِبِ حُجْرَتِي يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْمِعُنِي ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم کو اس پر تعجب نہیں کہ ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے کنارے بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے رہے' مجھے سناتے رہے میں نفل پڑھ رہی تھی۔ میرے نفل کے فارغ ہونے سے پہلے ہی چلے گئے اگر میں ان کو پاتی تو ان سے کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح سڑ سڑ (تیزی سے) حدیث نہیں بیان فرماتے تھے۔

یہ صاحب حضرت ابو ہریرہ تھے جیسا کہ اسماعیل کی روایت میں ہے۔ ''سَرد'' کے معنی جلدی جلدی تیزی سے بولنا ہے جس کو ہماری زبان میں سڑ سڑ بولنا کہتے ہیں۔ حضرت ام المومنین کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی سے کلام نہیں فرماتے تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ کلام فرماتے تا کہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ بھی لے اور یاد بھی کر لے جب کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جدا جدا ہوتی کہ دل اس کو سمجھ لیتے۔

اَبَا فُلَانٍ

یہ "یعجبك" کا فاعل ہے اس لیے چاہیے تھا کہ ابوفلانٍ ہوتا مگر یہ اس لغت پر ہے جس میں اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابوجہل سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا: "اَنْتَ اَبَاجَهْلٍ" جیسا کہ اس نسخے میں ہے جسے فتح الباری میں لیا گیا ہے۔ (باب: قتل ابی جھل۔ تیسری حدیث۔ ج ۷ ص ۲۹۳)

اس سے معاند غیر مقلدین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر طعن کرتے ہیں "وَاِنْ رَمَاهُ بِاَبَاقُبَيْسٍ"۔

بَابٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ (ص ۵۰۲)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ سوتی تھی اور دل نہیں سوتا تھا

١٨٩٤- ح: [ذِكْرُ الْمِعْرَاجِ]

معراج کا ذکر

١٨٩٤- عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَهُ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى اَتَوْهُ اللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهُ وَتَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَلَمْ يُكَلِّمُوْهُ حَتَّى احْتَمَلُوْهُ فَوَضَعُوْهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ جِبْرِيْلُ فَشَقَّ جِبْرِيْلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهٖ اِلٰى لَبَّتِهٖ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهٖ وَجَوْفِهٖ فَغَسَلَهٗ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَنْقٰى جَوْفَهٗ ثُمَّ اُتِيَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ تَوْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مَحْشُوًّا اِيْمَانًا وَحِكْمَةً فَحَشَابِهٖ صَدْرَهٗ وَلَغَادِيْدَهٗ يَعْنِيْ عُرُوْقَ حَلْقِهٖ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جس رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رات میں سیر کرانے کے لیے لے جایا گیا تین شخص آئے قبل اس کے کہ حضور کی جانب وحی کی جاتی اور حضور مسجد حرام میں سو رہے تھے، ان میں جو سب سے آگے تھے انہوں نے کہا: کون ہیں وہ؟ تو ان کے بیچ والے نے کہا: وہ ان سب سے بہتر ہیں، اور ان میں سے آخری نے کہا: نوجوان میں سب سے بہتر ہیں ان کو لو۔ پھر اس رات اتنا ہی ہوا، اس کے بعد حضور نے ان کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ دوسری رات خواب میں آئے، ان کی آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا ایسے ہی انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ انہوں نے کوئی بات نہیں کی، پھر انہیں اٹھایا اور زم زم کے پاس رکھا، ان میں سے کام کا ذمہ حضرت جبریل نے لیا، جبریل نے ان کے سینے کو گردن تک پھاڑا یہاں تک کہ ان کے سینے اور شکم کو الٹ کر جو اس میں تھا نکالا، پھر اس کو اپنے ہاتھ سے آب زم زم سے دھویا یہاں تک کہ اندر بالکل صاف کر دیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک چھوٹا برتن تھا جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے ان کے سینے اور حلق کی رگوں میں بھرا، پھر اس کو درست کر دیا، پھر انہیں آسمان دنیا کی طرف لے گئے۔ پوری حدیث معراج۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰہ وکلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما ص ۱۱۲۰ ج ۱۔ کتاب المناقب۔ باب: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تنام عینہ

ولاینام قلبه ص ۵۰۴ ج ۲۔کتاب التفسیر۔سورۂ کوثر۔ص ۷۴۲ 'کتاب الاشربہ۔باب: شرب اللبن ص ۸۳۹ 'کتاب الحوض۔باب:قول اللہ انا اعطینك الكوثر ص ۹۷۴)

ان تین اشخاص میں ایک جبریل تھے اور دوسرے میکائیل اور تیسرے اسرافیل۔

قبل ان یوحی الیه

تمام شارحین حدیث اس پر متفق ہیں کہ یہ شریک سے وہم ہوگیا اس لیے کہ واقعہ معراج ہجرت کے تین سال یا دو سال یا ایک سال پہلے ہوا تھا۔

ایّهم هو

قریش کی عادت تھی کہ وہ مسجد حرام میں سویا کرتے تھے' حضور اقدس ﷺ حضرت حمزہ اور ابوطالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

حتی اتوه لیلة اخری

ان دونوں راتوں میں کتنا فصل تھا معلوم نہیں ہوسکا' ہوسکتا ہے کہ پہلی بار فرشتوں کی حاضری بعثت سے قبل رہی ہو اور دوسری بار شب معراج اس طرح جو شارحین نے شریک کی طرف وہم کی نسبت کی ہے وہ ختم ہوجاتی ہے۔اس روایت کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی بار کی حاضری وحی سے پہلے ہوئی تھی۔

فیما یری قلبه ...... (معراج کے خواب میں ہونے کے قائلین کے اعتراض کا جواب)

جو لوگ معراج کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خواب میں ہوئی تھی وہ اسی کو دلیل میں لاتے ہیں' نیز جو حدیث کے اخیر میں ہے ''فَاسْتَیْقَظَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَام'' اور حضور بیدار ہوئے اور مسجد حرام ہی میں تھے' لیکن صحیح یہ ہے کہ معراج بیداری میں ہوئی تھی مگر چونکہ متعدد بار ہوئی ہے اور ایک کے علاوہ بقیہ اوقات میں خواب میں ہوئی ہے اس لیے کوئی اشکال نہیں۔یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرشتے جس وقت حاضر ہوئے تھے اس وقت حضور اقدس ﷺ سو رہے تھے' بعد میں بیدار ہوگئے اور ''فَاسْتَیْقَظَ'' کا مطلب یہ ہے کہ معراج کے وقت جو استغراق تھا اس سے افاقہ ہوا۔

مَحْشُوًّا

''محشوًا'' جار مجرور کے متعلق کی ضمیر سے حال ہے اور کتاب الصلوٰۃ ''من بذهب مَحشوٍ'' ہے۔

بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الْاِسْلَامِ (ص ۵۰۴) اسلام میں نبوت کی علامتوں کا بیان

توضیح

معجزات نہیں کہا' علامات کہا' اس لیے کہ یہ عام ہے معجزے کو بھی اور کرامت کو بھی۔خرق عادات کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) ارہاص: نبی سے قبل دعوئ نبوت جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

(۲) معجزہ: نبی سے دعوئ نبوت کے بعد جو خرق عادت مقصود کے مطابق ظاہر ہو وہ معجزہ ہے۔

(۳) کرامت: کسی متقی صالح امتی سے جو خرق عادت اس کے ارادے کے مطابق ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔

(۴) استدراج: کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے مطابق ہو وہ استدراج ہے۔

(۵) اہانت: کسی کافر یا فاسق سے جو خرق عادت اس کے مقصود کے خلاف ہو یہ اہانت ہے' جیسے مسیلمہ کذاب کے یہاں ایک کانا آیا کہ اس کی کانی آنکھ کو ٹھیک کر دے' اس نے کانی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو اچھی آنکھ بھی بہہ گئی۔ علامات نبوت ارہاص' معجزہ' کرامت سب پر صادق ہے۔ کسی ولی کی کرامت اس کی دلیل ہے کہ وہ جس نبی کے امتی ہیں وہ نبی برحق ہے' اس طرح ولی کی کرامت حقیقت میں نبی کا معجزہ ہے۔

١٨٩٥- ح: [نَبْعُ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ]

انگشتان مبارک سے پانی کا بہنا

١٨٩٥- عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلَاثَ مِائَةٍ. (مسلم۔ کتاب الفضائل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زوراء میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا' حضور نے اپنا دست مبارک برتن میں رکھا تو پانی حضور کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا اور پوری قوم نے وضو کر لیا۔ قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کتنے تھے؟ فرمایا: تین سو یا تین سو کی مقدار۔

زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے' ابونعیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس ہی ام المؤمنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے یہ برتن لائے تھے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

١٨٩٦- سَمِعْتُ الْحَسَنَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَمَعَهٗ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَتَوَضَّؤُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَاءٍ يَسِيْرٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوْا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَكَانُوْا سَبْعِيْنَ اَوْ نَحْوَهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض سفر میں تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ حضور کے کچھ اصحاب بھی تھے' وہ چلے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا' ان لوگوں کے پاس اتنا پانی نہیں تھا جس سے سب لوگ وضو کر سکیں' ان میں سے ایک صاحب گئے اور ایک پیالہ لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا اور وضو فرمایا' پھر اپنی چار انگلیوں کو پھیلا کر پیالہ میں رکھا' پھر فرمایا: چلو وضو کرو تو پوری قوم نے وضو کیا یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا اور یہ ستر یا اس کے قریب قریب تھے۔

ابونعیم کی روایت میں حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لے گئے تو حضرت انس ہی کسی گھر سے چھوٹے سے پیالہ میں پانی لائے۔

١٨٩٧- ح: [نَبْعُ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فِي الْحُدَيْبِيَّةِ]

حدیبیہ کے موقع پر انگلیوں سے پانی بہنا

١٨٩٧- عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا چھوٹا برتن تھا جس سے وضو فرما رہے تھے' لوگ اس کی طرف تیزی سے

رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهَشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُورُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

بڑھے، حضور نے دریافت فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ وضو کریں اور پئیں مگر وہی جو حضور کے سامنے ہے، حضور نے اپنا ہاتھ برتن میں رکھا تو حضور کی انگلیوں کے درمیان سے پانی چشموں کے مثل ابلنے لگا جسے ہم نے پیا اور جس سے ہم نے وضو کیا، سالم نے کہا: میں نے حضرت جابر سے پوچھا: آپ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو بھی ہمیں کافی ہوتا، ہم پندرہ سو تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الحدیبیہ ص ٥٩٧، تین طریقے سے۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ فتح۔ باب: اذ یبایعونک ص ٧١٧ کتاب الاشربہ۔ باب: شرب البرکۃ ص ٨٤٢، مسلم۔ کتاب المغازی، نسائی۔ کتاب الطہارۃ)

اس حدیث میں ہے کہ ہم پندرہ سو تھے لیکن اس کے بعد حضرت براء کی حدیث آرہی ہے کہ ہم حدیبیہ میں چودہ سو تھے اور اکثر روایات میں یہی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تیرہ سو تھے، غالباً جس نے تیرہ سو یا چودہ سو کہا، اس نے صرف مہاجرین و انصار کو بتایا بقیہ دوسرے لوگ ادھر ادھر سے آکر شریک ہو گئے تھے انہیں نظر انداز کر دیا اور جس نے پندرہ سو کہا، اس نے انہیں بھی شمار کیا۔

١٨٩٨- ح: [مَضْمَضَةٌ فِي بِئْرِ الْحُدَيْبِيَّةِ]

حدیبیہ کے کنویں میں کلی فرمانا

١٨٩٨- عَنْ اَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا حَتّٰى لَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِيْنَا وَرَوِيَتْ اَوْ صَدَرَتْ رِكَابُنَا۔ (بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الحدیبیہ ص ٥٩٨)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم یوم حدیبیہ چودہ سو تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس کا پانی نکال لیا یہاں تک کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنویں کے کنارے پر بیٹھے اور پانی منگایا، کلی کی اور کنویں میں ڈال دیا، ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے اس کا پانی نکالا یہاں تک کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہماری سواریاں بھی سیراب ہو گئیں۔

کتاب المغازی میں اس حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو بے شک مکہ کی فتح فتح ہے اور ہم فتح بیعت رضوان یوم حدیبیہ کو شمار کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے: ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۝'' (الفتح: ١) ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی۝ اور واقع میں بھی یہ فتح تھی، صلح حدیبیہ سے پہلے لڑائیوں کی وجہ سے مشرکین و کفار مسلمانوں سے دور دور رہتے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد آپس میں آمد و رفت اور ملاقاتیں ہونے لگیں جس سے انہیں موقع ملا کہ وہ اسلام کے احکام کو سنیں اور سمجھیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صلح حدیبیہ سے قبل انیس سال کی طویل مدت میں جتنے مسلمان ہوئے تھے اتنے بلکہ اس سے زیادہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے چند سالوں میں ہوئے۔ یہ واقعہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور واقعے کے علاوہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حدیث جابر کا واقعہ نماز عصر کے وقت ہوا تھا جب لوگوں کو وضو کرنے کی ضرورت تھی اور کنویں والا واقعہ اس کے علاوہ ہے۔

١٨٩٩- ح:

انگشتان مبارک سے پانی کے بہنے کا اور واقعہ

١٨٩٩- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم نشانیوں کو برکت

عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ وَقَالَ اُطْلُبُوْا فُضْلَةً مِّنْ مَاءٍ فَجَاوُوْا بِاِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطُّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ. (ترمذی۔کتاب المناقب)

جانتے تھے اور تم لوگ اس کو تخویف جانتے ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور پانی ختم ہو گیا' فرمایا: تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کرو تو لوگ ایک برتن لائے اس میں تھوڑا پانی تھا' حضور نے اپنے دست مبارک کو برتن میں ڈالا' پھر فرمایا: آؤ پاک کرنے والے برکت والے پانی پر اور برکت اللہ کی طرف سے ہے' بے شک میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا ہے کھانا کھایا جاتا اور ہم کھانے کی تسبیح سنتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تابعین سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ سے جو معجزات ظاہر ہوتے اس کو ہم صحابہ کرام برکت جانتے تھے۔ اس سے ہمارے ایمان و یقین میں طمانیت اور قوت پیدا ہوتی تھی اور تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ معجزات کافروں کو ڈرانے کے لیے ظاہر ہوتے تھے۔ معجزات کے دونوں فائدے ہیں' کچھ معجزات ایسے ہیں کہ جن میں برکت اور بشارت ہے' مثلاً بھوکوں کا پیٹ بھرا جانا' پیاسوں کا سیراب ہو جانا اور بعض تخویف و انذار کے لیے ہیں' مثلاً سورج گہن' زمین میں دھنسانا یا ناگہانی طور پر کسی کا ہلاک ہو جانا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سا پانی افضل ہے' تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی انگشتان مبارک سے جو پانی جاری ہوا وہ سب پانیوں سے افضل ہے' حتی کہ زم زم شریف سے بھی۔

تسبیح الطعام

اس سے ثابت ہوا کہ جمادات میں بھی ایک گونہ حیات ہے' وہ تسبیح پڑھتے ہیں جسے اہل باطن سنتے بھی ہیں' یہ تسبیح تسبیح قہری کے علاوہ ہے۔

١٩٠٠- ح: استن حنانہ

١٩٠٠- قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتُّخِذَ الْمِنْبَرُ تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' جب منبر بنایا گیا تو منبر پر تشریف لے گئے وہ کھجور کا تنا رویا' حضور اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

اس پر مفصل کلام نزہۃ القاری ج ٢ ص ٧٤٤' رقم: ٥٧٥ پر ہو چکا ہے' ناظرین وہیں رجوع کریں۔

١٩٠١- ح [وَلَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَاَنْ يَرَانِي اَحَبُّ اِلَيْهِ] ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو میری زیارت کا بہت زیادہ اشتیاق ہوگا

١٩٠١- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَيَاْتِيَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے نزدیک میرا دیدار

عَلٰی اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَاَنْ يَرَانِيْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ.

بہت زیادہ پیارا ہوگا بہ نسبت اس کے کہ اس کے لیے اس کے اہل ومال کے برابر اور ہو۔

یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی تین حدیثوں کو امام بخاری نے اکٹھا ذکر کر دیا ہے جن میں سے دو پہلے گزر چکی ہیں، ایک ''حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِّعَالُهُمُ الشَّعْرُ'' اور دوسری ''حَتّٰی تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ'' تیسری حدیث کہیں مذکور نہیں تھی اس لیے ہم نے اس کو یہاں ذکر کر دیا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے دلوں میں میری محبت زیادہ ہوگی جس کی وجہ سے انہیں میرے دیدار کا شوق شدید ہوگا، اتنا کہ وہ یہ آرزو رکھیں گے کہ کسی بھی قیمت پہ ہم حضور کا دیدار کر لیں، اپنے اہل وعیال مال ودولت کی ان کے نظر میں میرے دیدار کے مقابلے میں کوئی قیمت نہ ہوگی۔

١٩٠٢- ح: [لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكِرْمَانَ]

اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ خوز اور کرمان سے لڑائی نہ کر لو گے

١٩٠٢- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ تَابَعَهٗ غَيْرُهٗ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم خوز اور کرمان سے لڑائی نہ کر لو گے (یعنی خوز اور کرمان کے عجمیوں سے لڑائی نہ کر لو گے) سرخ چہرے والے، چپٹی ناک والے، چھوٹی آنکھ والے ان کے چہرے تہہ بہ تہہ منڈھی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے اور ان کا جوتا بال کا ہوگا۔ اس کے علاوہ نے از عبد الرزاق ان کی متابعت کی ہے۔

خوز، اہواز اور تستر کے بلاد کو کہتے ہیں: ''کرمان'' خراسان اور بحر ہند عراق، عجم اور سجستان کے بلاد کو کہتے ہیں۔

١٩٠٣- ح: [تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ عِنْدَ قُرْبِ الْقِيَامَةِ]

قیامت کے قریب تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے

١٩٠٣- اَخْبَرَنِيْ قَيْسٌ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ فِيْ شَيْءٍ اَحْرَصَ عَلٰی اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّيْ فِيْهِنَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرَ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَهُمْ اَهْلُ الْبَارِزِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا، مجھ کو اس کا سب سے زیادہ شوق تھا کہ میں حضور کی حدیث کو یاد کروں، میں نے ان تین سالوں میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ نے اپنے ہاتھوں سے ایسے اشارہ فرمایا قیامت سے پہلے تم لوگ ایسی قوم سے لڑو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور وہ یہ بارز ہے اور سفیان کبھی کہتے: یہ اہل بارز ہیں۔

''فِيْهِنَّ'' ضمیر مجرور متصل کا مرجع ''سنین'' ہے یعنی اس تین سال کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واحوال زیادہ سے زیادہ سن کر اور دیکھ کر میں یاد کر لوں۔

باذر

ان سے مراد یا تو لغوی معنی ہیں، یعنی جو لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ابھریں اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سرزمین فارس ہے، کچھ لوگوں نے کہا کہ کُرد مراد ہیں، کچھ لوگوں نے کہا کہ دیلمی مراد ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ سرزمین جیل ہو اس لیے کہ یہ زمین پر ابھرا ہوا علاقہ ہے۔

١٩٠٤- ح: [سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ]

عنقریب فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا

١٩٠٤- عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِىْ وَالْمَاشِىْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِىْ مَنْ يُّشْرِفْ لَهَا يَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے، اس میں بیٹھنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر ہوگا اور اس میں کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنے اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے جو شخص کوئی ٹھکانہ یا پناہ پائے تو وہاں پناہ لے لے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الفتن۔ باب: قول النبی فتن القاعد الخ۔ ص ١٠٤١، دو طریقے سے، مسلم)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو ان فتنوں سے بالکلیہ کنارہ کش رہے، اسی کو قاعد سے تعبیر کیا ہے، پھر اس کے بعد ان فتنوں سے جو جتنا ہی کم لگاؤ رکھے گا وہ زیادہ لگاؤ رکھنے والے سے بہتر ہوگا۔ غایت احتیاط یہ ہے کہ ان فتنوں کے معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کی جائے، اس میں خطرہ ہے کہ آدمی فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔

(فِىْ طَرِيْقٍ اُخْرٰى) اِلَّا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ يَزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

ایک دوسری سند کے ساتھ ابن شہاب ہی سے حدیث مذکور کے مثل مروی ہے مگر اس میں یہ زیادہ ہے: نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس سے وہ فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال چھین لیے گئے۔

مطلب یہ ہے کہ بہ طریق ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث جو روایت ہے اس میں مذکورہ بالا مضمون کے بعد یہ بھی زائد ہے "من الصلوٰۃ الخ"۔

١٩٠٥- ح: [سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ]

عنقریب ترجیحی سلوک ہوگا

١٩٠٥- عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَكُمْ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ترجیحی سلوک ہوگا اور ایسی باتیں ہوں گی جو تم کو ناگوار ہوں گی، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: تم پر جو حق ہے اسے ادا کرو اور تمہارا جو حق ہے اللہ سے مانگو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الفتن۔ باب: قول النبی ﷺ سترون بعدی الخ۔ ص ١٠٤٥، مسلم۔ کتاب المغازی، ترمذی۔ کتاب الفتن)

یعنی تمہارا جو حق ہے تمہیں نہیں ملے گا اور جو لوگ حق دار نہیں انہیں دیا جائے گا اور بھی باتیں ہوں گی جو نا مناسب ہوں گی اور یہ سب باتیں حکام کی طرف سے ہوں گی، حضور ﷺ کی ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ اس کے باوجود تم لوگ جائز باتوں میں حکام کی اطاعت کرنا، جہاد کے لیے بلائے تو شریک ہونا، عشر و زکوۃ انہیں ادا کرنا تا کہ فتنہ اور شورش نہ ہو۔

١٩٠٦- ح: [يُهْلِكُ النَّاسَ مِنْ قُرَيْشٍ] قریش کے کچھ لوگ لوگوں کو ہلاک کریں گے

١٩٠٦- عَنْ اَبِی زُرْعَةَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَیُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اِعْتَزَلُوْهُمْ. (مسلم۔ کتاب الفتن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس قبیلہ قریش کے کچھ لوگ لوگوں کو ہلاک کریں گے، لوگوں نے پوچھا: پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: کاش کہ لوگ ان سے علیحدہ رہتے۔

یعنی قریش کے کچھ افراد فتنے فساد اٹھا کر لڑائیاں کریں گے جس میں لوگ ہلاک ہوں گے ایسے وقت میں لوگوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں سے علیحدہ رہیں۔

١٩٠٧- ح: [هَلَاكُ اُمَّتِی عَلٰی يَدَیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ] میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھ پر ہے

١٩٠٧- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَی بْنِ سَعِيْدٍ الْاَمَوِیّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِیْ هُرَيْرَةَ فَسَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِیْ عَلٰی يَدَیْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُسَمِّيَهُمْ بَنِیْ فُلَانٍ وَبَنِیْ فُلَانٍ.

سعید بن عمرو نے کہا: میں مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو میں نے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے صادق و مصدوق ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں پر ہے۔ اس پر مروان نے کہا: لونڈے؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں ان کا نام لے لوں۔ بنی فلاں بنی فلاں ہیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الفتن۔ باب: قول النبی هلاك امتی الخ ص ١٠٤٦)

کتاب الفتن میں یہ ہے کہ مروان نے کہا: ان پر اللہ کی لعنت ہو، لونڈے؟ نیز وہاں "اُغَيْلِمَةٌ" ہے جو غلام کی جمع "اَغْلِمَةٌ" کی تصغیر ہے، غلام نابالغ بچے کو کہتے ہیں، نیز غلام اس نوجوان کو بھی کہتے ہیں جس کی ریکھیں بھیگ رہی ہوں، سبزہ کا آغاز ہو۔ سلاطین بن امیہ ہوں یا بنی عباس جنہوں نے امت میں فساد پھیلایا، خونریزیاں کیں مثلاً یزید، خود یہ مروان۔ اس کا بیٹا عبد الملک سفاک اور ابو العباس سفاح ان میں سے کوئی بھی نو عمر نہیں تھا۔ لامحالہ شراح کو اس کی توجیہ کرنی پڑی کہ یہاں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی کم عقل، زود رنج، ضدی، ناخدا ترس، کتاب الفتن میں یہ بھی زائد ہے: عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا سعید بن عمرو کے ساتھ شام جاتا تھا، بنی مروان کے پاس جب وہ شام کے مالک ہوئے، میں نے ان کو دیکھا کہ نو عمر بچے تھے تو انہوں نے ہم سے کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ ان میں سے ہوں تو میں نے کہا: آپ خوب جانتے ہیں۔ اس حصے نے متعین کر دیا کہ غلام سے مراد ناتجربہ کار کم عقل والا ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں مذکورین سے مراد بنی مروان ہوں اور ان میں سب سے پہلا یزید ہو جس پر قرینہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ فرمایا: سترویں دہائی کی ابتداء اور بچوں کی امارت سے پناہ مانگو، حضرت

معاویہ کا ٦٠ھ میں وصال ہوا اور یزید بادشاہ ہوا۔

١٩٠٨- ح: [لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ]

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال پیدا نہ ہولیں گے

١٩٠٨- عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَتَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ دو گروہ آپس میں لڑ نہ لیں' ان کے درمیان بھاری لڑائی ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا' اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے دجال تیس کے قریب نہ پیدا ہولیں جو سب یہ گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

شراح نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیاں ہونے والی انتہائی خونریز تباہ کن جنگ صفین ہے جہاں ایک سودس دن مقابلہ ہوتا رہا اور ستر مرتبہ یا نوے مرتبہ خونریز لڑائیاں ہوئیں جس میں ستر ہزار مسلمان مارے گئے اور پچیس بدری صحابی شہید ہوئے اور مقتولین کی اتنی کثیر تعداد تھی کہ ایک قبر میں پچاس پچاس آدمی دفن کیے جاتے تھے۔

دجال

دجل کا اسم مبالغہ ہے' اس کے معنی فریب اور دھوکا دینے کے ہیں' ان تیس دجالوں میں سے کچھ گزر چکے ہیں' مثلاً مسیلمہ کذاب' اسود عنسی' مختار اس کے علاوہ اور بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوئے ہیں' ماضی قریب میں غلام احمد قادیانی دجال ہوا ہے اور جو باقی ہیں وہ آئندہ ہوں گے۔

١٩٠٩- ح: [فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ]

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جھوٹ باندھنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے کہ آسمان سے گر پڑوں

١٩٠٩- عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کروں تو مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں حضور پر جھوٹ باندھوں اور جب میں تم سے ایسی بات بیان کروں تو وہ میرے اور تمہارے درمیان ہے' بے شک لڑائی خفیہ تدبیر ہے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ اخیر زمانے میں ایک قوم آئے گی جو نوعمر اور بیوقوف ہوگی' تمام مخلوق کے بہتر کے قول کو کہے گی' اسلام سے نکل جائے گی جیسا کہ تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے ٹینٹوے (حلق) سے آگے نہ بڑھے گا' تم ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو اس لیے کہ ان کا قتل کرنا قتل کرنے والے کے لیے قیامت کے دن ثواب ہوگا۔

(بخاری۔ج ٢۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: من رایا بقراءۃ القراٰن۔ص ٧٥٦' کتاب الاستطابہ۔ باب: قتال الخوارج۔ص ١٠٢٤ مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ' ابوداؤد۔ کتاب السنۃ' نسائی۔ کتاب المحاربہ)

خدعة

لڑائی میں اس کی اجازت ہے کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ دشمن چنگل میں پھنس جائے لیکن جہاں تک ہو سکے توریہ اور تعریض سے کام لیا جائے لیکن اگر موقع ایسا نازک آجائے کہ بغیر صریح غلط بیانی کے کام نہ چل سکے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

في اٰخر الزمان

شراح نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خوارج ہیں لیکن ان حضرات نے آخر الزمان پر غور نہیں فرمایا' خوارج بالکل ابتداء اسلام میں پیدا ہوئے ہیں اس لیے وہ اس حدیث سے مراد نہیں ہو سکتے' البتہ نجدی ہو سکتے ہیں جس کی تائید میں متعدد احادیث ہیں جن کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے اور اپنے رسالہ ''فتنوں کی سرزمین کون'' میں یکجا کر دیا ہے۔

١٩١٠- ح:

١٩١٠- **حَدَّثَنَا** قَيْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهُ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقُلْنَا لَهُ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْاَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.

اگلے زمانے میں لوگ آرے سے چیرے جاتے تھے

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی اور حضور کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے' ہم نے عرض کیا: آپ ہمارے لیے کیوں مدد نہیں مانگتے' آپ اللہ سے کیوں دعا نہیں فرماتے' فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص ہوتا جس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا' اس کو گڑھے میں کیا جاتا' پھر آرا لاکر اس کے سر پر رکھا جاتا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا جاتا' یہ چیز بھی اس کو دین سے روکتی نہیں تھی اور لوہے کا کنگھا کر کے گوشت کو ہڈی اور پٹھے سے الگ کیا جاتا اور یہ چیز اسے اللہ کے دین سے نہیں روکتی تھی۔ بخدا! یہ دین تام ہوگا پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک جائے گا اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا لیکن تم لوگ جلدی چاہتے ہو۔

(بخاری۔ باب: مالقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ص ٥٤٣' ج ٢۔ کتاب الاکراہ۔ باب: من اختار الضرب والقتل ص ١٠٢٧' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد نسائی۔ کتاب العلم)

باب: ''ما لقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' میں یہ زائد ہے کہ انہیں مشرکین سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ غلام تھے' ان کا مکہ میں کوئی حامی و یاور نہ تھا اس لیے ان پر ستم گر ایسے ایسے مظالم ڈھاتے تھے جسے سن کر روح لرز جاتی ہے' انہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر چڑھ جاتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک انگارے بجھ نہ جاتے۔ ایک دفعہ ان کے ظالم آقا نے لوہا تپا کر ان کے سر کو داغ دیا۔ ان جان لیوا مصائب سے تنگ آکر انہوں نے درخواست پیش کی تھی۔

صنعاء

یمن کا دار السلطنت تھا اور وہاں کا سب سے بڑا شہر۔

حضر موت

صنعاء سے چار دن سے زیادہ کی مسافت پر ایک شہر ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ صنعاء سے مراد شام کا صنعاء ہو جو شام میں دمشق کے باب الفرادیس کے اطراف میں ایک بستی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج ایک انسان کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خطرہ سے خالی نہیں لیکن وقت آوے گا کہ پورے عرب میں اسلام پھیل جائے گا اور ایسا امن قائم ہوگا کہ کسی سفر میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوگا اگر چہ وہ لمبا سفر ہو۔

١٩١١- ح: [قِصَّةُ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ رَفَعَ صَوْتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ، حضور کے سامنے آواز اونچی کردی تھی

١٩١١- اَنْبَأَنِي مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَاْسَهُ فَقَالَ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَى الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو تلاش کرایا تو ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ میں آپ کو ان کا حال بتاؤں گا، یہ صاحب ثابت بن قیس کے پاس آئے ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا پایا، پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: برا ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتے تھے تو ان کا عمل اکارت ہوگیا اور وہ اہل نار سے ہیں، یہ صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ انہوں نے ایسا ایسا کہا ہے، اب یہ صاحب دوسری مرتبہ ان کے پاس بشارت عظیم لے کر گئے، فرمایا: اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: تم اہل نار سے نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ حجرات۔ باب: لاترفعوا اصواتکم ص ٧١٨)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بلند آواز بزرگ تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی اونچی آواز سے بات کیا کرتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (الحجرات: ٢)

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر آواز اونچی نہ کرو اور ان سے بات بلند آواز میں نہ کرو جیسے تم میں بعض بعض سے کرتا ہے کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو○

تو حضرت ثابت بن قیس نے سمجھا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ گھر میں بیٹھ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ بے ادبی کی نیت سے اونچی آواز سے بات نہیں کرتے فطری طور پر ان کی آواز ہی اونچی ہے، فرمایا کہ یہ قابل تعریف زندگی گزاریں گے اور شہید ہوکر مریں گے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ جنتی ہیں۔ کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ جنگ یمامہ میں جب مسلمانوں میں کچھ ابتری پیدا ہوگئی تھی تو انہوں نے اپنے بدن پر خوشبو ملی اور کفن پہنا اور لڑتے

لڑتے شہید ہو گئے۔

١٩١٢- ح: [فَضْلُ سُوْرَةِ الْكَهْفِ]

سورۂ کہف کی فضیلت

١٩١٢- عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَأْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ایک صاحب نے سورۂ کہف پڑھی اور گھر میں ایک چوپایہ تھا جو بدکنے لگا تو اس نے سلامتی کی دعا مانگی' پھر اچانک دیکھا کہ بادل اس کو گھیرے ہوئے ہے' اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے فلاں! پڑھتے رہو یہ سکینہ تھا جو قرآن کے لیے اترا۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ فتح۔ باب: ھو الذی انزل السکینۃ ص ٧١٧' کتاب فضائل القرآن۔ باب: فضل الکھف ص ٧٤٩' مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ' ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن)

یہ صاحب حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ''اِقْــراء فُلان'' یعنی تم کو پڑھتے رہنا چاہیے تھا۔ قراءت بند نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ''سکینہ'' اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے جو قبولیت اور نزول رحمت کی دلیل ہے جس کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں جو قرآن سنتے ہیں۔

١٩١٣- ح: [مَنْظَرُ الْهِجْرَةِ]

ہجرت کا ایک منظر

١٩١٣- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ جَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى اَبِيْ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ اِبْعَثْ اِبْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِيْ قَالَ فَحَمَلْتُهٗ مَعَهٗ وَخَرَجَ اَبِيْ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهٗ وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدَيَّ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُّ فِيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا مِثْلَ الَّذِيْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ قُلْتُ اَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ اُنْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعْرِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَاَيْتُ الْبَرَاءَ يَضْرِبُ اِحْدٰى

ابواسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' وہ کہتے تھے: ابوبکر میرے والد کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے کجاوہ خریدا اور عازب سے کہا: اپنے بیٹے کو بھیج دیجئے کہ اسے میرے گھر پہنچا دے' میں اسے اٹھا کر ان کے ساتھ چلا اور میرے والد باہر نکل کر قیمت پرکھنے لگے' حضرت ابوبکر سے میرے والد نے کہا کہ مجھ سے بیان فرمایئے آپ دونوں حضرات نے کیا کیا تھا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رات میں چلے تھے انہوں نے فرمایا: ہاں! بیان کروں گا۔ ہم رات بھر چلے اور صبح کو چلتے رہے یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر ہوگئی اور راستہ خالی ہو گیا اس میں کوئی نہیں گزر رہا تھا کہ ہمارے سامنے ایک لمبی سایہ دار چٹان آئی جس میں دھوپ نہیں تھی' ہم وہاں اتر پڑے' میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اپنے ہاتھوں سے زمین برابر کی اور میں نے حضور کے لیے ایک پوستین بچھا دی اور عرض کیا: یارسول اللہ! سو جائیں اور میں آپ کے اردگرد نظر رکھوں گا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے اور میں ادھر اُدھر دیکھتا رہا' اتنے میں ایک چرواہے کو دیکھا کہ وہ اسی چٹان کی طرف اپنی بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ آ رہا ہے وہ بھی اس چٹان سے وہی فائدہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو ہم حاصل کر رہے تھے' میں نے پوچھا

يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِي قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَمَعِي إِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِي مِنْهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حِينَ اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيلِ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ أُتِينَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهِ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا أُرَى فِي جَلَدٍ مِّنَ الْأَرْضِ شَكَّ زُهَيْرٌ فَقَالَ إِنِّي أُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا. فَجَعَلَ لَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ قَالَ وَوَفَى لَنَا:

(بخاری۔ کتاب اللقطہ۔ باب: ص ۳۳۱، باب: فضائل المہاجرین ص ۵۱۵، باب: ہجرۃ النبی ﷺ ص ۵۵۵، ج ۲۔ کتاب الاشربہ۔ باب: شرب اللبن ص ۸۳۹، مسلم۔ کتاب الاشربہ۔ کتاب الہجرت۔ کتاب الزہد)

اے لڑکے! تو کس کا غلام ہے؟ اس نے مدینہ یا مکہ کے کسی شخص کا نام لیا، میں نے پوچھا: کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے کہا: کیا تو دودھ دُوہے گا، اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے ایک بکری پکڑی، میں نے اس سے کہا: تھن کو دھول اور بال اور گندگی سے صاف کر لے۔ ابو اسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت براء کو دیکھا کہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر جھاڑنے کے لیے مار رہے ہیں، تو اس نے ایک پیالہ میں دودھ دوہا، میرے پاس ایک چھاگل تھی، میں نے اس کو نبی ﷺ کے لیے ساتھ رکھا تھا جس سے حضور پانی پیتے اور وضو فرماتے، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ میں آپ کو جگاؤں لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میں پہنچا تو حضور بیدار ہو چکے تھے، میں نے دودھ میں پانی ڈالا اتنا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پیجئے، حضور نے پیا اتنا کہ میں خوش ہو گیا پھر حضور نے فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا: ہاں! ہم سورج ڈھل جانے کے بعد وہاں سے چلے۔ سراقہ بن مالک ہمارے پیچھے آ رہا تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کوئی شخص ہمارے پاس آن پہنچا، فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی ہلاکت کی دعا کی تو اس کا گھوڑا مع اس کے پیٹ تک دھنس گیا، میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا سخت زمین میں، زہیر کو شک ہو گیا، سراقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم دونوں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب میرے چھٹکارے کی دعا کرو۔ اللہ کی قسم تمہیں ڈھونڈنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ نبی ﷺ نے اس کے چھٹکارے کی دعا کی تو وہ زمین سے نکل آیا، اس کے بعد وہ کسی سے ملتا تو کہتا کہ میں یہاں تلاش کر چکا ہوں اور جس سے بھی اس کی ملاقات ہوتی اس کو لوٹا دیتا، اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو اس نے پورا کیا۔

حدیث ہجرت کے مرکزی راوی ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی ہیں، ان سے زہیر بن معاویہ اور ان کے بھائی خدیج اور اسرائیل نے روایت کیا ہے نیز ان کے پوتے یوسف بن اسحاق نے بھی اور شعبہ نے بھی لیکن ہر روایت میں کچھ تھوڑا بہت تغیر اور کمی بیشی ہے۔ یہاں جو روایت ہے وہ غار سے نکلنے کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہے جس کی ابتداء یہاں سے کی ہے کہ ہم رات بھر چلے اور

دوسرے دن دوپہر تک چلتے رہے'' الی آخرہ''۔

ہجرت کا ابتدائی حصہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں مفصل گزر چکا ہے' اس حدیث میں صرف دو اہم واقعے ہیں' ایک دودھ کا دوسرا سراقہ کا۔ مزید تفصیل باب الہجرت میں آئے گی۔

اس حدیث سے علماء سوء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حدیث کی تعلیم پر اجرت لینی جائز ہے اس لیے کہ بعض روایتوں میں ابتداء حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے کہا کہ براء سے کہہ دو کہ یہ کجاوہ میرے گھر پہنچا دے' اس پر عازب نے کہا: نہیں جب تک آپ ہجرت کا واقعہ نہ بیان فرمائیں لیکن ان کا یہ استدلال غلط ہے' یہ کجاوہ گھر پہنچانا حدیث سنانے کی اجرت میں نہیں تھا بلکہ اس زمانے کے دستور کے مطابق تھا کہ سامان تاجروں کے نوکر مشتری کے گھر پہنچا دیا کرتے تھے یا بہ طور تبرع تھا' اصل حکم یہی ہے کہ دینی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں' لیکن اب بہ ضرورت اجازت ہے' یہ البتہ طے ہے کہ جو لوگ اجرت پر تعلیم دیتے ہیں وہ ثواب کے مستحق نہیں۔ اس زمانے کے مدرسین کو اللہ کا خوف کرنا چاہیے کہ وہ صرف تنخواہ ہی کے لیے تعلیم دیتے ہیں خلوص اور للّٰہیت دلوں سے رخصت ہو چکی ہے۔ اسی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور اس سے زیادہ تکلیف دہ یہ بات ہے کہ تعلیم تعلم کو صرف ذریعہ معاش بنا لیا گیا ہے۔ علم دین کی نشر و اشاعت یا دین کی خدمت کا صحیح جذبہ قریب قریب ختم ہو چکا ہے۔ کاش! مدرسین خلوص' للّٰہیت اور علم دین کی نشر و اشاعت اور دین کی خدمت کے جذبے سے تعلیم دیں تو اس کے فوائد ان کو دنیا میں بھی حاصل ہوں اور آخرت میں بھی۔

١٩١٤- ح:

١٩١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَاَسْلَمَ وَقَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَا يَدْرِيْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا فَاَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ.

ایک نصرانی مرتد کا انجام

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک نصرانی شخص مسلمان ہوا' اس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ لکھتا تھا' پھر وہ مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد وہی جانتے ہیں جو میں نے ان کے لیے لکھ دیا ہے' پھر وہ مر گیا' اس کے آدمیوں نے اس کو دفن کیا' صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا ہے' اس کے آدمیوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کا کام ہے۔ یہ جب ان سے بھاگ آیا تو انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے پھینک دیا' اب پھر اس کے آدمیوں نے اس کے لیے گڑھا کھودا اور جہاں تک ہو سکا خوب گہرا کھودا' پھر صبح کو دیکھا تو زمین نے اس کو پھینک دیا' اب پھر لوگوں نے کہا کہ یہ محمد اور ان کے اصحاب کا کام ہے' انہوں نے ہمارے ساتھی کی قبر کو ادھیڑ دیا اور اسے باہر پھینک دیا کیونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا' پھر اس کے لیے گڑھا کھودا اور جتنا کھود سکتے تھے اتنا گہرا کھودا' پھر صبح کو دیکھا کہ زمین نے اس کو پھینک دیا' اب انہوں نے جانا یہ انسانوں کی طرف سے نہیں تو انہوں نے بھی اس کو پھینک دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اس کی گردن توڑ دی، یعنی اس کی موت بھی غیر فطری طریقے سے ہوئی تھی۔

١٩١٥- ح:

مسیلمہ کذاب کی بارگاہ اقدس میں حاضری

١٩١٥- **حَدَّثَنَا** نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ سَمِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَهٗ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَاَيْتُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مسیلمہ کذاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آیا اور کہتا تھا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنا ولی عہد بنا دیں میں تو ان کی اتباع کرلوں گا اور وہ مدینہ طیبہ اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور حضور کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ٹکڑا تھا۔ حضور مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے وہ اپنے ہمراہیوں میں تھا' فرمایا: تو اگر مجھ سے اس ٹکڑے کو بھی مانگے گا تو میں تجھے نہیں دوں گا' تیرے بارے میں اللہ کا جو فیصلہ ہے اس سے تو خطا نہیں کرسکتا اور اگر تو مجھ سے روگردانی کر کے جائے گا تو اللہ ضرور ضرور تجھے ہلاک کرے گا اور مجھے یقین ہے کہ تو ہی وہ ہے جس کے بارے میں مجھے دکھایا گیا ہے جو میں نے دیکھا ہے۔

فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِيْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ.

مجھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے جس نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا خواب ہی میں میری جانب وحی کی گئی کہ ان پر پھونک مارو' میں نے ان دونوں پر پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے ان میں سے ایک عنسی ہے دوسرا مسیلمہ یمامہ والا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: وفد بنی حنیفۃ ص ٦٢٨' کتاب الرؤیا۔ باب: النفخ فی الرؤیا ص ١٠٤٢)

کتاب المغازی میں ہے کہ مسیلمہ مدینہ طیبہ آیا تو حارث کی بیٹی کے گھر ٹھہرا جس کا نام کیسہ تھا' یہ مسیلمہ کذاب کی زوجیت میں تھی۔ مسیلمہ سنۃ الوفود ۹ھ میں بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ آیا تھا' یہ دس سے کچھ اوپر آدمی تھے' مسیلمہ کذاب پڑاؤ پر رہ گیا وفد کے بقیہ افراد مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اس وقت تک اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد یہ سب مرتد ہوگئے اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کردیا' یہ کچھ طلسم بھی جانتا تھا' مثلاً انڈے کو شیشی میں داخل کردیتا۔

يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ

اسود عنسی' یہ یمن کے مشہور شہر صنعاء میں رہتا تھا' اسے فیروز دیلمی صحابی نے قتل کیا۔ ایک قول کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال ہی میں یہ مارا گیا اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں مسیلمہ کذاب عہد صدیقی میں

جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی نے قتل کیا تھا۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا' اس لیے "یخرجان من بعدی" کا مطلب یہ ہے کہ میرے ظہور کے بعد یہ دونوں خروج کریں گے' یہ مراد نہیں کہ میرے وصال کے بعد نکلیں گے۔

١٩١٦- ح:

خواب میں دار الہجرۃ المدینہ کا دیکھنا

١٩١٦- عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى اُرَاهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ اَنِّىْ اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِىْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوِ الْهَجَرُ فَاِذَا هِىَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ وَرَاَيْتُ فِىْ رُؤْيَاىَ اَنِّىْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰى فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ اُحُدٍ وَاِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِىْ اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' میں گمان کرتا ہوں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی جانب ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا خیال اس جانب گیا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے مگر وہ مدینہ یثرب ہے' میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے ایک تلوار ہلائی اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا' یہ وہ نقصان ہے جو مومنوں کو احد میں پہنچا' پھر میں نے اس کو دوبارہ ہلایا تو جیسی پہلے تھی اس سے عمدہ ہوگئی' یہ وہ ہے جو اللہ نے فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں کا اجتماع اور میں نے خواب ہی میں دیکھا ایک گائے کو جو ذبح کی جارہی ہے اور اللہ کا فعل بہتر ہے یہ وہ ہے جو مومنوں کے ساتھ یوم احد میں ہوا اور خیر اور سچائی کا ثواب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یوم بدر کے بعد عطا فرمایا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ٥٦٨' باب: من قتل من المسلمین یوم احد ص ٥٨٤' کتاب الرؤیا۔ باب: اذا رای بقرا تنحر ص ١٠٤١۔ باب: اذا رای انه هز سیفا ص ١٠٤٢' ج ١۔ کتاب الہجرت۔ ص ٥٥١' مسلم' نسائی' ابن ماجہ۔ کتاب الرؤیا)

١٩١٧- ح:

حضرت سیدہ فاطمہ سے رازدارانہ کچھ کہنا اور ان کا رونا

١٩١٧- عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِىْ كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْىُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِىْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِىَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت سیدہ فاطمہ چلتی ہوئی آئیں' ان کی رفتار گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میری بیٹی کو مرحبا ہو' پھر ان کو بٹھایا اپنی داہنی طرف یا بائیں طرف' پھر ان سے آہستہ کوئی بات کہی جس پر وہ روئیں' میں نے ان سے کہا: کیوں روتی ہو؟ پھر ان سے ایک اور بات آہستہ سے فرمائی' جس پر وہ ہنسیں میں نے کہا: آج کے دن جیسی خوشی غم سے بہت قریب میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کروں گی یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَيَّ اِنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِيْ وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِيْ لَحَاقًا بِيْ فَبَكَيْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَضَحِكْتُ لِذَالِكَ.

وصال ہو گیا' اب میں نے ان سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا تھا؟ تو حضرت فاطمہ نے بتایا کہ حضور نے مجھ کو راز کی یہ بات بتائی تھی کہ جبریل ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ کیا ہے اس سے میں سمجھ رہا ہوں کہ وصال کا وقت قریب ہے اور بے شک تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملو گی' اس پر میں روئی تو فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جنتیوں کی عورتوں یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو' اس پر میں ہنسی؟

(اسی کے بعد متصل' بخاری۔ کتاب فضائل صحابہ۔ باب: مناقب قرابة رسول الله ﷺ ص ٥٢٧' ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: مرض النبی ﷺ ص ٦٣٨' کتاب الاستیذان۔ باب: من ناجی بین یدی الناس ص ٩٣٠' ج ٢۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: کان جبریل یعرض القران ص ٧٤٨)

اس روایت میں وہ دوسری بات جس پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسیں حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو' اور بہ طریق عروہ حضرت ام المومنین سے جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس اطلاع پر خوش ہوئی تھیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ راجح مسروق والی روایت ہے۔

١٩١٨- ح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سورۂ نصر سے آپ (ﷺ) کا وصال قریب ہونے کا استخراج

١٩١٨- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُدْنِيْ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ قَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابن عباس کو قریب رکھتے تھے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک ہمارے بیٹے بھی اسی جیسے ہیں' حضرت عمر نے فرمایا: یہ اس وجہ سے ہے کہ تم جانتے ہو' اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت "اذا جاء نصر الله والفتح" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر اللہ نے حضور کو دی ہے تو حضرت عمر نے کہا: اس سے میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: ص ٦١٥۔ باب: مرض النبی ﷺ ص ٦٣٧۔ ٦٣٨' کتاب التفسیر۔ سورۂ اذا جاء۔ باب: قوله ورایت الناس یدخلون ص ٧٤٣۔ باب: قوله فسبح بحمد ربك ص ٧٤٣)

دوسری روایتوں میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے بدر میں شریک ہونے والے مشائخ کے ساتھ مجلس میں شریک کرتے تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو کچھ ناگواری ہوئی اور انہوں نے وہ فرمایا کہ ہمارے بیٹے بھی ان

نے کے ہم عمر ہیں ان کو قریب نہیں فرماتے' فرمایا: تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے یعنی تمہیں معلوم ہے کہ وہ سب سے زیادہ سمجھ دار ہیں پھر ایک دن حضرت ابن عباس کو بلایا اور سب کے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" کے بارے میں کیا کہتے ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی حمد کرنے اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں فتح کی نعمت عطا فرمائی ہے ہمیں اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے' اور کچھ صاحبان تو کچھ نہیں بولے' پھر حضرت ابن عباس سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں حضور کو اپنے وصال کے نزدیک ہونے کی خبر دی گئی ہے کہ اب آپ کا وقت وصال قریب آچکا ہے' جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے' اب اللہ کی طرف رجوع کیجیے' اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں۔

١٩١٩- ح: [قَالَ سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ] فرمایا: تمہارے لیے قالین ہوں گی

١٩١٩- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰى تَكُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَهَا يَعْنِي امْرَاَتَهٗ اَخِّرِيْ عَنِّيْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ يَقُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس قالین ہیں؟ میں نے کہا: ہمارے پاس کہاں سے قالین ہوں گے' فرمایا: سنو! بہت جلد تمہارے پاس قالین ہوں گے پس میں اس سے یعنی اپنی بیوی سے کہتا ہوں: اپنا قالین میرے پاس سے ہٹاؤ تو وہ کہتی ہے کہ کیا نبی ﷺ نہیں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس قالین ہوں گے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: الانماط ص ٧٧٥' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' مسلم۔ کتاب اللباس' نسائی۔ کتاب اللباس' ابوداؤد۔ کتاب النکاح' ابوداود۔ کتاب اللباس)

نمط

ایسا بچھونا جس میں باریک روئی ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب شادی کی تھی تو اس وقت حضور ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تھا۔

١٩٢٠- ح: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جرأت

١٩٢٠- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰى اُمَيَّةَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ اَبِيْ صَفْوَانَ وَكَانَ اُمَيَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَى الشَّامِ فَمَرَّ اُمَيَّةُ بِالْمَدِيْنَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ انْتَظِرْ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتُ فَطُفْتُ فَبَيْنَا سَعْدٌ يَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَاللّٰهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِيْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سعد بن معاذ عمرہ کی نیت سے مدینہ کی نیت سے چلے' مکہ پہنچ کر امیہ بن خلف ابوصفوان کے یہاں اترے۔ امیہ جب شام جاتے ہوئے مدینہ سے گزرتا تو حضرت سعد کے یہاں ٹھہرتا' امیہ نے حضرت سعد سے کہا: انتظار کرو تا کہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تو میں چلوں گا اور طواف کروں گا۔ حضرت سعد طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل آ گیا اور پوچھا: یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے؟ حضرت سعد نے کہا کہ میں سعد ہوں تو ابوجہل نے کہا: تو بلا خطر کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور تم نے محمد اور ان کے اصحاب کو پناہ دے رکھی ہے۔ حضرت سعد نے فرمایا: ہاں! اور دونوں لڑ پڑے۔ امیہ نے حضرت سعد سے کہا: اپنی آواز ابوالحکم پر بلند مت کرو بے شک

اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فَجَعَلَ يُمْسِكُهُ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهُ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَا قَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ قَالَ زَعَمَ اَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَزْعُمُ اَنَّهُ قَاتِلِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَجَاءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ اَمَا ذَكَرْتَ مَا قَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهُ اَبُوْجَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِيْ فَسِرْ بِنَا يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ.

(بخاری۔ج ۲۔کتاب المغازی۔باب: ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر ص ۵۶۳)

اس وادی والوں کا سردار ہے پھر حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تو نے مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے سے روک دیا تو میں تیری تجارت گاہ شام کا راستہ کاٹ دوں گا۔ امیہ حضرت سعد سے یہی کہتا رہا: اپنی آواز اونچی مت کرو اور انہیں روکتا رہا' اس پر حضرت سعد کو غصہ آ گیا اور کہا: ہمیں چھوڑ دے میں نے محمد ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل فرمائیں گے' امیہ نے کہا: مجھے؟ سعد نے کہا: ہاں! امیہ نے کہا: بخدا! محمد جب کوئی بات بیان کرتے ہیں تو جھوٹی نہیں ہوتی اور وہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ کر آیا اور اس سے کہا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ میرے یثربی بھائی نے کیا کہا؟ اس نے پوچھا: کیا کہا ہے؟ امیہ نے کہا: اس کا گمان ہے کہ اس نے محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے والے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا: بخدا! محمد کی بات جھوٹی نہیں ہوتی' جب قریش بدر کی طرف نکلے اور پکار ہوئی تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا: کیا تجھے یاد نہیں جو تجھ سے تیرے یثربی بھائی نے کہا تھا؟ اس پر امیہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ نہیں نکلے گا مگر ابوجہل نے اس سے کہا: تو اس وادی کے رؤسا میں سے ہے' ہمارے ساتھ ایک دو دن چل' اس پر وہ ان کے ساتھ چلا اور اللہ نے اسے مار ڈالا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے قبیلۂ خزرج کے سردار تھے۔ عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بدر واحد اور خندق کے مشاہد میں شریک رہے' غزوہ خندق کے موقع پر ہاتھ کی شہ رگ میں ایک تیر آ کر لگا اور بالآخر یہی شہادت کا سبب بنا۔

امیہ

یہ مشرکین کے رؤسا میں تھا اور اسلام کا جانی دشمن۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی کے غلام تھے' اسی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو خریدا تھا' غزوہ بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔

قبل از اسلام حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے درمیان دوستی تھی' اسی بنا پر وہ جب شام تجارت کے لیے جاتا تو ان کے یہاں ٹھہرتا اور یہ جب مکہ معظمہ جاتے تو اس کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ ابتداءً مدینہ طیبہ کے مسلمانوں اور مکہ شریف کے مشرکین کے درمیان آمد و رفت تھی اور صحابہ کرام عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے۔

۱۹۲۱- ح: [رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ] آپ (ﷺ) کا یہ خواب کہ حضرت ابوبکر نے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے

١٩٢١- عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ بَعْضِ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرٰى عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَقَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْ بَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے لوگوں کو دیکھا ایک میدان میں اکٹھے ہیں' ابوبکر کھڑے ہوئے انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری ہے' اللہ انہیں بخش دے' پھر اسے عمر نے لیا تو ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول بن گیا' میں نے لوگوں میں ایسا کوئی طاقتور نہیں دیکھا جو ان کی طرح چرس کو کھینچے یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا' اور ہمام نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر نے دو ڈول کھینچے۔

(بخاری۔ کتاب فضائل صحابہ۔ باب: قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو کنت متخذًا خلیلًا ص ۵۱۹۔ باب: مناقب عمر ص ۵۲۰' ج ۲۔ کتاب التعبیر۔ باب: نزع الماء من البیر وباب نزع الذنوب والذنوبین ص ۱۰۳۹' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی' نسائی۔ کتاب الرؤیا)

ذنوب

وہ ڈول جو پانی سے بھرا ہو۔ ''غربٌ'' وہ بڑا ڈول جس کو اونٹ کھینچتا ہو' اس حدیث میں اختصار ہے۔ باب ''لو کنت متخذا خلیلًا'' میں شروع میں یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں ایک کنویں پر ہوں اور چرخے سے ڈول کھینچ رہا ہوں کہ ابوبکر آئے۔ ''عَبْقَرِيٌّ'' وہ شخص جو اپنے کام کا ماہر ہو' قوم کا سردار' ہر شئی میں عبقری وہ ہے جو اس کی حد کمال تک پہنچا ہوا ہو۔ ''فَرِيٌّ'' ایسا کام کرنا جو مصلحت کے مطابق ہو جس پر لوگ تعجب کرتے ہوں۔

وفي بعض نزعه ضعفٌ

حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے' کنویں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانے کی تعبیر یہی ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں اکثر مدت تک مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع کرنے میں مشغول رہے' دوسرے ممالک کی فتوحات بہت کم حاصل ہوئیں۔ مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے قلع قمع سے فارغ ہونے کے بعد ایران اور شام کی طرف افواج بھیجیں' ابھی ان دونوں علاقوں سے کسی میں کوئی معتد بہ کامیابی نہیں ہوئی تھی کہ وصال ہو گیا جس کی وجہ سے ان کے زمانہ میں مال غنیمت اور فتوحات برائے نام ہی حاصل ہوئیں اور عوام کو ان کی خلافت سے وہ کشائش اور فراخی حاصل نہ ہو سکی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حاصل ہوئی' اس کو ضعف سے تعبیر فرمایا اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ بہ نظر دقیق دیکھا جائے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی ساری فتوحات بلکہ بعد تک کی حضرت ابوبکر صدیق کی مرہون منت ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا محیر العقول اور عظیم کارنامہ مرتدین کی سرکوبی اور اصلاح اور مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی ہے۔ اگر خدانخواستہ ان دونوں فتنوں پر قابو حاصل نہ ہوتا تو نہ ایران فتح ہو سکتا تھا نہ شام' مسلمان عرب ہی میں الجھ کر رہ جاتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خداداد فراست' تدبیر اور استقامت سے ان دونوں اندرونی فتنوں کو اس طرح سر کیا کہ ان کی رگ بھی باقی نہ رہی اور پورا عرب ایک کلمہ پر متفق ہو گیا۔ عرب میں اندرونی طور پر کوئی خلفشار نہ رہا اور اس طرف سے بالکلیہ اطمینان ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کا یہ وہ کارنامہ ہے کہ اس سے متاثر ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا: ''ولقد قام ابوبکر یوم الردۃ فقام نبی من الانبیاء'' ابوبکر نے یوم ردت نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

حاصل یہ نکلا کہ کنویں سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلانا یہ اشارہ ہے دنیوی کشائش اور فراخی کی جانب یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں برائے نام تھی اس لیے اس کو ضعف سے تعبیر کیا یعنی جتنی فراخی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں حاصل ہوئی وہ ان کی خلافت میں نہ حاصل ہوسکی۔

''واللّٰہ یغفرله'' یہ کلمہ ترحم ہے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضرت صدیق اکبر سے کوئی غلطی سرزد ہوئی جس کی بنا پر ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قال همام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ''ذنوبا او ذنوبین'' شک کے ساتھ اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بلاشک ''ذنوبین'' ہے۔ افادہ یہ فرمایا کہ صحیح روایت ''ذنوبین'' ہے۔

١٩٢٢- ح: [جَاءَ جِبْرِيْلُ فِيْ صُوْرَةِ دِحْيَةَ]

حضرت جبریل حضرت دحیہ کی شکل میں حاضر ہوئے

١٩٢٢- حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ اُنْبِئْتُ اَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا اَوْ كَمَا قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَيْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ جِبْرَائِيْلَ اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِيْ عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. (بخاری۔

ج ٢- کتاب فضائل القرآن۔ باب: کیف نزول الوحی ص ٧٤٤

مسلم۔ کتاب الفضائل ام سلمہ)

ابوعثمان نے کہا: مجھے خبر دی گئی کہ بے شک جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے پاس ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، جبریل حضور سے بات کرتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور چلے گئے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون تھے یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا؟ حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ دحیہ تھے۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: بخدا! میں نے گمان کیا تھا کہ دحیہ یہی ہیں یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ سنا کہ آپ جبریل کی خبر کو بیان فرمار ہے تھے یا اس کے مثل اور کچھ فرمایا۔ راوی حدیث سلمان نے کہا: میں نے ابوعثمان سے پوچھا: تم نے یہ کس سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

اس حدیث کے راوی ابوعثمان اگرچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بوجہ کم عمری تحمل حدیث نہیں کر سکتے تھے، نیز روایت بھی ثابت نہیں، ان کا شمار اکابر تابعین میں ہے، اس لیے ابتداء کے لحاظ سے یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ انہوں نے ان صحابی کا یہاں ذکر نہیں کیا جن سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہے لیکن جب آخیر میں پوچھنے پر بتا دیا کہ میں نے یہ حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی ہے تو اب متصل ہوگئی۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے اکثر یہی ہوتا تھا اگرچہ کبھی کبھی اعرابی کی شکل میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے۔

بَابُ سُؤَالِ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشرکین نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو حضور نے

اٰیَةً فَاَرَاھُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ (ص ٥١٣) ان کو چاند کے دوٹکڑے ہونا دکھایا

١٩٢٣- عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

(بخاری۔ کتاب المناقب الانصار۔ باب: انشقاق القمر۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ قمر۔ ص ٧٢١ دوطریقے سے' مسلم۔ کتاب التوبہ)

باب ''انشقاق القمر'' میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چاند دوٹکڑے ہوا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منٰی میں تھے کہ فرمایا: گواہ ہو جاؤ اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا اور ابوالضحٰی سے یہ طریقہ مسروق حضرت عبداللہ ابن مسعود ہی سے مروی ہے کہ چاند مکہ میں دوٹکڑے ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاند کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ رہا اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا اور اس پہاڑ سے مراد حرا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ چاند دوپارہ ہوا تو لوگوں نے حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ پہاڑ کی طرف جانے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ سے کچھ آگے نکل گیا اور منٰی اور مکہ میں تطبیق یہ ہے کہ یہ واقعہ منٰی میں ہوا تھا اور منٰی مکہ ہی میں ہے۔

مسلم میں یہ ہے کہ انہیں چاند کے دوٹکڑے ہونے کو دو مرتبہ دکھایا اور یہی مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے لیکن بخاری و مسلم دونوں کی روایتیں اس پر متفق ہیں کہ ''فرقتین'' فرمایا تھا اور ایک روایت میں ''فرقتین'' اس لیے دونوں روایتوں میں تطبیق کے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرتین سے مراد ''فرقتین'' ہے' اس لیے علماء حدیث میں سے کسی نے بھی اس واقعہ کے دوبارہ ہونے کا قول نہیں کیا ہے۔

١٩٢٤- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ حَدَّثَهُمْ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَهُمْ اٰیَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کو انہیں دکھایا۔

(بخاری۔ کتاب المناقب الانصار۔ باب: انشقاق القمر ص ٥٤٦' ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ قمر۔ ص ٧٢٢' مسلم)

١٩٢٥- عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دوٹکڑے ہوا۔

(کتاب المناقب الانصار۔ باب: انشقاق القمر ص ٥٤٦' ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ قمر۔ ص ٧٢١)

معجزہ شق القمر چھ صحابہ کرام سے مروی ہے

انشقاق القمر کی حدیث امام بخاری نے تین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے' ایک حضرت عبداللہ بن مسعود' دوسرے حضرت انس بن مالک' تیسرے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے۔ ان سے اخیر کے دو صاحبان اس وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت انس مدینہ طیبہ میں تھے' حضرت عبداللہ ابن عباس ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ

سال پہلے ہوا ہے اور حضرت ابن عباس ۷ ھ بعثت میں پیدا ہوئے تو بہ ظاہر ان دونوں حضرات سے روایت مروی ہوئی پھر بھی اس میں کوئی حرج نہیں' اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ صحابی کی مرسل حدیث متصل کے حکم میں ہے' اس لیے کہ صحابی نے یا تو اسے کسی صحابی سے سن کر روایت کیا ہے یا خود حضور اقدس ﷺ سے سن کر۔

رہ گئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ اس وقت موجود تھے جیسا کہ مناقب اور تفسیر کی روایت میں تصریح ہے' بیہقی ابونعیم نے دلائل میں انہیں سے روایت کی ہے کہ میں نے چاند کے ایک ٹکڑے کو اس پہاڑ پر دیکھا ہے جو منیٰ میں تھا اور ہم مکہ میں تھے۔ اس روایت سے مناقب کی ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا تھا اور چاند کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا جو منیٰ میں تھا' مکہ معظمہ سے حرا اور منیٰ دونوں مشرق جانب ہیں اس لیے یہ روایت اس کے بھی معارض نہیں کہ حرا کو دونوں ٹکڑوں کے بیچ دیکھا۔

ان صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ معجزہ مروی ہے' نیز حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند دو پارہ ہوا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گیا' اس پہاڑ پر اور اس پہاڑ پر' تو مشرکین نے کہا کہ محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے' ان کے بعض نے بعض سے کہا: اگر انہوں نے جادو کر دیا ہے تو استطاعت رکھتے ہیں کہ سب لوگوں پر جادو کر دیں۔

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' وہ فرماتے ہیں: چاند دو ٹکڑے ہوا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے' نیز حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے مثل مروی ہے' یہ کل سات صحابہ کرام ہوئے۔

ایک شبہہ اور اس کا جواب

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر چاند کا دو ٹکڑے ہونا صحیح ہوتا تو ایسی عجیب وغریب بات لوگوں سے چھپی نہیں رہتی اور یہ بطریق تواتر منقول ہوتا' نیز اہل نجوم اور تاریخ والے اسے جانتے اور اپنی کتابوں میں ذکر کرتے۔

جواب

جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا' اس وقت لوگ گھروں میں ہوتے ہیں اور سوئے رہتے ہیں' پھر یہ واقعہ ایک آن کے لیے ہوا تھا' اسے وہی شخص دیکھ سکتا تھا جو اس وقت چاند پر نظر رکھتا ہو' عام طور پر لوگ رات کو جاگتے بھی ہیں تو اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ کون ہے جو آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے' چاند میں گہن لگتا ہے' اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ معمولی اور تھوڑی دیر رہتا ہے تو اس کو چند ہی لوگ دیکھ پاتے ہیں۔ علامہ عینی نے نقل فرمایا ہے کہ مکہ والوں نے کہا کہ یہ ابن ابوکبشہ کا جادو ہے' سفر کرنے والوں سے پوچھو اگر انہوں نے دیکھا ہو تو سچ ہے ورنہ جادو ہے۔

جو لوگ سفر میں گئے تھے جب واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے چاند دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے' نیز ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا' اسے صرف وہی لوگ دیکھ سکتے تھے جو مکہ معظمہ کے آس پاس ان حدود میں تھے جو مکہ میں چاند کو دیکھ سکیں رہ گئے دور دراز کے لوگ تو اختلاف مطالع کی بنا پر مکہ پر چمکنے والے چاند کو نہیں دیکھ سکتے تھے' وہ بھلا کس طرح دیکھ سکتے تھے۔

قاضی بیضاوی کی ایک لغزش پر تنبیہ

قاضی بیضاوی نے فلاسفہ کی تقلید جامد میں آیت کریمہ: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُO'' (القمر:١) کی تفسیر میں کہا: ''سَيَنْشَقُّ عِنْدَ مَجِيْءِ الْقِيٰمَةِ'' یعنی قیامت آنے پر شق ہوگا۔ اسے علماء نے کئی طرح سے رد کیا ہے۔ اولاً: ''انشق'' ماضی کا صیغہ ہے اور نصوص کے ظاہر سے عدول بلا دلیل جائز نہیں۔ ثانیاً: ''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ'' اس کی دلیل ہے کہ یہ اعجاز قیامت قائم ہونے سے پہلے ہوگا۔ ثالثاً: آگے فرمایا گیا: ''وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّO'' (القمر:٢) اگر یہ لوگ کوئی آیت دیکھتے ہیں تو اس سے روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ رہنے والا جادو ہےO ظاہر ہے کہ قیامت کے دن کفار اس قسم کی بات نہیں کہیں گے' اس دن تو ان پر حق واضح ہو جائے گا۔ رابعاً اسے نشانی فرمایا گیا اور نشانی کی ضرورت اسی دنیا میں ہے' قیامت کے روز کوئی نشانی طلب کرنے والا نہیں رہے گا۔

بَابٌ (ص ٥١٤)

١٩٢٦- ح: [لَا يَزَالُ النَّاسُ مِنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ]

باب
میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے

١٩٢٦- حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسَ مِنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہماری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم ان کے پاس آئے اور وہ غالب ہی رہیں گے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الاعتصام۔ باب: قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تزال طائفة من امتی ص ١٠٨٧' کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالٰی انما امرنا لشیئ ص ١١١١' مسلم۔ کتاب الجہاد)

١٩٢٧- ح: [لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ]

میری امت کا ایک گروہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا

١٩٢٧- حَدَّثَنِيْ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

عمیر بن ہانی نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے: میری امت سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا ان کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو ان سے الگ رہیں گے یا ان کے مخالف ہوں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آئے گا اور وہ اسی پر رہیں گے۔ مالک ابن یخامر نے کہا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور وہ شام میں ہوں گے۔ اس پر حضرت معاویہ نے کہا: یہ مالک ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاذ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔

(بخاری۔ج ٢۔کتاب الاعتصام۔باب: قول النبی ﷺ لا تزال من امتی ص ١٠٨٧' کتاب التوحید۔باب: قول اللہ تعالیٰ انما امرنا لشیء ص ١١١١' مسلم۔کتاب الجہاد)

ظاهرين ...... (اس حدیث میں "امر اللہ" سے کیا مراد ہے؟)

اس کے معنی ہیں غالب رہنے والے' امر اللہ سے مراد وہ ہوا ہے جو قیامت کے قریب آوے گی اور ہر مومن مرد اور عورت کی روح نکالے گی' یہ گروہ کون ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ اہل علم ہیں اور یہی راجح ہے۔ علم سے مراد علم دین اور قرآن و حدیث کا علم ہے اور غالب ہونے سے مراد دلیل اور حجت سے غلبہ ہے' یعنی قرب قیامت تک روئے زمین پر کچھ لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو دلیل اور حجت میں پوری دنیا کے اسلام کے مخالفین پر غالب رہیں گے۔ یہ مخالفین خواہ مدعیان اسلام ہوں یا عیاناً اسلام کی مخالفت کرتے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ علم سے مراد معنی عام ہو یعنی علم ظاہر اور علم باطن' اللہ کی زمین اولیائے کرام سے کبھی خالی نہ ہوگی۔

وهم بالشّام

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا ارشاد ہے۔ غالباً ان کی مراد ابدال سے ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے' اس تصور پر انہوں نے خاص اولیائے کرام کو مراد لیا ہے لیکن صحیح تعمیم ہے' بعض شارحین نے اس میں اور تعمیم کی کہ اس سے مراد مجاہدین وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٢ - [كِتَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

[نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے فضائل]

بَابُ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٥١٥)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْرَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ.

مسلمانوں میں سے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی یا آپ کو دیکھا وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے۔

توضیح

صحبت کا لفظ اپنے اطلاق کے اعتبار سے تھوڑی دیر کی صحبت کو بھی شامل ہے' اسی طرح رویت بھی۔ نیز یہ عام ہے کہ قریب سے دیکھا ہو یا دور سے' حقیقتاً دیکھنا ہو یا حکماً' جیسے نابینا کا حاضر دربار ہونا' شرط یہ ہے کہ ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان ہی پر مرا ہو اگرچہ بیچ میں ردت طاری ہو گئی ہو' جیسے عبداللہ بن سرح اور اشعث بن قیس' ان لوگوں نے ایمان قبول کیا' پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' پھر مرتد ہو گئے' پھر اللہ نے توفیق دی مسلمان ہوئے۔

عبداللہ بن سرح عہد رسالت ہی میں مرتد ہوئے اور فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے اور اشعث بن قیس بعد رسالت مرتد ہوئے' پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا' کچھ لوگوں نے صحابی ہونے کے لیے ایک مدت تک خدمت اقدس میں حاضر رہنے کی شرط کی ہے' عام محدثین کا یہی رجحان ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَفَضْلِهِمْ

مہاجرین کے مناقب اور ان کی فضیلت کا بیان

مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحشر:٨).

ان میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ تیمی ہیں اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: ان محتاج مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے' اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' یہی لوگ سچے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:۴۰).

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے: غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

توضیح باب

مہاجرین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جو قبل فتح' مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے اور ایک تعریف یہ ہے کہ انصار اور فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد جو لوگ مسلمان ہوئے ان کو چھوڑ کر تمام مسلمان مہاجرین ہیں خواہ وہ کہیں کے باشندے ہوں' اس سے ظاہر ہو گیا کہ صحابہ کرام کی تین قسمیں ہیں۔ مہاجر' انصار' فتح مکہ کے موقع پر یا اس کے بعد مسلمان ہونے والے' انصار' اوس' خزرج اور ان کے خلفاء کو کہتے ہیں۔

منھم ابو بکر

حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر کا نام نامی عبداللہ تھا۔ تلویح میں ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبہ تھا اسلام میں عبداللہ رکھا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا کہا گیا ہے' عتیق نام نہیں بلکہ ان کا خطاب ہے جیسے کہ صدیق' اور یہ خطاب من جانب اللہ ہے۔ شب معراج حضور اقدس ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: کون میری تصدیق کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ ایک قول پر آپ مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں' آپ کے والدین بھی مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی اولاد بھی' آپ کی تین پشت صحابی ہیں' اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔

ت ۵۹۵ - قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ.

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت ابوبکر نبی ﷺ کے ساتھ غار میں تھے۔

ام المومنین کا ارشاد باب ہجرت میں آ رہا ہے اور حضرت ابوسعید کا قول ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو حضور ﷺ امیر الحج بنا کر بھیج رہے تھے تو فرمایا: ''اَنْتَ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ فِي الْغَارِ'' تم میرے بھائی اور میرے غار کے ساتھی ہو اور حضرت ابن عباس کے قول کو امام احمد اور امام حاکم نے ہجرت کی حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر چلے اور حضور اقدس ﷺ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے' اس کے بعد امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہجرت ذکر کی ہے جو ابھی گزری ہے' یہاں اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے تیرہ درہم میں کجاوہ خریدا تو حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے کہا کہ براء سے کہہ دیں کہ اسے میرے گھر تک پہنچا دیں تو حضرت عازب نے کہا: نہیں جب تک آپ ہم سے وہ حدیث نہ بیان فرمائیں کہ جب آپ اور رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تھے اور مشرکین تلاش کر رہے تھے تو آپ لوگوں نے کیا کیا تھا۔

۱۹۲۸ - ح: [مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا]

تیرا کیا گمان ہے' اے ابوبکر! ان کا تیسرا اللہ ہے؟

۱۹۲۸- عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا فِی الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَیْهِ لَاَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ یَا اَبَا بَکْرٍ بِاثْنَیْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا اور ہم غار میں تھے کہ اگر مشرکین میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے نظر کرے تو ہمیں دیکھ لے گا' فرمایا: تیرا کیا گمان ہے ابوبکر ان دو کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ ہے۔

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: هجرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۵۸' ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ باب: قوله ثانی اثنین اذهما فی الغار ص ۶۷۲' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب التفسیر)

مشرکین نشان قدم دیکھتے ہوئے غار ثور کے منہ پر پہنچ گئے' اس کے بعد انہیں نشان قدم کہیں نہیں ملا' غار کے دہانے پر کھڑے تھے حضرت صدیق اکبر نے دیکھ لیا اس وقت یہ عرض کیا تھا' اس وقت اللہ کی نصرت یہ ظاہر ہوئی کہ انہوں نے غار کے اندر جھانک کر نہیں دیکھا' ظاہری سبب اس کا ارباب سیر نے یہ لکھا ہے کہ غار کے منھ پر ببول کا ایک درخت تھا جس پر مکڑی نے جالے تن دیئے تھے اور ایک کبوتر کا گھونسلہ تھا جب مشرکین وہاں پہنچے تو کبوتری گھونسلے سے نکل کر اڑ گئی تو انہوں نے کہا کہ اگر غار میں جاتے تو مکڑی کے جالے سلامت نہ رہتے اور نہ یہ گھونسلہ رہتا' مشہور ہے کہ جو مسجد حرام میں کبوتر رہتے ہیں وہ اسی کبوتر کی نسل سے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (ص ۵۱۶)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر کا سب سے افضل ہونا

۱۹۲۹- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ اَبَا بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے' ہم سب افضل ابوبکر کو مانتے تھے' پھر عمر بن خطاب' پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کو۔

(بخاری۔ مناقب عثمان بن عفان۔ ص ۵۲۲)

طبرانی میں ہے کہ ہم یہ کہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری کے ساتھ تشریف فرما تھے: اس امت کے سب سے افضل ابوبکر' عمر اور عثمان ہیں' اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے تھے اور انکار نہیں فرماتے تھے۔ مناقب عثمان میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں' حضرت ابوبکر کے زمانے میں خود حضرت ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے' پھر حضرت عمر کو' پھر حضرت عثمان کو' پھر اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کے مابین کسی کو دوسرے سے افضل نہیں کہتے تھے۔

اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بلکہ انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں' پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما۔

اور اہل سنت کا مذہب صحیح اور راجح یہ ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے بھی افضل ہیں اگرچہ اس میں اختلاف ہے' بہت سے اسلاف کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں' غالباً اسی اختلاف کے پیش نظر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے تو فرمایا: "تفضيل الشيخين وحب الختنين والمسح على الخفين" شیخین کو سب سے افضل ماننا' دونوں دامادوں سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان: اگر میں

وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا قَالَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ (ص ٥١٦)

کسی کو خلیل بناتا' اسے ابو سعید نے روایت کیا ہے

١٩٣٠ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے دوست ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: التواضع۔ ج ٢ ص ٩٦٣)

اس کے بعد بہ طریق ایوب جو روایت ہے' اس میں یہ ہے "لٰکن اخوۃ الاسلام افضل" لیکن اسلام کی بھائی چارگی افضل ہے۔

خلیل...... (محبت اور خلت میں فرق)

خلیل "خـلـة" سے مشتق ہے' اس کے معنی یہ ہیں کہ جو سب سے رشتہ ناطہ توڑ کر صرف اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور صرف اسی کے ساتھ محبت رکھے ایسی جس میں کوئی غرض یا خلل نہ ہو' اور ایک قول یہ ہے کہ خلیل کے معنی یہ ہیں: جو کسی کے ساتھ مختص ہو کر رہ جائے۔ ابوبکر بن فورک نے کہا: "خـلـة" کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ ایسی خالص محبت ہو کہ وہ اسی کا ہو کر رہ جائے اور آپس میں وہ راز و نیاز ہو' جس سے دوسرے محروم ہوں۔

اکثر علماء کا مختار یہ ہے کہ محبت' خلۃ سے ارفع ہے اس لیے کہ حبیب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ جو خلیل علیہ السلام کے درجہ سے بلند ہے' محبت کے اصل معنی یہ ہیں کہ اس کی طرف جھکنا جو محبوب چاہے' لیکن میل مخلوق کا خاصہ ہے اللہ عزوجل کی ذات میں اس کا لازمی معنی مراد ہے یعنی سعادت پر اسے قادر کرنا اور لایعنی بات سے محفوظ رکھنا اور ہر خیر کی توفیق دینا اور قرب کے اسباب کو مہیا کرنا اور اپنی رحمت کا اس پر فیضان کرنا اور اس کا اعلیٰ درجہ قلب سے حجاب کو اٹھا دینا ہے یہاں تک کہ وہ اس حدیث کا مظہر بن جائے کہ فرمایا:

جب میں کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اس کو کما حقہٗ وہی سمجھ سکتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ خالص ہو جائے اور غیر اللہ سے انقطاع کلی حاصل ہو جائے اور صفائے قلب بہ تمامہا حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں علماء نے بہت لمبی چوڑی بحثیں کی ہیں جن کا اجمالی بیان یہ ہے خلیل وہ ہے جس کا وصول بواسطہ ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے فرمایا گیا: "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" (الانعام:٧٥) اور ایسے ہی ہم ابراہیم کو آسمانوں اور ساری زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں۔ اور حبیب وہ ہے جو صرف محب کی عنایت سے وصال سے شاد کام ہو۔ فرمایا: "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰىO" (النجم:٧) تو وہ جلوہ دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی کم فاصلے پر محبوب کے قریب ہواO

خلیل وہ ہے جنہوں نے عرض کیا: "اَلَّذِيْٓ أَطْمَعُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِO" (الشعراء:٨٢) وہ ذات جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری لغزش سے درگزر فرمائے گاO اور حبیب وہ ہے جس کے بارے میں یہ فرمایا گیا: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ

مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ" (الفتح:٢) تا کہ اللہ آپ کی وجہ سے آپ کے متعلقین کے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دے۔ خلیل وہ ہے جس نے یہ عرض کیا: "وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ O" (الشعراء:٨٧) جس دن لوگوں کو اٹھائے مجھے رسوا مت کرنا O اور حبیب سے یوں فرمایا گیا: "یَوْمَ لَایُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ" (التحریم:٨) اس دن اللہ نبی کو رسوا نہیں کرے گا۔ خلیل وہ ہے جنہوں نے یوں عرض کیا: "وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ" (الشعراء:٨٤) اور میری سچی ناموری رکھ۔ اور حبیب سے یوں فرمایا گیا: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند فرمایا (بغیر کسی سوال کے)۔ خلیل وہ ہے جنہوں نے عرض کیا: "وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ O" (ابراہیم:٣٥) اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں سے بچا O حبیب وہ ہے جن سے فرمایا گیا: "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ" (الاحزاب:٣٣) اے اہل بیت نبوت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمائے۔

اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ

حدیث کے اس حصے پر یہ اعتراض ہے کہ خلۃ سے اخوۃ الاسلام کو افضل کہنا صحیح نہیں، اسی لیے داؤدی نے کہا: یہ حصہ محفوظ نہیں لیکن اس کی توضیح یہ ہے کہ صدیق اکبر کے حق میں میرا ان سے جو اخوت اسلام کا تعلق ہے افضل ہے، مطلقاً اخوت کو خلت سے افضل بتانا مقصود نہیں ہے۔

١٩٣١- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ قَالَ كَتَبَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ اِلَی ابْنِ الزُّبَیْرِ فِی الْجَدِّ فَقَالَ اَمَّا الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُهُ اَنْزَلَهٗ اَبًا یَعْنِیْ اَبَا بَكْرٍ.

عبداللہ بن ابوملیکہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے عبداللہ بن زبیر کو دادا کے بارے میں لکھا (کہ میراث میں اس کا کتنا حصہ ہے) تو انہوں نے کہا: سنو! جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس امت سے کسی کو خلیل بناتا تو انہیں بناتا یعنی ابوبکر کو انہوں نے دادا کو باپ کی جگہ رکھا۔

یہ لکھنے والے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر باپ نہ ہو تو دادا کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں، اگر ملے گا تو کتنا ملے گا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: اس صورت میں دادا باپ کی جگہ ہے، باپ کی طرح وہ چھٹا حصہ پائے گا جب کہ اولاد ہو ورنہ عصبہ ہے، یہ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے۔

بَابٌ (ص ٥١٦)

١٩٣٢- ح: [قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَكْرٍ]

باب
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا

١٩٣٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ قَالَتْ اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتَ قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَكْرٍ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر آنا، اس نے عرض کیا: فرمائیے! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں گویا وہ کہہ رہی تھی کہ آپ کا وصال ہو جائے، تو فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الاحکام۔ باب: الاستخلاف ص ١٠٧٢، کتاب الاعتصام۔ باب: الاحکام ص ١٠٩٤، مسلم۔ کتاب الفضائل ترمذی)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ بلافصل ابوبکر ہوں گے' اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ اسماعیلی نے اپنی معجم میں حضرت سہل بن ابن حشمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور پوچھا: آپ کا وقت موعود آجائے تو کون فیصلہ کرے گا؟ فرمایا: ابوبکر' پھر پوچھا: ان کے بعد کون فیصلہ کرے گا؟ فرمایا: عمر' اسی طرح طبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے بعد ہم اپنے مال کے صدقے کسے دیں گے؟ فرمایا: ابوبکر کو' اس حدیث میں کچھ ضعف ہے' مگر جب دوسری صحیح حدیث سے یہ مضمون ثابت ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

١٩٣٣- ح: [رَاَیْتُهُ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَامْرَاَتَانِ وَاَبُوْ بَکْرٍ]

میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے

١٩٣٣- عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَامْرَاَتَانِ وَاَبُوْ بَکْرٍ.

ہمام نے کہا کہ میں نے حضرت عمار سے سنا' کہتے تھے: ایک وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور ابوبکر تھے۔

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: اسلام ابی بکر ص ٥٤٤)

وہ پانچ غلام یہ تھے: حضرت بلال' زید بن حارثہ' عامر بن فہیرہ' ابوفکیہہ اور حضرت عمار کے والد یاسر' دو عورتیں یہ تھیں: ام المؤمنین حضرت خدیجہ اور حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

١٩٣٤- ح: [قَالَ تَارِکُوْلِیْ صَاحِبِیْ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کیا تم میرے لیے میرے دوست کو چھوڑ دو گے؟

١٩٣٤- عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِیْ اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْ بَکْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰی اَبْدٰی عَنْ رُکْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُکُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَیْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَیْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهُ اَنْ یَغْفِرَلِیْ فَاَبٰی عَلَیَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَیْكَ فَقَالَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ یَا اَبَا بَکْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰی مَنْزِلَ اَبِیْ بَکْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَکْرٍ قَالُوْا لَا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَمَعَّرُ حَتّٰی

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ سامنے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اپنے تہبند کا کنارہ پکڑے ہوئے یہاں تک کہ ان کا گھٹنہ کھل گیا تھا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دوست نے کسی سے جھگڑا کرلیا ہے حضرت ابوبکر نے سلام کیا اور عرض کیا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ ہوگیا تھا' میں نے ان سے صفائی کرنے میں جلدی کی' پھر میں شرمندہ ہوا' میں نے ان سے سوال کیا: مجھے معاف کر دیں' انہوں نے انکار کردیا اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضور نے تین مرتبہ فرمایا: اللہ تجھے معاف کردے' اے ابوبکر! اس کے بعد حضرت عمر شرمندہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر آئے۔ پوچھا کہ ابوبکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں' پھر وہ نبی کریم

اَشْفَقَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا.

(کتاب مناقب الانصار۔ باب: اسلام ابی بکر ص ۵۴۴)

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں دیکھ کر نبی ﷺ کا روئے انور بدلنے لگا یہاں تک حضرت ابوبکر ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے' پھر دو مرتبہ عرض کیا: یارسول اللہ! بخدا! میں نے ان پر ظلم کیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تم نے کہا: آپ جھوٹے ہیں اور ابوبکر نے کہا: سچ فرمایا' اور اپنے جان و مال میں مجھے شریک کیا اور دو مرتبہ فرمایا: کیا تم میرے دوست کو چھوڑ دو گے؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

کتاب التفسیر[1] میں یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو غصہ دلا دیا' وہاں لفظ محاورہ کا ہے جس کے معنی بات کرنے کے میں مراجعت کے ہیں یعنی بات کرنے میں تکرار' نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے دروازہ بند کر لیا اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کے پیچھے پیچھے بقیع تک گئے مگر وہ اپنے گھر میں داخل ہو کر دوسرے دروازے سے باہر نکل گئے' جہاں دو برتن ہوتے ہیں ٹکڑ ہو ہی جاتی ہے' باپ بیٹے' بھائی بھائی' میاں بیوی احباب کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے' کبھی غصے کی شدت سے بے قابو ہو کر ایک دوسرے کو نامناسب الفاظ کہہ دیتے ہیں مگر مسلمان کی شان یہ ہے کہ کینہ و بغض نہ رکھے اور جس قدر جلد ممکن ہو صفائی کرے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلقات منقطع کیے رہے' اور فرمایا: جنت اس کی طرف ہے جو سلام کی ابتداء کرے' نیز فرمایا کہ اگر ایک معافی مانگ لے تو گناہ اس پر ہوتا ہے جو روگردانی کرے' اسی جذبے کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں نادم ہوئے۔ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ کے قلب مبارک میں حضرت صدیق اکبر کی کتنی عظمت و محبت تھی' نیز اشارۃً ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہیں' نیز ثابت ہوا کہ جو افضل ہو اس سے اگر کسی کو دل شکنی ہو وہ صفائی کی کوشش کرے' ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا. (الاعراف:۲۰۱)

جن کے دل میں ڈر ہے جب ان کو شیطان کی طرف سے ٹھیس لگتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں۔

١٩٣٥- ح: [سَأَلَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ]

حضرت عمرو بن عاص نے پوچھا: آپ (ﷺ) کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے؟ فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا)

١٩٣٥- عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا فَقُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ان کو جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا' میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: سب سے زیادہ آپ کو کون پیارا ہے؟ فرمایا: عائشہ تو میں نے عرض کیا: مردوں میں سے؟ فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا: پھر کون؟ پھر فرمایا: عمر بن خطاب اس کے

[1] بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: الھجرۃ۔ ج ۲ ص ۸۹۷

بعد چند آدمیوں کو اور گنایا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ ذات السلاسل ص ٦٢٥' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی' نسائی۔ کتاب المناقب)

کتاب المغازی کی روایت میں اخیر میں یہ زائد ہے کہ پھر میں چپ ہو گیا اس ڈر سے کہ مجھے سب کے آخر میں نہ کر دیں۔

غزوۃ ذات السلاسل

غزوۂ ذات السلاسل ٧ھ یا ٨ھ میں ہوا تھا' اس سریہ کے امیر حضرت عمرو بن عاص بنائے گئے تھے' اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے' اس میں حضور اقدس ﷺ نے کوئی مصلحت رکھی ہوگی' غالباً حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خیال گزرا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی نظر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بھی زیادہ پیارا ہوں اس لیے انہوں نے حضور سے وہ سوال کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی خاص مصلحت کی بناء پر یہ جائز ہے کہ کسی مفضول کو افضل پر امیر بنایا جائے اور افضل پر لازم ہے کہ اسے تسلیم کرے۔

١٩٣٦- ح: [فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ]

میں نے کسی ماہر کو نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ڈول نکالے

١٩٣٦- **اَخْبَرَنِي** ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ عَلٰى قَلِيْبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ فَنَزَعَ مِنْهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول ہے تو میں نے اس سے اللہ نے جتنا چاہا نکالا' پھر اس کو ابن ابی قحافہ نے لیا' اس نے ایک یا دو ڈول نکالا اور ان کے نکالنے میں کچھ ضعف ہے اور اللہ اس کے ضعف کو معاف فرما دے' پھر وہ ڈول چرس ہو گیا' پھر اسے ابن خطاب نے لیا تو میں نے کسی ماہر کو نہیں دیکھا کہ عمر کی طرح نکالے یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التعبیر۔ باب: نزع الذنوب ص ١٠٣٩۔ ١٠٤٠۔ باب: الاستراحة فی المنام ص ١٠٤٠' کتاب التوحید۔ باب: فی المشیة والارادة ص ١١١٣' مسلم۔ کتاب الفضائل)

١٩٣٧- ح: [مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

جو تکبر سے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا

١٩٣٧- عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے کپڑے کو تکبر سے زمین پر گھسیٹے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میرے کپڑے کا ایک کنارہ لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں کہ ایسا نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِکَ خُیَلَاءَ قَالَ مُوْسٰی قُلْتُ لِسَالِمٍ اَذَکَرَ عَبْدُ اللّٰہِ مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ قَالَ لَمْ اَسْمَعْہُ ذَکَرَ اِلَّا ثَوْبَہٗ.

فرمایا: تم ایسا براہ تکبر نہیں کرتے' موسیٰ نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا عبداللہ نے ''مَنْ جَرَّ ازارہٗ'' کہا تھا؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہی سنا ہے کہ انہوں نے ''ثوبہٗ'' ہی ذکر کیا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب اللباس۔ باب: قول اللہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ ص ٨٦٠۔ باب: من جر ازارہٗ ص ٨٦٠' باب: من جر ثوبہ من الخیلاء ص ٨٦١' کتاب الادب۔ باب: من اثنی علی اخیہ ص ٨٩٥' ابوداود۔ کتاب اللباس' ترمذی۔ کتاب الزینۃ)

بہ نیت تکبر تہبند' پائجامے یا کرتے یا جبے کو ٹخنے کے نیچے تک رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بہ طور عادت وشوق ہو تو مکروہ تنزیہی' لیکن اگر وہ کوشش کرتا ہو کہ کپڑا ٹخنوں کے نیچے تک نہ لٹکے لیکن وہ سرک کر لٹک جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ آج کل مقررین وپیرزادگان کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ پائجامے اور تہبند ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ آج کل علماء جبے بھی زمین تک گھسٹتا رکھتے ہیں' ٹوکنے پر کہہ دیتے ہیں: ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے' یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے اس پر دارو گیر مناسب نہیں مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عوام اس کو سخت معیوب مانتے ہیں حتیٰ کہ ان کی اکثریت یہ خیال کیے ہوئے ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں' ان مدعیان رہنمائی کو خبر نہیں کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ ''اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ'' تہمت کی جگہوں سے بچو اور فرمایا گیا: ''اِیَّاکُمْ وَمَا یُعْتَذَرُ مِنْہُ'' ایسے کاموں سے بچو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔

قال موسٰی

اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ''مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ'' روایت کیا ہے یا ''مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ'' سالم نے بتایا کہ ''مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ'' روایت کیا ہے' اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وعید صرف ازار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر کپڑے کو عام ہے خواہ وہ کرتا ہو' جبہ ہو یا پائجامہ ہو۔

١٩٣٨- ح: [سَقِیْفَۃُ بَنِیْ سَاعِدَۃَ]

سقیفہ بنی ساعدہ

١٩٣٨- اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فِیْ سَقِیْفَۃِ بَنِیْ سَاعِدَۃَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ فَذَھَبَ اِلَیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَھَبَ عُمَرُ یَتَکَلَّمُ فَاَسْکَتَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ وَکَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُّ بِذٰلِکَ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ ھَیَّاْتُ کَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِیْ خَشِیْتُ اَنْ لَّا یَبْلُغَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ تَکَلَّمَ اَبُوْ بَکْرٍ فَتَکَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِیْ کَلَامِہٖ نَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰہِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا اَمِیْرٌ وَّمِنْکُمْ اَمِیْرٌ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ لَا وَلٰکِنَّا الْاُمَرَاءُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا۔ یہ سن کر ان کے پاس حضرت ابوبکر وحضرت عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح گئے۔ حضرت عمر نے چاہا کہ بات کریں تو حضرت ابوبکر نے انہیں چپ کرادیا' حضرت عمر کہتے تھے: بخدا! یہ ارادہ میرا اس بنا پر تھا کہ میں نے ایک مضمون ذہن میں تیار کرلیا تھا جو مجھے بہت اچھا لگا' تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اس کو ابوبکر نہیں کہہ پائیں گے اس کے بعد ابوبکر نے بات کی تو سب لوگوں سے زیادہ بلیغ بات کی انہوں نے اثنائے گفتگو میں کہا: ہم امیر ہوں گے اور تم لوگ وزیر۔ حباب بن منذر نے کہا: بخدا! ہم ایسا نہیں کریں گے ہم میں سے

وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ اَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَاَعْرَبُهُمْ اَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ اَوْ اَبَا عُبَيْدَةَ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ اَنْتَ فَاَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ.

ایک امیر ہوگا اور تم میں سے ایک امیر ہوگا' اس پر ابوبکر نے کہا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر' قریش تمام عرب سے افضل ہیں گھر کے اعتبار سے اور خالص ہیں حسب کے اعتبار سے اس لیے تم لوگ عمر یا ابوعبیدہ بن جراح کی بیعت کرو تو حضرت عمر نے کہا: ہم آپ کی بیعت کریں گے' آپ ہمارے سردار ہیں ہم سے بہتر ہیں' اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اس کے بعد حضرت عمر نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی بیعت کر لی' پھر سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی' کسی کہنے والے نے کہا: تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا' حضرت عمر نے کہا: انہیں اللہ نے مار ڈالا۔

کتاب الجنائز میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ مضمون دونوں کا ایک ہے' یہاں ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ کا حصہ لیا ہے جو پہلے کہیں نہیں گزرا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام پر جو غم واندوہ' حیرانی وپریشانی طاری تھی حضرت صدیق اکبر کے خطبے سے اس میں قدرے سکون پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر وغیرہ بیٹھے تھے' غالباً تجہیز وتکفین کے سلسلے میں بات چیت ہو رہی ہوگی کہ ایک صاحب نے باہر سے پکارا: اے ابن خطاب! ادھر آیئے' حضرت عمر نے کہا: جاؤ ہم مصروف ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں تو انہوں نے کہا کہ ایک خطرناک بات پیدا ہو گئی ہے' انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے ہیں' آپ لوگ ان کے پاس جاؤ قبل اس کے کہ وہ کوئی ایسی بات پیدا کر دیں جس سے آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے' انہوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: چلیے اب ہم انصار کی طرف چلیں تو ہمیں دو نیک بخت صاحبان ملے اور دونوں نے کہا: آپ لوگ وہاں نہ جائیں تو کوئی حرج نہیں' آپ لوگ اپنے معاملے کا فیصلہ کر لیں' میں نے کہا کہ ہم وہاں (یعنی حضرت عمر نے کہا کہ ہم وہاں) جائیں گے وہاں جا کر دیکھا کہ ان کے درمیان ایک صاحب کمبل اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے کمبل اوڑھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: بیمار ہیں۔

بات یہ ہوئی کہ انصار کرام کے دونوں قبیلے اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو امیر بنا دیا جائے' جب حضرت ابوبکر وغیرہ وہاں پہنچے تو انہیں دیکھ کر اور ان کے دلائل سن کر قبیلہ اوس نے اپنی رائے بدل دی اور یہ حضرت ابوبکر کے حق میں ہو گئے' پھر بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی' حضرت صدیق اکبر نے وہاں حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی سنایا: ''الائمة من قریش'' جس سے تقریباً سبھی سمجھ دار لوگ مطمئن ہو گئے لیکن پھر بھی کچھ آپس میں نوک جھونک ہوتی رہی۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ عمر یا ابوعبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو جس پر حضرت عمر نے کہا کہ نہیں آپ ہاتھ لایئے ہم آپ کی بیعت کریں گے' حضرت ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا' سب سے پہلے حضرت عمر نے بیعت کی' پھر مہاجرین نے' پھر جتنے وہاں انصار کرام موجود تھے سب نے' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی اور وہ شام چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہو گیا' پھر دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی اور تمام انصار ومہاجرین نے بیعت کی' حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ تشریف نہیں لے گئے تھے' یہ بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بنی ہاشم کو لے کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے' دوسرے دن بیعت عامہ کے وقت حضرت زبیر کو بھی بلوایا' انہوں نے بھی بیعت کر لی اور بروایت صحیحہ حضرت علی کو بھی بلوایا' انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

شبہات و جوابات

اس سلسلہ میں روافض کی طرف سے بہت سے وسوسے پھیلائے جاتے ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک نہیں کیا گیا' جواب یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو مجمع اکٹھا ہوا تھا اسے حضرت ابو بکر یا حضرت عمر نے اکٹھا نہیں کیا تھا' انصار کرام خود جمع ہو گئے تھے' ان دونوں حضرات کو کسی نے بلایا نہیں تھا' ان حضرات کو جب یہ اطلاع ملی تو از خود تشریف لے گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کس نے منع کیا تھا وہ بھی تشریف لے جاتے۔

غدیر خم کا قصہ

دوسرا وسوسہ یہ پھیلایا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص جلی کر دی تھی' اس کے بعد کسی کو بھی اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

جواب یہ ہے کہ یہ سراسر جعل اور فریب ہے۔ غدیر خم پر خلافت کی بات ہی نہیں آئی تھی۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریعت کے احکام کے مطابق دارو گیر فرمائی' اب تک وہ لوگ کسی باقاعدہ حاکم کے ماتحت نہیں رہے تھے جس کی وجہ سے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ غدیر خم وہ جگہ ہے جہاں تک مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ اور یمن دونوں جگہوں کے حجاج کا راستہ ایک ہی تھا' یہاں سے یمن کا راستہ مدینہ طیبہ سے الگ ہو رہا تھا' اہل یمن کی اصلاح کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ مولیٰ کے معنی صرف مالک کے نہیں ہوتے بلکہ محبّ' محبوب' ناصر و حامی کے بھی ہوتے ہیں' یہاں مولیٰ بہ معنی مالک درست نہیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام کے بھی اس معنی میں مولیٰ ہیں اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات انبیائے کرام کے آقا نہیں۔ ہاں! محبّ' محبوب' ناصر سب کے ہیں اس لیے یہاں حدیث میں یہی دوسرے معنی متعین ہیں' اگر اس حدیث میں مولیٰ بہ معنی مالک یا آقا ہوتا اور یہ ارشاد خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی پر فرض تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے جاتے اور سب کو حضور کا یہ ارشاد سناتے' اگر وہاں تشریف نہ لے جاسکے تھے تو دوسرے دن جب مسجد نبوی میں بیعت عامہ کے لیے سب لوگ اکٹھے ہو رہے تھے وہاں حضرت علی کو از خود تشریف لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کرنا فرض تھا' یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ انہیں اس کی اطلاع نہیں تھی اس لیے کہ ان کا دولت خانہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا۔ بہ روایت صحیحہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بلانے سے وہ آئے مگر پھر بھی اس ارشاد کو نہیں پیش کیا بلکہ غیر حاضری کا سبب صرف یہ بیان فرمایا کہ ہمیں اس سے تکلیف ہوئی کہ مشورے میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس ارشاد کا جو مطلب روافض بیان کرتے ہیں اور اس سے خلافت پر نص جلی کہتے ہیں' غلط ہے' نیز اسی سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے علاوہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ان سے یا کسی سے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش نہ رہتے۔ اس موقع پر برنائے صدق روافض ان کا خاموش رہنا کتمان حق ہے جو بہت بڑا جرم ہے۔

تدفین میں تاخیر کا قصہ

تیسرا وسوسہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارکہ رکھا رہا صحابہ کرام کو کفن دفن کی فکر نہیں تھی' خلافت کی فکر میں لگے رہے یہاں تک کہ چوبیس گھنٹے سے زائد جنازہ مبارکہ رکھا رہا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی اعتراض حضرت علی پر بھی پڑتا ہے بلکہ اور سخت پڑتا ہے اس لیے کہ کسی میت کے کفن دفن کی ذمہ داری

سب سے پہلے گھر والوں پر عائد ہوتی ہے' پھر حضرت علی نے کیوں تاخیر کی۔ بات یہ ہے کہ کسی بھی قوم کو بغیر سلطان یا امیر کے ایک منٹ بھی چھوڑنا بین الاقوامی طور پر آج بھی خلاف قانون ہے' اس وقت جو صورت حال تھی اگر خدانخواستہ کسی صحیح شخصیت کا خلافت کے لیے انتخاب نہ ہوتا پھر کیا ہوتا یہ کسی سے مخفی نہیں' ایک ایسی وسیع سلطنت جس کا رقبہ پورے عرب کو محیط تھا وہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو اب تک کسی اجتماعی حکومت کے ماتحت رہنے کے عادی نہیں تھے' اگر انہیں یونہی چھوڑ دیا جاتا یا خدانخواستہ صحیح انتخاب نہ ہوتا تو یہ سلطنت باقی بھی رہتی یہ غور طلب بات ہے؟ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے اہم اقدم کام یہی تھا کہ جانشین کو منتخب کرلیا جاتا' اسی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی لگے ہوئے تھے اور دوسرے صحابہ کرام بھی۔ پہلا دن سقیفہ بنی ساعدہ کے قصے میں ختم ہو گیا' دوسرے دن بیعت عامہ ہوئی' پھر یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ کہاں دفن کیا جائے' یہ طے ہونے کے بعد غسل دیا گیا' پھر فرداً فرداً اس طرح نماز جنازہ ہوئی کہ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ میں رکھا رہا' اس میں جتنی گنجائش تھی اتنے آدمی وہاں جا کر فرداً فرداً بغیر کسی امام کے نماز جنازہ پڑھتے' اس میں تاخیر ہو گئی۔

"چوں صحابہ حب دنیا داشتند" اور "کور کورانہ مرو در کربلا" مولانا روم کے اشعار نہیں

اس سلسلہ میں مولانا روم کی مثنوی شریف کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے: ؎

چوں صحابہ حب دنیا داشتند　　مصطفیٰ را بے کفن بہ گذاشتند

چونکہ صحابہ کرام دنیا کی محبت رکھتے تھے اس لیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے کفن کے چھوڑ دیا۔ یہ شعر حضرت مولانا روم کا ہرگز نہیں کسی رافضی کا الحاق ہے جیسے کہ ایک اور شعر مثنوی کی طرف منسوب ہے۔ ؎

کور کورانہ مرو در کربلا　　تا نیفتی چوں حسین اندر بلا

اندھا دھند کربلا میں مت جاؤ تاکہ حسین کی طرح بلا میں نہ پڑ جاؤ۔ یہ شعر بھی حضرت مولانا روم کا نہیں کسی ناصبی کا ہے' الحاق ہے۔

بل قتلہ اللہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس کی امید لگائے ہوئے تھے کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں گا لیکن انتخاب ہو گیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا' یہ مجانب اللہ ہوا۔

١٩٣٩- ح: [خُطْبَةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ بَعْدَ الْوِصَالِ]

وصال کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا خطبے دینا

١٩٣٩- أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيْثَ قَالَتْ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيْهِمْ لَنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُوْ بَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک اوپر اٹھ گئی' پھر تین بار فرمایا: رفیق اعلیٰ میں' اور پوری حدیث بیان کی۔ ام المومنین نے فرمایا: ان دونوں نے جو بھی خطبہ دیا اس سے اللہ نے نفع پہنچایا' حضرت عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور ان میں نفاق تھا اللہ نے انہیں رد فرمایا' اس خطبے کی وجہ سے' اس کے بعد حضرت ابوبکر نے لوگوں کو ہدایت دکھائی اور انہیں وہ حق

وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِىْ عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوْا بِهٖ يَتْلُوْنَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اِلٰى ﴿الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران:١٤٤).

پہنچایا جو ان پر تھا' لوگ ان کے خطبے کو لے کر نکلے اور یہ تلاوت کرتے ہوئے کہ محمد اللہ کے رسول ہی ہیں' ان سے پہلے بہت سے رسول دنیا سے تشریف لے گئے' سے ''الشاکرین'' تک۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد مخلص مسلمانوں میں ایک ہیجان اور مایوسی پیدا ہوگئی تھی اور منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ حضرت عمر نے جو فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوگیا تو اس کی گردن اڑادوں گا اس سے منافقین ڈر گئے اور ان کی شورش بڑھنے نہ پائی اور مخلصین ومومنین میں جو مایوسی اور بددلی تھی وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبے سے دور ہوگئی کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ جو محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا سن لے! وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سن لے! بے شک اللہ حی قیوم ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ'' اس سے لوگوں کے دماغ پر پڑے ہوئے پردے اٹھ گئے اور حقیقت حال ان کی سمجھ میں آ گئی۔ اس وقت یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کے ذہن میں نہ آئی مگر جب حضرت صدیق اکبر نے تلاوت کی تو سب کو یاد آ گئی' ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ابھی نازل ہوئی ہے اور مدینہ کی گلیاں اس کی تلاوت سے گونج گئیں۔

١٩٤٠- ح: [قَوْلُ عَلِيٍّ اَبُوْبَكْرٍ خَيْرٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

حضرت علی کا ارشاد کہ نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں

١٩٤٠- عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِىْ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ وَخَشِيْتُ اَنْ يَّقُوْلَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (ابوداؤد)

محمد بن حنفیہ نے کہا: میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا کہ نبی ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر' میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب کہیں گے: عثمان تو میں نے پوچھا: پھر آپ؟ فرمایا: میں نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک مرد۔

اس سے قبل گزر چکا کہ اہل سنت میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل کہتے ہیں اور حضرت امام مالک توقف فرماتے ہیں مگر اہلسنّت کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے اور یہی صحیح اور مختار ہے۔ حضرت محمد بن حنفیہ کے قول سے بھی یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں اذعان عام یہی تھا کہ حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان کا درجہ ہے' پھر حضرت علی کا ورنہ پھر اس اندیشے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

١٩٤١- ح: [لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِىْ]

میرے صحابہ کو برا مت کہو

١٩٤١- سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِىْ وَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو' اگر تم میں کوئی احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو بھی ان کے مد یا نصف مد کو نہیں پہنچے گا۔

مطابقت

یہاں باب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کا' ان کا اس حدیث میں خاص ذکر نہیں مگر اصحابی کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

مد

مدِ دو حجازی رطل ہوتا ہے اور ایک رطل چھتیس روپے بھر' موجودہ اعشاریہ اوزان کے ۱۹ ۴ گرام ۹۰۴ ملی گرام ہوا۔

مدُ غلے کا پیمانہ ہے' اس سے بہ ظاہر متبادر یہ ہے کہ اگر غیر صحابی احد کے برابر سونا خرچ کرے پھر بھی وہ صحابہ کرام کے ایک مد یا نصف مد غلہ خیرات کرنے کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس میں تعمیم ہو۔

۱۹۴۲- ح: [جُلُوْسُ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ مَعَهُ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ]

بیرِ اریس پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ خلفاء ثلاثہ کا بیٹھنا

۱۹٤٢- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيُّ اَنَّهٗ تَوَضَّاَ فِيْ بَيْتِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَاَلْزَمَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَكُوْنَنَّ مَعَهٗ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَاَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا فَخَرَجْتُ عَلٰى اِثْرِهٖ اَسْاَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ اَرِيْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيْدٍ حَتّٰى قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهٗ فَتَوَضَّاَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى بِئْرِ اَرِيْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ اِئْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ اُدْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِي الْقُفِّ

سعید بن مسیّب سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر نکلے (ابوموسیٰ نے کہا:) میں نے اپنے جی میں کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آج رہوں گا' یہ سوچ کر وہ مسجد میں آئے اور حضور کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ مسجد کے باہر تشریف لے گئے ہیں اور ادھر کا رخ فرمایا (وہ کہتے ہیں:) کہ میں حضور کا پوچھتا ہوا حضور کے نشان قدم پر چلا' بیر اریس پر پہنچا' میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا' اس کا دروازہ کھجوروں کی شاخوں کا تھا' میں اتنی دیر دروازے کے پاس بیٹھا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کر چکے' پھر وضو فرمایا' اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا' حضور بیر اریس کے منڈیر پر بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیاں کھولے ہوئے تھے اور پاؤں کنویں میں لٹکائے ہوئے تھے' میں حضور کو سلام کر کے لوٹا اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا: آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان رہوں گا' اس کے بعد حضرت ابوبکر آئے اور دروازہ کو دھکا دیا' میں نے پوچھا: کون صاحب؟ انہوں نے کہا: ابوبکر' میں نے کہا: ٹھہریئے! میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ابوبکر اجازت طلب کر رہے ہیں؟ فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دو' اب میں آیا اور میں نے ابوبکر سے کہا: اندر آجایئے اور رسول

وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيْدُ اَخَاهُ خَيْرًا يَاتِ بِهٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ. فَجِئْتُ وَقُلْتُ اُدْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهٖ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَاتِ بِهٖ فَجَاءَ اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اُدْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وِجَاهَهٗ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَ شَرِيْكٌ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فَاَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ.

اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں طرف حضور کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور جیسے نبی ﷺ نے کیا تھا اپنے پاؤں کو کنویں میں لٹکایا اور اپنی پنڈلیوں کو کھول لیا' پھر میں لوٹا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو گھر وضو کرتے ہوئے چھوڑا تھا' وہ میرے ساتھ ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا یعنی ان کے بھائی کے ساتھ تو اسے یہاں لائے گا' پھر ایک صاحب دروازہ ہلانے لگے میں نے پوچھا: کون صاحب؟ انہوں نے کہا: عمر بن خطاب' میں نے کہا: ٹھہریئے' پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا اور عرض کیا: عمر بن خطاب اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں آیا اور میں نے کہا: اندر آجایئے اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں' وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کو کنویں میں لٹکا لیا' پھر میں واپس آیا اور دروازے پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا: اگر اللہ فلاں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے گا تو اسے یہاں لائے گا' اتنے میں ایک صاحب اور آئے اور دروازہ ہلانے لگے' میں نے پوچھا: کون صاحب؟ انہوں نے کہا: عثمان بن عفان' میں نے کہا: ٹھہریئے! اور میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا' فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو اور انہیں اس مصیبت کی خبر دے دو جو انہیں پہنچے گی میں واپس آیا اور میں نے کہا کہ اندر آجایئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے اور ایک مصیبت کی جو آپ کو پہنچے گی' وہ اندر آئے منڈیر بھر چکی تھی' تو حضور کے سامنے دوسری جانب بیٹھ گئے۔ سعید بن مسیب نے کہا: میں نے اس کی تاویل ان کی قبروں سے کی۔

(بخاری۔ کتاب فضائل صحابہ۔ باب: مناقب عمر ص ٥٢٢۔ باب: مناقب عثمان ص ٥٢٢' ج ٢۔ باب: الادب من نکس العود بین الماء والطین ص ٩١٨' کتاب الفتن۔ باب: الفتنۃ التی تموج کموج البحر ص ١٠١٥' کتاب الاجارۃ۔ باب: قول اللہ لا تدخلوا بیوت

النبی ص ١٠٧٠ ' مسلم۔ کتاب الفضائل)

بئیر اریس

قبا کے قریب ایک باغ ہے جس میں یہ کنواں تھا یہی وہ کنواں ہے جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

قُفّ

قف کے اصل معنی ابھری ہوئی سوکھی زمین کے ہیں' یہاں مراد کنویں کی منڈیر ہے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھے اور حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جسے پانی اور کیچڑ کے درمیان ہلا رہے تھے۔

فجلس وجاهَهُ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب حاضر ہوئے تو منڈیر ایک طرف بھر چکی تھی' بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور دائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں طرف حضرت عمر فاروق اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مقابل کی سمت حضور کے سامنے بیٹھ گئے۔

فاوّلتها قبورهم

حضرت سعید بن المسیب نے اپنی فراست ایمانی سے یہ تعبیر بیان کی' اس میں بھی ایک گونہ تاویل ہے اس لیے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں جانب نہیں بلکہ دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف ہیں' یہاں مراد قرب ہے یعنی ان دونوں حضرات کی قبریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب ہوں گی' البتہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے اور اس اعتبار سے مقابل کہی جاسکتی ہے کہ ان حضرات کے پائنتی کے مقابل جانب شرق ہے۔

١٩٤٣- ح: [اُثْبُتْ اُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ]

اے احد! اپنی جگہ رہ' تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں

١٩٤٣- عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ.

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پر چڑھے اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان بھی' تو وہ کانپنے لگا' فرمایا: اے احد! اپنی جگہ رہ بے شک تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(بخاری۔ باب: مناقب عمر ص ٥٢٢۔ باب: مناقب عثمان ص ٥٢٣' ابوداؤد۔ کتاب السنۃ' ترمذی' نسائی۔ کتاب المناقب)

مسند ابویعلی میں ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیب ہی سے اسی مضمون کی ایک حدیث ہے' اس میں بجائے احد کے حراء ہے۔ یہ اصل میں متعدد قصے ہیں' مسند امام احمد میں بہ طریق بریدہ اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں حراء ہے۔

١٩٤٤- ح: [قَوْلُ عَلِيٍّ عَنْ عُمَرَ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنے

مَعَ صَدِيْقَيْكَ]

دونوں دوستوں کے ساتھ کرے گا

١٩٤٤- عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلٰى مَنْكِبِي يَقُوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِاَنِّي كَثِيْرًا مَا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ. (باب:مناقب عمر ص ٥٢٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں ایک قوم میں کھڑا تھا ان لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب کے لیے اللہ سے دعا کی اور وہ میت کی چارپائی پہ رکھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب میرے پیچھے تشریف لائے اور اپنی کہنی میرے شانے پر رکھی اور فرمانے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے میں امید کرتا تھا کہ اللہ آپ کو اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ کرے گا اس لیے کہ میں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں تھا اور ابوبکر و عمر اور میں نے کیا اور ابوبکر و عمر نے اور میں چلا اور ابوبکر و عمر میں امید کرتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رکھے گا' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی ابن ابی طالب تھے۔

یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعاء باطل کا صریح رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر منافق تھے' انہوں نے خلافت غصب کر لی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کی بیعت از راہ تقیہ کی تھی' اس وقت نہ حضرت علی پر کوئی دباؤ تھا اور نہ کوئی جبر کہ وہ ان دونوں کے فضائل و مناقب کا برملا اعتراف کرتے اور اسے اعلانیہ بیان فرماتے۔ مناقب حضرت عمر میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: آپ نے اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ کی بارگاہ میں آپ جیسا عمل لے کر جائے' اخیر میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکثر یہ فرماتے ہوئے سنا: میں گیا اور ابوبکر و عمر' میں اندر گیا اور ابوبکر و عمر اور میں نکلا اور ابوبکر و عمر۔

١٩٤٥- ح: [مُدَافَعَةُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِي مُعَيْطٍ وَ اَبُوْ بَكْرٍ]

عقبہ بن ابی معیط اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدافعت

١٩٤٥- عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهٗ فِي عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ فَقَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ.

عروہ بن زبیر نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے پوچھا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے برا سلوک جو کیا وہ کیا تھا تو انہوں نے بتایا: میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضور نماز پڑھ رہے تھے اس نے اپنی چادر حضور کی گردن میں لپیٹی اور بہت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا' اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے اور اسے دھکا دے کر حضور سے الگ کیا اور فرمایا: کیا تم لوگ ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی نشانیاں؟

(بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب: مالقی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ ص ٥٤٤' ج ٢' کتاب التفسیر۔ سورۃ المومن۔ ص ٧١١)

عقبہ بن ابی معیط' یہ مشرکین کے رؤساء میں تھا جنگ بدر میں گرفتار ہوا' واقعہ بدر کے ایک دن بعد قتل کیا گیا' یہ حضرت صدیق اکبر کے دفتر فضائل کے زریں ابواب میں سے ہے کہ ایسے وقت جب کہ پورا شہر دشمنوں سے بھرا ہوا تھا انہوں نے ہمت کر کے اس شیطان کو اس کا کندھا پکڑ کر دھکا دے کر حضور اقدس ﷺ سے الگ کیا' یہ ان کا اتنا بڑا جہاد ہے جو سارے جہادوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

اسی قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں مروی ہے کہ حضرت علی نے خطبہ دیا اور پوچھا: سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ ہیں' فرمایا: میں نے ہمیشہ جو بھی میرے مقابلے میں آیا اس کو مزہ چکھا دیا' سب سے بہادر ابوبکر ہیں' میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ قریش انہیں پکڑے ہوئے ہیں کوئی ادھر کھینچ رہا ہے کوئی ادھر کھینچ رہا ہے اور کہتے جا رہے ہیں: تو نے چند معبودوں کو ایک بنا دیا' بخدا! ہم سے کوئی سوائے ابوبکر کے قریب نہیں ہوا اس کو مارتے اور اس کو دھکیلتے اور فرماتے: تمہارے لیے خرابی ہو تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے' یہ کہہ کر حضرت علی روئے' پھر پوچھا: میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکر؟ سب لوگ خاموش رہے' تو حضرت علی نے فرمایا: بخدا! ابوبکر کی ایک ساعت اس سے بہتر ہے' وہ اپنے ایمان کو چھپا رہا تھا اور یہ اعلان کر رہے تھے۔

[بَابُ] مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَبِیْ حَفْصٍ اَلْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (ص ٥٢٠)

حضرت عمر بن خطاب ابو حفص قرشی عدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کعب بن لؤی بن غالب پر پہنچ کر حضور اقدس ﷺ سے مل جاتا ہے' ان کی والدہ کا نام حنتمہ یا خیثمہ ہے' ان کی کنیت ابو حفص ہے۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سب سے بڑی اولاد ہیں' انہیں کے نام پر یہ کنیت ہے' یہ کنیت خود حضور اقدس ﷺ نے رکھی تھی۔

١٩٤٦- ح: [رَاٰی فِی الْجَنَّةِ قَصْرَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ]

آپ (ﷺ) نے جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا

١٩٤٦- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُنِیْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا اَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ اِمْرَاَةِ اَبِیْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَرَاَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَاَرَدْتُّ اَنْ اُدْخُلَهٗ فَاَنْظُرَ اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعَلَيْكَ اَغَارُ[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں' اچانک ابو طلحہ کی بیوی رمیصا کو دیکھا اور میں نے کچھ آہٹ سنی' تو میں نے پوچھا: کون ہیں یہ؟ تو کہا: یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوعمر عورت تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ تو کہا: یہ عمر بن خطاب کا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کے اندر جاؤں اور اسے دیکھوں' پھر میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! یارسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا۔

(بخاری۔ج ٢۔کتاب النکاح۔باب: الغیرۃ ص٧٨٦ 'کتاب التعبیر۔باب: القصر فی المنام ص١٠٤٠ 'مسلم۔کتاب الفضائل 'نسائی۔کتاب المناقب)۔

الرمیصاء

یہ رمصاء کی تصغیر ہے جو ارمص کی تانیث ہے جس کی آنکھ میں کیچڑ ہو' ان کا نام سہلہ یا رمیلہ تھا' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ کی رضاعی خالہ ہیں۔

قال

یہ کہنے والے یا تو جبریل ہیں یا کوئی فرشتہ یا خود حضرت بلال ہیں' دوسری جگہ "قال" میں دو پہلے والے احتمال ہیں اور ایک روایت "فقالت" ہے یعنی اس لڑکی نے کہا۔

١٩٤٧- ح: [مَا رَاَیْتُ اَحَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ مِنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ]

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک اور سخی نہیں دیکھا

١٩٤٧- اِنَّ زَیْدَ بْنَ اَسْلَمَ حَدَّثَہٗ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلَنِی ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ شَاْنِہٖ یَعْنِی عُمَرَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حِیْنَ قُبِضَ کَانَ اَجَدَّ وَاَجْوَدَ حَتّٰی اِنْتَھٰی مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔

اسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عمر نے حضرت عمر کے کچھ حالات پوچھے تو میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے کبھی کسی کو حضرت عمر بن خطاب سے زیادہ نیک اور سخی نہیں دیکھا یہ خوبیاں ان میں عمر بھر رہیں۔

١٩٤٨- ح: [اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ]

تو اس کے ساتھ آئے گا جس سے تو نے محبت کی ہے

١٩٤٨- عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ مَتَی السَّاعَۃُ قَالَ وَمَاذَا اَعْدَدْتَّ لَھَا قَالَ لَا شَیْءَ اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ مَعَھُمْ بِحُبِّیْ اِیَّاھُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِھِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ کب قیامت ہے؟ حضور نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا مہیا کر رکھا ہے؟ اس نے کہا: کچھ نہیں لیکن میں اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں تو حضور نے فرمایا: تو اس کے ساتھ رہے گا جس سے تو نے محبت کی ہے' تو حضرت انس نے فرمایا: ہم کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے خوش ہوئے کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو نے محبت کی' حضرت انس نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میں نے ان کے جیسے عمل نہیں کیے ہیں۔

(مسلم۔کتاب الادب۔ج ٢۔کتاب الادب۔باب: ماجاء فی قول الرجل ویلک ص٩١١' باب: علامۃ الحب فی اللہ ص٩١١' کتاب

الاحکام۔ باب: القضاء والفتیا فی الطریق ص۱۰۵۹)

یہ سوال کرنے والے صاحب ذوالخویصرہ یمانی تھے جنہوں نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تھا۔ کتاب الادب میں یہ حدیث آرہی ہے کہ یہ سائل اعرابی تھے۔ دار قطنی میں حضرت مسعود کی حدیث میں ہے کہ یہ سائل وہ اعرابی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا' ویسے ابن بشکوال نے گمان کیا کہ یہ ابوموسیٰ اشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما تھے لیکن منافات نہیں؛ ہوسکتا ہے واقعات متعدد ہوں۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں کتاب الطہارۃ میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کا نام ذوالخویصرہ تمیمی چھپ گیا ہے' یہ ناسخین کے قلم کی لغزش ہے صحیح یمانی ہے۔

۱۹۴۹- ح: [قَالَ عُمَرُ وَاَمَّا تَرٰى مِنْ جَزَعِيْ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَاَجْلِ اَصْحَابِكَ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زخمی ہونے کے بعد میری گھبراہٹ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے

۱۹۴۹- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَكَاَنَّهٗ يُجَزِّعُهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ اَبَا بَكْرٍ فَاَحْسَنْتَ صُحْبَتَهٗ ثُمَّ فَارَقْتَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صُحْبَتَهُمْ فَاَحْسَنْتَ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُوْنَ قَالَ اَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَاِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِّنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ وَاَمَّا مَا تَرٰى بِيْ مِنْ جَزَعِيْ فَهُوَ مِنْ اَجْلِكَ وَمِنْ اَجْلِ اَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ لِيْ طِلَاعَ الْاَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اَرَاهُ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عمر کو زخمی کیا گیا تو وہ تکلیف محسوس کرنے لگے تو ان سے حضرت ابن عباس نے کہا گویا وہ انہیں تسلی دے رہے تھے: اے امیر المؤمنین! یہ بات تو ہوگئی بے شک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ دیا (یعنی حضور کا) پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور وہ آپ سے راضی رہے' پھر آپ ابوبکر کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا' پھر آپ ان سے جدا ہوئے اور وہ آپ سے راضی رہے' پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے اور اچھی طرح ان کا ساتھ دیا اور اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ لوگ آپ سے راضی ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کی طرف سے احسان تھا جو اللہ نے میرے اوپر کیا اور تم نے جو ابوبکر کے ساتھ رہنے اور ان کی خوشنودی کا ذکر کیا یہ اللہ کا احسان تھا جو اس نے مجھ پر کیا اور وہ جو تم نے میری گھبراہٹ کا ذکر کیا وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے' بخدا! اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو اسے دے کر اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لیتا قبل اس کے کہ عذاب کو دیکھوں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیل نزہۃ القاری ج ۲ ص ۷۴۷' رقم: ۸۱۵ پر مذکور ہے۔

مِنْ اَجْلِكَ

اس سے خاص کر حضرت ابن عباس رضی اللہ مراد نہیں بلکہ عامۃ المسلمین مراد ہیں چونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مسلسل فتنے اٹھیں گے جس سے ملت اسلامیہ کو شدید نقصان پہنچے گا' اسی کے تصور سے گھبرا رہے تھے اور یہ جو فرمایا کہ اگر میرے پاس زمین بھر سونا ہوتا اسے دے کر اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچالیتا تو یہ بہ طور تواضع اور اللہ عزوجل کی شان بے نیازی اور جلال کے تصور کا نتیجہ تھا۔

١٩٥٠- ح: [نَبِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

١٩٥٠- حَدَّثَنِىْ اَبُوْ عَقِيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

حضرت عبداللہ بن ہشام نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضور (عمر بن خطاب رضی اللہ) کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

(بخاری۔ج ٢۔ کتاب الاستیذان، باب: المصافحۃ ص ٩٢٦' کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ٩٨١)

کتاب الایمان والنذور میں یہ حدیث پوری یہ ہے کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' حضور عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور سے حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہاں تک کہ میں تجھے تیری جان سے زیادہ محبوب ہوں تو حضرت عمر نے عرض کیا: اب بخدا! حضور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب (اے عمر!) تیرا ایمان کامل ہوگیا۔

اس پر پوری بحث نزہۃ القاری' ج ١ ص ٢٧٠۔٢٧١' رقم: ١٥' میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے' ناظرین وہیں رجوع کریں۔

[بَابُ] مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَبِيْ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ٥٢٢)

حضرت عثمان بن عفان ابو عمرو قرشی رضی اللہ کے مناقب

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ کا نسب نامہ عبد مناف پہ جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عمرو ہے اور ذوالنورین' غنی' جامع القرآن القاب ہیں۔ قبل اسلام یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے خصوصی احباب میں سے تھے' انہیں کی تحریک پر مشرف باسلام ہوئے' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ آپ کی زوجیت میں آئیں اس لیے آپ کا خطاب ذوالنورین ہے۔

اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ پہلے حبشہ کی جانب ہجرت کی' پھر مدینہ طیبہ کی طرف' آپ عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کی شہادت کے بعد پہلی محرم الحرام ٢٤ھ کو اصحاب شوریٰ کے انتخاب سے مسند آرائے خلافت ہوئے' بارہ سال کے بعد ذوالحجہ ٣٦ھ ایام تشریق میں یا اٹھارہ ذوالحجہ کو شہید کیے گئے۔

١٩٥١- ح: [كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیٹھے تھے کہ گھٹنے سے کپڑا ہٹ گیا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا انْكَشَفَ الثَّوْبُ عَنْ رُكْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا]

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نے اسے ڈھانک لیا

١٩٥١- عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيْهِ عَاصِمٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِیْ مَكَانٍ فِيْهِ مَاءٌ قَدْ اِنْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ اَوْ رُكْبَتِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل میں عاصم نے یہ زیادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں پانی تھا اور اپنے گھٹنوں یا ایک گھٹنے کو کھولے ہوئے تھے' جب حضرت عثمان آئے تو اسے چھپالیا۔

یہ حدیث تعلیقاً نزہۃ القاری' ج ٢ ص ٦٧' تعلیق: ٩١- ٩٢' پر ذکر کی جاچکی ہے' ناظرین وہیں رجوع کرلیں' جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گھٹنا اور ران عورت نہیں وہ حضرات اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ گھٹنا کھلے رہنے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کرتا نہیں تھا صرف تہبند تھا' جب حضرت عثمان غنی آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا پھیلا کر گھٹنے پر ڈال لیا' اس لیے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ گھٹنا عورت نہیں' پھر بھی دوسروں کے سامنے گھٹنا کھول کر بیٹھنا وقار کے خلاف ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید تر ہے' اس حدیث میں عاصم کی اس زیادتی کو کچھ لوگوں نے وہم قرار دیا ہے۔

حدیث یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر نے اذن طلب کیا' انہیں اجازت دی اور وہ اندر آئے حضور اسی حال پر رہے' انہوں نے بات کی' پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی' انہیں اجازت دی اور حضور ویسے ہی رہے' انہوں نے بات کی' پھر حضرت عثمان نے اجازت طلب کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست فرمالیا' حضرت ام المومنین نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: ایسے شخص سے میں کیوں نہ حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ (مسلم۔ باب: فضائل عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ج ٢ ص ٢٧٧)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ عاصم کی زیادتی کو وہم کہنے کی کوئی وجہ نہیں' یہ دونوں دو واقعے ہیں' دونوں کے مخرج' علیحدہ علیحدہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

١٩٥٢- ح:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید اور اس کا جواب

١٩٥٢- اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَسْوَدَ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ قَالَا مَا يَمْنَعُكَ اِنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِيْهِ الْوَلِيْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِیَ نَصِيْحَةٌ لَّكَ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَرْءُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِمْ اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَا نَصِيْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ

عبیداللہ بن عدی بن خیال نے خبر دی کہ مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث نے کہا کہ عثمان سے ان کے بھائی ولید کے بارے میں بات کرنے سے کیا چیز تجھے روک رہی ہے اس کے بارے میں لوگ بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔ عبیداللہ نے کہا کہ عثمان جب نماز کے لیے نکلے تو میں ان کے پاس گیا' میں نے ان سے کہا: مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے اور یہ آپ کی خیر خواہی کے لیے ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے شخص! میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' یہ سن کر میں لوٹ آیا اور ان لوگوں کے پاس آگیا کہ حضرت عثمان کا قاصد آیا تو میں حضرت عثمان کے پاس گیا' انہوں نے پوچھا کہ تیری کیا نصیحت ہے' میں نے کہا: بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

الْهِجْرَتَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهُ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِي شَانِ الْوَلِيْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا يَخْلُصُ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِيْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اَبَا بَكْرٍ مِثْلَهٗ ثُمَّ عُمَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَانِ الْوَلِيْدِ فَسَنَاخُذُ فِيْهِ بِالْحَقِّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّجْلِدَهٗ فَجَلَدَهٗ ثَمَانِيْنَ.

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: هجرة الحبشه ص٥٤٦۔ باب: مقدم النبی ﷺ واصحابہ ص٥٥٩)

حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام کو قبول کیا' آپ نے دونوں ہجرتیں کیں اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی اور آپ کی سیرت کو دیکھا۔ لوگ ولید کے بارے میں بہت چہ میگوئیاں کر رہے ہیں' انہوں نے کہا: تو نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے' میں نے کہا: نہیں لیکن حضور کا تھوڑا تھوڑا سا علم مجھ تک پہنچا ہے جتنا دوشیزہ کو پردہ میں پہنچتا ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: امابعد! بے شک اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے ہوا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کو قبول کیا اور حضور جس کے ساتھ مبعوث ہوئے اس پر ایمان لایا اور میں نے دونوں ہجرتیں کیں جیسا کہ تو نے کہا اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی اور آپ کی بیعت کی۔ واللہ میں نے نہ تو ان کی نافرمانی کی اور نہ خیانت کی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انہیں اٹھالیا' پھر حضرت ابوبکر کے ساتھ یہی معاملہ رہا' پھر حضرت عمر کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر میں خلیفہ بنایا گیا تو کیا مجھے وہ حق حاصل نہیں جو انہیں حاصل تھا۔ (عبیدہ کہتے ہیں:) میں نے کہا: ہاں ہے! تو فرمایا: پھر یہ باتیں کیسی ہیں جو تمہاری جانب سے مجھ تک پہنچ رہی ہیں' رہ گیا جو تو نے ولید کا معاملہ ذکر کیا تو ہم ان شاء اللہ حق کے ساتھ مواخذہ کریں گے پھر حضرت علی کو بلایا اور حکم دیا کہ ولید کو کوڑے ماریں تو انہوں نے اُسے اَسی کوڑے مارے۔

ان تکلم عثمان

مناقب انصار میں یہ ہے کہ مسور بن مخرمۃ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے کہا کہ آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنے ماموں عثمان سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ کے بارے میں بات کریں۔

عبیداللہ بن عدی حضرت عثمان بن عفان کے بھانجے تھے اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی تھا' یہ اسی عقبہ بن ابی معیط کا لڑکا تھا جس نے حضور اقدس ﷺ کا نماز پڑھنے کی حالت میں گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی' حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنادیا تھا' یہ شرابی تھا' اس نے شراب پی کر نشہ کی حالت میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھائی' پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے پوچھا: اور زیادہ پڑھاؤں؟ اس کی خبر حضرت عثمان کو پہنچی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید کو کوفہ کی ولایت سے فوراً معزول کر دیا اور اس کی شراب نوشی کے بارے میں تحقیقات کر ہی رہے تھے کہ عبیداللہ نے ان سے وہ عرض کیا' پھر جب گواہوں سے ثابت ہو گیا کہ واقعی اس نے شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اَسی کوڑے مارے۔

۱۹۵۳- ح:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تین طعن اوران کے جوابات

۱۹۵۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ وَحَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَقَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ مَكَانَهٗ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

عثمان بن موہب نے کہا کہ مصر کا ایک شخص آیا اور حج کیا' اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا' پوچھا: یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ لوگ قریش ہیں' اس نے پوچھا: ان کے درمیان یہ شیخ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر' اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں مجھے بتائیے کیا آپ جانتے ہیں کہ عثمان احد کے دن بھاگے تھے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ وہ بدر سے غائب تھے اور وہاں حاضر نہ تھے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! اب اس نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ بیعت رضوان سے وہ غائب رہے اور اس میں حاضر نہ تھے' حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! اب اس نے کہا: اللہ اکبر حضرت ابن عمر نے فرمایا: یہاں آؤ! میں تجھ سے اس کی وجوہ بیان کرتا ہوں۔ احد کے دن ان کا بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں بخش دیا لیکن بدر میں حاضر نہ ہونا تو اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی ان کی زوجیت میں تھیں اور بیمار تھیں' ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے شرکاء بدر کا ثواب ہے اور انہیں مال غنیمت سے حصہ بھی دیا اور بیعت رضوان میں حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ان سے زیادہ کوئی شخص عزت والا ہوتا تو ان کی جگہ بھیجتے' رسول اللہ نے حضرت عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیعت کے وقت اپنے دائیں ہاتھ کو لیا اور فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے اب جا اور ان کو اپنے ساتھ لے جا۔

مصر کے کچھ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے' وہ لوگ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بے جا باتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے انہیں لوگوں میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے تھے' ان میں سے یہ تین باتیں تھیں۔ میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اس لیے اس نے پہلا اعتراض یہ کیا کہ احد کے دن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس کی وجہ سے چودہ حضرات کے علاوہ سب منتشر ہو گئے تھے اور یہ سب کچھ اضطراری طور پر ہوا تھا اور حالت اضطراری میں جو کچھ سرزد ہو وہ قابل مواخذہ نہیں' اس کے باوجود ان لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا بے شک وہ لوگ جو تم میں سے میدان سے ہٹ گئے جس

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌO (آل عمران:١٥٥)

دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان نے ہی لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرمایا' بے شک اللہ بخشنے والا حلم والا ہےO

اس آیت میں ''یَوْمَ الْتَقَی الجمعان'' سے مراد یوم احد ہے جب اللہ عزوجل نے ان کی بے اختیاری' اضطراری لغزش کو معاف کردیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

اسی طرح بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ کی تیمارداری کے لیے گھر رہ جانا قابل اعتراض نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد صاحبزادی کو گھر چھوڑ کر جنگ میں شریک ہوتے تو یہ قابل اعتراض بات تھی بایں ہمہ وہ اصحاب بدر میں معدود ہیں اس لیے ان کو مال غنیمت سے حصہ بھی ملا۔

بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے پر اعتراض صرف ایک شرارت تھی' انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ صلح کی بات چیت کریں اور اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے اہل مکہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ عمرہ کرنے سے نہ روکیں۔

یہ مکہ معظمہ گئے' واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی' کسی نے اڑا دیا کہ وہ شہید کردیے گئے' اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی اور حضرت عثمان کو یہ شرف بخشا کہ اپنے دست مبارک کو ان کا ہاتھ فرمایا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی' انصاف اور ایمان کی نظر میں یہ بیعت بدر جہا بہتر اور افضل تھی جو بیعت کرنے والوں نے از خود کی۔

بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْاِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (ص ٥٢٣)

حضرت عثمان بن عفان پر اتفاق اور بیعت کا قصہ' اس میں حضرت عمر بن خطاب کی شہادت کا بھی ذکر ہے

١٩٥٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ اَنْ يُّصَابَ بِاَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا اَتَخَافَانِ اَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَا حَمَّلْنَاهَا اَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيْقَةٌ مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ انْظُرَا اَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَاَدَعَنَّ اَرَامِلَ اَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ اِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ اَبَدًا قَالَ فَمَا اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى اُصِيْبَ قَالَ اِنِّيْ لَقَائِمٌ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ اُصِيْبَ وَكَانَ اِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَاَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ اَوِ النَّحْلَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ اِلَّا اَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ:

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے زخمی ہونے سے چند دن پہلے حضرت عمر بن خطاب کو مدینہ میں دیکھا کہ وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کے پاس کھڑے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں: (عراق کی زمین کا بندوبست) تم لوگوں نے کیسے کیا۔ کیا تم دونوں کو اس کا اندیشہ ہے کہ زمین پر طاقت سے زیادہ تم نے محصول لگا دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے زمین کی طاقت بھر ہی محصول لگایا ہے اور ہم نے زیادہ نہیں بڑھایا ہے۔ فرمایا: غور کرلو کہیں طاقت سے زیادہ تو نہیں لاد دیا ہے' ان دونوں نے کہا: نہیں! پھر حضرت عمر نے فرمایا: اگر اللہ نے مجھ کو سلامت رکھا تو عراق کی بیوگان کو اتنا فارغ البال کردوں گا کہ میرے بعد کسی کی محتاج نہ رہیں گی' عمرو بن میمون نے کہا کہ اس کے بعد چار دن بھی نہ گزرے تھے کہ زخمی کردیے گئے' جس صبح کو زخمی کیے گئے میں یوں کھڑا تھا کہ میرے اور حضرت عمر کے درمیان سوائے حضرت عبداللہ بن عباس کے کوئی اور نہیں تھا' ان کی عادت تھی کہ جب دو صفوں کے

قَتَلَنِيْ أَوْ أَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهُ فَطَارَ الْعِلْجُ
بِسِكِّيْنٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى أَحَدٍ يَّمِيْنًا وَّلَا
شِمَالًا إِلَّا طَعَنَهُ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَّاتَ
مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ
طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ أَنَّهُ مَأْخُوْذٌ نَحَرَ
نَفْسَهُ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ
فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاَى الَّذِيْ اَرٰى. وَاَمَّا نَوَاحِي
الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ
عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى
بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا
ابْنَ عَبَّاسٍ انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ
غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ الصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ
أَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِيْ
بِيَدِ رَجُلٍ يَّدَّعِي الْإِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ أَنْتَ وَأَبُوْكَ
تُحِبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ
رَقِيْقًا فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ أَيْ إِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا قَالَ
كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ
وَحَجُّوْا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ إِلٰى بَيْتِهٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ وَكَانَ
النَّاسُ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ فَقَائِلٌ يَقُوْلُ لَا
بَأْسَ وَقَائِلٌ يَقُوْلُ أَخَافُ عَلَيْهِ فَأُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهُ
فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ ثُمَّ أُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ فَخَرَجَ مِنْ
جُرْحِهٖ فَعَرَفُوْا أَنَّهُ مَيِّتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ
فَجَعَلُوْا يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا
أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ
مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وَلِيْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ قَالَ وَدِدْتُّ
أَنَّ ذٰلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَلَمَّا أَدْبَرَ إِذَا إِزَارُهٗ
يَمَسُّ الْأَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ قَالَ يَا ابْنَ أَخِيْ
ارْفَعْ ثَوْبَكَ فَإِنَّهٗ أَنْقٰى لِثَوْبِكَ وَأَتْقٰى لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ

درمیان سے گزرتے تو کہتے صفیں درست کرلو جب دیکھ لیتے کہ
صفوں میں کوئی خلل نہیں تو آگے بڑھتے اور تکبیر کہتے اور اکثر پہلی
رکعت میں سورۂ یوسف یا نحل یا اس کے مثل پڑھتے تا کہ لوگ اکٹھے
ہو جائیں۔ اس دن اتنا ہی ہوا کہ انہوں نے تکبیر کہی کہ میں نے ان
کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے ماڈالا یا مجھے کتے کے کھالیا' کافر دودھاری
چھری لے کر تیزی سے بھاگا' جس کے پاس دائیں بائیں پہنچتا
زخمی کر دیتا' یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سات مر
گئے مسلمانوں میں سے جب ایک شخص نے یہ دیکھا تو اس پر اپنا
کمبل پھینکا' کافر نے جب گمان کر لیا کہ وہ پکڑ لیا جائے گا تو اپنے
آپ کو ذبح کر لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا
ہاتھ پکڑا اور انہیں آگے کر دیا جو حضرت عمر کے قریب تھا اس نے وہ
دیکھا جو میں نے دیکھا لیکن مسجد کے کنارے والے کو کچھ معلوم نہیں
ہوا سوائے اس کے انہوں نے حضرت عمر کی آواز نہیں سنی تو سبحان
اللہ' سبحان اللہ کہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں مختصر
نماز پڑھائی جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے کہا:
اب عباس دیکھو! مجھے کس نے قتل کیا؟ وہ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر گھومے
پھر آئے اور بتایا' مغیرہ کے غلام نے پوچھا: کاری گر نے! حضرت
ابن عباس نے کہا: ہاں! فرمایا: اللہ اسے مار ڈالے' میں نے اسے
اچھا ہی حکم دیا تھا' اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت ایسے شخص
کے ہاتھ پر نہیں رکھی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو' تم اور تمہارے باپ
پسند کرتے کہ مدینہ میں مجوسی بہ کثرت رہیں اور حضرت عباس کے
پاس سب سے زیادہ غلام تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اگر آپ
چاہیں تو میں کر دوں' یعنی آپ چاہیں تو ہم ان کو قتل کر دیں' حضرت
عمر نے کہا: اس کے بعد کہ انہوں نے ہمارا کلمہ پڑھ لیا' ہمارے قبلے
کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی' ہماری طرح حج کر لیا' یہ غلط بات
ہے' اس کے بعد حضرت عمر اٹھا کر اپنے گھر لائے گئے' میں بھی ان
کے ساتھ چلا اور لوگوں کا حال یہ تھا کہ گویا ان کو اس سے پہلے کوئی
مصیبت ہی نہیں پہنچی ہے۔ کوئی کہتا ہے: کوئی حرج نہیں ٹھیک ہو
جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے' انہیں نبیذ پلائی گئی جو

بْنَ عُمَرَ انْظُرْ مَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ أَلْفًا أَوْ نَحْوَهُ قَالَ إِنْ وَفَى لَهُ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِيْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِيْ قُرَيْشٍ وَلَا تَعْدُهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَأَدِّ عَنِّيْ هٰذَا الْمَالَ اِنْطَلِقْ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنِّيْ لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ أَمِيْرًا وَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِيْ فَقَالَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ وَيَسْتَأْذِنُ أَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ وَلَأُوْثِرَنَّ بِهِ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا أَقْبَلَ قِيْلَ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ اِرْفَعُوْنِيْ فَأَسْنَدَهُ رَجُلٌ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا لَدَيْكَ قَالَ الَّذِيْ تُحِبُّ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ أَذِنَتْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَإِذَا أَنَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِيْ فَأَدْخِلُوْنِيْ وَإِنْ رَدَّتْنِيْ فَرُدُّوْنِيْ إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَاءَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَفْصَةُ وَالنِّسَاءُ تَسِيْرُ مَعَهَا فَلَمَّا رَأَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً وَاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوْا أَوْصِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اسْتَخْلِفْ قَالَ مَا أَجِدُ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ فَإِنْ أَصَابَتِ الْإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ فَإِنِّيْ لَمْ أَعْزِلْهُ مِنْ عَجْزٍ وَلَا

پیٹ کے زخم سے باہر نکل آئی' پھر دودھ پلایا گیا' وہ بھی نکل گیا۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ بچیں گے نہیں۔ اب ہم لوگ اندر گئے لوگ آتے اور ان کی تعریف کرتے' ایک نوجوان شخص آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی طرف سے بشارت ہو' آپ کو نبی ﷺ کی صحبت اور اسلام میں سبقت نصیب ہوئی جو آپ جانتے ہیں پھر آپ والی بنائے گئے تو آپ نے انصاف کیا' پھر آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے۔ جب وہ نوجوان مڑے تو حضرت عمر نے دیکھا کہ اس کا تہبند زمین کو چھو رہا ہے' فرمایا: اس بچے کو واپس بلاؤ' جب وہ آ گیا تو فرمایا: اے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اٹھا لے یہ تیرے کپڑے کو زیادہ صاف رکھے گا اور تمہارے پروردگار کے نزدیک پرہیزگاری کی بات ہے' پھر اپنے صاحبزادے سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے اسے دیکھو۔ لوگوں نے حساب لگایا تو تراسی ہزار یا اس کے قریب قریب پایا۔ فرمایا: اگر آل عمر کے مال سے پورا ہو جائے تو ان کے مالوں سے ادا کر دے ورنہ بنی عدی بن کعب سے کہہ اور ان کے مالوں سے بھی اگر پورا نہ ہو تو قریش سے کہو ان کے علاوہ کسی اور سے مت کہنا۔ میرا یہ قرض ادا کر دینا۔ حضرت عائشہ ام المؤمنین کی خدمت میں جاؤ ان سے عرض کرو: عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ امیر المؤمنین مت کہنا اس لیے کہ آج میں امیر المؤمنین نہیں اور ان سے عرض کرنا: اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی عمر اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ گئے۔ ام المؤمنین کو سلام عرض کیا' پھر اجازت طلب کی' پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ بیٹھی رو رہی تھیں۔ عبداللہ نے عرض کیا: عمر بن خطاب آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا: میں خود یہاں دفن ہونا چاہتی تھی لیکن آج انہیں اپنے اوپر ترجیح دے رہی ہوں۔ جب وہ وہاں سے واپس آ کر سامنے آ گئے تو کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر واپس آ گئے' فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھاؤ تو ایک شخص نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا' پوچھا: کیا خبر ہے؟ عرض کی

خِيَانَةٍ وَقَالَ أُوْصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِيْنَ
الْأَوَّلِيْنَ أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ
وَأُوْصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ
مِنْ قَبْلِهِمْ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَأَنْ يُعْفَى عَنْ
مُسِيْئِهِمْ وَأُوْصِيهِ بِأَهْلِ الْأَمْصَارِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ رِدْءُ
الْإِسْلَامِ وَجُبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَأَنْ لَا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ
إِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ وَأُوْصِيهِ بِالْأَعْرَابِ خَيْرًا فَإِنَّهُمْ
أَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْإِسْلَامِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِي
أَمْوَالِهِمْ وَيُرَدَّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ وَأُوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوْفٰى لَهُمْ
بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا إِلَّا طَاقَتَهُمْ
فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهِ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِي فَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ
بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ أَدْخِلُوْهُ
فَأُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهِ
اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اجْعَلُوْا
أَمْرَكُمْ إِلٰى ثَلَاثَةٍ مِنْكُمْ قَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي
إِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلٰى عُثْمَانَ
وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ أَمْرِي إِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
عَوْفٍ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَيُّكُمَا تَبَرَّأَ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ
فَنَجْعَلُهُ إِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ لَيَنْظُرَنَّ أَفْضَلَهُمْ
فِي نَفْسِهِ فَأُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
أَفَتَجْعَلُوْنَهُ إِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ لَا آلُوَ عَنْ أَفْضَلِكُمْ قَالَا
نَعَمْ فَأَخَذَ بِيَدِ أَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدَمُ فِي الْإِسْلَامِ مَا
قَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَيْكَ لَئِنْ أَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ أَمَّرْتُ
عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْآخَرِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ
ذٰلِكَ فَلَمَّا أَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ
فَبَايَعَهُ فَبَايَعَ لَهُ عَلِيٌّ وَوَلَجَ أَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ۔

وہی جو آپ پسند کرتے تھے یا امیر المؤمنین۔ام المؤمنین نے اجازت
دے دی۔ فرمایا: اللہ کا شکر ہے' میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم
کوئی چیز نہیں تھی' پھر جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے اٹھا کر
وہاں لے جانا' پھر تم سلام کہنا پھر عرض کرنا: عمر بن خطاب اجازت
طلب کر رہا ہے' اگر ام المؤمنین پھر اجازت دے دیں تو مجھے ان
کے حجرے میں داخل کرنا اور اگر درخواست مسترد فرما دیں تو مجھے
مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا اور ام المؤمنین حضرت حفصہ
آئیں اور ان کے ساتھ بہت سی عورتیں' ہم نے جب ان کو دیکھا تو
وہاں سے اٹھ آئے' ام المؤمنین اندر گئیں اور تھوڑی دیر وہاں روئیں'
اب مردوں نے اجازت طلب کی تو ام المؤمنین اندر چلی گئیں تاکہ
آنے والوں کے لیے جگہ ہو جائے۔ ہم نے اندر سے ان کے
رونے کی آواز سنی۔ اب حاضرین نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین!
وصیت فرما دیجئے' کسی کو خلیفہ بنا دیجئے' فرمایا: اس چیز کا حق دار ان
لوگوں سے زیادہ میں کسی کو نہیں پاتا جن سے راضی رہتے ہوئے
رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ علی' عثمان' زبیر' طلحہ
سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا اور فرمایا کہ تمہارے مشورے
میں عبداللہ بن عمر شریک رہے گا مگر خلافت کا حق اس کو نہیں جیسے ان
کی تسلی کے لیے فرما رہے ہوں۔ اب اگر حکومت سعد کو ملے تو وہ
اس کے اہل ہیں ورنہ تم میں سے جو بھی امیر بنایا جائے وہ ان سے
مدد لے' اس لیے کہ ان کو میں نے عاجز ہونے یا خیانت کی وجہ سے
معزول نہیں کیا اور اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین
کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے حق کو پہنچانے اور ان کی
عزت کا پاس کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ بھلائی کی وصیت
کرتا ہوں کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے اس شہر میں ایمان اور
گھر بنا لیا تھا کہ ان کے احسان کرنے والوں کو قبول کیا جائے اور
لغزش کرنے والوں کو معاف کر دیا جائے اور میں تمام شہر کے باشندوں
کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ لوگ اسلام
کے مددگار اور مال حاصل کرنے والے ہیں اور دشمن کی جلن ہیں اور
یہ کہ ان سے نہ لیا جائے مگر ان کا فاضل مال وہ بھی ان کی رضامندی

سے اور اسے دیہاتیوں کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ عرب کی اصل اور اسلام کے مادہ ہیں اور ان کے معمولی مال لیے جائیں اور ان کے محتاجوں پر لوٹایا جائے اور اسے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کے بارے میں کہ ان کے ساتھ جو عہد ہوا اس کو پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت میں لڑا جائے اور طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔ جب حضرت عمر کا وصال ہو گیا تو ہم انہیں لے کر پیدل چلتے ہوئے نکلے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے ام المؤمنین کو سلام کیا' عرض کیا: عمر بن خطاب اجازت طلب کر رہا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا: انہیں اندر لاؤ' اب انہیں اندر لے گئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ رکھے گئے' جب ان کے دفن سے فراغت ہو گئی تو مذکورہ بالا افراد اکٹھے ہوئے تو عبدالرحمٰن نے ان لوگوں سے کہا: تم لوگ اپنا حق اپنے میں سے تین کو دے دو۔ اس پر زبیر نے کہا: میں نے اپنا حق علی کو دے دیا اور طلحہ نے کہا: میں نے اپنا حق عثمان کو دیا اور سعد نے کہا: میں نے اپنا حق عبدالرحمٰن بن عوف کو دیا۔ اب عبدالرحمٰن نے علی اور عثمان سے کہا: تم دونوں میں جو شخص کنارہ کش ہو گا ہم اسی کو سپرد کر دیں گے اور اللہ اور اسلام وہ اپنے جی میں ضرور غور کرے کہ کون افضل ہے۔ دونوں بزرگ خاموش رہے۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا: کیا آپ لوگ اسے میرے سپرد کرتے ہیں؟ بخدا! میں یہی کوشش کروں گا کہ آپ لوگوں میں جو افضل ہو اسی کو میں دوں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا: ہاں! اس کے بعد انہوں نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو رشتہ داری ہے اور اسلام میں سبقت ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا سب حال جانتا ہے' اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ ضرور انصاف کریں گے اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ یقیناً ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے اس کے بعد خلوت میں جا کر دوسرے سے وہی بات کہی۔ جب پختہ عہد لے لیا تو کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ اے عثمان' اور ان کی بیعت کی' پھر حضرت علی نے ان کی بیعت کی اور اہل مدینہ اندر داخل ہوئے اور سب نے

ان کی بیعت کی۔

اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ نے از خود کسی کو ولی عہد بنانا پسند نہیں فرمایا اور ایک مجلس شوریٰ بنادی جس میں سبھی عشرہ مبشرہ کے افراد تھے۔ سبھی انتہائی ذہین فطین' اسلام اور مسلمانوں کے مخلص سابقین اولین میں سے تھے' جن پر اس وقت بھی اور آج بھی پوری امت کا اعتماد تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ ایک طرف عوام سے مل کر ان کا رجحان معلوم کرتے رہے اور دوسری طرف خود بھی غور و خوض کرتے رہے۔ انہوں نے ان دونوں باتوں سے یہی اندازہ لگایا کہ حضرت عثمان کو خلیفہ بنایا جانا ہی ضروری ہے' اس لیے انہوں نے بڑی خوبصورتی سے پہلے اپنے حق سے خود دست برداری کر لی' پھر حضرت زبیر' حضرت سعد بن وقاص سے بھی دست برداری کا اقرار کرالیا اور انتخاب کا حق سب سے اپنے لیے لے لیا کہ جسے وہ منتخب کر دیں اسے سب تسلیم کرلیں اس طرح انہوں نے بڑی خوبصورتی اور دانشمندی سے اس اہم معاملہ کو طے کیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَبِي الْحَسَنِ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت علی بن ابی طالب ابوالحسن قرشی ہاشمی رضی اللہ کے مناقب

١٩٥٥- ح:

حضرت عثمان رضی اللہ اور حضرت علی رضی اللہ کے مخالف کا ایک قصہ

١٩٥٥- عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَاَلَهُ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَحَاسِنِ عَمَلِهِ قَالَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ ثُمَّ سَاَلَهُ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهِ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهُ اَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْؤُكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ انْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ.

سعد بن عبیدہ نے کہا کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا اور حضرت عثمان کے بارے میں ان سے پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے ان کے اچھے اعمال کا تذکرہ فرمایا' کہا: یہ شاید تجھے برا لگے' اس نے کہا: ہاں! اللہ تیری ناک خاک آلود کرے' پھر اس نے حضرت علی کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عمر نے حضرت علی کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ وہ ہیں کہ ان کا گھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے' پھر حضرت ابن عمر نے کہا: شاید یہ تجھے برا لگے۔ اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے اور جو کچھ تجھ سے ہو سکے میرے خلاف کر۔

١٩٥٦- ح: [قَالَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى]

حضرت علی رضی اللہ سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں کہ میرے نزدیک اس مرتبہ پر رہے جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا؟

١٩٥٦- سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں کہ میرے نزدیک اس مرتبہ پر رہے جو ہارون کا موسیٰ کے نزدیک تھا؟

(بخاری- ج ٢- کتاب المغازی- باب: غزوہ تبوک ص ٦٣٣' مسلم- کتاب الفضائل' نسائی- کتاب المناقب' ابن ماجہ- کتاب السنۃ)

کتاب المغازی میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ تبوک تشریف لے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب بنایا' اس پر حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں تو حضور نے وہ فرمایا۔ امام حاکم نے اکلیل میں روایت فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے اہل میں میرے جانشین رہو' مجرموں کو سزا دو' زکوۃ وغیرہ وصول کرو' نصیحت کرو' پھر اپنی ازواج کو بلایا' اور فرمایا: علی کی بات سننا اور ماننا۔

کتاب المغازی میں اخیر میں یہ بھی ہے: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ردروافض

روافض اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کی رو سے حضرت علی کو اپنے بعد ولی عہد بنا دیا تھا لیکن ان کا یہ استدلال دو طرح سے فاسد ہے' ایک حضرت ہارون وموسیٰ کی تمثیل سے' حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر تورات لینے جانے لگے تو حضرت ہارون کو عارضی طور پر اپنی واپسی تک کے لیے اپنا جانشین بنایا تھا جو ان کی واپسی کے بعد ختم ہو گیا' اس تمثیل نے ظاہر کر دیا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کو عارضی طور پر تبوک سے واپسی تک لیے اپنا نائب بنایا تھا' دوسرے یہ کہ یہ نیابت بھی محدود تھی صرف انتظامی معاملات تک' امامت جو سب سے اہم تھی وہ حضرت علی کو تفویض نہیں فرمائی بلکہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا' اگر یہ ولی عہدی کی طرف اشارہ ہوتا تو حضرت علی کو امام بھی بناتے جب کہ وہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اعلم تھے' اقرأ تھے' جزوی نیابت ولی عہدی کے ادعائے باطل کا قلع قمع کر دیتی ہے۔

١٩٥٧- ح: [اِنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ اَلْكَذِبُ]

عام طور پر جو باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جا رہی ہیں' جھوٹ ہیں

١٩٥٧- عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ اَوْ اَمُوْتَ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوٰى عَنْ عَلِيٍّ الْكَذِبُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ فیصلہ کرو جیسا کہ تم لوگ فیصلہ کرتے تھے اس لیے کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں یہاں تک کہ لوگ ایک جماعت ہو جائیں یا میں وفات پا جاؤں جیسے کہ میرے اصحاب وفات پا گئے' ابن سیرین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ عام طور پر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جا رہا ہے جھوٹ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام ولد کے بارے میں بہ اتفاق صحابہ بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ ام ولد کو بیچنا جائز نہیں لیکن جب حضرت علی عراق آئے تو اس سے رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ اسے بیچنا درست ہے' اس پر عبیدہ نے ان سے عرض کیا کہ آپ کی اور حضرت عمر کی متفقہ رائے آپ کی تنہا رائے سے زیادہ پسند ہے اس میں اتفاق ہے اور آپ کی تنہا رائے میں اختلاف۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا: میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں تم لوگ پہلے جو فیصلہ کرتے تھے وہی کیا کرو۔

وكان ابن سيرين

مطلب یہ ہے کہ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو باتیں روایت کرتے ہیں وہ سب جھوٹ ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کے مخالف نہیں تھے' ان کے محب اور مؤید تھے یہاں تک اپنی رائے پر ان حضرات کی رائے کو مقدم رکھتے تھے۔

بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبِ الْهَاشِمِيِّ

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ کے مناقب

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے، سابقین اولین میں سے ہیں، پہلے حبشہ ہجرت کی، وہیں خیبر کے وقت تک رہے، انہیں کی تبلیغ سے نجاشی مسلمان ہوئے، بہت بہادر اور سخی تھے، ۸ھ میں ان کو غزوہ موتہ بھیجا تھا۔

پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا مگر یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر جھنڈا لیں، وہیں شہید ہو گئے، ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تھے جن کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں اسی لیے ان کا لقب ذوالجناحین ہے اور جعفر طیار بھی ہے۔

١٩٥٨- ح: [سَخَاوَةُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ]

حضرت جعفر بن ابی طالب کی سخاوت

١٩٥٨- عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاِنِّيْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِيْ حِيْنَ لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِيْ فُلَانٌ وَلَا فُلَانَةٌ وَكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِيْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنِّيْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِءُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ وَهِيَ مَعِيَ كَيْ يَنْقَلِبَ بِيْ فَيُطْعِمُنِيْ وَكَانَ اَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِيْ بَيْتِهِ حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ فَيَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا.

(بخاری۔ کتاب الاطعمہ۔ باب: الحلواء والعسل۔ ج ۲ ص ۸۱۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے تھے: ابوہریرہ نے بہت روایت کر دیا اور میں اپنے پیٹ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا جب میں روٹی نہیں کھاتا تھا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا اور نہ فلاں اور فلانہ میری خدمت کرتے تھے اور میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا اور میں کسی شخص سے آیت پوچھتا اور وہ مجھے یاد ہوتی تاکہ وہ مجھے لے جائے اور کھلائے اور مسکین کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے جعفر بن ابی طالب تھے، وہ ہمیں لے جایا کرتے اور کھلاتے جو بھی ان کے گھر میں ہوتا حتیٰ کہ ہمارے لیے وہ کپی نکال دیتے جس میں کچھ نہ ہوتا اور وہ اسے پھاڑ دیتے اور اس پر جو کچھ لپٹا ہوتا اسے ہم چاٹتے۔

١٩٥٩- ح: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ]

تم پر سلام ہو اے ابن ذی الجناحین!

١٩٥٩- عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ كُنْ فِيْ جَنَاحِيْ كُنْ فِيْ نَاحِيَتِيْ كُلُّ جَانِبَيْنِ جَنَاحَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت جعفر کے بیٹے عبداللہ کو سلام کرتے تو کہتے: تم پر سلام ہو اے ابن ذوالجناحین، ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: کہا جاتا ہے: ''کن فی جناحی'' ہماری طرف میں ہو جا، ہر دو جانب دو بازو ہیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ موتہ من ارض الشام ص ٦١١، نسائی۔ کتاب المناقب)

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ تمہیں خوشخبری ہو، تمہارے والد فرشتوں کے

ساتھ اڑتے ہیں' نیز امام ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات جعفر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ میرے قریب سے گزرے اور ان کے دونوں بازو خون سے رنگین تھے۔

قال ابو عبداللہ

حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جناح کا معنی طرف کے ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٥٢٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے فضائل

توضیح باب...... (قرابت سے مراد)

قرابت سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اقرب یعنی عبدالمطلب کی نسل سے ہیں جنہوں نے ایمان کے ساتھ حضور کی صحبت کی ہو یا حضور کو دیکھا ہو اور ایمان پر ان کا انتقال ہوا ہو' یہ بنیادی طور پر دس صنفیں ہیں: اول حضرت علی کی اولاد یہ چار افراد ہیں: حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محسن' حضرت ام کلثوم۔ یہ سب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حضرت جعفر اور ان کی اولاد یہ تین ہیں: عبداللہ' عون' محمد۔ تیسرے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے مسلم بن عقیل۔ چوتھے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد یعلی' عُمارہ یا اُمامہ۔ پانچویں حضرت عباس بن مطلب اور ان کے دسوں صاحبزادے معقل' عبداللہ' قثم' عبیداللہ' حارث' معبد' عبدالرحمٰن' کثیر' عون اور تمام۔

چھٹے معتب بن ابی لہب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب۔ ساتویں عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب اور ان کی بہن ضباعہ۔ آٹھویں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے صاحبزادے جعفر اور نویں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے مغیرہ اور حارث۔ دسویں امیمہ' عروہ' عاتکہ اور صفیہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں۔

١٩٦٠- ح: [اِرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ]

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا' ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو

١٩٦٠- عَنْ وَاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو۔

(بخاری۔ کتاب فضائل صحابہ۔ باب: مناقب الحسن والحسین ص ٥٣٠)

مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق اور مراتب کا لحاظ کرو' صحیح یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور حدیث عبا کی وجہ سے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن و حضرت حسین بھی داخل ہیں۔

١٩٦١- ح: [فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے

١٩٦١- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَبْغَضَهَا اَبْغَضَنِيْ.

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(بخاری۔باب:مناقب فاطمہ ص ۵۳۲)

بَابُ مَنَاقِبِ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ۵۲۷)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مناقب

یہ بنی اسد کے چشم و چراغ تھے' ان کا نسب نامہ شجرۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصی بن کلاب پر جا کر مل جاتا ہے' ان کی والدہ ماجدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں' یہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احباب خصوصی میں تھے' انہیں کی ترغیب سے اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں تشریف نہیں لائے تھے' عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' دس سال یا آٹھ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ جمادی الاولیٰ ٣٦ھ میں جمل سے واپس ہو رہے تھے وادی سبع میں عمرو بن جرموز نے انہیں شہید کیا' ان کا مزار پاک وہیں ہے۔

ت ٥٩٦ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: وہ یعنی زبیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں۔ حواریوں کو اس لیے حواری کہا گیا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

حواری کی تشریح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد کتاب التفسیر کی طویل حدیث میں مذکور ہے۔ حواری کے معنی ہیں: مددگار' مخلص دوست۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب حواری ہے' ان کو حواری کس بناء پر کہا گیا اس بارے میں مختلف توجیہات مذکور ہیں:

یہ لوگ دھوبی تھے' کپڑے دھوتے تھے' حواری کے معنی کپڑا دھونے والے کپڑا سفید کرنے والے کے ہیں' ضحاک نے کہا کہ اپنے دل کی صفائی کی وجہ سے ان کو حواری کہا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ عبادت کی وجہ سے ان کے چہروں پر ایک نور اور چمک تھی' اس لیے ان کو حواری کہا گیا' یہ حوار کی طرف منسوب ہے' حوار کے اصل معنی سفیدی کے ہیں۔

١٩٦٢ - ح: [كَانَ الزُّبَيْرُ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارے تھے

١٩٦٢ - اَخْبَرَنِیْ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ اَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيْدَةٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهٗ عَنِ الْحَجِّ وَاَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ اِسْتَخْلِفْ فَقَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَحْسِبُهُ الْحَارِثَ فَقَالَ اِسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ قَالَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوْا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَاِنْ كَانَ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مروان بن حکم نے کہا: سنۃ الرعاف میں حضرت عثمان بن عفان کو شدید نکسیر کا عارضہ ہو گیا یہاں تک کہ ان کو حج سے روک دیا اور انہوں نے وصیت کر دی۔ ایک شخص قریش کا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: کسی کو اپنا جانشین بنا دیجیے۔ حضرت عثمان نے دریافت فرمایا: کیا لوگوں نے یہ کہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پوچھا: کس نے؟ تو وہ چپ رہا' اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا' میں گمان کرتا ہوں کہ وہ حارث تھا' اس نے بھی کہا: کسی کو جانشین بنا دیجیے' تو حضرت عثمان نے پوچھا: کیا لوگوں نے کہا ہے؟ اس نے بتایا: ہاں! دریافت فرمایا: کون ہے؟ اس پر وہ چپ رہا۔ حضرت عثمان

(اسی کے بعد اسی کے متصل۔ نسائی۔ کتاب المناقب) نے فرمایا: شاید ان لوگوں نے زبیر کے لیے کہا ہے' اس نے کہا: ہاں! فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جہاں تک میں جانتا ہوں وہ ان سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارے ہیں۔

۳۱ھ میں مدینہ طیبہ میں نکسیر کی وباء عام پھیلی ہوئی تھی اسی سال یہ مکالمہ ہوا۔

من ھو

''مــن ھــو'' سے مراد یہ ہے کہ کس کو خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہا گیا ہے' حارث سے مراد حارث بن الحکم بن عاص ہے۔

١٩٦٣- ح: [فَقَالَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ]

١٩٦٣- اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ فِی النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِیْ قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَهَلْ رَاَيْتَنِیْ يَا بُنَیَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَاْتِ بَنِیْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِیْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ. (مسلم: فضائل)

ارشاد فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یوم احزاب میں اور عمر بن ابوسلمہ عورتوں میں کر دیے گئے تھے' میں نے نظر اٹھائی تو زبیر کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے پر سوار دو یا تین مرتبہ بنی قریظہ کی طرف آئے اور گئے' جب میں لوٹا تو میں نے پوچھا: اے ابا! میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا ہے' فرمایا: کیا تو نے مجھے دیکھا تھا؟ اے بیٹے! میں نے کہا: ہاں! فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو بنی قریظہ میں جائے اور ان کی خبر لائے؟ تو میں گیا تھا پھر جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

یوم احزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں یہ بہت ہی اہم اور خطرناک معرکہ تھا۔ قریش اپنی پوری قوت کے ساتھ بنی غطفان کو لے کر مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے' بقایا یہود بنی قریظہ سے بھی ساز باز کر لیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو ایک قلعے میں اکٹھا کر دیا تھا' چونکہ بنی قریظہ سے ہر وقت خطرہ تھا اس لیے حضور ﷺ نے حضرت زبیر کو بھیجا تا کہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں۔ یہ کام بہت ہی خطرناک تھا' حضور اقدس ﷺ نے اس کام کے لیے جب پکارا تو سوائے حضرت زبیر کے کوئی نہیں بولا' تین بار حضور نے آواز دی' ہر بار حضرت زبیر نے بے شک کہا' اس پر حضور نے فرمایا تھا کہ ہر نبی کے کچھ حواری ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔

١٩٦٤- اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ اصحاب نبی ﷺ نے یوم یرموک حضرت زبیر نے کہا: آپ کیوں نہیں کوئی سخت حملہ کرتے ہم بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی حملہ کریں تو انہوں نے حملہ فرمایا

ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ.

دشمنوں نے انہیں دو زخم لگائے ان کے شانے پر جن دونوں کے درمیان ایک وہ زخم تھا جو یوم بدر ان کو لگا تھا' عروہ نے کہا: میں اپنے بچپن میں ان زخموں میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

(بخاری۔ج ٢۔کتاب المغازی۔باب: قتل ابی جھل ص٥٦٦۔دوطریقے سے)

جنگ یرموک' یہ عظیم فیصلہ کن جنگ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دمشق کی فتح کے بعد ٥ رجب ١٥ھ کو مسلمانوں اور رومیوں کے مابین ہوئی تھی' مسلمانوں کے لشکر کے سالار عظیم امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے اور رومیوں کے لشکر کا سپہ سالار باہان ارمنی تھا۔ رومیوں کا لشکر سات لاکھ تھا اور مسلمانوں کا لشکر چھبیس یا پینتالیس ہزار' پانچ بار بہت گھمسان کے رن پڑے' اخیر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور رومیوں میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمانوں میں سے چار ہزار شہید ہوئے' مسلمانوں کی مسلسل فتوحات سے گھبرا کر ہرقل نے اپنی پوری قوت اکٹھی کر کے یرموک میں بھیجی تھی' یرموک کی شکست کے بعد پھر کبھی رومیوں کو حوصلہ نہیں ہوا کہ کہیں جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے۔

تکمیل

کتاب المغازی میں یہ تفصیل ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت زبیر بن عوام سے یوم یرموک کہا کہ آپ اپنی شان کے لائق کوئی حملہ نہیں کرتے' آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں۔ حضرت زبیر نے فرمایا: اگر میں اپنی شان کے لائق ان پر حملہ کر دوں گا تو تم لوگ میرا ساتھ چھوڑ دو گے' لوگوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت زبیر نے رومیوں پر حملہ فرمایا اور ان کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے لشکر کے پار ہو گئے اور ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا' پھر پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے شانے پر دو گہرے زخم لگائے ایسا کہ اچھا ہونے کے بعد گڑھے پڑ گئے تھے جن میں انگلیاں ڈال کر حضرت عروہ بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔

[بَابُ] ذِكْرِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (ص٥٢٧)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

توضیح باب

حضرت طلحہ بھی سابقین اولین میں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' ان کا نسب شجرۂ نبوی سے مُرّہ بن کعب پر جا کر مل جاتا ہے' ان کی کنیت ابو محمد ہے' یہ یوم جمل ٣٦ھ میں شہید ہوئے۔ کسی طرف سے ناگہانی ایک تیر آ کر لگا اور شہید ہو گئے' مشہور ہے کہ یہ تیر مروان نے چلایا تھا۔

یہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور ان کی ترغیب سے مشرف باسلام ہوئے اور یہ ان آٹھ بزرگوں میں سے ہیں جو سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

١٩٦٥- ح: [لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ فِيْ غَزْوَةٍ]

غزوہ میں ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے سوا کوئی نہیں تھا

١٩٦٥- عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِيْ قَاتَلَ فِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيْثِهِمَا.

حضرت ابوعثمان نے کہا کہ جن دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے لڑائی کی تھی ان کے بعض دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت طلحہ اور سعد کے سوا کوئی نہیں تھا جیسا کہ ان دونوں حضرات نے خود بیان فرمایا۔

(بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب: اذهمت طائفتان منكم ان تفشلا ص ٥٨١)

یہ احد کا قصہ ہے' غالباً کسی خاص موقع پر تھوڑی دیر کے لیے ایسا ہوا ہوگا کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ سوائے ان دونوں حضرات کے اور کوئی نہیں رہا ہوگا ورنہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ چودہ حضرات حصار کیے ہوئے حضور اقدس ﷺ کے گرد موجود تھے جن میں ان دونوں کے علاوہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی بھی تھے۔

١٩٦٦-ح: [يَدُ طَلْحَةَ الَّتِيْ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ]

نبی ﷺ کی حفاظت میں حضرت طلحہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا

١٩٦٦- عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِيْ وَقٰى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ.

قیس بن حازم نے کہا کہ میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے نبی ﷺ کی حفاظت کی تھی وہ شل ہو گیا تھا۔

(بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب: اذهمت طائفتان منكم ان تفشلا ص ٥٨١)

جنگ احد میں حضرت طلحہ کو ستّر سے زیادہ زخم لگے

غزوۂ احد کے موقع پر جب مشرکین نے حضور اقدس ﷺ پر ہجوم کر کے یہ چاہا کہ شہید کر دیں تو حضرت طلحہ نے اپنے ہاتھ کو سپر بنا دیا جس میں ان کی کلمہ کی انگلی کٹ گئی اور ہاتھ شل ہو گیا' اس دن انہیں ستر سے زائد زخم لگے تھے' ہمارے واعظین کو صرف یہ یاد ہے کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہتر زخم پہنچے تھے' حضور اقدس ﷺ کے دیوانوں کی یہ جاں نثاری کسی کو یاد نہیں' اللہ تعالیٰ واعظین کو ہدایت دے۔

[بَابُ] مَنَاقِبُ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ٥٢٧)

حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کے مناقب

ان کا نسب شجرۂ نبوی سے کلاب بن مُرّہ پر جا کر مل جاتا ہے' یہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے خاندان بنی زہرہ کے چشم و چراغ تھے۔ ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: یہ ہمارے ماموں ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے۔ یہ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور فاتح ایران' کوفہ کو انہوں نے بسایا تھا' اللہ کی راہ میں سب سے پہلا تیر انہوں نے چلایا' ایمان قبول کرنے والوں میں ان کا ساتواں نمبر ہے۔ ٥٥ھ میں اپنے محل میں وصال فرمایا جو مدینہ طیبہ سے دس میل کے فاصلہ پر وادی عقیق میں تھا۔ وہاں سے جنازہ مبارکہ لوگ کندھوں پر اٹھا کر مدینہ طیبہ لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی' وصال کے وقت عمر مبارک ٨٣ یا ٧٣ سال کی تھی۔ عشرۂ مبشرہ میں سب سے اخیر میں انہیں کا وصال ہوا۔

وَبَنُوْ زُهْرَةَ أَخْوَالُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور بنو زہرہ نبی ﷺ کے ماموں ہیں اور یہ سعد بن مالک

وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ ہیں

امام بخاری یہ افادہ فرمایا چاہتے ہیں کہ حضرت سعد کے والد ابو وقاص کا نام مالک تھا' ان کے دادا وہیب حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے چچا تھے۔

۱۹۶۷- ح: [قَالَ لِسَعْدٍ يَوْمَ اُحُدٍ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ] یوم احد آپ (ﷺ) نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا

۱۹۶۷- سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ.

سعید بن میسّب نے کہا کہ میں نے حضرت سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے میرے لیے یوم احد فرمایا: تم پر میرے ماں اور باپ فدا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المغازی۔ باب: اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا ص ۵۸۰-۵۸۱' تین طریقوں سے۔ مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب الاستیذان۔ کتاب المناقب' نسائی۔ کتاب السنۃ)

غزوۂ احد کے موقع پر جب لڑائی کا رخ صحابہ کرام کے خلاف ہوگیا اور ان میں انتشار عام پیدا ہوگیا تو دشمنوں نے حضور اقدس ﷺ کی طرف لڑائی کا سارا زور جھونک دیا' اس وقت حضرت سعد حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں تھے' حضور نے انہیں ترکش دیا اور فرمایا: ''اِرْمِ يَاسَعْدُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ'' اے سعد! تیر چلاتے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔

۱۹۶۸- ح: [كَانَ يَقُوْلُ سَعْدٌ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ] حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: جس دن میں مسلمان ہوا اس سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا تھا

۱۹۶۸- سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ اَسْلَمْتُ فِيْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَاِنِّيْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

سعید بن میسّب کہتے تھے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے میں نے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ جو بھی مسلمان ہوا اسی دن ہوا جس دن میں مسلمان ہوا اس سے پہلے کوئی بھی مسلمان نہ ہوا' سات دن تک میں مسلمانوں کا تہائی تھا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت سعد نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب پر ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اب وہ جو یہ فرمار ہے ہیں یہ اپنے علم و اطلاع کی بنا پر فرمار ہے ہیں' ان کے علم میں یہی بات تھی کہ آج سے پہلے کوئی مسلمان نہیں ہوا' اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ میں اسلام کا تہائی تھا یعنی میرے علاوہ صرف دو صاحبان مسلمان ہوئے تھے تیسرا میں تھا سات دن تک یہی حال رہا' یہ بھی اپنے علم کی بنا پر فرمار ہے ہیں' ابتدائی دور تھا اور خفیہ خفیہ اسلام کی تبلیغ ہو رہی تھی' جو لوگ اسلام قبول کرتے اپنے آپ کو برملا ظاہر نہیں کرتے تھے اس لیے انہیں صحیح حالات معلوم نہیں ہوئے۔ بر بنائے تحقیق اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چھٹا یا ساتواں نمبر ہے' تہائی اسلام ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ اب تک صرف حضرت خدیجہ اور حضرت ابو بکر مسلمان ہوئے ہیں۔

۱۹۶۹- ح: [سَعْدٌ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ] [حضرت سعد کہا کرتے تھے: میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا میں پہلا تیر چلایا]

۱۹۶۹- عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ اِنِّيْ قیس نے کہا: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو

لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنَّا نَغْزُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى اِنَّ اَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا يَضَعُ الْبَعِيْرُ اَوِ الشَّاةُ مَا لَهُ خَلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰى عُمَرَ قَالُوْا لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ.

فرماتے ہوئے سنا کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہ خدا میں پہلا تیر چلایا۔ ہم نبی ﷺ کے ہم راہ رہ کر جہاد کرتے اور ہماری غذا درخت کے پتوں کے سوا اور کچھ نہ ہوتی' یہاں تک کہ ہم اونٹ یا بکری کی طرح پاخانہ کرتے جس میں کوئی آمیزش نہ ہوتی' پھر بھی بنو اسد میرے اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں' اگر ایسا ہے تو میں نامراد رہا اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔ بنو اسد نے حضرت عمر کے یہاں یہ شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ ثُلُثُ الْاِسْلَامِ يَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ثلث اسلام کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ تین کے تیسرے تھے۔

(ج ٢- کتاب الاطعمہ- باب: ما کان النبی ﷺ و اصحابہ یاکلون ص ٨١٤- کتاب الرقاق- باب: کیف کان عیش النبی ﷺ ص ٩٥٦' مسلم- آخر کتاب' ترمذی- کتاب الزہد' نسائی- کتاب المناقب- کتاب الرقائق' ابن ماجہ: کتاب السنۃ)

ہجرت کے پہلے سال یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ گزر رہے ہیں تو حضور ﷺ نے ابوعبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کی سرکردگی میں ساٹھ یا ستر مہاجرین کو رابغ کی طرف بھیجا جس کو سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں' وہاں ابوسفیان سے مڈبھیڑ ہوئی' اس لشکر میں حضرت سعد بھی تھے' اسی موقع پر انہوں نے سب سے پہلا تیر راہِ خدا میں چلایا تھا اور یہی پہلی جنگ ہے جو مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوئی۔

تُعَزِّرُنِي على الاسلام

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے' بنو اسد کے کچھ افراد نے ان کی شکایت کی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے' جہاد کے لیے نہیں جاتے اور انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے' اس موقع پر حضرت سعد نے یہ فرمایا تھا اور شکایت کرنے والوں کے لیے یہ بددعا کی کہ اے اللہ! اس کی عمر اور اس کی محتاجی کو دراز فرما اور اس کو فتنہ میں گرفتار فرما' یہ دعا قبول ہوئی' یہ شخص بہت بوڑھا کھوسٹ ہو گیا' اس کی بھنویں لٹک آئیں' بھیک مانگ کر گزارا کرتا اور راہ چلتی بچیوں کو چھیڑتا' ان کی چٹکیاں لیتا' جب لوگ اس کو سرزنش کرتے تو کہتا: مجھے سعد کی دعا لگ گئی ہے۔ ابوعبداللہ امام بخاری نے فرمایا کہ "انا ثلث الاسلام" سے ان کی مراد یہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تیسرا تھا۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٥٢٨)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے غلام کے مناقب

١٩٧٠- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید کو بنایا' کچھ لوگوں نے ان کے امیر بنائے جانے پر طعن کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم لوگ ان

فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهٗ.

کو امیر بنائے جانے پر طعن کرتے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد کے امیر بنائے جانے پر طعن کر چکے ہو اور بخدا! وہ امیر بنائے جانے کے لائق تھے اور بے شک وہ مجھے سب سے زیادہ پیارے تھے اور بے شک ان کے بعد یہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

(بخارہ۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ زید بن حارثہ ص ٦١٠' باب: بعث النبی ﷺ اسامۃ بن زید ص ٦٤١' ج ٢۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: قول النبی ﷺ ص ٩٨٠' کتاب الاحکام۔ باب: من لم یکثر الطعن ص ١٠٦٦)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات نزہۃ القاری' ج ٢ ص ٦٣٨۔ ٦٣٩' رقم: ٤٣٧' پر مذکور ہیں' حضرت اسامہ ان کے صاحبزادے تھے' حضور اقدس ﷺ نے مرض وصال میں رومیوں سے قتال کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا جس میں اکابر صحابہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر وغیرہ کو شرکت کا حکم دیا اور اس کا امیر حضرت اسامہ کو بنایا' چوں کہ یہ نوعمر تھے اشیاخ پر ان کا امیر بنانا لوگوں کے لیے باعث تعجب تھا۔ حضرت عیاش بن ربیعہ نے اس پر کچھ عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ موتہ میں امیر بنایا تھا اس وقت کچھ لوگوں نے طعن کیا تھا۔

بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ٥٢٨)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ذکر

١٩٧١- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ إِلٰى رَجُلٍ يَّسْحَبُ ثِيَابَهٗ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ انْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ فَقَالَ لَهٗ إِنْسَانٌ أَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ أُسَامَةَ قَالَ فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهٗ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهٗ.

عبداللہ بن دینار نے کہا کہ حضرت ابن عمر ایک دن مسجد میں تھے' ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں اپنے کپڑے کو گھسیٹ رہا ہے' فرمایا: دیکھو کون ہے یہ؟ کاش! یہ میرے پاس ہوتا' تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: اسے آپ نہیں پہچانتے' اے ابوعبدالرحمٰن! یہ محمد بن اسامہ ہیں' انہوں نے کہا: یہ سن کر حضرت ابن عمر نے اپنے سر کو جھکا لیا اور اپنے ہاتھوں کو زمین میں ٹھوکا پھر کہا: اگر انہیں رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو ان سے محبت کرتے۔

یہ محمد بن اسامہ اپنے والد ماجد کی طرح کالے رنگ کے تھے' زمین پر کپڑا گھسیٹنا ممنوع ہے وہ بھی مسجد میں' حضرت عبداللہ بن عمر کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ شخص میرے قریب ہوتا تو میں اس کو نصیحت کرتا۔

١٩٧٢- ح: [قَالَ عَنِ الْحَسَنِ وَأُسَامَةَ اَللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا]

حضرت حسن اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ (ﷺ) نے فرمایا: اے اللہ! ان دونوں سے محبت فرما

١٩٧٣- عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ يَأْخُذُهٗ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضور اقدس ﷺ ان کو اور حسن کو پکڑتے اور دعا کرتے: اے اللہ! تو

وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا.

ان دونوں سے محبت فرما اس لیے کہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

(بخاری۔ ج ا۔ باب: مناقب الحسن والحسين ص ۵۳۰ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: وضع الشئ على الفخذ ص ۸۸۸ نسائی۔ کتاب المناقب)

۱۹۷۳- ح: [ذِكْرُ الْحَجَّاجِ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ]

حجاج بن اُمّ ایمن کا ذکر

۱۹۷۳- عَنْ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ اَيْمَنَ ابْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ اَخَا اُسَامَةَ لِاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهٗ وَلَا سُجُوْدَهٗ فَقَالَ اَعِدْ (وَبِطَرِيْقٍ اٰخَرَ زَادَ) فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِيْ ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ اَيْمَنَ ابْنِ اُمِّ اَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ فَذَكَرَ حُبَّهٗ وَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّ اَيْمَنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ حجاج بن ایمن اسامہ کے اخیافی بھائی تھے اور وہ انصار کے ایک فرد تھے ان کے بیٹے حجاج بن ایمن بن ام ایمن کو حضرت ابن عمر نے دیکھا کہ انہوں نے اپنا رکوع وسجدہ پورا نہیں کیا' تو فرمایا: نماز لوٹاؤ۔ (دوسرے طریقے میں ہے) جب وہ جانے کے لیے مڑے تو مجھ سے حضرت ابن عمر نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: حجاج بن ایمن بن ام ایمن' تو ابن عمر نے فرمایا: انہیں اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے تو ضرور ان سے محبت کرتے' پھر ان کی محبت اور ام ایمن کی اولاد کی محبت کر ذکر کیا اور ام ایمن نبی ﷺ کی دایہ تھیں۔

ام ایمن

ان کا نام برکتہ تھا مگر ان کے نام پر ان کی کنیت غالب رہی' یہ حضور اقدس ﷺ کی کنیز تھیں جنہیں آپ نے آزاد کر دیا تھا' آزاد ہونے کے بعد انہوں نے یہ مقدس گھر نہیں چھوڑا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت آمنہ کی کنیز تھیں' انہوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ بھی' ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہوئیں' انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی پرورش بھی کی تھی اس لیے حضور اقدس ﷺ ان کو کہا کرتے تھے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ ان کے گھر ان کی ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے' نیز حضرت ابوبکر' حضرت عمر بھی۔ یہ حضور اقدس ﷺ کے بعد کچھ دن زندہ رہیں' انہوں نے زمانہ جاہلیت میں عبید بن عمرو بن ہلال سے شادی کی تھی جو اصل میں مدینہ طیبہ کا باشندہ تھا مگر مکہ آکر بود و باش اختیار کر لی تھی' شادی کے کچھ دنوں بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اس کے ساتھ مدینہ طیبہ چلی گئیں' یہیں ایمن پیدا ہوئے' پھر عبید مر گیا تو حضرت ام ایمن مکہ معظمہ لوٹ آئیں اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس ﷺ کے ایماء پر نکاح کر لیا[1] ۳ھ یا ۷ھ بعد بعثت حضرت اسامہ پیدا ہوئے[2] اس طرح حضرت اسامہ ایمن کے اخیافی بھائی ہوئے' ایمن کو بجائے والد کے ان کی والدہ ام ایمن کی طرف اس وجہ سے نسبت کیا جاتا ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی دایہ ہونے کی وجہ سے زیادہ مشہور بھی ہیں اور عبید سے شرف میں بہت زیادہ ہیں' انہیں ایمن کے لڑکے حجاج تھے جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مخالف کا انجام

اس حدیث کے ابتدائی راوی نعیم مجمر ہیں جن کا نام حماد بن معاویہ ہے' امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں' انہوں نے امام اعظم

[1] اصابہ۔ ص ۱۷۹ [2] ابن سعد۔ قسم ا۔ جز ۴۔ ص ۴۲

ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر بہت سے بہتان باندھے ہیں جس کے عتاب میں مدتوں جیل خانوں میں رہے' اسی حالت میں مرے' ان کو بغیر غسل وکفن ونماز جنازہ ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ (ص ٥٣٠)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مناقب

تعارف

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام نامی عامر ہے' کنیت ابوعبیدہ' لقب امین الامت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا ہے۔ والد کا نام عبداللہ ہے مگر دادا کی طرف نسبت کر کے ابن الجراح کہا جاتا ہے' ان کا نسب پانچویں پشت پر نسب نبوی سے فہر پر مل جاتا ہے' ان کی والدہ بھی فہری خاتون ہیں جو مشرف باسلام ہوئیں۔

قبول اسلام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلقین پر اسلام قبول فرمایا وہ بھی بالکل ابتداء میں کہ ابھی دار ارقم کی مجلس رشد و ہدایت قائم بھی نہ ہوئی تھی۔ قبول اسلام کے جرم میں طرح طرح سے ستائے گئے جس کی وجہ سے دوبار حبشہ ہجرت کی' پھر مدینہ طیبہ آ گئے۔ ان کے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم فرمایا۔

تمام مشاہد میں ہم رکاب سعادت رہے اور جان بازی کا حق ادا کر دیا' غزوۂ بدر میں ان کا والد عبداللہ زد پر آ گیا تو اسے ختم کر دیا۔ غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں خود کی کڑیاں چبھ گئی تھیں جس سے بہت زیادہ تکلیف تھی۔ حضرت ابوعبیدہ نے اپنے دانت سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچا' ان کڑیوں کے ساتھ دو اگلے دانت بھی اکھڑ گئے جو ان کے لیے سرمایہ افتخار بن گیا۔

مختلف سرایا میں بھی حصہ لیا' سریہ سیف البحر آپ ہی کی سرکردگی میں روانہ ہوا تھا' علاوہ جنگی مہمات کے مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔ ٩ھ میں جب اہل نجران نے ایک معلم اور قاضی کی درخواست کی تو انہیں مامور فرمایا۔ ایک دفعہ بحرین جزیے کی رقم وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کی میٹنگ ہوئی تو شیخین کریمین کے ساتھ یہ بھی وہاں موجود تھے اور انصار کرام کی افہام و تفہیم میں بہت اہم رول ادا فرمایا۔ ایک موقع پر ان سے کہا: اے انصار کرام! تم نے سب سے پہلے اسلام کی مدد کی اب امت میں سب سے پہلے انتشار پیدا کرنے والے نہ بنو۔

ان کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس موقع پر خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے ساتھ ان کا نام پیش فرمایا مگر ان دونوں بزرگوں نے بیک زبان اپنے استحقاق سے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایے تاکہ ہم بیعت کریں' حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا' پہلے حضرت عمر نے پھر حضرت ابوعبیدہ نے بیعت کی' پھر تمام مہاجرین و انصار نے بیعت عامہ کی' اس طرح خلیفۃ المسلمین کا انتخاب بحسن و خوبی انجام پا گیا۔

سپہ سالاری

جب حضرت صدیق اکبر مانعین زکوٰۃ' مرتدین جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنوں کے قلع قمع سے فارغ ہو گئے اور پورے عرب میں اندرونی طور پر مکمل امن و امان ہو گیا تو ١٣ھ میں شام کو مسخر کرنے کے لیے مختلف حصوں پر فوجیں بھیجیں۔

حضرت ابوعبیدہ کو حمص کی جانب، حضرت یزید بن سفیان کو دمشق کی جانب، حضرت عمرو بن عاص کو فلسطین کی جانب، حضرت شرحبیل بن حسنہ کو اردن کی جانب روانہ فرمایا۔ سب کو ہدایت کر دی کہ اگر کبھی سب فوجیں اکٹھی ہوں تو سپہ سالار اعظم ابوعبیدہ ہوں گے۔

یہ لوگ جب شام کی حدود میں داخل ہوئے تو رومیوں کی ٹڈی دل فوجوں کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے سب فوجوں کو اکٹھا کر لیا اور دربار خلافت میں مزید کمک کے لیے درخواست بھیجی۔ حضرت صدیق اکبر نے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ وہ شام ابوعبیدہ سے جا کر مل جائیں۔ یہ فارس کی جنگ پر مامور تھے، حکم نامہ ملتے ہی سیف اللہ راستے میں پڑنے والی بستیوں کو فتح کرتے ہوئے ان سے مل گئے، اس متحدہ فوج نے بصرہ، فحل، اجنادین کے معرکے سر کرنے کے بعد دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

فتح دمشق

اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر کا وصال ہو گیا، حضرت فاروق اعظم کی سوانح حیات کا پہلا زریں باب یہ ہے کہ ان کے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی دمشق فتح ہو گیا۔

رومی لشکر بھاگ کر مقام فحل پر اکٹھا ہو گیا، مجاہدین نے بڑھ کر ان کا صفایا کر دیا، پھر یہ سیل رواں آگے بڑھا اور بڑھتا چلا گیا، شام کا دارالسلطنت حمص فتح کیا، پھر لاذقیہ کو زیر نگیں کیا۔

جنگ یرموک

ان مسلسل شکستوں سے ہرقل بوکھلا گیا، اس نے تمام عمائدین سلطنت کی ایک میٹنگ کی، باہمی مشورے کے بعد چھ لاکھ کا لشکر جرار مجاہدین کو شام سے نکالنے کے لیے روانہ کر دیا، اس کی اطلاع جب امین الامت کو ہوئی تو تمام اصحاب رائے کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ اس وقت دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر کسی ایسی جگہ مورچہ قائم کیا جائے جہاں پشت پر سرزمین عرب ہوتا کہ امدادی افواج کے پہنچنے میں دشواری نہ ہو، اس کے لیے یرموک کا میدان تجویز ہوا، اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی تو انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ مفتوحہ علاقہ پھر دشمن کے سپرد کر دیا، پیچھے ہٹ کر اپنا رعب کم کر دیا، خفا بھی ہوئے مگر جب معلوم ہوا کہ یہ متفقہ فیصلہ تھا تو اطمینان ہو گیا، فرمایا: اسی میں بہتری ہوگی۔

میدان یرموک میں پہلے قاصدوں کی آمد و رفت ہوئی بالآخر قیامت خیز جنگ شروع ہوئی۔ رومیوں کو مسلسل شکستوں پر غصہ تھا اس کے انتقام میں جان پر کھیل کھیل کر حملے کر رہے تھے اور ادھر اعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ لے کر رضائے الٰہی کے طلبگار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر دشمنوں سے بھڑے ہوئے تھے، تین دن تک ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ اس سے قبل چشم فلک نے اتنی زبردست خون ریزی دیکھی نہ تھی، کئی بار ایسا ہوا کہ دشمن اتنا بڑھا کہ مجاہدین کے کچھ حصے کو پیچھے ہٹنا پڑا، سب کچھ ہوا مگر بوڑھا سپہ سالار پہاڑ کی طرح قلب لشکر میں جما رہا اور حسب ضرورت ہدایات جاری کرتا رہا۔

تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد بالآخر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ باہان ارمنی مارا گیا اور رومیوں کی لاشوں سے میدان ہی نہیں یرموک نامی نالہ بھی پٹ گیا، ستر ہزار رومی مارے گئے۔

یرموک اسلام کی سب سے اہم سب سے عظیم جنگ ہے۔ یہ جنگ ایام اللہ میں سے ایک عظیم یوم ہے اسی جنگ کا نتیجہ ہے کہ ہرقل اپنی ایشیاء کو چک کی پوری حکومت کھو بیٹھا۔ اس عظیم جنگ میں حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام، سیف اللہ حضرت خالد بن ولید، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ، حضرت ضرار بن ازور وغیرہ نے شجاعت، بہادری اور جنگی مہارت کا وہ ثبوت دیا

کہ آج تک دنیا عاجز ہے۔ رضی اللہ عنہم

بیت المقدس

یرموک کی یادگار زمانہ فتح کے بعد اب مجاہدین کے لیے میدان صاف تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے بلا کسی خاص مزاحمت کے انطا کیہ تک فتح کر لیا اور پھر پلٹ کر بیت المقدس کے محاصرے میں شریک ہو گئے۔ بیت المقدس کے عیسائیوں نے جب یقین کر لیا کہ اب ہم بچ نہیں سکتے تو یہ شرط پیش کی، ہم صلح کے لیے تیار ہیں، شرط یہ ہے کہ امیر المؤمنین خود آ کر صلح کی دفعات طے کریں اور لکھیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے دربار خلافت میں درخواست پیش کی، حضرت فاروق ایک غلام کو لے کر شام تشریف لائے۔

جب مقام جابیہ پر پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ نے اکابر لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ بیت المقدس کے نمائندے بھی یہیں آ گئے، صلح نامہ لکھا گیا جس کی رو سے عیسائیوں نے بیت المقدس مجاہدین کے حوالے کر دیا اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اخیر معرکہ

رومیوں نے جب دیکھا کہ شام جیسا زرخیز ملک ہمارے قبضے سے نکل گیا تو پھر انہیں جوش آیا اور اپنی منتشر قوت اکٹھی کر کے جزیرۂ آرمینیہ والوں کی مدد سے پھر میدان میں آئے، اس کی اطلاع جب حضرت ابوعبیدہ کو ہوئی تو دربار خلافت میں امداد کی درخواست پیش کی اور صورت حال کی اطلاع دی اور شام میں جہاں جہاں مجاہدین تھے سب کو اکٹھا کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے عراق سے بہت بڑی جمعیت بھیجی، حمص کے قریب پھر ایک بار قیامت خیز معرکہ ہوا۔ فرزندان توحید نے یہاں بھی رومیوں کو شکست فاش دی اور اب کی باران کا پورا کس بل نکال دیا، اس کے بعد رومیوں کو کبھی بھی ہمت نہ ہوئی کہ مقابلے پر آتے۔

تمام شام کو مسخر کر کے اسلامی افواج مقام عمواس میں اکٹھی ہوئیں۔ اتفاق کی بات کہ یہاں طاعون پھیل گیا، اس کی اطلاع جب حضرت فاروق اعظم کو ہوئی خود تشریف لے گئے چونکہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے: جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ اس لیے مقام سرغ پر پہنچ کر رک گئے، یہیں حضرت ابوعبیدہ حاضر ہوئے، تفصیلی حالات سن کر تمام مہاجرین وانصار سے مشورہ طلب کیا، سب نے مختلف رائیں دیں، اس کے بعد مہاجرین فتح کے معمر تجربہ کاروں کو بلایا اوران سے رائے طلب کی۔ ان لوگوں نے مشورہ دیا کہ فوجیں یہاں سے ہٹا لی جائیں، اس پر حضرت فاروق اعظم نے حکم دیا کہ میں صبح کو واپس ہوں گا فوجیں میرے ساتھ واپس چلیں، حضرت ابوعبیدہ کو یہ حکم ناگوار ہوا، عرض کیا: "افرارا من قدر اللہ" اللہ کی تقدیر سے بھاگنے کے لیے۔ حضرت عمر نے فرمایا: "نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ" تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف جا رہا ہوں، کاش! تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات کہتا۔

حضرت عمر واپس مدینہ چلے آئے اور حضرت ابوعبیدہ فوجیں لیے وہیں رہ گئے، مدینہ پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ کو لکھا: تم چند دن کے لیے میرے پاس آ جاؤ تم سے کچھ کام ہے۔ حضرت ابوعبیدہ سمجھ گئے اور مدینہ نہیں آئے، بالآخر حضرت عمر نے ان کے نام حکم نامہ لکھا کہ وہ جگہ نشیبی اور مرطوب ہے فوج وہاں سے ہٹا کر کسی بلند صحت بخش جگہ پر لے جاؤ، حضرت عمر کے حکم سے مجبور ہو کر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے مشورہ پر حضرت ابوعبیدہ پوری فوج لے کر جابیہ اٹھ آئے۔

یہاں پہنچنے کے بعد ان کو طاعون ہو گیا، جب امید زیست نہ رہی تو حضرت معاذ بن جبل کو اپنی جگہ مقرر فرمایا، جب نماز کا وقت آیا تو حضرت معاذ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر امین امت کی زندگی کے ایام بھی اختتام کو پہنچ گئے۔ ۵۸ سال کی عمر پائی ۱۸ھ میں واصل بحق ہوئے، تین سال خدمت نبوی کا شرف حاصل ہوا اور سات سال شیخین کریمین کے دور خلافت میں جہاد

میں گزارے اور اسی حالت میں معبود برحق سے جا ملے۔

١٩٧٤- ح: [وَاِنَّ اَمِيْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ]

اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں

١٩٧٤- عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ ثَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَاِنَّ اَمِيْنَنَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے لیے ایک امین ہے اور بے شک ہمارا امین' اے میری امت! ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: قصة اهل نجران ص٦٢٩' کتاب خبر الآحاد۔ ص١٠٧٦' مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ کتاب المناقب)

١٩٧٥- ح: [جَاءَ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ اَنْ يُّلَاعِنَاهُ]

نجران کے دو حاکم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں مباہلہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے

١٩٧٥- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَ اِنْ اَنْ يُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَاتَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَا عَنَّا لَانُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِيْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا اِلَّا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ يَا اَبَاعُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نجران کے حاکم عاقب اور سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مباہلہ کرنے کے ارادے سے حاضر ہوئے۔ حاضری کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: مباہلہ مت کر' بخدا! یہ اگر نبی ہوئے اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا تو نہ ہم فلاح پائیں گے اور نہ ہمارے بعد والے فلاح پائیں گے۔ ان دونوں نے خدمت اقدس میں عرض کیا: آپ نے ہم پر جو خراج لگایا ہے ہم آپ کو دیں گے اور ہمارے ساتھ کسی امین کو کر دیجیے امین ہی کو بھیجیے گا' فرمایا: میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو امین برحق امین برحق ہے۔ اس پر تمام حاضرین صحابہ نے گردنیں اٹھالیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے ابوعبیدہ! کھڑے ہو جاؤ' جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: قصة اهل نجران ص٦٢٩' ج ا۔ باب: مناقب ابی عبیدة بن الجراح ص٥٣٠' ج ٢۔ کتاب الآحاد۔ باب: اول۔ ص١٠٧٦' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی' نسائی: کتاب المناقب' ابن ماجہ۔ کتاب السنۃ)

نجران یمن کے قریب مکہ معظمہ سے سات منزل جانب جنوب ایک خطے کا نام ہے۔ جس میں تہتر بستیاں تھیں جو اتنے رقبے پر پھیلی ہوئی تھیں جسے تیز سوار ایک دن میں طے کر پاتا۔

عاقب۔ کا نام ایہم تھا یا شرحبیل' سید کا نام عبدالمسیح تھا' یہ لوگ نصرانی تھے' یہ سنۃ الوفود ٩ھ میں حاضر ہوئے تھے' یہ کل کتنے فرد تھے اس میں بہت اختلاف ہے۔ ابن اسحاق نے بیس افراد کی بھی روایت کی ہے اور چوبیس کی بھی' ابن سعد نے کہا: چودہ تھے۔

انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا' اس پر فرمایا: آؤ! مباہلہ کر لیں۔ صبح کو حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے ساتھ حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑ کر مباہلہ کے لیے نکلے، ان سے فرمایا: جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ اہل نجران کے سب سے بڑے پادری نے کہا: میں ایسی جماعت دیکھ کر رہا ہوں کہ اگر پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا، ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ بچے گا۔ اپنے پادری سے یہ سن کو اہل نجران نے کہا کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے، ان میں سے سید اور عاقب بعد میں مسلمان ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ اگر مباہلہ کرتے تو بندر، سور بنا دیئے جاتے، پورا نجران تباہ ہو جاتا، پورے جنگل میں آگ لگ جاتی، روئے زمین کے تمام نصاریٰ مر جاتے۔

ماسالتنا

ان سے سالانہ دو ہزار حلے پر صلح ہوئی، ایک ہزار حلے گرمی میں ایک ہزار جاڑے میں۔

اگرچہ تمام صحابہ کرام امین تھے مگر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ میں یہ وصف سب سے نمایاں تھا، اس لیے انہیں "امین ھٰذہ الامۃ" فرمایا۔

ترمذی[1] کی حدیث کے اول میں ہے: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابو بکر ہیں اور اللہ کے معاملے میں سب سے سخت عمر ہیں اور سب سے زیادہ سخی، حیا کرنے والے عثمان ہیں اور سب سے بڑے قاری اُبی ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کے ماہر زید ہیں اور حلال و حرام کے سب سے زیادہ جاننے والے معاذ ہیں، سنو! ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں ایک امین برحق کو بھیجوں گا تو تمام حاضرین کو اشتیاق ہوا کہ کاش! وہ میں ہوتا حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کبھی امارۃ کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے۔

[بَابُ] مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ص ٥٣٠)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے اور پہلے شہزادے ہیں۔ بر بنائے روایت مختار یہ ۳ھ نصف رمضان میں پیدا ہوئے، ان کی کنیت ابو محمد اور ریحانہ رسول اللہ، سبط اکبر القاب ہیں، ان کے فضائل و مناقب سے کتب الاحادیث مالا مال ہیں اور پوری امت میں مشہور و معلوم ہیں۔

حضرت اسد اللہ کی شہادت کے بعد تمام اہل حل و عقد نے ان کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا، چالیس ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی مگر عین موقع پر امت کو خونریزی سے بچانے کے لیے بخوشی بلا کسی جبر و اکراہ و کمزوری و ضعف کے ۱۵ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں خلافت حضرت امیر معاویہ کو سپرد فرما دی اور مدینہ طیبہ واپس آ گئے۔ ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۸ھ میں زہر خورانی کے نتیجے میں شہید ہو گئے نماز جنازہ سعید بن عاص حاکم مدینہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے، ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور ریحانہ رسول، سبط رسول اللہ، سید شباب اہل الجنۃ القاب ہیں۔ ان کے بھی فضائل و مناقب کثیر ہیں اور مسلمانوں میں مشہور و معروف اکثر فضائل میں یہ اپنے برادر عالی وقار کے شریک ہیں۔ اسی لیے امام بخاری نے ان دونوں حضرات کے مناقب ایک ساتھ ذکر فرمایا۔

---

[1] ترمذی، ج ۲ ص ۲۲۰، باب: مناقب معاذ بن جبل، مسند امام احمد، ج ۳ ص ۱۸۲-۱۸۱

جب یزید نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد ان سے بیعت کا مطالبہ کیا تو مدینہ سے مکہ معظمہ چلے آئے' کوفیوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے ڈیڑھ سو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں' اجلہ صحابہ کرام و مخلص احباب کے منع کرنے کے باوجود کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے' عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کی سرکردگی میں چار ہزار کی فوج بھیج کر مع رفقاء و اعوان کے شہید کرا دیا' یہ حادثہ فاجعہ یوم جمعہ بہ وقت نماز جمعہ دس محرم ۶۱ ھ کو ہوا۔

ان سنگ دلوں نے سارے شہداء کے سروں کو کاٹ کر نیزوں پر اٹھا لیا اور کوفہ ابن زیاد کے پاس لائے' پھر دمشق یزید کے پاس لے گئے' شہداء کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بے گور و کفن کھلے میدان میں چھوڑ کر چلے آئے' تین دن کے بعد قریب کے گاؤں والوں نے دفن کیا۔

۱۹۷۶- ح:

عبد اللہ بن زیاد کا امام حسین کے سر اقدس کے ساتھ گستاخی کرنا

۱۹۷۶- عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا۔ ایک طشت میں رکھا گیا۔ عبید اللہ ان کی آنکھ اور ناک میں چھڑی کو چبھنے لگا اور ان کے حسن کے بارے میں کچھ کہا۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ تھے اور وسمے کا خضاب لگاتے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد

یہ ستم گر مشہور زمانہ بدنام درندہ زیاد بن ابیہ کا بیٹا تھا' اس کی ماں کا نام مرجانہ تھا جو مجوسیہ لونڈی تھی جو اصفہان کے قیدیوں میں سے تھی' ابن زیاد ۳۳ ھ یا ۳۹ ھ میں پیدا ہوا۔

سابقاً گزر چکا کہ زیاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی جانب سے فارس کا گورنر تھا اور حضرت علی کا زبردست حامی' حتیٰ کہ جب حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شام سے صلح فرمائی تھی تو یہ بھی حضرت معاویہ کی بیعت پر راضی نہ تھا' انتہائی ذہین' مدبر سیاست کا ماہر تھا۔ حضرت معاویہ کے لیے دردسر تھا' زیاد میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ یہ ولد الزنا تھا اسی لیے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا مشہور تھا کہ حضرت معاویہ کے والد حضرت ابوسفیان نے قبل اسلام اس کی ماں سُمیّہ سے زنا کیا تھا انہیں کے نطفے سے زیاد تھا اسی لیے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا تھا۔ اس عار کی بنا پر زیاد کو جو داغ جگر میں تھا اس کی کسک وہ ضرور محسوس کرتا رہا ہوگا۔

حضرت معاویہ نے اپنی ترکش کا آخری تیر نکالا' زیاد کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم میری اطاعت کر لو تو قانونی طور پر تم کو میں بھائی بنا لوں گا تیر نشانے پر لگا اور زیاد نے سپر ڈال دیا۔ نہ یہ کہ صرف سپر ہی ڈال دیا بلکہ اس اعزاز کے بعد وہ حضرت معاویہ کا خون گرم حامی بن گیا اور حضرت علی اور ان کی اولاد کا دشمن' اس حادثے پر ایک یمنی دل جلے نے کیا خوب کہا ہے:

الا بلغ معاوية بن صخر مغلغلة من الرجل اليماني

"سنو! معاویہ بن صخر تک ایک یمنی شخص کی زوردار بات پہنچا دو"

اتغضب ان يقال ابوك عف وترضى ان يقال ابوك زاني

"اگر کہا جائے کہ تیرا باپ پاک دامن ہے تو تو خفا ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ زانی تھا تو تو خوش ہوتا ہے"

۵۳ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو عراق کا والی بنا دیا' ڈیڑھ سال تک اس منصب پر رہے' پھر ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان بن سلمہ کو بنایا' چھ ماہ کے بعد انہیں بھی علیحدہ کر کے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ جب یزید تخت پر بیٹھا اور اسے یہ اطلاع ملی کہ حضرت مسلم بن عقیل کوفہ آ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت لے رہے ہیں اور کوفہ والوں کا رجحان عام ان کی طرف ہے اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو اس وقت کوفہ کے والی تھے خاموش ہیں بلکہ اندر اندر لوگوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ترغیب دے رہے ہیں تو یزید پلید نے انہیں معزول کر کے ٦٠ھ میں عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا بھی والی بنا دیا' یہ بصرہ سے کوفہ آیا اور اپنی فطری عیاری اور بے مثال تہور سے کام لے کر کوفہ کا رخ پلٹ دیا۔ حضرت مسلم کے ساتھ جو جمعیت تھی اسے منتشر کر دیا' انہیں اور ان کے مخلص حامیوں کو شہید کر دیا اور کربلا میں لشکر بھیج کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا دیا۔ یہ اپنے محل میں تھا کہ اسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی' اس وقت اس کے چہرے پر ایک آگ کا شعلہ اٹھا جسے آستین سے چھپا لیا' اس وقت محل میں صرف اس کا حاجب تھا۔ ابن زیاد نے اسے منع کر دیا کہ کسی کو بتانا مت' اس کی ماں مرجانہ کو اس حادثے کی اطلاع ملی تو ابن زیاد سے کہا: اے خبیث! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی کے نور نظر کو شہید کر دیا' جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ابن کثیر۔ ج ٨ ص ٢٨٦)

جب ١٤ ربیع الاول ٦٤ھ کو یزید اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا تو یزید نے اپنی حیات ہی میں اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کو ولی عہد بنا دیا تھا اس لیے اس کے مرنے کے بعد یہ تخت نشین ہوا' یہ بہت نیک شخص تھا اور مریض بھی' اپنے ایام حکومت میں کبھی باہر نہیں نکلا' سارے امور ضحاک بن قیس انجام دیتا تھا' یہ زیادہ سے زیادہ چار مہینے جیا' اس نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا' اس لیے بہت سے حوصلہ مند حکومت کی تمنا کرنے لگے۔ حجاز پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پہلے ہی سے یک گونہ قابض تھے اب ان کا پورا قبضہ ہو گیا۔ دمشق میں مروان نے دعویٰ حکومت کر کے اپنی بیعت لے لی' بصرہ اور کوفہ والوں نے ابن زیاد کے ہاتھ پر اس وقت تک کے لیے بیعت کر لی جب تک کوئی امیر المؤمنین منتخب نہ ہو' پھر خوارج نے نافع بن ازرق کی سرکردگی میں ابن زیاد کو عراق سے مار بھگایا' ابن زیاد شام مروان کے پاس چلا گیا' اس بدطینت اور حصین بن نمیر نے مروان کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ خلیفہ ہو جائے' مروان پہلے پہل اس کے لیے آمادہ نہ ہوتا تھا مگر جب ان دونوں نے اسے ڈرایا کہ اگر ابن زبیر بنی امیہ پر قابو پا جائیں گے تو ایک کو زندہ نہ چھوڑیں گے' وہ تیار ہو گیا' مروان کی سب سے پہلے انہیں دونوں نے بیعت کی۔

ادھر کوفہ میں حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے انتقام حسین کی تحریک چلا دی۔ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے دماغ میں نبی بننے کا کیڑا کلبلا رہا تھا۔ وہ بھی کوفہ پہنچا اور حضرت محمد بن حنفیہ کو مہدی مشہور کر کے خفیہ خفیہ ان کی بیعت لینے لگا جس کی وجہ سے کوفہ میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جنہوں نے اپنا نام توابین رکھا تھا جن کا مقصد انتقام حسین تھا' دوسرا گروہ مختار کے ساتھ تھا۔

اس کی اطلاع جب مروان کو ملی تو بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابن زیاد حصین بن نمیر' شرحبیل بن ذوالکلاع حمیری کی سرکردگی میں کوفہ کی طرف بھیجا۔ ادھر حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بھی کوفہ سے نکل کر شام کا رخ کر چکے تھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے ان کے رفقاء چھٹتے جاتے' بہت تھوڑے لوگ ان کے ساتھ رہ گئے تھے' دونوں لشکروں کا عین الوردہ پر مقابلہ ہوا' بہت گھمسان کا رن پڑا' تین دن تک خونریز جنگ ہوتی رہی بالآخر حضرت سلیمان بن صرد شہید ہو گئے اور توابین کو بھیانک شکست ہوئی۔

حضرت سلیمان کی شہادت کے بعد مختار کے لیے میدان صاف ہو گیا' اس نے اپنی چالاکیوں اور عیاریوں سے پورے کوفہ کو رام

کرلیا' ادھر ابن زیاد عین الوردہ سے آگے بڑھ کر کوفہ کی طرف چلا مگر راستے میں رکاوٹیں کھڑی ہوئیں' رک گیا' پھر ٢٢ ذوالحجہ کو ابن زیاد آگے بڑھا' ادھر سے ابراہیم بن اُشتر کی قیادت میں مختار نے ایک فوج بھیجی' دونوں کا مقابلہ موصل کے قریب نہر خازر کے کنارے ہوا۔ ابراہیم بن اشتر کی جمعیت مختصر تھی مگر اس کی دانائی' تجربہ کاری' تدبر اور شجاعت کی بدولت شامیوں کو شکست فاش ہوئی۔ حصین بن نمیر' ابن زیاد' شرحبیل وغیرہ تمام بڑے سردار مارے گئے۔ ابراہیم نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کے پاس کوفہ بھیجا اور اسی قصر امارت میں زمین پر رکھا گیا جہاں امام حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تھا' یہ واقعہ ٦٧ھ دس محرم کو ہوا۔

ترمذی[1] میں ہے کہ جب ابن زیاد وغیرہ کے سر آئے تو انہیں مسجد کے صحن میں رکھا گیا' اتنے میں لوگوں نے کہنا شروع کیا' آیا آیا' ایک سانپ آیا' سروں کے درمیان سے گزر کر ابن زیاد کی ناک میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد نکل کر غائب ہوگیا' پھر آیا اور ناک کے راستے داخل ہوگیا' دو یا تین بار ایسا ہی ہوا۔

١٩٧٧- ح: [لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ]

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا

١٩٧٧- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی بھی حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔

(ترمذی۔ کتاب المناقب' مسند امام احمد۔ ج ١ ص ٩٩' ج ٤ ص ٢٦٠)

بخاری ہی میں ابھی حدیث گزری کہ خود حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے' مگر یہ بات حضرت انس نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کی شہادت کے بعد فرمائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں شہزادے بہ نسبت دوسرے افراد کے اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور ان دونوں میں حضرت امام حسن مجتبیٰ بہ نسبت امام حسین کے زیادہ مشابہ تھے' جب ان کا وصال ہوگیا تو حضرت امام حسین مطلقاً سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ نیز امام ترمذی[2] نے اور ابن حبان[3] نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ حسن سر سے سینہ تک رسول اللہ کے مشابہ ہیں اور حسین اس کے نیچے پاؤں تک' اسی طرح اسماعیلی نے بہ طریق عبدالاعلیٰ اسی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ حضرت امام حسن کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

فائدہ...... (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل چند افراد)

ان دونوں صاحبزادگان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے: جعفر بن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر' قثم بن عباس' ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب' مسلم بن عقیل بن ابی طالب' سائب بن یزید مطلبی (حضرت امام شافعی کے جد اعلیٰ)' عبداللہ بن عامر بن کریز جبشی اور کابس بن ربیعہ بن عدی' مسلم بن معتب بن ابی لہب' عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب' علی ابن علی بن النجاد بن رفاء' ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی' یحییٰ بن قاسم بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی' عبداللہ بن ابی طلحہ خولانی۔ ان کے علاوہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ

[1] ترمذی۔ باب: مناقب الحسن والحسین۔ ج ٢ ص ٢١٩ [2] ترمذی۔ کتاب المناقب۔ باب: مناقب الحسن والحسین۔ ج ٢ ص ٢١٩
[3] فتح الباری۔ ج ٧ ص ٩٧

ہوں گے علاوہ ازیں حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے والد مکرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھیں' ان میں گیارہ افراد بنی ہاشم سے ہیں' کل اٹھارہ افراد ہوئے۔ (فتح الباری۔ ج ۷ ص ۹۷۔ ۹۸)

۱۹۷۸- ح: [هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا]

وہ دونوں میری دنیا کے پھول ہیں

۱۹۷۸- سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَهُ رَجُلٌ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهُ يَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ قَتْلِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوْا ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا.

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ محرم اگر مکھی مار ڈالے تو کیا حکم ہے تو انہوں نے فرمایا کہ عراق والے مکھی مارنے کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: رحمة الولد ص ۸۸۶' مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۸۵)

شہزادگان کو پھول کہنا اس بناء پر ہے کہ جس طرح پھول کی طرف سب کی رغبت ہوتی ہے' اسے سبھی محبوب رکھتے ہیں اسے سونگھتے ہیں اور چومتے ہیں' اسی طرح یہ شہزادے بھی مجھے محبوب ہیں' میں انہیں سونگھتا بھی ہوں بوسہ بھی دیتا ہوں۔ ترمذی[1] میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین کو بلاتے' انہیں سونگھتے اور چمٹا لیتے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسنین کریمین حضور کے سامنے کھیل رہے تھے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں' فرمایا: کیسے نہ محبت کروں' حالانکہ یہ دونوں دنیا کے میرے پھول ہیں جنہیں میں سونگھتا ہوں۔

بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِي بَكْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا (ص ۵۳۰)

حضرت بلال بن رباح' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے فضائل

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات جلد سوم[2] میں ذکر کیے جا چکے ہیں' یہ حبشی نژاد ضرور ہیں مگر ان کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔

۱۹۷۹- ح: [اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا

۱۹۷۹- اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِي بِلَالًا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی حضرت بلال کو۔

۱۹۸۰- ح: [اِنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِي بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِي]

حضرت بلال نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اگر آپ نے مجھ کو اپنے لیے خریدا ہے تو روک لیجیے

[1] ترمذی۔ باب مناقب الحسن والحسین۔ ج ۲ ص ۲۱۸ [2] نزہۃ القاری۔ ج ۳ ص ۶۵۔ ۲ تعلیق: ۲۲۳

۱۹۸۰ - عَنْ قَيْسٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِنَفْسِكَ فَاَمْسِكْنِيْ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِلّٰهِ فَدَعْنِيْ وَعَمَلَ اللّٰهِ.

قیس سے مروی ہے کہ حضرت بلال نے حضرت ابوبکر سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا ہے تو مجھے روک رکھیے اور اگر آپ نے اللہ کے لیے مجھے خریدا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے میں اللہ کا کام کروں۔

طبقات ابن سعد[1] میں اور مسند امام احمد میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مومن کا سب سے افضل عمل جہاد ہے اس لیے میں بھی راہِ خدا میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، اس پر حضرت صدیق اکبر نے حضرت بلال سے فرمایا کہ میں تم کو اللہ اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں (مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ)، حضرت بلال نے مان لیا، جب حضرت صدیق اکبر کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر اجازت طلب کی، انہوں نے ان کے اصرار سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ اجازت دے دی، وہ شام تشریف لے گئے اور مجاہدین کی فوج میں شامل ہو گئے، وہیں طاعون عمواس میں وفات پائی اور شام ہی میں کہیں مدفون ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ص۵۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مناقب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات نزہۃ القاری، ج۱ ص۲۲۹، رقم:۵، پر ذکر کیے جا چکے ہیں اور اسی جلد کتاب العلم میں اس باب کے تحت مذکور حدیث کی تشریح درج ہے۔

(قَالَ الْبُخَارِيُّ) وَالْحِكْمَةُ الْاِصَابَةُ فِيْ غَيْرِ النُّبُوَّةِ.

(امام بخاری نے کہا:) حکمت کے معنی امور نبوت کے علاوہ میں صائب الرای ہونا ہے۔

باب کے ضمن میں یہ حدیث مذکور تھی کہ حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے اللہ! اس کو حکمت سکھا۔

حکمت کے معنی

امام بخاری نے بتایا کہ حکمت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر وحی کے صائب الرائے ہونا۔ بعض روایتوں میں یہ وارد ہے کہ اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا، بعض روایتوں میں صراحۃً تاویل قرآن بھی وارد ہے۔ حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس کی ایک شرح حضرت امام بخاری نے فرمائی ہے جو ابھی گزری اور یہ سب سے جامع ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا: حکمت سے مراد قرآن کے معانی سمجھنا ہے، کچھ لوگوں نے کہا: اس سے مراد خداداد سمجھ ہے، کچھ لوگوں نے کہا: اس سے مراد وہ بات ہے جس کو عقل تسلیم کرے کچھ لوگوں نے کہا: ایک نور ہے جو الہام اور وساوس میں فرق کرتا ہے، کچھ لوگوں نے کہا: اس سے مراد حاضر جوابی ہے۔ حضرت ابن عباس تمام صحابہ سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے عالم تھے، ان کا خطاب ترجمان القرآن ہے۔ جس زمانے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور تھے تو حضرت ابن عباس کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا۔ انہوں نے ان ایام میں سورۂ نور یا سورۂ بقرہ کی تفسیر بیان کرنی شروع کی تو ایک شخص نے کہا کہ اگر اسے دیلم سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔

---

[1] فتح الباری۔ ج۷ ص۹۹

بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ۵۳۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت خالد بن ولید کے فضائل نزہۃ القاری، ج ۲ ص ۹۳۹، رقم: ۷۳۷، میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ابن حبان[1] اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد کو ایذا نہ دو اس لیے کہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ نے کفار پر چلایا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ص ۵۳۱)

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم کے فضائل

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ عتبہ بن ربیعہ کے صاحبزادے تھے جو بدر میں مارا گیا تھا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی، انہوں نے فرمایا: مجھے امید تھی کہ یہ اسلام قبول کر لے گا اس لیے کہ وہ عقلمند تھا، حضرت حذیفہ اکابر صحابہ میں سے ہیں، بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے، جنگ یمامہ کے معرکہ میں شہید ہوئے۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ہجرت کر کے جب مہاجرین قبا پہنچے تو ان کے یہی امام تھے، یہ ان منتخب روزگار صحابہ میں سے ہیں جو معانی قرآن کے عارف تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کے والد کا نام معقل تھا، یہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جن سے حضرت حذیفہ نے شادی کر لی تھی۔ حضرت سالم کو حضرت حذیفہ نے متبنی بنا لیا تھا، اس لیے ان کی طرف منسوب کیے جانے لگے۔

۱۹۸۱- ح: [اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ]

قرآن چار شخصوں سے پڑھو

۱۹۸۱- عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّهٗ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَقْرِئُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ وَلَا اَدْرِيْ بَدَاَ بِاُبَيٍّ اَوْ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

مسروق نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا: میں اس وقت سے ان سے محبت کرنے لگا ہوں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: قرآن چار شخصوں سے پڑھو: عبداللہ بن مسعود سے، حضور نے پہلے انہیں کا نام لیا اور ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے اور ابی ابن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ مسروق نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ پہلے ابی ابن کعب کا نام لیا گیا تھا یا معاذ بن جبل کا۔

(بخاری- باب: مناقب عبداللہ بن مسعود ص ۵۳۱، کتاب مناقب الانصار- باب: مناقب معاذ بن جبل ص ۵۳۷، باب: مناقب ابی بن کعب ص ۵۳۷، ج ۲- کتاب فضائل القرآن- باب: القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۴۸)

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ۵۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۹۸۲- ح: [فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَا اَحَدٌ اَقْرَبَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سیرت میں

[1] فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۱

دَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ]

نبی ﷺ سے زیادہ قریب ابن ام عبد کے زیادہ کوئی نہیں

١٩٨٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَاَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَّجُلٍ قَرِيْبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَاخُذَ عَنْهُ قَالَ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَقْرَبَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ.

عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: ایسے شخص کے بارے میں جو صورت اور سیرت میں نبی ﷺ سے قریب تر ہوتا کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعود) سے زیادہ صورت اور سیرت میں نبی ﷺ سے قریب ہو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: الهدی الصالح ص ٩٠١، ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: قدوم الاشعريين ص ٦٢٩)

١٩٨٣- ح: [قَالَ اَبُوْمُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَانَرٰى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کا ایک فرد سمجھتے تھے

١٩٨٣- حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكُثْنَا حِيْنًا مَّا نَرٰى اِلَّا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُوْلِهٖ وَدُخُوْلِ اُمِّهٖ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسود بن یزید نے کہا کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ) میں آئے، زمانہ دراز تک ہم یہی جانتے رہے کہ عبداللہ بن مسعود اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کو اور ان کی والدہ کو نبی ﷺ کے گھر میں بہ کثرت آتے جاتے دیکھتے۔

بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

١٩٨٤- ح: [دَعُوْا مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ صَحَابِيٌّ]

حضرت معاویہ کو کچھ مت کہو وہ صحابی ہیں

١٩٨٤- عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِّابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت معاویہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی، وہاں ابن عباس کے ایک غلام موجود تھے، وہ حضرت ابن عباس کے پاس آئے (اور اس کو بیان کیا) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے۔

اس کے متصل ہی یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے، ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے وہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا اس لیے کہ وہ فقیہ ہیں۔

وتر کی نماز ایک رکعت ہے یا تین اس کی مفصل بحث دوسری جلد میں ہو چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ صحابی اور مجتہد ہیں، انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ وتر

کی ایک ہی رکعت ہے اس لیے ان پر کوئی مواخذہ نہیں انہوں نے جو کچھ کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر کیا ہے جو ان کے پاس ہوگی مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں بلکہ اسے کسی کی تقلید کرنا حرام ہے اسے اپنے اجتہاد ہی پر عمل کرنا واجب ہے اس لیے ان پر ایک رکعت وتر پڑھنے پر طعن درست نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اگر دلیل کی بنا پر اختلاف رائے ہو جائے تو ایک دوسرے پر طعن جائز نہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ مستحق ثواب ہے جس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے کہ خطاء کے باوجود ثواب کا مستحق ہے۔

١٩٨٥- ح: [نَهْيِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ]

عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا منع ہے

١٩٨٥- سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

حمران بن ابان سے میں نے سنا کہ حضرت معاویہ نے کہا کہ تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہم نے حضور کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور حضور نے ان دونوں سے منع فرمایا یعنی عصر کے بعد کی دو رکعتوں سے۔

عصر کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اس پر اتفاق ہے جس پر پورا کلام کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے ان تینوں حدیثوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دو فضیلتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ وہ صحابی تھے اور یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے دوسرے یہ کہ وہ فقیہ تھے یہ بھی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ غالباً حضرت معاویہ کے فضائل میں جو احادیث مرفوعہ آئی ہیں وہ امام بخاری کی شرط پر اس لائق نہ ہوں گی کہ وہ انہیں اس پر اپنی اصح کتب بعد کتاب اللہ میں درج کرتے ورنہ حقیقت میں حضرت معاویہ کے فضائل میں متعدد مرفوع صحیح حدیثیں وارد ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا (ص ٥٣٢)

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل

اس باب میں حضرت امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ دونوں حدیثیں گزر چکی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا (ص ٥٣٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

١٩٨٦- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسے ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الاطعمہ۔ باب: الثرید ص ٨١٥ باب: ذکر الطعام ص ٨١٦)

١٩٨٧- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَائِشَةَ اِشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابن عباس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے ام المومنین! آپ سچے پیش رو کے پاس جا رہی ہیں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر کے پاس۔

کتاب التفسیر میں یہ حدیث مفصل یوں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ام المومنین کی وفات سے قبل جب کہ وہ سخت علیل تھیں حاضری کی اجازت طلب کی تو ام المومنین نے فرمایا: مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ میری تعریف کریں گے' عرض کیا گیا: رسول اللہ ﷺ کے چچا کے صاحبزادے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں (اجازت مرحمت فرمادیں) فرمایا: انہیں اجازت دے دو۔ حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں؟ فرمایا: بہتر اگر میں نے تقویٰ اختیار کیا ہو' حضرت ابن عباس نے عرض کیا: ان شاء اللہ آپ خیر ہی کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ ہیں' آپ کے علاوہ کسی اور کنواری عورت سے حضور نے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کا عذر آسمان سے اترا' ان کے جانے کے بعد حضرت ابن زبیر آئے تو ام المومنین نے فرمایا: ابن عباس آئے تھے' انہوں نے میری تعریف کی اور میری خواہش ہے کہ میں نسیاً منسیاً ہوتی۔

١٩٨٨- ح: [قَالَ عَمَّارٌ فِي الْجَمَلِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ]

جنگ جمل کے موقع پر حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں

١٩٨٨- سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَالْحَسَنَ إِلَى الْكُوفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ أَوْ إِيَّاهَا. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ نور۔ باب: ولولا اذ سمعتموہ قلتم الآیۃ ص ٦٩٨)

ابو وائل نے کہا: جب حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن کو کوفہ بھیجا تا کہ کوفہ والوں کو ان کی حمایت میں نکلنے پر آمادہ کر دیں اس وقت حضرت عمار نے یہ خطبہ دیا: میں یقین سے جانتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ہیں لیکن اللہ نے تمہیں آزمایا ہے کہ تم لوگ علی کی اتباع کرتے ہو یا ام المومنین کی۔

یہ حدیث کتاب الفتن میں ابو مریم عبداللہ بن زیاد اسدی کی روایت سے مفصل یوں ہے (جنگ جمل کے موقع پر) جب طلحہ اور زبیر اور عائشہ بصرہ کی جانب چلے تو حضرت علی نے عمار بن یاسر اور حسن بن علی کو کوفہ بھیجا۔ یہ لوگ کوفہ ہمارے پاس آئے اور منبر پر چڑھے' حضرت حسن بن علی منبر کے اوپر سب سے اونچے درجے پہ تھے' عمار ان سے نیچے تھے' ہم سب وہاں اکٹھے ہوئے' میں نے عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت عائشہ بصرہ کی جانب گئی ہیں' بخدا! بے شک وہ تمہارے نبی کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ نے تم لوگوں کو آزمایا ہے تا کہ ظاہر ہو جائے کہ تم لوگ حضرت علی کی اطاعت کرتے ہو یا ام المومنین کی۔ یقیناً بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا' ایک طرف حضور اقدس ﷺ کے ابن عم اور داماد تھے جن کے اسلام کی نشر و اشاعت اور بقا و تحفظ میں بڑے اہم کارنامے تھے جنہیں اہل حل وعقد نے خلیفہ منتخب کر لیا تھا' دوسری طرف حضور اقدس ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات تھیں جن کی عظمت وجلالت ہر مسلمان کے دل میں جاگزیں تھیں جنہیں ہر مسلمان حتیٰ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ام المومنین کہتے تھے' اس نازک مرحلہ پر کسی ایک کے خلاف تلوار اٹھاتے ہوئے سب کے دل لرز رہے تھے لیکن بہر حال حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت ام المومنین کو لوگوں نے بدگمان کر دیا تھا اس لیے جنہوں نے حضرت علی کا ساتھ دیا انہوں نے وقت پر اہم فرض کو ادا کیا۔ اس سے قبل گزر چکا کہ جنگ سے قبل سنجیدہ افراد نے حضرت علی اور حضرت ام المومنین کے درمیان پڑ کر حضرت ام المومنین کی تمام غلط فہمیاں دور کر دی تھیں۔ طے ہو گیا تھا کہ اب لڑائی نہ ہو گی' دونوں فریق واپس چلے جائیں گے مگر سبائی شر پسندوں نے جب دیکھا کہ بنا بنایا کھیل بگڑ رہا ہے اور اب نہ ہم گھر کے ہوں گے نہ گھاٹ کے تو انہوں نے رات کے پچھلے پہر اندھیرے میں شور مچا دیا' ایک طرف یہ کہ حضرت علی نے حملہ کر دیا دوسری طرف یہ کہ ام المومنین نے حملہ کر دیا' اس طرح یہ آپس کی پہلی وہ خونریز جنگ ہو گئی جس نے مسلمانوں کی بنیادیں ہلا دیں اور

ایسی ہلادیں کہ آج تک جم نہ سکیں۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَقْدُوْرًا

۱۹۸۹ - ح: [لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهٖ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا]

مرض وصال میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کرتے تھے: میں کل کہاں رہوں گا' میں کل کہاں رہوں گا؟

۱۹۸۹ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِيْ مَرَضِهٖ جَعَلَ يَدُوْرُ فِيْ نِسَائِهٖ وَيَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِيْ سَكَنَ.

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو اپنی ازواج کی باری پر ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور پوچھتے تھے: میں کل کہاں رہوں گا میں کل کہاں رہوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے شوق میں۔ حضرت عائشہ نے کہا: جب میری باری کا دن آیا تو حضور کو سکون حاصل ہو گیا۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٣ - [كِتَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ]

[انصار کے مناقب کا بیان]

بَابُ مَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ (ص ٥٣٣)

انصار کے فضائل

١٩٩٠- ح: [اِسْمُ الْاَنْصَارِ سَمَّى اللّٰهُ الْاَنْصَارَ]

انصار کا نام انصار اللہ نے رکھا ہے

١٩٩٠- حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اِسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمُّوْنَ بِهِ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا بِمَنَاقِبِ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدِهِمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا.

(بخاری۔ باب: ایام الجاهلية ص ٥٤٢)

غیلان بن جریر نے کہا کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا: بتائیے! آپ لوگوں نے اپنا نام انصار خود رکھا یا اللہ نے رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: بلکہ اللہ نے رکھا ہے۔ ہم حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے، وہ انصار کے فضائل اور ان کے جنگی کارنامے ہم سے بیان کرتے اور میری طرف یا ازد کے کسی شخص کی طرف منہ کر کے فرماتے: تیری قوم نے فلاں دن یہ کیا اور یہ کیا یہ کیا اور یہ کیا۔

انصار ناصر کی جمع ہے، جیسے صاحب کی جمع اصحاب یا نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی اشراف، اسی سے انصاری ہے خلاف قیاس۔ اوس وخزرج کی اولاد اور ان کے خلفاء اور ان کے موالی پر انصار کا اطلاق ہوتا ہے۔

وفعل قومك

مطلب یہ ہے کہ حضرت انس ہماری قوم کے ان کارناموں کو بیان فرماتے جو اسلام کی حمایت میں انجام دیے تھے۔

١٩٩١- ح:

جنگ بعاث انصار کے مسلمان ہونے کے باعث ہوئی

١٩٩١- عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ نے جنگ بعاث کو اپنے رسول کی کامیابی کا پیش خیمہ بنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ان کی جماعت متفرق ہو چکی تھی ان کے سردار

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِحُوْا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دُخُوْلِهِمْ فِی الْاِسْلَامِ ․

مارڈالے گئے تھے اور وہ مجروح ہو چکے تھے اللہ نے اسے اپنے رسول کی کامیابی کے لیے انصار کے اسلام میں داخل ہونے کا پیش خیمہ بنادیا۔

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب: القسامة فی الجاهلیة ص ٥٤٢ 'باب: مقدم النبی واصحابه فی المدینة ص ٥٥٩)

بعاث

یہ ایک جگہ یا قلعہ کا نام ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کھیت تھا جو مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر بنی قریظہ کی بستی کے پاس ہے' یہاں ہجرت سے پانچ سال قبل اوس وخزرج کے درمیان ایک بہت ہی تباہ کن جنگ ہوئی تھی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور جنگ جو افراد مارڈالے گئے تھے' اوس کے سردار حضیر تھے جن کو حضیر الکتائب بھی کہا جاتا ہے' یہ بھی جنگ میں مارڈالے گئے اور خزرج کا سردار عمرو بن نعمان بیاضی تھا یہ بھی مارڈالا گیا۔ ابتداءً خزرج کا پلہ بھاری تھا مگر حضیر کی تدبیر اور شجاعت اور بار بار جوش دلانے کی بدولت اخیر میں اوس غالب رہے' اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ دونوں قبائل میں یہ بات طے تھی کہ اگر کوئی اصل حریف کو قتل کردے تو اصیل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا' اوس کے ایک شخص نے خزرج کے ایک حریف کو قتل کردیا' خزرج نے اس کا قصاص لینا چاہا' اوس نے انکار کردیا جس پر لڑائی چھڑ گئی جس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار مارڈالے گئے اور دونوں قبیلوں کا زور ختم ہو گیا جو سبب بنا انصار کرام کے اسلام لانے کا' جس کی قدرے تفصیل نزہۃ القاری' ج ١ ص ٢٧٥' رقم: ١٨' میں بیعت عقبہ کے بیان ہو چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ (ص ٥٤٣)

نبی ﷺ کا ارشاد: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار سے ہوتا

١٩٩٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ فِیْ وَادِی الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ مَا ظَلَمَ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اٰوَوْهُ وَنَصَرُوْهُ اَوْ كَلِمَةً اُخْرٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں یا یہ کہا: فرمایا ابو القاسم ﷺ نے: اگر انصار کسی نالے یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے نالے میں چلوں گا اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اس پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: حضرت اقدس ﷺ نے یہ غلط نہیں فرمایا ان پر میرے ماں باپ قربان۔ انصار کرام نے حضور کو پناہ دی اور حضور کی مدد کی یا ابو ہریرہ نے کوئی اور لفظ کہا تھا۔

(بخاری۔ کتاب التمنی۔ باب: مایجوز من اللو وقوله تعالٰی ص ١٠٧٦' دو طریقہ سے۔ مسلم۔ کتاب الایمان' مسند امام احمد۔ ج ٤ ص ٨٣)

بَابُ حُبِّ الْاَنْصَارِ (ص ٥٣٤)

انصار کی محبت کا بیان

١٩٩٣- اَخْبَرَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی

عدی بن ثابت نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا' یا یہ کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور انصار سے سوائے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ.

منافق کے کوئی بغض نہیں رکھے گا' جو انصار سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو انصار سے بغض رکھے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند فرمائے گا۔

مراد یہ ہے کہ انصار کرام سے انصاری ہونے کی بناء پر محبت رکھنا مومن ہونے کی علامت ہے اور انصار سے انصاری ہونے کی بناء پر بغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ انصار کرام سے اسلام کی حمایت ونصرت کی بناء پر بغض رکھ رہا ہے جو حقیقت میں اسلام سے بغض کی دلیل ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ (ص ٥٣٤)

نبی ﷺ کے انصار کرام سے اس ارشاد کا بیان: تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو

١٩٩٤- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِيْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے کچھ عورتوں اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا تھا: شادی میں شریک ہو کر' تو نبی ﷺ سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو' اسے تین مرتبہ فرمایا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: ذهاب النساء والصبيان الى العرس ص ٧٧٨)

١٩٩٥- اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَكَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ مَرَّتَيْنِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک انصاری خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ان کا بچہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ بات چیت کی اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم لوگ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو' دو مرتبہ فرمایا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: مایجوز ان يخلو الرجل للمراة ص ٧٧٨' ج ٢۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کان یمین النبی ﷺ ص ٩٨٣)

بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ (ص ٥٣٤)

انصار کے متبعین کا بیان

١٩٩٦- سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ.

(ایک انصاری بزرگ) ابو حمزہ سے میں نے سنا' وہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہر نبی کے متبعین ہیں اور ہم نے حضور کی اتباع کی' اللہ سے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے آپ کے متبعین پیدا فرما

دے تو حضور نے یہ دعا فرمائی' میں نے اسے ابن ابی لیلیٰ کے سامنے بیان کیا' تو انہوں نے کہا: زید نے یہ بات کہی ہے۔

انصار کرام کی درخواست کا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہم نے حضور کی اتباع کی اسی طرح ہمارے بعد ایسے لوگوں کو پیدا فرما جو ہماری اتباع کریں یعنی ہماری طرح حضور کی اتباع کریں جس پر اس کے بعد والی روایت کا یہ جملہ نص ہے کہ انصار نے یہ عرض کیا تھا کہ ''فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اتبَاعَنَا مِنَّا'' ان کی درخواست پر حضور نے یہ دعا فرمائی: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ''۔

زعم

''قال'' کے معنی میں بھی آتا ہے' اس روایت میں یہی معنی متعین ہے' زید نام کے کئی صحابی تھے' تعیین کرنے کے لیے دوسری روایت میں شعبہ کا یہ قول نقل فرمایا کہ یہ زید بن ارقم ہی ہیں۔

بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ (ص ۵۳۴)

انصار کرام کے گھروں کی فضیلت

١٩٩٧- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوْ النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں سب سے بہتر بنو النجار ہیں' پھر بنی عبد الاشہل ہیں' پھر بنو حارث بن خزرج ہیں' پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے ہر گھر میں بہتری ہے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر دوسرے کو فضیلت دی' اس پر کہا گیا کہ تم کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر دور الانصار ص ۸۹۴)

ان قبائل میں سے بنو النجار اور بنو ساعدہ خزرج کی شاخیں ہیں اور بنو عبد الاشہل اور بنو حارث بن خزرج اوس کی شاخیں ہیں۔ بنو النجار میں حضرت عبد المطلب کا ننھیال تھا' ان کے والد حضرت ہاشم شام تجارت کے لیے جاتے ہوئے کچھ دن مدینہ طیبہ ٹھہرے تھے اور بنو النجار کی ایک خاتون سلمٰی نامی سے شادی کر لی تھی۔ انہیں کے بطن سے حضرت عبد المطلب ہیں۔

بعض روایتوں میں بنو عبد الاشہل کا سب سے پہلے ذکر ہے مگر راجح اور مختار یہی ہے کہ سب سے مقدم بنو النجار ہیں۔ ان کی یہ دو اہم خصوصیتیں ہیں: ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم کی ننھیال ہے' دوسرے یہ کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بنو النجار ہی میں قیام فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بنو نجار ہی کے چشم و چراغ تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اس پر رشک ہوا کہ ان کے قبیلے سے تین قبائل کو مقدم رکھا' اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو اسید نے حضرت سعد سے یہ کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک دوسرے پر برتری بیان فرمائی ہے اور ہمیں سب سے اخیر میں کر دیا ہے: یہ سن کر حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! حضور نے انصار کے گھروں کی ایک دوسرے پر فضیلت و برتری بیان فرمائی ہے اور ہمیں سب سے آخر میں کر دیا' تو حضور نے فرمایا: کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ بہترین لوگوں میں تم بھی ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد:

وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ (ص ۵۳۵)

صبر کرو یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملو

۱۹۹۸- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ اُسَیْدِ بْنِ حُضَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِیْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ.

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضور مجھے کیوں نہیں عامل بناتے جیسا کہ فلاں کو بنایا ہے' فرمایا: تم لوگ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اس وقت صبر کرنا یہاں تک مجھ سے حوض پر ملو۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الفتن۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورا تنکرونہا ص ١٠٤٦)

انصار کرام کی غالب اکثریت کاشت کار تھی' حکومت چلانے کے لیے جس درجہ کی فہم وذکاء درکار تھی وہ مہاجرین کرام میں زیادہ تھی اس لیے ملکی مناصب پر زیادہ تر خود عہد رسالت میں مہاجرین ہی فائز کیے گئے اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی یہ ہوا اس پر انصار کرام کا دل شکستہ ہونا ایک فطری بات تھی اس لیے ان کی تسلی تشفی کے لیے وہ ارشاد فرمایا۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا: انصار اور مہاجرین کو درست رکھ

۱۹۹۹- عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰی اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ.

حضرت سہل (بن سعد ساعدی) رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے شانوں پر مٹی لاد رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ نے دعا کی: اے اللہ! عیش صرف آخرت کا عیش ہے' مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاعیش الاعیش الاخرۃ۔ ص ٩٤٩' ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: غزوۃ الخندق وھی الاحزاب۔ ص ٥٨٨)

اس دعا میں چار کلمات مروی ہیں: ''فاصلح' فاکرم' وارحم' واغفر'' اوران سب میں کوئی منافات نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بار بار تکرار فرمایا ہو' کبھی یہ فرمایا ہو کبھی وہ' اسی طرح کلمات کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے۔ عام روایت میں الانصار مقدم ہے اور بجائے مہاجرین کے مہاجرہ ہے لیکن اس روایت میں بجائے المہاجرہ کے مہاجرین ہے اور یہ انصار پر مقدم ہے۔

بَابُ ﴿وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ٩) (ص ۵۳۵)

اس بات کا بیان: (کہ انصار کرام) اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں فاقہ ہو

۲۰۰۰- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰی نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (وہ بھوکے تھے)' حضور نے اپنی ازواج کے پاس آدمی بھیجا' ازواج مطہرات نے عرض کیا

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی اِمْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانٍ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ اَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ وَعَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO﴾ (الحشر:٩).

(بخاری۔ج۲۔کتاب التفسیر۔باب:ویؤثرون علی انفسھم ص۷۲۵)

ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں تو رسول ﷺ نے فرمایا: اس کی کون مہمانی کرے گا تو ایک انصاری نے عرض کیا: میں‘ یہ اس شخص کو اپنی بیوی کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی اچھی خاطر داری کر‘ ان کی بیوی نے کہا: ہمارے پاس صرف بچوں کے کھانے بھر ہے۔ انہوں نے کہا: کھانا تیار کر اور چراغ جلا اور جب کھانے کا وقت ہو تو بچوں کو سلا دے‘ اس خاتون نے کھانا تیار کیا چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا‘ پھر کھڑی ہوئیں ایسا ظاہر کیا کہ چراغ ٹھیک کر رہی ہیں اور اسے بجھا دیا (دونوں مہمان کے ساتھ) کھانے پر بیٹھ گئے‘ مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ وہ دونوں کھا رہے ہیں (حالانکہ کچھ نہیں کھایا) بھوکے رہ کر رات گزاری‘ صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: رات کو اللہ تعالیٰ تمہارے فعل سے خوش ہو گیا اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اور یہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں فاقہ ہو اور جو لوگ نفس کے بخل سے محفوظ رہے وہی کامیاب ہیںO

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ (ص۵۳٦)

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان: انصار کے نیکو کاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرو

۱۰۰۲-ح:

رسول اللہ ﷺ کا آخری خطبہ

۲۰۰۱- عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ مَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰی رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابو بکر اور عباس انصار کی ایک مجلس پر گزرے۔ دیکھا کہ وہ لوگ رو رہے ہیں تو پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یاد آ گیا ہے تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو بتایا‘ یہ سن کر نبی ﷺ باہر تشریف لائے اور حضور اپنے سر پر چادر کے کنارے کی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حضور منبر پر چڑھے اس کے بعد پھر کبھی نہیں چڑھے‘ پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: میں تم لوگوں کو انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ یہ لوگ میرے لیے بہ منزلہ معدہ اور زنبیل کے ہیں ان

فَاِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَقَدْ قَضَوْا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيئِهِمْ. (اس کے متصل ہی۔ نسائی۔ کتاب المناقب)

پر جو واجب تھا وہ انہوں نے ادا کر لیا اور جس ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ باقی ہے تو ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرو۔

انصار کرام سے ان دو بزرگوں میں سے کسی نے پوچھا تھا اور حضور اقدس ﷺ کو کس نے خبر دی تھی اس کی تعیین نہیں ہو سکی؛ یہ واقعہ مرض وصال میں ہوا تھا جیسا کہ خود اس راویت سے ظاہر ہے کہ فرمایا کہ اس کے بعد پھر حضور منبر پر نہیں چڑھے۔ ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ہم تفصیل سے یہ بتا آئے ہیں کہ مرض وصال میں کتنی بار حضور اقدس ﷺ مسجد میں تشریف لائے تھے؛ انصار کرام کو حضور اقدس ﷺ نے اپنا معدہ اور زنبیل فرمایا' اس سے مراد قوت اور راز دار ہونا ہے؛ معدے میں غذا جمع ہوتی ہے جسے ہضم کر کے معدہ پورے جسم کو غذا پہنچاتا ہے جس سے جسم کی نشو ونما ہوتی ہے اور قوت پہنچتی ہے؛ زنبیل میں انسان اپنے پسندیدہ اموال رکھتا ہے جو اس کے زندگی کے اسباب میں سے ہیں؛ معدہ باطنی قوت کا مخزن ہے اور زنبیل ظاہری قوت کا' اب مطلب یہ ہوا کہ انصار کرام میری باطنی اور ظاہری دونوں قوت کے مخزن ہیں۔ یہ بہ طور تواضع بہ اعتبار ظاہر کے فرمایا ورنہ حقیقت میں حضور اقدس ﷺ سارے عالم سے مستغنی ہیں۔ انصار کرام نے لیلۃ العقبیٰ میں حضور اقدس ﷺ کی امداد واعانت کا وعدہ کیا تھا' اسے انہوں نے کماحقہٗ پورا کیا' اسی کو فرمایا: ''قدقضوا ماعَلَيْهِمْ''۔ اس کا ثواب باقی ہے اس کو'' وبقی الذی لھم '' سے واضح فرمایا۔

بَابُ مَنْقِبَةُ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ص٥٣٦)

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

۲۰۰۲ - عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اندھیری رات میں دو صاحبان نبی ﷺ کی خدمت سے باہر آئے تو ایک روشنی ان دونوں کے آگے تھی' جب دونوں الگ ہو گئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ ہو گئی۔

اس حدیث میں ان دونوں صاحبان کا نام مذکور نہیں مگر امام بخاری نے تعلیقاً بہ طریق معمر حضرت انس ہی سے ایک روایت یہ کی ہے کہ اسید بن حضیر اور ایک صاحب انصار میں سے اور بہ طریق حماد یہ روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے' اسی بناء پر امام بخاری نے باب میں ان دونوں کا نام ذکر فرمایا ہے۔ پہلی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اس تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور انصار میں سے ایک صاحب اندھیری رات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا' پھر وہاں سے نکلے' دونوں کے ہاتھ میں عصا تھا' ایک کا عصا روشن ہو گیا اتنا کہ اس کی روشنی میں دونوں نے راستہ طے کیا' جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا' دونوں اپنے عصا کی روشنی میں اپنے گھر پہنچے۔

اور دوسری تعلیق کو امام احمد[1] نے مسند میں اور امام حاکم نے مستدرک میں اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر ایک سخت اندھیری رات میں نبی ﷺ کی خدمت میں تھے۔

[1] مسند امام احمد۔ ج۳ ص۱۳۸

بَابُ مَنَاقِبِ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ٥٣٧)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب کا بیان

٢٠٠٣- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيٍّ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (البینۃ:١) قَالَ وَسَمَّانِيْ قَالَ نَعَمْ فَبَكٰى.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ''لم یکن الذین کفروا'' پڑھ کر سناؤں، انہوں نے عرض کیا: اور اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: ہاں! اس پر وہ خوشی میں رو پڑے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ لم یکن۔ ص ٧٤١، تین طریقے سے۔ مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب الفضائل، ترمذی۔ کتاب المناقب، نسائی۔ کتاب المناقب، کتاب التفسیر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ حضرت ابی ابن کعب اسے بغور سنیں، اس کے تلفظ کی ادائیگی محفوظ رکھیں، وقف وصل کو ذہن نشین کرلیں اور تاکہ قرآن مجید کا دوسرے کو سنانا مشروع ہو جائے اگرچہ سامع قاری سے رتبے میں کم ہو یہ اس لیے نہیں تھا کہ معاذ اللہ حضور ان سے کچھ حاصل کریں۔

بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ (ص ٥٣٧)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے فضائل

٢٠٠٤- ح: [جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ اَرْبَعَةٌ]

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا

٢٠٠٤- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَيٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَاَبُوْ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِاَنَسٍ مَنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چار حضرات نے قرآن جمع کیا تھا سب کے سب انصار کے تھے: ابی اور معاذ بن جبل اور ابو زید اور زید بن ثابت، (قتادہ نے کہا:) میں نے حضرت انس سے پوچھا: کون ابو زید؟ فرمایا: میرے چچا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب فضائل قرآن۔ باب: القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ٧٤٨، دو طریقے سے، مسلم۔ کتاب الفضائل، ترمذی، نسائی۔ کتاب المناقب)

اس حدیث میں جمع قرآن سے مراد ترتیب کے ساتھ یاد کر لینا ہے، کسی ایک مصحف میں لکھنا مراد نہیں، یہ کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ کے بعد انجام پذیر ہوا تھا۔ حضرت ابو زید کے نام کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں، ابن مدینی نے کہا کہ ان کا نام اوس تھا، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثابت بن زید مالک اشہلی۔ ایک قول یہ ہے کہ سعد بن عبید بن نعمان تھا، کتاب المغازی میں ہے: بدری صحابی تھے اور لاولد تھے، قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے اور وہیں ١٥ھ میں شہید ہوئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ٥٣٧)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

٢٠٠٥- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جنگ اُحد میں جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهُ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِيًا شَدِيْدًا لَقَدْ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْشُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَاَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ.

کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تو حضرت ابوطلحہ نبی ﷺ کے سامنے موجود تھے ڈھال سے حضور پر آڑ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت عمدہ تیر انداز تھے اس دن دو یا تین کمانیں ان سے ٹوٹی تھیں جب کوئی ترکش لے کر گزرتا تو حضور فرماتے: ابوطلحہ کے لیے تیر چھوڑ جاؤ۔ گردن اٹھا کر حضور اقدس ﷺ دشمنوں کو دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ کہتے: آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن نہ اٹھائیں کہیں دشمن کا کوئی تیر نہ آپ کو لگ جائے میرا سینہ حضور کے سینے کے لیے آڑ ہے۔

جنگ احد میں ایک ایسا نازک مرحلہ بھی آن پڑا تھا کہ مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تھی اس وقت حضور اقدس ﷺ کے آس پاس صرف چودہ جانباز موجود تھے جن میں ایک حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل

٢٠٠٦ - عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ﴾ (الاحقاف:١٠) الْاٰيَةَ. قَالَ لَا اَدْرِيْ قَالَ مَالِكٌ الْاٰيَةَ اَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

(مسلم نسائی۔ کتاب فضائل)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سوائے عبداللہ بن سلام کے کسی زمین پر چلنے والے کے بارے میں حضور کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ اہل جنت سے ہے اور انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ راوی نے کہا: مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیت کا لفظ امام مالک نے اپنی طرف سے کہا ہے یا حدیث میں ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اور بہت سے حضرات کو جنت کی بشارت دی خصوصاً عشرہ مبشرہ کو جن میں خود حضرت سعد بھی داخل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حضرت سعد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد جتنے لوگ زمین پر چل رہے ہیں یعنی زندہ ہیں ان میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا' مگر پھر بھی یہ اشکال باقی ہے کہ حضرت سعد خود موجود تھے اور حضرت سعید بن زید بھی باحیات تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

٢٠٠٧- ح: [تَعْبِيْرُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ]

حضرت عبداللہ بن سلام کی تعبیر

٢٠٠٧- عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَّادٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى وَجْهِهِ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزَ فِيْهِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُهُ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے جن کے چہرہ پر خشوع کا نشان تھا لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے۔ انہوں نے دو رکعت نماز مختصر پڑھی پھر نکلے' میں ان کے پیچھے چلا اور میں نے کہا: آپ جب

فَقُلْتُ اِنَّكَ حِيْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ مَا لَا يَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَاَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ كَاَنِّىْ فِىْ رَوْضَةٍ ذَكَرَ مِنْ سِعَتِهَا وَخُضْرَتِهَا وَوَسْطُهَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِيْدٍ اَسْفَلُهٗ فِى الْاَرْضِ وَاَعْلَاهُ فِى السَّمَاءِ فِىْ اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيْلَ لِىْ اِرْقَهْ. قُلْتُ لَا اَسْتَطِيْعُ فَاَتَانِىْ مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِىْ مِنْ خَلْفِىْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِىْ اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيْلَ لِىْ اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِىْ يَدِىَّ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ.

مسجد کے اندر آئے تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے۔ انہوں نے کہا: بخدا! کسی کو مناسب نہیں کہ ایسی بات کہے جو وہ نہیں جانتا اور میں تجھ سے بیان کرتا ہوں کہ ایسا کیوں لوگوں نے تجھ سے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خواب دیکھا تھا جس کو حضور سے بیان بھی کیا تھا' میں نے دیکھا گویا میں ایک باغ میں ہوں جو بہت وسیع اور ہرا بھرا ہے اور اس کے بیچ میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا نچلا حصہ زمین میں ہے اور اوپر کا حصہ آسمان میں ہے' جس کی بلندی میں ایک دستہ ہے' مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا تو ایک خادم آیا' اس نے پیچھے سے میرا کپڑا اٹھایا تو میں اس پر چڑھا یہاں تک کہ اس کے اوپر پہنچ گیا اور دستے کو پکڑ لیا' مجھ سے کہا گیا: مضبوطی سے پکڑ' اب میں جاگا اور وہ دستہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی: یہ باغ اسلام ہے اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ عروۃ الوثقیٰ ہے' تو موت کے وقت تک اسلام پر قائم رہے گا اور وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التعبیر۔ باب: الخضر فی المنام والروضۃ الخضراء ص ١٠٣٨' باب: التعلیق بالعروۃ ص ١٠٣٨' مسلم۔ کتاب الفضائل)

وَقَالَ وَصِيْفٌ مَكَانَ مِنْصَفٌ. اور ایک روایت میں منصف کی جگہ وصیف ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے جب یہ فرمایا کہ تم مرتے دم تک اسلام پر قائم رہو گے تو اس کی وجہ سے ان کا جنتی ہونا لازم ہے' اسی بنا پر لوگ انہیں جنتی کہا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن سلام نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی تواضع اور انکساری تھی۔

یہی روایت بہ طریق خلیفہ بن خیاط ہے' اس میں منصف کی جگہ وصیف آیا ہے' اس کے معنی بھی چھوٹے خادم کے ہیں مرد ہو یا عورت۔

٢٠٠٨- ح [تَقْوٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ] حضرت عبداللہ بن سلام کا تقویٰ

٢٠٠٨- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اَلَا تَجِىْءُ فَاُطْعِمُكَ سَوِيْقًا وَتَمْرًا وَتَدْخُلُ فِىْ بَيْتٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّكَ بِاَرْضٍ اَلرِّبَا بِهَا فَاشٍ اِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ

حضرت ابوبردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں مدینہ آیا اور حضرت عبداللہ بن سلام سے ملاقات کی تو حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: تم میرے پاس کیوں نہیں آتے کہ میں تم کو ستو اور چھوہارہ کھلاؤں اور تم کو اس گھر میں لے جاؤں (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں)' پھر کہا: تم ایسی زمین میں ہو

فَلَا تَاخُذْهُ فَإِنَّهُ رِبًا وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَأَبُو دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتَ.

(ج ٢۔ کتاب الاعتصام۔ باب: ذکر النبی ﷺ ص ١٩٠-١٩١)

جہاں سود پھیلا ہوا ہے جب تیرا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تجھے تحفہ میں ایک بوجھ بھس یا ایک بوجھ جو یا ایک بوجھ چارہ دے تو اسے نہ لینا اس لیے کہ یہ سود ہے۔ نضر ابوداؤد اور وہب نے شعبہ سے روایت ہوئے ''البیت'' کا ذکر نہیں کیا۔

یہ حدیث کتاب الاعتصام میں ان الفاظ میں مروی ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ میرے گھر چلو میں تم کو اس پیالے میں پلاؤں گا جس میں رسول اللہ ﷺ نے پیا ہے اور تم اس جگہ نماز پڑھو گے جہاں نبی ﷺ نے پڑھی ہے' ان کے کہنے پر میں ان کے ساتھ گیا اور انہوں نے مجھ کو ستو پلایا اور چھوہارا کھلایا اور میں نے ان کے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی (جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی)۔

بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَفَضْلِهَا (ص ٥٣٨)

نبی ﷺ کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت کا بیان

٢٠٠٩- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِي فِي خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَا يَسَعُهُنَّ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی ﷺ کی کسی زوجہ پر مجھے اتنی غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ پر آئی' میرے ساتھ شادی کرنے سے پہلے وہ وفات پا چکی تھیں۔ غیرت کی وجہ یہ تھی کہ حضور سے میں سنتی تھی کہ ان کا بہ کثرت تذکرہ فرماتے اور اللہ نے انہیں حکم دیا کہ انہیں جنت میں موتی کے گھر کی بشارت دے دیں اور حضور بکری ذبح فرماتے اور ان کی سہیلیوں کو تحفہ دیتے اتنا کہ انہیں کافی ہو جاتا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: حسن العهد من الايمان ص ٨٨٨' کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالٰى لاتنفع الشفاعة ص ١١١٥' مسلم۔ کتاب الفضائل)

اس حدیث کی سند میں یہ ہے ''حدثنا الليث قال كتب الي هشام عن ابيه عن عائشة'' لیث نے کہا کہ میرے پاس ہشام نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث لکھی' اس کا مطلب یہ ہے کہ امام لیث نے حضرت ہشام سے یہ حدیث براہ راست سنی نہیں ہے پھر بھی روایت کر رہے ہیں' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت امام لیث کا مذہب یہ تھا کہ شیخ کی لکھی ہوئی حدیث جو کسی ثقہ کے ذریعہ پہنچی ہو اور براہ راست شیخ سے سنی ہوئی حدیث ایک درجہ کی ہیں اور غالباً امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے' اسی لیے امام بخاری نے اس کو اپنی اس کتاب میں درج کیا۔

اقول وهو المستعان: اس سے یہ لازم نہیں کہ دونوں ایک درجہ کی ہیں' البتہ یہ ضرور لازم ہے کہ حدیث مکتوب بھی مقبول ہے اور یہ کافی ہے۔ ویسے اسماعیلی نے دوسرے طریقے سے ان الفاظ میں روایت کی ہے: ''عن الليث حدثني هشام بن عروة''۔

''غیرت'' ایک فطری جذبہ ہے جس پر انسان کو قابو نہیں ہوتا' اگر اس حد تک ہو کہ مقابل کو نقصان نہ پہنچائے یا اس کی تحقیر و تذلیل نہ کرے اس میں کوئی حرج نہیں' اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ ام المومنین نے کبھی کبھی جوش غیرت میں یہ بھی عرض کر دیا: حضور

خدیجہ کا ایسا ذکر کرتے ہیں گویا دنیا میں سوائے خدیجہ کے کوئی عورت ہی نہیں تھی' اس پر حضور فرماتے: بے شک وہ ایسی تھی ایسی تھی اور مجھے اس سے اولاد بھی ہوئی۔

٢٠١٠- ح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دلچسپ غیرت کا ذکر

٢٠١٠ - عَنْ عَـائِشَـةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اِسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اِسْتِيْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةُ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن طلب کیا' حضور نے حضرت خدیجہ کے اذن کو یاد کرلیا جس سے حضور کانپ گئے' پھر فرمایا: یااللہ! ہالہ ہیں' حضرت عائشہ کہتی ہیں: مجھے غیرت آئی' میں نے عرض کیا: قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ جبڑے والی ایک بوڑھی کا کیا تذکرہ کرتے ہیں جسے وفات پائے ہوئے زمانہ گزرا اور حضور کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرمایا۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دندان مبارک گر گئے تھے' منہ کھولتیں تو جبڑوں اور زبان کی سرخی نظر آتی' اس کی حضرت عائشہ نے حمراء الشدقین سے تعریض کی ہے۔

بَابُ ذِكْرِ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا (ص٥٣٩)

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

٢٠١١- حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَـالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہندہ بنت عتبہ آئی اور کہا: یارسول اللہ! روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا ذلیل ہونا آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ مجھے پسند نہیں تھا' پھر آج یہ حال ہوگیا کہ روئے زمین پر کسی خیمہ والے کا عزت پانا آپ کے خیمہ والوں سے زیادہ مجھے پسند نہیں' ارشاد فرمایا: اور میرا بھی یہی حال ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ہندہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوسفیان بخیل شخص ہے کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ (بغیر ان کی اجازت کے) ان کا مال اپنے بچوں کو کھلاؤں؟ فرمایا: بھلائی کے ساتھ کھلانے کو جائز جانتا ہوں۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النفقات۔ باب: اذا لم ینفق الرجل فللمراۃ ان تاخذ ص٨٠٨' کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ٩٨٢)

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کے مفصل حالات کتاب الجہاد میں گزر چکے ہیں' قبل اسلام یہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء میں تھیں مگر اسلام کے بعد مخلصہ مومنہ ہوئیں' قبل اسلام انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب عفو ہوگیا۔ حدیث میں ہے "الاسلام یھدم ما قبلہٗ" یہ دنیا کی عقلمند ترین عورتوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں۔

بَابُ حَدِيْثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

(ص ٥٣٩)

زید بن عمرو بن نفیل کا قصہ

٢٠١٢ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ يُّنْزَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ اِنِّيْ لَسْتُ اٰكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَا اٰكُلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيْبُ عَلٰى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُوْلُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ اِسْمِ اللّٰهِ اِنْكَارًا لِذَالِكَ وَاِعْظَامًا لَّهٗ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی بلدح کے نیچے قبل اس کے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان لایا گیا' حضور نے اس میں سے کھانے سے انکار کیا تو زید نے کہا: بتوں پر ذبح کیا ہوا جانور میں نہیں کھاتا اور نہ وہ کھاتا ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے اور بے شک زید بن عمرو بن نفیل قریش پر نکتہ چینی کرتے تھے ان کے ذبیحوں پر' اور کہتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا فرمایا' اس کے لیے آسمان سے پانی اتارا اس کے لیے زمین سے چارہ اگایا' پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو قریش کے اس فعل سے انکار کرتے ہوئے اور اسے بڑا گناہ سمجھتے ہوئے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الذبائح۔ باب: ماذبح علی النصب ص ٨٢٧' نسائی۔ کتاب المناقب)

٢٠١٣ - قَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يُحَدِّثُ بِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ يَسْاَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَيَتْبَعُهٗ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ الْيَهُوْدِ فَسَاَلَهٗ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّيْ لَعَلِّيْ اَنْ اَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِيْ فَقَالَ لَا تَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا اَبَدًا وَاَنَا اَسْتَطِيْعُهٗ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ زَيْدٌ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِنَ النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَيْئًا اَبَدًا وَاَنَا اَسْتَطِيْعُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل شام گئے دین کی تلاش میں تاکہ اس کی پیروی کریں' وہاں ایک یہودی مولوی سے ملے اس سے یہودیوں کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تمہارا دین اختیار کر لوں اس لیے اپنے دین کے بارے میں بتاؤ' اس مولوی نے کہا: اگر تم ہمارے دین پر سوار رہو گے تو اللہ کے غضب سے تمہیں حصہ ملے گا۔ زید نے کہا: میں اللہ کے غضب سے بچنے ہی کے لیے یہ سوال کر رہا ہوں اور اپنی استطاعت بھر اللہ کے غضب سے کوئی حصہ نہیں لوں گا۔ تم کسی اور کو بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو دین حنیف پر ہو۔ زید نے کہا: دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا: ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور نہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور نصاریٰ کے ایک مولوی سے ملے اور اس سے بھی وہی بات کہی' اس نے کہا: اگر تو ہمارے دین پر ہو گا تو اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ پائے گا۔ زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت ہی سے بچنا چاہتا ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستحق نہ ہوں گا

حَنِيْفًا قَالَ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ تَكُنْ يَهُوْدِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُ اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ.

اس کے علاوہ کسی اور کا پتہ بتا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نہیں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ تو حنیف ہو جائے زید نے کہا: حنیف کیا ہے؟ اس مولوی نے کہا: ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ کے کسی کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ جب زید نے ابراہیم کے بارے میں ان کے قول کو جان لیا تو وہاں سے چلے آئے جب باہر نکلے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا' کہا: اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

ت٥٩٧- وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ رَاَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ اِلَى الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ يَا مَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ غَيْرِيْ وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْؤُدَةَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّقْتُلَ اِبْنَتَهُ لَا تَقْتُلْهَا اَنَا اَكْفِيْكَهَا مُؤْنَتَهَا فَيَاخُذُهَا فَاِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِاَبِيْهَا اِنْ شِئْتَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكَ وَاِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مُؤْنَتَهَا. (نسائی۔کتاب المناقب)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے دیکھا۔ یہ فرماتے تھے: اے قریش کے گروہ' بخدا! تم میں میرے علاوہ کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں اور زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو بچاتے تھے۔ جب کوئی بچی کو مار ڈالنا چاہتا تو اس سے کہتے تھے: اس کو مت مارو میں اس کا بار برداشت کروں گا' پھر اسے لیتے تھے۔ جب بڑی ہو جاتی تو اس کے والد سے کہتے تھے: اگر تو چاہے تو تجھے دے دوں اور اگر تو چاہے تو اس کا بار اٹھالوں۔

زید بن عمرو بن نفیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چچا کے صاحبزادے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ شرک' کفر اور زمانہ جاہلیت کی خرافات سے بیزار تھے اور قریش پر ہمیشہ نکتہ چینی کیا کرتے تھے' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن ایک مستقل امت ہوں گے' فرمایا: میں نے زید بن نفیل کو جنت میں دیکھا کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں' ابن سعد نے عامر بن ربیعہ سے روایت کی کہ زید بن عمرو نے مجھ سے کہا: میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی' میں نے ابراہیم و اسمٰعیل کے مذہب کی پیروی کی اور اس کی جس کی وہ عبادت کرتے تھے' وہ دونوں اس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں بنی اسمٰعیل میں سے ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں' میرا گمان یہ ہے کہ میں ان کا زمانہ نہیں پاؤں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں' اگر تیری زندگی دراز ہو تو ان سے میرا اسلام کہنا' عامر نے کہا کہ جب میں مسلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا' حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لیے دعائے رحمت فرمائی اور فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے کہ وہ دامن گھسیٹ رہے ہیں' اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ان کے بارے میں وارد ہیں جو ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ (ص٥٤٠) — کعبہ کی تعمیر کا بیان

کعبہ کی تعمیر کے مختلف مراحل کا ذکر پوری تفصیل سے پہلے ہو چکا ہے' یہاں امام بخاری کا مقصود قریش کی تعمیر بیان کرنا ہے' اس کی بھی تفصیل گزر چکی ہے۔

٢٠١٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ

عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن یزید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

يَزِيدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوا يُصَلُّونَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتَّى كَانَ عُمَرُ فَبَنَى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ جَدْرُهُ قَصِيرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

زمانہ میں بیت اللہ کے اردگرد دیوار نہیں تھی' لوگ بیت اللہ کے گرد نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب حضرت عمر کا زمانہ ہوا تو انہوں نے اس کے اطراف میں دیوار بنائی' عبید اللہ نے کہا کہ یہ دیوار چھوٹی تھی' پھر ابن زبیر نے اس کو (بلند اور لمبی) بنایا۔

بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ (ص ٥٤٠)

ایام جاہلیت کا تذکرہ

ایام جاہلیت سے مراد زمانہ فترت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے لے کر حضور اقدس ﷺ کی بعثت تک کا زمانہ اور اس کا اطلاق مولد نبی اور بعثت کے درمیانی ایام پر ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی فتح مکہ تک کو بھی شامل ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مجھے میرے والد نے جاہلیت میں کہا کہ مجھے لبالب پیالہ پلا' باب کا مقصد یہ ہے کہ ان ایام میں دو باتیں رائج تھیں خواہ وہ فی نفسہٖ صحیح ہوں یا غلط ان کا بیان جیسا کہ ایام جاہلیت میں روزہ رائج تھا لیکن اکثر اس کا اطلاق غیر مشروع رسوم اور آداب پر ہوتا ہے۔

٢٠١٥ - **حَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسٰى مَا بَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ لَهُ شَانٌ.

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ جاہلیت میں ایک سیلاب آیا جس میں دونوں پہاڑوں کے درمیان جو کچھ تھا اس کو غرق کر دیا۔ سفیان نے کہا: اور عمرو کہتے تھے: اس واقعہ کی بڑی شان ہے۔

عمرو بن دینار کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک طویل قصہ ہے۔ بات یہ تھی کہ کعبہ مقدسہ نشیبی جگہ میں تعمیر ہوا تھا' جہاں سے سیلاب کے زمانہ میں پانی بہا کرتا تھا جس سے کچھ نقصان ہو جایا کرتا تھا' اس سیلاب کی وجہ سے کعبہ کی دیواریں شق ہو گئی تھیں اس لیے قریش نے چاہا کہ اس کی عمارت بہت پختہ اور مضبوط بنا دی جائے' اس کے لیے سارے قبائل نے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کے دادا حسن نے کہا کہ اس میں صرف حلال وطیب مال صرف کیا جائے' اسی تجویز کے مطابق پرانی عمارت ڈھا کر نئی عمارت بنائی گئی' اس کی پوری تفصیل گزر چکی۔

٢٠١٦- ح: [لَا يَجُوزُ الْحَجُّ عَلٰى شَرْطِ السُّكُوتِ]

چپ رہنے کی شرط پر حج کرنا جائز نہیں

٢٠١٦- **عَنْ** قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى اِمْرَاَةٍ مِنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَاٰهَا لَا تَكَلَّمُ فَقَالَ مَالَهَا لَا تَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِي فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ قَالَ اِمْرَاٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَيِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّكِ لَسَئُوْلٌ اَنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِيْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ

قیس بن ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو بکر احمس کی ایک عورت کے پاس گئے جس کا نام زینب تھا' اسے دیکھا کہ بول نہیں رہی ہے پوچھا: وہ کیوں نہیں بول رہی ہے؟ لوگوں نے بتایا: اس نے حج کیا ہے اس شرط پر کہ چپ رہے گی حضرت ابو بکر نے اس عورت سے کہا کہ بات کر یہ حلال نہیں' یہ جاہلیت کے کاموں سے ہے اب وہ بولنے لگی اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں' اس نے پوچھا: کون مہاجرین؟ فرمایا: قریش سے اس نے پوچھا: قریش کی کس شاخ سے آپ ہیں؟ فرمایا: تو بہت سوال کرنے والی ہے میں ابو بکر ہوں' اس نے کہا: اس نیک کام پر جو

قَالَتْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُسٌ وَاَشْرَافٌ يَاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰئِكَ عَلَى النَّاسِ۔

جاہلیت کے بعد اللہ لایا کب تک ہم باقی رہیں گے' فرمایا: جب تک تمہارے حاکم درست رہیں گے' اس نے پوچھا: یہ ائمہ کون ہیں؟ فرمایا: کیا تیری قوم کے رئیس اور سربرآوردہ نہیں ہوتے تھے جو حکم دیتے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے؟ اس نے کہا کہ ہاں تھے! فرمایا: یہی لوگ مراد ہیں۔

٢٠١٧- ح: [لَا تَحْلِفُوْا بِـاٰبَائِكُمْ]

باپ' دادا کی قسم کھانا جائز نہیں

٢٠١٧- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ۔

(مسلم۔ کتاب الایمان والنذر' نسائی' کتاب الایمان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کو فرمایا: جو قسم کھائے تو وہ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے قریش اپنے باپ دادا کی قسم کھاتے تھے' پس فرمایا: اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

٢٠١٨- ح: [اَلْقَاسِمُ كَانَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا]

قاسم بن محمد جنازے کے آگے چلتے تھے اور اس کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے

٢٠١٨- اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ اَنَّ الْقَاسِمَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتِ فِيْ اَهْلِكِ مَا اَنْتِ مَرَّتَيْنِ۔

قاسم بن محمد جنازہ کے آگے چلتے تھے اور جنازہ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا: اہل جاہلیت جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ جب جنازہ دیکھتے تو کہتے تھے: تو اپنے لوگوں میں ہے جیسے پہلے تھا' دو مرتبہ کہتے۔

اس کی بحث گزر چکی ہے کہ ہمارے یہاں افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلے اور امام شافعی کے یہاں آگے چلنا افضل ہے' رہ گیا جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا یہ بھی مختلف فیہ ہے۔

٢٠١٩- ح: [﴿وَكَاْسًا دِهَاقًا﴾ (النباء: ٣٤)]

اور بھرا ہوا پیالہ (یعنی چھلکتا ہوا جام)

٢٠١٩- حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿وَكَاْسًا دِهَاقًا﴾ (النباء: ٣٤) قَالَ مَلْاٰى مُتَتَابِعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اسْقِنَا كَاْسًا دِهَاقًا

عکرمہ نے "کاسًا دھاقًا" کی تفسیر فرمائی۔ بھرا ہوا پیالہ پے در پے اور کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کو سنا کہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے مجھ کو لبالب پیالا پے در پے پلاؤ۔

٢٠٢٠- ح: [اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ]

سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے لبید کی بات ہے

٢٠٢٠- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ
فرمایا: سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی بات ہے۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ
وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِي الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

سنو! اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے' اور امیہ بن ابو الصلت قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الادب۔ باب: مایجوز من الشعر ص ٩٠٨' کتاب الرقاق۔ باب: الجنة اقرب الٰی احدکم من شراك نعله ص ٩٦٠)

لبید بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کے مشہور ترین شاعروں میں سے تھے' فصاحت و بلاغت کے علاوہ سخی و عاقل بھی تھے' ان کی کنیت ابو عقیل ہے' مخضرمی ہیں جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا' سنۃ الوفود میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے' قبول اسلام کے بعد' پھر شعر نہیں کہا' کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی' ایک سو چالیس یا ایک سو ستاون سال کی عمر پائی۔

امیہ بن ابی الصلت کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا' اس نے جاہلیت میں نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا' شروع شروع میں ٹھیک تھا' پھر بہک گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی جب خبر سنی تو اپنے بچوں کو لے کر یمن بھاگ گیا' پھر طائف آکر رہنے لگا۔ ہجرت کے دوسرے سال مر گیا' ایمان سے محروم رہا' اس نے چونکہ اگلی کتابیں پڑھی تھیں اس لیے اپنے اشعار میں کچھ اچھی باتیں بھی ذکر کر دی ہیں' اسی کو حضور نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔

ہندوستانی مطبوعہ نسخے میں یہاں ''اَنْ يُّسْلِمَ'' نہیں مگر اور نسخوں میں ہے۔ بخاری کتاب الادب کی روایت میں ''ان یسلم'' موجود ہے۔ مسلم میں شرید بن سوید سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر سناؤ' میں نے سنا دیا' فرمایا: اور سناؤ' میں نے سو شعر سنایا' تو فرمایا: اپنے شعر میں قریب تھا کہ مسلمان ہو جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اشعار میں اس نے اسلام کی باتیں ذکر کی ہیں۔

٢٠٢١- ح: [اُجْرَةُ الْكَهَانَةِ حَرَامٌ]

کہانت کی اجرت حرام ہے

٢٠٢١- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَاْكُلُ مِنْ خَرَاجِهٖ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكَهَانَةَ اِلَّا اَنِّيْ خَدَعْتُهٗ فَلَقِيَنِيْ فَاَتَانِيْ بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِيْ اَكَلْتَ مِنْهُ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهٖ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابو بکر کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے کما کر لاتا' حضرت ابو بکر اس کی کمائی سے کھایا کرتے' ایک دن وہ کچھ لایا اس میں سے کچھ حضرت ابو بکر نے کھایا' ان سے غلام نے کہا: آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں نے جاہلیت میں ایک انسان کے لیے کہانت کی تھی حالانکہ میں کہانت جانتا نہیں تھا مگر میں نے اس کو دھوکا دیا' وہ مجھے ملا تو اس نے مجھے اس کا عوض دیا۔ یہی وہ ہے جسے آپ نے کھایا ہے تو حضرت ابو بکر نے اپنے ہاتھ کو حلق میں داخل کیا اور پیٹ میں جو کچھ تھا سب قے کر دیا۔

بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ (ص ٥٤٢)

جاہلیت میں قسامت کا کیا طریقہ تھا؟

قسامت یا تو اسم مصدر ہے قسم کے معنی میں یا مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اقسم یقسم قسامۃ' کبھی قسامت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو قتل کے سلسلے میں قسم کھاتے ہیں۔ شریعت میں قسامت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی محلہ میں اگر کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو تو محلے والوں سے قسم لی جاتی ہے کہ بخدا! نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس میں ائمہ کرام کے مابین کثیر اختلاف ہے' قسامت میں قصاص نہیں خواہ عمداً قتل کا دعویٰ ہو یا خطاءً البتہ دیت ہے۔ قسامت کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا' اسے رسول اللہ ﷺ نے باقی رکھا۔ اس کے جزئیات کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

٢٠٢٢- ح:

قسامت میں جھوٹی قسم اٹھانے والوں کا انجام

٢٠٢٢- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِي هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ اسْتَاجَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ اُخْرٰى فَانْطَلَقَ مَعَهٗ فِي اِبِلِهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ قَدِ انْقَطَعَتْ عُرْوَةُ جُوَالِقِهٖ فَقَالَ اَغِثْنِي بِعِقَالٍ اَشُدُّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِي لَا تَنْفِرُ الْاِبِلُ فَاَعْطَاهُ عِقَالًا فَشَدَّ بِهٖ عُرْوَةَ جُوَالِقِهٖ فَلَمَّا نَزَلُوْا عُقِلَتِ الْاِبِلُ اِلَّا بَعِيْرًا وَاحِدًا فَقَالَ الَّذِي اسْتَاجَرَهٗ مَا شَاْنُ هٰذَا الْبَعِيْرِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْ بَيْنِ الْاِبِلِ قَالَ لَيْسَ لَهٗ عِقَالٌ قَالَ فَاَيْنَ عِقَالُهٗ قَالَ فَحَذَفَهٗ بِعَصًا كَانَ فِيْهَا اَجَلُهٗ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اَتَشْهَدُ الْمَوْسِمَ قَالَ مَا اَشْهَدُ وَرُبَّمَا شَهِدْتُهٗ قَالَ هَلْ اَنْتَ مُبْلِغٌ عَنِّي رِسَالَةً مَرَّةً مِنَ الدَّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُنْتَ اِذَا اَنْتَ شَهِدْتَّ الْمَوْسِمَ فَنَادِ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ فَاِذَا اَجَابُوْكَ فَنَادِ يَا اٰلَ بَنِي هَاشِمٍ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَسَلْ عَنْ اَبِي طَالِبٍ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي فِي عِقَالٍ وَمَاتَ الْمُسْتَاجَرُ فَلَمَّا قَدِمَ الَّذِي اسْتَاجَرَهٗ اَتَاهُ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ صَاحِبُنَا قَالَ مَرِضَ فَاَحْسَنْتُ الْقِيَامَ عَلَيْهِ فَوَلِيْتُ دَفْنَهٗ قَالَ قَدْ كَانَ اَهْلَ ذَاكَ مِنْكَ فَمَكَثَ حِيْنًا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي اَوْصٰى اِلَيْهِ اَنْ يُّبْلِغَ عَنْهُ وَافَى الْمَوْسِمَ فَقَالَ يَا اٰلَ قُرَيْشٍ قَالُوْا هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَالَ يَا اٰلَ بَنِي هَاشِمٍ قَالُوْا هٰذِهٖ بَنُوْ هَاشِمٍ قَالَ اَيْنَ اَبُوْ طَالِبٍ قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ طَالِبٍ قَالَ اَمَرَنِي فُلَانٌ اَنْ اُبْلِغَكَ رِسَالَةً اَنَّ فُلَانًا قَتَلَهٗ فِي عِقَالٍ فَاَتَاهُ

حضرت ابن عباس نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں پہلی قسامت ہم بنی ہاشم میں ہوئی۔ بنی ہاشم کے ایک شخص کو قریش کی ایک دوسری شاخ کے ایک شخص نے مزدوری پر کام کرنے کے لیے رکھا۔ بنی ہاشم کا یہ شخص اس کے ساتھ اونٹوں میں گیا۔ بنی ہاشم کے ایک شخص کا اس پر گزر ہوا جس کی بوریوں کی بندش ٹوٹ گئی تھی' اس شخص نے کہا: ایک رسی دے کر میری مدد کرو جس سے میں اپنی بوریوں کی بندش باندھ لوں کہ اونٹ نہ بھاگ سکے۔ اس مزدور نے اس کو ایک رسی دی جس سے اس نے اپنی بوریوں کی بندش درست کر لی' جب یہ لوگ ایک جگہ اترے تو سوائے ایک اونٹ کے تمام اونٹ باندھ دیے گئے۔ مزدوری پر لینے والے شخص نے مزدور سے کہا: کیا بات ہے' اونٹوں کے درمیان اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا؟ تو مزدور نے کہا: اس کے لیے رسی نہیں۔ مستاجر نے کہا: اس کی رسی کہاں ہے اور اسے لاٹھی سے مارا' اس میں اس کی موت ہو گئی۔ مرنے سے پہلے یمن کا ایک شخص اس کے پاس پہنچا۔ مزدور نے یمنی سے کہا: کیا تو حج کے زمانے میں حاضر ہوتا ہے۔ یمنی نے کہا: پابندی سے حاضر نہیں ہوتا کبھی کبھار حاضر ہو جاتا ہوں۔ مزدور نے کہا: کیا تو میرا ایک پیغام کبھی بھی پہنچا سکتا ہے۔ یمنی نے کہا: ضرور۔ مزدور نے کہا: جب موسم میں تو حاضر ہو تو پکار: اے آلِ قریش! جب وہ تیرے پاس آ جائیں تو پکار: اے آل بنی ہاشم! جب یہ لوگ آ جائیں تو ابو طالب کو پوچھ اور انہیں خبر دے کہ فلاں نے مجھے ایک رسی کے سبب قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مزدور مر گیا۔ جب مستاجر مکہ آیا تو اس کے پاس ابو طالب آئے' اس سے پوچھا: ہمارے آدمی کو کیا ہوا؟ مستاجر نے کہا: بیمار ہوا میں نے اس کا دوا علاج اچھی طرح کیا لیکن وہ مر

اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ اِخْتَرْ مِنَّا اِحْدٰى ثَلَاثٍ اِنْ شِئْتَ اَنْ
تُؤَدِّىَ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ فَاِنَّكَ قَتَلْتَ صَاحِبَنَا وَاِنْ شِئْتَ
حَلَفَ خَمْسُوْنَ مِنْ قَوْمِكَ اِنَّكَ لَمْ تَقْتُلْهُ فَاِنْ اَبَيْتَ
قَتَلْنَاكَ بِهٖ فَاَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالُوْا نَحْلِفُ فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ مِّنْ بَنِىْ
هَاشِمٍ كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْهُمْ قَدْ وَلَدَتْ لَهٗ فَقَالَتْ
يَا اَبَا طَالِبٍ اُحِبُّ اَنْ تُجِيْزَ اِبْنِىْ هٰذَا بِرَجُلٍ مِّنَ
الْخَمْسِيْنَ وَلَا تُصْبِرْ يَمِيْنَهٗ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَفَعَلَ
فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَرَدْتَ خَمْسِيْنَ
رَجُلًا اَنْ يَّحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْاِبِلِ يُصِيْبُ كُلَّ
رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّىْ وَلَا تُصْبِرْ
يَمِيْنِىْ حَيْثُ تُصْبَرُ الْاَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ
وَّاَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ
مَاحَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَاَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ.

گیا' میں نے اس کو دفن کر دیا۔ ابوطالب نے کہا: تیرے ایسے ہی
سلوک کا وہ اہل تھا۔ ایک زمانہ گزر گیا پھر وہ یمنی شخص جسے پیغام
پہنچانے کے لیے مرنے والے نے وصیت کی تھی وہ حج کے زمانے
میں مکہ آیا اور پکارا: اے آلِ قریش! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں
اس نے کہا: اے آلِ بنی ہاشم! لوگوں نے کہا: یہ بنی ہاشم ہیں' اس
نے کہا: ابوطالب کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابوطالب ہیں۔ یمنی
نے ابوطالب سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کو یہ
پیغام پہنچادوں کہ فلاں نے اسے ایک رسی کے سبب قتل کیا ہے' یہ سن
کر ابوطالب مستاجر کے پاس آئے اور کہا: ہماری طرف سے تمہیں
تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے' اگر تو چاہے تو سو اونٹ دیت
میں دے کیونکہ تو نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے اور اگر تو چاہے تو
تیری قوم کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا ہے
اور اگر یہ دو باتیں منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض ہم تجھے قتل کریں
گے۔ اب وہ مستاجر اپنی قوم کے پاس آیا اور انہیں بتایا۔ انہوں نے
کہا: ہم قسم کھائیں گے' البتہ بنی ہاشم کی ایک عورت آئی جو اس قبیلے
کے ایک شخص کی زوجیت میں تھی' اس شخص سے اس کی اولاد بھی
تھی۔ اس عورت نے کہا: اے ابوطالب! میں چاہتی ہوں کہ
میرے اس بیٹے کو قسم سے بری کر دیں اور قسم کے لیے وہاں نہ کھڑا
کریں جہاں قسم کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ابوطالب نے منظور کر
لیا' اس کے بعد اس قبیلہ کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے
ابوطالب! آپ چاہتے ہیں کہ پچاس آدمی سو اونٹ کے عوض قسم
کھائیں اس طرح ہر شخص کے مقابلے میں دو اونٹ ہیں۔ یہ دو
اونٹ میری طرف سے قبول کر لیجیے اور مجھے قسم کے لیے وہاں نہ
کھڑا کیجیے جہاں قسم کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ابوطالب نے
اسے بھی منظور کر لیا اور اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے قسم
کھائی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے
قبضے میں میری جان ہے! سال بھی پورا نہیں ہوا اڑتالیس میں سے
ایک آنکھ بھی حرکت کرنے والی نہ رہی۔

فخذ

قبیلہ کی شاخ کو کہتے ہیں' زبیر بن بکار نے کہا کہ جس شخص کو اجرت پر لیا گیا تھا اس کا نام عمرو بن علقمہ بن مطلب بن عبد مناف تھا اور ابن کلبی نے کہا کہ اس کا نام عامر تھا اور جس نے اجرت پر لیا تھا اس کا نام خداش بن عبداللہ بن ابوالقیس عامری تھا۔

ابوطالب نے جب قاتل سے یہ کہا کہ تجھے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے' چاہے تو مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کر دے اور اگر یہ منظور نہیں تو تیرے قبیلہ کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تو نے اسے قتل نہیں کیا ہے اور اگر یہ منظور نہیں کرے گا تو ہم قصاص میں تجھ کو قتل کریں گے' اس پر نہ اس نے کوئی اعتراض کیا اور نہ اس کی قوم نے۔ قسم کھانے پر پوری قوم تیار ہو گئی سوائے ایک کے' اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک سو اونٹ کا دیت ہونا اور قسامت معلوم و معروف تھی' اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو ضرور وہ اعتراض کرتے بحث کرتے تکرار کرتے۔

دیت کے سلسلے میں ایک روایت کے بموجب یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب نے دیت کے لیے سو اونٹ مقرر فرمائے تھے' تمام کتب سیر میں مذکور ہے کہ جب اپنے خواب کے بموجب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم شریف کو کھودنا شروع کیا تو قریش اس بنا پر مزاحم ہوئے کہ وہاں ان کے دو بت اساف اور نائلہ نصب تھے' لیکن کسی طرح حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم شریف کھودا' اسی وقت منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے دیئے اور وہ سب جوان ہوئے تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ اللہ عزوجل نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عطا فرمائے' دسویں حضرت عبداللہ حضور اقدس ﷺ کے والد ماجد تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کے سامنے اپنی یہ منت بیان کی' دسوں نے سر اطاعت خم کر دیا کہ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اللہ کے نام پر قربان کر دیں۔ حضرت عبدالمطلب نے قرعہ ڈالا' اتفاق کی بات کہ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا' حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کے قریب قربان گاہ پر لے چلے' جب قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو سختی سے روکا' خصوصاً حضرت عبداللہ کے ماموؤں نے جو بنی مخزوم سے تھے' کچھ بحث و تکرار کے بعد طے یہ پایا کہ فلاں کاہنہ عورت کے پاس چلو وہ جو فیصلہ کر دے اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب قریش کے کچھ افراد کے ساتھ اس کاہنہ کے پاس گئے' اس کو سارا ماجرا سنایا' اس نے کہا: آج جاؤ کل آنا' میں اپنے مؤکل سے پوچھ لوں وہ کیا کہتا ہے۔ یہ لوگ جب دوسرے دن گئے تو اس کاہنہ نے پوچھا کہ تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت (خون بہا) کتنے اونٹ ہیں' ان لوگوں نے بتایا کہ دس۔ کاہنہ نے کہا کہ جاؤ عبداللہ اور دس اونٹ پر قرعہ ڈالو' اگر اونٹوں کے نام قرعہ نکلے تو بجائے عبداللہ کے دس اونٹ کی قربانی کر دینا اور اگر عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا کر بیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا' اب بھی اگر عبداللہ ہی کے نام قرعہ نکلے تو پھر دس اونٹ بڑھا کر تیس اونٹ اور عبداللہ پر قرعہ ڈالنا' اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ عبداللہ کے بجائے اونٹوں کے نام قرعہ نکلے' کاہنہ کا یہ فیصلہ سن کر سب لوگ خوش ہو کر واپس آئے اور اونٹوں اور عبداللہ میں قرعہ اندازی ہوئی یہاں تک کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو بجائے حضرت عبداللہ کے اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ ایک بار کے قرعہ میں حضرت عبدالمطلب کو اطمینان نہ ہوا' انہوں نے بار بار قرعہ اندازی کی اب ہر بار اونٹوں ہی کے نام قرعہ نکلا اس سے حضرت عبدالمطلب کو اطمینان ہو گیا' اب انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ان سو اونٹوں کی قربانی کی جس سے تمام عوام و خواص حتیٰ کہ وحوش و طیور سیراب ہوئے' اسی وقت سے دیت کی مقدار سو اونٹ ہو گئی۔ اسلام نے بھی اسی کو باقی رکھا' لیکن ایک قول یہ ہے کہ حضرت کنانہ بن خزیمہ نے اپنے سوتیلے بھائی کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے سو اونٹ دیت میں دیئے تھے لیکن پہلی روایت تمام کتب سیر میں اس تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ واقعہ سے پہلے عرب میں دیت دس اونٹ تھی' حضرت عبداللہ کے اس واقعہ کے بعد سو اونٹ ہوئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

رہ گئی قسامت تو اس کا کوئی حال معلوم نہیں کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس کے پہلے بھی کبھی قسامت پر فیصلہ ہوا ہو' ہو سکتا ہے کہ اہل عرب نے باہمی سمجھوتے کے مطابق پہلے سے یہ قانون بنالیا ہو کہ اگر قتل کے لیے کوئی گواہ نہ ہو اور قاتل انکار کرے یا گواہ ہو مگر صرف ایک جیسا کہ اس واقعہ میں ہے تو اس کے قبیلہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے گی۔ اسی وجہ سے قاتل کے قبیلہ والوں نے اس پر بحث و تکرار نہیں کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قسامت پر پہلے بھی عمل ہوا ہو اور لوگوں کو معلوم رہا ہو مگر حضرت عبداللہ بن عباس کو معلوم نہ رہا ہو۔ زبیر بن بکار نے بیان کیا کہ دونوں فریق ولید بن مغیرہ کے پاس فیصلے کے لیے آئے تو اس نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ قاتل کے قبیلہ کے پچاس آدمی قسم کھائیں' اب حضرت ابن عباس کا یہ فرمانا کہ یہ پہلی قسامت تھی درست ہے۔

ولا تصبر یمینہ

یہاں صبر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو قسم کھانے پر مجبور کرلیا جائے' اہل مکہ رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم کھایا کرتے تھے' ان کا یہ اعتقاد تھا کہ یہاں جو جھوٹی قسم کھائے گا وہ ضرور عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس پر مختلف تجربے بھی شاہد تھے۔ فاکہی نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس قیامت کے سلسلے میں جھوٹی قسم کھائی تھی' قسم کھانے کے بعد باہر نکلے اور ایک چٹان کے نیچے ٹھہرے' وہ چٹان ان پر ڈھ پڑی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حال زمانہ جاہلیت تک رہا' یہ اس لیے تھا کہ وہ لوگ ظلم سے باز رہیں کیونکہ آخرت کی جزا و سزا پر ان کا اعتقاد نہ تھا' جب اسلام آ گیا تو سزا قیامت کے لیے مؤخر کر دی گئی۔

ت٥٩٨ - اِنَّ كُرَيْبًا مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَيْسَ السَّعْىُ بِبَطْنِ الْوَادِىْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبُطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: صفا اور مروہ کے درمیان وادی کے نشیب میں دوڑنا سنت نہیں' اہل جاہلیت یہاں دوڑتے تھے اور کہتے تھے: ہم نشیبی زمین کو دوڑ کر ہی پار کریں گے۔

یہ حضرت ابن عباس کی ذاتی رائے تھی ورنہ صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی علاقہ میں تیز دوڑنا امام مالک' امام شافعی' امام احمد کے یہاں فرض ہے اور ہمارے یہاں واجب ہے۔ اب وہ نشیب نہ رہا لیکن جہاں سے نشیب شروع ہوتا تھا اور جہاں ختم ہوتا تھا دونوں جگہ مسجد حرام کی دیواروں میں ہری میل بہ طور نشان لگا دی گئی ہے۔ اس تعلیق کو ابو نعیم نے مستخرج میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٢٠٢٣- ح: [كَانَ يَكْرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنْ يُّقَالَ الْحَطِيْمُ حَطِيْمًا]

[حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حطیم کو حطیم کہنا ناپسند فرماتے تھے]

٢٠٢٣- سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا مِنِّىْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِىْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوْا الْحَطِيْمَ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِى الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِىْ سَوْطَهٗ اَوْ نَعْلَهٗ اَوْ قَوْسَهٗ.

ابو السفر کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! میں تم سے جو کہتا ہوں سنو اور تم جو کہنا چاہتے ہو مجھے سناؤ۔ یونہی نہ چلے جاؤ' پھر کہو کہ ابن عباس نے یہ کہا' جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے وہ حجر کے پیچھے کرے اور اسے حطیم نہ کہو اس لیے کہ جب جاہلیت میں کوئی قسم کھاتا تو اپنا کوڑا یا جوتا یا کمان حطیم میں پھینک دیتا۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس حطیم کو حطیم کہنا ناپسند فرماتے تھے اور اس کو حجر کہنا کو پسند فرماتے تھے اس لیے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام تھا' حطیم کے معنی پھینکنے کے ہیں' جب وہ قسم کھاتے تو کوڑا' کمان جوتا اس میں پھینکا کرتے تھے' یہ قسم منعقد ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ یہ بھی حضرت ابن عباس کی اپنی پسند تھی' ورنہ حطیم کو حطیم کہنا پوری امت میں زمانہ رسالت سے معمول ہے۔

۲۰۲٤- ح: بندر کے زنا اور رجم کا قصہ

۲۰۲٤- عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اِجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ.

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا جس کے اردگرد بہت سے بندر جمع تھے۔ اس بندر نے زنا کیا تھا سب بندروں نے اس کو سنگسار کیا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ اس پر پتھر برسایا۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلف ہیں اس لیے بندروں کی طرف زنا کی نسبت اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے یہ قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلف ہیں۔

اقول وهو المستعان: بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں' نہ نر دوسرے مادہ کی طرف بڑھتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں' اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنی مراد نہیں۔ ہوسکتا ہے کسی نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔

۲۰۲۵- ح: [خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ] نسب میں طعن کرنا اور نوحہ کرنا جاہلیت کی عادتوں میں سے ہے

۲۰۲۵- عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جاہلیت کی عادتوں میں سے نسب میں طعن کرنا ہے اور نوحہ کرنا ہے۔ عبید اللہ تیسرا بھول گئے۔ سفیان نے کہا: اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیسری چیز نچھتروں (ستاروں) سے پانی طلب کرنا ہے۔

بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا بیان

(ص ۵۴۳)

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ اِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ.

(آپ کا نسب یوں ہے:) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

٢٠٢٦- ح: [اُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ]

رسول اللہ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں قرآن اتارا گیا

٢٠٢٦ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُنْزِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں قرآن اتارا گیا' پھر آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' پھر ہجرت کا حکم دیا گیا' پھر مدینہ ہجرت فرمائی تو وہاں دس سال قیام فرمایا پھر آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

(بخاری۔ باب: هجرة النبی ﷺ ص ٥٥٢' دوطریقے سے' ج ٢۔ کتاب المغازی۔ باب: وفاة النبی ﷺ ص ٦٤١' کتاب فضائل القرآن۔ باب: کیف نزل الوحی ص ٧٤٤)

امام بخاری نے شجرۂ نبویہ کو صرف عدنان تک بیان فرمایا اس لیے کہ یہ متفق علیہ ہے' اس کے بعد حضرت اسماعیل تک اور اس کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک میں شدید اختلافات ہیں' عدنان سے حضرت اسمٰعیل تک کتنی پیڑھیاں ہیں اس میں چار قول ہیں: سات' نو' پندرہ' چالیس' راجح چالیس ہی ہے جیسا کہ اشرف السیر میں ہم نے ثابت کیا ہے۔ حضرت اسمٰعیل سے لے کر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک کتنی پیڑھیاں ہیں اور ان کے کیا اسماء ہیں اس میں بھی شدید اختلافات ہیں' بعض ماہر انساب نے بتایا کہ بیس پیڑھیاں ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے آباء کرام کے اسماء مبارکہ جاننا بڑی سعادت مندی ہے لیکن جو حقیقت میں آباء کرام میں نہ ہوں انہیں آباء کرام میں شمار کرنا بہت بڑی بدبختی ہے' اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ عدنان تک شجرۂ نبویہ بیان کیا جائے اور آگے خاموشی اختیار کی جائے۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عمر مبارک تریسٹھ سال ہوئی' اس بارے میں راویوں کے درمیان اختلافات بھی ہیں جن کو ہم نے نزہۃ القاری' ج ٣ ص ٦٤٦' تعلیق: ٦٢٢ سے قبل تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

نبی ﷺ اور صحابہ نے مکہ میں مشرکین سے کیا کیا اذیتیں اٹھائیں؟

٢٠٢٧- ح: [تَطْبِيْقٌ بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ]

دو آیتوں کے درمیان بہترین تطبیق

٢٠٢٧- قَالَ اَمَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰى قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مَا اَمْرُهُمَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ (الانعام: ١٥١) ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ٩٣) فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْ اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان دونوں آیتوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان کا کیا مطلب ہے (سورۂ انعام میں ہے:) اسے نہ قتل کرو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام فرمایا اور وہ جو سورہ نساء میں ہے: جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے گا تو اس کا بدلہ جہنم ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب وہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ فرقان میں ہے تو مکہ کے مشرکین نے کہا: ہم نے اسے قتل کیا ہے

إِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ (الفرقان: ٧٠) اَلْاٰيَةَ فَهٰذِهٖ لِاُولٰئِكَ وَاَمَّا الَّتِيْ فِي النِّسَاءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ ﴿فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (الفرقان: ٧٠) فَذَكَرْتُهٗ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَدِمَ.

جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام فرمایا اور ہم نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارا بھی ہے اور ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب بھی کیا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان کی یہ آیت نازل فرمائی: مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا' یہ ان لوگوں کے لیے ہے اور وہ جو نساء میں ہے یہ اس شخص کے لیے ہے جو مسلمان ہوا' اسلام اور اس کے احکام کو پہچانا پھر کسی مومن کو قتل کیا تو اس کی جزا جہنم ہے عبدالرحمٰن بن ابزی نے کہا: میں نے اسے مجاہد سے ذکر کیا' تو انہوں نے فرمایا: مگر وہ جو نادم ہوا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ نساء۔ باب: من یقتل مؤمنا متعمدا ص ٦٦٠' سورۂ فرقان۔ باب: والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ص ٧٠١۔ ٧٠٢' باب: یضاعف له العذاب و باب الامن تاب واٰمن' مسلم۔ آخری کتاب' ابوداؤد۔ کتاب الفتن' نسائی۔ کتاب المحاربہ)

سورۂ فرقان میں فرمایا گیا تھا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ (الفرقان: ٦٨)

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا ○

یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو مکہ کے مشرکین نے یہ کہا: ہم نے ناحق قتل بھی کیا ہے' ہم اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو پوجتے بھی ہیں' ہم نے بے حیائیوں کا ارتکاب بھی کیا ہے جن کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ سزا پائے گا' پھر ہمارے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ؟ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○'' (آیت: ٧٠) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قتل ناحق کے بعد بھی توبہ مقبول ہے اور سورۂ نساء میں یہ فرمایا گیا: ''وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا'' (النساء: ٩٣) اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہیں۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ ناحق قتل کرنے والے کو ضرور سزا ملے گی توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب یہ دیا کہ سورۂ فرقان کی آیت مشرکین کفار کے بارے میں ہے' انہوں نے حالت کفر میں جو قتل وغیرہ کیا ہو اسلام لانے کے بعد اس کا گناہ معاف ہے۔ حدیث میں ہے ''الاسلام یھدم ماقبله'' اور سورۂ نساء کی آیت مومن کے بارے میں ہے جو جان بوجھ کر قصداً قتل ناحق کرے' اس کے لیے توبہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب تھا کہ قتل ناحق کرنے والے کے لیے توبہ نہیں' لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہ قول مروی ہے کہ اس کے لیے بھی توبہ ہے' اس لیے کہ مطلقاً فرمایا گیا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

جو برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے توبہ کرے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا ○

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ حق العبد جب تک صاحب حق معاف نہ کرے گا معاف نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوگا صاحب حق کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے معاف کرا دے گا' غالباً غفور کے ساتھ رحیم کا ذکر اسی کی طرف اشارہ ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ

جن کا ذکر

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الجن:۱). (ص ۵۴۴)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا۔

۲۰۲۸- ح: [مَنْ اَخْبَرَهُ حُضُوْرَ الْجِنِّ]

آپ (ﷺ) کو جنوں کی حاضری کی خبر کس نے دی؟

۲۰۲۸- قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَئَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوْا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ اَنَّهُ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

معن نے کہا کہ میں نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے سنا انہوں نے مسروق سے پوچھا: جس رات جنوں نے قرآن سنا تھا' کس نے نبی ﷺ کو جنوں کی آمد بتائی تھی؟ تو مسروق نے کہا:: مجھ سے تیرے والد یعنی عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ انہیں ایک درخت نے بتایا تھا۔

ہم نے جلد اول میں جنوں کی حاضری اور قرآن مجید سننے اور حضور اقدس ﷺ سے ملاقات کی پوری تفصیل ذکر کر دی ہے اور یہ کہ جنوں سے ملاقات بار بار ہوئی ہے' اس سے اس قسم کی روایتوں کے درمیان سارا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

۲۰۲۹- ح: [اَلْعَظْمُ وَالرَّوْثُ زَادُ الْجِنِّ]

ہڈی اور گوبر جنوں کی زاد راہ ہے

۲۰۲۹- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً لِوَضُوْءِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَبْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَأْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ اَحْمِلُهَا فِيْ طَرْفِ ثَوْبِيْ حَتّٰى وَضَعْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَاِنَّهٗ اَتَانِيْ وَفْدُ جِنِّ نَصِيْبِيْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِي الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهَا طَعَامًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ رہتے اور حضور کے وضو اور حاجت کے لیے برتن ساتھ رکھتے۔ ایک دفعہ وہ حضور کے پیچھے جا رہے تھے برتن لے کر تو حضور نے پوچھا: کون ہے یہ؟ عرض کیا: ابوہریرہ' فرمایا: میرے لیے چند پتھر تلاش کر جس سے طہارت حاصل کروں ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں نے اپنے کپڑے کے کنارے میں (یعنی دامن میں) چند پتھر حاضر کیے اور حضور کے پہلو میں رکھ دیئے پھر پلٹ آیا۔ حضور جب فارغ ہو گئے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: ہڈی اور گوبر میں کیا بات ہے؟ فرمایا: یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں' میری خدمت میں نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور وہ اچھے جن تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے زاد راہ کا سوال کیا۔ میں نے اللہ سے ان کے لیے دعا کی' یہ لوگ جس ہڈی اور گوبر پر گزریں تو اس پر کھانا پائیں۔

جلد ثانی میں ہم نے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جس ہڈی کو یہ لوگ لیتے تو اس پر گوشت ملتا اور جس گوبر کو لیتے وہ دانہ بن جاتا یا پھل' اس لیے اب اس شبہہ کی گنجائش نہیں کہ گوبر ناپاک ہے اس کا کھانا جائز نہیں اور جن بھی مکلف ہیں۔ قلب ماہیت سے

ناپاک چیز پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ شراب سے سرکہ۔ اب اس تقریر کی بھی حاجت نہیں جو جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے تقریر ترمذی میں کی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جنوں کے لیے گوبر ناپاک نہ ہو اور حلال ہو۔

[بَابٌ] إِسْلَامِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ۵۴۵)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اسلام

۲۰۳۰- ح: [إِنَّ أُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صُنِعَ بِعُثْمَانَ]

عثمان کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس پر احد ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے

۲۰۳۰- عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْإِسْلَامِ قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ أَنَّ أُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ.

حضرت قیس نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمر بن نفیل سے کوفہ کی مسجد میں سنا وہ کہہ رہے تھے: بخدا! میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت عمر مجھے اسلام لانے پر باندھے ہوئے تھے قبل اس کے کہ حضرت عمر مسلمان ہوں اور تم نے جو کچھ حضرت عثمان کے ساتھ کیا ہے اس پر اگر احد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا حق تھا۔

(بخاری۔ باب: اسلام عمر ص ۵۴۶، ج ۲۔ کتاب الاکراہ۔ باب: من اختار الضرب والقتل والهوان على الكفر ص ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷)

حضرت سعید بن زید سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی بھی تھے اور ان کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے، اس دُہرے رشتے کی بناء پر حضرت عمر کو غصہ تھا۔

بَابُ إِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (ص ۵۴۵)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا

۲۰۳۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم ہمیشہ غالب رہے جب سے حضرت عمر مسلمان ہوئے۔

۲۰۳۲- ح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے والوں کی سکیم

۲۰۳۲- فَأَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ زَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُوْ عَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَقَمِيْصٌ مَكْفُوْفٌ بِحَرِيْرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ مَا بَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْنِيْ إِنْ أَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيْلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِيْ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُوْنَ فَقَالُوْا نُرِيْدُ هٰذَا ابْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: حضرت عمر خوفزدہ گھر میں تھے کہ عاص بن وائل سہمی ابو عمرو حضرت عمر کے پاس آیا، اس پر یمنی حلہ تھا اور ایسا کرتا جس کے کناروں پر حریر چڑھا ہوا تھا، یہ بنی سہم سے تھا۔ بنی سہم جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت عمر نے کہا: تمہاری قوم کا گمان ہے کہ اگر میں مسلمان ہوا تو مجھے قتل کر دیں گے۔ عاص نے کہا: اس کا کوئی راستہ نہیں، حضرت عمر نے کہا: اس کے بعد میرا خوف دور ہو گیا۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو اتنے آدمیوں سے اس نے ملاقات کی کہ

الْخَطَّابِ الَّذِیْ صَبَا قَالَ لَا سَبِیْلَ اِلَیْهِ فَکَرَّ النَّاسُ.

میدان بھرا ہوا تھا' اس نے پوچھا: تم لوگ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: ابن خطاب نے دین بدل دیا ہے ہم اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عاص نے کہا: اس کی طرف کوئی راستہ نہیں' یہ سن کر لوگ پلٹ گئے۔

٢٠٣٣- ح: [لَا یَظُنُّ عُمَرُ اِلَّا کَانَ کَمَا یَظُنُّ]

٢٠٣٣ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَیْءٍ قَطُّ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ کَذَا اِلَّا کَانَ کَمَا یَظُنُّ بَیْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ اِذْ مَرَّ بِهٖ رَجُلٌ جَمِیْلٌ فَقَالَ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّیْ اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰی دِیْنِهٖ فِی الْجَاهِلِیَّةِ اَوْ لَقَدْ کَانَ کَاهِنَهُمْ عَلَیَّ الرَّجُلَ فَدُعِیَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ ذَالِكَ فَقَالَ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ اِسْتُقْبِلَ بِهٖ رَجُلٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّیْ اَعْزِمُ عَلَیْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ قَالَ کُنْتُ کَاهِنَهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهٖ جِنِّیَّتُكَ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا یَوْمًا فِی السُّوْقِ اِذْ جَاءَتْنِیْ اَعْرِفُ فِیْهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَاسَهَا وَیَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْکَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ یَقُوْلُ یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰی اَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰی یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِیْلَ هٰذَا نَبِیٌّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا گمان کرتے ویسا ہی ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر کو جب کبھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ ایسا ہے تو وہ ویسا ہوتا جیسا کہ وہ گمان کرتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بیٹھے تھے کہ ایک صاحب خوبصورت قریب سے گزرے' تو فرمایا: میرا گمان غلطی کر رہا ہے یا تو یہ شخص اپنے جاہلیت والے دین پر ہے یا کاہن تھا۔ اس شخص کو بلاؤ' وہ بلائے گئے' حضرت عمر نے اس شخص سے وہ بات کہی' اس پر اس نے کہا: آج جیسا میں نے معاملہ کبھی نہیں دیکھا کہ ایک مسلمان نے ایسی بات کہی' حضرت عمر نے کہا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ بتا اصل قصہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا: تیری موکلہ جنیہ نے' سب سے زیادہ تعجب انگیز بات کیا بتائی ہے؟ اس نے کہا: میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ میرے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور اس نے کہا: کیا تم نے جن کو نہیں دیکھا اور ان کے دہشت زدہ اور مایوس ہونے کو اوندھے کیے جانے اور اونٹوں اور ان کے ٹاٹوں کے ساتھ ملا دیے جانے کے بعد' حضرت عمر نے کہا: سچ کہا۔ میں ایک دن ان کے معبودوں کے پاس سو رہا تھا کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اسے ذبح کیا' ایک چیخنے والے نے چیخا اتنی زور سے کہ میں نے کبھی کسی چیخنے والے کو اس سے زیادہ زور سے چیختے نہیں سنا: اے دشمن! کامیابی کی بات ہے' ایک فصیح دشمن کہہ رہا ہے' سوائے تیرے کوئی معبود نہیں' یہ سن کو قوم اچھل پڑی۔ میں نے کہا: میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ اب میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بھی نہیں گزری تھی کہ کہا گیا کہ یہ نبی ہیں۔

یہ صاحب جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ہوئی تھی سواد بن قارب دوسی ہیں' ابو حاتم نے کہا: یہ صحابی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ کاہن بھی تھے اور شاعر بھی پھر مسلمان ہو گئے۔ ایک دفعہ حضرت عمر نے ان کو بلایا اور کہا: اپنی کہانت کو تو نے کیا کیا' اس پر ان کو غصہ آ گیا اور کہا: ہم اور تم جاہلیت میں تھے اور ہمارا کفر کہانت سے بدتر تھا' آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھے ایسی بات پر عار دلاتے ہیں جس سے میں نے توبہ کر لی ہے اور اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اسے معاف فرما دے گا۔

ابلاس کے معنی متحیر ہونا ہے۔ قلاص' یہ قلوص کی جمع ہے جس کے معنی جوان اونٹنی کے ہیں۔ احلاس' حلس کی جمع ہے جس کے معنی ٹاٹ کے ہیں' یا وہ موٹا کپڑا جو زین کے نیچے ڈالا جاتا ہے' مراد یہ ہے کہ جن آسمانوں پر جانے سے روک دیے گئے' جاتے ہیں تو منہ کے بل گرا دیے جاتے ہیں' گھبرا کر منہ کے بل اوندھے گرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی ہوش نہیں رہتا کہ ہم کہاں گرے؟ جہاں اونٹنیاں بندھی رہتی ہیں وہاں گر پڑتے ہیں۔ هذا ماظهر لی والعلم عند ربی

بَابُ قِصَّةِ اَبِیْ طَالِبٍ

ابوطالب کا قصہ

۲۰۳۴- ح: [اَبُوْ طَالِبٍ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ]

ابوطالب ٹخنوں کے برابر آگ میں ہیں

۲۰۳۴- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَیْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهُ كَانَ یَحُوْطُكَ وَیَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ وَلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ نے اپنے چچا کو کیا فائدہ پہنچایا وہ آپ کی حمایت کرتے تھے اور وہ لوگوں پر آپ کے لیے غصہ کرتے تھے؟ فرمایا: وہ ٹخنہ کے برابر آگ میں ہیں' اگر میں نہ ہوتا تو جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے۔

۲۰۳۵- عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُجْعَلُ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ تَبْلُغُ كَعْبَیْهِ یَغْلِیْ عَنْهُ دِمَاغُهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ یَغْلِیْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور حضور کے پاس ان کے چچا کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو میری شفاعت نفع دے گی۔ وہ جہنم کے پچھلے حصے میں کیے جائیں گے' آگ ان کے ٹخنوں تک رہے گی جس سے ان کا دماغ ابلے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے ان کا بھیجا اُبلے گا۔

کافروں کے لیے شفاعت نہیں' ابوطالب کافر مرے' پھر ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کیسے فائدہ پہنچا' جواب یہ ہے کہ یہ حضور خصائص میں سے ہے' ابوطالب نے کفر پر ہوتے ہوئے ہر طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی' اس کا فائدہ ان کو پہنچا۔ ایک اشکال یہ ہے کہ ابوطالب کا وہ کون سا جرم ہے' جس کی بنا پر وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے کے مستحق تھے' شراح نے اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ چونکہ وہ یقینی طور پر جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں پھر بھی ایمان قبول نہیں کیا' انہوں نے خود قصیدۂ لامیہ میں عرض کیا ہے:

ودعوتنی وعلمت انك صادق ❊ ولقد صدقت وكنت قبل امینا

"آپ نے مجھے ایمان کی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور بلاشبہ آپ نے سچ کہا اور آپ پہلے ہی سے امین

ہیں''۔
سب کچھ جانتے ہوئے ایمان قبول نہ کرنا ایک طرح کا تمرد ہے' اسی بنا پر وہ درک اسفل کے مستحق تھے' جانتے ہوئے انکار یقیناً بے جا جسارت ہے۔

بَابُ حَدِيثِ الْإِسْرَاءِ — اسراء کی حدیث

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿سُبْحَانَ الَّذِىٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى﴾ (بنی اسرائیل:۱)۔ (ص ۵۴۸)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: پاک ہے وہ ذات جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

امام بخاری نے ''اسراء'' کے لیے علیحدہ باب باندھا اور معراج کا علیحدہ۔ اس سے ابن دحیہ نے یہ سمجھا کہ امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ اسراء اور معراج دو ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری اسراء اور معراج کو ایک ہی مانتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کتاب الصلوٰۃ میں انہوں نے یہ باب قائم کیا ہے ''کیف فرضت الصلوٰة ليلة الاسراء'' شب اسراء کیسے نماز فرض کی گئی' اور یہ متفق علیہ ہے کہ نماز شب معراج ہی میں فرض ہوئی ہے۔

اسراء اور معراج ایک ہی ہیں یا دو

معراج کے سلسلہ میں کئی اختلافات ہیں:

(۱) سراء اور معراج ایک ہی واقعہ کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ دو واقعے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے واقعات کو ''اسراء'' کہتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس کی اخیر حد مسجد اقصیٰ بیان فرمائی گئی ہے' ارشاد ہے:

سُبْحَانَ الَّذِىٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى. (الاسراء:۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

اور اسے اسرائی سے بیان فرمایا۔
مسجد اقصیٰ کے بعد کے واقعات کو ''معراج'' کہتے ہیں' اس لیے کہ اسے حدیث میں ''فَعُرِجَ بِي الى السماء'' سے تعبیر کیا گیا' نیز بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پھر مسجد اقصیٰ سے آسمان تک ایک سیڑھی لگائی گئی لیکن جمہور فقہاء' محدثین' متکلمین کا قول یہی ہے کہ ''اسراء'' اور ''معراج'' ایک ہی ہے۔ بیت ام ہانی یا حطیم سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا تشریف لے جانے ہی کو ''اسراء'' بھی کہتے ہیں اور معراج بھی۔ پورے واقعے کو ''اسراء'' نام رکھنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور چونکہ اس کا اکثر حصہ عالم علوی سے متعلق ہے جب کہ حضور اقدس ﷺ عالم بالا میں تشریف لے گئے اس لیے اسے معراج بھی کہتے ہیں۔ احادیث کے کلمات پر نظر رکھتے ہوئے یہی صحیح ہے۔
کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور یہاں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سرے سے بیت المقدس جانے کا ذکر ہی نہیں' صرف آسمانوں پر تشریف لے جانے کا تذکرہ ہے مگر پھر بھی وہ فرماتے ہیں: ''حَدَّثَهُ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِىَ بِهٖ''

معراج جسمانی کے دلائل

(۲) معراج بیداری کی حالت میں ہوئی یا خواب میں' روحانی تھی کہ جسمانی؟ صحیح یہ ہے کہ معراج جسمانی تھی اور بیداری میں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ نصوص اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گے جب تک ظاہر سے عدول پر دلیل نہ ہو اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے

کہ اگر معراج منامی اور روحانی ہوتی تو قریش اس سے انکار نہ کرتے' کیونکہ اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ کوئی شخص یہ خواب دیکھ لے کہ میں بیت المقدس گیا اور پھر رات ہی میں واپس آیا۔

پھر یہ کہ معراج حضور اقدس ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہے اور معجزہ اسی وقت ہوگا کہ یہ خرق عادت ہو اس کا وقوع عادۃً محال ہو اس قسم کا خواب دیکھ لینا خرق عادت نہیں' خرق عادت یہ ہے کہ جاگتے ہوئے جسم کے ساتھ سیر کی گئی ہو۔

معراج ایک بار یا متعدد بار ہوئی؟

(۳) معراج ایک بار ہوئی کہ متعدد بار۔ اہل اسلام کے عرف میں معراج بول کر جو مراد لیتے ہیں وہ صرف ایک بار ہوئی۔ اس کے علاوہ مزید متعدد بار خواب میں معراج ہوئی۔ زرقانی علی المواہب میں ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ چونتیس بار معراج ہوئی' ایک بار بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ اور تینتیس بار خواب میں صرف روح کے ساتھ[1] اور یہی اس باب میں وارد مختلف روایات میں تطبیق کی وجہ ہے' مثلاً قبل بعثت ہوئی کہ بعد بعثت' قبل ہجرت ہوئی کہ بعد ہجرت اور یہی محمل ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا کہ شب معراج حضور اقدس ﷺ کا جسد اطہر میں نے غائب نہیں پایا۔

(زرقانی علی المواہب۔ ج ٦۔ بحوالہ شفا۔ ص ۴)

معراج کب ہوئی؟

(۴) معراج کب ہوئی اس بارے میں متعدد اقوال ہیں: (۱) قبل بعثت ہوئی جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو بہ طریق شریک بن عبداللہ مروی ہے[2] اس میں تصریح ہے "قبل ان یوحی الیه" وحی سے قبل۔

اقول وھو المستعان: اس حدیث پر ایک اشکال قوی یہ ہے کہ اس میں نماز پنجگانہ کے فرض کیے جانے کا بھی تذکرہ ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ بعد بعثت فرض ہوئی ہے' اسی وجہ سے امام خطابی' ابن حزم' عبدالحق عیاض نے فرمایا کہ اس روایت میں شریک بن عبداللہ سے بہت سے وہم ہو گئے لیکن علامہ ابن حجر نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ اس حدیث کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ تین حضرات آئے' ان کے اول نے کہا: کون ہیں وہ؟ تو ان کے درمیانی نے کہا: وہ ان میں سب سے بہتر ہیں' اب اخیر والے نے کہا: ان میں سب سے بہتر کو لے لو' اس رات اتنا ہی ہوا' اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ان کو نہیں دیکھا' اتنے واقعے کو کہا گیا کہ یہ بعثت سے قبل ہوا۔

اس کے بعد دوسری رات میں آئے' اس وقت کوئی بات نہیں کی اور حضور کو اٹھا لیا اور بیر زم زم کے پاس رکھا' ان دونوں راتوں میں کتنا وقفہ تھا' یہ مذکور نہیں۔ یہ وقفہ ایک رات کا بھی ہو سکتا ہے اور برس دس برس کا بھی۔ لفظ ان سب کا محتمل ہے' یہ اس پر محمول ہوگا کہ دوبارہ آمد بعد بعثت تھی۔ اب اشکال ختم ہو گیا اور اس حدیث سے یہ استدلال کہ قبل بعثت معراج ہوئی' ساقط ہو گیا۔

مگر بعض عارفین نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ حقیقی معراج سے قبل خواب میں پورا سماں دکھا دیا گیا ہو کہ ان احوال سے یک گونہ انسیت ہو جائے اور شب معراج چشم سر سے دیکھنے میں معاون ہو جیسے قبل وحی رویائے صادقہ اور صالحہ دکھائے گئے تھے' اب اس میں بھی کوئی اشکال نہیں رہ جاتا کہ اس میں نماز پنجگانہ کی فرضیت بھی مذکور ہے کیونکہ قبل بعثت کے خواب وحی نہیں اس لیے خواب میں نماز پنجگانہ کی فرضیت دیکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ ذمے میں لازم ہوں' خصوصاً ایسی صورت میں کہ اس حدیث کے کچھ اجزاء

---

[1] زرقانی علی المواہب۔ ج ٦۔ بحوالہ۔ شفا۔ ص ٧۔ شرح شفا لملا علی قاری۔ ج ۱ ص ۴۰۳

[2] کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ ج ۲ ص ۱۱۲۰

سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری رات کچھ احوال بھی خواب میں دیکھے تھے' جیسا کہ شروع میں ہے۔

فیما یری قلبه وتنام عینه. ان آنے والوں کو اس حال میں دیکھا کہ حضور کا دل جاگ رہا تھا اور آنکھ سو رہی تھی۔

اور اخیر میں فرمایا:

فاستیقظ وهو فی المسجد. حضور جاگے اس حال میں کہ مسجد ہی میں تھے۔

اس حدیث کا اول و آخر کا ظاہر اس کی دلیل ہے کہ سارا واقعہ عالم خواب کا ہے۔ اب علامہ خطابی نے اس حدیث میں جو دس وہم بتائے تھے سب ختم ہو گئے۔

ثم اقول وهو المستعان: اس کا بھی احتمال ہے کہ قبل بعثت جو رؤیائے صالحہ دکھائے گئے تھے ان میں یہ بھی داخل ہو اور "فما رای رؤیا الاجاء ت مثل فلق الصبح" اور جو خواب بھی ملاحظہ فرماتے وہ سپیدہ سحر کی طرح ظاہر ہوتا' سے مراد یہ نہیں کہ جس رات میں خواب دیکھتے اس کے دوسرے ہی دن وہ ظاہر ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ظاہر ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ مع صحابہ کرام مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں مگر حدیبیہ میں روک دیئے گئے۔ صلح کر لینے کے بعد صلح کی شرائط کے بموجب واپس ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوں گے اور ہوا یہ کہ ہمیں واپس ہونا پڑ رہا ہے' فرمایا: میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے۔ وقت آئے گا کہ ایک دن ہم ضرور داخل ہوں گے اور ایک سال بعد عمرۃ القضاء کے واقعہ پر یہ وقت آ بھی گیا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا: معراج کے بعد بعثت ہونے کی سب سے قوی دلیل حضرت شریک کی روایت کا یہ لفظ ہے "وقد بعث" وہ بھیجے جا چکے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے بعد ہوا ہے لیکن یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ بعثت کے شرعی معنی مراد لیے جائیں لیکن اگر اس کے لغوی معنی مراد لیے جائیں یعنی بھیجنا تو علامہ ابن حجر کا استدلال صحیح نہ ہو سکے گا بلکہ علامہ نووی نے شرح مسلم[1] میں اور علامہ قسطلانی نے جو متن[2] لیا ہے اس میں "وقد بعث الیه" ہے جو لغوی معنی مراد لینے کی تعیین کر رہا ہے۔ جس کی شرح یہ فرمائی: "للاسراء وصعود السموات" کیا ان کے پاس کسی کو اسراء کے لیے اور آسمانوں کے اوپر لانے کے لیے بھیجا گیا ہے؟

حاصل کلام یہ نکلا کہ شریک بن عبداللہ کی روایت کو اگر قبل بعثت پر محمول کر کے اسے ان رؤیا صادقہ کے قبیل سے مانا جائے جو قبل بعثت حضور اقدس ﷺ کو دکھائے جاتے تھے تو اس حدیث پر کوئی اشکال سرے سے وارد ہی نہ ہو گا۔ هٰذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی وعلمه جل مجده اتم واحكم

(۲) بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی' یہی صحیح ہے۔

معراج ہجرت سے کتنے قبل ہوئی؟

(۳) ہجرت سے کتنے پہلے ہوئی' ایک سال پہلے' اسے ابن سعد وغیرہ نے کہا اور علامہ نووی نے اسی پر جزم فرمایا بلکہ ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا اگرچہ ابن حزم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کیونکہ اس میں کثیر اختلافات ہیں۔

(۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ہجرت سے آٹھ مہینے پہلے ہوئی۔

---

[1] مسلم۔ ج ۱ ص ۹۱

[2] ارشاد الساری۔ ج ۱۰۔ کتاب التوحید۔ باب: قوله وكلم الله موسىٰ تكليما ص ۴۲۸' ایضاً۔ المواہب اللدنیہ مع الزرقانی۔ ج ۶ ص ۵۷

(۵) چھ مہینے پہلے ہوئی' اسے ابوالربیع بن سالم نے حکایت کیا۔

(٦) گیارہ مہینے پہلے۔ اس پر ابراہیم حربی نے جزم کیا اور ابن منیر نے علامہ ابن عبدالبر کی سیرت کی شرح میں اسے ترجیح دی۔

(۷) ہجرت سے پندرہ مہینے پہلے۔ اسے امام سدی نے کہا۔

(۸) ہجرت سے بارہ مہینے قبل۔ اسے ابن عبدالبر نے نقل کیا۔

(۹) ہجرت سے تیرہ مہینے پہلے۔ اسے ابن فارس نے نقل کیا' اس پر امام واقدی نے جزم فرمایا۔

(۱۰) ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے۔ اس کو ابن سعد نے ابن ابی سبرہ سے نقل کیا۔

(۱۱) ہجرت سے تین سال پہلے۔ اسے ابن اثیر نے نقل کیا۔

(۱۲) ہجرت سے پانچ سال پہلے۔ یہ امام زہری کا قول ہے جسے امام قاضی عیاض سے نقل کیا۔ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے اسی کا اتباع کیا۔

(۴) کس مہینے میں ہوئی؟ ربیع الاول میں' ربیع الآخر میں' رجب میں' شوال میں' رمضان میں۔

(۵) اسراء اور معراج ایک ہی ہیں یا دو' دو ہیں تو دونوں ایک ہی رات میں ایک ساتھ مسلسل بیداری کے عالم میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے یا علیحدہ علیحدہ اور ان میں ایک بیداری میں اور دوسرا خواب میں' اس بارے میں بھی سلف میں اختلاف رہا۔

(۱) جمہور فقہاء' محدثین' متکلمین کا مختار یہی ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں ہوئے اور یہ ایک رات میں مسلسل بہ ترتیب واقع ہوئے اور یہ سب بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئے۔

(۲) بعض نے کہا کہ اسراء ایک رات میں ہوا اور معراج دوسری رات میں۔

(۳) کچھ حضرات نے کہا کہ اسراء دوبار ہوئی اور معراج بھی دوبار ہوئی۔ ایک مرتبہ خواب میں بہ طور تمہید دوبارہ بیداری میں۔

(۴) اسراء بیداری میں اور معراج خواب میں ہوئی۔

جن لوگوں نے یہ کہا کہ اسراء ایک رات میں ہوا اور معراج دوسری رات میں انہوں نے یہ تفصیل کی ہے کہ اسراء میں بیت المقدس تک جاکر واپس مکہ معظمہ آگئے' اس کی صبح کو قریش کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا۔

اور معراج میں پہلے بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے ملأ اعلیٰ میں جلوہ فرمایا۔

(۱۳) تاریخ سترہ[1] یا ستائیس ربیع الاول یا ستائیس ربیع الآخر یا ستائیس رجب یا ستائیس رمضان تھی۔ علامہ زرقانی[2] نے فرمایا کہ مختار یہی ہے کہ ستائیس رجب تھی اور اسی پر عمل ہے۔

(۱۴) دن دوشنبے کا تھا' حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے' دوشنبے کو مبعوث ہوئے دوشنبے کو معراج ہوئی' دوشنبے کو ہی وصال فرمایا[3] ایک قول یہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔

حاصلِ کلام

ان سب اقوال میں راجح و مختار یہ ہے: معراج ستائیس رجب دوشنبے کی شب میں ہوئی اور بیداری میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئی اور مسجد حرام سے بیت المقدس تک' پھر وہاں سے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا' سب ایک ہی رات میں واقعہ ہوا اور بعد بعثت قبل ہجرت ہوئی۔

---

[1] زرقانی علی المواہب۔ ج ٦ ص ۹ [2] ایضاً ص ۹ [3] ارشاد الساری۔ ص ۲۰۳' بحوالہ ابن ابی شیبہ

تینتیس بار معراج منامی ہوئی

البتہ اس کے علاوہ متعدد بار اور بہ قول عرفاء مزید تینتیس بار معراج منامی ہوئی جو مکہ معظمہ میں بھی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں بھی؛ قبل بعثت بھی اور بعد بعثت بھی۔

لفظ ''سبحان'' کی تحقیق

''سُبْحٰنَ الَّذِیْ'' سبحان فعل محذوف ''سبحته'' کا مفعول مطلق ہے فعل کو حذف کر کے مفعول کو اس جگہ ذکر کیا۔ سبحان' ان مفعول مطلق میں سے ہے جن کے عامل کا حذف واجب ہے۔ سبحان کے بارے میں تین قول ہیں' اول یہ کہ یہ اسم مصدر ہے اس لیے کہ تسبیح بہ معنی تنزیہ' مجرد سے نہیں آتا۔ صرف باب تفعیل سے آتا ہے۔ قاضی نے شرح سلم کے منہیہ میں کہا: ''قال سیبویه سبحت الله تسبیحا وسبحانا فالمصدر التسبیح وسبحان اسم یقوم مقام المصدر'' اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: ''سبحان اسم للتسبیح یقال سبحت الله تسبیحا او سبحانا فالتسبیح هوا لمصدر وسبحان اسم للتسبیح لقولهم کفرت الیمین تکفیر او کفرانا'' اور باب تفعیل کا مصدر اگر صحیح ہے تو تفعیل یا فعال کے وزن پر آتا ہے۔ فُعلان کے وزن پر نہیں آتا اور یہاں سبحان بہ معنی تنزیہ ہی ہے اس لیے کہنا پڑے گا کہ یہ یا تو اسم مصدر ہے یا علم مصدر' علم مصدر ہونا یوں صحیح نہیں کہ امیہ ورقہ بن نوفل نے کہا ہے:

سبحانه ثم سبحانا نعوذبه وقلنا سبح الجودی والجمد

''اس نے ''سبحانا'' کو تنوین کے ساتھ استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے اور اگر علم مصدر ہوتا تو الف نون زائدتان اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہوتا''۔

دوم: علم مصدر ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

قد قلت لما جاء نی فخره سبحان من علقمة الفاخر

اس نے سبحان کو بغیر تنوین کے استعمال کیا ہے' یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ غیر منصرف ہے' یہ تو درست ہے کہ غیر منصرف کو ضرورت شعری کی بنا پر منصرف تنوین کے ساتھ لایا جائے مگر اس کی اجازت نہیں کہ منصرف کو غیر منصرف بغیر تنوین کے استعمال کیا جائے اگرچہ ضرورت ہو اس لیے یہ کہا جائے گا کہ ورقہ بن نوفل کے شعر میں ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ ''فیه ما فیه''۔ زمخشری نے کشاف میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ نسفی نے بھی اپنی تفسیر میں' قاموس میں ہے ''سبحان الله تنزیها لله عن الصاحبة والولد' معرفة' ونصب علی المصدر'' اس کو معرفہ کہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ علم مصدر ہے۔ صراح میں ہے ''معناه التنزیه لله نصب علی المصدر'' تنزیہ کو معرّف باللام لانا اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسے علم مان رہے ہیں اور نصب علی المصدر ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ مفعول مطلق ہے۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ کبھی علم مصدر استعمال کیا جاتا ہے' اس وقت مضاف نہ ہوگا۔ یہ ان اقوال کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ انہوں نے سبحان کو اسم جلالت کی طرف مضاف ہونے کی حالت میں علم مصدر مانا ہے۔

سوم: مصدر ہے اور ثلاثی مجرد سے آتا ہے فتح یفتح سے جیسا کہ قاموس میں ہے ''وسبح کمنع سبحانا وسبح تسبیحا قال سبحان الله'' اور شرح لباب میں ہے:

''معنی سبحان الله اسبح تسبیحا ای الزهه تنزیها وهو فی الاصل مصدر کغفر غفرانا قال الشاعر:

قبح الا له وجوه تغلب کلما سبح الحجیج و کبروا اھلالا

اسے اسم مصدر یا علم مصدر کہنے کی وجہ یہی تھی کہ ثلاثی مجرد سے تنزیہ کے معنی میں وارد نہیں۔ نیز یہ کہ مجرد کا مصدر سبحان کے وزن پر مسموع نہیں' اب جبکہ قاموس اور شرح لباب میں تصریح ہے: ثلاثی مجرد سے بھی تنزیہ کے معنی میں ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی فعلان کے وزن پر مصدر آیا ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ مصدر ہے۔

صیغہ تسبیح عرف عام میں کسی غیر متوقع یا دشوار یا محال چیز کے ہونے پر تعجب و حیرت ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل تعجب اور حیرت سے منزہ ہے کیونکہ یہ نہ جاننے اور عجز کی بنا پر ہوتا ہے اس لیے یہاں تسبیح کا حقیقی لغوی معنی تنزیہ مراد ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے کہ شب معراج واقع ہونے والے عظیم خرق عادت امور کے واقع کرنے کی بنا پر اس پر اعتراض کیا جائے کیونکہ وہ ہر عیب ہر نقص ہر عجز سے منزہ ہے اور ہر شی پر قادر ہے' ہماری عقلیں جن چیزوں کو مستبعد بلکہ محال جانیں ان کا واقع کرنا بھی اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ اذا ارد ا شیئاً. الایۃ

الذی

اسم موصول ابہام کے لیے ہے جو عظمت شان کے اظہار کے لیے ہے کہ اس کی ذات وہ سر الاسرار ہے جس کے حریم قدس تک انسانی عقول کی رسائی نہیں' نہ صرف یہ کہ اس کی ذات ہی تک رسائی نہیں بلکہ اس کے افعال کے اسباب و علل تک بھی کسی کی بازیابی نہیں۔ الا من یختص برحمته من یشاء

اسریٰ

اس کا مادہ سُریٰ ہے' اس کے معنی رات میں چلنے کے ہیں' اس کا مصدر ''سریَة'' اور ''سِرَایة'' اور ''سَرَیَان'' بھی آتا ہے۔ ''اَسْریٰ'' باب افعال سے بھی لازم ہے اسی لیے باء لاکر ''بعبدہٖ'' میں متعدی فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا' یہاں ''لیلًا'' کے ذکر کی وجہ سے تجریداً صرف لے جانے کے معنی میں ہے ''لیلًا'' کے ذکر کرنے سے دو فائدے ہیں۔ اول یہ کہ اسریٰ کبھی مجازاً دن میں چلنے کو بھی کہتے ہیں اس کے ازالے کے لیے ''لیلًا'' فرمایا۔ دوسرا یہ کہ عرب والے جب ''سَریٰ فُلَانٌ لَیْلًا'' بغیر تاء کے بولتے تو ان کی مراد یہ ہوتی کہ رات کے کچھ حصے میں چلا' جب پوری رات سیر کرنے کو بتانا ہوتا تو کہتے ہیں: ''سری فلان لیلة'' تاء کے ساتھ' اسی میں یہ ارشاد بھی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ''فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا'' افادہ یہ کرنا ہے کہ یہ مبارک سیر پوری رات نہ تھی' رات کے کچھ حصے میں تھی۔ ''لیلًا'' کی تنوین برائے تقلیل نے اس معنی کو اور واضح کر دیا۔

الی المسجد الاقصیٰ

اس سے مراد بیت المقدس ہے' اقصیٰ اسم تفضیل مذکر ہے' اس کا مادہ قصوٌ ہے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ اقصیٰ کے معنی زیادہ دور' یہ مکہ معظمہ سے چالیس دن کی دوری پر ہے اس لیے اس کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں' اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد ڈالی تھی۔

بارکنا حوله

مسجد اقصیٰ انبیاء سابقین کا مولد' مسکن اور مدفن اور ان کا قبلہ ہے اس لیے اس کے اردگرد بے شمار برکات دینیہ ہیں اور وہ خطہ بڑا زرخیز ہے' اس کے آس پاس باغات' کھیتیاں' نہریں بہ کثرت ہیں جن میں ہر قسم کے میوے' غلے' پھل' پھول وافر مقدار میں پیدا ہوتے

ہیں۔

مِنْ اٰیاتنا

اس سے صرف ان نشانیوں کو مراد لینا جو مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ تک دکھائی گئیں، تخصیص بلا مخصص ہے اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ان آیات کو بھی عام ہو جو مسجد اقصیٰ کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک دکھائی گئیں۔ اس آیت کریمہ میں صرف مسجد اقصیٰ تک کا تذکرہ اس بنا پر ہے کہ یہ معلوم تھا کہ کفار قریش اس کا انکار کریں گے اور تصدیق کی صورت یہ ہوگی کہ وہ مسجد اقصیٰ کی تفصیلی ہیئت دریافت کریں گے اور صحیح بتانے کی صورت میں اس کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور سعادت مند قلوب کو اطمینان ہو جائے گا۔

احکام

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا ثبوت قطعی یقینی ہے اس کا منکر کافر ہے اور مسجد حرام سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کا ثبوت احادیث کثیرہ سے ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج کی حدیث قریب قریب تیس صحابہ سے مروی ہے۔ خود بخاری میں میرے تتبع کے مطابق ساتھ صحابہ کی روایت مطول مختصر درج ہے: حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوذر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوحبہ انصاری، حضرت صعصعہ بن مالک رضی اللہ عنہم۔

۲۰۳۶- ح: [فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ]

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو روشن کر دیا

۲۰۳۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ.

حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے مجھے (معراج کے بارے میں) جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو روشن کر دیا۔ میں قریش کو اس کی نشانیاں بتانے لگا اور میں بیت المقدس دیکھ رہا تھا۔

معراج کی صبح کو حضور اقدس ﷺ کے قریب سے ابوجہل کا گزر ہوا، اس نے پوچھا: کیا کوئی اور بات ہوئی؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: رات مجھے بیت المقدس لے جایا گیا، اس نے کہا: اور تم صبح کو ہمارے سامنے آموجود ہوئے، فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میں اپنی قوم کو بلاتا ہوں کیا ان کے سامنے بھی یہ سب بیان کر دو گے، فرمایا: ضرور بیان کر دوں گا۔ ابوجہل نے پکارا: اے بنی کعب بن لوئی! یہ سنتے ہی سب لوگ سمٹ کر ان دونوں کے پاس جمع ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے سب کے سامنے پورا واقعہ سنایا، سنانے کے اثناء کچھ مسخرے سیٹی بجاتے رہے کچھ جوکروں کی طرح سروں پر ہاتھ رکھ دیتے، ان میں کچھ ایسے افراد بھی تھے جو بیت المقدس جا چکے تھے، انہوں نے کہا: کیا تم مسجد اقصیٰ کا نقشہ ہمیں بتا سکتے ہو؟ اس پر مسجد اقصیٰ حضور اقدس ﷺ کے پیش نظر کر دی گئی انہوں نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو کچھ پوچھا آپ نے سب بتا دیا، سننے کے بعد ان لوگوں نے تصدیق کی کہ آپ نے صحیح بتایا ہے۔

(فتح الباری۔ ج ۷ ص ۱۹۹، بحوالہ مسند امام احمد و بزار، بہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کیا: اسراء کی صبح کو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے، کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں، اس پر حیرت زدہ ہو کر لوگوں

نے کہا: آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک رات میں شام گئے اور رات میں مکہ واپس ہو گئے' صدیق اکبر نے فرمایا: ہاں! میں اس کی تصدیق کرتا ہوں یہ کیا ہے میں تو اس سے زیادہ مستبعد بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان کی خبر آتی ہے' اسی بنا پر ان کا نام صدیق پڑا۔

فَجَلّٰى لِيْ

مسلم میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ وہ لوگ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے لگے جنہیں میں نے ذہن نشین نہیں کیا تھا' مثلاً اس کے کتنے دروازے ہیں؟ اس پر مجھے اتنی سخت الجھن ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی' اللہ عزوجل نے بیت المقدس میرے پیش نظر کر دیا جس کی وجہ سے وہ لوگ جو بھی پوچھتے میں بتاتا جاتا۔

اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے سارے حجابات اٹھا دیے گئے تھے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو ابھی گزری ہے اس میں ہے کہ مسجد اقصیٰ دار عقیل کے پاس رکھی گئی' وہ لوگ پوچھتے جاتے میں دیکھ دیکھ کر بتاتا جاتا۔

مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم بن عدی تھا۔

بَابُ الْمِعْرَاجِ

معراج کا بیان

۲۰۳۷- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدَّ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُوْتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ

حضرت انس بن مالک حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج کا قصہ یوں بیان کیا کہ میں حطیم میں اور کبھی کہتے: میں حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والے آئے اور انہوں نے یہاں سے یہاں تک کے درمیان پھاڑا' جارود میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے ان سے میں نے پوچھا: کیا مطلب؟ تو انہوں نے کہا: سینے کے اوپری حصہ سے لے کر پیڑو تک' تو انہوں نے میرا دل نکالا' پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر میرا دل دھویا گیا' پھر دل کو ایمان سے بھرا گیا' اس کے بعد اپنی جگہ رکھ دیا گیا' پھر سواری کے لیے میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا سفید رنگ' جارود نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ براق تھا؟ اے ابو حمزہ! تو حضرت انس نے فرمایا: ہاں! وہ اپنا قدم منتہائے نظر پر رکھتا۔ مجھے اس پر سوار کرایا گیا' اس کے بعد جبریل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ پہلے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! کہا گیا: مرحبا خوش آمدید' پھر دروازہ کھول دیا گیا'

قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ
الْمَجِيْءُ جَاءَ بِهٖ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى
وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى
فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ
الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ
مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ
مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ بِهٖ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ
اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ
عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ
الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ
فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ اَوَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا
بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِلٰى اِدْرِيْسَ
قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ
قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ
بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ
هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ
اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ
فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ
عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ
الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى
السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ
نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ
فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ
عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ
فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ

جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس میں آدم علیہ السلام ہیں تو
جبریل نے کہا: یہ آپ کے والد آدم ہیں انہیں سلام کیجئے تو میں نے
انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے کہا:
نیک فرزند اور صالح نبی کو مرحبا ہو' پھر اوپر چلے یہاں تک کہ
دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو
پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں' پوچھا گیا: اور
آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں' پوچھا
گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ تو جبریل نے کہا: ہاں! تو کہا گیا: انہیں
مرحبا اور خوش آمدید ہو' اب دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں
پہنچا تو خالہ زاد بھائی یحییٰ اور عیسیٰ مجھے ملے۔ جبریل نے کہا: یہ یحییٰ
اور عیسیٰ ہیں ان دونوں کو سلام کیجئے' میں نے ان دونوں کو سلام کیا
اور ان دونوں نے سلام کا جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک
بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو' پھر مجھے تیسرے آسمان تک لے گئے۔
جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا: کون؟ انہوں نے کہا:
میں جبریل ہوں' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انہوں
نے کہا: محمد (ﷺ) پوچھا گیا: انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا:
ہاں! تو کہا گیا: انہیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ اب دروازہ کھول دیا
گیا' جب تیسرے آسمان پر پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے' جبریل نے کہا:
یہ یوسف ہیں انہیں سلام کیجئے' تو میں نے سلام کیا اور انہوں نے
جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نبی صالح کو مرحبا ہو' پھر مجھے اوپر
لے چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے دروازہ
کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: کون؟ انہوں نے کہا: میں جبریل
ہوں' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے بتایا: محمد
(ﷺ) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا:
ہاں! تو کہا گیا: انہیں مرحبا اور خوش آمد ہو اور دروازہ کھول دیا گیا۔
پس جب میں ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا تو جبریل نے کہا: یہ ادریس
ہیں انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا
جواب دیا' پھر کہا: برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو' پھر مجھے
اوپر لے چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے۔ انہوں نے

غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَكْثَرُ مَنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي ثُمَّ صَعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ هَذَا أَبُوكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ قَالَ هَذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَا هَذَانِ يَا جِبْرِيلُ قَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قَالَ أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ وَلَكِنْ أَرْضَى وَأُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا

دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: کون؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! اب کہا گیا: انہیں مرحبا اور خوش آمدید ہو' جب میں پانچویں آسمان پر پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے' جبریل نے کہا: یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے کہا: برادرِ صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو' پھر مجھے اور اوپر لے گئے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا تو پوچھا گیا: کون؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا: انہیں بلایا گیا ہے؟ تو جبریل نے کہا: ہاں! تو کہا: انہیں مرحبا اور خوش آمدید ہو۔ جب میں چھٹے آسمان پر پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے تو جبریل نے کہا: یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجئے' میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے کہا: برادر صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو' جب میں ان سے آگے بڑھ گیا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا: کیوں رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک صاحبزادے میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت سے جنت میں میری امت سے زیادہ افراد داخل ہوں گے' پھر مجھے ساتویں آسمان تک لے گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا' پوچھا گیا: کون؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں پوچھا گیا' کیا انہیں بلانے کے لیے بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: مرحبا ہو خوش آمدید ہو۔ جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے' انہوں نے کہا: یہ آپ کے والد ہیں انہیں سلام کیجئے' تو میں نے انہیں سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' انہوں نے کہا: فرزند صالح اور نبی صالح کو مرحبا ہو' پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پھل ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر۔ جبریل نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ

جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ.

(کتاب بدء الخلق۔باب: ذکر الملئکۃ ص ٤٥٥ ' کتاب الانبیاء۔باب: قولہ ذکر رحمۃ ربك عبدہٗ زکریا ص ٤٨٧)

ہے' پھر میں نے چار نہریں دیکھیں۔ دو باطن دو ظاہر۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہیں' اے جبریل؟ انہوں نے کہا: باطنی دو نہریں جنت میں جا رہی ہیں اور ظاہری نہریں نیل و فرات ہیں' پھر میرے سامنے بیت المعمور کیا گیا' پھر میرے سامنے شراب کا ایک برتن' ایک دودھ کا برتن اور ایک شہد کا برتن پیش کیا گیا میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا: یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے پھر مجھ پر روزانہ پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں' اس کے بعد میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچا' انہوں نے پوچھا: آپ کو کاہے کا حکم دیا گیا ہے' کہا: روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ کی امت روزانہ پچاس وقتوں کی نماز کی استطاعت نہیں رکھتی اور میں' بخدا! آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور اس سلسلے میں بنی اسرائیل پر بہت سختی کر چکا ہوں اس لیے آپ اپنے رب کی جانب واپس تشریف لے جایئے اور ان سے اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' میں واپس حاضر ہوا تو مجھ سے دس معاف فرما دی گئیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے وہی کہا' پھر میں واپس اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دس معاف کر دی گئیں' پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے وہی کہا' پھر میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں لوٹ کر گیا تو اس نے دس کم فرما دیں پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے وہی کہا' پھر میں بارگاہِ خداوندی میں واپس ہوا تو مجھے روزانہ دس نمازوں کا حکم دیا گیا' پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے وہی کہا' پھر میں بارگاہِ خداوندی میں لوٹ کر گیا تو مجھے روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کو کس بات کا حکم دیا گیا' میں نے کہا: روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے کہا: آپ کی امت روزانہ پانچ نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی اور میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزما لیا ہے' اس سلسلے میں بنی اسرائیل پر مجھے بہت سختی کرنی پڑی اس لیے اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے۔ انہوں نے کہا: کہا: میں نے اپنے رب سے

سوال کیا اتنا کہ مجھے حیا آئی' میں اس پر راضی ہوں اور اسے تسلیم کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: جب میں آگے بڑھا تو ایک ندا دینے والے نے ندا دی: میں نے اپنا فرض نافذ کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔

واقعہ معراج کے سلسلے میں جو روایات مختلفہ آئی ہیں ان کے بعض میں اختصار ہے اور بعض میں تفصیل ہے اور ساری تفصیلات کسی ایک روایت میں مذکور نہیں۔ ان سب روایتوں کا ذکر کرنا اور پھر ان میں تطبیق پیدا کرنا بہت طویل ابحاث کا خواہاں ہے اور مجھے اختصار منظور ہے اس لیے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

۲۰۳۸- ح: [﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء: ٦٠)]

اللہ عزوجل کے اس ارشاد: ہم نے آپ کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لیے آزمائش کر دیا' کی تفسیر

۲۰۳۸- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء: ٦٠) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ (الاسراء: ٦٠) قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد: ہم نے آپ کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لیے آزمائش کر دیا۔ کی تفسیر یہ مروی ہے کہ اس سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے جسے اس رات دکھایا گیا تھا جب حضور بیت المقدس تک تشریف لے گئے تھے' کہا: قرآن میں شجرہ ملعونہ سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ باب: قوله وما جعلنا الرؤیا التی اریناك ص٦٨٦' کتاب القدر۔ باب: قوله وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس ص٩٧٨' ترمذی۔ کتاب التفسیر' نسائی۔ کتاب التفسیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول اس کی دلیل ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی تھی۔ رؤیا جس طرح رویت قلبی کے معنی میں مستعمل ہے اسی طرح رویت بصری کے معنی میں بھی مستعمل ہے' یعنی اس کے معنی جاننے کے بھی ہیں اور آنکھ سے دیکھنے کے بھی اور خواب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد میں ''ھی رؤیا عین'' یہ آنکھ سے دیکھنا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں رؤیا سے مراد خواب نہیں بلکہ جاگتے ہوئے چشم سر سے دیکھنا مراد ہے۔

بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَبَيْعَةِ الْعَقَبَةِ (ص٥٥٠)

انصار کا مکہ معظمہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور بیعت عقبہ کا بیان

ہجرت سے قبل انصار کرام کی نبی ﷺ کی جمرۃ العقبہ کے قریب گھاٹی میں جہاں مسجد بنی ہوئی ہے تین بار ملاقاتیں ہوئی تھیں جس کی تفصیل نزہۃ القاری ج ا ص ٢٧٥' رقم: ١٨' میں گزر چکی ہے۔

۲۰۳۹- قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِيْ وَخَالِيْ مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ

حضرت جابر نے فرمایا: میں اور میرے والد اور میرے ماموں اصحاب عقبہ میں سے ہیں۔

اورنسخوں میں خالی کے بجائے "خــالای" تثنیہ ہے یعنی میرے دونوں ماموں بھی شریک تھے ان سے مراد ثعلبہ اور عمرو ہیں یہ دونوں عقبہ ثانیہ کے موقع پر حاضر تھے۔ بخاری ہی میں سفیان بن عیینہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان میں سے ایک براء ابن معرور تھے یہ حضرت جابر کے ماموں نہیں تھے لیکن علامہ کرمانی اور علامہ عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت جابر کی والدہ کے رشتے داروں میں سے ہیں اس لیے مجازاً ان کو ماموں کہنا درست ہے۔ حضرت براء بن معرور انصار کے پہلے وہ خوش نصیب انسان ہیں جو مشرف باسلام ہوئے اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے عقبہ ثانیہ کے موقع پر بیعت کی اور انصار کے پہلے وہ فرد ہیں جنہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ حضور اقدس ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے سے ایک ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔

٢٠٤٠- ج: [عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ مِنَ النُّقَبَاءِ]

عبادہ بن صامت نقباء میں سے ہیں

٢٠٤٠- عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَایَعْنَاهُ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَلَا نَزْنِیَ وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِیَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذَالِكَ فَاِنْ غَشِیْنَا مِنْ ذَالِكَ شَیْئًا كَانَ قَضَاءُ ذَالِكَ اِلَی اللّٰهِ. (بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الدیات۔ باب: قول اللہ و من احیاها ص ١٠١٥، مسلم۔ کتاب الحدود)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان نقیبوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور فرمایا: ہم نے جنت کے عوض حضور سے بیعت کی اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ اسے قتل کریں گے اللہ نے جس کی حرمت رکھی ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ لوٹیں گے نہ نافرمانی کریں گے اس کی جزا جنت ہے اگر ہم نے یہ کیا تو۔ اور اگر ہم نے ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا تو اس کا فیصلہ اللہ پر ہے۔

اس حدیث کے ہم معنی مفصل حدیث نزہۃ القاری، ج ١ ص ٢٧٤، رقم: ١٨، میں گزر چکی ہے وہیں اس پر مفصل کلام بھی مذکور ہے۔ بعض نسخوں میں "ولا نعصی" کے بجائے "لا نقضی" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کے بارے میں قطعی حکم نہیں لگائیں گے کہ وہ جنتی ہے اس تقدیر پر "بالجنة" متعلق ہے نقضی کے اور "لا نعصی" والے نسخے کی بناء پر "بالجنة" متعلق ہے "بَایَعْنَاهُ" کے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے بیعت کی کہ یہ سب کام ہم نہیں کریں گے تاکہ اس کے عوض ہم کو جنت ملے۔

بَابُ تَزْوِیْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُوْمِهِ الْمَدِیْنَةَ وَبِنَاءِ ہٖ بِهَا (ص ٥٥١)

نبی ﷺ کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح کرنا اور حضور کا مدینہ تشریف لانا اور حضرت عائشہ سے زفاف کرنا

٢٠٤١- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْنَا فِیْ بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِیْ فَوَفٰی جُمَیْمَةً فَاَتَتْنِیْ اُمِّیْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّیْ لَفِیْ اُرْجُوْحَةٍ وَمَعِیَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھ سے نبی ﷺ نے شادی کی اور میں چھ سال کی تھی اس کے بعد ہم مدینہ آئے اور بنی حارث بن خزرج میں اترے۔ مجھے بخار آ گیا جس سے میرے بال جھڑ گئے البتہ کانوں کے اوپر کے بال بڑھ گئے تھے۔ میری ماں ام رومان میرے پاس آئیں اور میں جھولے میں تھی اور میرے

صَوَاحِبُ لِیْ فَصَرَخَتْ بِیْ فَاَتَیْتُهَا لَا اَدْرِیْ مَا تُرِیْدُ بِیْ فَاَخَذَتْ بِیَدِیْ حَتّٰی اَوْقَفَتْنِیْ عَلٰی بَابِ الدَّارِ وَاِنِّیْ لَاُنْهِجُ حَتّٰی سَكَنَ بَعْضُ نَفْسِیْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَیْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِیْ وَرَاْسِیْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِی الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِی الْبَیْتِ فَقُلْنَ عَلَی الْخَیْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰی خَیْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِیْ اِلَیْهِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِیْ فَلَمْ یَرُعْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضُحًی فَاَسْلَمْنَنِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ.

ساتھ میری سہیلیاں تھیں' میری ماں نے مجھے پکارا' میں ان کے پاس آئی' میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا چاہتی ہیں' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور لے کر چلیں یہاں تک کہ گھر کے دروازہ پر کھڑا کیا اور میں بہت تیز تیز سانس لے رہی تھی' پھر کچھ میرا سانس درست ہوا' میری ماں نے پانی لے کر میرے چہرے اور سر کو دھویا' پھر مجھے گھر کے اندر کر دیا جہاں انصار کی کچھ عورتیں تھیں' انہوں نے کہا: خیر و برکت پہ آؤ اور اچھے نصیبہ پر آؤ' میری ماں نے مجھے ان عورتوں کے حوالہ کر دیا' ان عورتوں نے میرا بناؤ سنگار کیا۔ مجھے کسی چیز نے نہیں گھبرایا سوائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور یہ چاشت کا وقت تھا' ان عورتوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا' اس وقت میں نو سال کی تھی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: نکاح الرجل ولدہ الصغار ص ۷۷۱' باب: الدعا للنساء اللاتی یھدین ص ۷۷۵' باب: البناء بالنہار' باب: من بنی بامراۃ وھی بنت تسع سنین ص ۷۷۵' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

۲۰۴۲-ح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح سے قبل ریشمی کپڑے میں دکھائی گئیں

۲۰۴۲ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِیْتُكِ فِی الْمَنَامِ مَرَّتَیْنِ اَرٰی اَنَّكِ فِیْ سَرَقَةٍ مِنْ حَرِیْرٍ وَیَقُوْلُ هٰذِهٖ اِمْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِیَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ یَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یُمْضِهٖ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے خواب میں تجھے دو بار دکھلایا گیا' میں نے تم کو دیکھا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں اور کہنے والا کہتا ہے کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں' اب میں اسے کھولتا ہوں تو وہ تم ہو' میں کہتا ہوں: اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ہو کر رہے گا۔

۲۰۴۳-ح:

[نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر]

۲۰۴۳ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ تُوُفِّیَتْ خَدِیْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ بِثَلٰثِ سِنِیْنَ فَلَبِثَ سَنَتَیْنِ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذَالِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ ثُمَّ بَنٰی بِهَا وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ.

حضرت عروہ نے کہا کہ نبی ﷺ کے مدینہ آنے سے تین سال قبل حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی' دو سال یا دو سال کے قریب حضور یونہی رہے اور حضرت عائشہ سے نکاح کیا جب وہ چھ سال کی تھیں' پھر ان کے ساتھ زفاف کیا جب کہ وہ نو سال کی ہو گئیں۔

(بخاری۔ ج ۱۔ کتاب النکاح۔ باب: النظر الی المراۃ قبل التزویج ص ۷۶۸' ج ۲۔ کتاب النکاح۔ باب: النکاح الابکار ص ۷۶۰' کتاب التعبیر۔ باب: کشف المراۃ فی المنام ص ۱۰۳۸' باب: الحریر فی المنام ص ۱۰۳۸)

صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۰ نبوی کے رمضان میں ہوئی ہے اور ہجرت سے ایک سال قبل حضرت عائشہ سے

نکاح ہوا اور واقعہ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں زفاف ہوا' نیز یہ کہ حضرت عائشہ سے نکاح سے قبل حضرت سودہ سے نکاح فرمایا تھا۔

بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (ص۵۵۱)

نبی ﷺ اور صحابہ کی مدینہ کی جانب ہجرت

٢٠٤٤- ح:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک عرض

٢٠٤٤- **قَالَ** هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَ هُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ.

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ سعد بن معاذ نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے تیری راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور انہیں اپنے گھر سے نکالا' اے اللہ! میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان سے لڑائی اٹھا دی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت عرض کیا تھا جب انہیں اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی' اس سے قبل گزر چکا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی شہ رگ میں ایک تیر لگا تھا' علاج کی ہر چند کوشش ہوئی مگر زخم مندمل نہ ہوسکا' بالآخر اسی میں وہ واصل بحق ہوگئے۔ یہاں قوم سے مراد قریش ہیں جیسا کہ بہ طریق ابان بن یزید کی روایت میں تصریح ہے جو اس حدیث کے متصل مذکور ہے۔ نیز کتاب المغازی میں اس کے بعد حضرت سعد کا یہ جملہ مذکور ہے ''وَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْئٌ فَاَبْقِنِيْ لَهُمْ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ'' اگر قریش کی لڑائی سے کچھ باقی ہے تو مجھے بھی ان کے لیے باقی رکھ یہاں تک کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں۔

٢٠٤٥- ح: [قِصَّةُ سُرَاقَةَ]

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

٢٠٤٥- **قَالَ** ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِيْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُوْنَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِمَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَسَرَهٗ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسٍ مِنْ مَّجَالِسِ قَوْمِيْ بَنِيْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَاَيْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا اِنْطَلَقُوْا بِاَعْيُنِنَا ثُمَّ لَبِثْتُ

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی کہ ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے کہ انہوں نے اس شخص کو جو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کو قتل کردے یا گرفتار کرلے پوری دیت دیں گے (سو اونٹ) ہیں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص آیا جو ہمارے پاس کھڑا ہوگیا اور ہم بیٹھے ہی رہے' اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر کچھ لوگوں کو دیکھا ہے' میں گمان کرتا ہوں کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہیں' سراقہ نے کہا: میں تو سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں لیکن اس سے میں نے کہا: یہ وہ لوگ نہیں لیکن تو نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا جو ہمارے سامنے گئے ہیں

فِي الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَأَمَرْتُ جَارِيَتِي أَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَّرَاءِ أَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهِ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْأَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتَّى أَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِي حَتَّى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِي فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَأَهْوَيْتُ يَدِيْ إِلٰى كِنَانَتِي فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْأَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا أَضُرُّهُمْ أَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِيْ أَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِيْ وَعَصَيْتُ الْأَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِيْ حَتَّى إِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ يُكْثِرُ الْإِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِيْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً إِذَا لِأَثَرِ يَدَيْهَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَاءِ مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْأَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِيْ أَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْأَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَكِبْتُ فَرَسِيْ حَتَّى جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ حِيْنَ لَقِيْتُ مَا لَقِيْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ أَنْ سَيَظْهَرُ أَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ جَعَلُوْا فِيْكَ الدِّيَةَ وَأَخْبَرْتُهُمْ أَخْبَارَ مَا يُرِيْدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ يَرْزَآنِيْ وَلَمْ يَسْأَلَانِيْ إِلَّا أَنْ قَالَ أَخْفِ عَنَّا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِيْ كِتَابَ أَمْنٍ فَأَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ فِيْ رُقْعَةٍ مِنْ أَدَمٍ ثُمَّ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِيْ رَكْبٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا تِجَارًا قَافِلِيْنَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ وَسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ بِمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پھر میں وہاں تھوڑی دیر رکا رہا' پھر کھڑا ہو گیا اور گھر کے اندر گیا۔ میں نے اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ میرا گھوڑا لے کر چل اور یہ ٹیلے کے پیچھے ہے' اسے روک کے رہنا اور میں نے اپنا نیزہ لیا اور گھر کی پچھیت سے نکلا۔ زمین پر اس کی انی سے خط کھینچتا جاتا' اس کے اوپری حصہ کو نیچے کر دیا تھا یہاں تک کہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑایا یہاں تک کہ میں ان کے نزدیک پہنچ گیا تو میرا گھوڑا پھسل گیا اور میں گر پڑا' اٹھ کر اپنے ترکش سے تیر نکالا کہ فال نکالوں' میں نے یہ فال نکالنی چاہی کہ ان لوگوں کو نقصان پہنچا سکوں گا کہ نہیں' تو فال وہ نکلی جو مجھے ناپسند تھی مگر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کی نافرمانی کی۔ گھوڑے کو سرپٹ دوڑانے لگا یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے تلاوت کی آواز سنی۔ رسول اللہ ﷺ کسی طرف دیکھ نہیں رہے تھے اور ابوبکر بہ کثرت ادھر ادھر دیکھتے تھے کہ میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے' میں گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے اسے ڈانٹا وہ کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگا' بہ مشکل اپنے پاؤں کو نکالا' جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کے پاؤں سے آسمان میں بلند ہوتا ہوا ایک غبار اٹھا دھوئیں کے مثل' پھر میں نے پانسے کے تیروں سے فال نکالی۔ اب پھر فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی۔ میں نے پکار کر ان سے امان مانگی۔ اب وہ لوگ کھڑے ہو گئے' میں نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے پاس حاضر ہوا' اس واقعے سے میرے جی میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ ﷺ بہت جلد غالب آئیں گے۔ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے معاملے میں دیت مقرر کر دی ہے اور میں نے ان لوگوں کو لوگوں کے اردوں کی خبریں دیں اور ان کی خدمت میں زادراہ اور سامان پیش کیا۔ انہوں نے نہیں قبول کیا اور نہ مجھ سے کچھ سوال کیا سوائے اس کے کہ فرمایا: ہمارے معاملے کو چھپائے رکھنا۔ میں نے حضور سے عرض کیا کہ میرے لیے امان کی سند لکھ دیں۔ حضور نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تو انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ دیا' پھر رسول اللہ ﷺ آگے تشریف لے گئے۔

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّكَّةَ فَكَانُوْا يَغْدُوْنَ كُلَّ غَدَاةٍ اِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُوْنَهُ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيْرَةِ فَانْقَلَبُوْا يَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوْا اِنْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا اَوَوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ اَوْفٰى رَجُلٌ مِّنْ يَّهُوْدَ عَلٰى اُطُمٍ مِنْ اٰطَامِهِمْ لِاَمْرٍ يَنْظُرُ اِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ مُبَيَّضِيْنَ يَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُوْدِيُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِىْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِىْ بَنِىْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذٰلِكَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَّمْ يَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِىْءُ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى اَصَابَتِ الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهٖ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَنِىْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِىْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَسَارَ يَمْشِىْ مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يُصَلِّىْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَسَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِىْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت زبیر سے ملاقات ہوئی شام سے لوٹنے والے مسلمانوں کے ایک کاروان تجارت میں تو حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کو سفید کپڑے پہنائے۔ مدینہ کے مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکل چکے ہیں تو یہ لوگ روزانہ صبح کو حرہ تک جا کر انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں لوٹاتی' طویل انتظار کے بعد ایک دن یہ لوگ لوٹ کر اپنے گھروں میں آ چکے تھے کہ ایک یہودی کسی ٹیلہ پر چڑھا کسی اپنی ضرورت سے' اس نے رسول اللہ ﷺ اور حضور کے ہمراہیوں کو سفید کپڑا پہنے ہوئے آتے دیکھا تو یہودی بے اختیار اپنی بلند آواز سے پکار اٹھا: اے اہل عرب! یہ تمہارے پیشوا آ گئے جن کا تم انتظار کرتے تھے۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے اور رسول اللہ ﷺ سے حرہ کے ابتدائی حصہ میں آ کر ملے۔ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف مڑ گئے اور بنی عمرو بن عوف میں اترے اور یہ ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ کو ہوا۔ حضرت ابوبکر لوگوں سے ملاقات کے لیے کھڑے رہے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا وہ حضرت ابوبکر کے پاس آتے یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ ﷺ پر پڑنے لگی تو حضرت ابوبکر نے اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا' اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں دس دن سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقوے پر ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف چلے۔ لوگ حضور کے ساتھ پیدل ساتھ ہو لیے' یہاں تک کہ اونٹنی مدینہ میں مسجد نبوی کے پاس بیٹھ گئی۔ اس وقت اس جگہ کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہ زمین دو یتیم بچے سہیل اور سہل کے چھوہاروں کے سکھانے کی جگہ تھی یہ دونوں بچے اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے۔ جب وہاں حضور کی اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہاں ان شاء اللہ ہمارے

لِيَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَا لَا بَلْ نَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى اِبْتَاعَهُ مِنْهُمَا ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِيْ بُنْيَانِهِ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ:

قیام کی جگہ ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور ان سے اس زمین کو مسجد بنانے کے لیے خریدنے کی بات چیت کی تو ان دونوں نے کہا: ہم قیمت نہیں لیں گے بلکہ ہم آپ کو یا رسول اللہ! نذر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بہ طور ہبہ لینے سے انکار فرمایا۔ اس کو ان دونوں سے خریدا' پھر وہاں مسجد بنائی اور رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ اینٹ لاد کر لاتے اور اس کی بنیاد میں رکھتے۔ اینٹ لادتے وقت یہ فرماتے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ
هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرُ

یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں۔
یہ ہمارے رب کی بارگاہ میں زیادہ نیک کام اور پاک ہے۔

وَيَقُوْلُ:

اور کہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

اے اللہ! بے شک اجر آخرت کا اجر ہے۔
انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمَّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرَ هٰذِهِ الْاَبْيَاتِ.

حضور نے مسلمانوں میں سے کسی کا شعر پڑھا جس کا نام مجھ سے نہیں بیان کیا گیا۔ ابن شہاب نے کہا: احادیث میں ہم تک نہیں پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ کبھی کوئی پورا شعر پڑھا ہو۔

سراقہ بن مالک بن جعشم

حضرت سراقہ کے والد کا نام مالک ہے یا جعشم' دونوں اقوال ہیں۔ مشہور یہی ہے کہ یہ مالک کے بیٹے ہیں لیکن یہاں بخاری میں عبدالرحمٰن بن مالک کے بارے میں جو یہ فرمایا: "وهو ابن اخي سراقة بن مالك" یہ اس پر دلیل ہے کہ سراقہ جعشم کے لڑکے نہیں' جیسا کہ ابوذر کے علاوہ بقیہ روایتوں میں مالک کے حذف کے ساتھ ہے" وهو ابن اخي سراقة بن جعشم "اور عبدالرحمٰن سراقہ بن جعشم کے بھتیجے تھے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ سراقہ اور مالک بھائی تھے اور جعشم کے لڑکے' علامہ عینی نے اسی کو معتمد فرمایا اگرچہ مشہور یہی ہے کہ مالک کے لڑکے ہیں۔ غزوہ طائف کے بعد جب حضور اقدس ﷺ جعرانہ میں مقیم تھے مشرف باسلام ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک باحیات رہے' ۲۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔

فرفعتها

گھوڑوں کی رفتار کی ایک قسم مرفوع ہے اور دوسری قسم موضوع اور تیسری قسم عدو۔ موضوع معتاد چال کو کہتے ہیں اور مرفوع اس سے کچھ تیز کو اور عدو پوری قوت سے دوڑنے کو' مراد یہ ہے کہ گھوڑے کو تیز دوڑایا۔

يقرب لي

معتاد چال اور دوڑنے کے درمیان کی رفتار کو تقریب کہتے ہیں اس طرح کہ گھوڑا اپنے اگلے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھائے اور

ایک ساتھ رکھے جسے اردو میں سرپٹ کہتے ہیں۔ غالباً تقریب اور مرفوع ایک ہی قسم کی چال کا نام ہے۔

٢٠٤٦ - عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ تَبِعَہٗ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِہٖ فَرَسُہٗ قَالَ ادْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكَ فَدَعَا لَہٗ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف چلے تو حضور کا سراقہ بن مالک بن جعشم نے پیچھا کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا اس کو لے کر زمین میں دھنس گیا تو اس نے کہا: میری خلاصی کے لیے اللہ سے دعا کیجیے اور میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا تو حضور نے اس کی خلاصی کی دعا کی۔

سَاخَتْ یَدَا فَرَسِیْ

بخاری میں یہ ہے کہ گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنے تک زمین میں دھنس گئے لیکن بزار اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ گھوڑا پیٹ تک دھنس گیا تھا اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ سراقہ منہ کے بل گر گئے تھے' یہ واقعہ قدید سے نکلنے کے بعد سہ شنبہ کو ہوا تھا۔

(زرقانی۔ ج ۱ ص ۳۴۷)

مدارج[1] میں ہے کہ میں ان لوگوں کے اتنے قریب ہو گیا کہ ایک دو نیزے سے زیادہ کا فاصلہ نہیں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کی اور یہ دعا کی: "اللھم اکفنا شرہ بما شئت" اے اللہ! جیسے چاہے اس کے شر سے ہمیں بچا کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں زانو تک زمین میں دھنس گئے۔

اسی موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا' جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسریٰ کے کنگن اور تاج کمر بند مال غنیمت میں حاضر ہوئے تو سراقہ کو بلایا اور انہیں پہنایا اور حکم دیا کہ ہاتھوں کو اٹھا کر یہ کہو: "الحمد للہ الذی سلبھما کسرٰی بن ھرمز والبسھما سراقۃ الاعرابی" اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے ان دونوں کو کسریٰ بن ہرمز سے چھینا اور سراقہ دیہاتی کو پہنایا۔ (اصابہ۔ ج ۲ ص ۱۹)

سیظھر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سراقہ کے دل میں اسی وقت ایمان کی کرن پہنچ چکی تھی' علاوہ ازیں ایک دفعہ انہوں نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ (اصابہ۔ ج ۲ ص ۱۹)

ابا حکم واللہ لو کنت شاھدا لامر جوادی اذ تسوخ قوائمہ

"اے ابوحکم! اگر تم اس وقت موجود ہوتے جب میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے"۔

علمت ولم تشکك بان محمدا رسول ببرھان فمن ذا یقاومہ

"تو جان لیتے اور شک نہ کرتے کہ محمد رسول ہیں برہان کے ساتھ' ان کی مزاحمت کون کر سکتا ہے"۔

٢٠٤٧ - ح: [وِلَادَۃُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ] حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش

٢٠٤٧ - عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ حاملہ تھیں انہوں نے کہا: میں مکہ سے نکلی اس حالت

[1] مدارج النبوۃ۔ ج ۲ ص ۶۲

قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِيْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ) عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى.

میں کہ میرے دن پورے تھے، میں مدینہ آئی اور قبا میں اتری اور وہیں عبداللہ پیدا ہوئے، پھر میں ان کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے ان کو حضور کی گود میں رکھا، پھر حضور نے ایک چھوہارا منگایا اسے چبایا، پھر ان کے منہ میں اسے ڈالا، پہلی چیز جو ان کے منہ میں داخل ہوئی رسول اللہ ﷺ کا لعاب تھا، پھر ایک چھوہارا چبا کر ان کے تالو پر لگایا، پھر ان کے لیے دعائے خیر و برکت کی۔ مدینہ میں اسلام کے زمانے میں یہ پہلا بچہ پیدا ہوا تھا (دوسری روایت میں ہے) کہ حضرت اسماء نے حمل کی حالت میں نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب العقیقہ۔ باب: تسمیة مولود ص ٢٢-٨٢١، مسلم۔ کتاب الاستیذان)

ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے، اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے، یہود نے یہ پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے، مہاجرین کی کوئی اولاد نہ ہوگی، ان کی ولادت سے ان کا پروپیگنڈا باطل ہو گیا، حبشہ کے مہاجرین میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد انصار کرام میں سب سے پہلے محمد بن مخلد یا نعمان بن بشیر پیدا ہوئے۔

٢٠٤٨- ح: [مَنْظَرُ الْهِجْرَةِ]

ہجرت کا ایک منظر

٢٠٤٨ - **حَدَّثَنَا** اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَا بَكْرٍ وَاَبُوْ بَكْرٍ شَيْخٌ يُعْرَفُ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَا يُعْرَفُ قَالَ فَيَلْقَى الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَيَقُوْلُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي الطَّرِيْقَ قَالَ فَيَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهُ اِنَّمَا يَعْنِي الطَّرِيْقَ وَاِنَّمَا يَعْنِيْ سَبِيْلَ الْخَيْرِ فَالْتَفَتَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مُرْنِيْ بِمَا شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا يَلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ

حضرت انس بن مالک نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ مدینہ کی طرف چلے اور وہ حضرت ابوبکر کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے اور ابوبکر سفید ریش بزرگ تھے جو پہچانے جاتے تھے اور اللہ کے نبی ﷺ جوان تھے جنہیں لوگ پہچانتے نہ تھے۔ حضرت ابوبکر سے کوئی ملتا تو پوچھتا: اے ابوبکر! یہ آپ کے آگے کون شخص ہیں؟ وہ فرماتے: یہ میرے رہنما ہیں۔ سننے والا گمان کرتا کہ ان کی مراد راستہ بتانے والا ہے اور وہ مراد لیتے بھلائی کا راستہ۔ حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا ایک سوار ان کے قریب پہنچ گیا ہے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سوار ہم تک آ گیا ہے تو اللہ کے نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اسے پچھاڑ دے تو گھوڑے نے اس کو گرا دیا، پھر گھوڑا کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا، اس شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں، فرمایا: تم یہیں ٹھہرے رہو اور کسی کو ہم تک پہنچنے نہ دو۔ یہ دن کے پہلے حصے میں اللہ کے نبی سے لڑنے والا تھا اور آخیر دن میں اللہ کے نبی کا حامی بن گیا۔

مُسَلَّحَةً لَّهُ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَاءُوْا اِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوْا عَلَيْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِيْلَ فِي الْمَدِيْنَةِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ اَشْرَفُوْا يَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ يَسِيْرُ حَتّٰى نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِيْ اَيُّوْبَ فَاِنَّهُ لَيُحَدِّثُ اَهْلَهُ اِذَا سَمِعَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ فِيْ نَخْلٍ لِاَهْلِهِ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ يَّضَعَ الَّذِيْ يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيْهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ بُيُوْتِ اَهْلِنَا اَقْرَبُ فَقَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهٖ دَارِيْ وَهٰذَا بَابِيْ قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّءْ لَنَا مَقِيْلًا قَالَ قُوْمَا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ فَلَمَّا جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ يَهُوْدُ اَنِّيْ سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَاَعْلَمُهُمْ وَابْنُ اَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَسَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ قَالُوْا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَاَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اِتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا قَالُوْا مَا نَعْلَمُهُ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ قَالَ فَاَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا

مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ حرہ کے کنارے ٹھہرے، پھر انصار کے پاس خبر بھیجی، وہ حاضر ہوئے، انہوں نے سلام کیا اور عرض کیا: آپ لوگ تشریف لے چلیں آپ لوگوں کے لیے امن ہے اور آپ لوگ مطاع ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر سوار ہو کر چلے اور انصار کرام ہتھیار لگائے ہوئے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ مدینہ میں شور مچ گیا کہ اللہ کے نبی آئے، اللہ کے نبی آئے۔ سر اٹھا کر لوگ دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ اللہ کے نبی آئے، اللہ کے نبی آئے۔ حضور چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوایوب کے گھر کے ایک کنارے اترے، حضور ان کے گھر والوں سے بات کر ہی رہے تھے کہ حضور کی آمد کی خبر حضرت عبداللہ بن سلام نے سنی، اس وقت وہ اپنی کھجور کے باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تو جلدی سے کچھ توڑی ہوئی کھجوریں باغ میں چھوڑ دیں اور کچھ ساتھ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اللہ کے نبی ﷺ سے کچھ باتیں سنیں، پھر اپنے گھر لوٹ گئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ہمارے رشتہ داروں میں سے کس کا گھر سب سے زیادہ قریب ہے؟ تو حضرت ابوایوب نے عرض کیا: میں ہوں اے اللہ کے نبی! یہ میرا گھر ہے اور یہ دروازہ ہے۔ فرمایا: چلو ہمارے لیے قیلولہ کی جگہ بناؤ، عرض کیا: کھڑے ہو جاؤ اللہ کی برکت پر۔ جب اللہ کے نبی تشریف لے آئے تو حضرت عبداللہ بن سلام حاضر ہوئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہہ اللہ کے رسول ہیں اور بلاشبہہ آپ حق لائے ہیں اور یہود جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں۔ میں ان میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والے کا بیٹا ہوں۔ حضور انہیں بلوائیں اور میرے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہونے سے پہلے میرے بارے میں ان سے پوچھیں۔ اگر وہ یہ جان جائیں کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو وہ میرے بارے میں ایسی باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں، اللہ کے نبی ﷺ نے یہود کو بلوایا، وہ آئے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ یہود! تمہارے لیے خرابی ہو، اس اللہ سے ڈرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم لوگ

حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ قَالُوْا حَاشٰی لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ اِتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوْا كَذَبْتَ فَاَخْرَجَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بلاشبہ یقینی طور پر جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول برحق ہوں اور میں تمہارے پاس حق لایا ہوں' تم لوگ اسلام قبول کرو۔ یہود نے کہا: ہم اسے نہیں جانتے انہوں نے نبی ﷺ کو یہ جواب دیا۔ نبی ﷺ نے ان سے یہ بات تین بار کہی' فرمایا: عبداللہ بن سلام تم میں کس پائے کے شخص ہیں؟ یہود نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں' پوچھا: بتاؤ اگر وہ اسلام قبول کر لیں؟ انہوں نے کہا: حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ فرمایا: اگر وہ اسلام قبول کر لیں؟ یہود نے کہا: حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کر لیں' فرمایا: بتاؤ کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ یہود نے کہا: حاشا للہ کہ وہ اسلام قبول کریں۔ اب فرمایا: اے ابن سلام! ان کے پاس آؤ۔ وہ اندر سے ان کے پاس آئے اور کہا: اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم لوگ یقیناً بلاشبہ جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ حق لائے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ پس یہود کو رسول اللہ ﷺ نے نکلوا دیا۔

یہ حدیث واقعہ ہجرت کی طویل حدیث کا ایک حصہ ہے جو مفصل گزر چکی ہے' حضرت عبداللہ بن سلام کے واقعے کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

٢٠٤٩- ح: [فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِیْ اَرْبَعَةٍ]

مہاجرین اوّلین کا وظیفہ چار چار ہزار تھا

٢٠٤٩- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ فِیْ اَرْبَعَةٍ وَفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا اور ابن عمر کا ساڑھے تین ہزار تو ان سے عرض کیا گیا کہ ابن عمر مہاجرین میں سے ہیں۔ آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں مقرر کیا؟ فرمایا: اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ کہتے تھے: یہ اس کے مثل نہیں جس نے خود ہجرت کی ہو۔

مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ یعنی تحویل قبلہ سے قبل مدینہ آگئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ حضرات ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

فی اربعة

اکثر نسخوں میں فی ''اربعة'' ہے لیکن نسفی کی روایت میں فی نہیں ہے اور یہی واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر فصل میں ایک ایک ہزار مقرر تھا' فصلیں چار ہیں' مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار قسطوں میں مقرر تھا۔

اقول وهو المستعان: ''فی'' کے ہوتے ہوئے بھی کوئی خلل نہیں' معنی واضح ہے کہ چار ہزار فصلوں میں مقرر تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر کا وظیفہ اس لیے گھٹایا کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر مبارک گیارہ سال تھی' گویا وہ ہجرت میں اپنے والدین کے تابع تھے لیکن اس کے باوجود حضرات حسنین کریمین کا وظیفہ چار چار ہزار تھا۔

٢٠٥٠- ح: [تَوَاضُعُ عُمَرَ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تواضع

٢٠٥٠ - حَدَّثَنِي اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اِسْلَامُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهُ وَجِهَادُنَا مَعَهُ وَعَمَلُنَا كُلُّهُ مَعَهُ بَرَدَ لَنَا وَاِنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَبِيْ لٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ وَاَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَا بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ اَبِيْ.

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے والد نے تمہارے والد سے یہ کہا: اے ابو موسیٰ! کیا آپ کو یہ بات خوش رکھتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے حضور کے ساتھ جہاد کیا اور ہم نے حضور کے ساتھ جو کچھ بھی کیا وہ باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کیے اس میں برابر سرابر ہو کر ہم نجات پا جائیں تو میرے والد نے کہا: نہیں' بخدا! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا اور نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے اور بہت سے اچھے کام کیے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور ہم ان سب کی جزا کی امید رکھتے ہیں تو میرے والد نے فرمایا لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے! میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے باقی رہے اور جو عمل ہم نے حضور کے بعد کیا اس سے برابر سرابر نجات پا جائیں تو میں نے کہا: تمہارے والد' بخدا! بہتر ہیں میرے والد سے۔

اس روایت میں پہلی بار جو ''فقال ابی'' آیا ہے یہ خطا ہے' صحیح یہ ہے ''فقال ابوك'' اس لیے کہ اس کے بعد والا مقولہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ہے اور ''فقال ابی'' کے قائل ابن عمر ہیں اس لیے صحیح ''ابوك'' ہونا چاہیے۔ یہ حدیث ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست'' کی مصداق ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنے ان اعمال خیر پر بھی ثواب کی امید تھی جو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیے تھے' ان پر رجاء کا غلبہ تھا' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر خوف کا غلبہ تھا' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگر کسی سے خطا واقع ہوتی تو اسے متنبہ کر دیا جاتا' اس لیے عہد رسالت میں صحابہ کرام نے جو کچھ کیا اس کا مقبول ہونا عند اللہ یقینی ہے اور بعد میں اپنے اجتہاد سے جو کچھ کیا اس میں خطا کا احتمال باقی ہے اگرچہ اجتہادی امور میں خطا پر بھی ثواب کا وعدہ ہے مگر۔۔۔

ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

غلبہ خوف کی بناء پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ نے وہ فرمایا۔ اللہ عزوجل کی شان جلال و جبروت کے تصور کے وقت خاصان خدا غلبہ خوف کی حالت میں بہ طور عجز و نیاز جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اس کی دلیل نہیں کہ واقعی انہوں نے غلطیاں کی ہیں جنہیں دلیل بنا کر ان پر طعن کیا جائے۔ وکم له من نظير

٢٠٥١- ح: [بَيْعَةُ عُمَرَ مِنْهُ]

حضرت عمر رضی اللہ کی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت

٢٠٥١ - عَنْ اَبِي عُثْمَانَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهُ هَاجَرَ قَبْلَ اَبِيْهِ يَغْضَبُ قَالَ فَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَى الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِيْ عُمَرُ وَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ فَاَتَيْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَيْهِ يُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهُ ثُمَّ بَايَعْتُهُ.

ابو عثمان سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے سنا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے' انہوں نے کہا: میں اور حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور کو قیلولہ کرتے ہوئے پایا' پھر ہم اپنے ٹھکانے پر لوٹ آئے' کچھ دیر کے بعد حضرت عمر نے مجھ کو بھیجا اور کہا: جاؤ دیکھو! کیا حضور جاگ گئے تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور سے بیعت کر لی' پھر میں حضرت عمر کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ حضور جاگ گئے ہیں' اب ہم دونوں حضور کی جانب دوڑتے ہوئے چلے' خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے حضور سے بیعت کی' پھر میں نے بیعت کی۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی تھی اس لیے جب کوئی یہ کہتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو خفا ہوتے' لوگوں کی غلط فہمی کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت ابن عمر نے اپنے والد سے قبل ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اسی سے کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ ہجرت سے پہلے کی ہے' یہ بیعت کون سی تھی' اس بارے میں شارحین کا اختلاف ہے' کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد بیعت رضوان تھی۔ کتاب المغازی میں تفصیل کے ساتھ ہے کہ حضرت ابن عمر نے بیعت رضوان اپنے والد سے پہلے کی تھی' پھر والد کے بعد بھی کی لیکن بیعت رضوان پہلے کرنے کی وجہ سے ہجرت پہلے کرنے کا شبہہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ ہجرت کے چھ سال کے بعد ہوئی' غالباً یہ کوئی خاص بیعت تھی جو مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی اور یہ قتال پر نہیں تھی' اس لیے کہ ہجرت کے وقت حضرت ابن عمر کی عمر اتنی کم تھی کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے' اس لیے کہ ہجرت کے تین سال کے بعد غزوۂ احد کے موقع پر ان کو قتال کے لیے پیش کیا گیا تو حضور نے انہیں اجازت نہیں دی' اس کی تفصیل گزر چکی۔

٢٠٥٢- ح: [عِلَالَةُ عَائِشَةَ فِي الْمَدِيْنَةِ]

مدینہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ کی علالت

٢٠٥٢- قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ عَلٰى اَهْلِهِ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَيْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ

حضرت براء نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے ساتھ ان کے اہل کے پاس گیا تو ان کی صاحبزادی عائشہ کو دیکھا کہ لیٹی ہوئی ہیں انہیں بخار ہو گیا ہے' میں نے ان کے والد کو دیکھا کہ انہوں نے ان

کے رخسار پر بوسہ دیا اور پوچھا: کیسی ہے تو اے بٹیا؟

۲۰۵۳- ح: [خَضَبَ اَبُوْبَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حنا کا خضاب لگایا

۲۰۵۳ - عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِيْ اَصْحَابِهٖ اَشْمَطُ غَيْرَ اَبِيْ بَكْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور حضور کے اصحاب میں سوائے حضرت ابوبکر کے کوئی ایسا نہیں تھا جس کے کچھ بال سفید ہوں انہوں نے اس کو حنا اور وسمہ سے رنگا۔

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ صحابہ میں حضرت ابوبکر سے زیادہ عمر والا کوئی نہیں تھا، انہوں نے حنا اور وسمہ کا بالوں پر خضاب لگایا یہاں تک کہ ان کا رنگ تیز سرخ ہو گیا۔

وسمہ کا خضاب لگانا حرام ہے

اس کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں، غالباً خالص وسمہ کا خضاب حرام ہے جس سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر مہندی میں یا کتم میں وسمہ کی تھوڑی مقدار ہو کہ غلبہ مہندی کے رنگ کو رہے تو ممنوع نہیں۔

کتم

کرمانی نے کہا کہ یہ وسمہ ہے، تلویح میں ہے کہ ایک پہاڑی درخت ہے جسے حنا میں ملا کر خضاب لگایا جاتا ہے جس سے بالوں کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہندی ہی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ زرد ہے، اس قول پر سرے سے اشکال ہی نہیں اس لیے کہ حرام وہ خضاب ہے جس سے بال کالے ہو جائیں۔

۲۰۵۴- ح: [تَزْوِيْجُ اَبِيْ بَكْرٍ امْرَاَةً مِنْ كَلْبٍ]

[حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بنی کلب کی ایک عورت سے شادی کرنا]

۲۰۵۴- عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِيْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے بنی کلب کی ایک عورت سے شادی کی جس کو ام بکر کہا جاتا تھا۔ جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دی پھر اس سے اس کے چچا کے لڑکے نے شادی کر لی اس شاعر نے جس نے کفار قریش کے مرثیہ میں یہ قصیدہ کہا ہے:

وَمَا ذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ
تُحَيِّيْ بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ
وَهَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامٍ

اور بدر کے کنویں پر کتنے پڑے ہیں
عمدہ پیالے جو اونٹ کی کوہان سے مزین ہیں
بدر کے کنویں میں کتنی پڑی ہیں
گانے والیاں اور باعزت پینے والے
ام بکر سلامی کا پیغام دیتی ہے
اور میری قوم کے مارے جانے کے بعد کیا میرے لیے سلامتی ہے؟

يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّهَامٍ

رسول ہم سے بیان کرتے ہیں کہ ہم زندہ کیے جائیں گے اور کھوپڑیوں کو زندگی کیسے ملے گی؟

بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (ص ۵۵۸)

نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

۲۰۵۵ - عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَكَانُوْا يُقْرِئُوْنَ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَسَعْدٌ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِيْ عِشْرِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْتُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَعَلَ الْاِمَاءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰى قَرَاْتُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ (الاعلیٰ:۱) فِيْ سُوَرٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم آئے اور یہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے' پھر حضرت بلال اور سعد اور عمار بن یاسر آئے' پھر حضرت عمر بن خطاب بیس صحابہ کے ساتھ آئے' پھر نبی ﷺ تشریف لائے' میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر خوش ہوئے یہاں تک کہ باندیاں کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آئے' حضور کے تشریف لانے سے پہلے ہی میں نے ''سبح اسم ربك الاعلیٰ'' کو مفصل کی صورتوں میں سے یاد کر لی تھی۔

سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچنے والے ابوسلمہ بن عبدالاسد ہیں لیکن یہ از خود مشرکین کے خوف سے بھاگ کر مدینہ پہنچے تھے اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ انصار کرام کی درخواست پر حضور اکرم ﷺ کے حکم سے سب سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔

قرآن کریم کے اخیر ساتویں جز کو مفصل کہا جاتا ہے جس کی ابتداء سورۂ حجرات سے ہے' حجرات سے سورۂ بروج تک طوال مفصل اور اس کے بعد سورۂ بینہ تک اوساط مفصل اور اس کے بعد سے اخیر تک قصار مفصل۔

۲۰۵۶- ح:

منیٰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا چاہا تو حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ نے روک دیا

۲۰۵۶- اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِيْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِيْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تُمْهِلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ وَاِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن عوف اپنے اہل کے پاس واپس آئے اور وہ منیٰ میں تھے حضرت عمر کے اخیر حج میں تو مجھے وہاں موجود پایا' عبدالرحمٰن نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المومنین! حج کے موقع پر ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں' میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ ٹھہر جائیں یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچیں اس لیے کہ وہ دارالہجرت والسنۃ ہے اور وہاں سمجھ دار شریف

النَّاسِ وَذَوِیْ رَأْیِهِمْ فَقَالَ عُمَرُ لَاَقُوْمَنَّ فِیْ اَوَّلِ مَقَامٍ اَقُوْمُهُ بِالْمَدِیْنَةِ.

لوگ اور عقل والے اکٹھے ہوں گے تو حضرت عمر نے کہا: میں مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المحاربین۔ باب: رجم الحبلٰی من الزنا ص ۱۰۰۹، کتاب الاعتصام۔ باب: ماذکر النبی ﷺ ص ۱۰۸۹، مسند امام احمد۔ ج ۱ ص ۵۵)

کتاب المحاربین میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اخیر حج کیا تو اس موقع پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب حضرت عمر کی وفات ہو جائے گی تو میں فلاں کی بیعت کروں گا یعنی خلیفہ بناؤں گا، حضرت ابوبکر کی بیعت بھی اچانک ہوئی تھی اور وہ کامیاب ہوئی، اس پر حضرت عمر کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شام کو میں لوگوں میں خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتے ہیں، اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے وہ مشورہ دیا جس کی پوری تفصیل کتاب المحاربین میں آئے گی۔

۲۰۵۷- ح: [اِجَازَةُ الْوُقُوْفِ لِلْمُهَاجِرِیْنَ بَعْدَ الْحَجِّ ثَلَاثَةُ اَیَّامٍ بِمَکَّةَ]

حج کے بعد مکہ میں مہاجرین کو تین دن رہنے کی اجازت ہے

۲۰۵۷- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَیْدٍ الزُّهْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ یَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ اُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِیْ سُکْنٰی مَکَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِیَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدْرِ.

عمر بن عبدالعزیز نے نمر کے بھانجے سائب سے پوچھا: مکہ میں ٹھہرنے کے بارے میں تم نے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے علاء بن حضرمی سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طواف صدر کے بعد مہاجرین کے لیے تین دن تک ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ کتاب الحج، ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ)

جن حضرات نے قبل فتح مکہ ہجرت کر لی تھی انہیں مکہ میں ٹھہرنا جائز نہیں تھا، صرف حج اور عمرہ کے لیے اجازت تھی، وہ بھی قید کے ساتھ منیٰ سے واپسی کے بعد صرف تین دن ٹھہریں گے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں تھی۔ یہی جمہور کا مذہب ہے، بعض حضرات نے کہا کہ فتح مکہ کے بعد مہاجرین کو بھی مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں تھی، فتح مکہ تک کسی مہاجر کو یہ اجازت نہیں تھی کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور سکونت اختیار کرے، ہر مسلمان پر واجب تھا کہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ سکونت پذیر رہے، حضور اقدس ﷺ کی حمایت اور اپنے جان و مال و دین کی حفاظت کے لیے، فتح مکہ کے بعد یہ وجوب ختم ہو گیا۔

بَابٌ (ص ۵۶۰)

باب

۲۰۵۸- ح:

سنہ اسلامی کی ابتداء ہجرت سے ہوئی ہے

۲۰۵۸- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَبْعَثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَفَاتِهٖ مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِیْنَةَ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے تاریخ کا شمار نبی ﷺ کی بعثت یا وصال سے نہیں کیا بلکہ لوگوں نے (آپ کے) مدینہ آنے کے وقت سے شمار کیا۔

علامہ ابن جوزی نے امام شعبی سے روایت کیا کہ جب بنی آدم کی کثرت ہوئی اور وہ دنیا میں پھیل گئے تو حضرت آدم کے دنیا میں

تشریف لانے کے وقت سے تاریخ شمار کی جاتی تھی' پھر طوفان نوح سے' پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے آگ میں ڈالے جانے کے وقت سے' پھر یوسف علیہ السلام کے زمانے سے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج کے وقت سے' پھر داؤد علیہ السلام کے زمانے سے' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے' عرب والے مشہور لڑائیوں سے وقت کی تعیین کرتے تھے مثلاً جنگ بسوس کے سال یا اس سے دو سال پہلے یا تین سال بعد' یہی حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے چار ابتدائی سالوں میں رہا' جب فتوحات کثیر ہوئیں اور بہ کثرت دستاویز لکھے جانے لگے تو طرح طرح کی گڑبڑ پیدا ہوئی مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط پیش ہوا جس میں شعبان لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا: یہ کون شعبان ہے؟ اس سال کا یا گزشتہ یا آنے والا' حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور اس بارے میں ان سے مشورہ کیا' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات سے سال کی گنتی شروع کی جائے۔ حضرت طلحہ نے کہا کہ حضور کی بعثت سے شروع کی جائے' کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور کے یوم پیدائش سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہجرت سے شروع کی جائے' اسی نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا ہے' پھر کس مہینہ سے پہلا سال شروع کیا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رجب سے' حضرت طلحہ نے کہا: رمضان سے' حضرت علی نے فرمایا کہ محرم سے اس لیے کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے' اسی پر سب کی رائے متفق ہوئی' جس سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اس سال کے محرم سے پہلا سن ہجری شروع ہوا' اسی پر عملدرآمد ہے' کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آئندہ سال کے محرم سے شروع ہوا مگر یہ مرجوح ہے۔

بَابُ اِتْيَانِ الْيَهُوْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ (ص ٥٦١)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود کا آنا' جب حضور مدینہ تشریف لائے

﴿هَادُوْا﴾ (البقرۃ:٦٢) صَارُوْا يهوداً وَاَمَّا قَوْلُهُ ﴿هُدْنَا﴾ (الاعراف:١٥٦) تُبْنَا هَائِدٌ: تَائِبٌ...... ''ھادو'' کے معنی ہے یہودی ہو گئے اور ''ھُدنا'' کا معنی یہ ہے کہ ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ ھائد کے معنی رجوع ہونے والا' توبہ کرنے والا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: ''وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا'' (النساء:٤٦) اس آیت میں ''هَادُوْا'' کے معنی ہیں یہودی ہو گئے۔ سورہ اعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی: ''وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ'' اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ افادہ فرمایا کہ اس آیت میں ''ھُدنا'' کے معنی تائب توبہ کرنے والے کے ہیں۔ یہ ''ھادو یھود'' سے امر ہے جس کے معنی ''رجع یرجع'' کے ہیں۔ اسی سے ''ھائد'' آتا ہے تائب کے معنی میں۔

٢٠٥٩- ح: [لَوْ اٰمَنَ بِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِيَ الْيَهُوْدُ]

(اس ارشاد کی توجیہ:) اگر مجھ پر دس یہودی ایمان لاتے تو سب یہودی ایمان لاتے

٢٠٥٩- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِيَ الْيَهُوْدُ. (مسلم۔ کتاب التوبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر مجھ پر دس یہود ایمان لاتے تو سب یہود ایمان لاتے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ دس ہی نہیں بلکہ سینکڑوں یہود خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں مشرف باسلام ہوئے' پھر یہ فرمانا کیسے درست ہے۔ شارحین نے اس کے دو جوابات دیے ہیں: مراد یہ ہے کہ میرے مدینہ آمد سے پہلے یا مدینہ تشریف لاتے

ہی دس یہود مسلمان ہو گئے ہوتے تو سب یہود مسلمان ہو جاتے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مراد وہ دس رؤساء یہود ہیں جن کا ذکر سورہ مائدہ میں ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ کل یہود انہیں دس کے تابع تھے اگر وہ دسوں مشرف باسلام ہو جاتے تو ان کے متبعین بھی ہو جاتے' کعب احبار کی روایت میں ہے کہ اگر بارہ مسلمان ہو جاتے تو سب مسلمان ہو جاتے۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام' بنو نضیر سے ابو یاسر بن اخطب' اور اس کا بھائی حی بن اخطب' کعب بن اشرف' رابع بن ابی الحقیق' اور بنی قینقاع میں سے عبداللہ بن حنیف اور فنحاص' رفاصہ بن زید' بنی قریظہ میں سے زبیر بن باطیا' کعب بن اسد' اور شمویل بن زید۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابونعیم نے دلائل میں ذکر کی ہے کہ فرمایا: اگر مجھ پر زبیر بن باطیا اور اس جیسے یہود کے رؤسا اسلام لاتے تو سب یہود مسلمان ہو جاتے مگر مشیّت ایزدی کہ ان میں سے صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو اسلام کی توفیق ہوئی۔

٢٠٦٠- ح: [اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوْا اَجْزَاءً كِتَابَ اللّٰهِ]

اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کے کئی حصے کر ڈالے

٢٠٦٠ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوْهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ اہل کتاب ہیں جنہوں نے کتاب اللہ (قرآن) کے کئی حصے کر ڈالے اس کے بعض پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورہ حجر۔ باب: قوله الذين جعلوا القرآن عضين ص ٦٨٣' دوطریقے سے)

سورۂ حجر میں فرمایا گیا تھا: ''اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ'' جنہوں نے قرآن کو تکے بوٹی کر لیا' اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے قرآن کے جن مضامین کو اپنے نفس کے موافق پایا ان کو مانا اور جنہیں اس کے خلاف پایا اس سے کفر کیا' ''عضين' عضة'' کی جمع مذکر سالم حالت نصب میں ہونے کی وجہ سے یاء کے ساتھ اعراب ہے۔ ''عضة'' کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔

بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ (ص ٥٦٢)

حضرت سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کا بیان

٢٠٦١ - عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ اَنَّهٗ تَدَاوَلَهٗ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَبٍّ اِلٰى رَبٍّ.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں دس سے اوپر آقاؤں نے یکے بعد دیگرے لیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی پوری تفصیل نزہۃ القاری' ج ٣ ص ٦١٤' تعلیق: ٢٢٠٤ کے تحت گزر چکی ہے' یہاں رب سے مراد آقا ہے' وہ دین حق کی تلاش میں گھر سے نکلے' یکے بعد دیگرے دس سے زائد پادریوں کے پاس رہے' اخیر میں عموریہ کے پادری نے بتایا کہ اب دین حق پر روئے زمین میں کوئی نہیں' عنقریب نبی آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں' ان کے شہر کی یہ یہ نشانیاں ہیں اور ان کی خاص نشانیاں یہ تین ہیں: وہ صدقہ نہیں کھاتے' ہدیہ کھاتے ہیں' ان کے شانوں کے بیچ مہر نبوت ہے' پوری تفصیل نزہۃ القاری' ج ٣ ص ٦١٤' پر دیکھیں۔

٢٠٦٢- ح: [سَلْمَانُ مِنْ رَامَهُرْمُزَ]

حضرت سلمان رامہرمز کے باشندے تھے

٢٠٦٢ - عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ يَقُوْلُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں رامہرمز کا باشندہ

اَنَا مِنْ رَامُهُرْمُزَ. ہوں۔

رامہر مز عراق عرب کے قریب فارس کی ایک بستی کا نام ہے۔ نزہۃ القاری' ج ۳ ص ۴۶۱' تعلیق: ۴۲۲ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اصفہان کے ایک دیہات جَی کا باشندہ ہوں' میرے والد وہاں کے زمیندار تھے' ہو سکتا ہے کہ یہ دیہات رامہرمز کے توابع میں سے ہو' رامہرمز کوئی بڑا شہر رہا ہو۔

۲۰۶۳- ح: [زَمَانُ فَتْرَةٍ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ]

زمانہ فترت چھ سو سال ہے

۲۰۶۳- عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ فَتْرَةٌ بَیْنَ عِیْسٰی وَمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین انقطاع نبوت کا زمانہ چھ سو سال ہے۔

زمانہ فترت میں کوئی نبی مبعوث ہوا یا نہیں؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس میں نص ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا لیکن فتح الباری اور عینی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمانہ فترت میں ایک نبی حنظلۃ بن صفوان اصحاب الرس کی جانب مبعوث ہوئے تھے' یہ اولاد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تھے' نیز ان دونوں نے بحوالہ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ خالد بن سنان کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں' حضور نے ان کے لیے اپنا کپڑا بچھایا اور فرمایا کہ یہ ایک نبی کی بیٹی ہیں جنہیں ان کی قوم نے ضائع کر دیا' حضرت عطاء سے بہ روایت ابن عباس یہ بھی مروی ہے کہ یہ بہت بوڑھی تھیں اور یہ مکہ میں فتح مکہ کے وقت حاضر ہوئی تھیں۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ زمانہ فترت میں ایک نبی مبعوث ہوئے تھے جن کا نام شعیب بن مہزم تھا اور یہ معد بن عدنان کے زمانے میں اہل عرب کی طرف مبعوث ہوئے تھے لیکن ان روایتوں کے معارض بخاری اور مسلم کی یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ'' [1] میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ تاویل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں نبی سے مراد رسول ہیں اور یہ لوگ رسول نہیں تھے' صرف نبی تھے جو کسی رسول کی شریعت کی جانب دعوت دیتے تھے' اس حدیث میں نبی سے مراد رسول ہے' اس پر سورہ مائدہ کی یہ آیت دلیل ہے' فرمایا گیا: ''یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ'' (المائدہ:۱۹) اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارے یہ رسول اس وقت تشریف لائے جب مدتوں رسولوں کا آنا بند رہا اور تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ زمانہ فترت چھ سو سال ہے' اس مدت کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا کہ پانچ سو چھیاسٹھ سال ہے اور کلبی سے روایت ہے کہ پانچ سو چالیس سال اور ایک قول یہ ہے کہ چار سو سال۔ خازن میں ہے کہ پانچ سو پچھتر سال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مطابقت

پہلی حدیث کو باب سے یوں مطابقت ہے کہ حضرت سلمان فارسی تلاش حق میں ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف منتقل ہوتے رہے تب کہیں جا کر گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ دوسری حدیث میں یہ مناسبت ہے کہ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ میں اصل باشندہ ایران کا ہوں'

---

[1] بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتب مریم اذانتبذت من اهلها۔ ج ۲ ص ۴۸۹

حق کی تلاش میں وطن سے بے وطن ہوا تب کہیں جا کر اسلام نصیب ہوا تیسری حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٦٤ - كِتَابُ الْمَغَازِى (ص ۵٦٣)

[غزوات کا بیان]

''مَغَازِیْ''، ''مَغْزٰی'' کی جمع ہے یہ اصل میں مصدر بھی ہے، کہتے ہیں ''غـزٰی یَغْزُو غزوًا ومغزیً ومغزاۃً'' اور یہ اسم ظرف بھی ہے، یہاں مصدر ہونا متعین ہے اس کے اصل معنی ہیں دشمن پر حملہ کرنا' چڑھائی کرنا' یہاں مراد حضور اقدس ﷺ کے غزوات ہیں۔ غزوات کی تعداد کتنی ہے اس میں اختلافات ہیں' کسی نے کہا: انیس' کسی نے کہا: سولہ' جن میں سے آٹھ میں لڑائی ہوئی وہ یہ ہیں: بدر' احد' احزاب' مُریسیع' خدیبیہ' خیبر' مکہ' حنین۔ سرایا کی تعداد سینتیس ہے۔ یہ ابن اسحٰق کا قول ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ سینتالیس' پہلا سریہ' سریہ حمزہ بن عبد المطلب' یا سریہ عبیدہ بن حارث ہے اور آخری سریہ اُسامہ بن زید ہے جسے مرض وصال میں روانہ فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ بلقاء اور داروم تک جانا جو ارض فلسطین میں ہے۔ اصحاب سیر نے اس لشکر کو جس میں حضور اقدس ﷺ بہ نفس نفیس شریک ہوئے غزوہ کہا اور جس میں خود شریک نہ ہوئے کسی صحابی کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اسے سریہ اور بعث کہا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ (ص ۵٦٣) — غزوہ عُشیر یا عُسیرہ کا بیان

ت ۵۹۹ - قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ.

ابن اسحاق نے کہا: نبی ﷺ نے سب سے پہلا غزوہ ابواء پر کیا' پھر بواط پر' پھر عشیرہ پر۔

امام محمد بن اسحاق ائمہ تابعین سے ہیں' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے' مدنی الاصل تھے' پھر بغداد آ بسے' وہیں ۱۵۰ھ میں وفات فرمائی اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے جو آج مشہد ابوحنیفہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ امام بخاری نے صحیح میں ان کے قول سے استشہاد فرمایا ہے اور اپنی کتاب قراءت خلف الامام میں ان کی روایت بھی لی ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے روایت کی ہے' چاروں ائمہ کے نزدیک وہ قابل احتجاج ہیں' آج کل دیوبندی ان پر طرح طرح کی جرحیں کرتے ہیں اور ان کو ساقط الاعتبار کرنے کی کوشش کرتے ہیں صرف اس ضد پر کہ ابوداؤد کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ خطبہ کی اذان حضور اقدس ﷺ اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی انہیں سے مروی ہے۔ دیوبندیوں کی ان ہرزہ سرائیوں کا رد بلیغ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے ''وقاية اهل السنه عن اهل العناد والفتنه'' میں کما حقہ فرما دیا ہے۔ جس کا بہ قدر ضرورت اختصار عزیز سعید جناب مولانا عبد الحق صاحب سلمہ' استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بانی دار العلوم قادریہ رضا میموریل گونڈہ نے اپنی کتاب (اذان خطبہ کہاں ہو) میں ذکر کر دیا ہے۔

غزوۂ ابواء

امام محمد بن اسحاق اور امام واقدی دونوں اس پر متفق ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جو رسول اللہ ﷺ نے کیا وہ غزوۂ ابواء ہے جس کو غزوہ وَدَّان بھی کہا جاتا ہے جہاں ہجرت کے بعد بارہویں مہینہ کے شروع ماہ صفر میں نکلے تھے اور مدینہ پر سعد بن عبادہ کو حاکم بنایا تھا' اطلاع ملی تھی کہ قریش کا قافلہ جارہا ہے اسی کے ارادے سے نکلے تھے' نیز مقصد یہ تھا کہ وہاں کنانہ کی ایک شاخ بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف رہتی تھی' ان سے خیر سگالی کا معاہدہ کرلیں' قریش کا قافلہ تو نہیں ملا مگر بنی ضمرہ سے معاہدہ فرما کر واپس آگئے۔

ابواء

مکہ مدینہ کے مابین ایک بستی ہے جو بہ نسبت مکہ کے مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ فرع کے ملحقات میں سے ہے۔ وَدَّان' ابواء سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

غزوۂ بُواط

ذی خشب کے اطراف میں جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو مدینہ طیبہ سے تین برید یا اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر ہے' اس غزوہ میں حضور ۲ھ کے ربیع الاول میں تشریف لے گئے تھے دو سو مجاہدین ہم راہ تھے' علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے' یہ اطلاع ملی تھی کہ امیہ بن خلف سو افراد اور پانچ سو اونٹوں کے ساتھ گزر رہا ہے لیکن ملاقات نہ ہوسکی' وہاں حضور نے ربیع الآخر کے پورے مہینہ اور کچھ جمادی الاولیٰ میں قیام فرمایا۔

غزوۂ عُشیرہ

اس میں دونوں قول ہیں بڑی شین کے ساتھ بھی چھوٹی شین کے ساتھ بھی' اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام جارہا ہے' عشیرہ تک گئے' وہاں پورے جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ کے کچھ دنوں میں قیام فرمایا۔ بنی مدلج اور ان کے خلفاء سے معاہدہ امن و اتحاد کر کے مدینہ طیبہ واپس آگئے' عشیرہ ینبوع کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے' اس غزوہ میں علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔

٢٠٦٤- ح: [كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ]

نبی ﷺ نے کتنے غزوے کیے؟

٢٠٦٤ - عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ كُنْتُ اِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِيْلَ لَهُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيْلَ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَاَيُّهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعُشَيْرُ اَوِ الْعُسَيْرَةُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرَةُ.

ابو اسحاق نے کہا: میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پہلو میں تھا' ان سے پوچھا گیا: نبی ﷺ نے کتنے غزوے کیے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: انیس' ان سے پوچھا گیا: حضور کے ساتھ آپ کتنے غزووں میں شریک رہے تو انہوں نے کہا: سترہ میں' میں نے پوچھا: ان میں سب سے پہلا کون تھا؟ تو انہوں نے کہا: عُشیرہ یا عُسیرہ' پھر میں نے قتادہ سے ذکر کیا تو انہوں نے عشیرہ بتایا۔

(بخاری۔ باب: حجة الوداع ص ۶۳۲' باب: کم غزا النبی ﷺ ص ۶۴۲' مسلم۔ کتاب المغازی' کتاب المناسک ترمذی۔ کتاب الجہاد)

غزوات کی تعداد

حضور اقدس ﷺ کے غزوات کی تعداد کتنی ہے' اس میں مختلف اقوال ہیں' کسی نے سولہ کہا' کسی نے انیس کسی نے ستائیس کسی نے

ستائیس اور سریے سینتالیس' غزوۂ عشیرہ پہلا غزوہ نہیں اس سے قبل دو یا تین غزوے ہو چکے ہیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں جس پہلے غزوے میں شریک ہوا وہ عشیر یا عسیرہ ہے۔

غزوات کی تعداد کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں' بعض حضرات نے سرایا اور غزوات ملا کر سو سے زیادہ تعداد بتائی ہے' تعداد کے اختلافات کی بنیاد اس پر بھی قائم ہے کہ بعض غزوات بعض کے متصل بلکہ اس کے تابع ہیں جیسے غزوۂ بنی قریظہ' غزوہ خندق کے اور غزوۂ وادی القریٰ' غزوۂ خیبر کے اور غزوۂ طائف اوطاس کے۔ جن حضرات نے ان سب کو دو شمار کیا ان کے نزدیک تعداد بڑھ گئی اور جن لوگوں نے ایک شمار کیا ان کے نزدیک تعداد گھٹ گئی' ان غزوات میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن میں مقصود لڑائی نہیں تھی بلکہ مدینہ طیبہ کے ارد گرد کے باشندوں کے ساتھ عہد و پیمان تھا' اس کا شدید خطرہ تھا کہ دینی عصبیت کی بنا پر یہ سارے قبائل بھڑک اٹھتے یا انہیں قریش بھڑکا دیتے تو بڑی دشواریاں پیش آتیں اس لیے حضور اقدس ﷺ نے ابتداء میں بہت سے سفر اسی مقصد کے لیے کیے تھے' انہیں بھی غزوات سے تعبیر کر دیا گیا۔

غزوات کی بنیاد

جب حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو قریش کو بہت برا لگا' انہوں نے خود چھیڑ خوانی کی ابتدائی کی۔ حضور اقدس ﷺ کے مدینہ طیبہ پہنچنے کے چند ہی دنوں کے بعد کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر ڈاکہ ڈالا' حضور اقدس ﷺ اس کا تعاقب فرماتے ہوئے صفران تک پہنچے جو بدر کے نواح میں ہے' کرز بچ نکل گیا' اسی کو بدر اولیٰ کہا جاتا ہے' پھر قریش نے انصار کو لکھا: تم نے محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہے انہیں مدینہ سے نکال دو' جس کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے قریش کی تادیب کے لیے ضروری سمجھا کہ قریش کے قافلوں کو گھیرا جائے تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہم سے چھیڑ خوانی انہیں سستی نہیں پڑے گی' اسی سلسلے میں کئی ابتدائی غزوات اور سریے ہوئے ہیں۔

بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ (ص ٥٦٣) — واقعہ بدر

٢٠٦٥ - اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ۔

عبد اللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ سے سنا' فرماتے تھے: سوائے تبوک کے کسی غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضری سے محروم نہیں رہا۔ ہاں! بدر میں بھی شریک نہیں ہو سکا' مگر بدر میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی پر عتاب نہیں ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلے کے ارادہ سے نکلے تھے یہاں تک کہ اللہ نے حضور اور حضور کے دشمنوں کے درمیان بغیر وعدے کے جمع فرما دیا۔

بدر

مدینہ طیبہ سے اسی میل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے جسے بدر بن یخلد بن نذر بن کنانہ نے کھدوایا تھا۔ جنگ بدر اسی کنویں کے پاس ١٧ رمضان ٢ھ میں ہوئی تھی' اس کا سبب یہ ہوا جیسا کہ ابھی گزرا کہ قریش نے اہل مدینہ کو دھمکی بھی دی تھی اور مدینہ پر انہوں نے حملے بھی شروع کر دیے تھے جس سے خطرہ محسوس ہوا اور حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام قریش کے قافلوں کی تاک میں رہنے لگے' مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں عقل آ جائے اور ریشہ دوانی اور مدینہ طیبہ پر حملے سے باز رہیں کیونکہ قریش کی زندگی کا مدار

تجارت تھی' ان کی سب سے بڑی تجارت گاہ شام تھی جس کا راستہ مدینہ کے قریب سے تھا' قریش کو تنبیہ کرنی تھی کہ اگر تم اپنی حرکت سے باز نہیں آؤ گے تو تمہارے تجارتی قافلے سلامت نہیں رہیں گے۔

سریۂ عبداللہ بن جحش

اسی سلسلے کی کڑی یہ بھی تھی' ۲ھ کے رجب میں یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے' حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو کچھ سواروں کے ساتھ بھیجا' نخلہ میں دونوں کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے قافلے پر حملہ کر دیا' قافلے کے کچھ افراد مارے گئے اور کچھ قید ہوئے اور سارے اموال مال غنیمت بنے۔ مقتولین میں عبداللہ بن حضرمی بھی تھا جو عامر بن حضرمی راہب کا بھائی تھا۔ یہ واقعہ ۳۰ رجب کو ہوا تھا' اس کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہنچی تو قریش آگ بگولہ ہو گئے' عامر بن حضرمی راہب نے اپنے بھائی کے قتل کی دہائی دی اور ابوجہل وغیرہ کو قصاص پر آمادہ کیا' اتفاق کی بات کہ حضرت ابوسفیان جو اس وقت کافر تھے ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ شام تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے' اس کاروانِ تجارت میں مکہ کے جس مرد یا عورت کی کچھ حیثیت تھی سب نے اپنا مال لگا دیا تھا' اب یہاں غور طلب ایک بات یہ ہے کہ آخر قریش کو ایسی کیا ضرورت آن پڑی تھی کہ اپنا سارا سرمایا لگا دیا تھا' اس کا امکان قوی ہے کہ قریش نے یہ طے کیا ہو کہ اس کے نفع سے جنگی ساز و سامان کر کے مدینہ طیبہ پر حملہ کریں گے' ایسی صورت میں اگر حضور اقدس ﷺ نے اس قافلے کا قصد فرمایا تو کوئی قابل اعتراض نہیں بلکہ دوراندیشی کا مقتضیٰ یہی تھا۔

رمضان میں اطلاع ملی کہ ابوسفیان اس قافلے کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ تین سو کچھ افراد کے ساتھ اس قافلے کی تاک میں نکلے' ابوسفیان کو پہلے ہی سے خطرہ تھا' انہوں نے جاسوس لگا دیئے تھے' ان کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے مکہ معظمہ اطلاع بھیجی۔ جنجاہ بن عمرو غفاری کو مکہ معظمہ بھیجا' اس نے جا کر مکہ والوں کو قافلہ بچانے پر ابھارا' ادھر عامر بن حضرمی نے آگ لگا رکھی تھی جس کے نتیجہ میں ابوجہل کی سرکردگی میں ایک ہزار منتخب افراد مسلح ہو کر پورے ساز و سامان کے ساتھ چلے۔

ادھر حضرت ابوسفیان عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کی طرف مڑ کر بچ نکلے' انہوں نے ابوجہل وغیرہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ میں بحفاظت مکہ معظمہ پہنچ گیا ہوں تم لوگ واپس آ جاؤ لیکن ابوجہل نہیں مانا' بالآخر جنگ ہوئی اور قریش کو ذلت آمیز شکست ہوئی' ان کے ستر سربرآوردہ افراد مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جنگ بدر میں حضور اقدس ﷺ لڑائی کی نیت سے نہیں نکلے تھے مقصود صرف قافلہ تھا اسی لیے افراد بھی بہت تھوڑے تھے اور اسلحہ بھی بہت کم تعداد میں۔ شبلی صاحب نے سیرت النبی میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس ﷺ قافلے کی نیت سے نہیں نکلے تھے بلکہ ابوجہل کے لشکر کی آمد سن کر اس سے جنگ کے ارادے سے نکلے تھے مگر یہ صرف ان کا قیاس ہے' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان کے رد کے لیے کافی ہے۔

بَابٌ [الانفال: ۹۔ ۱۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی (اور فرمایا:) میں صف بستہ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا ○ یہ اللہ نے صرف تمہاری خوشی کے لیے کیا اور تا کہ تمہارے دل کو چین حاصل ہو جائے اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے' بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے ○ جب اس

لِيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ○ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○﴾

(الانفال:۹-۱۳).

نے تم کو اونگھ سے گھیر دیا جو اس کی طرف سے چین تھی اور آسمان سے تم پر پانی برسایا تا کہ تمہیں پاک وصاف کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے ○ جب (اے محمد!) تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو میں جلد ہی کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا ○ تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ ○ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ○

۲۰۶۶- ح:

حضرت مقداد بن اسود کی عرض

۲۰۶۶ - سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لِأَنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَىٰ اذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلَٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے مقداد بن اسود سے ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میرے منہ سے نکلتی تو مجھے اس کے مقابلے میں ہر چیز سے زیادہ پیار ہوتی۔ نبی ﷺ کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور حضور لوگوں کو مشرکین سے لڑنے کے لیے دعوت دے رہے تھے تو مقداد نے عرض کیا: ہم وہ نہیں کہیں گے جو قوم موسیٰ نے کہا تھا: آپ اور آپ کا رب جائیں اور لڑیں۔ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے تو میں نے دیکھا نبی ﷺ کو کہ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ باب: فاذهب انت وربك فقاتلا ص ۶۶۳' نسائی۔ کتاب التفسیر)

حضور اقدس ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان بچ کر نکل گئے اور ابوجہل لشکر جرار لے کر آرہا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا' حضرت ابوبکر و حضرت عمر وغیرہ مہاجرین نے جاں نثاری کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا' اسی موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے وہ عرض کیا تھا مگر حضور اقدس ﷺ کا روئے سخن انصار کرام کی طرف تھا اس لیے کہ انصار کرام نے عہد یہ کیا تھا کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے گا تو ہم حضور کا ساتھ دیں گے لیکن مدینہ سے نکل کر کسی پر حملہ کرنے کے لیے کوئی معاہدہ نہ تھا' انصار کرام سمجھ گئے' اس پر ایک انصاری نے کہا: اے انصار! رسول اللہ ﷺ تمہارا عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے عرض کیا: ہم وہ نہیں کہتے جو موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جائیں لڑیں ہم یہاں بیٹھے رہیں گے' اگر آپ برک الغماد تک جائیں گے تو ہم حضور کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔

بَابٌ (ص ۵۶۴)

باب

۲۰۶۷- ح: [لَا يَسْتَوِي أَهْلُ بَدْرٍ]

بدر کے شرکاء اور غیر شرکاء

وَالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ]

برابر نہیں

٢٠٦٧ - اَنَّهٗ سَمِعَ مِقْسَمًا مَّوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء: ٩٥) عَنْ بَدْرٍ وَالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیۂ کریمہ: ''لایستوی القاعدون من المومنین'' کی تفسیر میں فرمایا: بدر میں شریک نہ ہونے والے اور شریک ہونے والے برابر نہیں۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر باب لایستوی القاعدون من المومنین ص ٦٦١، ترمذی۔ کتاب التفسیر)

اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ بدر کے شرکاء بقیہ تمام صحابہ کرام اور پوری امت سے افضل ہیں۔

بَابُ عِدَّةِ اَصْحَابِ بَدْرٍ (ص ٥٦٤)

اصحاب بدر کی تعداد

٢٠٦٨ - عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيْفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْاَنْصَارُ نَيِّفٌ وَّاَرْبَعُوْنَ وَمِائَتَانِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اور ابن عمر یوم بدر کم عمر ہونے کی وجہ سے نہیں لیے گئے اور مہاجرین یوم بدر ساٹھ سے کچھ اوپر تھے اور انصار دو سو چالیس سے کچھ اوپر۔

٢٠٦٩- ح: [اَصْحَابُ بَدْرٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا عِدَّةَ اَصْحَابِ طَالُوْتَ]

اصحابِ بدر کی تعداد اصحابِ طالوت کے برابر ہے

٢٠٦٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِىْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّهُمْ كَانُوْا عِدَّةَ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَازُوْا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ اِلَّا مُؤْمِنٌ. (اسی کے بعد مزید اور دو طریقے سے ہے)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے تھے: بدر میں شریک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اصحاب بدر ان اصحاب طالوت کے برابر تھے جنہوں نے اس کے ساتھ دریا پار کیا تھا تین سو دس سے کچھ زیادہ، حضرت براء نے کہا: طالوت کے ساتھ دریا صرف مومنوں ہی نے پار کیا تھا۔

''نیف'' دہائیوں کے درمیانی عدد کو نیف کہا جاتا ہے۔ ''بضع'' تین سے لے کر نو تک کو کہا جاتا ہے، اصحاب بدر کی تعداد تین سو تیرہ ہے، لڑائی میں صرف تین سو چھ شریک تھے، سات افراد میں کچھ وہ تھے جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لیے مقرر فرمایا تھا اور کچھ حضرات وہ تھے جنہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا تھا جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سخت علیل تھیں، ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان کو مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا، اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو قافلہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا، حضرت ابولبابہ، حضرت عاصم بن عدی، اور حارث بن حاطب کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم صادر فرمایا تھا، اسی طرح اور افراد تھے، ان کی مجموعی تعداد آٹھ تھی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد تین سو انیس تھی، یہ اختلاف اس پر ہے کہ کچھ کم عمر صحابہ کرام جنگ بدر میں شریک تھے، کچھ لوگوں نے ان کو شمار نہیں کیا اس بنا پر کہ وہ قتال کے لائق نہیں تھے اور نہ انہوں نے قتال کیا، جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا آپ بدر میں شریک تھے؟ انہوں نے فرمایا: میں بدر سے کیسے

غائب رہتا' ان کی مراد یہ ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا' اسی طرح حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں بدر کے موقع پر صحابہ کرام کو پانی پلاتا تھا۔

اصحاب بدر کی تعداد درج ذیل آئی ہے: تین سو تیرہ' یہی مشہور ہے' تین سو چودہ' تین سو پندرہ' تین سو سترہ' تین سو انیس۔ قتال میں تین سو پانچ یا چھ افراد شریک ہوئے۔ یہ اختلاف اس پر محمول ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شمار کیا انہوں نے تین سو چھ کہا اور جنہوں نے صرف صحابہ کرام کو شمار کیا انہوں نے تین سو پانچ کہا' آٹھ افراد وہ تھے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے جنہیں حضور اقدس ﷺ نے مدینہ طیبہ رہنے کا حکم دیا یا قافلہ کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا' ان لوگوں کا شمار اصحاب بدر میں ہے' انہیں رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ بھی دیا تھا۔

بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ (ص٥٦٥)

ابوجہل کے قتل کا بیان

٢٠٧٠ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ اَتٰی اَبَا جَهْلٍ وَبِهٖ رَمَقٌ یَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن وہ ابوجہل کے پاس آئے اور اس کی کچھ سانس باقی تھی تو ابوجہل نے کہا: یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل کیا۔

اس سے قبل گزر چکا کہ ابوجہل کو عفراء کے بیٹوں نے زخمی کر کے گرا دیا تھا' اخیر وقت میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کے سر کو کاٹا اور خدمت اقدس میں لا کر پیش کیا' اس وقت ابوجہل نے یہ کہا تھا کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ تم نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کیا اور نہ اس میں کوئی فخر کی بات۔

٢٠٧١- ح: [مَنْ قَتَلَ اَبَا جَهْلٍ]

ابوجہل کو کس نے قتل کیا؟

٢٠٧١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهٗ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ قَالَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ (وَفِیْ رِوَايَةٍ) هَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ.

حضرت انس نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: کوئی دیکھ آوے ابوجہل کا کیا حال ہوا تو حضرت ابن مسعود گئے تو اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے مار کر ٹھنڈا کر دیا تھا' پوچھا: تو ابوجہل ہے؟ پھر انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑی تو ابوجہل نے کہا کہ کیا بڑی بات ہے کہ ایک شخص کو تم نے قتل کیا یا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ابوجہل نے یہ کہا: ''وَلَوْ غَيْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِیْ'' (کاش کہ کاشتکار کے علاوہ کسی اور نے مجھے قتل کیا ہوتا)۔

یہاں ''اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ'' ہے دوسرے نسخے میں ''انت اباجهل'' ہے' بلکہ ٥٧٣ پر جو روایت ہے اس میں صرف ایک نسخہ ''انت اباجهل'' ہے یہ اس بنا پر ہے کہ بعض لغات میں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ قتل مثقل میں قصاص ہے کہ نہیں تو فرمایا: نہیں ''وَاِنْ رَمَاهُ بِاَبَا قُبَيْسٍ'' اگرچہ وہ کوہ ابوقبیس سے مار ڈالا گیا' اس پر آج کل کے غیر مقلدین اپنی جہالت اور اسلاف دشمنی کے نتیجے میں اعتراض کرتے ہیں بلکہ ایک جاہل نے یہاں تک لکھ دیا کہ انہیں عربی زبان بھی نہیں آتی تھی۔ ان جاہل بدباطنوں کو بخاری کی یہ روایت دکھا دینی چاہیے ''قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ'' یعنی حضرت انس کی اس حدیث میں عام راویوں نے ''انت ابا جهل'' روایت کیا ہے'

لیکن احمد بن یونس نے ''انت ابو جهل'' واؤ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٢٠٧٢ - عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي بَدْرٍ يَعْنِي حَدِيثَ اِبْنَيْ عَفْرَاءَ.

صالح بن ابراہیم عن ابیہ عن جدہ بدر کے بارے میں روایت کرتے ہیں یعنی عفراء کے دونوں بیٹوں کی حدیث

٢٠٧٣- ح: [اَوَّلُ مَنْ يَحْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

قیامت کے دن فیصلے کے لیے اللہ کے حضور سب سے پہلے کون کھڑا ہوگا؟

٢٠٧٣ - عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَحْثُوا بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَفِيهِمْ اُنْزِلَتْ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ.

قیس بن عباد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ قیامت کے دن فیصلہ کے لیے رحمٰن کے حضور سب سے پہلے میں گھٹنے کے بل کھڑا ہوں گا اور قیس بن عباد نے کہا کہ انہیں کی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے: یہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں لڑائی کی' کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن ایک دوسرے کے مقابل ہوئے: حمزہ اور علی اور عبیدہ یا ابوعبیدہ بن حارث اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ اور ولید بن عتبہ۔

(اس کے بعد تین طریقے سے' کتاب التفسیر۔ باب: هٰذان خصمان اختصموا في ربهم ص ٦٩٤' دو طریقے سے۔ نسائی۔ کتاب التفسیر)

جنگ بدر میں قریش کی طرف سے سب سے پہلے مقابلے کے لیے شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے' ان کے مقابلے کے لیے انصار کرام میں سے تین صاحب گئے تو شیبہ نے کہا: ہم کاشتکاروں سے لڑنے نہیں آئے ہیں' اے محمد! ہمارے برابر کے لوگوں کو ہم سے لڑنے کے لیے بھیج۔ اس پر حضرت حمزہ' حضرت علی' حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب نکلے' شیبہ کو حضرت حمزہ نے اور عتبہ کو حضرت علی نے قتل کر ڈالا' ولید نے حضرت عبیدہ کی ٹانگ پر تلوار ماری جس سے ان کی ٹانگ کٹ گئی' پھر حضرت علی اور حمزہ نے بڑھ کر ولید کو قتل کر ڈالا۔

چونکہ بدر اسلام میں حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا اور اس معرکہ میں یہ چھ افراد سب سے پہلے مقابلے میں آئے' اس پر حضرت علی نے وہ فرمایا کہ میں مجاہدین اسلام میں سب سے پہلے اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہو کر اپنا معاملہ پیش کروں گا اور حضرت ابن عباد نے یہ جو کہا کہ آیہ کریمہ: ''هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ'' ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ خود حضرت علی نے فرمایا ہے کہ یہ آیۂ کریمہ ہم لوگوں کے بارے میں اتری ہے' نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جیسا کہ بعد کی روایتوں میں ہے۔

٢٠٧٤- ح: [اَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا؟]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے؟

٢٠٧٤- عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ حَقًّا.

ابواسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت براء سے پوچھا اور میں سن رہا تھا: کیا حضرت علی بدر میں شریک ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ کھل کر شریک ہوئے اور حق کو خوب ظاہر فرمایا۔

٢٠٧٥- ح: [فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ بِاَرْبَعَةٍ]

جنگ بدر میں مارے گئے

وَّعِشْرِيْنَ مَقْتُوْلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ]

چوبیس مشرکین کو کنویں میں ڈالا گیا

۲۰۷۵ - عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ قَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ لِبَدْرٍ الْيَوْمُ الثَّالِثُ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰى وَاتَّبَعَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا مَا نُرٰى يَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِهِمْ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَتَصْغِيْرًا وَنَقِيْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا.

ہم سے حضرت انس بن مالک نے کہا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے دن بدر کے سرداروں میں سے چوبیس کے بارے میں حکم دیا کہ وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنویں میں ڈال دیے جائیں جو گندا گھناؤنا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب ہوتے تو وہاں تین دن قیام فرماتے۔ جب بدر کے بعد تیسرا دن ہوا تو سواری پر کجاوہ کسے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد پیدل چلے اور حضور کے پیچھے صحابہ کرام چلے اور صحابہ نے کہا: ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ اپنی کسی ضرورت سے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور ان کفار کا اور ان کے والد کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا: اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلان! کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا بلاشبہہ ہم نے اسے حق پایا' کیا تم نے بھی اسے حق پایا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا؟ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! جو میں فرما رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ قتادہ نے کہا: اللہ نے ان کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ حضور کا قول انہیں سنایا تو بیخ کے لیے ذلیل کرنے کے لیے اور سزا کے لیے' ندامت کے لیے' حسرت کے لیے۔

۲۰۷۶-ج: [﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم:۲۸)]

آیۂ کریمہ: جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناسپاسی سے بدل دیا (ابراہیم:۲۸) کی تفسیر

۲۰۷۶ - عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ ﴿وَاَحَلُّوْا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیۂ کریمہ: "الذی بدلوا نعمة الله كفرا" جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے کفر اختیار کیا کی تفسیر میں کہا: وہ بخدا! کفار قریشی ہیں۔ عمرو نے اپنی روایت میں کہا: یہ قریش ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ اور انہوں نے

قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ النَّارُ يَوْمَ بَدْرٍ.

اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچا دیا۔ بوار سے مراد جہنم ہے یعنی بدر کے دن انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچایا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ باب: الم تر الی الذین بدلوا نعمة الله ص ۶۸۲' نسائی۔ کتاب التفسیر)

سورۂ ابراہیم میں فرمایا گیا: ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ'' کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر لا اتارا وہ جو دوزخ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد کفار قریش ہیں اور نعمۃ اللہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قریش نے اللہ کی نعمت یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا جس کے نتیجے میں بدر کے دن اپنی قوم کو تباہی کے گھر جہنم میں پہنچایا۔

بَابٌ (ص ۵۶۷) — باب

ت ٦٠٠- وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرُوْا مُرَارَةَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعُمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ الْاُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا.

اور کعب بن مالک نے کہا: لوگوں نے مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی کا ذکر کیا' یہ دونوں نیک شخص تھے جو بدر میں شریک ہوئے۔

کچھ لوگوں نے مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ کے بارے میں یہ کہا کہ یہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' ان کے رد کے لیے امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ذکر کیا' یہ حدیث طویل کا ایک ٹکڑا ہے جو غزوۂ تبوک میں مفصل آ رہی ہے۔

۲۰۷۷- ح: [سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بَدْرِيٌّ] — سعید بن زید بن عمرو بدری تھے

۲۰۷۷- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ اِلَيْهِ بَعْدَ اَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جمعہ کے دن ذکر کیا گیا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل جو بدری تھے بیمار ہیں تو دن چڑھنے کے بعد سوار ہو کر وہاں گئے جمعہ کے قریب اور جمعہ چھوڑ دیا۔

غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اطلاع ملی ہوگی کہ حضرت سعید کی حالت بہت نازک ہے' اس لیے انہوں نے جمعہ چھوڑا اور انہیں دیکھنے کے لیے گئے' ان کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا' یہ حضرت عمر کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور بہنوئی بھی۔

ت ٦٠١- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَاهُ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَاْمُرُهُ اَنْ يَّدْخُلَ عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ فَيَسْاَلُهَا عَنْ حَدِيْثِهَا وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اِسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ اَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کی حدیث پوچھیں اور یہ پوچھیں کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا تھا تو حضور نے کیا جواب دیا تھا؟ تو عمر بن عبد اللہ بن ارقم نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ سبیعہ بنت حارث نے خبر دی کہ وہ سعد بن خولہ کی زوجیت میں تھیں اور یہ بنی عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھے اور بدر

بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِي أَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّينَ النِّكَاحَ وَإِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي.

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب: اولاتِ الاحمال اجلهن ص ٨٠٢)

کے شرکاء میں سے تھے کہ حجۃ الوداع میں ان کے شوہر کی وفات ہوگئی' اس وقت وہ حاملہ تھیں' شوہر کی وفات کے تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوگیا' جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو بناؤ سنگھار کرنے لگیں منگنی کرنے والوں کے لیے اس حال میں ان کے پاس ابوسنابل بن بعکک بنی عبدالدار کے ایک صاحب گئے اور ان سے کہا: تو منگنی کرنے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کر رہی ہے نکاح کرنا چاہتی ہے اور بخدا! تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک تجھ پر چار مہینے دس دن نہ گزر لیں۔ سبیعہ نے کہا: جب انہوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت پورے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی اور میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضور نے حکم دیا کہ جس وقت تو نے وضع حمل کیا اسی وقت تو حلال ہوگئی اور مجھے نکاح کی اجازت دے دی اگر میرا جی چاہے۔

ت ٦٠٢ - أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا أَخْبَرَهُ.

بنی عامر بن لوی کے آزاد کردہ غلام محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان نے مجھے خبر دی کہ محمد بن ایاس بن بکیر نے انہیں یہ خبر دی اور ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

بَابُ شُهُودِ الْمَلٰئِكَةِ بَدْرًا (ص ٥٦٩)

فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا

٢٠٧٨- ح: [أَهْلُ بَدْرٍ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ]

اصحابِ بدر تمام مسلمانوں سے افضل ہیں

٢٠٧٨ - عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّونَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ.

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت ہے اور یہ اہل بدر سے تھے کہ جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور پوچھا: آپ لوگ اہل بدر کو اپنے میں کس درجہ میں شمار کرتے ہو؟ فرمایا: تمام مسلمانوں سے افضل لوگوں میں یا اسی کے مثل کوئی کلمہ کہا' جبریل نے کہا: اور ایسے ہی ان فرشتوں کو جو بدر میں شریک ہوئے۔

''کان ابوہ'' کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع معاذ ہیں' مطلب یہ ہوا کہ معاذ کے والد رفاعہ بن رافع اہل بدر سے ہیں' اس حدیث کے راوی بھی یہی ہیں یہ بدر اور تمام مشاہد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے اور جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے حضرت معاویہ کی ابتداء امارت میں واصل بحق ہوئے' ان کے والد رافع بدر میں شریک نہیں ہوئے مگر یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور بارہ نقیبوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔

٢٠٧٩- ح: [رِفَاعَةُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ]

رفاعہ اصحاب بدر سے ہیں

٢٠٧٩ - عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِّنْ اَهْلِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِاِبْنِهٖ مَا يَسُرُّنِيْ اَنِّيْ شَهِدْتُّ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَاَلَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

حضرت معاذ بن رفاعہ رافع سے روایت ہے اور رفاعہ اہل بدر سے تھے اور رافع اہل عقبہ سے وہ اپنے لڑکے سے کہتے تھے کہ عقبہ میں شریک ہونا بہ نسبت بدر کی شرکت سے مجھے زیادہ پسند ہے تو انہوں نے کہا کہ جبریل نے نبی ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا۔

بہت سے صحابہ کرام عقبہ کی شرکت کو بدر کی شرکت سے افضل سمجھتے تھے انہیں میں حضرت رافع بھی تھے اس لیے کہ بیعت عقبہ ہی اس کی بنیاد بنی کہ حضور اقدس ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے جو اسلام کی ساری ترقیوں کی بنیاد ہے لیکن صحیح اور راجح یہ ہے کہ بدر کی شرکت عقبہ کی شرکت سے بھی افضل ہے۔

٢٠٨٠- ح: [جَاءَ جِبْرِيْلُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَعَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ]

حضرت جبریل علیہ السلام مسلح ہوکر جنگ بدر میں شریک ہوئے

٢٠٨٠ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ.

(کتاب المغازی۔ باب: غزوئہ احد ص٥٧٨)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یوم بدر فرمایا: یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں ان کے اوپر ہتھیار ہے۔

بدر میں ملائکہ کا حاضر ہونا اور قتال کرنا یقینی طور پر ثابت ہے ملائکہ میں سے حضرت جبریل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل کی شرکت ثابت ہے حضرت میکائیل نبی ﷺ کے دائیں طرف تھے وہیں حضرت ابوبکر بھی تھے اور اسرافیل بائیں طرف جہاں حضرت علی تھے امام احمد ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے روایت کی مجھ سے اور ابوبکر سے یوم بدر کہا گیا کہ تم میں سے ایک ساتھ جبریل ہیں اور ایک کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔

باب غزوۂ احد میں یہی حدیث ابراہیم بن موسیٰ سے اسی سند کے ساتھ مذکور ہے وہاں یوم بدر کے بجائے یوم احد ہے یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح یوم بدر ہے۔

بَابٌ (ص٥٧٠)

باب

٢٠٨١- ح: [اَبُوْ زَيْدٍ بَدْرِيٌّ]

ابوزید اصحابِ بدر سے تھے

٢٠٨١ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَاتَ اَبُوْ زَيْدٍ وَلَمْ يَتْرُكْ عَقِبًا وَكَانَ بَدْرِيًّا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوزید نے انتقال کیا اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور یہ بدری تھے۔

حضرت ابوزید کا نام قیس بن سکن ہے حضرت انس کے چچا انصاری صحابی ہیں یہ ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن جمع فرمایا جیسا کہ گزرا۔

٢٠٨٢- ح: [قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ بَدْرِيٌّ]

قتادہ بن نعمان اصحابِ بدر میں سے ہیں

٢٠٨٢ - عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَهْلُهُ لَحْمًا مِنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلِهٖ حَتّٰى اَسْئَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰى اَخِيْهِ لِاُمِّهٖ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ حَدَثَ بَعْدَكَ اَمْرٌ نَقْضٌ لِمَا كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْاَضْحٰى بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سفر سے آئے تو ان کے سامنے ان کے اہل نے قربانی کا گوشت رکھا' تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ پوچھ لوں۔ وہ اپنے علاتی بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس آئے اور وہ بدری تھے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے بعد ایسی صورت پیدا ہوگئی جس نے اس حکم کو ختم کر دیا جس کی بناء پر تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا منع تھا۔

(بخاری۔ کتاب الاضاحی۔ باب: مایوکل من لحوم الاضاحی ص٨٣٥)

حضرت قتادہ کی آنکھ کا واقعہ

حضرت قتادہ بن نعمان تمام مشاہد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' یوم احد ان کی آنکھ میں ایک تیر آکر لگا جس سے ان کے ایک آنکھ کا ڈھیلا نکل کر چہرہ پر لٹک گیا' لوگوں نے اسے کاٹ ڈالنا چاہا' وہ اپنے آنکھ کے ڈھیلے کو ہاتھ میں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' حضور نے پوچھا: اے قتادہ! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: وہی ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں' فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور اگر چاہو تو اس کو اپنی جگہ ٹھیک کر دوں اور اللہ سے دعا کروں تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بے شک جنت جزاء جزیل اور عطاء جمیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں کہ عورتوں سے محبت کرتا ہوں اور میرے عقد میں ایک عورت ہے جس سے میں محبت کر رہا ہوں مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے اس حال میں دیکھے تو کہیں مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیلے کو گڑھے میں رکھ کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا' وہ بالکل ٹھیک ہوگئی اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کو جمال عطا فرما' یہ ان کی آنکھ دوسری آنکھ سے جمیل تر و حسین تر ہوگئی اور کبھی پھر بیمار نہ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بھی دعا کی۔

(عمدۃ القاری ج١٧ ص١٠٦۔١٠٧)

تین دن تک قربانی کا گوشت رکھنا

ابتداء میں جب عسرت اور تنگدستی تھی تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن جب فراخی اور خوشحالی آگئی تو اجازت مرحمت فرمادی گئی' یہی جمہور کا مذہب ہے۔

٢٠٨٣- ح: [قَتْلُ الزُّبَيْرِ اَبَا ذَاتِ الْكَرِشِ]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ابوذات الکرش کو قتل کرنا

٢٠٨٣ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ الزُّبَيْرُ لَقِيْتُ يَوْمَ بَدْرٍ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا يُرٰى مِنْهُ اِلَّا عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنٰى اَبُوْ ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْكَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْكَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ بِالْعَنَزَةِ فَطَعَنْتُهٗ فِيْ عَيْنِهٖ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَاُخْبِرْتُ اَنَّ الزُّبَيْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّاْتُ فَكَانَ الْجُهْدُ اَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰى

حضرت عروہ نے کہا کہ حضرت زبیر نے کہا: بدر کے دن میرے سامنے عبیدہ بن سعید بن عاص آیا اور وہ پورے ہتھیاروں سے لیس تھا' صرف اس کی دونوں آنکھیں نظر آتی تھیں' اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی تو اس نے کہا: میں ابوذات الکرش ہوں' میں نے اس پر برچھی سے حملہ کیا اور اس کی آنکھ میں مارا' اس کے صدمے سے وہ مر گیا۔ ہشام نے کہا: مجھے خبر دی گئی کہ زبیر نے کہا: میں نے اپنا پاؤں اس پر رکھا' پھر دونوں ہاتھوں سے کھینچا' پوری طاقت

طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَةُ فَسَأَلَهُ إِيَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ أَبُوْ بَكْرٍ سَأَلَهَا إِيَّاهُ عُمَرُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ عَلِيٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتّٰى قُتِلَ.

صرف کر کے میں نے اسے نکالا' اس کے دونوں کنارے مڑ گئے تھے۔ عروہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے یہ برچھی ان سے مانگ لی تو انہوں نے خدمت اقدس میں پیش کر دی' جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو زبیر نے وہ برچھی لے لی' پھر حضرت ابوبکر نے اسے مانگا تو انہیں دے دی' پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر نے اسے مانگا تو انہیں دے دی' پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو لے لیا' پھر حضرت عثمان نے مانگا تو انہیں دے دی' جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو حضرت علی کی آل کے پاس رہی جن سے عبداللہ بن زبیر نے مانگ لی' تو ان کی شہادت کے وقت تک انہیں کے پاس رہی۔

٢٠٨٤- ح: [سَالِمٌ بَدْرِيٌّ]

حضرت سالم اصحاب بدر سے تھے

٢٠٨٤ - **اَخْبَرَنِیْ** عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنّٰى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيْهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَنّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنّٰى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيْرَاثِهِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ (الاحزاب:٥) فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

ام المومنین حضرت عائشہ نبی ﷺ کی رفیقہ حیات سے روایت ہے کہ ابوحذیفہ ان لوگوں میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے انہوں نے سالم کو متبنّٰی بنا لیا تھا اور اپنی بھتیجی ولید بن عتبہ کی بیٹی ہند سے ان کا نکاح کر دیا تھا۔ سالم ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے زید کو متبنّٰی بنا لیا تھا اور جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو متبنّٰی بناتا تو لوگ اسی کی طرف نسبت کر کے اس کو پکارتے اور وہ اس کی میراث پاتا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے یہ آیت کریمہ اتاری: ان (متبنّٰی کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو) اس کے بعد سہلہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں' اور پوری حدیث بیان کی۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: الاکفاء فی الدین ص ٧٦٢)

سالم بن معقل ایک انصاری خاتون ثبیتہ کے آزاد کردہ غلام تھے جنہیں حضرت حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے متبنّٰی بنا لیا تھا۔ متبنّٰی کی حیثیت زمانہ جاہلیت میں حقیقی بیٹے کے بہ منزلہ تھی' وہ حقیقی بیٹے کی طرح گھر میں رہتا' جب آیہ کریمہ نازل ہوئی: ''ادعوھم لآبآئھم'' تو حضرت حذیفہ کی بیوی سہلہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد بھی سالم حسب سابق میرے پاس آتے جاتے ہیں جسے ابوحذیفہ ناگوار سمجھتے ہیں' تو حضور نے ارشاد فرمایا: اسے دودھ پلا دے' تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ ڈاڑھی والے ہیں' فرمایا: اسے دودھ پلا دو' تمہارے اور اس کے درمیان حرمت ثابت ہو جائے گی' پھر ابوحذیفہ کو سالم کا تمہارے پاس آنا جانا ناگوار نہ ہوگا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

''فذکر الحدیث'' سے امام بخاری رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے دو یا ڈھائی سال سے زائد عمر والے کے دودھ پینے سے حرمت

رضاعت ثابت نہیں ہوتی، مگر حضور اقدس ﷺ نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر جوان ہو کر دودھ پی لینے سے حرمت رضاعت کے ثابت ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔

۲۰۸۵- ح: [وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ؟]

اور ہم میں ایک نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟

۲۰۸۵- عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ.

ربیع بنت معوذ نے کہا: جس رات میرا زفاف ہوا اس کی صبح کو نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے فرش پر ایسے ہی بیٹھے جیسے تم بیٹھے ہو اور کچھ چھوٹی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آباء کا احوال جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے گا رہی تھیں کہ ایک لڑکی نے یہ گایا: اور ہم میں ایک نبی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ نہ گاؤ اور پہلے جو تم گا رہی تھیں وہی گاؤ۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: ضرب الدف فی النکاح والولیمہ ص ۷۷۳، ابوداؤد۔ کتاب الادب، ترمذی۔ کتاب النکاح، ابن ماجہ)

یہاں "من اٰبائھن" ہے اور کتاب النکاح میں "من اٰبائی" ہے، دونوں میں منافات نہیں، ہوسکتا ہے کہ یہ لڑکیاں وہ ہوں کہ ان کے آباء بدر میں شہید ہوئے ہوں، ان کا بھی تذکرہ کیا ہو۔

ربیع بنت معوذ کے آباء میں سے جو شہید ہوئے ہیں ان کا بھی ذکر ہو یا یہ لڑکیاں ان کی ہم قبیلہ تھیں، اور پر دونوں کا نسب مل جاتا ہو، بدر میں کوئی ایسا بزرگ شہید ہوا ہو جو دونوں کے آباء میں شامل ہو۔ بدر میں ربیع کے والد معوذ اور ان کے چچا عوف یا عوذ شہید ہوئے تھے اور خزرج سے ان کے قریبی رشتہ دار حارثہ بن سراقہ، وہابی اس حدیث سے یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔ تبلیغی نصاب میں یہ حدیث ذکر کر کے یہ چکر لگا دیا ہے کہ کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا، یہ ان کا جزاف ہے۔ اگر ممانعت اسی بناء پر ہوتی تو حضور صاف صاف فرما دیتے کہ یہ مت کہو کیونکہ میں علم غیب نہیں جانتا۔

غور طلب یہ بات ہے وہابیوں کے عقیدے کے مطابق کسی مخلوق کے لیے اگر چہ وہ نبی ہو علم غیب کا اعتقاد شرک ہے، شرکیہ بات سن کر یہ بعید ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس پر صراحت کے ساتھ تنبیہ نہ فرمائیں، یہ منع کرنا صرف اس بنا پر تھا یہ لڑکیاں جاں نثاروں کا ذکر کر رہی تھیں جسے زیادہ پسند فرمایا، بہ نسبت اپنے ذکر کے۔

۲۰۸۶- ح: [سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ بَدْرِيٌّ]

سہل بن حنیف اصحاب بدر سے تھے

۲۰۸۶- حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَنْفَذَهُ لَنَا ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ مَعْقِلٍ اَنَّ عَلِيًّا كَبَّرَ عَلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ فَقَالَ اِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا.

ابن معقل نے کہا: حضرت علی نے سہل بن حنیف کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، اور فرمایا: یہ بدر میں شریک تھے۔

اس حدیث کی سند میں یہ ہے "انفذہ لنا ابن الاصبھانی" مطلب یہ ہے کہ ابن الاصبہانی یہ حدیث لکھ کر سفیان بن عیینہ کے پاس بھیجی تھی، ابن عیینہ نے یہ حدیث ابن الاصبہانی سے براہ راست نہیں سنی تھی، سابقاً گزر چکا کہ جمہور کے نزدیک کتابت مثل سماع ہے۔ ابن الاصبہانی کا نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ تھا۔

٢٠٨٧- ح: [خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ بَدْرِيٌّ]

٢٠٨٧ - اَخْبَرَنِىْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ تَاَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ يَوْمِيْ هٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْ بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّيْ عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَّ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.

خنیس بن حذافہ اصحاب بدر سے تھے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حفصہ بنت عمر خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہوگئیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور مدینہ طیبہ میں وفات پائی تھی، حضرت عمر نے کہا: میں نے عثمان بن عفان سے ملاقات کی اور میں نے ان پر حفصہ کو پیش کیا، میں نے کہا: اگر تم چاہو تو حفصہ بنت عمر سے تمہارا نکاح کر دوں، انہوں نے کہا: میں اپنے معاملہ میں غور کروں گا میں کئی دن رکا رہا، پھر انہوں نے کہا: میری رائے یہی ہے کہ میں اس وقت نکاح نہیں کروں گا، حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے حضرت ابوبکر سے ملاقات کی اور ان سے کہا: اگر تم چاہو تو حفصہ بنت عمر کا تم سے نکاح کر دوں حضرت ابوبکر خاموش رہے اور مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ مجھے ان کے اوپر عثمان سے بھی زیادہ غصہ آیا، میں کچھ دن رکا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے لیے پیغام دیا تو میں نے حفصہ کا نکاح حضور سے کر دیا، اس کے بعد ابوبکر مجھ سے ملے اور کہا: شاید تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو جب تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور میں نے تم کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، میں نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا: تمہاری پیش کش کے بارے میں کوئی جواب دینے سے مجھے اس بات نے روکا تھا کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتا تھا۔ اگر حضور ان سے شادی نہ کرتے تو میں انہیں قبول کر لیتا۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: عرض الانسان ابنتہٗ او اختہٗ علی اهل الخیر ص ٧٦٧، باب: من قال لانکاح الابولی ص ٧٧٠، کتاب التفسیر۔ باب: ترك الخطبة ص ٧٧٣، نسائی۔ کتاب النکاح)

خنیس بن حذافہ سہمی

یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں، حبشہ کی جانب بھی ہجرت کی، پھر مدینہ طیبہ کی طرف، تمام اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ بدر میں بھی شریک ہوئے اور احد میں بھی، جنگ احد میں ان کو ایک کاری زخم لگا جس کے صدمہ سے مدینہ طیبہ میں وفات پا گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے پچیس یا تیس ماہ کے بعد نکاح فرمایا تھا اور احد کا واقعہ ہجرت کے اکتیس ماہ کے بعد رونما ہوا اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت خنیس اس زخم سے واصل بحق ہوئے جو احد میں انہیں لگا تھا بلکہ یہ زخم ان کو بدر میں لگا تھا اور احد سے قبل ہی یہ وفات پا چکے تھے۔

۲۰۸۸- ح: [أَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيُّ وَ فَضْلُ الْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ]

ابومسعود بدری صحابی ہیں اور سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت

۲۰۸۸- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُهٗ فَحَدَّثَنِيْهِ.

عبدالرحمٰن بن یزید علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابومسعود بدری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو رات میں پڑھے وہ دونوں اسے کافی ہیں، عبد الرحمٰن نے کہا: اس کے بعد میں ابومسعود سے ملا، وہ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے اور میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔

(بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: فضل البقرة ص۷۴۹، باب: من لم یر باسا ان یقول، سورة البقرة والسورة كذا۔ ص ۷۵۳، باب: فی كم يقرأ القرآن وقول الله تعالى فاقرؤا ماتيسر منه ص ۷۵۵، مسلم، ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ، ترمذی، نسائی۔ کتاب فضائل القرآن، ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ)

کفتاہ

''کفتاہ'' یعنی جسے قیام اللیل کا موقع نہ ملے اس کے لیے یہ دونوں آیتیں کافی ہیں یا مراد یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کی برکت سے اس رات ناگوار باتوں سے حفاظت رہے گی۔

۲۰۸۹- ح: [عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ شَهِدَ بَدْرًا]

عتبان بن مالک بدر میں شریک تھے

۲۰۸۹- اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مجھے محمود بن ربیع نے خبر دی: بے شک عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ انصار کے ان صحابہ کرام میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔

۲۰۹۰- ح: [عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ شَهِدَ بَدْرًا]

عامر بن ربیعہ بدر میں شریک تھے

۲۰۹۰- اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَكَانَ مِنْ اَكْبَرِ بَنِیْ عَدِیٍّ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے مجھے خبر دی اور یہ بنی عدی کے سب سے معمر بزرگ تھے اور ان کے والد بدر میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور یہ بدر میں شریک تھے اور یہ عبداللہ بن عمر اور حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

۲۰۹۱- ح: [رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ شَهِدَ بَدْرًا]

رفاعہ بن رافع بدر میں شریک تھے

۲۰۹۱- سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد لیثی نے کہا: میں نے رفاعہ

اللَّيْثِيَّ قَالَ رَأَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا.

بن رافع انصاری کو دیکھا ہے اور یہ بدر میں شریک تھے۔

٢٠٩٢- ح: [مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو شَهِدَ بَدْرًا]

مقداد بن عمرو بدر میں شریک تھے

٢٠٩٢- اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِّبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَ اَقْتُلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ.

عبید اللہ بن عدی بن خیار نے خبر دی کہ مقداد بن عمرو کندی نے انہیں خبر دی اور یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: بتایئے! اگر کسی کافر سے میری مڈبھیڑ ہو جائے اور ہم آپس میں لڑیں اور وہ میرے ایک ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے، پھر مجھ سے بچنے کے لیے درخت کی پناہ لے لے، پھر کہے کہ میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا، یا رسول اللہ! اس کے اس کہنے کے بعد اسے مار ڈالوں! تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے قتل مت کر، تو مقداد نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے میرے ایک ہاتھ کو کاٹ دیا ہے، ہاتھ کاٹنے کے بعد وہ کہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل مت کر اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ تیری جگہ ہو جائے گا تیرے قتل کرنے سے پہلے اور تو اس کی جگہ ہو جائے گا قبل اس کے کہ اس نے وہ کلمہ کہا۔

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: قول اللہ تعالٰی ومن قتل مومنا متعمدا ص ١٠١٤، مسلم۔ کتاب الایمان، ابو داؤد۔ کتاب الجہاد، نسائی۔ کتاب السیر)

مقداد بن عمرو کندی

یہ مشہور ہیں مقداد بن اسود کے ساتھ، خود امام بخاری نے کتاب الطہارۃ میں مقداد بن اسود کہا ہے، ویسے ان کے والد کا نام عمرو ہے، عمرو نے بنی کندہ سے عقد حلف کر لیا تھا اس لیے کندی کہلاتے ہیں۔ اسود نے ان کو پالا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو متبنّٰی بنا لیا تھا اس لیے مقداد بن اسود کے ساتھ مشہور ہوئے، حضرت مقداد بن اسود اجلہ صحابہ کرام میں سے ہیں۔ مصر کی فتح میں شریک ہوئے اور وہیں مقام جرف میں ٣٣ھ میں وفات پائی، ان کا جنازہ مدینہ طیبہ لایا گیا، جنت البقیع میں دفن ہوئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فان قتلته

"فان قتلته" مطلب یہ ہے کہ اس نے تیرا ہاتھ اسلام قبول کرنے سے پہلے کاٹا تھا، اس نے جب اسلام قبول کر لیا تو پہلے کے سارے جرم اس کے ختم ہو گئے۔

"الاسلام يهدم ما قبلهٗ" اسلام اپنے پہلے کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے، اب تو اسے قتل کرے گا تو ایک مسلمان کو قتل کرے گا۔

٢٠٩٣- ح: [عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ

عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی

عَدِيّ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ]

اصحابِ بدر سے ہیں

٢٠٩٣ - حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ.

حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا' تو میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس چلئے تو ہمیں ان سے دو نیک مرد ملے جو بدر میں شریک ہوئے تھے' میں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: یہ عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی تھے۔

٢٠٩٤- ح: [عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةُ الْاٰلَافِ]

اصحاب بدر کا وظیفہ پانچ ہزار تھا

٢٠٩٤ - عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّيْنَ خَمْسَةَ الْاٰلَافِ خَمْسَةَ الْاٰلَافِ وَقَالَ عُمَرُ لَاُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ.

قیس (بن ابی حازم) سے روایت ہے کہ بدریوں کا وظیفہ پانچ ہزار' پانچ ہزار تھا اور حضرت عمر نے کہا: میں اہل بدر کو ان کے بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

٢٠٩٥- ح: [مَا وَقَرَ الْاِيْمَانَ فِيْ قَلْبِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ]

محمد بن جبیر کے دل میں کس چیز نے ایمان کی جگہ بنائی؟

٢٠٩٥ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ وَذٰلِكَ اَوَّلُ مَا وَقَرَ الْاِيْمَانُ فِيْ قَلْبِيْ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نماز مغرب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا' یہ پہلا موقع تھا کہ ایمان نے میرے دل میں جگہ بنائی۔

یہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے' اس وقت کافر تھے مگر ان کا دل اسی وقت اسلام کی طرف مائل ہوگیا تھا' فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔

ت٦٠٣ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ.

سعید بن مسیب نے کہا کہ پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کی شہادت واقع ہوئی اور اس نے اصحاب بدر میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا' پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ کا واقعہ ہوا تو اس نے اصحاب حدیبیہ میں سے کسی کو باقی نہیں رکھا' پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں اٹھا اور لوگوں میں بے عقل اور لاخیرے رہ گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی' اس وقت اس کے بعد بھی اصحاب بدر میں سے بہت سے حضرات موجود تھے جیسے حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم' حضرت سعید بن مسیب کا یہ فرمانا بہ اعتبار اغلب و اکثر کے ہے۔

واقعہ حرّہ

۶۲ھ یا ۶۳ھ میں ہوا اس کے بعد بھی اصحاب حدیبیہ میں سے کچھ افراد حیات تھے' یہ بھی بہ اعتبار اغلب و اکثر کے ہے' تیسرے

فتنہ سے مراد کیا ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے۔ داؤدی نے کہا کہ ازارقہ کا فتنہ ہے' ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد ابوحمزہ خارجی کا خروج ہے جو مروان الحمار کی حکومت میں ۱۳۰ھ میں پیش آیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت ہے جو مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۷۴ھ میں پیش آیا کہ حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا اور کعبہ مقدسہ پر منجنیقوں سے پتھر برسائے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا۔ طباخ کے معنی قوت اور موٹا پن کے ہیں' لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ یہ فتنہ نہیں اٹھا اور لوگوں میں موٹے مسٹنڈے لوگ رہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ ان میں نہ عقل ہے نہ خیر۔ مطلب یہ ہے کہ تیسرے فتنہ کے بعد کوئی صاحب عقل نہیں بچا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی صحابی نہیں بچا۔

ت ۶۰۴ - فَجَمِيعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

قریش کے جو لوگ بدر میں شریک تھے جن کو حصہ دیا گیا وہ سب اکاسی تھے اور عروہ بن زبیر کہتے تھے کہ زبیر نے کہا: ان کے حصے تقسیم کیے گئے تو سو تھے۔ واللہ اعلم

یہ بھی کتاب المغازی موسیٰ بن عقبہ کا حصہ ہے جو ابن شہاب سے مروی ہے' اکاسی اور سو میں تطبیق یہ ہے کہ کچھ حضرات کے پاس گھوڑے تھے تو ان کو دو حصے دیے گئے' نیز کچھ لوگ جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو رسول اللہ ﷺ نے دوسری خدمت پر مامور فرمایا تھا وہ سب ملا کر سو حصے ہوئے' جنگ میں شریک ہونے والے مہاجرین اکاسی تھے۔

بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ (ص ۵۷۴)

جامع میں جن اہل بدر کا نام لیا گیا ان کا شمار

۲۰۹۶ - اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَّوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الْقُرَشِيِّ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ حَلِيْفٌ لِقُرَيْشٍ اَبُوْ حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ الْقُرَشِيُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ خُبَيْبُ بْنُ عَدِيِّ الْاَنْصَارِيُّ خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَبُوْ لُبَابَةَ الْاَنْصَارِيُّ زُبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ اَبُوْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيُّ اَبُوْ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيُّ وَاَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ

نبی محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ' ایاس بن بکیر' بلال بن رباح ابوبکر قریشی کے آزاد کردہ غلام' حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی' حاطب بن ابوبلتعہ قریش کے حلیف' ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی' حارثہ بن ربیع انصاری یہ بدر کے دن شہید ہوگئے اور یہ حارثہ بن سراقہ ہیں اور یہ پانی کی نگرانی کرنے والوں میں تھے' خبیب بن عدی انصاری' خنیس بن حذافہ سہمی' رفاعہ بن رافع انصاری' رفاعہ بن عبدالمنذر' ابولبابہ انصاری' زبیر بن عوام قرشی' زید بن سہل' ابوطلحہ انصاری' ابوزید انصاری' سعد بن مالک زہری' سعد بن خولہ قرشی' سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی' سہل بن حنیف انصاری' ظہیر بن رافع انصاری اور ان کے بھائی عبداللہ بن عثمان' ابوبکر صدیق قرشی' عبداللہ بن مسعود ہذلی' عبدالرحمٰن بن عوف زہری' عبیدہ بن حارث قرشی' عبادہ بن صامت انصاری' عمر بن خطاب عدوی' عثمان بن عفان قرشی انہیں نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ

بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ الْقُرَشِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ الْهُذَلِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِيُّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ عُثْمَانُ بْنُ الْعَفَّانِ الْقُرَشِيُّ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِبْنَتِهٖ وَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيُّ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ الْعَنَزِيُّ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيُّ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيُّ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ مُعَوِّذُ ابْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَبُوْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيُّ وَمِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْاَنْصَارِيُّ (رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ).

چھوڑ دیا تھا اور ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا۔ علی بن ابوطالب ہاشمی' عمرو بن عوف بنو عامر بن لوی کے حلیف' عقبہ بن عمرو انصاری' عامر بن ربیعہ عنزی' عاصم بن ثابت انصاری' عویم بن ساعدہ انصاری' عتبان بن مالک انصاری' قدامہ بن مظعون' قتادہ بن نعمان انصاری' معاذ بن عمرو بن جموح' معوذ بن عفراء اور ان کے بھائی مالک بن ربیعہ' ابو اسید انصاری' مرارہ بن ربیع انصاری' معن بن عدی انصاری اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب بن عبد مناف' مقداد بن عمرو کندی بنی زہرہ کے حلیف' ہلال بن امیہ انصاری (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔

اس باب سے مقصود یہ ہے کہ جامع صحیح بخاری میں جن اصحاب بدر کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ اصحاب بدر میں سے تھے ان سب کے نام اکٹھے کر دیئے جائیں' نہ تو یہ مقصود ہے کہ بخاری میں جن جن اصحاب بدر کا تذکرہ آیا ہے ان کو بھی ان میں شامل کیا جائے اس لیے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بالاتفاق اصحاب بدر میں سے ہیں اور بخاری میں متعدد جگہ ان کا ذکر ہے مگر ان کا نام یہاں ذکر نہیں کیا اور نہ یہ مقصود ہے کہ جن اصحاب بدر سے بخاری میں کوئی حدیث مروی ہے ان کا نام لکھا جائے۔

حارثہ بن سراقہ

حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ نظارہ میں تھے' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ان افراد میں تھے جو پانی کی نگرانی پر مامور تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ طیبہ ہی میں چھوڑ دیا تھا اس کے باوجود بدر کے مال غنیمت سے ان کو حصہ دیا۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اگرچہ یہ جنگ میں شریک نہیں ہوئے مگر ان کا شمار اصحاب بدر میں ہے۔ یہ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل حکم میں مدینہ طیبہ رہ گئے۔

بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ

بنی نضیر کا قصہ اور دو شخصوں کی دیت کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی نضیر کے پاس

فِيْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا اَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٥٧٤)

تشریف لے جانا اور اس غداری کا بیان جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرنی چاہی تھی

ت٦٠٥ - قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ كَانَتْ عَلٰى رَأْسِ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مِّنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ اُحُدٍ.

عروہ سے مروی ہے کہ بنی نضیر کا قصہ واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد احد سے قبل ہوا تھا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ (الحشر:٢).

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اللہ وہی ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے حشر سے پہلے نکالا۔

ت٦٠٦ - وَجَعَلَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ بَعْدَ بِيْرِ مَعُوْنَةَ وَاُحُدٍ.

اور ابن اسحٰق نے اسے بیرمعونہ اور احد کے بعد کیا۔

غزوہ بنی نضیر کب پیش آیا؟

صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بنی نضیر احد اور بیرمعونہ کے بعد ہوا ہے اس لیے کہ بنی نضیر کے محاصرے کا سبب یہ ہوا کہ بیرمعونہ میں صحابہ کرام کو شہید کرنے والوں کے سرغنہ عامر بن طفیل نے عمرو بن امیہ کو یہ کہہ کر زندہ چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لیے میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ عمرو بن امیہ مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں بنی عامر کے دو ایسے شخص ملے جن سے رسول اللہ ﷺ نے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ عمرو بن امیہ یہ نہیں جانتے تھے کہ عمرو نے ان دونوں سے پوچھا؛ تم کس قبیلہ کے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ بنی عامر سے، یہ ان کی تاک میں رہے، جب وہ دونوں سو گئے تو عمرو نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور آ کر رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو حضور نے فرمایا: چونکہ ان دونوں نے مجھ سے معاہدہ کر رکھا تھا اس لیے مجھے ان دونوں کے قتل کی دیت دینی ہے۔

بنی نضیر اور مدینہ کے تمام یہود سے ابتداء ہی میں یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ فریقین میں سے کسی پر اگر دیت واجب ہوگی تو دونوں مل کر ادا کریں گے۔

اس معاہدہ کے مطابق حضور اقدس ﷺ بنی نضیر کے یہاں تشریف لے گئے۔ ان بدباطنوں نے یہ سازش کی کہ اوپر سے حضور کے سر پر پتھر گرا کر ہلاک کر دیا جائے، حضور اقدس ﷺ ان کے اس ارادہ فاسد پر مطلع ہو گئے اور وہاں سے چلے آئے اور بنی نضیر کا محاصرہ فرما لیا۔ بنی نضیر نے عاجز آ کر اس شرط پر صلح کر لی کہ ہم اپنے جو اموال و اسباب ساتھ لے جا سکیں ساتھ لے جانے دیا جائے ہم اپنی بستی خالی کر دیتے ہیں۔ اسی کے مطابق بنی نضیر نے اپنی بستی خالی کر دی اور اپنے ساتھ جتنے مال و اسباب لے جا سکے لے گئے بنی نضیر کے جو بقیہ اموال تھے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے جیسا کہ گزر چکا۔

حضور اقدس ﷺ نے احد کے بعد صفر میں بیرمعونہ کی جانب قاریوں کو بھیجا تھا اس لیے ثابت ہوا کہ بنی نضیر کا قصہ احد اور بیرمعونہ کے بعد پیش آیا۔

٢٠٩٧- ح: [ذِكْرُ قُرَيْظَةَ]

قریظہ کا قصہ

٢٠٩٧ - عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو نبی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ فَاَجْلٰى بَنِي النَّضِيرِ وَاَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ اِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوا وَاَجْلٰى يَهُوْدَ الْمَدِيْنَةِ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُوْدَ بَنِي حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ.

نضیر کو جلا وطن کر دیا اور قریظہ کو باقی رکھا' ان پر احسان فرمایا یہاں تک کہ قریظہ نے جنگ کی تو ان کے مردوں کو قتل کیا گیا اور ان کی عورتوں اور بچوں اور مالوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا مگر ان کے کچھ افراد کو جو نبی ﷺ کے ساتھ لاحق ہو گئے تو انہیں امن دے دیا' انہوں نے اسلام قبول کیا اور مدینہ کے تمام یہود کو جلا وطن فرمایا بنو قینقاع کو اور یہ عبداللہ بن سلام کے گروہ ہیں اور بنی حارثہ کے یہود کو اور مدینہ کے تمام یہود کو۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے مدینہ کے یہود کی پوری تاریخ اجمال کے ساتھ بیان کر دی۔ ان سب کی تفصیلات بخاری میں متفرق طور پر مذکور ہو چکی ہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

٢٠٩٨- ح: [قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ سُوْرَةِ الْحَشْرِ قُلْ سُوْرَةَ النَّضِيرِ]

سورۂ حشر کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کو سورۃ النضیر کہو

٢٠٩٨- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُوْرَةُ النَّضِيرِ.

سعید بن جبیر نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: سورۃ الحشر تو انہوں نے کہا: سورۃ النضیر کہو۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الحشر۔ دو طریقے سے۔ ص ٧٢٥)

اس سورت کا نام سورۂ حشر ہی ہے جو منزل من اللہ ہے' اس میں چونکہ بنی نضیر کے محاصرہ اور ان کی جلا وطنی کا عبرت ناک واقعہ مذکور ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کو سورۂ نضیر کہو۔

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ اَشْرَفَ (ص ٥٧٦) — کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

کعب بن اشرف یہودی قرظی یہود کا سردار اور شاعر تھا' یہ حضور اقدس ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا اور مشرکین کو حضور کے خلاف ورغلایا کرتا تھا۔

بدر میں جب مشرکین مارے گئے تو اس نے بہت دردناک مرثیہ کہا' اس کی ایذاؤں پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف کے لیے کون ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دی تو حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اسے قتل کر دیا جس کی تفصیل کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

بَابُ قَتْلِ اَبِي رَافِعٍ (ص ٥٧٧) — ابو رافع کے قتل کا بیان

اس کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق تھا یا سلام بن ابی الحقیق تھا' یہ خیبر کے قریب ایک قلعہ میں رہتا تھا' یہ بھی بہت موذی تھا اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عتیک کو حضور اقدس ﷺ نے بھیجا کہ اسے قتل کر دیں' حضرت عبداللہ بن عتیک چار آدمیوں کے ساتھ گئے اور رات میں اس کو قتل کر دیا' اس کی تفصیل بھی کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ (ص ٥٧٨)

غزوۂ احد کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:١٢١) وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَO إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَO وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَO أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَO وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَO﴾ (آل عمران:١٣٩-١٤٣) وَقَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ تَسْتَاصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا بِإِذْنِهِ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَO﴾ (آل عمران:١٥٢) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا﴾ (آل عمران:١٦٩) اَلْآيَةَ.

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور یاد کرو اے محبوب! جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ہوئے اور اللہ سنتا جانتا ہےO اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہوO اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسے ہی تکلیف پا چکے ہیں' اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لیے باریاں رکھی ہیں اور اس لیے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتاO اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دےO کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کیO اور تم تو موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کے سامنے آنے سے پہلےO لو اب تمہیں نظر آئی آنکھوں کے سامنےO اور اس ارشاد کا بیان: اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تھا تمہاری خوشی کی بات' تم میں کوئی دنیا چاہتا تھاO اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تا کہ تمہیں آزمائے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہےO اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال مت کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور روزی پاتے ہیں۔

سورۂ آل عمران کی یہ آیات غزوۂ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جن میں اس معرکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ابتداء میں مسلمانوں کی کامیابی' پھر بعد میں پسپائی اور اس پسپائی کا بنیادی سبب بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو تسلی وتشفی دی گئی ہے اور شہید ہونے والوں کے مراتب بیان کیے گئے ہیں۔ ان آیات کو ذہن میں رکھ کر غزوۂ احد کی پوری تفصیل پڑھنے والے کے ایمان میں جلا پیدا ہوگی' اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ پر اعتماد مستحکم ہوگا۔

ح-٢٠٩٩:

یوم احد جاں نثاری کا واقعہ

٢٠٩٩ - سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ یوم احد ایک شخص

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ.

(مسلم۔کتاب الجہاد' نسائی۔کتاب الجہاد)

نے نبی ﷺ سے پوچھا: فرمایئے! اگر میں قتل کر دیا گیا تو کہاں ہوں گا؟ فرمایا: جنت میں' اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں' یہ سن کر اس نے انہیں پھینک دیا' پھر لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔

غزوۂ احد ۳ھ کے شوال میں ہوا تھا' تاریخ کے بارے میں اختلافات ہیں۔ ۷ شوال' ۱۱ شوال' ۱۵ شوال ہفتہ کے دن۔ احد مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے' اس پہاڑ پر حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر مبارک بھی ہے' یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن جنت کے اندر دروازے پر ہوگا' اس کا دوسرا نام ذوعینین بھی ہے۔ اس غزوہ میں حضور اقدس ﷺ نے احد کو اپنی پشت پر رکھ کر صف بندی کی تھی' اس پہاڑ میں ایک درّہ تھا' اس کا خطرہ تھا کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر دیں' اس کے سدباب کے لیے حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ متعین کر دیا تھا اور انہیں تاکیدی حکم دے دیا تھا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم لوگ اپنی جگہ سے مت ہٹنا یہاں تک فرما دیا تھا کہ اگر یہ دیکھو کہ ہمیں چڑیاں اچک لے گئیں جب بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا' جنگ سے پہلے ہی وہلہ میں قریش کو شکست ہوگئی' وہ میدان چھوڑ کر بھاگے' درے کے محافظین نے یہ کہا کہ اب ہمارا یہاں ٹھہرنا بیکار ہے' حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو روکا لیکن چالیس افراد نہیں مانے' درہ چھوڑ کر مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے' حضرت خالد بن ولید اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے' انہوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے تو انہوں نے ادھر سے حملہ کر دیا' مسلمان اس سے غافل ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول تھے' اس اچانک حملہ سے گھبرا گئے' پھر سامنے سے حضرت ابوسفیان نے حملہ کر دیا' اسی میں آندھی چل گئی' اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا' پوری فوج منتشر ہوگئی' دشمنوں نے سارا زور حضور اقدس ﷺ پر صرف کر دیا' حضور اقدس ﷺ زخمی ہو گئے' دندان مبارک شہید ہوئے' سر اقدس پر چوٹ لگی' خود کی کڑیاں چبھ گئیں اور حضور ایک گڑھے میں جا پڑے' شور مچ گیا کہ حضور اقدس ﷺ شہید کر دیئے گئے' اس سے مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے پھر ایک صاحب نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا گڑھے سے حضور کو نکالا گیا' حضور اقدس ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ پہاڑ پر چڑھ جائیں' چنانچہ سارے مجاہدین پہاڑ پر چڑھ گئے' دشمنوں نے پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو پتھر لڑھکا لڑھکا کر انہیں پسپا کر دیا گیا' اب مشرکین بے بس ہو گئے' اس جنگ میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے اور زخمیوں کی کوئی گنتی نہ تھی۔ اس غزوہ میں سات سو مجاہدین ہم راہ رکاب تھے' مشرکین تین ہزار تھے' مشرکین نے بدر کا بدلہ لینے کی نیت سے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس غزوہ کی تفصیلات متفرق طور پر کتاب الجہاد وغیرہ میں گزر چکی ہیں۔

بَابُ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۲۲) (ص ۵۸۰)

یاد کرو جب تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا اور اللہ ان دونوں کا ولی ہے اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیں ۝

۲۱۰- عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا﴾ بَنِي سَلِمَةَ وَبَنِي حَارِثَةَ وَمَا أُحِبُّ أَنَّهَا لَمْ تَنْزِلْ وَاللّٰهُ يَقُولُ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (بخاری۔کتاب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے: یاد کرو جب کہ تم میں سے دو گروہوں نے بزدلی دکھانے کا ارادہ کر لیا تھا یہ بنی سلمہ اور بنی حارثہ تھے اور مجھے پسند نہیں کہ یہ نازل نہ ہوئی ہوتی (کیونکہ) اللہ فرماتا ہے: اور اللہ ان

التفسیر۔سورۂ آل عمران۔ص ۵۵۔ ۶۵۴٬ مسلم۔کتاب الفضائل) دونوں کا ولی ہے۔

جنگ احد کے موقع پر حضور اقدس ﷺ ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ طیبہ سے نکلے تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ واپس ہوگیا۔ انہیں واپسی جاتے دیکھ کر بنوسلمہ جو خزرج کی ایک شاخ ہے اور بنوحارثہ جو اوس کی ایک شاخ ہے بھی ڈگمگا گئے تھے۔ انہوں نے بھی چاہا تھا کہ واپس ہوجائیں٬ پھر اللہ نے ان کی مدد کی اور ان پر اپنا فضل فرمایا اور یہ واپس نہیں ہوئے جنگ میں شریک ہوئے۔

ایسے اہم اور سنگین موقع پر بزدلی دکھانے کا ارادہ مذموم تھا۔ اس کا تذکرہ ان افراد کے لیے یا ان کے متعلقین کے لیے یقیناً تکلیف دہ ہے مگر حضرت جابر فرماتے ہیں کہ چونکہ اس میں اخیر میں یہ فرمایا کہ اللہ ان دونوں کا ولی ہے یہ ہمارے لیے بہت ہی فضیلت کی بات ہے اس لیے اس آیت کے نزول سے مجھے کوئی تکلیف نہیں٬ بنوسلمہ اور بنوحارثہ کا تذبذب دشمنوں کی کثرت اور شوکت دیکھ کر بتقاضائے بشری بغیر اختیار کے تھا اس لیے اس پر مواخذہ نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ ثابت قدم رہے۔

۲۱۰۱- ح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آپ (ﷺ) کا ایک مکالمہ

آیۂ کریمہ: "پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری" کی تفسیر

۲۱۰۱ - **حَدَّثَنَا** عَمْرٌو عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِيْ تِسْعَ اَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ اَنْ اَجْمَعَ اِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَاَةٌ تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَصَبْتَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے جابر! کیا تو نے نکاح کرلیا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پوچھا: کنواری سے یا ثیب سے؟ میں نے عرض کیا: نہیں٬ بلکہ ثیب سے٬ فرمایا: کیوں نہیں! چھوٹی عمر کی عورت سے شادی کی جو تیرے ساتھ کھیلتی٬ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ!) میرے والد احد کے دن شہید کردیے گئے اور انہوں نے نو لڑکیاں چھوڑیں٬ اس طرح میری نو بہنیں ہوگئیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ ان کے ساتھ انہیں کی طرح کمسن ناتجربہ کار عورت کو جمع کردوں٬ میں نے یہ پسند کیا کہ ایک ایسی عورت ہو جو انہیں کنگھا کرے اور ان کی دیکھ بھال کرے٬ فرمایا: تو نے ٹھیک کیا۔

بَابٌ (ص ۵۸۲)

[آل عمران: ۱۵۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے ہوئے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی٬ اللہ پر بے جا جاہلیت جیسا گمان کرتے تھے کہتے: کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو! اختیار تو سارا اللہ کا ہے٬ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے

مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O﴾ (آل عمران:١٥٤).

کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے' تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے اور اس لیے کہ اللہ تمہارے سینوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے O

وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ كُنْتُ فِيْ مَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ يَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰى سَقَطَ سَيْفِيْ مِنْ يَّدِيْ مِرَارًا يَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: یوم احد میں ان لوگوں میں تھا جن پر نیند طاری تھی اتنی کہ میرے ہاتھ سے تلوار کئی مرتبہ گر پڑی اور میں اسے لیتا پھر گر پڑتی اور میں اسے لیتا۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ آل عمران۔ باب: اَمَنَةً نُّعَاسًا ص ٦٥٥)

جنگ احد میں عین اس گھڑی جبکہ مسلمان سراسیمہ اور پریشان تھے دشمن دوطرفہ تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے' مجاہدین پر نیند طاری ہوگئی' اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دشمن کا خوف دل سے نکل گیا' اسی لیے قرآن مجید نے اس کو چین کی نیند فرمایا۔

بَابُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ O﴾ (آل عمران:١٢٨)

یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں کہ انہیں توبہ کی توفیق دو یا ان پر عذاب کرو وہ ظالم ہیں

٢١٠٢- ح: [شَجَّ رَأْسُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ]

احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس زخمی ہوا

٢١٠٢- عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم احد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس زخمی کیا گیا' تو فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: آپ کے اختیار میں کچھ نہیں۔

٢١٠٣- ح: [ذِكْرُ قِرَاءَةِ الْقُنُوْتِ فِي الْفَجْرِ]

فجر میں قنوت پڑھنے کا ذکر

٢١٠٣- حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب فجر کی اخیر رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت کر" سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" کہنے کے بعد اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا: تمہارے اختیار میں یہ نہیں "فانہم ظالمون" تک۔

الْاَمْرِ شَیْءٌ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾.

ت٦٠٧ - سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ عَلٰى صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ.

سالم بن عبداللہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام کی بربادی کی دعا کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: تمہیں یہ اختیار نہیں اس کے قول "فانھم ظالمون" تک۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ آل عمران۔ باب: قوله ليس لك من الامر شيیء ص٦٥٥، کتاب الاعتصام۔ باب: قول الله تعالٰى ليس لك من الامر شيیء ص١٠٩١، نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب التفسیر)

آیت کریمہ: "لیس لك من الامر شیيء" کے شان نزول کا بیان ہے، یہ دعا اس کے علاوہ ہے جو رعل وذکوان پر فرمائی تھی حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے غزوۂ احد کے بعد ان تین افراد کی بربادی کی دعائیں کی تھیں: صفوان بن امیہ، سہل بن عمرو، حارث بن ہشام، مگر چونکہ یہ بعد میں مسلمان ہونے والے تھے اس لیے ان کی بربادی کی دعا سے روک دیا گیا۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مولفۃ القلوب میں سے تھے، غزوۂ طائف کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ابتداءً حضور اقدس ﷺ کی ہجو کرتے تھے، ان کا ہونٹ کٹا ہوا تھا۔ ایک موقع پر گرفتار ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اجازت دیں تو اس کے اگلے دانت اکھاڑ دیے جائیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رہنے دو مجھے امید ہے کہ ایک دن اس سے اسلام کو نفع پہنچے گا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد مکہ معظمہ میں کچھ شورش کے آثار پیدا ہو چکے، حضرت سہیل بن عمرو نے بعینہ وہی خطبہ دیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں دیا تھا۔

بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بیان

٢١٠٤ - عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ وَحْشِيٍّ نَسْاَلُهٗ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَاَلْنَا عَنْهُ فَقِيْلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِيْ ظِلِّ قَصْرِهٖ كَاَنَّهٗ حَمِيْتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهٖ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ اِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَا وَحْشِيُّ اَتَعْرِفُنِيْ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ اِمْرَاَةً يُقَالُ لَهَا اُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ اَبِي الْعِيْصِ فَوَلَدَتْ لَهٗ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ

جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری نے کہا: میں عبیداللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ نکلا۔ جب حمص آئے تو مجھ سے عبیداللہ نے کہا: کیا تجھے وحشی سے ملاقات کی خواہش ہے۔ ہم حمزہ کے قتل کے بارے میں ان سے پوچھیں۔ میں نے کہا: ضرور اور وحشی حمص میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ ہم نے لوگوں سے ان کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں، ہم کو بتایا گیا کہ یہ اپنے محل کے سائے میں ہیں وہ اتنے موٹے تھے گویا کہ چکنی مشک تھے۔ جعفر نے کہا کہ ہم وحشی کے پاس آئے ان کے پاس تھوڑی دیر کھڑے رہے پھر ہم نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، عبیداللہ اپنے عمامے کو منہ پر لپیٹے ہوئے تھے۔ وحشی صرف ان کی آنکھوں اور پاؤں کو دیکھ رہے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: اے وحشی! آپ مجھے پہچان رہے ہیں؟ وحشی نے

اَسْتَرْضِعُ لَهٗ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ اُمِّهٖ فَنَاوَلْتُهَا اِيَّاهُ فَلَكَاَنِّيْ نَظَرْتُ اِلٰى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِيْ مَوْلَايَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّيْ فَاَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا اَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ اُحُدٍ وَبَيْنَهٗ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ اِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اَنِ اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ اِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ اُمِّ اَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ اَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَاَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ رَمَيْتُهٗ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا فِيْ ثُنَّتِهٖ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدُ بِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْاِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهٗ فَاُكَافِئُ بِهٖ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ ثُلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهٗ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهٗ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهٗ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ قَالَ

انہیں دیکھا' پھر کہا کہ نہیں بخدا! مگر میں یہ جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت سے شادی کی جسے ام قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا' اس عورت سے ان کے لیے مکہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ میں اس بچے کو دودھ پلانے کے لیے جایا کرتا تھا' پس گویا میں تیرے قدموں کو دیکھ رہا ہوں (اس بچے کا قدم ہے)' اب عبید اللہ نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا: کیا ہم کو حمزہ کی شہادت کا واقعہ نہ بتائیں گے؟ وحشی نے کہا: ضرور بتاؤں گا۔ حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن خیار کو بدر میں قتل کیا تھا' تو مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے عوض قتل کر دے تو تو آزاد ہے' جب لوگ عام عینین نکلے اور عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے' احد اور اس کے درمیان ایک نالہ ہے' میں بھی لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلا۔ جب لوگوں نے لڑائی کے لیے صف باندھ لی تو سباع نکلا اور اس نے کہا: کیا کوئی مقابل ہے؟ تو حمزہ بن عبدالمطلب اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور کہا: اے سباع! اے عورتوں کی شرمگاہ کاٹنے والی ام انمار کے بیٹے! تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتا ہے' پھر حمزہ نے اس پر سخت حملہ کیا اور وہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا' اور میں حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے نیچے چھپا تھا' جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے ان کو اپنے چھوٹے نیزے سے مارا۔ پیڑو پر مارا یہاں تک کہ وہ پار ہو کر ان کے دونوں سرین کے درمیان نکلا۔ یہی ان کا آخیر وقت ہوا۔ جب لوگ لوٹے میں بھی لوگوں کے ساتھ لوٹا اور مکہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ ان میں اسلام پھیل گیا تو میں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قاصد بھیجے۔ مجھے بتایا گیا کہ حضور قاصدوں سے تعرض نہیں فرماتے' میں قاصدوں کے ساتھ طائف سے نکلا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے جب مجھے دیکھا' فرمایا: تو وحشی ہے' میں نے عرض کیا: جی ہاں! پوچھا: کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا' میں نے عرض کیا: آپ تک جو بات پہنچی ہے واقعہ ایسا ہی ہوا۔ فرمایا: تو اپنے چہرے کو مجھ سے غائب رکھ۔ میں وہاں سے چلا آیا' جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور مسیلمہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَّاَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ.

نے خروج کیا تو میں نے جی میں کہا: میں مسیلمہ کے مقابلے پر جاؤں گا۔ شاید اسے قتل کروں جس سے حمزہ کے قتل کی مکافات ہو جائے۔ میں لوگوں کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلے کے لیے نکلا اور اس کے حالات سے جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے گویا وہ چتکبرا اونٹ ہے، سر کے بال پراگندہ ہیں، میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پھینکا تاک کر اس کے سینے پر مارا جو پار ہو کر دونوں شانوں کے درمیان سے نکل گیا، پھر ایک انصاری نے جھپٹ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار ماری۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ایک بچی جو گھر کی چھت پر کھڑی تھی، کہا: امیر المؤمنین کو حبشی غلام نے قتل کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ان کی کنیت ابو عمارۃ اور لقب سید الشہداء ہے۔ یہ لقب خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا۔ معجم بغوی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری زندگی ہے کہ ساتویں آسمان میں اللہ عزوجل کے حضور لکھا ہوا ہے: حمزہ اللہ کا شیر اور اس کے رسول کا شیر ہے۔ ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے، وہیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چچا تھے۔ حضرت حمزہ نے بھی ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا، اس رشتے کی وجہ سے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضائی بھائی ہوئے، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال یا چار سال بڑے تھے۔ بعثت کے دوسرے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے تین دن پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچائی تھی اور شان اقدس میں بیہودہ کلمات استعمال کیے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے برداشت فرمایا، حضرت حمزہ شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس ہوئے تو ان کی لونڈی نے انہیں بتایا، یہ سنتے ہی غضب ناک ہو کر ابوجہل کے پاس گئے اور اس کے سر پر کمان مار کر اس کے سر کو توڑ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: میں ابوجہل کی مرمت کر آیا ہوں، حضور نے فرمایا: اس سے مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی، انہوں نے پوچھا: کس چیز سے خوش ہوں گے؟ فرمایا: اگر آپ اسلام قبول کر لیں تو مجھے خوشی حاصل ہوگی، بلا تاخیر کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہو گئے۔

یہ اسلام کے وہ پہلے مجاہد ہیں کہ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے جھنڈا بنایا اور سب سے پہلا سریہ انہیں کی سرکردگی میں بھیجا۔

اسلام لانے کے بعد ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرتے رہے، جنگ بدر میں انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو یا شیبہ بن ربیعہ کو تنہا قتل کیا اور ان سے ایک کو علی اختلاف الروایات حضرت علی کے ساتھ مل کر قتل کیا۔ علاوہ ازیں بدر ہی میں طعیمہ بن عدی کو مارا تھا، اتنے ماہر جنگجو تھے کہ احد کے روز شہید ہونے سے پہلے تیس افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی، فرماتے تھے: میرے سب چچاؤں سے بہتر حمزہ ہیں۔ اختتام جنگ پر جب ان

کی نعش کو دیکھا تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا' اتنا روئے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ بے ہوش ہو گئے' دردناک الفاظ میں یہ کلمات ادا فرمائے: "یا حَمْزَۃُ عم رسول الله یا اسد الله واسد رسوله یا حمزة یا فاعل الخیرات یا حمزة یا كاشف الكربات یا حمزة یا ذابٌّ عن وجه رسول الله صلى الله تعالىٰ علیه وسلم"۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جب حضرت حمزہ کی لاش کو دیکھا تو فرمایا: بخدا! اگر یہ لوگ مجھے مل گئے تو ان میں سے ستر کا یہی حال کروں گا' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۶)

اگر تم بدلہ لو تو اسی کے مثل لو جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے ۝

اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں صبر کروں گا اور قسم کا کفارہ ادا فرما دیا اور شہداء پر ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھیں اور ان کے جنازے پر سات تکبیریں' انہیں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن فرمایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے لیے ایک نہر کا پلان بنایا جو شہداء احد کے مزارات سے ہو کر گزر رہی تھی' حضرت جابر کہتے ہیں کہ کھدائی میں جب شہداء کی لاشیں برآمد ہوئیں تو سب تروتازہ تھیں' ایک پھاوڑا حضرت حمزہ کے پاؤں پر پڑا تو اس سے تازہ خون ابل پڑا۔ (اصابہ۔ج ۱ص ۳۵۴)

شہادت کے وقت ان کی عمر انسٹھ سال کی تھی۔ (الاستیعاب۔ج ۱ص ۲۷۳)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ

یہ حبشی نژاد بنی نوفل کے غلام تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ طعیمہ بن عدی کے غلام تھے اور ایک قول یہ ہے کہ معطم بن عدی کے غلام تھے' فتح مکہ کے روز جن لوگوں کے بارے میں یہ اعلان ہو گیا تھا کہ انہیں جہاں پاؤ قتل کرو' انہیں میں یہ بھی تھے' فتح مکہ کے بعد یہ بھاگ کر طائف چلے گئے' جب طائف کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو یہ بھی حاضر ہوئے' حضرت اقدس ﷺ نے ان سے پوچھا: تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ انہوں نے اقرار کیا' پھر فرمایا: حمزہ کے قتل کی کیفیت بیان کرو' انہوں نے بیان کی' پھر حضور نے فرمایا کہ تم میری نظر سے ہٹ جاؤ اور میرے سامنے کبھی نہ آنا۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

جب مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لیے لشکر روانہ ہونے لگا تو یہ بھی شریک ہو گئے اور از خود طے کر لیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کو ماروں گا' چنانچہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب کے ایک گھات میں رہے' جب شکست کھا کر مسیلمہ کذاب ایک باغ میں بھاگا اور مسلمان تعاقب کرتے ہوئے باغ میں گھس گئے تو یہ بھی ساتھ ساتھ گئے' مسیلمہ کذاب ایک جگہ کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو لڑنے کی ہدایتیں دے رہا تھا' وحشی نے تاک کر وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کذاب پر پھینکا جو اس کے سینے کے بیچ میں لگا اور پار ہو کر دونوں شانوں کے درمیان نکلا اور وہ گر پڑا' یہ دیکھ کر ایک لونڈی چیخی کہ مسیلمہ کو ایک حبشی غلام نے مار ڈالا' یہ خود کہا کرتے تھے کہ حالت کفر میں سب سے بہتر انسان کو مارا اور حالت اسلام میں سب سے بدتر انسان کو قتل کیا۔

خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ان کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں سے سب سے عظیم اور فیصلہ کن جو معرکہ تھا جسے جنگ یرموک کہتے ہیں اس میں یہ شریک تھے۔ اخیر عمر میں حمص میں آ کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ اخیر عمر میں شراب بہت پینے لگے تھے اور شراب ہی میں ان کی موت واقع ہوئی حتیٰ کہ حدیث زیر بحث کی

تفصیلات میں یہ بھی ہے کہ جب جعفر بن عمرو بن امیہ اور عبید اللہ بن عدی نے ایک شخص سے پوچھا کہ وحشی کہاں رہتے ہیں تو اس نے یہ کہا کہ ان کے پاس جانا' اگر وہ نشے میں ہوں تو واپس چلے آنا اور اگر نشے میں نہ ہوں تو ان سے بات کرنا لیکن مجھے اس روایت میں کلام ہے۔ غالباً دشمنان صحابہ نے صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اسے گھڑا ہے' اس عہد مبارک میں جب صحابہ کرام کا دور عروج تھا' یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل شراب پیتا رہے' انتہائی سختی سے حدود جاری کیے جاتے تھے' اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی' پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ بھی حمص جیسے شہر میں ایک شخص مسلسل شراب پیئے اور اس سے مواخذہ نہ ہو۔ کتب سیر اور تواریخ میں صحابہ کرام کے ناموس کو داغدار کرنے کے لیے بے شمار روایتیں دشمنان صحابہ نے گھڑ کر پھیلا دی ہیں' انہیں میں یہ روایت بھی ہے۔

جعفر بن امیہ اور عبد اللہ بن عدی کی ملاقات حضرت وحشی سے اس وقت ہوئی تھی جب یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سائفہ کی جنگ سے واپس ہو رہے تھے۔ (فتح الباری۔ ج ۷ ص ۳۶۸)

بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ (ص ۵۸۳)

یوم احد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو زخم پہنچا

۲۱۰۵ - عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّهٖ یُشِیْرُ اِلٰی رَبَاعِیَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی رَجُلٍ یَّقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ.

(مسلم۔ کتاب المغازی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنہوں نے اللہ کے نبی کے ساتھ یہ کیا اپنے دندان مبارک کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے۔ اللہ کا سخت غضب اس شخص پر ہے جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں مار ڈالا۔

۲۱۰۶ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ کا سخت غضب اس شخص پر ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ خدا میں مار ڈالا ہو' اس کا سخت غضب اس قوم پر ہے جنہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو لہولہان کیا۔

یوم احد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پہ زخم لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک بھی زخمی ہو گئے تو امیہ بن ابی خلف جمحی سامنے آیا اور قسم کھائی کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کروں گا' حضور نے فرمایا: بلکہ میں اس کو قتل کروں گا اور فرمایا: اے کذاب! کہاں بھاگ رہا ہے؟ یہ کہہ کر اس پر حملہ فرمایا اور اس کی گریبان میں نیزہ مارا' نیزہ لگتے ہی گر پڑا اور بیل کی طرح آواز نکالنے لگا' اس کے ساتھی اس کو اٹھا لے گئے اسی دن وہ مر گیا' اسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا تھا' فی سبیل اللہ کی قید اس لیے ہے کہ حد یا قصاص میں اگر کسی کو کوئی نبی قتل کرے تو اس کا یہ حکم نہیں۔

بَابُ ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (آل عمران: ۱۷۲) (ص ۵۸۴)

زخم پہنچنے کے بعد جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا بلاوا قبول کیا (آل عمران: ۱۷۲)

٢١٠٧ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌO﴾ (آل عمران:١٧٢) قَالَتْ لِعُرْوَةَ يَا ابْنَ اُخْتِيْ كَانَ اَبُوْكَ مِنْهُمْ الزُّبَيْرُ وَاَبُوْ بَكْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ يَوْمَ اُحُدٍ وَانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ خَافَ اَنْ يَّرْجِعُوْا قَالَ مَنْ يَّذْهَبُ فِيْ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ كَانَ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ وَالزُّبَيْرُ.

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ سے فرمایا: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہےO (آل عمران:١٧٢) اے بھانجے! تمہارے والد ان میں تھے، حضرت زبیر اور حضرت ابوبکر احد کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچی تھی تو مشرکین وہاں سے واپس ہو گئے۔ حضور کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر کہیں لوٹ نہ پڑیں تو فرمایا کہ ان کے تعاقب میں کون جائے گا تو ستر اشخاص تیار ہو گئے، ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر بھی تھے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور مشرکین بے بس ہو گئے تو یہ کہہ کر لوٹ پڑے کہ ہمارا تمہارا مقابلہ سال آئندہ بدر میں ہوگا، کچھ دور جا کر حضرت ابوسفیان کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے کام ادھورا چھوڑ دیا، پھر پلٹیں اس کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو ستر جانبازوں کو لے کر مشرکین کا پیچھا کیا۔ حمراء الاسد تک پہنچے مگر ابوسفیان کے دل میں من جانب اللہ رعب ڈال دیا گیا تو وہ واپس نہ ہو سکے، ان ستر جانبازوں میں خلفاء اربع کے علاوہ حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمار، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ مِنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ (ص ٥٨٤)

احد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا بیان، ان میں حمزہ بن عبدالمطلب اور یمان اور انس بن نضر اور مصعب بن عمیر ہیں

٢١٠٨ - عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

قتادہ نے کہا: انصار سے زیادہ شہید اور قیامت کے دن معزز عرب کے کسی قبیلہ کو ہم نہیں جانتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انصار میں سے یوم احد ستر اور یوم بیر معونہ ستر اور یوم الیمامہ میں ستر شہید ہوئے۔ بیر معونہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تھا اور یوم یمامہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب والے دن۔

جنگ بدر میں کل شہداء کی تعداد ستر تھی جن میں چھ مہاجر تھے اور چونسٹھ انصار کرام۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بہ اعتبار اغلب واکثر کے فرمایا ہے۔

اسی طرح بیر معونہ میں کل شہداء انصار کرام سے نہیں تھے، ان میں کچھ مہاجرین بھی تھے جیسے عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکر اور نافع بن ورقاء الخزاعی جنگ یمامہ میں پانچ سو یا چھ سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے ستر بلکہ اس سے زیادہ انصار کرام رہے ہوں۔

بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَحَدِيْثِ عَضَلٍ وَالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَخُبَيْبٍ وَأَصْحَابِهٖ (ص ٥٨٥)

غزوہ رجیع اور رعل اور ذکوان اور بیر معونہ کا بیان اور عضل اور قارہ اور عاصم بن ثابت اور خبیب اور ان کے اصحاب کا بیان

توضیح

''رجیع'' بلاد ہذیل میں سے ایک جگہ کا نام ہے' یہاں ۴ھ کے صفر میں حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے اصحاب کو شہید کیا گیا تھا۔

بیر معونہ

یہ مکہ اور عُسفان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جہاں ستر قراء کو شہید کیا گیا' یہ دونوں واقعے قریب قریب پیش آئے تھے' ان دونوں کی خبریں ایک ہی رات نبی ﷺ کی خدمت میں آئی تھیں جس پر حضور اقدس ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی' جس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

ت٦٠٨ - قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ إِنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ.

ابن اسحٰق نے کہا: ہم سے عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ واقعہ رجیع احد کے بعد ہوا تھا۔

اُحد شوال ۳ھ میں رونما ہوا تھا اور رجیع صفر ۴ھ میں۔

٢١٠٩- ح: [ذِكْرُ بِئْرِ مَعُوْنَةَ]

بیر معونہ کا قصہ

٢١٠٩ - عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ الَّذِيْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ أَبُوْ سِرْوَعَةَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے حضرت خبیب کو شہید کیا تھا وہ ابو سروعہ ہے۔

سِرْوَعَة

اس کا نام عتبہ بن حارث تھا۔

٢١١٠ - عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكُمْ أَرَدْنَا إِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ستر افراد کو ایک ضرورت سے بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا۔ ان کے سامنے بنی سلیم کے دو قبیلے رعل و ذکوان بیر معونہ کے پاس آئے تو قوم نے کہا: بخدا! ہم تمہارے ارادے سے نہیں آئے ہیں ہم نبی ﷺ کی حاجت میں جا رہے ہیں۔ رعل و ذکوان نے ان قاریوں کو شہید کر دیا۔ اس پر نبی ﷺ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان کی بربادی کی دعا کی۔ یہی قنوت کی ابتداء ہے اور ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

ت٦٠٩ - قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَسَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ أَبَعْدَ الرُّكُوْعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ

عبدالعزیز بن حبیب نے کہا: ایک شخص نے حضرت انس سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد ہے یا قراءت

لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْقِرَاءَةِ.

سے فارغ ہونے کے وقت فرمایا: نہیں بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت ہے۔

قنوت نازلہ اور وتر کے قنوت کے بارے میں پوری بحثیں گزر چکی ہیں۔ حضرت انس کا یہ ارشاد اس بات پر نص جلی ہے کہ قنوت قبل از رکوع ہے۔

٢١١١- ح: [إِنْجَامُ عَامِرِ بْنِ الطُّفَيْلِ]

عامر بن طفیل کا انجام

٢١١١- حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَهُ أَخٌ لِأُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِيْنَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيْسَ الْمُشْرِكِيْنَ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُوْنُ لَكَ أَهْلُ السَّهْلِ وَلِي أَهْلُ الْمَدَرِ أَوْ أَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ أَوْ أَغْزُوْكَ بِأَهْلِ غَطْفَانَ بِأَلْفٍ وَأَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِي بَيْتِ أُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِي بَيْتِ امْرَأَةٍ مِّنْ اٰلِ فُلَانٍ اِيْتُوْنِي بِفَرَسِي فَمَاتَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهِ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ أَخُو أُمِّ سُلَيْمٍ وَهُوَ رَجُلٌ أَعْرَجُ الْحَدِيْثَ.

مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں ام سلیم کے بھائی کو ستر سواروں میں بھیجا اور مشرکین کا رئیس عامر بن طفیل تھا جس نے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ اس نے حضور سے کہا: آپ کے لیے ہم وار زمین والے لوگ ہیں اور میرے لیے مٹی کے گھر والے یا میں آپ کا خلیفہ ہوں یا میں غطفان کے ہزار اور ہزار سواروں کو لے کر آپ سے جنگ کروں، پھر عامر کو ام فلاں کے گھر میں طاعون ہو گیا تو اس نے کہا: گلٹی اونٹ کی گلٹی کے مثل آل فلاں کی عورت کے گھر میں، میرا گھوڑا لاؤ۔ تو وہ اپنے گھوڑے پر ہی مر گیا اور ام سلیم کے بھائی حرام چلے اور وہ لنگڑے تھے۔ (بقیہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے)

اہل سہل سے مراد دیہات والے ہیں اور اہل مدر سے مراد شہر اور قصبات والے ہیں، اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ملک تقسیم کر لیں، شہر اور قصبات میرے لیے ہوں جہاں میری حکومت رہے اور دیہات آپ کے لیے وہاں آپ کی حکومت رہے، حضرت انس کے ماموں کا نام حرام بن ملحان تھا، یہاں روایت میں سہو ہے، یہ لنگڑے نہیں تھے جو صاحب لنگڑے تھے ان کا نام کعب بن زید تھا اور دوسرے صاحب کا نام منذر بن عمرو تھا۔ عامر بن طفیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے نامراد ہو کر لوٹا تو بنی سلول کی ایک عورت کا مہمان ہوا، وہیں اس کو طاعون ہو گیا، گلے میں گلٹی نکل آئی، اس پر اس کو غیرت آئی اور اس نے یہ کہا: ”غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيْرِ وَمَوْتٌ فِي بَيْتِ امْرَءَةٍ مِّنْ سَلُوْلٍ“ بڑی شرم کی بات ہے کہ اونٹ کی طرح گلٹی نکل آئی اور سلولی عورت کے گھر موت ہو۔

بیئر معونہ کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

٢١١٢- ح: [فَرَحُ شَهَادَةِ حَرَامِ بْنِ مِلْحَانَ]

حرام بن ملحان کا شہادت پر خوش ہونا

٢١١٢- حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهِ وَرَأْسِهِ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب ان کے ماموں حرام بن ملحان کو بیئر معونہ کے موقع پر نیزہ لگا تو خون انہوں نے اس طرح پھیلایا کہ اسے اپنے چہرے اور سر پر ملا، پھر کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

ت ٦١٠- قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ

عروہ نے کہا: جب وہ لوگ شہید کر دیے گئے جو بیئر معونہ میں

لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَاُسِرَ عَمْرُو بْنُ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هٰذَا؟ فَاَشَارَ اِلٰى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ اُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَاَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَكُمْ قَدْ اُصِيْبُوْا وَاِنَّهُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا رَبَّنَا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا بِمَا رَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا فَاَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَاُصِيْبَ يَوْمَئِذٍ فِيْهِمْ عُرْوَةُ بْنُ اَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّيَ عُرْوَةُ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو سُمِّيَ بِهٖ مُنْذِرًا.

تھے اور عمرو بن امیہ ضمری قید کر لیے گئے' ان سے عامر بن طفیل نے کہا: یہ کون ہے' اور ایک مقتول کی جانب اشارہ کیا تو اس سے عمرو بن امیہ نے کہا: یہ عامر بن فہیرہ ہیں تو عامر بن طفیل نے کہا کہ قتل کیے جانے کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا آسمان کی طرف آسمان وزمین کے درمیان ہیں پھر وہ زمین پر رکھے گئے۔ نبی ﷺ کے پاس ان کی خبر آئی تو حضور نے ان کے شہید ہونے کا حال بتایا' اور فرمایا: تمہارے اصحاب شہید کر دیے گئے اور انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا اور کہا تھا: اے ہمارے پروردگار! ہمارے بھائیوں کو ہمارے بارے میں خبر دے دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو ان کی خبر دی اور شہداء میں اس دن عروہ بن اسماء بن صلت تھے جن کے نام پر عروہ بن زبیر کا نام رکھا گیا اور منذر بن عمرو تھے جن کے نام پر منذر بن زبیر کا نام رکھا گیا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْاَحْزَابُ (ص ۵۸۸)

غزوۂ خندق کا بیان' اسی کا نام احزاب بھی ہے

ت ۱۱ ٦ - قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ اَرْبَعٍ.

موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا۔

موسیٰ بن عقبہ

امام مالک کی رائے یہی ہے کہ غزوۂ خندق ۴ھ کے شوال میں ہوا تھا لیکن ابن اسحٰق اور ابن سعد نے کہا کہ یہ ۵ھ میں ہوا تھا۔ ابن سعد نے کہا کہ ذوقعدہ کی آٹھ تاریخ کو ہوا تھا اور یہی راجح ہے اس لیے کہ غزوۂ احد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا چنانچہ سال آئندہ ابوسفیان پھر یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ اس سال خشک سالی ہے اور لڑائی فراخ سالی میں ہونی چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ بھی مدینہ طیبہ سے نکلے' بدر تک پہنچے اور جب یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان عسفان تک آ کر واپس ہو گئے تو حضور اقدس ﷺ مدینہ طیبہ واپس آ گئے' یہ ۴ھ میں ہوا اور غزوۂ خندق اس کے ایک سال بعد ہوا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ سلف کی ایک جماعت سنہ ہجری کی ابتداء اس محرم سے کرتی ہے جو ہجرت کے بعد ہے' اس حساب سے ۵ھ کا ۴ھ ہو جائے گا' لیکن جمہور سنہ ہجری کی ابتداء اسی سال کے محرم سے کرتے ہیں جس سال ہجرت واقع ہوئی تھی' اس کی بنا پر غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوگا۔

غزوۂ خندق

بنی نضیر جب مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر دیے گئے تو حیی بن اخطب قریش مکہ کے پاس گیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ

پر آمادہ کیا اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق بنی غطفان کے پاس گیا انہیں ابھارا اور یہ پیش کش کی کہ انہیں خیبر کی نصف پیداوار پیش کی جائے گی اس طرح پورے عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہو گیا' بنی فزارہ' بنی اسد' بنی غطفان' قریش کا متحدہ لشکر جن کی تعداد دس ہزار تھی بڑے جوش وخروش کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف بڑھا۔ جب اس کی اطلاع حضور اقدس ﷺ کو ملی تو مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے جس طرف مدینہ طیبہ خالی میدان تھا خندق کھودی گئی' مشرکین کا متحدہ لشکر بڑے جوش وخروش سے بڑھا اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا' مدینہ کے یہود بنی قریظہ نے بھی مشرکین سے وعدہ کیا تھا کہ ہم عین موقع پر تمہارا ساتھ دیں گے۔ ستائیس یا چوبیس دن محاصرہ رہا۔ خندق کی وجہ سے مشرکین کا بس نہیں چلتا تھا' خندق کے باہر سے تیر اور پتھر پھینکتے تھے' پھر اللہ کی مدد نازل ہوئی۔ محاصرہ کی طوالت سے مشرکین گھبرا گئے۔ اسی میں آندھی چلی اس زور کی کہ مشرکین کے خیمے میں چولہوں پر سے دیگیں الٹ گئیں' خیموں کی طنابیں ٹوٹ ٹوٹ گئیں' گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے جس سے گھبرا کر محاصرین میدان چھوڑ کر بھاگ گئے' اس غزوہ کا نام "احزاب" بھی ہے۔ "احزاب"، "حزبٌ" کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں' چونکہ اس غزوہ میں عرب کے مختلف قبائل متحد ہو کر حملہ آور ہوئے تھے اس لیے اس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے' سورۂ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر ہے۔

اس غزوہ میں انتہائی صبر آزما حالات پیش آئے۔ بہت سے راسخ العقیدہ حضرات متزلزل ہونے لگے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا○ (الاحزاب:١٠)

دل حلق تک پہنچ گئے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کا گمان کرنے لگے○

بالآخر اللہ کی مدد آئی اور چوبیس یا ستائیس دن کے بعد یہ سیلاب بلا ٹل گیا' اس وقت حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا: "الان نغزوهم ولا يغزوننا" اب ہم ان پر چڑھ کر جائیں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ اور ہوا یہی کہ اس کے بعد پھر کبھی بھی قریش کو مدینہ طیبہ پر حملہ کی جرأت نہ ہو سکی۔ بالآخر وہ دن آیا کہ حضور اقدس ﷺ نے مکہ فتح فرما لیا۔

٢١١٣ - قَالَ وَيُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ.

حضرت انس نے کہا: ایک چلو بجو لایا جاتا تو بودار سالن کے ساتھ پکایا جاتا اور قوم کے سامنے رکھا جاتا اور قوم بھوکی رہتی اور یہ حلق میں پھنس جاتا اور اس میں ناگوار بو ہوتی۔

مقصود یہ ہے کہ اس وقت انتہائی عسرت وتنگدستی تھی یہاں تک کہ لوگ اس قسم کے کھانے کھاتے۔

٢١١٤- ح: خندق کھودتے وقت ایک سخت چٹان کا واقعہ

٢١١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرًا فَقَالَ إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایمن نے کہا: میں حضرت جابر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہم یوم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان سامنے آ گئی' لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یہ سخت چٹان خندق میں سامنے آ گئی ہے' فرمایا: میں اتروں گا' پھر کھڑے ہوئے اور حضور کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن سے کچھ نہیں چکھا تھا' نبی ﷺ نے پھاوڑا لیا اور مارا تو وہ

الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ أَوْ أَهْيَمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لِّي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا فِيْ ذَالِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِيْ فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَالَ كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى اِمْرَأَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَأَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَأَهْدِيْ فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ.

(مسند امام احمد۔ ج ۳ ص ۳۰۳' نسائی۔ کتاب الجہاد۔ ص ۴۳)

بہتا ہوا ریت ہو گیا' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دے دیجئے' میں نے گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا: میرے پاس جو ہے اور ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ہے' میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور اس نے جو کو پیسا' ہم نے گوشت کو ہانڈی میں کیا' پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آٹا گوندھا جا چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر تھی جو پکنے کے قریب تھی' میں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے یارسول اللہ! حضور اور ایک دو آدمی اور چلیں' دریافت فرمایا: وہ کتنا ہے؟ تو میں نے بتایا بہت ہے' پاک ہے' فرمایا: اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی چولہے سے نہ اتارے اور روٹی تنور سے نہ نکالے یہاں تک کہ میں آ جاؤں' اس کے بعد فرمایا: چلو تو مہاجرین اور (انصار) ساتھ ہو گئے۔ حضرت جابر جب اپنی بیوی کے پاس آئے' تو کہا: تیرے لیے خرابی ہو نبی ﷺ مہاجرین اور انصار اور ان کے ساتھیوں کو لے کر آ گئے' بیوی نے پوچھا: کیا حضور نے تم سے پوچھا تھا (کتنا کھانا ہے)؟ میں نے کہا: ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: اندر چلو اور بھیڑ مت کرنا' روٹی توڑی جاتی اور اس پر گوشت ڈالا جاتا' ہانڈی اور تنور کو چھپا دیا جاتا۔ جب اس سے لیا جاتا اور اصحاب کے قریب کیا جاتا پھر نکالا جاتا' اسی طرح روٹی توڑتے رہے اور گوشت نکالتے رہے یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گئے اور بچ بھی رہا' (حضرت جابر کی بیوی سے) فرمایا: اسے کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو اس لیے کہ لوگ بھوکے ہیں۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اور طبرانی نے حضرت عمرو بن عوف سے جو روایت کی ہے ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس دس ہاتھ کی حد مقرر کر کے مجاہدین کو خندق کھودنے کے لیے مقرر فرما دیا تھا' خندق کھودی جا رہی تھی کہ ایک جگہ سخت چٹان آ گئی جس پر پھاوڑا اثر نہیں کرتا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کو اطلاع کی گئی' حضور اقدس ﷺ نے پھاوڑا لے کر تین بار بسم اللہ پڑھی اور اس چٹان پر مارا' ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی' اس سے روشنی چمکی' حضور نے اور مسلمانوں نے تکبیر پڑھی' پھر حضور نے دوسری مرتبہ چٹان پر پھاوڑا مارا جس سے ایک تہائی اور ٹوٹ گئی اس سے روشنی چمکی' حضور نے اور مسلمانوں نے تکبیر پڑھی' پھر تیسری بار مارا پوری چٹان ٹوٹ گئی' اس سے بھی روشنی چمکی حضور اقدس ﷺ اور صحابہ نے تکبیر پڑھی' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ تکبیر کا ہے پڑھی؟ فرمایا: پہلی بار مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں' بخدا! میں

اس کے سرخ محلوں کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور دوسری ضرب پر مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں میں اس کے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں' تیسری ضرب پر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں' بخدا! میں صنعاء کے دروازوں کو اس جگہ سے اب بھی دیکھ رہا ہوں' فرمایا: جبریل نے مجھے خبر دی: میری امت ان سب کو فتح کرے گی' اس پر مسلمان بہت خوش ہوئے۔

دس آدمیوں کا کھانا تین ہزار نے کھایا

حضرت جابر کی دوسری روایت جو اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ جو ایک صاع تھا اور حضرت جابر کی بیوی نے یہ بھی کہا تھا (کھانا تھوڑا ہے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنے لوگوں کو مت بلا لینا کہ میں رسوا ہوں' حضرت جابر نے خدمت اقدس میں آکر آہستہ سے عرض کیا کہ ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع جو پیسا ہے جو ہمارے پاس تھا حضور اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ چلیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے بلند آواز سے پکارا: اے اہل خندق! تمہارے لیے جابر نے کھانا تیار کیا ہے سب لوگ چلو اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا جب تک میں آنہ جاؤں ہانڈی نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ بنانا' جب رسول اللہ ﷺ اور سب لوگ میرے گھر آئے تو میری بیوی نے خفا ہو کر کہا: اللہ تیرے ساتھ یہ کرے یہ کرے' میں نے کہا: تم نے جو کہا تھا (وہی میں نے کیا ہے)' رسول اللہ ﷺ سب کو لے کر آگئے تو میں کیا کروں' میری بیوی نے گوندھا ہوا آٹا حضور کی خدمت میں پیش کیا' حضور نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر ہانڈی میں لعاب مبارک ڈالا' پھر فرمایا: روٹی پکانے والیوں کو بلاؤ تیرے ساتھ روٹی پکائیں اور ہانڈی میں سے نکالو اس کو اتارنا مت' لوگ ہزاروں تھے' بخدا! سب نے کھایا اور جب کھا کر واپس ہوئے ہماری ہانڈی ابل رہی تھی جیسے پہلے تھی اور ہمارے آٹے سے روٹی پکائی جا رہی تھی اور وہ اتنا ہی رہا۔ خندق میں تین ہزار مجاہدین شریک تھے۔ قیاس یہی ہے کہ سب نے جا کر وہاں کھایا' اگرچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ تین سو یا آٹھ سو یا نو سو تھے اور غالباً وہ راوی کا اندازہ ہے اور حضرت جابر کا قصہ ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ ہزار تھے' ابھی حدیث گزری کہ حضرت جابر نے فرمایا: نبی ﷺ مہاجرین و انصار اور ان کے ساتھیوں کو لے کر آگئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خندق کے سارے مجاہدین شریک ہوئے۔

٢١٢٥- ح: [﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ (الاحزاب:١٠)] آیۂ کریمہ: جب تم پر اوپر سے اور نیچے سے کافر آئے (الاحزاب:١٠) کی تفسیر

٢١١٥- عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ﴾ (الاحزاب:١٠) قَالَتْ كَانَ ذَاكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورۂ احزاب میں یہ جو فرمایا: گیا جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور جب نگاہیں ٹھٹک کر رہ گئیں (آیت ١٠) یہ جنگ خندق میں ہوا تھا۔

امام ابن اسحق نے کتاب المغازی میں اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ قریش دس ہزار کا لشکر لے کر نشیبی علاقے میں پڑے تھے اور عیینہ بن حصین' غطفان اور اپنے ہم راہی نجدیوں کو لے کر احد کی جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور بنی قریظہ مدینہ طیبہ کے بالائی حصہ میں تاک میں بیٹھے تھے حضور اقدس ﷺ نے تین ہزار مجاہدین کو لے کر کوہ سلع کو پشت پر رکھ کر مورچہ بندی کی تھی' مشرکین اور حضور اقدس ﷺ کے درمیان خندق حائل تھی۔ عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں رکھا گیا تھا' جب بنی قریظہ کی غداری کی اطلاع ملی تو مسلمان گھبرا گئے' یہاں تک کہ نبی ﷺ نے چاہا کہ عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھیوں کو مدینہ کی پیداوار کا ایک تہائی دینے کے وعدے پر ان کو واپس کر دیا جائے' جب حضور اقدس ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما

نے عرض کیا: جب ہم حالت کفر میں تھے تو ان کو ایک حبہ نہیں دیتے تھے اب جب کہ اللہ عزوجل نے ہم کو اسلام کے ساتھ معزز فرمایا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم انہیں کچھ دیں ہم انہیں صرف تلوار دیں گے۔ جب محاصرہ کی سختی بڑھی تو منافقین بہانہ بنا کر اپنے گھروں کو واپس جانے لگے۔ اس جنگ میں ایک موقع یہ بھی آیا کہ عمرو بن عبدود عامری نے ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم دیکھی تو اپنے گھوڑے کو کدا کر خندق پار کر گیا اور اس کے ساتھ اور بھی چند افراد خندق کے اس پار آگئے جس کے ساتھ نوفل عبداللہ بن مغیرہ مخزومی بھی تھا' عمرو بن عبدود کو حضرت علی نے اور اس کے ساتھی نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی کو حضرت زبیر نے قتل کیا' بقیہ سوار بھاگ گئے۔ مسلمانوں پر خوف و ہراس کا عالم یہ تھا کہ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ ایک رات حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کون شخص ہے جو مخالفین میں جا کر ان کی خبر لائے؟ اللہ اس کو قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا مگر کوئی نہیں بولا۔ دوسری بار بھی حضور نے یہی فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ اسے میرا ساتھی بنائے گا' تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: حذیفہ کو بھیجئے تو حضور نے فرمایا: حذیفہ جاؤ' حضرت حذیفہ نے عرض کیا: مجھے ڈر ہے کہیں قید نہ کر لیا جاؤں' فرمایا: تم جاؤ قید نہیں ہو گے۔ وہ گئے تو دیکھا کہ قریش آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور اللہ نے ان پر آندھی بھیجی جس نے ان کے خیمہ کو اکھاڑ دیا اور ان کے برتنوں کو الٹ دیا' جب میں قریش کے لشکر سے واپس ہوا مجھے راستے میں کچھ سوار ملے جنہوں نے کہا کہ حضور کو خبر دو کہ اللہ عزوجل نے قوم کے شر سے ان کو بچا لیا۔ قریش کے پڑاؤ میں آندھی زور کی تھی کہ خیمے اکھڑ گئے' دیگ چولہے سے الٹ گئے' گھوڑے بدکتے پھر رہے تھے مگر خندق کے پار مسلمانوں کی طرف اس کا کوئی اثر نہ تھا' چراغ تک جلتے رہے' ابوسفیان یہ کہہ کر محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گئے کہ آندھی نے ہمارا یہ حال کر رکھا ہے اور یہود نے ہمارا ساتھ نہیں دیا واپس چلو' صبح کو میدان صاف تھا۔

ح-٢١١٦: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے

٢١١٦ - اِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ اَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُّهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلی جنگ جس میں میں شریک ہوا وہ خندق ہے۔

کتاب الشہادات میں یہ گزر چکا کہ غزوۂ احد کے موقع پر یہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے' اس وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی اس لیے ان کو واپس کر دیا' خندق کے موقع پر ان کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی ہو گئی تھی اس لیے ان کو قبول فرما لیا گیا۔

٢١١٧ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِيْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتِ الْحَقْ فَاِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اِحْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِيْهِ قَالَ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں حفصہ کے پاس گیا اور ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا' میں نے ان سے کہا: لوگوں کا معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے جسے آپ دیکھ رہی ہیں اور مجھے کوئی حق نہیں دیا گیا تو حضرت حفصہ نے کہا: ان کے پاس جاؤ وہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے وہاں نہ جانے سے اختلاف نہ ہو جائے۔ حضرت حفصہ نے انہیں نہیں چھوڑا یہاں تک کہ وہ گئے' جب لوگ چھٹ گئے تو معاویہ نے خطبہ دیا اور کہا: جو اس معاملے میں بات کرنا چاہتا ہو تو اپنا سر اٹھائے

جُبُّوَتِي وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَخَشِيْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمِيْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّيْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا.

بلاشبہ ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں اس سے بھی اور اس کے والد سے بھی۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا: آپ نے معاویہ کو جواب کیوں نہیں دیا۔ عبداللہ نے کہا: میں نے اپنا پٹو کا کھولا تھا ارادہ کیا تھا کہ کہوں: اس چیز کے زیادہ مستحق بہ نسبت تیرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام پر جنگ کی ہے، پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ میں ایسی بات کہوں جس سے جماعت میں پھوٹ پڑے اور خون ریزی ہو اور میری بات کا وہ مطلب لیا جائے جو میری مراد نہیں تو میں نے وہ یاد کیا جو اللہ نے جنت میں مہیا کر رکھا ہے۔ حبیب نے کہا: تم محفوظ رہے اور بچ گئے۔ محمود نے عبدالرزاق سے روایت کرتے ہوئے ''نَوْسَاتُهَا'' کہا ہے۔

جنگ صفین کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ کا معاملہ حکمین کے سپرد ہوا اور یہ طے ہوا کہ چھ ماہ کے بعد دومۃ الجندل میں دونوں فریق اپنے اپنے حکموں کے ساتھ جمع ہوں اور اپنا متفقہ فیصلہ سنا دیں اسی موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے ان کو مجبور کر کے دومۃ الجندل بھیجا، وہاں تب حکمین خود آپس ہی میں لڑ پڑے، کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو سکا اور سب لوگ واپس ہو گئے تو بچے کھچے آدمیوں میں حضرت معاویہ نے وہ کہا تھا جس کا قصہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ حدیث میں یہ لفظ وارد تھا ''ونوسَاتُهَا تَنْطُفُ''۔ اس میں ایک نسخہ ''نِسْواتها'' ہے، اسی سلسلے میں بہ طریق محمود عبدالرزاق سے جو روایت ہے وہ ''نوسَاتها'' ہے۔

٢١١٨- ح: [اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا]

اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے

٢١١٨ - سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ اُجْلِيَ الْاَحْزَابُ عَنْهُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ. (مسند امام احمد)

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب احزاب چھٹ گیا: اب ہم ان پر حملہ کریں گے اور وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے اور ہم ان کی طرف جائیں گے۔

٢١١٩- ح:

غزوۂ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

٢١١٩ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو غالب کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے احزاب کو شکست دی، پس اس کے بعد کچھ نہیں۔

بعدہ کی ضمیر کا مرجع اللہ عزوجل بھی ہو سکتا ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ حقیقی وجود صرف اللہ عزوجل کا ہے بقیہ چیزیں مثل معدوم کے ہیں اور اس کا مرجع احزاب بھی ہو سکتا ہے بتاویل مفرد اب مطلب یہ ہوگا کہ واقعہ احزاب کے بعد اب کوئی خوف و خطر نہیں، دشمنوں

نے متحدہ قوت کے ساتھ زور آزمائی کر لی اور پسپا ہو گئے' ان کا کس بل نکل گیا۔

بَابُ مَرْجِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهٖ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهٖ اِيَّاهُمْ (ص ٥٩٠)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احزاب سے مراجعت اور بنی قریظہ کی طرف جانا اور ان کا محاصرہ کرنا

غزوۂ خندق کے رونما ہونے میں بنی قریظہ کا بھی ہاتھ تھا اس لیے جب خندق سے فراغت ہو گئی تو اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان غداروں کا بھی علاج کر دیجیے' چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا' عاجز آ کر یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہوئے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے جوان قتل کیے جائیں' بچوں اور عورتوں کو غلام اور کنیز بنا لیا جائے اور ان کے اموال کو غنیمت۔ حضرت امام بخاری نے اس باب میں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب گزر چکی ہیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِيْ ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِاَنَّ اَبَا مُوْسٰى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ (ص ٥٩٢)

غزوۂ ذات الرقاع اور یہ غطفان کی ایک شاخ بنی ثعلبہ سے محارب خصفہ کے ساتھ ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نخل میں اترے تھے' یہ غزوۂ خیبر کے بعد ہوا تھا اس لیے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری خیبر کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور یہ اس میں شریک تھے

نخل

نخل مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔

محارب خصفہ

یہاں امام بخاری نے محارب کے بعد ثعلبہ ذکر کیا' اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں حالانکہ محارب الگ قبیلہ ہے اور ثعلبہ الگ' ثعلبہ غطفان کی شاخ ہے' غطفان سعد بن قیس کی اولاد ہیں اور محارب خصفۃ بن قیس کی اولاد ہیں' دونوں الگ الگ قبیلے ہیں۔ غزوۂ ذات الرقاع بنی ثعلبہ سے ہوا تھا' اس لیے یہ کہنا کہ محارب خصفۃ غطفان کی شاخ بنی ثعلبہ سے ہیں درست نہیں۔

ت ٦١٢ - **قَالَ** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ (اِلٰى اَنْ قَالَ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فِي الْخَوْفِ فِيْ غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ساتویں غزوے ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

ت ٦١٣ - **وَقَالَ** ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَوْفَ بِذِيْ قَرَدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز خوف ذوقرد میں پڑھی۔

ت ٦١٤ - **وَقَالَ** بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ (اِلٰى اَنْ قَالَ) اَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ.

نے نماز خوف یوم محارب اور ثعلبہ پڑھائی۔

ت٦١٥ - وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَهَبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ.

وہب بن کیسان نے کہا: میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخل سے ذات الرقاع کے لیے چلے۔ غطفان کی ایک جماعت سے آمنا سامنا ہوا کوئی لڑائی نہیں ہوئی' لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خوف دو رکعت پڑھی۔

ت٦١٦ - وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ.

حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں غزوۂ یوم القرد میں شریک ہوا۔

غزوۂ ذات الرّقاع

"رِقَاع"، "رُقْعَةٌ" کی جمع ہے' جس کے معنی پیوند کے ہیں' اس غزوہ میں جھنڈا پیوند لگے ہوئے کپڑوں کا تھا اس لیے اس کو ذات الرقاع کہا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ پیدل چلنے کی وجہ سے مجاہدین کے پاؤں زخمی ہو گئے ان زخموں پر کپڑے لپیٹے تھے۔

امام واقدی نے فرمایا کہ جس پہاڑ کے پاس یہ غزوہ ہوا تھا اس پر سرخ سفید سیاہ چتی دار پتھر تھے اس لیے اس کو ذات الرقاع کہا گیا۔

غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا تھا' خیبر سے پہلے یا خیبر کے بعد؟ امام ابن اسحٰق نے کہا: قبل خیبر' امام بخاری کا رجحان یہ ہے کہ بعد خیبر ہوا تھا' اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔ اسی غزوہ میں صلوٰۃ الخوف مشروع ہوئی۔

غزوۂ ذات القرد

یہ غزوۂ ذات الرقاع کے علاوہ دوسرا غزوہ ہے۔ یہ غزوہ اس موقع پر ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن فزاری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا جس کا پیچھا پہلے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور سارے اونٹوں کو دشمنوں سے چھین لیا' بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کچھ مجاہدین کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوۂ ذات القرد میں بھی نماز خوف پڑھی گئی تھی۔

٢١٢٠- ح: [وَجْهُ تَسْمِيَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ]

غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ

٢١٢٠- عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ وَّنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ أَظْفَارِيْ فَكُنَّا نَلُفُّ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوے میں نکلے اور ہم چھ شخص تھے اور ہمارے بیچ میں صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ پیدل چلنے کی وجہ سے ہمارے قدم زخمی ہو گئے اور میرے دونوں قدم زخمی

عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا ثُمَّ كَرِهَ ذَاكَ قَالَ مَا كُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْكُرَهٗ كَاَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْءٌ مِنْ عَمَلِهِ اَفْشَاهُ.

ہو گئے اور ناخن گر پڑے جس کی وجہ سے ہم اپنے پاؤں پر کپڑے لپیٹے ہوئے تھے اس کا نام ذات الرقاع اسی لیے پڑا کہ ہم اپنے پاؤں پر کپڑوں کی پٹی باندھے ہوئے تھے پھر اس کو ناپسند فرمایا اس کے تذکرے سے میرا کیا کام انہوں نے اپنا عمل ظاہر کرنے کو ناپسند کیا۔

٢١٢١- ح: [تَفْصِيْلُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ]

صلوٰۃ الخوف کی تفصیل

٢١٢١ - عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

صالح بن خوات سے روایت ہے وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع اور صلوٰۃ الخوف میں شریک تھا کہ ایک گروہ نے حضور کے ساتھ صف لگائی اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے رہا۔ حضور نے اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھائی پھر کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر چلے گئے اور دشمن کے سامنے صف بندی کی اور دوسرا گروہ آیا انہیں حضور نے وہ رکعت پڑھائی جو حضور کی نماز سے باقی رہ گئی تھی پھر بیٹھے رہے ان لوگوں نے بھی اپنی نماز پوری کی پھر ان کے ساتھ سلام پھیرا۔

صلوٰۃ الخوف کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں جس پر تفصیلی بحث نزہۃ القاری کی دوسری جلد میں ہو چکی ہے۔

ت٦١٧ - وَقَالَ مُعَاذٌ (اِلٰى اَنْ قَالَ) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَذٰلِكَ اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِيْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نخل میں تھے انہوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا کہ صلوٰۃ الخوف کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا ہے ان سب سے اچھی یہ روایت ہے۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ (اِلٰى اَنْ قَالَ) اَنَّ قَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِيْ اَنْمَارٍ.

قاسم بن محمد نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے صلوٰۃ الخوف غزوۂ بنی انمار میں پڑھی۔

بنی انمار بجیلہ کی ایک شاخ ہے یہ لوگ بنی ثعلبہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ غالباً یہ دونوں غزوے ایک ہی ہیں۔ امام واقدی نے ذکر کیا کہ غزوۂ ذات الرقاع کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک اعرابی حلب سے مدینہ طیبہ آئے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ بنی ثعلبہ اور بنی انمار نے تمہارے مقابلے کے لیے جمعیت اکٹھی کر رکھی ہے یہ سن کر حضور اقدس ﷺ سات سو افراد لے کر نکلے اس تقدیر پر غزوۂ ذات الرقاع اور غزوۂ بنی انمار ایک ہی ہیں۔

٢١٢٢ - عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ قَالَ يَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (صلوٰۃ الخوف میں) امام قبلہ رو کھڑا ہو ایک گروہ مجاہدین میں سے امام کے ساتھ رہے

مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُوْمُوْنَ فَيَرْكَعُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَّيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هٰؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ فَيَجِيْئُ أُولٰئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُوْنَ وَيَسْجُدُوْنَ سَجْدَتَيْنِ.

اور ایک گروہ دشمن کے سامنے' ان کا رخ دشمن کی طرف رہے' جو لوگ امام کے ساتھ ہیں انہیں ایک رکعت پڑھائے' پھر کھڑے ہوں اور اپنی ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں اپنی جگہ' پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے جائیں (دشمن کے سامنے) اب وہ لوگ آئیں اور امام انہیں ایک رکعت پڑھائے' امام کی دو رکعت ہو گئیں' پھر یہ لوگ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کریں۔

ت٦١٨- وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ وَإِنَّمَا جَاءَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامَ خَيْبَرَ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر کے دنوں میں آئے تھے۔

غزوۂ ذات الرقاع کا نام غزوۂ نجد بھی ہے' بنی محارب' بنی ثعلبہ نجد ہی کے باشندے تھے' امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہوا ہے اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شریک تھے اور وہ خیبر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔

بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ (ص ٥٩٣)

غزوۂ بنی مصطلق کا بیان' یہ خزاعہ کی شاخ تھی' اس کا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے

ت٦١٩- قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ وَقَالَ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ یہ غزوہ ٦ھ میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: ٤ھ میں۔

ت٦٢٠- وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيْثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيْعِ.

امام زہری سے روایت ہے کہ واقعہ افک غزوۂ مریسیع میں رونما ہوا تھا۔

غزوۂ بنی مصطلق کس سنہ میں ہوا تھا اس میں اختلاف ہے۔ امام محمد بن اسحٰق نے کہا کہ ٦ھ میں اور امام موسیٰ بن عقبہ اور امام واقدی نے کہا: ٥ھ کے شعبان میں' یہاں امام بخاری نے جو امام موسیٰ بن عقبہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ٤ھ میں ہوا تھا یہ کسی کاتب کا سہو ہے۔ کتاب المغازی موسیٰ بن عقبہ میں ٥ھ ہے' اس غزوے کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ (ص ٥٩٣)

حدیث افک کا بیان

اَلْإِفْكُ وَالْأَفَكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ يُقَالُ ﴿إِفْكُهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت:١٥١) وَأَفْكُهُمْ وَأَفَكَهُمْ...... امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس میں تین لغات ہیں' ہمزہ کو کسرہ اور فاء ساکن "إِفْكٌ" ہمزہ کو فتحہ فاء ساکن "أَفْكٌ" ہمزہ کو بھی فتحہ اور فاء کو بھی فتحہ "أَفَكٌ"۔ اس کے معنی بہتان باندھنے اور الزام تراشنے کے ہیں۔ "إِفْكٌ" اور اس کی پوری تشریح اور اس پر پوری بحث گزر چکی ہے۔

٢١٢٣- ح [قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَلْوَلْقُ اَلْكَذِبُ]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "ولق" کا معنی: جھوٹ بولنا' ہے

٢١٢٣- عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھتی تھیں "إِذْ تَلِقُوْنَهُ"

تَعَالٰى عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ ﴿إِذْ تَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ﴾ (النور: ١٥) وَتَقُوْلُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ قَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ وَكَانَتْ اَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا بِذٰلِكَ لِاَنَّهُ نَزَلَ فِيْهَا.

بِأَلْسِنَتِكُمْ" اور فرماتی تھیں "الولق" کے معنی جھوٹ بولنا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا: اس کو وہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتی تھیں اس لیے کہ وہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

سورۂ نور میں فرمایا گیا: "اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ" مگر ام المؤمنین اسے "اِذْتَلِقُوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ" پڑھتی تھیں فرماتی تھیں: اس کا مادہ "وَلَقٌ" ہے جس کے معنی جھوٹ بولنے کے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بول رہے تھے۔

٢١٢٤- ح: [شِعْرُ حَسَّانٍ فِيْ مَدْحِ عَائِشَةَ]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر

٢١٢٤ - عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِاَبْيَاتٍ لَّهُ وَقَالَ:

مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں حسان بن ثابت بیٹھے ہوئے انہیں شعر سنا رہے تھے جس میں ان کا تذکرہ تھا۔ حضرت حسان نے کہا:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثٰى مِنْ لُحُوْمِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَاذَنِيْ لَهُ اَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ قَالَتْ وَاَيُّ عَذَابٍ اَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى فَقَالَتْ لَهُ اِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ اَوْ يُهَاجِيْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پاک دامن باوقار جن کی شان میں کسی برائی کی گنجائش نہیں اور یہ کبھی کسی کی غیبت نہیں فرماتیں، تو فرمایا: لیکن تم ایسے نہیں۔ مسروق نے کہا: میں نے عرض کیا: ان کو اپنے پاس حاضری کی اجازت کیوں دیتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ جس نے اس میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لیے بھاری عذاب ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا کہ نابینائی سے بڑھ کر اور کیا سخت عذاب ہے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور مشرکین کی ہجو کرتے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ نور۔ باب: قوله یعظکم الله، باب: قوله یبین الله لکم الایات ص٦٩٩)

بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ

غزوۂ حدیبیہ کا بیان

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ١٨). (ص٥٩٧)

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: بے شک! اللہ مؤمنین سے راضی ہوا جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

٦ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ شوال المکرم کے اخیر میں عمرہ کرنے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے جب حضور حدیبیہ پر پہنچے جو کہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے تو قریش نے روک دیا، یہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غرۂ ذوقعدہ میں دوشنبہ کے دن صحابہ کرام سے ایک ببول کے درخت کے نیچے اخیر دم تک ساتھ دینے کی بیعت لی تھی جس کا نام بیعت رضوان ہے جس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔ اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے اکثر گزر چکی ہیں، چند حدیثیں جو گزری نہیں ہیں انہیں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

٢١٢٥- ح: [مِرْدَاسُ الْاَسْلَمِيُّ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ]

٢١٢٥ - عَنْ قَيْسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ مِرْدَاسَ الْاَسْلَمِيَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَا يَعْبَاُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الرقاق۔ باب: ذھاب الصالحین ص ٩٩٢)

مرداس اسلمی اصحاب شجرہ میں سے تھے

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے: نیک لوگ اٹھا لیے جائیں گے سب سے افضل پہلے' پھر اس کے بعد اور ردی لوگ رہ جائیں گے جیسے جَو اور کھجور کے ردی دانے رہ جاتے ہیں جن کی اللہ کے نزدیک کوئی وقعت نہ ہوگی۔

٢١٢٦- ح:

٢١٢٦ - عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ اِمْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّلَا ضَرْعٌ وَخَشِيْتُ اَنْ تَاْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَاَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ اَيْمَاءَ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ اَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَاَهُمَا طَعَامًا وَحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهٖ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَفْنٰى حَتّٰى يَاْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى اَبَا هٰذِهٖ وَاَخَاهَا قَدْ حَاصَرَ حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ اَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ.

شرکاء حدیبیہ کے وارثین کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا احسان

اسلم نے کہا: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا' ان کے سامنے ایک نوجوان عورت آئی' اس نے کہا: امیر المؤمنین! میرا شوہر فوت ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑیں' بخدا! نہ تو وہ جانوروں کا پایہ بھونتے ہیں اور نہ ان کے لیے کھیت ہے اور نہ دودھ والے جانور۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں بجو کھا جائے اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں' میرے والد حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ حضرت عمر اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور آگے نہیں بڑھے' پھر فرمایا: خوش آمدید قریبی نسب والی کو' پھر ایک تندرست اونٹ کے پاس تشریف لے گئے جو گھر میں بندھا ہوا تھا' غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں اس پر لاد دیں اور بوریوں کے درمیان کچھ نقد اور کپڑا رکھا' پھر اس کی نکیل اس عورت کو تھما دی اور فرمایا: اسے لے جا ان کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے پاس خیر لائے گا۔ ایک صاحب نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو بہت دے دیا' تو حضرت عمر نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے' بخدا! میں اس کے والد اور بھائی کو جانتا ہوں کہ دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ تک محاصرہ کیا' پھر اسے فتح کیا' اب ہم اس میں ان دونوں کے حصے لے رہے ہیں۔

٢١٢٧- ح

٢١٢٧ - عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ انْطَلَقْتُ

بیعت شجرہ کی جگہ مسجد

طارق بن عبد الرحمٰن نے کہا: میں حج کے ارادے سے چلا اور

حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَاهٰذَا الْمَسْجِدُ قَالُوْا هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ وَاَتَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِيْنَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوْهَا وَعَلِمْتُمُوْهَا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْلَمُ.

میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہی تھی' میں نے پوچھا: یہ کون سی مسجد ہے؟ لوگوں نے کہا: یہی وہ درخت ہے جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں سعید بن مسیّب کے پاس آیا اور میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے کہا: میرے والد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت لی تھی' انہوں نے بتایا: جب ہم آئندہ سال وہاں پہنچے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور اس کو متعین نہیں کر سکے۔ سعید نے کہا: صحابہ کرام اسے نہیں جانتے اور تم لوگوں نے اسے جان لیا' تو تم لوگ زیادہ جاننے والے ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاں کسی بزرگ نے قیام کیا ہو یا وہاں کوئی خاص اہم دینی بات ہوئی ہو وہاں تبرکاً نماز پڑھنا تابعین سے رائج ہے' اس سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے چلّے اور ان کی قیام گاہ کی زیارت کرنا جائز ہے اور اسلاف کا طریقہ ہے۔ حضرت سعید بن مسیّب نے وہاں نماز پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا' ان کا فرمانا یہ تھا کہ صحابہ کرام کو بعینہٖ وہ درخت یاد نہیں رہا تم کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ وہی درخت ہے یا یہیں وہ درخت تھا۔ مطلب یہ تھا کہ تم لوگ اس درخت کے پاس نماز نہیں پڑھتے اپنے جی سے ایک درخت کو متعین کر لیا ہے کہ یہ وہی درخت ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں' جب صحابہ کرام کو معلوم نہیں تھا کہ یہ کون سا درخت ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔

٢١٢٨ - **حَدَّثَنَا** اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيْطَانِ ظِلٌّ يُسْتَظَلُّ فِيْهِ.

(مسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ۔ کتاب الصلوٰۃ)

ایاس بن سلمہ بن اکوع نے کہا: مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی' اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتے' پھر پلٹتے تو دیواروں کے لیے سایہ نہ ہوتا جس میں سایہ حاصل کیا جاتا۔

مواقیت الصلوٰۃ میں ہم یہ بتا آئے کہ گرمیوں میں کچھ دن ایسے آتے ہیں کہ حرمین طیبین میں سایہ اصلی زوال کے وقت بالکل نہیں ہوتا' پھر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ مطلقاً سایہ کی نفی نہیں فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا کہ ہم اس سایہ میں بیٹھ سکیں یا کھڑے ہو سکیں۔

٢١٢٩- ح:

حضرت سعید بن مسیّب کے قول کی توجیہ

٢١٢٩ - **عَنِ الْعَلَاءِ** بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقِيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ طُوْبٰى لَكَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ

مسیّب نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو میں نے کہا: آپ کو بشارت ہو آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ نے بیعت رضوان کی تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! تم نہیں جانتے کہ حضور کے بعد ہم نے کیا کیا۔

مَا اَحْدَثْنَا بَعْدَهُ.

٢١٣٠- ح: [ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ]

ثابت بن ضحاک اصحاب بیعت رضوان سے ہیں

٢١٣٠ - عَنْ اَبِی قِلَابَةَ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَايَعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی۔

٢١٣١- ح: [نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فِی الْحُدَيْبِيَّةِ]

سورۂ فتح حدیبیہ کے مقام پر نازل ہوئی تھی

٢١٣١ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ (الفتح:١) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ اَصْحَابُهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا فَمَا لَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ﴾ (الفتح:٥) قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهٖ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ اَمَّا ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ اَنَسٍ وَاَمَّا هَنِيْئًا مَّرِيْئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ.

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ فتح۔ باب: انا فتحنا لك فتحا مبينا ص ٧١٦۔ نسائی۔ کتاب التفسیر)

قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''انا فتحنا لك فتحا مبينا'' میں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ صحابہ نے حضور سے عرض کیا: حضور کو مبارک ہو ہمارے لیے کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتری: تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل فرمائے۔ شعبہ نے کہا: اس کے بعد میں کوفہ آیا اور میں نے یہ سب قتادہ سے بیان کیا اس کے بعد پھر لوٹا تو میں نے قتادہ سے بیان کیا' تو انہوں نے کہا کہ ''انا فتحنا لك فتحا مبينا'' کی تفسیر حضرت انس سے مروی ہے لیکن ''هنيئا مريئا'' یہ عکرمہ سے ہے۔

٢١٣٢- ح: [زَاهِرُ الْاَسْلَمِیُّ كَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ]

زاہر اسلمی بیعت رضوان میں شریک تھے

٢١٣٢ - عَنْ مَجْزَاَةَ بْنِ زَاهِرِ الْاَسْلَمِیِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّیْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ.

حضرت زاہر اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا اور یہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں کہ میں (یوم خیبر) ہانڈیوں میں دیسی گدھوں کا گوشت پکا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیسی گدھوں کے کھانے سے منع فرماتے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیسی گدھوں کے کھانے کی ممانعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی حالانکہ ایسا نہیں اس سے ممانعت سب سے پہلے غزوۂ خیبر میں ہوئی حضرت زاہر اسلمی نے اسی کو بیان کیا ہے۔ راوی حدیث نے ان کے تعارف میں یہ بڑھایا کہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے۔

٢١٣٣- ح [اُهْبَانُ بْنُ اَوْسٍ كَانَ

اہبان بن اوس بیعت رضوان

مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ]

کے شرکاء میں سے تھے

٢١٣٣ - وَعَنْ مَجْزَاةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اسْمُهُ اُهْبَانُ بْنُ اَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهُ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهِ وِسَادَةً.

مجزاۃ روایت کرتے ہیں صحابہ کرام ہی میں سے ایک صاحب سے جو اصحاب شجرہ سے تھے جن کا نام اہبان بن اوس تھا' ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی تو سجدے کے وقت اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے۔

٢١٣٤- ح: [سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ]

سوید بن نعمان بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے

٢١٣٤ - عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اُتُوْا بِسَوِيْقٍ فَلَاكُوْهُ.

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ اصحاب شجرہ سے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے پاس ستو لایا جاتا تو لوگ اسے پھانک کر نگل جاتے۔

٢١٣٥- ح: [اَلسُّوَالُ عَنِ الْوِتْرِ]

[وتر سے متعلق سوال]

٢١٣٥ - عَنْ اَبِىْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ اِذَا اَوْتَرْتَ مِنْ اَوَّلِهِ فَلَا تُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِهِ.

ابو جمرہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اصحاب شجرہ میں سے تھے: کیا (سونے سے) وتر ٹوٹ جاتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب تو شروع رات میں وتر پڑھ لے تو اس کے آخر میں مت پڑھ۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا: ''اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا'' رات میں اپنی اخیر نماز وتر کو کرو۔ اب کوئی شخص وتر پڑھ کر سو گیا' پھر وہ جاگا تو دوبارہ وتر پڑھے گا یا نہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ سونے سے پہلا وتر ختم ہو گیا' اب دوبارہ پڑھے۔

٢١٣٦- ح: [فَضْلُ سُوْرَةِ الْفَتْحِ]

سورۂ فتح کی فضیلت

٢١٣٦ - عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيْرُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيْرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَاَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَاَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَاَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يُجِيْبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار رات میں سفر فرما رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی حضور کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب نے حضور سے کچھ پوچھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' پھر پوچھا' پھر جواب نہیں دیا' پھر پوچھا' پھر کوئی جواب نہیں دیا' حضرت عمر بن خطاب نے اپنے آپ سے کہا: اے عمر! تمہیں تمہاری ماں روئے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار ایک بات پوچھی اور حضور نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر نے کہا: میں نے

بَعِيْرِىْ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخَشِيْتُ اَنْ يُّنْزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِىْ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ وَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ (الفتح:١).

اپنے اونٹ کو تیز ہانکا اور مسلمانوں کے آگے بڑھ گیا اور میں ڈرا کہ میرے بارے میں قرآن نہ اترے' تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے سنا کہ ایک پکارنے والا مجھے پکار رہا ہے' میں ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اتر چکا ہو اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو سلام کیا تو فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورت نازل کی گئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے جن پر سورج نے طلوع کیا' پھر تلاوت فرمائی: ''انا فتحنا لك فتحا مبينا''۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ فتح۔ باب: انا فتحنا مبینا ص۷١٦' کتاب فضائل قران۔ باب: فضل سورة الفتح ص۷۴۹)

٢١٣٧- ح: [تَفْصِيْلُ صُلْحِ الْحُدَيْبِيَّةِ]

صلح حدیبیہ کی تفصیل

٢١٣٧- عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهٗ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَّهٗ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِغَدِيْرِ الْاَشْطَاطِ اَتَاهُ عَيْنُهٗ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوْا لَكَ جُمُوْعًا وَقَدْ جَمَعُوْا لَكَ الْاَحَابِيْشَ الْاَشْطَاطَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ اَشِيْرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ اَتَرَوْنَ اَنْ اَمِيْلَ اِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَاِنْ يَّاْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَلَا حَرْبَ اَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهٗ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ امْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ.

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت ہے' ان میں سے ایک نے دوسرے کی روایت پر کچھ زیادہ کیا ہے' ان دونوں نے کہا: نبی ﷺ حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے کچھ زیادہ اصحاب کے ساتھ مدینہ سے عمرے کی نیت سے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو قربانی کے جانوروں کو قلادہ پہنایا اور اشعار کیا اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھا اور خزاعہ کے کچھ افراد کو جاسوس بنا کر بھیجا اور نبی ﷺ وہاں سے چلے' جب غدیر الاشطاط پر پہنچے تو جاسوس خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ قریش نے آپ کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر لیا ہے اور احابیش الاشطاط کو جمع کر لیا ہے وہ آپ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکنے کا' حضور نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو کیا تم لوگ مناسب جانتے ہو کہ جو لوگ ہم کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں ان کے اہل وعیال پر ہم جا پڑیں' پس اگر وہ لوگ ہمارے مقابلے پر آئیں تو اللہ ہمارا مددگار ہے' جس نے ہمارے جاسوس کو مشرکین سے محفوظ رکھا ورنہ ہم ان کو ایسا چھوڑیں گے گویا لڑائی سے بھاگے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں کسی کے قتل یا کسی سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ حضور بیت اللہ کی طرف چلیں' جو ہم کو بیت اللہ سے روکے گا اس سے ہم لڑیں گے' حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نام پر آگے بڑھو۔

احابیش

''احابیش''، ''حبیش'' کی جمع ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں، مراد متفرق قبائل کے لوگ ہیں، مکہ معظمہ کے آس پاس کے کچھ قبائل نے ایک پہاڑ کے پاس جس کا نام حبیش ہے قریش کے ساتھ عقد مخالفہ کیا تھا، ان کو احابیش کہا جاتا ہے۔ قریش نے یہ سن کر کہ حضور اقدس ﷺ عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ آرہے ہیں اپنے حلیف تمام قبائل کو اکٹھا کر لیا تھا، غدیر الاشطاط عسفان کے آگے حدیبیہ کے اطراف میں ایک تالاب کا نام ہے۔

٢١٣٨- ح: [اِنَّ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ ابْنِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے صاحب زادے حضرت عبد اللہ سے پہلے اسلام لائے

٢١٣٨ - عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذَالِكَ وَلٰكِنَّ عُمَرَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى فَرَسٍ لَّهٗ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَأْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ بِذَالِكَ فَبَايَعَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهٗ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ.

نافع نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر، حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے حالانکہ ایسا نہیں، ہاں حدیبیہ کے دن حضرت عمر نے حضرت عبد اللہ کو بھیجا کہ ان کا گھوڑا ایک انصاری کے پاس ہے اسے لاؤ تا کہ اس پر سوار ہو کر جنگ کریں اور رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے تھے اور حضرت عمر کو خبر نہیں تھی حضرت عبد اللہ نے بیعت کر لی، پھر گئے اور گھوڑا لے کر حضرت عمر کے پاس آئے اور حضرت عمر لڑائی کے لیے ہتھیار پہن رہے تھے۔ حضرت عبد اللہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمر حضرت عبد اللہ کے ساتھ گئے اور بیعت کی۔ یہی بات ہے جس کو لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ قریش کے پاس بھیجا تھا کہ وہ قریش کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں، ان کے آنے میں تاخیر ہوئی حضور اقدس ﷺ کے ہم راہی اس وقفہ میں متفرق درختوں کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں یہ خبر اڑ گئی کہ قریش نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے، اس پر حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لینی شروع کی۔ اسی اثناء میں حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ کو اپنا گھوڑا لینے کے لیے بھیجا، انہوں نے دیکھا کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کو گھیرے ہوئے ہیں اور بیعت کر لی، واپس آ کر اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے اور حضرت عمر کے بیعت کرنے کے بعد پھر دوبارہ بیعت کی۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، مگر یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ ہے اس لیے ہم نے اس کو لکھا۔

بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ (ص ٦٠٢)

عکل اور عرینہ کا قصہ

عکل و عرینہ کا پورا قصہ کتاب الطہارۃ میں گزر چکا ہے۔

٢١٣٩ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهٗ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِسْتَشَارَ النَّاسَ

ابو رجاء اور ابو قلابہ کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی اور یہ ان کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک دن

يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْ قِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِي الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّايَ حَدَّثَهٗ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ.

لوگوں سے مشورہ کیا' فرمایا: تم لوگ اس قسامت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: حق ہے' رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا اور آپ سے پہلے خلفاء نے فیصلہ فرمایا اور ابوقلابہ عمر بن عبدالعزیز کے تخت کے پیچھے تھے۔ عنبسہ بن سعید نے کہا: پھر کہاں ہے حضرت انس کی حدیث عرینیین کے بارے میں؟ ابوقلابہ نے کہا: یہ حدیث حضرت انس بن مالک نے مجھ سے بیان فرمائی ہے۔ بہ طریق عبد العزیز بن صہیب من عرینہ ہے (عُکل نہیں ہے) اور بہ طریق ابوقلابہ من عکل ہے (عرینہ نہیں)۔

قسامۃ کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔ ''عَنْبَسَة'' بن سعید کے کہنے کا مطلب یہ تھا۔ عرینیین کے قصہ میں یہ ہے کہ ان ظالموں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو شہید کیا تھا اور یہ معلوم نہیں تھا کہ بعینہ کس نے شہید کیا ہے اور یہ معلوم تھا کہ سب نے مل کر شہید کیا ہے تو یہاں واقعے کی صورت یہ تھی کہ قسامۃ کے اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا مگر حضور اکرم ﷺ نے ان سب سے قصاص لیا۔

جواب یہ ہے کہ اس وقت تک قسامۃ مشروع نہیں ہوئی تھی' نیز ان ظالموں نے ڈاکہ ڈالا تھا اس کی سزا میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور بقیہ سزائیں سیاسۃً دی گئیں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الْقَرَدِ (ص ٦٠٣)

غزوۂ ذات القرد کا بیان

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِيْ اَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ.

یہ وہ غزوہ ہے جس میں نبی ﷺ کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا غزوۂ خیبر سے تین دن پہلے۔

قَرَد

مدینہ سے ایک دو دن کے فاصلے پر بلاد غطفان کے قریب ایک بستی کا نام ہے' یہ غزوہ ٦ھ میں ہوا تھا' حدیبیہ سے پہلے تھا یا حدیبیہ کے بعد۔ حلبی نے اپنی سیرت میں کہا کہ یہ حدیبیہ سے پہلے ہوا تھا لیکن امام بخاری' امام مسلم کی رائے یہ ہے کہ حدیبیہ کے بعد خیبر سے تین دن پہلے ہوا تھا اور یہی راجح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ عیینہ بن حصین فزاری نے تین بار ڈاکہ ڈالا تھا' اخیر میں یہ واقعہ پیش آیا' اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ (ص ٦٠٣)

غزوۂ خیبر کا بیان

خیبر

مدینہ طیبہ سے آٹھ منزل دور شام کی طرف واقع تھا' یہ یہودیوں کی بستی تھی' بہت زرخیز علاقہ تھا' یہاں متعدد قلعے تھے' یہود مدینہ جلاوطن ہو کر یہیں آباد ہو گئے تھے وہاں سے ہمیشہ ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے اس لیے ان کا قلع قمع کرنا ضروری تھا اس لیے حضور اقدس ﷺ نے ان پر حملہ کیا اور بالآخر اس کو فتح فرمایا' غزوۂ خیبر کی بہت سی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

٢١٤٠- ح

خیبر کے راستہ کا ایک ایمان افروز واقعہ

٢١٤٠- عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ کے ساتھ ہم

الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی خَیْبَرَ فَسِرْنَا لَیْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ یَا عَامِرُ اَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَیْهَاتِكَ وَکَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ یَحْدُوْ بِالْقَوْمِ یَقُوْلُ:

لوگ خیبر کی طرف چلے، ہم رات کو چلے۔ قوم میں سے ایک شخص نے عامر سے کہا: اے عامر! ہمیں اپنے کچھ اشعار کیوں نہیں سناتے اور عامر شاعر تھے، وہ اتر کر قوم کو حدی سنانے لگے، کہنے لگے:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اے اللہ! حضور، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَیْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَیْنَا

ہمیں بخش دیجئے ہم آپ پر فدا ہوں جب تک جئیں اور ہمارے قدم ثابت رکھیے اگر ہم دشمن سے لڑیں۔

وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا
اِنَّا اِذْ صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا

ہم پر سکینہ نازل فرمائیے، ہم کو جب باطل کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔

وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا

اور صبح کے دشمنوں نے ہمارے خلاف اپنے حامیوں کو بلایا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُهُ اللّٰہُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِهٖ فَاَتَیْنَا خَیْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰی اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِیْدَةٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَتَحَهَا عَلَیْهِمْ فَلَمَّا اَمْسَی النَّاسُ مَسَاءَ الْیَوْمِ الَّذِیْ فُتِحَتْ عَلَیْهِمْ اَوْقَدُوْا نِیْرَانًا کَثِیْرَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّیْرَانُ عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰی لَحْمٍ قَالَ عَلٰی اَیِّ لَحْمٍ قَالُوْا لَحْمِ حُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِیْقُوْهَا وَاکْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ نُهَرِیْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ کَانَ سَیْفُ عَامِرٍ قَصِیْرًا فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ یَهُوْدِیٍّ لِیَضْرِبَهٗ فَیَرْجِعُ ذُبَابُ سَیْفِهٖ فَاَصَابَ عَیْنَ رُکْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِیَدِیْ قَالَ مَا لَكَ قُلْتُ لَهٗ فِدَاكَ اَبِیْ

اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ ہانکنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: عامر بن اکوع، فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے۔ ایک صاحب (حضرت عمر) نے عرض کیا: اس پر شہادت واجب ہوگئی، اے اللہ کے نبی! کیوں نہیں ان کو زندہ رکھا کہ ہم ان سے فائدہ حاصل کرتے۔ حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ ہم خیبر پہنچے اور ہم نے ان کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ ہم کو سخت بھوک پہنچی، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خیبر کو فتح فرمایا، جس دن خیبر فتح ہوا اس کی شام کو لوگوں نے بہت زیادہ آگ جلائی۔ نبی ﷺ نے پوچھا: یہ آگ کیسی ہے کس چیز پر لوگ جلا رہے ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: گوشت پر، دریافت فرمایا: کس چیز کے گوشت پر؟ فرمایا: دیسی گدھوں کے گوشت پر۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے گرادو اور ہانڈیوں کو توڑ دو تو ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے بہادیں اور دھولیں، فرمایا: یہی سہی، جب قوم نے صف بندی کی عامر کی تلوار چھوٹی تھی تو انہوں نے ایک یہودی کی پنڈلی کا نشانہ لگا کر مارا، تلوار کا پھل لوٹ آیا اور عامر کے گھٹنے کو لگا جس کے صدمے سے وہ فوت ہو گئے۔ حضرت سلمہ نے کہا: جب لوگ خیبر سے لوٹے تو مجھے رسول

وَاُمِّی زَعَمُوا اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ وَاِنَّ لَهُ لَاَجْرَیْنِ وَجَمَعَ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ اِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِیٌّ مُشَابِهًا مِثْلَهُ.

اللہ ﷺ نے دیکھا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا' پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان! لوگ گمان کرتے ہیں کہ عامر کے نیک کام اکارت ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا اس نے غلط کہا اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور حضور نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان جمع فرمایا' بے شک اس نے راہِ خدا میں مشقت اٹھائی اور جہاد کیا بہت کم عربی اس کے مثل ہوں گے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خوش آوازی کے ساتھ حمد ونعت کے اشعار پڑھنا سنت ہے۔ حضرت عامر کی آواز بہت عمدہ تھی' انہوں نے جب یہ اشعار پڑھنے شروع کیے تو ایک سماں بندھ گیا' لوگوں پر کیف و وجد طاری ہو گیا' اونٹ مست ہو کر تیزی سے چلنے لگے' ساتھ میں خواتین بھی تھیں' اونٹوں کے تیز چلنے کی وجہ سے انہیں جھٹکے لگنے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''رويدك بالقوارير'' (شیشوں کا خیال کرو)' نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ یہ جانتے تھے کہ کون کہاں مرے گا؟ نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ موت وزیست حضور کے اختیار میں ہے۔ حضرت عمر کی یہ عرض داشت ''لولا امتعتنابه'' اس پر نص ہے' نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ لڑائیوں میں لوگوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں اور لوگوں کے دلوں پر سکینہ نازل فرماتے ہیں۔ حضرت عامر کے اشعار کے شروع میں ''اَللّٰهُمَّ'' برکت کے لیے ہے اور ''لَوْلَا اَنْتَ'' سے خطاب حضور اقدس ﷺ سے ہے اس پر قطعی ظاہر قرینہ یہ ہے کہ عرض کیا: ''فداء لك''۔ فداء کے معنی ہوتے ہیں کہ اپنی جان یا مال دے کر کسی کی جان بچائی جائے اور یہ اللہ عزوجل کی جناب میں محال ہے اس لیے یہ اللہ سے خطاب ہو ہی نہیں سکتا' ان سب باتوں کو علامہ احمد خطیب قسطلانی نے شرح بخاری میں بیان فرمایا ہے' اس پر سہارنپوری صاحب کا حاشیہ بخاری میں یہ جھک مارنا کہ فداء سے محبت اور تعظیم مراد ہے خروج عن الظاہر اور تاسف ہے' نصوص اپنے ظاہر ہی پر محمول ہوں گے جب تک کہ ظاہر سے صارف کے لیے کوئی قرینہ شرعیہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے ظاہر پر محمول ہونے کے لیے کثیر احادیث مؤید ہیں۔ تفصیل کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ ''الامن والعلی'' کا مطالعہ کریں۔

یہاں بخاری میں اخیر حدیث میں ''مشابها مثلهٗ'' ہے اور دوسرے نسخوں میں ''مشٰی بها مثلهٗ'' ہے یعنی عامر بن اکوع اچھی صفات کے ساتھ متصف تھے۔ ان صفات کے ساتھ متصف کم ہی کوئی عربی زمین پر چلا ہوگا' حاصل دونوں نسخوں کا ایک ہے۔

۲۱۴۱- ح: [حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح]

۲۱٤۱- عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُهَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ سَبَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَفِیَّةَ فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ اَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَاَعْتَقَهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے صفیہ کو قید کیا' پھر انہیں آزاد کیا پھر ان سے شادی کر لی۔ ثابت نے حضرت انس سے پوچھا: ان کو مہر کیا دیا؟ فرمایا: خود ان کی ذات کہ ان کو آزاد کیا۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا پورا واقعہ گزر چکا ہے' یہ حدیث بخاری میں دس بارہ طرق سے مروی ہے' ان سب طرق کا احاطہ اور ان میں تطبیق وتوجیہ گزر چکی ہے۔

۲۱۴۲- ح:

حضرت سلمہ کے زخم کو ایسا ٹھیک کر دیا‘ پھر انہیں کبھی تکلیف نہیں ہوئی

۲۱۴۲ - حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَثَرَ ضَرْبَةٍ فِيْ سَاقِ سَلَمَةَ فَقَالَ يَا اَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ قَالَ هٰذِهٖ ضَرْبَةٌ اَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ اُصِيْبَ سَلَمَةُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةَ.

یزید بن ابوعبید نے کہا: میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا: اے ابومسلم! یہ کیا نشان ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ زخم ان کو خیبر کے دن لگا تھا جس پر لوگوں نے کہا: سلمہ زخمی ہو گئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے اس پر تین بار دم فرمایا (وہ فوراً ٹھیک ہو گیا) ایسا کہ اس میں اس وقت تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

یہ حدیث بھی امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلمیذ مکی بن ابراہیم کے واسطہ سے ان کو ملی ہے۔

۲۱۴۳ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ اَنَسٌ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَاٰى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَاَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُوْدُ خَيْبَرَ.

ابوعمران نے کہا کہ حضرت انس نے جمعہ کے دن لوگوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ چادر اوڑھے ہوئے ہیں‘ تو فرمایا: یہ لوگ اس وقت ایسے لوگ رہے ہیں گویا خیبر کے یہود ہیں۔

”طيالسة“ طیلسان کی جمع ہے‘ یہ ایک قسم کی چادر تھی جسے خیبر کے یہود اوڑھا کرتے تھے‘ مسلمانوں کو اسی قسم کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے وہ فرمایا۔

۲۱۴۴- ح: [نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ]

یوم خیبر گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا

۲۱۴۴ - عَنْ نَافِعٍ وَسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الثُّوْمِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَحْدَهٗ وَلُحُوْمُ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ.

نافع اور سالم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن لہسن اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ لہسن کھانے سے منع فرمایا‘ یہ تنہا نافع سے مروی ہے اور دیسی گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا‘ یہ صرف سالم سے مروی ہے۔

دیسی گدھوں کا گوشت کھانا تو حرام ہے لیکن لہسن کا کھانا حرام نہیں‘ ناپسندیدہ ہے‘ اس لیے کہ مسلم میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا لہسن کھانا حرام ہے‘ فرمایا: نہیں‘ مگر میں اس کی بو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔

۲۱۴۵- ح: [نَهٰى مُتْعَةً يَوْمَ خَيْبَرَ وَاَكْلَ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ]

خیبر کے دن متعہ سے اور دیسی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا

۲۱۴۵ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ اور دیسی گدھوں کے کھانے

عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ. سے منع فرمایا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب متعہ۔ باب: نهى رسول الله ﷺ عن النكاح المتعة اخيرا ص ۷۶۶' کتاب الذبائح والصید۔ باب: لحو الحمر الانسية' کتاب الحیل۔ باب: ص ۱۰۲۹' مسلم۔ ترمذی۔ کتاب النکاح' نسائی۔ کتاب الصید' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

متعہ کی پوری بحث کتاب النکاح میں آئے گی۔

٢١٤٦ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ.

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن دیسی گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کی اجازت دی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الصید۔ کتاب الذبائح۔ باب: لحوم الخيل ص ۸۲۹' باب: لحوم الحمر الانسية ص ۸۳' مسلم۔ کتاب الذبائح' ابوداؤد۔ کتاب الاطعمة' نسائی۔ کتاب الصید)

گھوڑے کی حرمت و حلت میں اختلاف ہے' بہت سے اسلاف مثلاً قاضی شریح' حسن بصری' عطاء بن ابو رباح' سعید بن جبیر' حماد بن ابی سلیمان اعمش اس کو حلال جانتے ہیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت اسے حرام جانتی ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا پہلا قول یہی ہے لیکن بعد میں اپنی وفات سے تین دن پہلے اس سے رجوع فرمالیا۔ ہمارے یہاں اصل میں گھوڑا حلال ہے مگر اس کے کھانے میں آلہ جہاد کی تقلیل ہے اس لیے مکروہ ہے۔

٢١٤٧- ح: [نَهٰى فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ]

غزوۂ خیبر میں دیسی گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا

٢١٤٧ - عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ اَنْ نُلْقِيَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ نِيْئَةً وَنَضِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَاْمُرْنَا بِاَكْلِهٖ بَعْدُ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ دیسی گدھوں کا گوشت پھینک دیں کچا اور پکا دونوں' پھر اس کے بعد اس کے کھانے کی ہمیں اجازت نہیں دی۔

(مسلم۔ کتاب الذبائح' نسائی۔ کتاب الصید' ابن ماجہ۔ کتاب الذبائح)

حضرت براء بن عازب کی یہ حدیث امام بخاری نے چار طریقے سے تخریج کی ہے' دو طریقے میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی بھی ہیں اور دو طریقے میں تنہا یہ۔

٢١٤٨- ح: [تَوْجِيْهُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ]

دیسی گدھوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی توجیہ

٢١٤٨ - عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَا اَدْرِيْ اَنَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں جانتا کہ دیسی گدھوں سے رسول اللہ ﷺ نے کیوں منع فرمایا' یا تو اس وجہ سے

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ كَانَ حَمُوْلَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ اَنْ تَذْهَبَ حَمُوْلَتُهُمْ اَوْ حَرَّمَهٗ فِيْ يَوْمِ خَيْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ.

کہ وہ لوگوں کی بار برداری کا ذریعہ تھا تو ناپسند فرمایا کہ بوجھ لادنے والے ختم نہ ہو جائیں یا ان کے گوشت کو خیبر کے دن حرام فرمایا۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا اجتہاد تھا، صحیح اور راجح یہی ہے کہ مطلقاً حرام فرمایا۔

٢١٤٩- ح: [اَعْطٰى يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا]

خیبر کے دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک

٢١٤٩- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهٗ نَافِعٌ فَقَالَ اِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهٗ ثَلَاثَةُ اَسْهُمٍ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ فَرَسٌ فَلَهٗ سَهْمٌ.

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑے کے لیے دو حصے دیئے اور پیادے کے لیے ایک حصہ۔ نافع نے اس کی تفسیر یہ کی کہ جب کسی کے ساتھ گھوڑا ہوتا تو اس کو تین حصے! اور اگر گھوڑا نہ ہوتا تو اسے ایک حصہ دیتے۔

ہمارے یہاں سوار کو دو حصے دیا جائے گا ایک سوار کا ایک گھوڑے کا اور پیدل والے کو ایک حصہ اس کی پوری بحث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔

٢١٥٠- ح:

خیبر میں صرف جانور، سامان اور مال غنیمت ملے

٢١٥٠- حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيْعٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اِفْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهٗ عَبْدٌ لَّهٗ يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ اَهْدَاهُ لَهٗ اَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهٗ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى اَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ اَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ اَصَبْتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ اَوْ شِرَاكَيْنِ مِنْ نَّارٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے خیبر فتح کیا اور ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا، ہم کو گائے اور اونٹ اور سامان اور باغ مال غنیمت میں ملے، فتح کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوٹتے ہوئے وادی القریٰ میں پہنچے اور حضور کے ساتھ ایک حبشی غلام تھے جن کا نام مِدعم تھا جسے بنی ضباب کے ایک شخص نے پیش کیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ کھول رہا تھا، اچانک اس کو ایک تیر آ کر لگا، لوگوں نے کہا: اسے شہادت مبارک ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ بے شک وہ کمبل جسے اس نے خیبر کے دن مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے لیا تھا آگ بن کر اس پر بھڑک رہا ہے، پھر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اس نے کہا: میں نے اس کو لے لیا تھا، فرمایا: ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں۔

(بخاری۔ج ۲۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: هل يدخل في الايمان والنذور والارض ص ۹۹۲ 'مسلم۔ کتاب الایمان والنذور' ابوداؤد' نسائی۔ کتاب السیر)

یہ غلام حبشی تھے جیسا کہ مؤطا میں ہے' حدیبیہ کے موقع پر حضرت رفاعہ بن زید بن وہب جذامی ضبیبی اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور اس غلام کو نذر پیش کیا' ہندوستانی مطبوعہ بخاری میں "بَــلَــیٰ" ہے اور نسخوں میں "بَـلْ" ہے' علامہ عینی نے فرمایا کہ "بَلٰی" کسی کاتب کی غلطی ہے اس لیے کہ مسلم میں ہے "کَلّا" یعنی ہرگز نہیں یعنی وہ شہید کیسے ہوسکتا ہے۔

۲۱۵۱- ح: [مفتوحہ علاقے کے بارے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان]

۲۱۵۱- اَخْبَرَنِیْ زَیْدٌ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْلَا اَنْ اَتْرُكَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَیْسَ لَهُمْ شَیْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَیَّ قَرْیَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ وَلٰكِنِّیْ اَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ یَقْتَسِمُوْنَهَا۔

اسلم روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میری جان ہے! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کے لوگ ایک ہی طریقہ پر رہ جائیں گے کہ ان کے لیے کچھ نہ ہوگا تو جو بھی بستی فتح ہوتی میں اسے مجاہدین پر تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم فرمایا لیکن میں اسے باقی رکھتا ہوں تاکہ وہ مسلمانوں کے لیے اندوختہ ہو جائے جسے وہ بہ وقت ضرورت آپس میں بانٹ لیں۔

اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ "بَبَّــانَــا" آیا ہے' اس کے معنی شی واحد کے ہیں یا برابر کے' مطلب یہ ہے کہ اگر میں مفتوحہ علاقے مجاہدین پر تقسیم کردوں گا وہ ان کی مِلک ہو جائیں گے جو بعد میں ان کے وارثین کو ملیں گے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ مسلمان جنہوں نے جہاد نہیں کیا مثلاً اسی بستی کے لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا سب یکساں محتاج ہو جائیں گے' اس لیے میں مفتوحہ علاقوں کو مجاہدین کی رضامندی سے باقی رکھتا ہوں تاکہ بعد کے مسلمانوں کی ضرورتیں پوری ہوں۔

۲۱۵۲- ح: [عَائِشَةُ قَالَتْ بَعْدَ فُتِحَتْ خَیْبَرُ قُلْنَا الْاٰنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد: فتح خیبر کے بعد' ہم لوگ اب پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں گے

۲۱۵۲- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرُ قُلْنَا الْاٰنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب خیبر فتح ہوگیا تو ہم نے کہا: اب ہم پیٹ بھر کے کھجور کھائیں گے۔

۲۱۵۳- ح: [اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرَ] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد کہ جب تک ہم نے خیبر فتح نہیں کرلیا' ہم کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا

۲۱۵۳- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہمیں پیٹ بھر کھانا اس

شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ. وقت تک نصیب نہ ہوا جب تک ہم نے خیبر فتح نہ کرلیا۔

بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ (ص ٦١٠) عمرۃ القضاء کا بیان

صلح حدیبیہ کی قرارداد کے مطابق ایک سال کے بعد ۷ھ اوائل ذیقعدہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان تمام صحابہ کرام کو جو حدیبیہ میں شریک تھے حکم دیا کہ سال گزشتہ کے عمرے کی قضاء میں سب لوگ عمرے کے لیے چلیں، شرکاء حدیبیہ میں سے کوئی رہ نہ جائے، مزید اور مسلمان بھی ساتھ ہوگئے جو حدیبیہ میں شریک نہ تھے، عورتوں بچوں کے علاوہ دو ہزار افراد ساتھ تھے، اسی کو عمرۃ القضاء کہا جاتا ہے، نیز اس کا نام عمرۃ القضیہ، عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی ہے۔

ت ٦٢١ - ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. عمرۃ القضاء کا تذکرہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے حضرت انس نے کیا۔

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور کے سامنے یہ پڑھتے جاتے رہے تھے:

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔ قَدْ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ فِيْ تَنْزِيْلِهٖ
کفار کی اولاد! ان کے لیے راستہ خالی کردو ۔ رحمٰن نے قرآن میں اتارا ہے
بِاَنَّ خَيْرَ الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِهٖ ۔ نَحْنُ قَاتَلْنَاكُمْ عَلٰى تَاوِيْلِهٖ
بہترین لڑائی وہ ہے جو اس کے راستے میں ہو ۔ ہم تم سے اسی کے حکم کے بموجب لڑے ہیں
وَيَذْهَلُ الْخَلِيْلُ عَنْ خَلِيْلِهٖ ۔ يَا رَبِّ اِنِّيْ مُؤْمِنٌ بِقِيْلِهٖ
دوست دوست کو بھول جائے گا ۔ ہم ان کے کہنے پر ایمان لاتے ہیں

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن رواحہ! رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر پڑھتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو اس لیے کہ یہ اشعار کافروں پر تیر سے زیادہ سخت ہیں۔

٢١٥٤- ح: [حِكْمَةُ سَعْيِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ] صفا اور مروہ کی سعی کی حکمت

٢١٥٤ - عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے بیت اللہ کے گرد اور صفا مروہ کے درمیان سعی صرف اس لیے کی تھی تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

بَابُ غَزْوَةِ مُوْتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ (ص ٦١١) سرزمین شام میں غزوۂ موتہ کا بیان

حضور اقدس ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا جنہیں شام کے ایک حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کردیا تھا۔ ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے اور کسی قاصد کو کہیں شہید نہیں کیا گیا ان متمردین کی سرکوبی کے لیے ۸ھ کے جمادی الاولیٰ میں تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر ترتیب دیا جن پر امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور فرمایا: اگر زید شہید ہوجائیں تو جعفر جھنڈا لیں گے اور اگر وہ شہید ہوجائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ جھنڈا لیں گے۔ یہ لشکر موتہ تک گیا، یہ بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر بلقاء کے قریب ہے۔ رومی ایک لاکھ سے زیادہ فوج لے کر مقابلہ پر آئے خود ہرقل ایک لاکھ کی فوج لے کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا، سخت خونریز جنگ ہوئی۔ حضرت زید شہید ہوگئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا، وہ بھی شہید ہوگئے تو

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' یہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اس وقت مسلمان منتشر ہو چکے تھے' انہوں نے بہت پامردی اور تدبیر سے کام لے کر مسلمانوں کو اکٹھا کیا' ترتیب بدل دی' میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر کر دیا اور ساقہ کو مقدمہ پر اور مقدمہ کو ساقہ پر کر دیا' اس سے رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کے لیے مدد آ چکی ہے' مسلمانوں کو اکٹھا کر کے حضرت خالد نے پوری قوت سے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد اس جوش سے لڑے کہ اس دن ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں جس کے نتیجے میں رومیوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا' حضرت خالد بن ولید نے اتنے ہی کو غنیمت جانا' بچے کھچے مسلمانوں کو لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے میدانِ جنگ کا پورا نقشہ تھا۔ حضرت زید' حضرت جعفر' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبریں دیں اور فرمایا: پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا لیا' اللہ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی اس غزوہ کی تفصیلات پہلے ابواب میں گزر چکی ہیں۔

٢١٥٥- ح: [اَمَّرَ فِيْ غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ]

غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا گیا

٢١٥٥ - عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُوْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنْتُ فِيْهِمْ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلٰى وَوَجَدْنَا مَا فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِيْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: غزوۂ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: میں ان کے ساتھ اس غزوہ میں تھا' ہم نے جعفر بن ابی طالب کو تلاش کیا تو انہیں مقتولین میں پایا' ان کے جسم میں نوے سے زیادہ زخم پائے' کچھ نیزے کے کچھ تیر کے۔

اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ کوئی زخم پیٹھ پر نہیں تھا۔ حضرت جعفر جھنڈا لے کر جوشِ جہاد میں گھوڑے سے اتر پڑے' اس کی کونچیں کاٹ دیں' لڑتے رہے ایک ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لیا' وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے دونوں ہاتھوں کو سمیٹ کر جھنڈا دبائے رہے' اسی حالت میں ایک رومی نے کمر پر تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے' ہمارے اہل سنت کے واعظین کو بھی سوائے اس کے کچھ یاد نہیں کہ کربلا میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو بہتر زخم لگے تھے' ان واعظین کو چاہیے کہ کبھی کبھی عہد رسالت کے ان جانبازوں کا بھی ذکر کر دیا کریں جن کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم آئے مگر پیچھے نہیں ہٹے' اسی طرح ہمارے واعظین کو یہ یاد ہے کہ کربلا میں مشک بچانے کے لیے حضرت عباس کے دونوں بازو قلم ہوئے مگر حضرت جعفر کی یہ جانبازی کسی کو یاد نہیں کہ اسلام کا جھنڈا بچانے کے لیے ان کے دونوں ہاتھ کٹے اور لاش دو ٹکڑے ہوئی۔

خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

٢١٥٦- ح: [خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِيْ يَدَيَّ يَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ]

غزوۂ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں

٢١٥٦ - عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ يَقُوْلُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِيْ يَدِيْ يَوْمَ مُوْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ فَمَا بَقِيَ فِيْ يَدِيْ اِلَّا صُفَيْحَةٌ يَمَانِيَّةٌ.

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یوم موتہ میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں' اخیر میں میرے ہاتھ میں صرف ایک چوڑی یمنی تلوار رہ گئی تھی۔

ح-٢١٥٧:

مرنے والے کی مبالغہ کے ساتھ تعریف ممنوع ہے

٢١٥٧ - عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِيْ وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذَاكَ.

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بار عبداللہ بن رواحہ پر بیہوشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن عمرہ رو کر کہنے لگیں: ہائے پہاڑ ہائے ایسے ہائے ایسے' ان کی خوبیاں گنانے لگیں' افاقے کے بعد کہا: تم جب کچھ کہتی تھی تو مجھ سے کہا جاتا: تم ایسے ہو؟

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ جب عبداللہ بن رواحہ شہید ہوگئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ (ص ٦١٢)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسامہ بن زید کو جہینہ کے حرقات کی طرف بھیجنا

جہینہ کی ایک شاخ کا نام حرقات ہے' اس کے مورث کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مورعہ بن جہینہ ہے' اس کا نام حرقہ اس لیے پڑا کہ اس نے ایک قوم کو بڑی بے دردی سے جلایا تھا' اس شاخ میں کئی بطون تھے اس لیے جمع کا صیغہ لائے۔

ح-٢١٥٨:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ایک لغزش پر عتاب

٢١٥٨ - اَخْبَرَنَا اَبُوْ ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْاَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حرقہ کی جانب بھیجا صبح ہی کو ہم قوم کے پاس پہنچ گئے' ہم نے انہیں شکست دے دی' پھر مجھے اور ایک انصاری کو ان میں سے ایک شخص ملا' جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' انصاری نے ہاتھ روک لیا مگر میں نے اس کو نیزے سے مار کر قتل کر دیا' پھر جب ہم مدینہ آئے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو فرمایا: اے اسامہ! "لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد بھی تو نے اس کو قتل کر دیا' میں نے عرض کیا کہ اس نے جان بچانے کے لیے یہ کہا تھا مگر حضور بار بار اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کاش میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

(بخاری۔ج ۲۔ کتاب الدیات۔ باب: قول اللہ و من احیاھا ص ١٠١٥' مسلم۔ کتاب الایمان' ابوداؤد۔ کتاب الجہاد' نسائی۔ کتاب السیر)

جس شخص کو حضرت اسامہ نے قتل کیا تھا اس کا نام مرداد بن نہیک فزاری تھا' یہ ان کا چرواہا تھا' حضرت اسامہ کی یہ تمنا اس کے قتل پر افسوس ظاہر کرنے میں مبالغہ کے طور پر تھی یا ان کی مراد یہ تھی کہ اگر میں نے حالت کفر میں یہ کام کیا ہوتا پھر اسلام لاتا تو مجھ پر کوئی

مواخذہ نہ ہوتا اس لیے کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

٢١٥٩- ح: [غَزَا سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب سات غزوے کیے

٢١٥٩- عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُوْلُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَمَرَّةً اُسَامَةُ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہ کر سات غزوے کیے اور جو سریے بھیجتے تھے ان میں سے صرف نو میں شریک ہوا، کبھی ہم پر حضرت ابوبکر امیر ہوتے اور کبھی حضرت اسامہ۔

یہ سات غزوات یہ تھے: حدیبیہ، غزوۂ قرد، خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، غزوۂ تبوک۔ بعض روایتوں میں نو آیا ہے، یہ اس بنا پر ہے کہ خیبر کے بعد متصل ہی غزوۂ وادی القریٰ ہوا تھا، اُسے الگ شمار کیا اور عمرۃ القضاء کو غزوہ شمار کیا۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَمَا بَعَثَ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٦١٢)

غزوۂ فتح کا بیان اور وہ جو حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو لکھا تھا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حملے کی خبر دیتے ہوئے

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو جو خبر دی تھی اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے، اس خط میں انہوں نے یہ لکھا تھا: اے گروہ قریش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس ریت کے مثل لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جو سیلاب کے مثل رواں ہے، بخدا! اگر وہ اکیلے ہی تمہارے پاس پہنچ جائیں تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا، اپنے لیے سوچو! والسلام۔

بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ (ص ٦١٢)

غزوۂ فتح رمضان میں ہوا تھا

٢١٦٠- اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح رمضان میں کیا تھا۔

مکہ معظمہ پر حملے کے اسباب پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے ارادے سے بدھ کے دن دس رمضان ٨ھ کو نکلے تھے مدینہ طیبہ پر حضرت ابورہم غفاری کو اپنا نائب بنایا تھا۔

٢١٦١- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ اِلٰى حُنَيْنٍ وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهٖ دَعَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ اَوْ مَاءٍ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رَاحَتِهٖ اَوْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ الْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّمِ اَفْطِرُوْا وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف چلے، ہم راہی مختلف حالت میں تھے کچھ روزے سے تھے کچھ بغیر روزے کے، حضور جب اپنی سواری پر سیدھے بیٹھ گئے تو ایک برتن دودھ یا پانی کا منگایا، اس کو اپنی ہتھیلی یا اپنے کجاوے پر رکھا، پھر لوگوں پر نظر ڈالی اب روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں سے کہا کہ روزہ توڑ دو! اور دوسری

اِلٰى اَنْ قَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ.

روایت میں حضرت ابن عباس ہی سے یہ ہے کہ نبی ﷺ فتح کے سال نکلے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ غزوۂ حنین شوال میں ہوا تھا' حضور اقدس ﷺ وسط رمضان میں مکہ معظمہ پہنچے تھے اور وہاں انیس دن قیام فرمایا تھا' اس کے بعد حنین کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اس کا جواب محب طبری نے یہ دیا کہ خروج سے مراد ارادۂ خروج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غالباً امام بخاری نے اس اشکال کے رفع کے لیے بہ طریق عبدالرزاق والی روایت کا ذکر کیا ہے جس میں حنین کا ذکر نہیں' بلکہ یہ ہے کہ نبی ﷺ فتح کے سال رمضان کے مہینے میں نکلے اور روزہ رکھا' یہاں تک کے راستے میں ایک تالاب پر پہنچے تو پانی یا دودھ منگایا یا غالباً امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ کسی راوی نے سہواً حنین کہہ دیا۔

بَابُ اَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

(ص ٦١٣)

یوم فتح نبی ﷺ نے کہاں جھنڈا گاڑا تھا؟

لشکر اسلام کا مکہ کی طرف کوچ کرنے کا منظر

٢١٦٢- ح:

٢١٦٢ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ مَا هٰذِهٖ لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ اِحْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيْبَةٌ كَتِيْبَةٌ عَلٰى اَبِيْ سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيْبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ هٰذِهٖ غِفَارٌ قَالَ مَا لِيْ وَلِغِفَارَ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ عام الفتح چلے تو یہ خبر قریش تک پہنچی ابوسفیان بن حرب' حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء رسول اللہ ﷺ کی خبر معلوم کرنے کے لیے نکلے' وہ چلتے چلتے مر الظہر ان تک پہنچے تو انہوں نے بہ کثرت آگ دیکھی گویا وہ عرفہ کی آگ ہے' ابوسفیان نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بلاشبہ یہ عرفہ کی آگ کے مثل ہے' بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: بنی عمرو اس سے کم ہیں' اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پہرے داروں میں سے کچھ حضرات نے ان کو دیکھ لیا تو ان کو جالیا' پس پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ ابوسفیان مسلمان ہو گئے' جب حضور کے کوچ کا وقت آیا تو حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو سواروں کی بھیڑ کی جگہ روکے رہو تا کہ مسلمانوں کو دیکھے' حضرت عباس نے ایسا ہی کیا اب ایک ایک قبیلہ نبی ﷺ کے ساتھ گزرنے لگا' ایک ایک لشکر ابوسفیان پر گزرتا ایک لشکر گزرا تو ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ غفار ہیں تو انہوں نے کہا: مجھے غفار سے کیا کام پھر جہینہ گزرے تو وہی کہا' پھر سعد بن ہذیم گزرے تو وہی کہا' پھر سلیم گزرے تو وہی کہا' یہاں تک کہ ایک بڑا لشکر گزرا جس کے مثل دیکھا نہیں گیا تھا تو پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت

حَتّٰى اَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا اَبَا سُفْيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمُ الذِّمَارِ ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ اَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَلَمَّا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِي سُفْيَانَ قَالَ اَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ مَا قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيْهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُوْنِ.

عباس نے بتایا: یہ انصار ہیں' ان کے امیر حضرت سعد بن عبادہ تھے' ان کے پاس جھنڈا تھا' ابوسفیان کو دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! آج لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ میں لڑائی حلال ہوگی۔ ابوسفیان نے کہا: اے عباس! مبارک ہو ہلاکت کا دن' پھر ایک لشکر سامنے آیا جو سب سے چھوٹا تھا جن میں رسول اللہ ﷺ اور خاص صحابہ تھے اور نبی ﷺ کا جھنڈا زبیر بن عوام کے ساتھ تھا' جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم نہیں سعد بن عبادہ نے کیا' کہا؟ فرمایا: کیا کہا؟ انہوں نے بتایا: یہ کہا ہے' یہ کہا ہے' فرمایا: سعد بن عبادہ نے غلط کہا' آج کعبہ کی تعظیم کی جائے گی' آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا جھنڈا حجون میں گاڑا جائے۔

مرالظہران مکہ معظمہ کے قریب تیرہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے' فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس ﷺ کے ہم راہ دس ہزار مجاہدین تھے یہاں پہنچ کر حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا کہ آج رات کو جتنی زیادہ ہو سکے آگ جلاؤ' انہیں کو دیکھ کر حضرت ابوسفیان نے وہ کہا تھا' حاجی لوگ مزدلفہ میں اپنے اپنے پڑاؤ پر کھانا وغیرہ پکانے کے لیے آگ جلایا کرتے تھے جو کثیر تعداد میں ہوتی تھی' اتنا بڑا اجتماع عرب میں کہیں نہیں ہوتا تھا۔ حضرت ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں۔

بنی عمرو سے مراد بنی خزاعہ ہیں جن کا فرد عمرو بن لحی تھا' اس دن پہرے پر انصار کرام تھے جن کے امیر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

حطم الخيل

حطم کے معنی منقطع ہونے اور کاٹنے کے ہیں' مطلب یہ تھا کہ کسی ایسی جگہ ان کو کھڑا کرو جہاں راستہ تنگ ہو کہ چلتے چلتے سلسلہ منقطع ہو جاتا ہو جس کی وجہ سے بھیڑ ہو جاتی ہے۔ ایک روایت حطم الجبل کی بھی ہے جس کا ترجمہ پہاڑ کی ناک یعنی جہاں پہاڑ کا حصہ باہر ابھرا ہوا ہو' کوئی مخصوص جگہ رہی ہوگی جہاں راستہ تنگ ہوگا جس کی وجہ سے وہاں ازدحام ہو جاتا رہا ہوگا۔

حجون

یہ مکہ معظمہ کے مضافات میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں قبرستان ہے' اب یہ جنت المعلیٰ کے ساتھ مشہور ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے جب سنا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے وہ کہا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جھنڈا ان سے لے کر ان کے صاحبزادے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیا جائے۔

٢١٦٣- ح:

مکہ میں داخل ہوتے وقت سورۂ فتح کی تلاوت

٢١٦٣- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ

بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سورہ فتح پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ ترجیع فرماتے' انہوں نے کہا: اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے تو میں ترجیع کرتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی تھی۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورہ فتح۔ باب: انا فتحنا لک ص ۷۱۶' کتاب فضائل القرآن۔ باب: القراءة على الدابة ص ۷۵۳' باب: الترجیع ص ۷۵۴' کتاب التوحید۔ باب: ذكر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایة عن ربه ص ۱۱۲۵' مسلم' ابوداؤد۔ کتاب قراءت' ترمذی۔ کتاب شمائل' نسائی۔ کتاب فضائل القرآن)

''ترجیع'' کے معنی لوٹانے کے ہیں' مراد یہ ہے کہ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے اس کی رفتار سے جسم اقدس میں حرکت ہوتی جس سے آواز میں کھینچاؤ پیدا ہوتا اسی کو ترجیع سے تعبیر کیا۔ کتاب التوحید میں یہ ہے کہ راوی حدیث شعبہ نے معاویہ بن قرہ سے پوچھا کہ یہ ترجیع کیسے تھی تو انہوں نے پڑھ کر بتایا: ءآ ا ءآ ا ءآ' تین بار۔

بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ (ص ٦١٤)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح مکہ کے دن قیام گاہ

سابقاً گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شعب ابی طالب خیف بنی کنانہ میں یعنی مُحَصَّبْ میں قیام فرمایا تھا اور غسل کرنے کے لیے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے تھے۔

بَابٌ (ص ٦١٥)

باب

٢١٦٤- ح: [مَسَحَ يَوْمَ الْفَتْحِ]

فتح مکہ کے دن ہاتھ پھیرا

٢١٦٤- اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهٗ عَامَ الْفَتْحِ.

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر نے خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کے سال ان کے چہرے پر دست مبارک پھیرا تھا۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء للصبیان للبرکة ص ۹۴۰)

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ کو فتح مکہ کے موقع پر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا' اس وقت ان کی عمر چار سال تھی' یہ اور ان کے والد ثعلبہ دونوں صحابی ہیں۔ کتاب الدعوات میں یہ زائد ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

٢١٦٥- ح: [سُنَيْنُ اَبِيْ جَمِيْلَةَ مَعَهٗ عَامَ الْفَتْحِ]

سنین ابی جمیلہ فتح مکہ کے موقع پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے

٢١٦٥- عَنْ سُنَيْنٍ اَبِيْ جَمِيْلَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ اَبُوْ جَمِيْلَةَ اَنَّهٗ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهٗ عَامَ الْفَتْحِ.

امام زہری نے کہا کہ ہمیں سنین ابو جمیلہ نے خبر دی اور ہم ابن مسیب کے ساتھ تھے اور ابو جمیلہ نے گمان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حضور کے ساتھ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔

جمہور اصولیین نے یہ کہا کہ جب کوئی عادل شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہو یہ کہے: میں صحابی ہوں' اس کو مان لیا جائے گا۔

٢١٦٦- ح:

فتح مکہ کے بعد ہر قبیلہ اسلام کی طرف سبقت کرے گا

٢١٦٦ - عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ اَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْاَلَهُ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْاَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحٰى اِلَيْهِ اَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا وَكُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ فَكَاَنَّمَا يَقْرَاُ فِيْ صَدْرِيْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ اَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِاِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ اَبِيْ قَوْمِيْ بِاِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا وَصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنَ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّيْ لِمَا كُنْتُ اَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِيْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَاَنَا ابْنُ سِتٍّ اَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ اِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّيْ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْحَيِّ اَلَا تُغَطُّوْنَ عَنَّا اِسْتَ قَارِئِكُمْ. فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِيْ قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِيْ بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ.

ایوب نے کہا کہ مجھ سے ابوقلابہ نے کہا: تم کیوں نہیں عمرو بن سلمہ سے ملاقات کر کے پوچھ لیتے۔ ابوقلابہ نے کہا: میں عمرو بن سلمہ سے ملا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایسے پانی پر تھے جو لوگوں کی گزرگاہ تھا جہاں سوار آیا کرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے: لوگوں کا کیا حال ہے لوگوں کا کیا حال ہے؟ یہ صاحب کون ہیں تو بتاتے کہ وہ کہتے ہیں: اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ان کی جانب وحی کی ہے اللہ نے یہ وحی کی ہے؟ میں اس کلام کو یاد کر لیتا اور اپنے جی میں پڑھتا رہتا۔ اہل عرب اسلام قبول کرنے میں فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے' کہتے تھے: ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو' اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گئے تو سچے نبی ہیں' پس جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم نے اسلام کی طرف سبقت کی تو میرے والد نے اپنی قوم پر اسلام لانے میں سبقت کی' جب وہ حضور کے پاس سے واپس ہوئے تو کہا: تمہارے پاس بخدا! نبی برحق کے پاس سے آیا ہوں' انہوں نے فرمایا ہے: یہ نماز پڑھو فلاں وقت' اور یہ نماز پڑھو فلاں وقت جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے کوئی اذان کہے اور تم میں سے جس کو زیادہ قرآن یاد ہو امامت کرے' انہوں نے جائزہ لیا تو مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا کوئی نہ تھا کیوں کہ میں سواروں سے سیکھا کرتا تھا تو لوگوں نے مجھے آگے کیا اور میں چھ یا سات سال کا تھا اور میرے پاس ایک کمبل تھا' جب میں سجدہ کرتا تو سرک جاتا' اس پر قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم لوگ ہماری نظروں سے اپنے قاری کی سرین کو کیوں نہیں چھپاتے تو لوگوں نے کپڑا خریدا اور میرے لیے کرتا بنا دیا اس کرتے پر میں جتنا خوش ہوا کسی چیز پر خوش نہیں ہوا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کی امامت درست ہے لیکن یہ ابتداء اسلام کی بات ہے اور ان لوگوں نے عمرو بن سلمہ کو امام بنایا تو حضور اقدس ﷺ سے اجازت نہیں لی تھی' اپنے طور پر بنا لیا تھا' ابھی یہ لوگ بالکل نئے نئے مسلمان ہوئے تھے' احکام شرع سے واقف نہ تھے اس لیے حجت نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نابالغ کسی نماز میں بالغ کا امام نہیں ہو سکتا۔

٢١٦٧- ح:[إِنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ عَامَ الْفَتْحِ]

فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت کی چوری کا قصہ

٢١٦٧ - اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ امْرَاَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ اُسَامَةُ فِيْهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُكَلِّمُنِيْ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ؟ قَالَ اُسَامَةُ اِسْتَغْفِرْلِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَاْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غزوۂ فتح کے موقع پر چوری کی جس پر اس کی قوم گھبرا گئی اور حضرت اسامہ بن زید کے پاس آئی کہ وہ سفارش کر دیں۔ اسامہ نے اس بارے میں جب رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا: تم اللہ کے حدود میں مجھ سے بات کرتے ہو؟ اسامہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے۔ دن کے اخیر حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا' اللہ کی شان کے لائق اس کی ثنا کی' پھر فرمایا: بعد ثنا کے سنو! تم سے پہلے والوں کو اسی چیز نے ہلاک کر دیا کہ جب ان میں کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی درجے کا آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا' اس کے بعد اس نے اچھی توبہ کی اور شادی کی۔ ام المومنین نے فرمایا: اس کے بعد وہ میرے پاس حاضر ہوتی' میں اس کی حاجت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی۔

یہ حدیث بالاختصار کتاب الشہادات میں گزر چکی ہے' وہیں اس پر مفصل کلام مذکور ہے' اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا' یہ بنی مخزوم کی تھی۔

بَابٌ

[التوبہ:۲۵۔۲۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ (اِلٰى قَوْلِهٖ) غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥﴾ (التوبہ:۲۵-۲۷). (ص ٦١٧)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: کہ جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے حنین کے دن تو تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہوتے ہوئے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے ٥ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری' سے "غفور رحیم" تک۔

مکہ فتح ہونے کے بعد یہ اطلاع ملی کہ ہوازن فوج جمع کر رہے ہیں تا کہ حضور سے لڑیں اور بڑے زور وشور کے ساتھ نکلے ہیں' اپنی عورتوں' بچوں اور مویشیوں اور کل مال ومتاع کے ساتھ جمع ہو گئے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان حنین نامی نالے میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ صبح کو بھور میں اسلامی لشکر حنین کی وادی میں گزرا' ہوازن نے اپنے تیر اندازوں کو گھات میں بٹھا دیا تھا۔ مجاہدین کے نالے میں اترتے ہی تیروں کی بارش شروع

ہوگئی اور تلواریں برسنے لگیں، اس غیر متوقع حملے سے گھبرا کر عام مسلمان پیچھے پلٹ گئے مگر حضور اقدس ﷺ اپنے سو جانبازوں کے ساتھ اپنی جگہ قائم رہے جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھتے تھے:

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

اور اپنی سواری کو آگے بڑھانے کی کوشش فرما رہے تھے۔ حضرت عباس، حضرت سفیان بن حارث بن عبد المطلب سواری کی لگام پکڑے ہوئے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے، حضرت عباس کی آواز بلند تھی، ان سے فرمایا: اصحاب شجرہ، اصحاب سورۂ بقرہ کو پکارو، حضرت عباس نے پکارا، اس پر لبیک لبیک کہتے ہوئے صحابہ کرام رکاب اقدس کے گرد جمع ہوگئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کافروں پر پھینکی جو ہر ہر فرد کی آنکھ اور منہ میں بھر گئی، پھر صحابہ کرام نے حملہ کیا، ایک ہی حملہ میں دشمن اپنی آل، اولاد، مویشی، مال و متاع چھوڑ کر بھاگے۔ ابتداء میں بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب ہم تعداد میں تھوڑے تھے تو ہم ہمیشہ غالب رہے آج تو ہماری تعداد اتنی بڑی ہے آج ہمیں کون شکست دے سکتا ہے۔ یہ بات اللہ عزوجل کو پسند نہ آئی، بہ طور عتاب ابتداء میں شکست ہوئی، پھر اللہ کی مدد آئی اور فتح حاصل ہوئی۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ فتح کثرت و قلت پر نہیں اللہ کی مدد پر ہے۔

٢١٦٨- ح: [فِى يَدِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى ضَرْبَةٌ]

حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی کے ہاتھ میں ایک زخم

٢١٦٨- اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ رَاَيْتُ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ اَوْفٰى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ.

اسماعیل نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی کے ہاتھ میں زخم کا نشان دیکھا، انہوں نے کہا: یہ گھاؤ مجھے نبی ﷺ کے ساتھ یوم حنین لگا تھا، میں نے پوچھا: آپ حنین میں شریک ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: اس سے پہلے ہی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حنین سے پہلے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتا تھا، سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ اَوْطَاسٍ (ص ٦١٩)

غزوۂ اوطاس کا بیان

توضیح

غزوۂ حنین میں شکست کھانے کے بعد ہوازن تین طرف بھاگے، کچھ طائف بھاگے اور کچھ نخلہ بھاگے اور ایک گروہ اوطاس بھاگا۔ یہ حنین ہی میں ایک وادی کا نام ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا ابو عامر اشعری کو امیر بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا، ان کا سردار درید بن صمہ تھا، درید مارا گیا اور پورے ہوازن بھاگ گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث اس کے ضمن میں ذکر کی ہے اس کے مختلف ٹکڑے گزر چکے ہیں۔ ہم پھر اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں تا کہ پورا مضمون ذہن میں آجائے۔

٢١٦٩- ح: [قَتْلُ دُرَيْدِ بْنِ الصِّمَّةِ]

درید بن صمہ کا قتل

٢١٦٩- عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ جب

لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ اَبَا عَامِرٍ عَلٰى جَيْشٍ اِلٰى اَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ اَصْحَابَهُ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى وَبَعَثَنِيْ مَعَ اَبِيْ عَامِرٍ فَرُمِيَ اَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَاَثْبَتَهٗ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ فَاَشَارَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِي الَّذِيْ رَمَانِيْ فَقَصَدْتُ لَهٗ فَلَحِقْتُهٗ فَلَمَّا رَاٰنِيْ وَلّٰى فَاتَّبَعْتُهٗ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَهٗ اَلَا تَسْتَحْيِيْ اَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَيْنِ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهٗ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِيْ عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ اَقْرِءِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهٗ اِسْتَغْفِرْ لِيْ وَاسْتَخْلَفَنِيْ اَبُوْ عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ فَمَكَثَ يَسِيْرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى سَرِيْرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيْرِ بِظَهْرِهٖ وَجَنْبَيْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ اَبِيْ عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهٗ اِسْتَغْفِرْ لِيْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِيْ فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيْمًا قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ اِحْدَاهُمَا لِاَبِيْ عَامِرٍ وَالْاُخْرٰى لِاَبِيْ مُوْسٰى.

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: الوضوء عند الدعاص ۹۴۴، مسلم۔ کتاب الفضائل)

نبی ﷺ حنین سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوعامر کو ایک لشکر کا سردار بنا کر اوطاس کی جانب بھیجا ان کی مڈ بھیڑ درید بن صمہ سے ہوئی۔ درید مارڈالا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا کہ مجھے حضور نے ابوعامر کے ساتھ بھیجا۔ ابوعامر کے گھٹنے میں تیر مارا گیا۔ ایک جشمی نے تیر چلایا تھا جسے ان کے گھٹنے میں جمادیا۔ میں ابوعامر کے پاس گیا اور ان سے پوچھا: اے چچا! کس نے آپ کو تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے تیر چلانے والے کی جانب اشارہ کر کے بتایا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا' جب اس نے مجھ کو دیکھا تو بھاگا' میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہتا جاتا: شرم نہیں کرتا' ٹھہرتا نہیں۔ وہ رک گیا تو ہم میں تلوار کا دوبار تبادلہ ہوا۔ میں نے اس کو قتل کر دیا' پھر میں نے ابوعامر سے کہا: اللہ نے تمہارے قاتل کو قتل کر دیا۔ انہوں نے کہا: اس تیر کو نکالو' میں نے نکالا تو زخم سے پانی بہا یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: اے بھتیجے! نبی ﷺ سے سلام کہنا اور عرض کرنا میرے لیے استغفار فرمائیں' اور ابوعامر نے لوگوں پر مجھے اپنا جانشین بنایا' پھر تھوڑی دیر کے بعد انتقال کر گئے۔ غزوے سے لوٹنے کے بعد میں نبی ﷺ کے دولت کدے پر حاضر ہوا اور حضور اپنے گھر میں کھجور کی چھالی کے بان سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے تھے جس پر بچھونا تھا۔ چارپائی کے بان کے نشانات حضور کی پیٹھ اور پہلوؤں پر پڑے ہوئے تھے' میں نے حضور کو اپنی اور ابوعامر کی خبر سنائی اور بتایا کہ ابوعامر نے یہ درخواست پیش کی ہے کہ حضور میرے لیے دعائے استغفار فرمائیں تو حضور نے پانی منگایا اور وضو کیا' پھر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی: اے اللہ عبید اور ابوعامر کو بخش دے۔ میں نے حضور کے بغل کی سفیدی دیکھی' پھر فرمایا: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی بہت سی مخلوق کے اوپر کرنا' پھر میں نے عرض کیا: اور حضور میرے لیے بھی استغفار فرمائیں تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہ کو بخش دے اور انہیں قیامت کے دن شاندار جگہ عطا فرما۔ راوی حدیث ابوبردہ نے کہا: ان دعاؤں میں سے ایک دعا ابوعامر کے لیے تھی اور دوسری ابوموسیٰ کے لیے۔

اس حدیث کے کچھ اجزاء کتاب الجہاد میں گزر چکے ہیں، وہیں غزوۂ اوطاس کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

ابو عامر کا نام عبید بن سلیم بن حضار اشعری تھا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا تھے، کسی زخم سے بجائے خون کے پانی ٹپکنا اس کی دلیل ہے کہ جسم میں خون نہیں رہا اور یہ قرب موت کی علامت ہے، اس لیے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنا جانشین بنایا اور وہ وصیت کی۔

روایت میں ہے "وعلیه فراش" لیکن شیخ ابو الحسن نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہاں "ماعلیه فراش" ہو، یعنی چارپائی پر بچھونا نہیں تھا۔ پشت مبارک اور پہلوئے اقدس پر بان کے نشان اس کی دلیل ہیں کہ کوئی بستر نہیں تھا۔

اقول وهو المستعان: یہ ضروری نہیں ہوسکتا کہ چارپائی پر ہلکی چادر رہی ہو جس کے ہوتے ہوئے بان کے نشانات جسم اقدس پر پڑ گئے تھے اور اگر شیخ ابو الحسن کی تصحیح مان لی جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بستر نہیں تھا، یہ اس وقت کی خصوصیت تھی کہ بغیر بستر ہی کے چارپائی پر آرام فرمایا۔

بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ فِي شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَالَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ (ص٦١٩)

غزوۂ طائف آٹھ ہجری کے شوال میں ہوا تھا

٢١٧٠- ح:

ہیجڑوں کو گھروں میں آنے دینا منع ہے

٢١٧٠- عَنْ زَيْنَبَ اِبْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّهَا اُمِّ سَلَمَةَ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيْتٌ.

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا، میں نے اس کو سنا کہ کہہ رہا تھا: عبداللہ بن ابو امیہ سے: اے عبداللہ! دیکھو اگر اللہ کل طائف فتح کر دے گا تو میں تمہیں بنت غیلان کا پتہ بتاؤں گا جو سامنے آتی ہے چار بلٹوں کے ساتھ اور پیچھے جاتی ہے آٹھ بلٹوں کے ساتھ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ تم پر ہرگز داخل نہ ہوں۔ ابن عیینہ نے کہا: ابن جریج نے کہا: اس مخنث کا نام ہیت تھا۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب النکاح۔ باب: ماینهی من دخول المتشبهین بالنساء علی المراۃ ص٧٨٨، کتاب اللباس باب اخراجهم ص٨٧٤، مسلم۔ کتاب الاستیذان نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ کتاب الحدود)

عبداللہ بن ابو امیہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، اس مخنث کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کر کے حمی بھیج دیا تھا، اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ یہ بات اس مخنث نے اس وقت کہی تھی جب طائف کا محاصرہ ہوا تھا۔

٢١٧١- ح:

غزوۂ طائف کا انجام

٢١٧١- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی، فرمایا: ان شاء اللہ ہم اب لوٹ جائیں گے تو یہ بات لوگوں پر گراں گزری، اس پر

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً نَقْفُلُ فَقَالَ اغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ إِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَأَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلَّهُ بِالْخَبَرِ.

لوگوں نے کہا: ہم اس کو فتح کے لیے بغیر واپس لوٹ جائیں اور کبھی کہتے لوٹ جائیں، فرمایا: صبح کو لڑائی پر جاؤ۔ لوگ گئے اور انہیں کافی زخم پہنچا، اس پر حضور نے فرمایا: ہم کل ان شاء اللہ تعالیٰ لوٹ جائیں گے۔ اب یہ بات لوگوں کو پسند آئی، اس پر نبی ﷺ مسکرائے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الادب۔ باب: التبسم و الضحک ص ۸۹۹، کتاب التوحید۔ باب: في المشيئة و الارادة ص ۱۱۱۴، مسلم۔ کتاب المغازی، نسائی۔ کتاب السیر)

غزوۂ اوطاس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا، چونکہ طائف پہاڑ کی بلندی پر تھا اور اس کے گرد مضبوط دیوار تھی اور طائف والوں نے سامان رسد وغیرہ کافی جمع کر لیا تھا اس لیے محاصرہ بہت طویل ہو گیا۔ بعض روایتوں میں آیا کہ چالیس دن تک محاصرہ رہا اس لیے حضور اقدس ﷺ نے محاصرہ اٹھانے کی بات کہی تھی جو جوشیلے حضرات کو پسند نہیں آئی، لیکن بالآخر جب دوسرے دن ان کو نقصان پہنچا تو سب کی سمجھ میں آ گیا کہ مناسب یہی ہے کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے دو جگہ شک مروی ہے، ایک تو کبھی وہ روایت کرتے کہ لوگوں نے یہ کہا: ''نذهب ولانفتحه'' اور کبھی کہتے: ''نقفل''۔ اسی طرح کبھی روایت کرتے ''فضحك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم'' اور کبھی ''فتبسّم''۔

سفیان بن عیینہ کی حدیث معنعن کے قبول ورد میں محدثین کو کلام ہے اس لیے امام بخاری نے قال الحمیدی سے یہ بتایا کہ سفیان نے پوری حدیث صیغہ خبر کے ساتھ روایت کی ہے، یعنی معنعن روایت نہیں کی ہے۔

ح-۲۱۷۲: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا طائف سے نکل کر آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہونا

۲۱۷۲ - سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِيْ أُنَاسٍ فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَقَالَ هِشَامٌ وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَوْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَأَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ أَجَلْ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ

ابوعثمان نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ابوبکرہ سے سنا جو طائف کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر کچھ لوگوں کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان دونوں نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف نسب کا دعویٰ کرے اور وہ جان رہا ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔ ہشام نے کہا: ہم کو معمر نے خبر دی عاصم سے روایت کرتے ہوئے اور وہ ابوالعالیہ یا ابوعثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سعد اور ابوبکرہ سے سنا وہ دونوں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، عاصم نے کہا کہ میں نے کہا: آپ کے سامنے

رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ.

(بخاری۔ج ۲۔کتاب الفرائض۔باب: من ادعیٰ الی غیر ابیہ ص ۱۰۰۱)

دو صاحبوں نے گواہی دی یہ دونوں کافی ہیں؟ کہا: ہاں! ان میں سے ایک وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا دوسرے وہ ہیں جو نبی ﷺ کی خدمت میں تیسویں صاحب ہیں جو طائف سے اترے تھے۔

اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چلایا تھا اور یہ غزوۂ ابواء میں ہوا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے جب طائف کا محاصرہ فرمایا تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ قلعے کی دیوار پر چڑھ کر چرخی باندھ کر رسی کے ذریعہ باہر اترتے تھے انہیں دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا: "هٰذا ابوبكرة" یہ چرخی والا ہے' بکرہ کے معنی چرخی کے ہیں۔ ان کا نام نفیع ہے لیکن یہ کنیت نام پر غالب آئی۔ تیس غلام کسی نہ کسی طرح طائف کے قلعے سے نکل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے' ان میں سے ایک یہ بھی تھے ان کے حالات تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔

٢١٧٣- ح:

ایک اعرابی کا گنوار پن

٢١٧٣ - عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اَلَا تُنْجِزُلِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ فَقَالَ لَهُ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰى اَبِيْ مُوْسٰى وَبِلَالٌ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبُشْرٰى فَاقْبَلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَاَبْشِرَا فَاَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضور مکہ اور مدینہ کے درمیان جعرانہ میں مقیم تھے اور حضور کے ساتھ بلال بھی تھے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی آئے اور انہوں نے کہا: آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا کیا اسے پورا نہیں کریں گے؟ تو حضور نے اس سے فرمایا: تجھے بشارت ہو' اس پر انہوں نے کہا: بشارت ہو' بہت کہہ چکے' اب حضور نے ابوموسیٰ اور بلال کی طرف رخ فرمایا جیسے غضبناک ہوں' اور فرمایا: اس نے بشارت رد کر دی اب تم دونوں قبول کرو' ان دونوں نے عرض کیا: ہم نے قبول کیا' پھر ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا' اس سے اپنے ہاتھ اور چہرے کو اس میں دھویا اور کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس میں سے کچھ پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور تمہیں بشارت ہو' ان دونوں نے پیالہ لیا اور حکم کی تعمیل کی۔ ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی ماں کے لیے بھی بچا لینا تو ان دونوں نے اس میں سے کچھ بچا لیا۔

٢١٧٤- ح:

حنین کی مال غنیمت نہ دینے کی حکمت

٢١٧٤ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَكَاَنَّهُمْ

عبداللہ بن زید بن عاصم نے کہا: جب اللہ نے اپنے رسول کو یوم حنین مال غنیمت عطا فرمایا تو اسے مولفۃ القلوب میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا۔ اس پر انصار کو غم ہوا کہ انہیں وہ نہیں ملا جو

وَجَدُوْا اِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ اَوْ كَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا اِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا اَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَاَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا اَتَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ اِلٰى رِحَالِكُمْ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ اِمْرَاً مِنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهَا اَلْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التمنی۔ باب: مایجوز من اللو ص ۱۰۷۲، مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ)

لوگوں کو ملا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے انصار کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت دی' کیا تم لوگ جدا جدا نہیں تھے؟ تو اللہ نے تم کو میری وجہ سے اکٹھا کیا' کیا تم لوگ تنگدست نہیں تھے؟ تو اللہ نے میرے ذریعہ تم کو مالدار کیا۔ حضور جو بھی فرماتے انصار عرض کرتے: اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں' فرمایا: تم کو رسول اللہ کو جواب دینے سے کیا چیز روک رہی ہے' حضور کچھ بھی فرماتے انصار عرض کرتے: اللہ اور اس کے رسول زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ فرمایا: اگر تم چاہو تو کہو: آپ ہمارے پاس اس حال میں آئے تھے' کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں کہ لوگ بکری اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا' اگر لوگ کسی وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار شعار ہیں اور لوگ دثار۔ تم لوگ اپنے ساتھ میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملنا۔

اس مضمون کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی گزر چکی ہے اور اس کے بعد بھی کئی طریقے سے مروی ہے۔ اس کے بعض طرق میں یہ زائد ہے کہ یوم حنین ہوازن' غطفان وغیرہ اپنے مویشیوں اور آل اولاد کے ساتھ مقابلے پر آئے اور نبی ﷺ کے ساتھ دس ہزار افراد تھے اور طلقاء تھے' یہ سب لوگ حضور کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ حضور تنہا رہ گئے' حضور نے دو آوازیں دیں' دائیں طرف منہ کر کے فرمایا: اے گروہ انصار! لوگوں نے عرض کیا: ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ! ہم حضور کے سامنے ہیں پھر بائیں طرف رخ کر کے پکارا: اے گروہ انصار! لوگوں نے عرض کی: ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ' حضور خوش ہوں ہم حضور کے ساتھ ہیں حضور کے سامنے ہیں اور حضور اپنے سفید خچر پر تھے' اب اس سے اترے' اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں' اس کے بعد مشرکین شکست کھا گئے۔ اس دن بہت غنیمت ہاتھ آئی' اسے مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا' اس پر انصار نے کہا: جب سختی ہوتی ہے ہم بلائے جاتے ہیں اور غنیمت ہمارے غیروں کو دی جاتی ہے۔ یہ خبر حضور کو پہنچی تو سب انصار کو ایک گول خیمے میں جمع کیا اور فرمایا: اے گروہ انصار! یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے' جس پر انصار کرام چپ رہے۔ اب حضور نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ کو ساتھ لے جاؤ' جنہیں اپنے گھروں میں رکھو' انصار نے کہا: ہاں! ہم راضی ہیں۔

اس باب میں تمام روایتوں پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انصار کرام نے یہ دیکھ کر کہ نوازش واکرام سے ہم اس وقت محروم ہیں دلگیر ہوئے' انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید حضور اقدس ﷺ کے دل میں اب ہماری وہ وقعت نہ رہی' یہ فطری بات ہے کہ محبوب کی

نوازش دوسروں پر دیکھ کر اور خود کو محروم پا کر انسان دل شکستہ ہوتا ہے' اس پر کچھ نوعمر انصار اکرام نے چہ میگوئیاں کی تھیں۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو کہو: آپ ہمارے پاس ایسے آئے تھے ویسے آئے تھے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس ہی سے یہ مروی ہے کہ فرمایا: تم کیوں نہیں کہتے کہ آپ ڈرے ہوئے آئے تھے' ہم نے آپ کو امن دیا' آپ کی قوم نے آپ کو نکال دیا تھا' ہم نے آپ کو جگہ دی' آپ کی قوم نے آپ کو چھوڑ دیا تھا' ہم نے آپ کی مدد کی۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ تنگدست آئے تھے ہم نے آپ کی مدد کی' اس پر انصار نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! بلکہ ہم پر اللہ و رسول کا احسان ہے۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ (ص ٦٢٢)

نبی ﷺ کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجنا

٢١٧٥ - عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ لَهٗ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ.

(بخاری- کتاب الاحکام- باب: اذا قضى الحاكم بجور ص ١٠٦٦' نسائی- کتاب السیر' کتاب القضاء)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی جانب بھیجا' انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی' وہ اچھی طرح اسلمنا نہیں کہہ سکتے تھے' وہ لوگ ''صبانا صبانا'' کہنے لگے: حضرت خالد انہیں قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی دیا یہاں تک کہ ایک دن حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے' اس پر میں نے کہا: کہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا یہاں تک کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے حضور سے واقعہ مذکورہ کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور فرمایا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا اس سے تیری بارگاہ میں براءت ظاہر کرتا ہوں' دو مرتبہ فرمایا۔

فتح مکہ کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ساڑھے تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کو بنی کنانہ کی شاخ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا' یہ مکہ کے نیچے یلملم کے اطراف میں رہتے تھے۔

صبانا

اس کے معنی دین بدلنے کے ہیں' اگر کوئی اسلام قبول کرتا تو قریش کہتے: ''صَبَأَ'' یعنی اس نے اپنا دین بدل دیا صابی ہو گیا۔ اسی عرف کے مطابق حضرت ابن عمر نے ان کے صبانا صبانا کہنے سے یہ سمجھا کہ یہ واقعی مسلمان ہو گئے ہیں مگر چونکہ یہ لفظ اسلام قبول کرنے میں صریح نہیں تھا اس لیے حضرت خالد نے سمجھا کہ یہ اسلام قبول کرنے سے بہانہ بنا کر انکار کر رہے ہیں' ان کو ''اسلمنا'' کہنے میں کیا دشواری تھی اس لیے انہوں نے قتل کیا اور قید کیا مگر یہ ان کی خطا تھی اسی لیے حضور اقدس ﷺ نے براءت ظاہر کی اور چونکہ حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا اور سمجھا تھا اس کا بھی ایک محمل تھا اس لیے قصاص واجب نہیں فرمایا۔

بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ يُقَالُ اِنَّهَا سَرِيَّةُ الْاَنْصَارِ (ص ٦٢٢)

عبداللہ بن حذافہ سہمی اور علقمہ بن مجزز مدلجی کا سریہ اور اس کو سریۃ الانصار بھی کہا جاتا ہے

٢١٧٦- ح: [طَاعَةُ الْاَمِيْرِ فِي الْمَعْرُوْفِ]

امیر کی اطاعت اچھے کام میں ہے

٢١٧٦ - عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ فَغَضِبَ فَقَالَ اَلَيْسَ اَمَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى؟ قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ ادْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوْا حَتّٰى خَمِدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اس پر انصار میں سے ایک صاحب کو امیر بنایا اور شرکاء کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں، وہ کسی بات پر خفا ہو گئے اور کہا: کیا تم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا ہے۔ انہوں نے کہا: تو میرے لیے لکڑی جمع کرو، لوگوں نے جمع کیں، انہوں نے کہا: اسے جلاؤ، لوگوں نے اسے جلایا، اب انہوں نے کہا: اس میں داخل ہو، کچھ لوگوں نے داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور کہنے لگے: ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ آگ سے بچنے ہی کے لیے لی ہے۔ یہی قصہ رہا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی، اب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی، تو فرمایا: اگر یہ لوگ اس میں داخل ہوتے تو اس سے قیامت تک نہ نکلتے۔ فرمانبرداری اچھے کام میں ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب: السمع و الطاعة للامام ص ١٠٥٨، کتاب اخبار الاحاد۔ باب: ماجاء في اجازة الخبر الواحد ص ١٠٧٦، مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الجہاد، نسائی۔ کتاب السیر)

ربیع الآخر ۹ھ میں تین سو افراد پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو امیر بنا کر حبشہ کی جانب بھیجا تھا، اس میں یہ قصہ پیش آیا تھا، یہ جو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو گئے تو قیامت تک نہ نکلتے یہ اس بنا پر تھا کہ یہ لوگ اس آگ میں داخل ہونے کو کار ثواب نہیں تو مباح سمجھ کر اپنے آپ کو جلاتے کیونکہ اپنے امیر کے حکم سے داخل ہوتے اور حضور نے خود اطاعت کا حکم دیا تھا، ان کو گمان ہوتا کہ یہ کار ثواب ہے حالانکہ یہ خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے۔ آحاد کی روایت میں یہ زائد ہے "لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ" اللہ کی نافرمانی میں طاعت نہیں۔

بَاب بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ (ص ٦٢٢)

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی جانب بھیجنا

٢١٧٧ - عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ بَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ قَالَ

حضرت ابوبردہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ و معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا، ان میں سے ہر ایک کو ایک علاقہ پر بھیجا اور یمن کے دو حصے تھے، پھر

وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِلَى عَمَلِهِ قَالَ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا إِذَا سَارَ فِي أَرْضِهِ كَانَ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَحْدَثَ بِهِ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِي أَرْضِهِ قَرِيبًا مِنْ صَاحِبِهِ أَبِي مُوسَى فَجَاءَ يَسِيرُ عَلَى بَغْلَتِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ وَإِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ أَيُّمَ هَذَا قَالَ هَذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ قَالَ لَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ قَالَ إِنَّمَا جِيءَ بِهِ لِذَلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا أَنْزِلُ حَتَّى يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهِ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَالَ أَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ أَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ أَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَأَقُومُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِي مِنَ النَّوْمِ فَأَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللَّهُ لِي فَأَحْتَسِبُ نَوْمَتِي كَمَا أَحْتَسِبُ قَوْمَتِي.

فرمایا: آسانی کرنا' دشواری مت کرنا لوگوں کو خوشخبری دینا نفرت مت دلانا' ان میں سے۔ ہر ایک اپنی عملداری میں گیا اور ان میں سے ہر ایک جب اپنے علاقے میں دوسرے سے قریب رہتا تو ملاقات کرتا اور سلام کرتا۔ ایک دفعہ اپنے علاقے میں حضرت معاذ اپنے ساتھی حضرت ابوموسیٰ کے علاقے کے قریب تھے اور اپنے خچر پر سوار آئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے' وہ بیٹھے ہوئے تھے اور وہاں بہت سے لوگ اکٹھے تھے اور ایک شخص تھا جس کے ہاتھ کو اکٹھا کر کے گردن پر باندھ دیا گیا تھا' تو حضرت معاذ نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کیا ہے تو حضرت معاذ نے کہا: میں نہیں اتروں گا جب تک کہ یہ قتل نہ کر لیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اسی لیے یہ لایا گیا ہے' اتر جاؤ تو حضرت معاذ نے کہا: جب تک یہ قتل نہیں کیا جائے گا میں نہیں اتروں گا تو انہوں نے حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا' پھر اترے' پھر حضرت معاذ نے پوچھا: اے عبداللہ! تم قرآن کیسے پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' تو انہوں نے پوچھا: اے معاذ! تم کیسے پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: میں شروع رات میں سو جاتا ہوں پھر اٹھتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کر لیتا ہوں' پھر پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہے تو میں اپنی نیند کو بھی ثواب میں شمار کرتا ہوں جیسا کہ قیام کو شمار کرتا ہوں۔

٢١٧٨- ح: [كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ]

ہر نشہ آور حرام ہے

٢١٧٨- عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَا هِيَ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِأَبِي بُرْدَةَ وَمَا الْبِتْعُ قَالَ نَبِيذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِيذُ الشَّعِيرِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی جانب بھیجا' انہوں نے حضور سے ان شرابوں کے بارے میں پوچھا جو وہاں بنائی جاتی تھیں' فرمایا: کیا ہے وہ؟ انہوں نے کہا: بتع اور مزر' میں نے ابوبردہ سے پوچھا: بتع کیا ہے؟ کہا: شہد کی نبیذ اور مزر جو کی نبیذ' فرمایا: ہر نشہ آور حرام ہے۔

یہ دونوں حدیثیں حقیقت میں ایک ہی ہیں جیسا کہ اس کے بعد والی روایت سے یہ ظاہر ہے۔ مخلاف کے معنی حصہ کے ہیں جس کو صوبے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یمن کے بالائی حصے عدن کی سمت کا حاکم حضرت معاذ کو بنایا تھا اور نشیبی علاقہ حضرت ابوموسیٰ کو سپرد

کیا تھا۔ بعد والی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے کہا کہ میں کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پڑھتا ہوں اور بیٹھنے کی حالت میں بھی اور اپنی سواری پر بھی اور وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' اسی میں یہ بھی ہے کہ جو شخص مرتد ہوا تھا یہ پہلے یہودی تھا۔

٢١٧٩- ح: [﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء:١٢٥)]

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا

٢١٧٩ - عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ اَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَاَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ (النساء:١٢٥) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ.

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ جب یمن آئے تو انہوں نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی جس میں یہ آیت تلاوت کی۔ اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا: ابراہیم کی والدہ کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔

بَابُ بَعْثِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ (ص ٦٢٣)

حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن بھیجا

٢١٨٠ - عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذَالِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فَكُنْتُ فِيْمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ فَغَنِمْتُ اَوَاقٍ ذَوَاتِ عَدَدٍ.

ابواسحاق نے کہا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کے ساتھ یمن بھیجا' پھر حضرت علی کو اس کے بعد ان کی جگہ بھیجا اور فرمایا: خالد کے ساتھیوں سے کہو: ان میں سے جو دوبارہ تمہارے ساتھ جانا چاہے وہ جائے اور جو چاہے مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت براء نے کہا: میں ان لوگوں میں تھا جو ان کے ساتھ گیا تھا تو مجھے کئی عدد اوقیے مال غنیمت ملا۔

غزوۂ طائف سے فراغت کے بعد جعرّانہ میں مال غنیمت تقسیم کر لینے کے بعد ان لوگوں کو یمن بھیجا تھا۔ اواقی' اوقیہ کی جمع ہے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم چاندی کا ہوتا تھا۔

٢١٨١- ح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک خصوصیت

٢١٨١ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا اِلٰى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ اُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ اَلَا تَرٰى اِلٰى هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذَالِكَ لَهُ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ اَتُبْغِضُ عَلِيًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَاِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ.

حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد کے پاس بھیجا تا کہ خمس وصول کریں۔ حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے کدورت رکھتا تھا' انہوں نے غسل کر لیا تھا تو میں نے حضرت خالد سے کہا کہ آپ انہیں نہیں دیکھتے' جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے حضور سے اس کا تذکرہ کیا تو دریافت فرمایا: اے بریدہ! تم علی سے کدورت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: ان سے کدورت

مت رکھ خمس میں ان کا اس سے زیادہ حق ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے پہلے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا جہاد کے لیے' پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مال غنیمت سے خمس وصول کر لیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خمس میں سے ایک کنیز اپنے حصے میں لے لی اور پھر رات میں اس سے ہم بستری کی' یہ بات حضرت بریدہ کو ناگوار گزری۔ دو وجہ سے' ایک تو یہ کہ بغیر استبراء کے انہوں نے کنیز سے وطی کی' دوسرے یہ کہ انہوں نے از خود کنیز کو اپنے لیے چن لیا۔ چاہیے یہ تھا کہ خمس وصول کر کے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے' پھر حضور اقدس ﷺ اسے مستحقین میں تقسیم فرماتے۔ یہ عام شرّاح کا خیال ہے' مگر حدیث کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ حضرت بریدہ کو ناگواری اس بنا پر ہوئی کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ حضرت علی نے اپنے حق سے زیادہ لے لیا تھا' اس پر قرینہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ خمس میں ان کا حق اس سے زیادہ ہے' لیکن شُرّاح کا اشکال بھی اپنی جگہ درست ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ کنیز نابالغہ رہی ہو یا کنواری رہی ہو اور حضرت علی کا مسلک یہی رہا ہو کہ نابالغ یا کنواری کنیز کے لیے استبراء ضروری نہیں اس لیے کہ استبراء اس اطمینان کے لیے مشروع ہے کہ کہیں یہ حاملہ نہ ہو اور جب وہ نابالغ ہے تو استقرار حمل کا شبہہ ہی نہیں اور کنواری ہونا اس کی دلیل ہے کہ ابھی اس کے ساتھ ہم بستری نہیں کی گئی ہے' پھر حمل کے شبہے کی گنجائش نہیں' دوسرے اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ جس طرح امام کو یہ حق ہے کہ مال غنیمت میں سے جو چاہے اپنے لیے چن لے اسی طرح امام کے نائب کو بھی یہ حق ہے' اسی بنا پر حضرت علی نے حضور اقدس ﷺ کے نائب ہونے کی حیثیت سے اس کنیز کو اپنے لیے خاص کر لیا تھا۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ (ص ٦٢٥)

غزوۂ ذات سلاسل

٢١٨٢- وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَجُذَامٍ قَالَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ.

اسماعیل بن ابی خالد نے کہا کہ یہ غزوۂ لخم و جذام ہے اور ابن اسحٰق نے عروہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بلاد بلی اور عذرہ اور بنی القین ہے۔

غزوۂ موتہ کے بعد جمادی الآخرہ ۸ھ میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر تین سو مجاہدین کے ساتھ بھیجا تھا' پھر بعد میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دو سو افراد کے ساتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ عمرو کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور آپس میں اختلاف مت کرنا' وہاں پہنچ کر حضرت ابوعبیدہ نے چاہا کہ نماز پڑھائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا اور کہا: آپ مدد کے لیے آئے ہیں' امیر میں ہوں' حضرت ابوعبیدہ نے اسے مان لیا' اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ یہ اطلاع ملی کہ قضاعا کے کچھ لوگ فوج اکٹھی کر رہے ہیں تا کہ مدینہ پر حملہ کریں۔ اس غزوے میں ان کی ماتحتی میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی تھے' دشمن کی سرزمین پر پہنچ کر مجاہدین نے چاہا کہ آگ جلائیں' حضرت عمرو بن عاص نے روک دیا' لوگوں نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی' انہوں نے فرمایا کہ کوئی آگ نہ جلائے ورنہ اس کو اسی میں جھونک دوں گا' دشمن سے مقابلہ ہوا' دشمن شکست کھا کر بھاگے' لوگوں نے تعاقب کرنا چاہا تو حضرت عمرو بن عاص نے منع فرما دیا' واپس ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں شکایت کی' حضور نے ان سے دریافت فرمایا تو حضرت عمرو بن عاص نے عرض کیا: میں نے آگ جلانے سے اس لیے منع کیا کہ ہم تعداد میں تھوڑے تھے دشمن دیکھ لیتے اور تعاقب سے اس لیے روکا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن کی کسی طرف سے مدد نہ آ جائے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی تحسین کی۔ اس غزوے کو ذات السلاسل اس لیے کہتے ہیں کہ دشمن نے اپنے پاؤں میں زنجیریں ڈال لی تھیں تا کہ ہم بھاگیں نہ'

اور ایک قول یہ ہے کہ وہاں ایک تالاب تھا' جس کا نام سلسل تھا' یہ قبائل وادی القریٰ کے پیچھے رہتے تھے۔ مدینہ سے ان کا فاصلہ دس دن کا تھا' یہ سب یمنی قبائل ہیں بنی قضاعا کی شاخ۔ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص کو امیر لشکر اس بناء پر بنایا تھا کہ ان کی والدہ قبیلہ بلی سے تھیں' ان کے امیر ہونے سے ان قبائل کی تالیف قلب منظور تھی۔

بَابُ ذِهَابِ جَرِيْرٍ اِلَى الْيَمَنِ (ص ٦٢٥)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا یمن جانا

٢١٨٣ - عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ بِالْيَمَنِ فَلَقِيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ اُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ ذُوْعَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِيْ تَذْكُرُ مِنْ اَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلٰى اَجَلِهٖ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَاَقْبَلَا مَعِيَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَدِيْنَةِ فَسَاَلْنَاهُمْ فَقَالُوْا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْ بَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ فَقَالَا اَخْبِرْ صَاحِبَكَ اِنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا اِلَى الْيَمَنِ فَاَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرٍ بِحَدِيْثِهِمْ قَالَ اَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِيْ ذُوْ عَمْرٍو يَا جَرِيْرُ اِنَّ بِكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَاِنِّيْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا اِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَا كُنْتُمْ اِذَا هَلَكَ اَمِيْرٌ تَاَمَّرْتُمْ فِيْ اٰخَرَ فَاِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَى الْمُلُوْكِ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یمن میں تھا' میں نے یمن کے دو شخص ذوکلاع اور ذوعمرو سے ملاقات کی۔ میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کرنے لگا تو ذوعمرو نے کہا کہ تم جو اپنے صاحب کی بات بیان کرتے ہو اگر صحیح ہے تو ان کی وفات کو تین دن گزر چکے ہیں' وہ دونوں میرے ساتھ آگے چلے' راستے ہی میں مدینہ کی طرف سے آئے ہوئے کچھ سوار ہم کو ملے' ہم نے ان سے پوچھا تو ان لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے ہیں اور لوگ خوش ہیں' اس پر ان دونوں نے کہا: اپنے صاحب کو خبر دو کہ ہم یہاں تک آگئے ہیں (اب ہم واپس جا رہے ہیں) ان شاء اللہ' ہوسکتا ہے ہم پھر لوٹیں' پس دونوں یمن لوٹ گئے۔ میں نے حضرت ابوبکر کو ان کی بات بتائی' تو انہوں نے فرمایا: انہیں لایا کیوں نہیں؟ اس کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے کہا: اے جریر! تمہارا مجھ پر احسان ہے' میں تم کو ایک خبر بتا رہا ہوں' اے گروہ عرب! تم لوگ ہمیشہ خیر میں رہو گے جب تک ایک امیر کے مرنے کے بعد باہمی مشورے سے امیر بناؤ گے اور جب امارت تلوار سے حاصل کی جائے گی تو بادشاہ ہو جائیں گے۔ بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح خوش ہوں گے۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو حضور نے ذوالخلصہ بت خانے کو ڈھانے کے لیے بھیجا تھا اور ایک بار اہل یمن کے مشرکین سے جہاد کے لیے بھیجا تھا' اہل سیر میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ذوالخلصہ ڈھانے کے لیے بعد میں بھیجا تھا لیکن یہ صحیح نہیں' اس لیے کہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ حضرت جریر راستے ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' اس لیے ظاہر یہ ہے کہ ذوالخلصہ ڈھانے کے لیے پہلے بھیجا تھا اور یہ واقعہ بعد میں پیش آیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب ذوالخلصہ ڈھانے کے لیے بھیجا تھا اسی وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا ہو۔

ذوالکلاع اور ذوعمرو یہ یمن کے ملوک میں سے تھے' یہ دونوں مدینہ طیبہ حاضری کے ارادے سے چلے تھے جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو واپس یمن لوٹ گئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔ ذوالکلاع

جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ بارہ ہزار غلام تھے' حضرت عمر نے ان سے کہا کہ انہیں بیچ دو اور ان کی قیمت سے لڑائی کا سامان کر و تو ذوالکلاع نے کہا: نہیں یہ سب آزاد ہیں۔ ذو عمرو نے حضرت جریر سے حضور اقدس ﷺ کے احوال سن کر جو یہ کہا کہ تین دن ہوا ان کا وصال ہو چکا ہے' یہ انہوں نے کیسے کہا؟ شارحین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ کسی خفیہ ذریعہ سے انہیں معلوم ہو چکا ہو یا ہوسکتا ہے کہ یہ جاہلیت میں کاہن رہے ہوں اور اسلام میں محدث یعنی مُلہم رہے ہوں یا ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اگلی کتابیں پڑھی ہوں اس سے ان کو یہ معلوم ہوا ہو' کیونکہ یمن میں یہودی پہنچ گئے تھے۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی۔

بَابُ غَزْوَةِ سِيفِ الْبَحْرِ (ص ٦٢٥)

غزوۂ سیف البحر

وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ.

اس غزوے والے قریش کے قافلے کی تاک میں نکلے تھے اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

سیف

سیف کے معنی ساحل کے ہیں' حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مجاہدین کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف بھیجا تھا' اسی لیے اس کا نام غزوہ سیف البحر ہے۔ اس کی پوری تفصیل نزہۃ القاری' کتاب الشرکۃ' ج ۳ ص ۴۰۶' رقم: ۱۳۱۴' میں گزر چکی ہے۔ یہاں بہ طریق علی بن عبداللہ جو روایت ہے اس کے اخیر میں یہ ہے۔

٢١٨٤- ح: [سَخَاوَةُ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ]

حضرت قیس بن سعد کی سخاوت

٢١٨٤- وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ إِنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو يَقُولُ أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِأَبِيهِ كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوا قَالَ انْحَرْ قَالَ نُهِيتُ.

اور قوم میں ایک صاحب تھے جنہوں نے تین اونٹ ذبح کیے' پھر تین اونٹ ذبح کیے' پھر تین اونٹ ذبح کیے' پھر ابوعبیدہ نے ان کو منع کر دیا اور عمرو بن دینار کہتے تھے: مجھے ابوصالح نے خبر دی کہ قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا: میں لشکر میں تھا تو لوگ بھوکے ہوئے' ان کے والد نے کہا: تم کو ذبح کرنا چاہیے تھا' انہوں نے کہا: میں نے اونٹ ذبح کیا' اس کے بعد پھر بھوکے ہوئے' ان کے والد نے کہا: تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہیے تھا' انہوں نے کہا: میں نے ذبح کیا' پھر لوگ بھوکے ہوئے' ان کے والد نے کہا: تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہیے تھا' انہوں نے کہا: میں نے ذبح کیا' انہوں نے کہا: پھر لوگ بھوکے ہوئے' انہوں نے کہا کہ تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہیے تھا' انہوں نے کہا: مجھے روک دیا گیا۔

جزائر

"جزائر"' "جزور" کی جمع ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں' نر ہو یا مادہ' ویسے لفظ "جزور" مؤنث ہے۔ یہ صاحب حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو خزرج کے سردار تھے' حضرت قیس بن سعد بہت قد آور' بہادر' سخی اور عقلمند شخص تھے' ان کا شمار دہاۃ العرب میں سے ہے' حضرت علی اور حضرت معاویہ کے اختلاف میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص حامیوں' میں اور ان کے خصوصی

معتمد تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے گھر کے چوہے لاٹھی کے سہارے چلتے ہیں یعنی کھانے کو کچھ نہیں' بھوک سے چوہوں کا یہ حال ہو گیا ہے تو حضرت قیس نے فرمایا کہ چل میں ایسا کردوں گا کہ شیر کی طرح اچھلیں گے کودیں گے' پھر انہوں نے عورت کا گھر کھانے پینے کے سامان سے بھر دیا۔

بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ (ص ٦٢٦)

حضرت ابوبکر کا لوگوں کو ۹ھ میں حج کرانا

۹ھ میں چونکہ عرب کے دور دراز علاقوں سے وفود کی آمد کا سلسلہ تھا اس لیے حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا' ان کے ہم راہ تین سو صحابہ کرام تھے اور حضور اقدس ﷺ نے بیس اونٹ قربانی کے لیے بھیجے' پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ سورۂ براءۃ وہاں جا کر اعلانیہ سب کو سنا دیں۔

حضرت علی کو اس لیے بھیجا تھا کہ اس میں ان ساری مراعات کے ختم ہونے کا اعلان تھا جو مشرکین کو حاصل تھیں چونکہ اہل عرب کا دستور تھا کہ کسی معاہدہ کے ختم ہونے کا اعلان وہی کرتا جو معاہد کے اہل بیت میں سے ہوتا۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

٢١٨٥ - عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً سُوْرَةُ بَرَاءَةٍ وَاٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلَالَةِ﴾ (النساء:١٧٦).

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے آخر میں پوری سورہ سورۂ براءت نازل ہوئی ہے اور آخری سورہ سورۂ نساء کی اخیر کی یہ آیت نازل ہوئی: آپ سے لوگ پوچھتے ہیں' فرمایا دو: اللہ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ باب: یستفتونك قل الله یفتیكم ص ٦٦٢' باب: قوله براءة من الله ورسوله ص ٦٧١' کتاب الفرائض۔ باب: یستفتونك قل الله ص ٩٩٨)

اس کی بحث گزر چکی کہ اخیر آیت کون سی نازل ہوئی' یہاں مراد یہ ہے کہ سورۂ نساء کی سب سے اخیر کی یہ آیت نازل ہوئی' یہاں روایت میں ''اخرُ سورةٍ من النساء'' ہے لیکن صحیح ''اخرُ ایةٍ'' ہے۔ کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔

بَابُ قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِی الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَسَبٰی مِنْهُمْ نِسَاءً (ص ٦٢٦)

عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا غزوہ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کے ساتھ' عیینہ کو نبی ﷺ نے بنی عنبر کی جانب بھیجا' انہوں نے ان پر اچانک حملہ کیا اور ان میں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو قید کیا

توضیح

۹ھ میں حضور اقدس ﷺ نے عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو پچاس آدمیوں کے ساتھ بنی تمیم کی شاخ بنی عنبر کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا' انہوں نے ان پر حملہ کر کے گیارہ مردوں' گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ لے کر حاضر ہوئے' اسی پر بنی تمیم کے

روساء خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور حجرے کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر حضور اقدس ﷺ کو آوازیں دی تھیں۔ اس کارروائی کا سبب یہ تھا کہ بنی تمیم نے بنی خزاعہ کے کچھ لوگوں کو لوٹا تھا' بنی خزاعہ حضور کے حلیف تھے۔

٢١٨٦- ح:

بنی تمیم کو امیر بنائے جانے میں اختلاف رائے

٢١٨٦ - اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهٗ قَدِمَ رَكْبٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ عُمَرُ بَلْ اَمِّرِ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا اَرَدْتَ اِلَّا خِلَافِيْ قَالَ عُمَرُ مَا اَرَدْتُّ خِلَافَكَ فَتَمَارَيَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِيْ ذَالِكَ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا حَتّٰى انْقَضَتْ﴾ (الحجرات:١).

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بنی تمیم کے کچھ سوار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر نے کہا: قعقاع بن معبد بن زرارہ کو ان کا امیر بنایئے حضرت عمر نے کہا: نہیں اقرع بن حابس کو امیر بنایئے حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم صرف مجھ سے اختلاف کے ارادے سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کے اختلاف کا ارادہ نہیں کیا' دونوں آپس میں الجھ پڑے یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں' اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو' سورۂ حجرات کی دوسری آیت تک۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الحجرات۔ باب: لاترفعوا اصواتکم ص ٧١٨' باب: قوله ان الذين ينادونك۔ ص ٧١٨' کتاب الاعتصام۔ باب: مایکرہ من التعمق والتنازع ص ١٠٨٤' ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ کتاب القضاء)

کتاب الاعتصام اور کتاب التفسیر' باب: ''تنابزوا بدعاء بالكفر بعد الاسلام'' میں ابن ابی ملیکہ سے مرسلاً یہ مروی ہے کہ دونوں برگزیدہ ابوبکر وعمر قریب تھا کہ ہلاک ہوجاتے انہوں نے اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کے حضور بلند کردیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اخیر آیت تک' ابن زبیر نے کہا کہ اس کے بعد حضرت عمر رسول اللہ ﷺ سے کچھ عرض نہ کرتے جب تک کہ حضور ان سے پوچھتے نہیں اور انہوں نے اپنے نانا یعنی حضرت ابوبکر کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا۔ کتاب الاعتصام میں یہ زائد ہے کہ ''عظیم'' تک نازل ہوئی یعنی دو آیتیں۔ نیز یہ بھی زائد ہے کہ حضرت عمر اس کے بعد نبی ﷺ سے کوئی بات کرتے تو رازداروں کی طرح کرتے۔ ان روایتوں میں تنافی نہیں ہوسکتا ہے کہ شروع سورۃ سے لے کر تین آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض راویوں نے اختصار کردیا ہے۔

بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ اُثَالٍ (ص ٦٢٧)

بنی حنیفہ کا وفد اور ثمامہ بن اُثال کا قصہ

توضیح

بنی حنیفہ کا وفد ٩ھ میں فتح مکہ کے بعد آیا تھا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا' اس کے ساتھ سترہ آدمی تھے اور حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے پیش آیا تھا۔ حضرت امام بخاری نے بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ ثمامہ بن اُثال کا قصہ صرف اس لیے ذکر کردیا ہے کہ یہ بھی بنی حنیفہ سے تھے۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا پورا قصہ علامات نبوت میں بیان ہوچکا ہے اور حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی کتاب الصلوۃ میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔ یہاں پوری تفصیل کے ساتھ ہے اس لیے پھر ذکر کردیتے ہیں۔

۲۱۸۷ - حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ اِنْ تَقْتُلْنِيْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهٗ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ فَتَرَكَهٗ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضُ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَيَّ وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرٰى؟ فَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهٗ قَائِلٌ صَبَوْتَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا تَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَأْذَنَ فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب بھیجے تھے' یہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا لوگوں نے ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا: تیرے پاس کیا ہے؟ اے ثمامہ! انہوں نے عرض کیا: میرے پاس خیر ہے' اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! اگر آپ قتل کریں گے تو خون کے مجرم کو قتل کریں گے اور اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو فرمایئے: کتنا چاہیے؟ حضور نے ان کو یونہی چھوڑ دیا' پھر دوسرے دن ان سے پوچھا: کیا ہے تیرے پاس' اے ثمامہ؟ انہوں نے عرض کیا: میرے پاس وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا: اگر آپ احسان کریں گے تو احسان ماننے والے پر احسان کریں گے' پھر حضور نے ان کو یونہی چھوڑ دیا یہاں تک کہ جب تیسرا دن آیا تو پھر پوچھا: کیا ہے تیرے پاس' اے ثمامہ؟ انہوں نے عرض کیا: وہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا تھا' اب فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد سے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے اور غسل کیا' پھر مسجد میں آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اے محمد' بخدا! زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ بخدا! کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے ناپسند نہیں تھا اب آپ کا دین سب دینوں سے زیادہ پسند ہو گیا۔ بخدا! آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مجھے مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا شہر سارے شہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑ لیا اور میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا' میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بشارت دی اور انہیں حکم دیا کہ عمرہ کر لیں اور جب وہ مکہ آئے تو ایک کہنے والے نے ان سے کہا: تم صابی ہو گئے' انہوں نے کہا: نہیں؟ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہوا ہوں' بخدا! تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ

نہیں آئے گا یہاں تک کہ نبی ﷺ اجازت دیں۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ یمامہ کے باشندے بنی حنیفہ کے رؤساء میں سے تھے۔ اسلام لانے کے بعد فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہونے لگا۔

"ذادم" کے ایک معنی یہ ہیں کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو رئیس اور عزت والا ہے۔ اس کے خون کی قیمت ہے اس کا قتل کرنا بڑی بات ہے اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہے اس کے قصاص میں اسے قتل کرنا مطلوب ہے یہاں ایک روایت "ذاذمة" بھی ہے جس کے معنی لازم حرمت وعزت کے ہیں' زمانہ قید میں ان کے سامنے جتنا کھانا رکھا جاتا سب کھا جاتے اور ان کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد جب کھانا پیش کیا گیا تو بہت تھوڑا کھایا' اس پر لوگوں کو تعجب ہوا' نبی ﷺ نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔

جب ان سے کہا گیا کہ تم صابی ہو گئے' انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ یہ ان کی فراست ایمانی کی آواز تھی' انہوں نے یہ بتایا کہ بت پرستی کوئی دین نہیں ہے جس کا چھوڑنا دین سے نکلنا ہو' جب میں بت پرست تھا میرا کوئی دین نہیں تھا اسلام قبول کیا تو اب دین دار ہوا۔ یہ جب مکہ معظمہ پہنچے تو بطن مکہ سے تلبیہ شروع کر دیا' یہ پہلے شخص ہیں جو مکہ میں لبیک لبیک کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا: تو نے ہمارے خلاف بڑی جرأت کی ہے اور انہیں قتل کرنا چاہا تو کسی نے کہا: انہیں چھوڑ دو یہ یمامہ کے باشندے ہیں' وہاں کے غلہ کے تم محتاج ہو' عمرہ کر کے جب یمامہ پہنچے تو انہوں نے اپنی قوم میں اعلان کر دیا کہ مکہ کوئی شخص غلہ نہ لے جائے' مکہ والوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لکھا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ثمامہ نے یہ کہا تو حضور اقدس ﷺ نے ثمامہ کو لکھا کہ مکہ غلہ جانے کو مت روکو۔

٢١٨٨- ح: [يَعْبُدُ الْمُشْرِكُوْنَ الْحَجَرَ فَإِذَا وَجَدُوْا حَجَرًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ الْقَوْهُ]

مشرکین ایک پتھر کو پوجتے' جب اس سے اچھا کوئی پتھر مل جاتا تو پہلے والے کو پھینک دیتے

٢١٨٨- سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَا عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَإِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْاَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ اِلَّا نَزَعْنَاهُ وَاَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ يَقُوْلُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا اَرْعَى الْاِبِلَ عَلٰى اَهْلِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهٖ فَرَرْنَا اِلَى النَّارِ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ

ابو رجاء عطاردی کہتے تھے: ہم پتھر پوجتے تھے اور جب کوئی اس سے عمدہ پتھر مل جاتا تو اسے پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے اور جب ہم کو کوئی پتھر نہیں ملتا تو ہم ڈھول جمع کرتے' پھر بکری لاتے جس پر ہم دوہتے' پھر اس کا طواف کرتے' جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے: یہ نیزوں سے انیوں کے نکالنے والا مہینہ ہے ہم کسی نیزے میں انی اور کسی تیر میں پھل نہیں رہنے دیتے اسے نکال کر رجب کے مہینے بھر پھینکتے رہتے۔ ابو رجاء یہ بھی کہتے تھے کہ جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے میں بچہ تھا اپنے اہل کا اونٹ چراتا تھا' جب ہم نے حضور کے غالب ہونے کو سنا تو ہم آگ یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف بھاگے۔

بنی عطارد بنی تمیم کی شاخ ہے جو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں مشرف باسلام ہوئی مگر حضور کی زیارت سے محروم رہی۔ ابو رجاء عطاردی مسیلمہ کذاب کے ساتھ یوں ہوا کہ بنی تمیم کی ایک عورت سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بنی تمیم کے کچھ لوگ اس

کے تابع بھی ہو گئے تھے، یہ مسیلمہ کذاب سے ملاقات کے لیے چلی، راستے میں ایک جگہ دونوں ایک خیمے میں اکٹھے ہوئے، مسیلمہ نے اس کو شیشے میں اتار کر اپنی بیوی بنالیا اور سجاح کے سب ساتھی مسیلمہ کے ساتھی ہو گئے۔

بَابُ قُدُوْمِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ وَاَهْلِ الْيَمَنِ (ص ٦٢٩)

اشعریین اور اہل یمن کا مدینہ طیبہ آنا

اشعریین کی آمد کی تفصیل گزر چکی ہے۔

٢١٨٩- ح: [اَلْاِيْمَانُ يَمَانٌ اَلْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ]

ایمان یمن والوں کا ہے، غرور اور تکبر اونٹ والوں میں ہے

٢١٨٩ - عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْيَنُ قُلُوْبًا اَلْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَصْحَابِ الْاِبِلِ وَالسَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن والے آئے یہ بہت نرم دل ہیں ایمان یمن والوں کا ہے اور حکمت یمن والوں کی اور غرور و تکبر اونٹ والوں میں ہے اور بردباری و وقار بکری والوں میں ہے۔

٢١٩٠- ح: [اَلْفِتْنَةُ هَاهُنَا هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ]

فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے

٢١٩٠ - عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْفِتْنَةُ هَاهُنَا هَاهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمن والوں کا ہے اور فتنہ وہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔

"یـمانٍ" اصل میں یمانی تھا، یاء کو تخفیف کے لیے حذف کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ ہی سے بہ طریق المرج جو روایت ہے اس میں بجائے "الایمان" کے "الفقه" ہے یعنی سمجھ داری۔ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں صرف یہ ہے "الفخر و الخیلاء فی اصحاب الابل" غرور و گھمنڈ اونٹ والوں میں ہے، یہ کون لوگ ہیں اسے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان فرمایا: "ربیعة و مضر"۔

٢١٩١- ح:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد

٢١٩١ - عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيَسْتَطِيْعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ اَنْ يَّقْرَءُوْا كَمَا تَقْرَاُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَاُ عَلَيْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اِقْرَاْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ اَخُوْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ اَتَامُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ يَّقْرَاَ وَلَيْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ اَمَا

حضرت علقمہ نے کہا: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ خباب آئے اور کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا یہ جوان تمہاری طرح قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں، انہوں نے فرمایا: سنو! اگر تم چاہو تو میں حکم دوں کہ ان میں سے کوئی پڑھ کر تمہیں سنائے، خباب نے کہا: ضرور، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اے علقمہ! پڑھو اس پر زید بن حدیر، زیاد بن حدیر کے بھائی نے کہا: آپ علقمہ کو

إِنَّكَ إِنْ شِئْتَ أَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهِ فَقَرَأْتُ خَمْسِينَ آيَةً مِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى قَالَ قَدْ أَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا أَقْرَأُ شَيْئًا إِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى خَبَّابٍ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِهٰذَا الْخَاتَمِ أَنْ يُلْقٰى قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَأَلْقَاهُ.

پڑھنے کا حکم دیتے ہیں حالانکہ وہ ہم سے اچھا قاری نہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم چاہو تو تم کو خبر دوں کہ نبی ﷺ نے تیری قوم اور اس کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے حضرت (علقمہ نے کہا:) پھر میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں۔ اب حضرت عبداللہ نے خباب سے کہا: کیسا رہا؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا! حضرت عبداللہ نے کہا: میں جو کچھ بھی پڑھتا ہوں اسے یہ بھی پڑھتا ہے، پھر حضرت عبداللہ نے خباب کی طرف نگاہ کی، وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ یہ انگوٹھی پھینک دی جاتی؟ خباب نے کہا: سنو! آج کے بعد مجھے اسے پہنے ہوئے نہیں دیکھو گے، اس کے بعد انگوٹھی اتار دی۔

باب تھا اشعریین واہل یمن کا آنا، اس حدیث کے کسی جز کو باب سے مناسبت نہیں، علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ مناسبت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہے جو انہوں نے زید بن حدیر سے کہا تھا۔ اگر تم چاہو تو تمہیں خبر دوں کہ نبی ﷺ نے تیری اور علقمہ کی قوم کے بارے میں کیا فرمایا ہے، علقمہ بنی نخع سے تھے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے اور زید بن حدیر بنی اسد سے تھے۔ قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بنی نخع کی تعریف فرمائی تھی، امام احمد اور بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس مجلس میں حاضر تھا اور حضور اس قبیلہ "نخع" کے لیے دعاء خیر فرما رہے تھے اور ان کی تعریف کر رہے تھے اتنی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش! میں اسی قبیلہ کا ایک فرد ہوتا، بنی اسد کے بارے میں روایت مناقب میں گزری کہ جھینہ وغیرہ بنی اسد اور غطفان سے بہتر ہیں، مناسبت صرف اتنی ہے کہ بنی نخع یمن کے رہنے والے تھے۔

بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَيٍّ وَحَدِيْثِ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ (ص ٦٣٠)

طے کے وفد کا قصہ اور عدی بن حاتم کا واقعہ

طئی یمن کا مشہور قبیلہ ہے، یشجب بن قحطان کی اولاد ہیں، طی کا نام طی اس لیے پڑا کہ سب سے پہلے اس نے کنوؤں کو پختہ بنوایا یا پختہ پنگھٹ بنوایا، اس کا نام جلہمہ تھا، عدی بن حاتم عرب کے مشہور سخی حاتم کے صاحبزادے تھے، پہلے یہ نصرانی تھے، مجاہدین نے ان کی بہن کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں حاضر کیا، حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشارے کے بموجب ان کو بغیر فدیہ لیے ہوئے آزاد کر دیا، انہوں نے عرض کیا: میرے والد فوت ہو گئے اور میرا سرپرست غائب ہو گیا، مجھ پر احسان فرمایئے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ فرمایا: تمہارا وافد (سرپرست) کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: عدی بن حاتم، فرمایا: اللہ و رسول سے بھاگنے والا، عدی بن حاتم بھاگ کر روم کے قریب چلے گئے تھے مگر وہاں رہنا ان کو پسند نہیں تھا، عدی کی بہن ان کے پاس پہنچیں اور خدمت اقدس میں حاضری کی ترغیب دی تو انہوں نے کہا کہ چلو! اگر جھوٹے ہوں گے تو مجھ سے چھپ نہ سکیں گے، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے فرمایا: اسلام لاؤ سلامت رہو گے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ترمذی میں ہے کہ عدی بن حاتم کی آمد سے پہلے ہی حضور اقدس ﷺ نے فرما دیا تھا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کو میرے ہاتھ میں کر دے گا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ بہت

سچے راسخ العقیدہ مسلمان رہے۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد جب ردّت کی وبا پھیلی اس وقت یہ ثابت قدم رہے اور لوگوں کو مرتد ہونے سے روکتے رہے۔

٢١٩٢- ح: [فَضْلُ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی فضیلت

٢١٩٢ - عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اَتَيْنَا عُمَرَ فِي وَفْدٍ فَجَعَلَ يَدْعُوْ رَجُلًا رَجُلًا وَيُسَمِّيْهِمْ فَقُلْتُ اَمَا تَعْرِفُنِي يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ بَلٰى اَسْلَمْتَ اِذْ كَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَيْتَ اِذْ غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْكَرُوْا فَقَالَ عَدِيٌّ فَلَا اُبَالِيْ اِذًا.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: حضرت عمر کی خدمت میں ہم ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوئے وہ ایک ایک شخص کا نام لے لے کر پکارنے لگے تو میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! پہچانتا ہوں تم اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا، تم اس وقت آگے بڑھے جب دوسروں نے پیٹھ دکھائی، تم نے اس وقت وفاداری کی جب لوگوں نے غداری کی، تم نے اس وقت حق پہچانا جب لوگوں نے انکار کیا۔ اس پر عدی نے کہا: اب مجھے پرواہ نہیں۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بنی طی کے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کے چہرے کو روشن کیا طی کا صدقہ ہے جس کو لے کر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت عمر اور لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور حضرت عدی جب سامنے آئے تو متوجہ نہ ہوئے اس پر انہوں نے وہ عرض کیا تھا۔

بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع کا قصہ

١٠ھ میں جب پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا حضور اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس حج کا ارادہ فرمایا اس کا اعلان عام ہوا اطراف و جوانب سے ہر چہار طرف سے دیوانے ٹوٹ پڑے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر نزہت فرمایا اور میں نے مجمع پر نظر دوڑائی تو ہر چہار طرف حد نظر تک آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ساتھ تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام تھے۔ اس کا نام حجۃ الوداع ہے اس لیے کہ اس حج میں حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو وداع فرمایا تھا اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر سوائے اس کے اور کوئی حج نہیں فرمایا اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے اس لیے کہ اس حج میں حضور اقدس ﷺ نے انتہائی اہم پیغامات پہنچائے تھے اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے اس لیے کہ اسی حج کے موقع پر آیۂ کریمہ: ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ'' نازل ہوئی تھی۔ حجۃ الوداع کی پوری تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے یہاں اس باب کے ضمن میں امام بخاری جو حدیثیں لائے ہیں وہ اکثر گزر چکی ہیں چند حدیثیں رہ گئی ہیں جن کو ہم بیان کریں گے۔

٢١٩٣- ح: [قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ فَقَدْ حَلَّ]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول کہ جو طواف کر لے وہ احرام سے باہر ہو جائے گا

٢١٩٣ - حَدَّثَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ

عطاء نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ وہ کہتے تھے کہ جب کسی نے بیت اللہ کا

قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَمِنْ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّحِلُّوْا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

طواف کرلیا وہ احرام سے باہر ہوگیا۔ (ابن جریج نے کہا:) میں نے عطاء سے پوچھا: یہ ابن عباس نے کہاں سے کہا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ فرمایا: پھر ان کا محل بیت عتیق ہے اور نبی ﷺ نے صحابہ کو جو حکم حجۃ الوداع میں دیا تھا کہ طواف کرتے ہی عمرے سے باہر ہوجائیں، میں نے کہا: یہ وقوف عرفہ کے بعد تھا، عطاء نے کہا کہ ابن عباس وقوف عرفہ سے پہلے بھی جائز جانتے تھے اور بعد بھی۔

جمہور اور سلف وخلف کا مذہب یہی ہے کہ رمی جمار قربانی حلق سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں، لیکن حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ طواف قدوم کرتے ہی احرام کھولا جاسکتا ہے۔ ہمارے یہاں افعال حج میں ترتیب واجب ہے، وقوف عرفہ کے بعد وقوف مزدلفہ، پھر جمرۃ العقبہ کی رمی، پھر قارن اور متمتع پر قربانی کرنا، اس کے بعد حلق یا قصر کرنا، اس کے بعد احرام کھولنے کی اجازت ہے۔ عورتوں کے علاوہ تمام ممنوعات احرام مباح ہوگئے، طواف زیارت کے بعد عورتیں بھی حلال ہوجاتی ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث کتاب الحج میں ہوچکی ہے۔

٢١٩٤- ح: [دُخُوْلٌ فِيْ بَيْتِ اللّٰهِ]

بیت اللہ شریف میں داخلہ

٢١٩٤ - عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتّٰى اَنَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ اِئْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهٗ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ثُمَّ غَلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِّنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ وَكَانَ الْبَيْتُ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلّٰى بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يَسْتَقْبِلُكَ حِيْنَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال قصواء پر سوار ہوکر اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تشریف لائے اور حضور کے ساتھ بلال اور عثمان بن طلحہ تھے۔ قصواء کو بیت اللہ کے پاس بٹھایا پھر عثمان سے فرمایا کہ کنجی لاؤ وہ کنجی لائے اور حضور کے لیے دروازہ کھولا گیا، پھر نبی ﷺ اسامہ، بلال اور عثمان اندر گئے، اس کے بعد لوگوں نے دروازہ بند کرلیا حضور اندر بہت دیر تک رہے، پھر باہر تشریف لائے، پھر کعبہ میں داخل ہونے کے لیے لوگ تیزی سے آگے بڑھے، میں سب سے پہلے پہنچا، میں نے بلال کو دروازہ کے پیچھے کھڑا ہوا پایا، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی؟ انہوں نے کہا: دونوں اگلے ستونوں کے درمیان، اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا دو قطار میں۔ حضور نے پہلی قطار کے ستون کے درمیان نماز پڑھی اور بیت اللہ کے دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا اور اپنا رخ اس طرف کیا جو دروازہ میں داخل ہونے کے وقت سامنے ہے دروازے اور دیوار کے درمیان۔ انہوں نے کہا: میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ ان سے پوچھوں کتنی رکعت نماز پڑھی اور جہاں حضور نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ

سنگ مرمر ہے۔

یہ حدیث کئی ٹکڑوں میں کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے بیت اللہ کے دروازے کے مقابل ستونوں کی ایک قطار چھوڑ کر غربی جانب کی قطار میں اس طرح نماز پڑھی تھی کہ دو ستون داہنی جانب تھے اور ایک ستون بائیں جانب اور تین ستون پیچھے اور حضور کا رخ پچھم (مغرب) جانب تھا اور حضور اقدس ﷺ نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

بَابُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ (ص ٦٣٣)

غزوۂ تبوک کا بیان اور یہ غزوۂ عسرت بھی ہے

تبوک مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر شام کی طرف ایک جگہ کا نام ہے جس کا فاصلہ دمشق سے گیارہ منزل ہے۔ تبوک غیر منصرف ہے علمیت اور تانیث کی وجہ سے بتاویل علم بقعۃ۔ اس کا نام جیش عسرت اس لیے ہے کہ یہ خشک سالی کے وقت ہوا تھا' اس میں زاد راہ اور سواریوں کی کمی تھی اور فاصلہ بہت طویل تھا' گرمی سخت تھی اور مقابلہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت قیصر روم سے تھا' یہ غزوہ حجۃ الوداع سے پہلے رجب ۹ ھ میں ہوا تھا۔ بخاری میں اس کا تذکرہ حجۃ الوداع کے بعد غالباً ناسخین کی خطا ہے۔ اس غزوے کا سبب یہ تھا کہ عرب کے جو متنصرہ شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے انہوں نے ہرقل کو لکھا کہ وہ شخص جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وفات پا گئے اور ان کے صحابہ خشک سالی میں مبتلا ہیں' ان کے اموال ہلاک ہو گئے ہیں اس لیے تم چالیس ہزار کی فوج کے ساتھ کسی عظیم بہادر کو بھیجو' ہرقل نے اس کے مطابق لشکر جمع کیا اور ان کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک پہنچ گیا تھا' اس کی اطلاع جب حضور اقدس ﷺ کو ہوئی تو پوری تیاری کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے مدینہ سے چلے اور ہر اس شخص کو جو جہاد کے لائق تھا اس جہاد میں شرکت کا قطعی حکم تھا' کسی کو پیچھے رہنے کی اجازت نہیں تھی' حضور کے ساتھ تیس ہزار جانباز چلے۔ ایک قول یہ ہے کہ چالیس ہزار اور ایک قول یہ ہے کہ ستر ہزار' دس بارہ ہزار سوار تھے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اعمیٰ کو امام بنایا۔ تبوک پہنچ کر حضور اقدس ﷺ نے بیس دن قیام فرمایا' حضور کی آمد آمد کی خبر سن کر رومیوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکے اس لیے نہ لڑائی ہوئی اور نہ دشمن کا آمنا سامنا' رجب میں تشریف لے گئے تھے اور رمضان میں واپس ہوئے' اس غزوے میں لڑائی تو کوئی نہیں ہوئی مگر عرب اور اس کے پورے ملحقات پر حضور اقدس ﷺ کا رعب اور ہیبت طاری ہو گئی' اس غزوے سے متعلق بہت سی حدیثیں گزر چکی ہیں جو نہیں گزری ہیں ان کو ہم ذکر کریں گے۔

بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:۱۱۸) (ص ٦٣٤)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے

٢١٩٥ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدُ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبٌ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا اور یہ ان کے لڑکوں میں ان کے رہنما تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے (میں نے کعب بن مالک سے پوچھا:) وہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے قصے کو بیان کر رہے تھے۔ کعب نے کہا: میں کسی غزوے میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک کے ہاں غزوۂ بدر میں بھی

فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِي أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَاللَّهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِي قَبْلَهُ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتَّى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيرًا فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرٌ وَلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيدُ الدِّيوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَتَغَيَّبَ إِلَّا ظَنَّ أَنَّهُ سَيَخْفَى لَهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيهِ وَحْيُ اللَّهِ وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِينَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ فَطَفِقْتُ أَغْدُو لِكَيْ أَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَأَرْجِعُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا فَأَقُولُ فِي نَفْسِي وَأَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادَى بِي حَتَّى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَأَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَهُ وَلَمْ أَقْضِ مِنْ جِهَازِي شَيْئًا فَقُلْتُ أَتَجَهَّزُ بَعْدَهُ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ أَنْ فَصَلُوا لِأَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ

شریک نہیں ہوا' مگر غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے والوں میں کسی پر عتاب نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے قافلے کے ارادے سے نکلے تھے یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی میعاد کے اکٹھا کر دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں شریک ہوا جب ہم نے اسلام کی اعانت پر عہد و میثاق کیا تھا' اور مجھے اس کے عوض بدر کی حاضری زیادہ پسند نہیں اگر چہ لوگوں میں بدر کا تذکرہ لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہے۔ میری خبر یہ ہے کہ جب میں اس غزوے سے پیچھے رہ گیا اس وقت سے زیادہ قوی اور مالدار کبھی نہیں تھا۔ بخدا! میرے لیے اس سے پہلے کبھی دو سواریاں نہیں جمع ہوئی تھیں' ہاں! اس غزوے میں دو سواریاں جمع تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو غیر کے ساتھ توریہ فرماتے' یہاں تک کہ یہ غزوہ ہوا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں کیا اور لمبے سفر اور لمبی مسافت کے لیے نکلے اور کثیر دشمن کا سامنا کیا تو مسلمانوں سے کھل کر بتایا تاکہ اس کے مطابق سامان کر لیں اور مسلمانوں کو وہ رخ بتایا جدھر کا ارادہ تھا اور مسلمان اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھے لیکن ان سب کا نام کسی دفتر میں محفوظ نہیں تھا۔ اتنے مسلمان تھے کہ ایک شخص چاہتا کہ اپنے کو چھپا لے تو اسے ظن غالب تھا کہ چھپا لے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ وحی نہ نازل فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب پھل تیار ہو رہے تھے اور سایے اچھے لگ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کر لی۔ میں روز یہی سوچتا کہ ان کے ساتھ میں بھی سامان کروں لیکن کچھ کرتا نہیں تھا اور میں اپنے جی میں کہتا کہ میں اس پر قادر ہوں (جب چاہوں گا سامان کر لوں گا)' اسی طرح دیر ہوتی گئی یہاں تک کہ لوگوں کی کوشش تیز ہو گئی' پھر ایک صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمان حضور کے ساتھ روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ اس کے ایک دو دن بعد تیاری کر لوں گا' پھر ان میں شامل ہو جاؤں گا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد میں صبح کو نکلا کہ تیاری کروں لیکن میں لوٹا اور کوئی

فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِيْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا
وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِيْ
فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِيْ ذَالِكَ فَكُنْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي
النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِيْهِمْ اَحْزَنَنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى اِلَّا رَجُلًا
مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ
الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي
الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلَمَةَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ
مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا
عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِيْ
اَنَّهٗ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِيْ هَمِّيْ وَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ
وَاَقُوْلُ بِمَاذَا اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ غَدًا وَاسْتَعَنْتُ عَلٰى
ذَالِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَأْيٍ مِنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ
عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَخْرُجَ مَعَهٗ اَبَدًا بِشَيْءٍ
فِيْهِ كَذِبٌ فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهٗ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ
بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ
فَلَمَّا فَعَلَ ذَالِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ
اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ
مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ
وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهٗ
فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ
تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ
مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى اِنِّيْ
وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ

تیاری نہ کر سکا، پھر دوسری صبح کو نکلا اور لوٹا اور کوئی تیاری نہ کر سکا۔ میرا یہی حال رہا یہاں تک کہ مجاہدین بہت آگے بڑھ گئے اور دور ہو گئے۔ میں نے چاہا کہ میں جا کر ان سے مل جاؤں اور کاش کہ میں نے ایسا کر لیا ہوتا مگر میری تقدیر میں ایسا نہیں تھا اور رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں جاتا اور گھومتا تو اس بات سے مجھے بہت رنج ہوتا کہ مدینہ میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جن پر نفاق کا شبہہ ہے یا وہ کمزور لوگ رہ گئے جنہیں اللہ نے معذور رکھا ہے۔ راستے بھر رسول اللہ ﷺ نے میرا تذکرہ نہیں فرمایا یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے، لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا: کعب نے کیا کیا؟ اس پر بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اس کو اس کی چادر اور اپنے کندھوں پر نظر نے روک لیا (خوشحالی پر اترانے نے)۔ اس پر معاذ بن جبل نے فرمایا: تم نے بہت خراب بات کہی ہے، بخدا! یارسول اللہ! ہم ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتے ہیں اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ کعب بن مالک نے کہا: جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ لوٹ رہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا اور میں سوچنے لگا کہ جھوٹ بولوں گا اور وہ کہہ دوں گا جس سے کل حضور کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا۔ اس سلسلے میں اپنے اہل میں سے ہر صاحب رائے سے مشورہ کیا۔ جب یہ مشہور ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ آ ہی گئے تو میرے ذہن سے باطل چھٹ گیا اور میں نے پہچان لیا کہ حضور سے جھوٹ بول کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، اب میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور صبح کو رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ عادت کریمہ یہ تھی جب سفر سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے، اس میں دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھتے۔ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھ کر جب لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھے تو پیچھے رہ جانے والے آئے اور عذر بیان کرنے لگے اور قسم کھانے لگے اور یہ لوگ کچھ اوپر اسی آدمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا اور ان سے بیعت فرمالی، ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے اندر کی بات اللہ تعالیٰ کے سپرد کی، پھر میں حاضر ہوا، جب میں

اَنْ سَاَخْرُجَ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا اَوَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اِعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُخَلَّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيْكَ ذَنْبَكَ اِسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَازَالُوْا يُؤَنِّبُوْنِيْ حَتّٰى اَرَدْتُ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبُ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيْلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوْا لِيْ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِيَ الْاَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِيْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ اَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ وَاٰتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ

نے حضور پر سلام عرض کیا تو غضبناک شخص کی طرح تبسم فرمایا' پھر فرمایا: آؤ' پھر میں چلا یہاں تک کہ حضور کے سامنے بیٹھ گیا' پھر مجھ سے فرمایا: کس چیز نے تجھ کو غزوے سے پیچھے رکھا' کیا تو نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا: ضرور' بخدا! اگر میں حضور کے علاوہ کسی اور کے پاس دنیاداروں میں بیٹھتا تو مجھے یقین ہے کہ کوئی عذر کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا اور مجھے بحث کا ملکہ دیا گیا' لیکن بخدا! میں جانتا ہوں کہ اگر میں آج آپ سے کوئی ایسی جھوٹی بات کہوں جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو بہت جلد اللہ حضور کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ سے سچی بات عرض کروں جس سے حضور مجھ پر ناراض ہو جائیں تو اس بارے میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے معافی کی۔ بخدا! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا' بخدا! اس وقت کے علاوہ کبھی اتنا قوی اور مالدار نہیں تھا' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! اس نے سچ کہا' تم اٹھو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرمائے۔ میں اٹھ کر چلا آیا اور بنی سلمہ کے کچھ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے چلے۔ ان لوگوں نے کہا: بخدا! ہم نہیں جانتے کہ آپ نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو اور آپ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس قسم کا عذر بیان کرنے سے عاجز رہے جو اور پیچھے رہنے والوں نے بیان کیا اور بے شک آپ کے گناہ کو رسول اللہ ﷺ کا استغفار کافی تھا۔ بخدا! وہ لوگ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے' یہاں تک کہ میرے جی میں آیا کہ لوٹ کر اپنے آپ کو جھٹلا دوں' پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا اس معاملے میں میرے ساتھ اور بھی کوئی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! دو شخص اور ہیں۔ انہوں نے ویسے ہی عرض کیا جو آپ نے عرض کیا۔ ان دونوں سے وہی فرمایا گیا جو آپ سے فرمایا گیا' میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمروی اور ہلال بن امیہ واقفی۔ یہ دونوں نیک شخص تھے اور بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ میں نے جی میں کہا: ان دونوں کی ذات نمونہ عمل ہے' جب لوگوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں آگے بڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں غزوہ تبوک سے

السَّلَامِ عَلَيَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ
فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى صَلَاتِيْ اَقْبَلَ اِلَيَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ
اَعْرَضَ عَنِّيْ حَتّٰى اِذَا طَالَ عَلَيَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ
النَّاسِ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِيْ قَتَادَةَ
وَهُوَ ابْنُ عَمِّيْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ يَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ
بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ
لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ لَهُ فَنَشَدْتُهُ فَقَالَ اَللّٰهُ
وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ
الْجِدَارَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ بِسُوْقِ الْمَدِيْنَةِ اِذَا نَبَطِيٌّ
مِنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيْعُهُ بِالْمَدِيْنَةِ
يَقُوْلُ مَنْ يَّدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ
يُشِيْرُوْنَ لَهُ حَتّٰى اِذَا جَاءَنِيْ دَفَعَ اِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ
غَسَّانَ فَاِذَا فِيْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّ صَاحِبَكَ
قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ
فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَاْتُهَا وَهٰذَا اَيْضًا مِنَ
الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا حَتّٰى اِذَا مَضَتْ
اَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً مِنَ الْخَمْسِيْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ
اِمْرَاَتَكَ فَقُلْتُ اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلْ اِعْتَزِلْهَا
وَلَا تَقْرَبْهَا وَاَرْسَلَ اِلٰى صَاحِبَيَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ
لِاِمْرَاَتِيْ اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ فَتَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ
اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ كَعْبٌ فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ
بْنِ اُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ
لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا
يَقْرَبْكِ قَالَتْ اِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ اِلٰى شَيْءٍ وَاللّٰهِ
مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ اَمْرِهِ مَا كَانَ اِلٰى يَوْمِهِ

پیچھے رہ جانے والوں سے مسلمانوں کو بات کرنے سے منع کر دیا‘
پس لوگ ہم سے الگ اور ہمارے لیے بدل گئے یہاں تک کہ
میرے جی میں زمین تک بدل گئی‘ یہ وہ زمین نہیں جسے میں پہچان رہا
ہوں‘ اسی حال پر ہم پچاس دن رہے لیکن وہ صاحبان اپنے گھروں
میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن میں ان لوگوں کے بہ نسبت جوان اور
قوی تھا۔ میں نکلتا تھا مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور
بازاروں میں گھومتا تھا اور حال یہ تھا کہ مجھ سے کوئی نہیں بولتا تھا اور
میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا‘ حضور پر سلام عرض
کرتا اور حضور نماز کے بعد اپنی بیٹھک میں ہوتے۔ میں اپنے جی
میں کہتا: کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہونٹوں کو سلام کے جواب
میں ہلایا ہے یا نہیں‘ پھر حضور ہی کے قریب نماز پڑھتا اور حضور کو
چوری چھپے دیکھتا۔ میں جب نماز پڑھنے لگتا تو حضور میری طرف
متوجہ ہوتے اور جب کنکھیوں سے حضور کی طرف دیکھتا تو حضور منہ
پھیر لیتے یہاں تک کہ جب لوگوں کی روگردانی بہت طویل ہوگئی تو
میں چلا‘ یہاں تک کہ ابوقتادہ کے باغ کی دیوار کو پھاند کر میں ان
کے پاس گیا‘ وہ میرے چچا زاد بھائی تھے‘ مجھے سب سے زیادہ
پیارے تھے‘ میں نے انہیں سلام کیا‘ بخدا! انہوں نے سلام کا جواب
نہیں دیا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تم سے اللہ کے
واسطے پوچھتا ہوں کیا تم مجھے جانتے ہو میں اللہ اور اس کے رسول
سے محبت کرتا ہوں تو وہ چپ رہے‘ پھر میں نے دوبارہ اللہ کا واسطہ
دے کر ان سے پوچھا‘ اس پر بھی وہ چپ رہے‘ پھر میں ان سے اللہ
کا واسطہ دے کر پوچھا‘ اس پر انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول
خوب جانتے ہیں‘ اس پر میری آنکھ سے آنسو بہنے لگے اور میں لوٹا
یہاں تک کہ دیوار پھاند لی انہوں نے کہا: میں ایک دن مدینہ کے
بازار میں چل رہا تھا کہ شام کے کاشتکاروں میں سے ایک کاشتکار جو
غلہ لے کر مدینہ میں بیچنے کے لیے آیا تھا کہہ رہا ہے: مجھے کعب بن
مالک کا پتہ کون بتائے گا‘ لوگ اسے اشارہ کرنے لگے یہاں تک کہ
وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا‘ جس میں یہ تھا:
اما بعد! مجھے یہ خبر پہنچی کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے حالانکہ

هٰذَا فَقَالَ لِيْ بَعْضُ اَهْلِيْ لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ امْرَاَتِكَ كَمَا اَذِنَ لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمُلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَاَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِاَعْلٰى صَوْتِهِ يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ اِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِيَ الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُ اِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ اِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّاَنِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ اِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهُ وَلَا اَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

اللہ نے تم کو ذلت و رسوائی کے گھر میں نہیں رکھا ہے' ہمارے پاس چلے آؤ' ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے' جب میں نے یہ خط پڑھا تو اپنے جی میں کہا: یہ بھی آزمائش میں سے ہے۔ میں نے یہ خط تنور میں ڈال دیا اور اسے جلا دیا' جب پچاس دنوں میں سے چالیس دن پورے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کا فرستادہ میرے پاس آتا ہے اور اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنی عورت سے الگ رہو۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اس سے علیحدہ رہو اس کے قریب نہ جاؤ اور حضور نے میرے ساتھیوں کے پاس بھی اسی کے مثل کہلایا۔ اس پر میں نے اپنی بیوی سے کہا: اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ اور انہیں کے یہاں رہنا یہاں تک کہ اللہ عز و جل فیصلہ فرمائے۔ حضرت کعب نے کہا: ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت کمزور بوڑھا ہے اور ان کے پاس کوئی خادم نہیں تو کیا آپ ناپسند فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں' فرمایا: نہیں' اس کی خدمت کرو لیکن وہ تجھ سے ہم بستری نہ کرے' ان کی بیوی نے عرض کیا: بخدا! اس میں کسی چیز کی حرکت نہیں' بخدا! وہ مسلسل رو رہا ہے جب سے اس کا معاملہ یہ ہوا آج تک' تو مجھ سے میرے بعض اہل نے کہا: تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت حاصل کر لیتے جیسا کہ ہلال بن امیہ کی بیوی نے خدمت کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ میں نے کہا: بخدا! اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت کی درخواست نہیں کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ اجازت طلب کرنے پر رسول اللہ ﷺ کیا فرمائیں گے اور میں جوان شخص ہوں۔ اس کے بعد دس دن ہم اسی حال میں رہے یہاں تک کہ پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور میں اپنے گھر کی چھت پر اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ میں جان سے تنگ آ گیا اور زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی کہ میں نے جبل سلع پر چڑھے ہوئے ایک بلند آواز سے پکارنے والے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهُ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ قَالَ قُلْتُ اَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَالِكَ مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِيْ بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا اَحْسَنُ مِمَّا اَبْلَانِيْ وَمَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيْتُ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ (التوبہ:١١٧-١١٩) فَوَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اَنْ هَدَانِيْ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيُ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ٩٥-٩٦) قَالَ كَعْبٌ وَكُنَّا تُخَلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ

کی آواز سنی: اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔ حضرت کعب نے کہا: یہ سن کر سجدہ شکر میں میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ کشادگی آئی اور رسول اللہ ﷺ نے جب صبح کی نماز پڑھی تو اس کی خبر دی کہ اللہ نے ہماری توبہ قبول فرمالی۔ اب لوگ ہمیں بشارت دینے کے لیے چلے اور ہمارے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی بشارت دینے والے گئے اور میرے پاس ایک شخص گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا اور قبیلہ اسلم کا ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا تو آواز گھوڑے سے زیادہ تیز ثابت ہوئی۔ جب وہ شخص میرے پاس آیا جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کی بشارت دینے کے عوض اس کو پہنا دیا۔ بخدا! اس دن ان دونوں کے علاوہ میں اور کپڑوں کا مالک نہیں تھا۔ میں نے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا تو لوگ مجھ سے فوج درفوج ملتے' مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دیتے۔ کہتے: تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی یہاں تک کہ میں مسجد کے اندر حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے اردگرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ طلحہ بن عبید اللہ دوڑتے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ بخدا! مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی نہیں میرے پاس آیا۔ میں طلحہ کی یہ بات بھول نہیں سکتا۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور حضور کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا: تمہیں ایسے خیر کی بشارت ہو جو تم کو پیدائش کے وقت سے آج تک نصیب نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ حضور کی بارگاہ سے ہے یا اللہ کی بارگاہ سے' فرمایا: نہیں بلکہ اللہ کی بارگاہ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو چہرۂ اقدس اتنا روشن ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اسے پہچانتے تھے۔ جب میں حضور کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور رسول اللہ کی بارگاہ میں صدقہ کرتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنا وہ حصہ روک رہا ہوں جو خیبر میں

أَمْرِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذَالِكَ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:١١٨) وَلَيْسَ لِلَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا هُوَ تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا وَاِرْجَاؤُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ.

ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے مجھے نجات دی اور بے شک میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سچ بولوں گا۔ بخدا! مسلمانوں میں سے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی بات کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہہ دیا آج تک اور یہ سب سے اچھی آزمائش ہے جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا اس وقت سے آج تک قصداً جھوٹ نہیں بولا اور میں امید کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اللہ مجھے محفوظ رکھے گا اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیتیں نازل فرمائیں: ''لقد تاب الله على النبى والمهاجرين''، ''كونوا مع الصادقين'' تک' اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد مجھ پر اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا' ورنہ ہلاک ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوئے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل فرمائی تو ان جھوٹوں کے بارے میں اتنی سخت بات فرمائی جو کسی کے لیے نہیں فرمائی۔ فرمایا: اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم لوٹ کر ان کے پاس جاؤ گے۔ لغایت بے شک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں۔ حضرت کعب نے کہا: ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں سے الگ ہے جن کے قسم کھانے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کا عذر قبول فرما لیا تھا اور ان سے بیعت لے لی تھی اور ان کے لیے استغفار فرمایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارا معاملہ مؤخر فرمایا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا' تو یہی ہے جو اللہ نے فرمایا: ''وعلى الثلثة الذين خلفوا'' اور اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی جو موقوف رکھے گئے تھے۔ اس سے مراد وہ لوگ نہیں جو غزوے میں جانے سے رہ گئے تھے۔ اس سے مراد حضور اقدس ﷺ کا ہمارے معاملے کو موقوف رکھنا اور موخر کرنا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جنہوں نے حضور کے سامنے قسم کھائی اور عذر بیان کیا ان کا عذر فوراً قبول فرما لیا۔

غزوہ تبوک میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے مقابلہ تھا' اس لیے نفیر عام کا حکم ارشاد فرمایا تھا کہ جو بھی جہاد کی

استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور ساتھ ہو لے اور زمانہ سخت عسرت کا تھا اور کھجوریں قریب قریب پک چکی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخراجات جنگ کے لیے چندہ فرمایا۔ اسی موقع پر حضرت صدیق اکبر نے اپنا کل مال اور فاروق اعظم نے اپنا آدھا مال نذر کیا تھا لیکن اس غزوے کی تجہیز کا سہرا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر رہا۔

اسی وجہ سے جو لوگ استطاعت کے باوجود اس غزوے میں شریک نہ ہوئے ان پر سخت عتاب ہوا' انصار میں سے اسّی (٨٠) سے کچھ زیادہ افراد غزوے میں شریک نہیں ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اس غزوے سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو تین کے علاوہ بقیہ تمام پیچھے رہ جانے والوں نے جھوٹے عذر بیان کر کے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کی جن سے کوئی مواخذہ نہیں ہوا' اس لیے کہ یہ لوگ مومن مخلص نہ تھے' منافق تھے' البتہ تین حضرات مومنین مخلصین میں سے تھے' انہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا جس کی وجہ ان پر عتاب ہوا' اس عتاب کی پوری تفصیل اور اس کے ایمان افروز احوال حدیث میں سن چکے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذوق یہی تھا کہ لیلۃ العقبہ کی بیعت غزوۂ بدر سے اہم ہے' اس لیے اسی بیعت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے جس کے نتیجے میں غزوۂ بدر اور دیگر محاربے وجود میں آئے۔ حضرت کعب کا اعتقاد یہ تھا کہ چونکہ غزوۂ بدر کی بھی بنیاد لیلۃ العقبہ کی بیعت ہے اس لیے وہ انہیں بدر سے زیادہ پیاری تھی' لیکن حقیقت میں بدر کے معرکہ حق و باطل کی شان ہی کچھ اور ہے۔ بیعت کر لینا اور بات ہے لیکن وقت پر جان کی بازی لگا دینا شے دیگر ہے۔ لیلۃ العقبہ میں جو بیعت ہوئی تھی اس کی وفاداری کا پہلا موقع غزوۂ بدر تھا جب کہ قریش کے ایک ہزار منتخب جنگجو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے ڈٹ گئے تھے۔ قریش میں ایسے ایسے منتخب روزگار سورما تھے جو اپنے آپ کو ہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے' ان کی دھاک پورے عرب پر بیٹھی ہوئی تھی' علاوہ ازیں قریش کی ریاست پورے عرب پر مسلم تھی۔ اسلامی لشکر میں زیادہ تر انصار کرام تھے جو قریش کی عظمت و شوکت سے ایک گونہ مرعوب بھی تھے لیکن اسلام کے نشے نے انہیں ایسا سرشار کر دیا تھا کہ ان پر نہ تو دشمنوں کی کثرت کا اثر پڑا نہ ان کی شان و شوکت کا نہ ان کی عظمت کا۔ تھوڑی تعداد ہوتے ہوئے بے سروسامانی کے باوجود وہ عرب کی سب سے بڑی طاقت سے بھڑ گئے اور پھر انہیں ذلت آمیز شکست دی۔ معرکہ بدر کی نزاکت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کی مدد نہ کی تو قیامت تک تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس نازک موقع پر جن لوگوں نے جاں نثاریاں کیں ان کی عظمت کو کون پہنچ سکتا ہے' اسی لیے امت کا اس پر اجماع ہے کہ شرکاء بدر انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ جاں نثاری کی بیعت کر لینا بھی کمال ہے مگر وقت آنے پر اس بیعت کو سچا کر دکھانا اس سے بہ درجہ اعلیٰ کمال ہے۔

بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ (ص ٦٣٧)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی جانب مفاوضہ عالیہ بھیجنا

کسریٰ شاہان ایران کا لقب ہے اور قیصر شاہان روم کا۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش اور ان کے حلفاء کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا تو عرب کے اردگرد جو سلطنتیں تھیں انہیں اسلام کی دعوت دی اور ہر ایک کے نام مفاوضات روانہ فرمائے۔ قیصر کے نام جو والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست بھیجا تھا جس کی پوری تفصیل پہلی جلد میں گزر چکی ہے۔ کسریٰ کے نام جو والا نامہ روانہ فرمایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست روانہ فرمایا تھا جس کا ذکر کتاب العلم میں گزر چکا ہے۔

٢١٩٦- ح: [لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا] وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جو اپنی حکومت

اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً] عورت کے سپرد کرے

٢١٩٦ - عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِی اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَا كِدْتُّ اَنْ اَلْحَقَ بِاَصْحَابِ الْجَمَلِ فَاُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ فَارِسٍ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰی قَالَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً.

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایام جمل میں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد سے نفع پہنچایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل میں شامل ہو جاتا اور ان کے ساتھ شریک ہوکر جنگ کرتا۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی لڑکی کو بادشاہ بنالیا تو فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ براءت۔ باب: قوله لقد تاب الله على النبى والمهاجرين والانصار، باب: قوله على الثلاثة الذين خلفوا ص ٦٧٥، باب: قوله يايها الذين آمنوا اتقوا الله۔ ص ٦٧٦، کتاب الاحکام۔ باب: هل للامام ان يمنع المجرمين ص ١٠٦٧، مسلم۔ سورۃ التوبہ، ابوداؤد نسائی۔ سورۃ الطلاق، کتاب الاستیذان۔ باب: من لم يسلم على من اقترف ذنبا ص ٩٢٥)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیجا اس نے والا نامہ میں جب یہ لکھا دیکھا "من محمد رسول الله الى كسرٰى عظيم فارس" تو غصہ میں لال بھبھوکا ہوکر والا نامہ کو پھاڑ دیا اور یہ کہا: میرا غلام ہوکر اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے اور اس نے بحرین کے حاکم منذر بن ساوی ابدی کے پاس یہ حکم نامہ بھیجا کہ انہیں گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دو۔ اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لیے دو آدمی بھیجے۔ یہ دونوں شخص جب مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے فرمایا: تم لوگ واپس جاؤ اور اپنے آقا کو اطلاع دو کہ ان کے بادشاہ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا ہے۔

اور یہ قصہ ہوا کہ شیرویہ پرویز کے لڑکے نے اسے قتل کر دیا، پھر اپنے سب بھائیوں کو بھی مروا ڈالا، پرویز نے اپنے خزانے میں ایک شیشی میں زہر بھر کر یہ لکھ دیا تھا کہ یہ قوت باہ کی دواء ہے، شیرویہ کو یہ شیشی ملی اور اس نے کھالیا جس کے نتیجے میں مر گیا، اپنے والد کے قتل کے بعد صرف چھ مہینہ جیا چونکہ تخت کا کوئی وارث نہیں تھا اس لیے ایرانیوں نے پرویز کی لڑکی پوران دخت کو تخت پر بٹھایا، اس کی اطلاع ملی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو اپنی حکومت کسی عورت کو سپرد کرے۔

اس سے قبل گزر چکا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ خسرو پرویز نے والا نامہ چاک کر دیا ہے تو فرمایا کہ اس نے میرے والا نامہ کو چاک کیا وہ خود ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

اور یہی ہوا، پوران دخت کے ایام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فارس پر حملہ کیا۔ جب ہر محاذ پر ایرانی فوجیں شکست کھانے لگیں تو ایرانیوں نے پوران دخت کو معزول کرکے یزدجر کو تخت پر بٹھایا مگر پھر بھی مجاہدین کا ریلا کسی کے روکے نہ رکا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی میں پورے فارس اور ایران پر اسلامی جھنڈا لہرا گیا، یزدجر کو ایران چھوڑ کر بھاگنا پڑا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزدجر مارا گیا، اس طرح صدیوں کی ایرانی شہنشاہی نیست و نابود ہوگئی۔

بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اِنَّكَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور وصال کا بیان، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بے شک

مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○﴾

(الزمر:۳۰-۳۱)(ص ۶۳۷)

تم انتقال فرمانے والے ہو اور وہ لوگ مرنے والے ہیں ○ اس کے بعد اپنے رب کے حضور جھگڑو گے ○

حضور اقدس ﷺ کی ولادت اور بعثت، ہجرت اور وصال اور عمر مبارک کے بارے میں چوتھی جلد میں پوری بحث ہو چکی ہے اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال ربیع الاول کے دوشنبہ کے دن ہوا تھا، تاریخ کیا تھی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اہل تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ دس ربیع الاول کو ہوا تھا لیکن پوری دنیائے اسلام میں یہی مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاول کو وصال ہوا تھا اور عمر مبارک پورے تریسٹھ سال کی تھی۔

ت ٦٢٢ - قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِيْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ مرض وصال میں بار بار فرماتے تھے: اے عائشہ! میں اس کھانے کی تکلیف ہمیشہ پاتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس وقت اس زہر کی وجہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ میری شہ رگ ٹوٹ گئی ہے۔

اس تعلیق کو بزار، حاکم اور اسماعیلی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، سابقاً گزر چکا کہ خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے زہر آلود بکری پیش کی تھی جس سے چند لقمے حضور نے تناول فرما لیے تھے۔ ''اَبْھَـــر'' یہ دو رگیں ہیں جو دل سے نکلتی ہیں، پھر اسی سے چھوٹی چھوٹی رگیں نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہیں۔

مرض وصال میں ظاہر طور پر شدید بخار تھا، اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ بخار زہر کے اثر سے تھا۔ بعض گستاخ بے ادب لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا وصال نمونیے کی وجہ سے ہوا تھا، ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ نمونیہ سے انبیاء کرام معصوم ہیں۔

۲۱۹۷ - ح: [أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةِ]

کوئی نبی اس وقت تک وصال نہیں فرماتا جب تک اسے دنیا اور آخرت میں اختیار نہ دے دیا جائے

۲۱۹۷ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْأٰخِرَةِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ (النساء:٦٩) الْآيَةَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ. (بخاری۔ ج۲۔ کتاب التفسیر۔ باب: اولئك مع الذين انعم الله عليهم ص ٦٦٠)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں سنا کرتی تھی کہ کوئی نبی وصال نہیں فرماتا جب تک کہ اسے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار نہ دے دیا جائے۔ میں نے نبی ﷺ کو مرض وصال میں یہ فرماتے ہوئے سنا، اور حضور کی آواز بیٹھ چکی تھی، فرماتے تھے: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، اس سے میں نے گمان کیا کہ حضور کو اختیار دے دیا گیا (حضور نے آخرت کو پسند فرمایا)۔

ام المومنین ہی کی دوسرے طریقے سے بخاری میں حدیث آرہی ہے کہ ام المومنین نے خود حضور اقدس ﷺ ہی سے سنا تھا کہ کوئی نبی دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا یہاں تک کہ جنت میں اس کی جو جگہ ہے دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

٢١٩٨- ح: [لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ]

کسی نبی کو اس وقت تک نہیں اٹھایا جاتا جب تک وہ جگہ نہ دیکھ لے جو جنت میں اس کے لیے ہے

٢١٩٨- قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيْحٌ يَقُوْلُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيّٰ اَوْ يُخَيَّرُ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ وَرَاْسُهٗ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا اَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهٗ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جب تک جنت میں اس کی جو جگہ ہے اسے دیکھ نہ لے' پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے (جو چاہے پسند کرے دنیا میں رہنا یا آخرت میں)' پھر جب حضور بیمار ہوئے اور وفات کا وقت قریب آیا تو حضور پر بیہوشی طاری ہوئی اس وقت حضور کا سر حضرت عائشہ کی ران پر تھا' جب افاقہ ہوا تو حضور کی نظر گھر کے چھت کی طرف اٹھی' پھر کہا: اے اللہ رفیق اعلیٰ میں' تو' میں نے کہا: اب حضور ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے' اس وقت میں نے جانا کہ یہ وہ حدیث ہے جو تندرستی کی حالت میں فرماتے تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ باب: اخر ماتکلم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ٦٤١' کتاب الدعوات۔ باب: دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ٩٣٩' کتاب الرقاق۔ باب: من احب لقاء اللہ ص ٩٦٤)

٢١٩٩- ح: [نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ]

(جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی) تو معوذتین پڑھ کر اپنے جسم پر دم فرماتے

٢١٩٩- اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم فرماتے اور ہاتھوں پر دم کر کے پورے جسم پر ملتے۔ جب حضور مرض وصال میں مبتلا ہوئے تو میں معوذات پڑھ کر حضور پر دم کرتی جس طرح حضور کرتے تھے اور حضور کے ہاتھ پر پھونک کر آپ کے جسم پر ملتی۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب الطب۔ باب: الرقی بالقرآن والمعوذات ص ٨٥٤' کتاب فضائل قرآن۔ باب: فضل المعوذات ص ٧٥٠' باب: المرأة ترقی الرجل ص ٨٥٦' مسلم۔ کتاب الطب)

"ومسح عنہ بیدہ" سے مراد یہ ہے کہ معوذات پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے' پھر ان کو اپنے چہرے اور پورے بدن پر پھیرتے۔ معوذات سے مراد "قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس" ہے اور جمع اس اعتبار سے ہے کہ کبھی دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے یا یہ کہ ان دونوں سورتوں کے ساتھ سورۂ اخلاص بھی شامل کر لیتے یا یہ کہ معوذات سے مراد وہ دعائیہ کلمات ہیں جن میں شیطان' امراض اور آفات سے تعوذ وارد ہے۔

۲۲۰۰- ح: [دُعَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ دعا: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما (الیٰ اخرہ)

۲۲۰۰- عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلَيَّ ظَهْرَهُ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا اور وہ کان لگائے ہوئے تھیں اور حضور اپنی پیٹھ میرے سہارے لگائے ہوئے تھے کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب المرضیٰ۔ باب: نهى التمنى المريض الموت ص ۸۴۷' مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب الدعوات' نسائی۔ کتاب وفات)

مغفرت کی دعا اظہار عبودیت کے لیے تو اضعاً تھی یا امت کی تعلیم کے لیے۔

۲۲۰۱- ح: [عَائِشَةُ قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ]

حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ کا سر اقدس میری گردن کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا

۲۲۰۱- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ لَبَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ فَلَا اُكْرِهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں وفات پائی کہ حضور کا سر اقدس میری گردن کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی موت کی سختی مجھے گوارہ نہیں۔

دوسری حدیثوں میں وفات کے وقت کی تفصیل یہ درج ہے کہ کبھی چادر کو منہ پر ڈال لیتے کبھی ہٹاتے' قریب ہی ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا' ہاتھ ڈال کر پانی لے کر چہرے پر ملتے' پھر فرماتے: "لا الٰہ الا اللّٰہ" بے شک موت کے لیے سکرات ہیں' اے اللہ! موت کے سکرات برداشت کرنے میں میری مدد فرما۔

۲۲۰۲- ح: [قَالَ عَبَّاسٌ عَنْ عَلِيٍّ اَنْتَ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا]

حضرت عباس کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنا: تم تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہو گے

۲۲۰۲- اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ تِيْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ

عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے مجھے خبر دی اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں ان تین میں سے ایک تھے جنہیں اللہ نے معاف فرما دیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں حضور کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے ان سے پوچھا: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ النَّاسُ يَا اَبَا حَسَنٍ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا فَاَخَذَهُ بِيَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يُتَوَفّٰى مِنْ وَّجْعِهٖ هٰذَا اِنِّيْ لَاَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْهُ فِيْمَنْ هٰذَا الْاَمْرُ اِنْ كَانَ فِيْنَا عَلِمْنَا ذَالِكَ وَاِنْ كَانَ فِيْ غَيْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَاَوْصٰى بِنَا فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَاَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا يُعْطِيْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا: بحمد اللہ تعالیٰ اچھے ہیں تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: تم بخدا! تین دن کے بعد لاٹھی کے غلام ہو گئے' میں بخدا! دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اسی بیماری میں وصال فرمائیں گے' بے شک میں بنی عبد المطلب کے چہروں کو پہچانتا ہوں کہ موت کے وقت کیسے رہتے ہیں؟ آؤ' ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں اور حضور سے پوچھیں خلافت کس میں ہوگی؟ اگر ہم میں ہو تو ہم جان لیں اور اگر ہمارے غیر میں ہو تو اسے جان لیں اور حضور ہمیں وصیت فرما دیں۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا: بخدا! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال کیا اور حضور نے منع کر دیا تو حضور کے بعد لوگ ہم کو نہیں دیں گے' واللہ! میں رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال نہیں کروں گا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الاستیذان۔ باب: المعانقه وقول الرجل كيف اصبحت ص ۹۲۷)

فاوصٰی بنا

عبارت یہ تھی' اگر ہمارے لیے ہے تو اس کی وصیت فرما دیجئے' چنانچہ مرسل شعبی میں ہے "وَاِلَّا اَوْصٰی بِنَا فَحَفِظْنَا مِنْ بَعْدُ" لیکن جو عبارت یہاں ہے وہ بھی بے داغ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جسے بھی خلافت حاصل ہو خواہ ہمیں یا کسی اور کو اس کے مطابق ہمیں وصیت فرما دیجئے۔ یہ حدیث رافضیوں کے اس ادعائے باطل کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر نص جلی فرما دی تھی۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت علی فرما دیتے کہ اب اس کی ضرورت ہی کیا' ہمارے لیے حضور اقدس ﷺ نے نص جلی فرما دی ہے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عباس سے فرمایا: کیا ہمارے علاوہ اور بھی کوئی اس کا امیدوار ہے؟ حضرت عباس نے فرمایا: میرا گمان ہے' بخدا! ایسا ہوگا۔ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ حق امت کو دیا تھا جبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ لوگ ہمیں نہیں دیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق حضور اقدس ﷺ نے امت کو دے دیا تھا۔

۲۲۰۳- ح:

اس بارے میں اُم المؤمنین کی تشریح

۲۲۰۳- اَنَّ اَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: بے شک اللہ کی نعمتوں میں سے مجھ پر یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینے اور گلے کے درمیان ہوا' اللہ نے میرے اور ان کے لعاب کو ان کے وصال کے

سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْتَنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ فَاَمَرَّهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ.

وقت جمع فرمایا۔ عبدالرحمٰن میرے پاس اندر آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو میں نے حضور کو دیکھا کہ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے پہچانا کہ حضور مسواک کو پسند فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: آپ کے لیے مسواک لے لوں؟ تو آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں تو میں نے مسواک لی (اور حضور کو دی) لیکن وہ حضور سے چبائی نہ جا سکی تو میں نے عرض کیا: آپ کے لیے نرم کر دوں تو آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ ہاں تو میں نے اس کو نرم کر دیا، پھر حضور نے اس کو اپنے منہ میں پھیرا، حضور کے سامنے ایک بڑا پیالہ تھا جس میں پانی تھا، حضور اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے، پھر چہرہ پر ملتے، فرماتے: ''لا الٰہ الا اللہ'' بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں، پھر حضور نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور کہنے لگے: رفیق اعلیٰ میں یہاں تک کہ روح قبض کر لی گئی اور حضور کا ہاتھ ڈھلک گیا۔

یہ حدیث بہ طریق عبدالرحمٰن بن قاسم گزر چکی ہے، اس پر تفصیلی گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ یہاں یہ ہے ''فَاَمَرَّهٗ'' لیکن بہ طریق عبدالرحمٰن جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ طریقہ سے مسواک کرتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

٢٢٠٤- ح: [عَائِشَةُ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ]

حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میرے گھر میں اور میری باری میں ہوا تھا

٢٢٠٤ - عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُعَوِّذُهٗ بِدُعَاءٍ اِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ اُعَوِّذُهٗ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں میری باری کے دن میں اور میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان وصال فرمایا اور جب کوئی بیمار ہوتا تو ہم ایک دعا پڑھ کر اس پر دم کیا کرتے تھے تو میں نے بھی یہی کیا، پھر حضور نے اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا: رفیق اعلیٰ میں رفیق اعلیٰ میں۔

٢٢٠٥- ح: [اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد وصال بوسہ لیا

٢٢٠٥ - عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی پیشانی) کو وصال کے

وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ. بعد بوسہ دیا۔

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: اللدود ص ۸۵۱' ترمذی۔ کتاب شمائل' نسائی۔ کتاب الجنائز' ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز)

اس کی پوری تفصیل کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔ ناظرین حضرات وہیں رجوع فرمائیں۔

۲۲۰۶- ح: منہ میں دوا ڈالنے پر ناگواری کا اظہار

۲۲۰۶- وَقَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِيْ مَرَضِهٖ فَجَعَلَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا أَنْ لَّا تَلُدُّوْنِيْ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّوْنِيْ قُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا يَبْقٰى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهٗ لَمْ يَشْهَدْكُمْ.

(بخاری۔ ج ۲۔ کتاب الطب۔ باب: اللدود ص ۸۵۱' کتاب الديات۔ باب: القصاص بين الرجل والنساء فی الجراحات ص ۱۰۱۷' باب: اذا اصاب قوم من رجل ص ۱۰۱۸)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے حضور کی بیماری میں حضور کے منہ میں دوا ڈالی تو حضور ہماری طرف اشارہ فرماتے کہ میرے منہ میں دوا مت ڈالو تو ہم نے کہا: مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لیے حضور منع فرما رہے ہیں' جب حضور کو افاقہ ہوا' تو فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دوا ڈالنے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ تو ہم نے عرض کیا: (ہم نے یہ سمجھا) مریض دوا کو ناپسند کرتا ہے اس لیے منع فرما رہے ہیں' اب فرمایا: گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے میری نظر کے سامنے کوئی باقی نہ رہے سوائے عباس کے اس لیے کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

یہاں امام بخاری نے تقبیل کی حدیث کو لدود والی حدیث سے الگ ذکر کیا ہے لیکن کتاب الطب میں بہ طریق علی بن عبداللہ مدینی دونوں متنوں کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔

۲۲۰۷- ح: [فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى أَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ] آپ (ﷺ) نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی

۲۲۰۷- عَنْ أَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَ أَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى أَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ يَا أَبَتَاهُ إِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ. (ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نبی ﷺ کا مرض بڑھ گیا اور غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے! میرے ابا کی تکلیف! تو حضور نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے ابا کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ جب حضور کا وصال ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے ابا جان! رب نے آپ کو بلایا آپ نے اس کا بلاوا قبول فرمایا۔ جنت الفردوس آپ کی قیام گاہ ہے۔ اے ابا! ہم جبریل کو آپ کے وصال کی خبر دیتے ہیں' جب دفن کیے جا چکے تو حضرت فاطمہ زہراء نے کہا: اے انس! کیسے تم کو گوارہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالی؟

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے جن دردناک الفاظ میں حضور اقدس ﷺ کی مفارقت پر اپنے غم کا اظہار فرمایا یہ شدت غم میں حالت اضطرار میں ان کے دہن پاک سے نکلا' یہ نیاحت ممنوعہ نہیں جو اپنے قصد و اختیار سے چیخ چیخ کر آواز بنا بنا کر کیا جاتا ہے جس میں جھوٹ بھی ہوتا ہے کسی کے فوت ہونے پر حالت اضطرار میں آنسو نکل آئیں یا کچھ کلمات ایسے نکل آئیں جن سے اندرونی

غم واندوہ کا اظہار ہو یہ ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے' جیسا کہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ کے وصال پر خود حضور اقدس ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہو گئے تھے اور یہ فرمایا تھا: ''العين تدمع ولا نقول الا مايحبُّ ربنا ويرضٰى وانا بفراقك لمحزونون يـا ابـراهيـم '' آنکھ سے آنسو جاری ہے مگر ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم تمہاری جدائی میں' اے ابراہیم! غم زدہ ہیں۔ اسی قبیل سے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ کے یہ کلمات ہیں۔

بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ (ص ۶۴۱)

نبی ﷺ کا اپنے مرض وصال میں اسامہ بن زید کو (روم کی طرف) بھیجنا

مرض وصال میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ کو امیر لشکر بنا کر اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھ کر ان کو دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور جہاں تمہارے والد شہید کیے گئے تھے وہاں جا کر اپنے والد کے خون ناحق کا بدلہ لو اور کافروں سے جہاد کرو' اس لشکر میں تمام مجاہدین اولین کو شریک ہونے کا حکم دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر' حضرت فاروق اعظم' حضرت ابوعبیدہ بن جراح امین امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی شریک ہونے کا حکم دیا۔ ہفتہ کے دن حضرت اسامہ نے مدینہ طیبہ سے نکل کر مقام جرف پر قیام کیا تاکہ سارے مجاہدین آجائیں' پھر یہاں سے کوچ کریں اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ حضور اقدس ﷺ کی حالت بہت نازک ہے وہ رک گئے' پھر دوشنبہ کی صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کو کافی افاقہ ہے' وہ چلے کہ آج لشکر کے ساتھ کوچ کریں کہ اچانک حضور اقدس ﷺ کی حالت غیر ہو گئی' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ نے ان کے پاس خبر بھیجی کہ حضور اقدس ﷺ کا حال اچھا نہیں تم رک جاؤ' حضرت اسامہ اور پورا لشکر کوچ کے لیے تیار تھا' حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار ہونے ہی والے تھے کہ ان کو والدہ کا پیغام ملا' وہ فوراً پلٹ پڑے اور جھنڈا لاکر حضور اقدس ﷺ کے کاشانہ اقدس کے دروازے پر گاڑ دیا' تمام شرکاء بھی واپس ہو گئے' پھر حضور کا دوپہر ڈھلنے کے بعد وصال ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ خلیفہ منتخب ہو گئے' ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا جائے یا نہیں اس لیے کہ مدینہ طیبہ کے اطراف وجوانب سے اطلاعات ملیں کہ اعراب مرتد ہو گئے ہیں' بڑا نازک مرحلہ تھا' اکثر صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ اس لشکر کو روک دیا جائے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس لشکر کو روانہ فرمایا ہے ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ اسے روکے اور جس جھنڈے کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے اس کو کھولے' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ نے حضرت اسامہ کو مع لشکر کے ان کی مہم پر بھیجا' اس لشکر میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ بھی تھے۔ حضرت صدیق اکبر کو مدینہ طیبہ میں مشورے کے لیے ضرورت تھی' اس لیے حضرت اسامہ سے اجازت لے کر ان کو روک لیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ اپنے لشکر کے ساتھ بلقا کے قریب تک پہنچے اور مظفر ومنصور ہو کر بیس دن کے بعد واپس ہوئے' اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جب یہ لشکر مدینہ سے چلا تو بہت سے مذبذبین یہ کہہ کر ارتداد سے باز رہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنا بڑا لشکر روم سے لڑنے کے لیے کیوں جاتا۔